انسائیکلوپیڈیا — ۶

فقہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

ڈاکٹر محمد رَوّاس قلعہ جی

پروفیسر یونیورسٹی آف پٹرولیم و معدنیات

ظہران، سعودی عرب

ادارہ معارف اسلامی

منصورہ ○ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا :
مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ
جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے
اُسے دین میں تفقّہ عطا فرما دیتا ہے
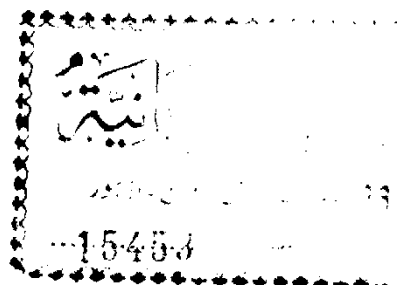
انسائیکلوپیڈیا ۔۶

فقہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

ڈاکٹر رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

اردو ترجمہ
مولانا عبد القیوم

ادارہ معارف اسلامی
منصورہ ۔ لاہور

نام کتاب ــــــ موسوعہ فقہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ

تصنیف ــــــ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی

اردو ترجمہ ــــــ مولانا عبدالقیوم، فیصل آباد

باہتمام ــــــ ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور

طابع ــــــ مکتبہ جدید پریس، 9 ریلوے روڈ۔ لاہور

قیمت ــــــ

اشاعتِ اوّل ستمبر ۲۰۰۰ء

تقسیم کنندہ ــــــ اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

ہیڈ آفس: ــــــ 13 ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور

فون: 7669546-7669510

برانچ آفس: ــــــ منصورہ، ملتان روڈ لاہور۔

فون 448022-7830033

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مغربی تہذیب نے انسانوں کو بے شمار اقتصادی ' مالی ' معاشی اور معاشرتی مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔
آج کا انسان ان مسائل کے حل کے لیے مغربی تہذیب سے مایوس ہو کر اسلامی فقہ کی طرف دیکھ رہا ہے کہ وہاں سے ان مسائل کا حل دریافت ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک فقہی مسلک کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان کے تمام اقتصادی ' مالی ' معاشی اور معاشرتی مسائل کاایسا حل پیش کر سکے جو مغربی تہذیب سے مایوس انسان کو مطمئن کر سکے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام فقہی مذاہب و مسالک مل کر اس چیلنج کامقابلہ کریں اور جدید تہذیب کو قرآن و سنت کی تعلیمات کی ایسی روشنی فراہم کریں جس کی ضیاپاشی سے آج کا بھٹکا ہوا انسان رہنمائی حاصل کرے' اپنے سفر کی سمت درست کرے اور اپنے رویے کی اصلاح کر کے اطمینان ' خوشحالی اور فلاح و کامرانی پا سکے۔اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ انسانی معلومات کی حد تک اسلامی فقہ دنیا کی سب سے زیادہ جامع اور مکمل فقہ ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی فقہ کو فقہی مسالک میں بانٹنے کے بجائے ایک جامع اور مکمل فقہ کو دنیا کی مختلف زبانوں میں ڈھال کر اور جدید انداز میں مرتب کر کے دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ انسان اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔

ماضی قریب میں تدوین فقہ اسلامی کا آغاز مصرمیں ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ شام میں ۱۹۵۱ء میں اسلامی فقہ کی تدوین کا کام شروع ہوا۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت شام نے دمشق کے شریعت کالج کو' جس کے پرنسپل اخوان المسلمون کے مشہور رہنما ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی تھے' فقہ اسلامی کا ایک انسائیکلو پیڈیا تیار کرنے کا اختیار دے دیا لیکن مالی وسائل کی قلت اور کچھ عرصے بعد شام کے سیاسی حالات تبدیل ہو جانے سے یہ منصوبہ مکمل نہ ہو سکا۔ اس کے بعد بعض دیگر حکومتوں نے بھی ان کی پیروی کی یہاں تک کہ اب پوری دنیا اس حقیقت کی قائل ہو گئی ہے کہ اسلامی فقہ قانون کا ایسا بیش بہا خزانہ ہے "کہ دنیا کا کوئی قانونی نظام اس کے ہم پلہ نہیں ہے اور جدید دنیا کو اس عظیم فقہ کی برکت و سعادت سے محروم نہیں رکھا جانا چاہیے۔

۱۹۶۵ء میں حکومت کویت نے انسائیکلو پیڈیا فقہ اسلامی کی تیاری کا منصوبہ بنایا۔اس منصوبے کے لیے معروف شامی ماہر قانون استاد مصطفیٰ الزرقاء کو منتخب کیا گیا جو ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی مرحوم کے بعد دمشق کی انسائیکلو پیڈیا کمیٹی کے صدر بنے تھے۔ ان کے ساتھ چار دیگر اساتذہ کرام کو بطور معاون مقرر کیا گیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

فضیلتہ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ ' پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی ' پروفیسر سعدی ابوحبیب اور پروفیسر بسام اسطوانی۔ بعض اسباب کی بناء پر اس انسائیکلو پیڈیا کی تیاری کا کام کچھ عرصہ کے لیے تعطل کا شکار ہو گیا تھا لیکن کچھ عرصے بعد پھر کام شروع ہو گیااور کئی جلدیں شائع ہو گئی ہیں مگر ان میں صحابہ کرامؓ اور تابعین

عظام رحمھم اللہ کی فقہ کو شامل نہیں کیا گیا۔

فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے یہ محسوس کیا کہ آج کی دنیائے قانون ایک ایسے انسائیکلو پیڈیا کی طالب ہے جس میں فقہ اسلامی کا ہر مسلمہ مسلک اور ہر اجتہاد بلاکم و کاست پیش کیا گیا ہو۔چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر انہوں نے تن تنہا بیس سال کی محنت شاقہ سے صحابہ کرامؓ خاص طور پر خلفائے راشدینؓ، تابعین عظام رحمہم اللہ اور فقہائے کرام کی فقہی آراء اور اجتہادات کو مختلف مآخذ سے جمع کیا۔انہوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین رحمہم اللہ کی فقہ کو ایسے انداز میں مرتب کیا ہے جو جدید فقہی اسالیب سے مطابقت رکھتا ہے۔ اسکی ترتیب حروف ابجد کے حساب سے کی ہے اور اصل مآخذ کے حوالے انتہائی احتیاط و اہتمام کے ساتھ درج کر دیے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ایک جامع فقہی انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنے کی راہ ہموار کر دی ہے بلکہ اپنی خداداد قابلیت اور محنت شاقہ کی بدولت سبقت حاصل کر لی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور کی خاص بات یہ ہے کہ اس دور میں فقہی اختلافات کم سے کم تھے۔ اس طرح ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت متفق علیہ فقہی آراء اور اجتہادات کی ہے۔

ادارہ معارف اسلامی منصورہ نے اپنے جو مقاصد اور اہداف متعین کیے تھے، ان میں تحقیق و تصنیف کے علاوہ یہ بھی طے کیا تھا کہ گزشتہ چودہ سو سال کے دوران میں امت کے اصحاب علم و فکر اور مجتہدین نے جو عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا ہے اس میں سے اہم ترین اور مفید کتب کو اردو زبان میں منتقل کرکے ایک ایسے اسلوب میں پیش کیا جائے جو جدید ذہن کو مطمئن کر سکتا ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے ادارے نے ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلو پیڈیا کے عظیم منصوبہ کو اردو زبان میں ترجمہ کرانے کا کام انجام دیا ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ تر کام حضرت مولانا محمد عبدالقیوم (فیصل آباد) نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بڑی محنت، یکسوئی اور تیز رفتاری کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ادارے نے اپنے فاضل رفقاء کے ایک سہ رکنی بورڈ سے نظرثانی کرائی۔ نومبر ۱۹۸۹ء میں اس منصوبے کی پہلی جلد فقہ "حضرت ابوبکرؓ" کے عنوان سے شائع کرائی گئی۔ دسمبر ۱۹۹۹ء تک اس کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس فقہی انسائیکلو پیڈیا کی دوسری جلد" فقہ حضرت عمرؓ" کا ترجمہ پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۹۰ء میں شائع کیا گیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۹۴ء میں شائع کیا گیا۔ اس کا تیسرا ایڈیشن زیر طبع ہے۔اس انسائیکلو پیڈیا کی تیسری جلد" فقہ حضرت عثمانؓ" کا ترجمہ پروفیسر الیف الدین ترابی صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۹۳ء میں اور دوسرا ایڈیشن نومبر ۱۹۹۹ء میں شائع کیا گیا۔ اس انسائیکلو پیڈیا کی چوتھی جلد "فقہ حضرت علیؓ" کا ترجمہ بھی مولانا محمد عبدالقیوم صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۹۲ء میں اور دوسرا ایڈیشن جولائی ۱۹۹۸ء میں شائع کیا گیا۔ اس انسائیکلو پیڈیا کی پانچویں جلد" فقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ" کا ترجمہ بھی مولانا محمد عبدالقیوم صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۹۲ء میں اور دوسرا ایڈیشن جنوری ۲۰۰۰ء میں شائع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب اس عظیم منصوبے کی چھٹی جلد" فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ" جس

کا ترجمہ بھی مولانا محمد عبدالقیوم صاحب نے کیا ہے' شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان چھ صحابہ کرامؓ میں سے سے ایک تھے جنھوں نے کثرت سے فتوے دیے تھے۔ حضرات ابن عمرؓ اتباع سنت کے لیے بہت مشہور ہیں۔ ان کے تفوق اور تبحر علمی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو ستائیس بتائی جاتی ہے۔ ان میں صرف اہل مصر کی تعداد چالیس سے زائد تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر بائیس سال کے قریب تھی۔ انھوں نے چوراسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس طویل عرصے کے دوران میں فتویٰ دینے کے فن میں آپ کو خاص مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ امام مالک کے قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر ساٹھ سال تک لوگوں کو فتوے دیتے رہے۔ اس بناء پر فقہ حضرت عبداللہ بن عمر کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ماہرانہ فتاویٰ سے پوری طرح استفادہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ فقہی انسائیکلو پیڈیا علمائے کرام' فقہائے عظام' وکلاء صاحبان اور عدلیہ سے تعلق رکھنے والے فاضل حضرات میں بہت مقبول ہوا ہے۔ وکلا صاحبان فیڈرل شریعت کورٹ' ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ میں اس انسائیکلو پیڈیا کی کتابوں کو حوالے کی کتب کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حال ہی میں شریعت اپیلیٹ بنچ سپریم کورٹ میں سودی نظام اور قوانین کے خاتمے کے سلسلے میں بھی اس انسائیکلو پیڈیا کی کتب کو بطور حوالہ پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فاضل مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کی محنت شاقہ کا پورا پورا اجر انہیں ملے۔ فاضل مترجمین مولانا محمد عبدالقیوم' پروفیسر ساجد الرحمٰن صدیقی' پروفیسر الیف الدین ترابی کو بھی اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائے۔ ادارہ معارف اسلامی کے جملہ منتظمین بھی شکریے کے مستحق ہیں جن کی توجہ اور محنت سے پہلی پانچ جلدیں شائع ہوئیں اور اب چھٹی جلد شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو وافر اجر عطا فرمائے! اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ اس منصوبے کی باقی ماندہ دو جلدیں "فقہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ" اور" فقہ امام حسن بصری "بھی جلد زیور طباعت سے آراستہ کر سکیں تاکہ اردو دان حضرات ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلو پیڈیا کی آٹھ جلدوں سے استفادہ کر سکیں اور پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی راہ ہموار ہو سکے۔

خاکسار

محمد اسلم سلیمی

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

منصورہ' ۳ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

۶ جولائی ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین، ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین

اما بعد!

فقہ سلف کے سلسلہ موسوعات (انسائیکلوپیڈیا) کی یہ ساتویں کڑی ہے اور اس کا نام موسوعہ فقہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہے۔

اس سے پہلے درج ذیل کڑیاں منصہ شہود پر آچکی ہیں۔

موسوعہ فقہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

موسوعہ فقہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

موسوعہ فقہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

موسوعہ فقہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

موسوعہ فقہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

موسوعہ فقہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

امام ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کا موسوعہ فقہ اس سلسلے کی آٹھویں کڑی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے موسوعہ فقہ کا مسودہ میں نے اس غرض سے تحقیق

کام کرنے والے ایک سکالر کے حوالے کیا ہے کہ وہ اس کی مدد سے ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے اپنا مقالہ تیار کریں۔

مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح کے موسوعہ کا مسودہ میں نے ایک صاحب کے حوالے کیا تھا کہ وہ اس کی مدد سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے اپنا مقالہ تیار کریں لیکن وہ میری منشا کے مطابق یہ مقالہ تیار نہ کرسکے اس لئے میں نے یہ مسودہ ایک اور صاحب کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے اپنا مقالہ تیار کریں ۔ دونوں حضرات نے اس موضوع پر عمدہ کام کیا ہے اور جو باتیں میرے قلم سے رہ گئی تھیں انہوں نے اپنے مقالوں میں ان کا اضافہ کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ دونوں مقالے جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

زیر بحث موسوعہ کی ابتداء میں صاحب فقہ صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حسب ونسب اور حالات زندگی کا مختصر تذکرہ ضروری ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ یہ تذکرہ طویل ہونے نہ پائے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سلسلہ نسب:

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب۔ والد کی طرف سے آپ کا نسب لوی بن غالب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں۔ یہ عثمان بن مظعون الجمحی کی بہن اور ام المومنین حضرت حفصہ ؓ کی ماں ہیں [۱]۔

۲۔ ولادت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ولادت ہجرت سے دس یا گیارہ سال قبل ہوئی تھی اس لئے کہ غزوہ احد کے موقع پر جنگ میں حصہ لینے کی غرض سے جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبول نہیں کیا اس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی۔ پھر غزوہ خندق کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ میں حصہ

لینے کی اجازت دے دی۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس تھی [۲]۔

نیز الذھبی کے قول کے مطابق آپ نے فتح مکہ میں حصہ لیا تھا اور آپ کی عمر اس وقت بیس برس تھی [۳]۔

۳۔ اسلام لانا:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کم سنی میں ہی اسلام لے آئے تھے تاہم اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا آپ اپنے والد سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے؟ ایک گروہ کے قول کے مطابق آپ اور آپ کی ہمشیرہ حضرت حفصہؓ جو بعد میں حضور ﷺ کے عقد زوجیت میں داخل ہوئی تھیں' دونوں اپنے والد حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو اس وقت حضرت عبداللہ کی عمر سات برس تھی [۴]۔

تاہم جمہور مورخین اس روایت کی تردید کرتے ہیں اور مشہور مورخ ابن عبدالبر بھی ان کے ہمنوا ہیں [۵]۔ ان حضرات کی نظروں میں یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے آزادہ کردہ غلام نافع کے بیان کے مطابق بعض لوگوں کے ذہن میں حضرت ابن عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ اور بیعت الرضوان میں آپ کی شرکت کے واقعہ کے مابین اختلاط ہوگیا تھا جس کے نتیجے میں درج بالا روایت ظہور میں آگئی۔ نافع کہتے ہیں: "لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے سال حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو ایک انصاری کے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ اس کے پاس سے اپنے والد کا گھوڑا لے آئیں۔ حضرت عمرؓ یہ گھوڑا جنگ میں استعمال کرنا چاہتے تھے۔ جب حضرت ابن عمرؓ گھوڑا لانے کے لئے گئے تو اس وقت حضور ﷺ درخت کے نیچے بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لے رہے تھے' حضرت عمرؓ کو اس کی خبر نہیں تھی' حضرت ابن عمرؓ نے یہ کیا کہ پہلے بیعت کی اور پھر گھوڑا لینے چلے گئے۔ جب گھوڑا لے کر اپنے والد کے پاس لوٹے تو حضرت عمرؓ جنگی لباس پہننے میں مصروف تھے' جب

انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمرؓ اس طرف چل پڑے اور ابن عمرؓ بھی ان کے ساتھ چلے گئے حضرت عمرؓ نے وہاں جا کر بیعت کر لی۔ یہی وہ بات ہے جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے پہلے بیعت کی تھی۔[۶]

بنا بریں جو حضرات یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے دراصل بیعت اسلام اور بیعت رضوان کو خلط ملط کر دیا ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔[۷]

۴۔ حضرت ابن عمرؓ کی اولاد:

حضرت ابن عمرؓ غیر معمولی قوت مردی کے مالک تھے اور اس کے اندر انہیں شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ چنانچہ متعدد خواتین سے آپ نے نکاح کیا اور ان کے علاوہ کئی لونڈیاں بھی آپ کی ملکیت میں تھیں۔ ان سب سے آپ کی اولاد کی تعداد سولہ ہے۔

آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ابو بکر' واقد' عبداللہ' ابو عبیدہ اور عمر پیدا ہوئے اور دو بیٹیاں حفصہ اور سودہ بھی پیدا ہوئیں۔

دوسری بیوی ام علقمہ سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے' ان کے نام پر آپ نے اپنی کنیت ابو عبدالرحمٰن اختیار کی۔

ایک لونڈی کے بطن سے سالم' عبیداللہ اور حمزہ پیدا ہوئے' ایک اور لونڈی سے زید اور عائشہ کی ولادت ہوئی' تیسری لونڈی سے ابو سلمہ اور قلابہ اور چوتھی لونڈی سے بلال پیدا ہوئے۔

۵۔ وفات:

حضرت ابن عمرؓ کے سال وفات کے متعلق مورخین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ آپ کی وفات سن ۷۳ ہجری میں ہوئی ہے۔ بعض کے خیال میں یہ سن ۷۴ ہجری کا واقعہ ہے۔ درست بات شاید یہ کہ آپ کی وفات سن ۷۳ ہجری

کے اواخر میں ہوئی تھی [۸]۔ اس وقت آپ کی عمر ستاسی برس تھی۔ امام مالک سے یہی روایت ہے [۹]۔ جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک آپ کی عمر چوراسی برس تھی۔ [۱۰]۔

آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی تاہم آپ نے وصیت کی تھی کہ حدود حرم سے باہر مقام سرف میں آپ کی تدفین کی جائے۔ [۱۱]۔ جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے اپنے صاحبزادے سالم سے فرمایا: "بیٹے! اگر میں وفات پا جاؤں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا کیونکہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جانے کے بعد میں حدود حرم میں دفن ہونا پسند نہیں کرتا" یہ سن کر بیٹے نے عرض کیا: "ابا جان! بشرطیکہ ہم ایسا کر سکے" اس پر آپ نے فرمایا: "تم میری بات سن رہے ہو اور پھر کہتے ہو کہ: "بشرطیکہ ہم ایسا کر سکے" اس پر بیٹے نے کہا کہ: "حجاج ہمیں ایسا نہیں کرنے دے گا اور وہ خود ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائے گا" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ خاموش ہو گئے۔ [۱۲]۔

جب آپ کی وفات ہو گئی تو حجاج نے صاحبزادوں کو کچھ کرنے نہیں دیا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھا کر حرم کے اندر مہاجرین کے قبرستان میں ذی طویٰ کی سمت مقام فخ میں آپ کو دفن کر دیا [۱۳]۔

آپ کی وفات کا سبب:

حجاج بن یوسف ثقفی اس سال امیرِ حج مقرر ہوا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ عرفات نیز دیگر مقامات میں حجاج سے آگے نکل کر وہاں وقوف کرتے جہاں حضور ﷺ نے وقوف فرمایا تھا۔ یہ دیکھ کر حجاج کو بہت غصہ آتا [۱۴]۔ پھر جب حجاج خطبۂ حج دینے کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت ابن عمرؓ نے اسے ٹوکتے ہوئے فرمایا: "تم اللہ کے دشمن ہو، تم نے اللہ کے حرم کے اندر خونریزی کی، بیت اللہ کی بے حرمتی کی اور اللہ کے دوستوں کی جانیں لیں" (حضرت ابن عمرؓ نے حجاج کی اس فوج کشی کی طرف اشارہ کیا تھا جو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف مکہ مکرمہ پر کی تھی۔ مترجم) ایسی بات سننے کی حجاج کو کہاں تاب تھی، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ یہ سن کر اس نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ: "او بڈھے

کھوسٹ' خاموش رہو"[۱۵]۔ اور پھر اپنا خطبہ جاری رکھا۔ جب اس کا خطبہ طویل ہو گیا تو حضرت ابن عمرؓ نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا: "سورج تمہارا انتظار نہیں کرے گا" یہ سن کر حجاج نے کہا: "میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری کھوپڑی اڑا دوں" حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: "تم سے یہ بات بعید نہیں ہے اس لئے کہ تم ایک بے وقوف شخص ہو جسے ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے"[۱۶]۔ حجاج کا غصہ اور بڑھ گیا چنانچہ اس کی ہدایت کے تحت اس کے ایک نوکر نے اپنے نیزے کی انی زہر میں بجھالی اور جمرہ عقبہ کے پاس راستے میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ٹکرا کر آپ کے قدم کی پشت کو اس کے ذریعے زخمی کر دیا۔ اس زخم کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ بیمار پڑ گئے۔ حجاج عیادت کے لئے آیا اور کہا کہ: "اگر مجھے اس شخص کا پتہ چل جائے جس نے آپ کے ساتھ یہ حرکت کی ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا" آپ نے جواب میں فرمایا: "تم نے مجھے زخمی کیا ہے" حجاج نے پوچھا کہ "وہ کس طرح؟" آپ نے فرمایا: "جس دن تم نے اللہ کے حرم میں ہتھیاروں سے مسلح فوج داخل کر دی تھی اس دن ہی تم نے مجھے زخمی کر دیا تھا" یہ کہہ کر آپ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں' حجاج باتیں کرتا رہا آپ نے اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا[۱۷]۔

۶۔ حضرت ابن عمرؓ کا لباس:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ پگڑی باندھا کرتے تھے۔ آپ عمامہ سر کے چاروں طرف لپیٹ لیتے اور حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دیتے۔[۱۸]

ب۔ آپ ازار باندھا کرتے تھے لیکن ازار کو حضور ﷺ کے حکم کی پیروی میں ٹخنوں سے نیچے جانے نہ دیتے۔ موسیٰ بن دہقال کا کہنا ہے کہ: "میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ پنڈلیوں کے نصف حصوں تک ازار باندھتے تھے"[۱۹]۔ جمیل بن زید الطائی نے کہا کہ: "میں نے ابن عمرؓ کے ازار کو اڑھی کے نیچے کے اوپر اور پنڈلی کے عضلہ کے قریب دیکھا تھا"[۲۰]۔

ج۔ آپ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر "عبداللہ بن عمر" منقش تھا۔ آپ اس انگوٹھی سے اپنے خطوط پر مہر لگایا کرتے تھے لیکن انگوٹھی پر کندہ لفظ اللہ کے احترام میں اسے پہنا نہیں کرتے تھے کیونکہ انگوٹھی پہننے کی صورت میں اللہ کے معظم اسم کی بے حرمتی کا خدشہ ہوتا۔ آپ یہ انگوٹھی کبھی اپنی بیوی صفیہ کے پاس محفوظ کر دیتے اور کبھی اپنے بیٹے ابو عبیدہ کے پاس رکھوا دیتے۔ اور جب کسی خط یا دستاویز پر مہر لگانے کی ضرورت ہوتی تو انگوٹھی منگوا کر مہر لگانے کے بعد اسے واپس کر دیتے۔ [۲۱]۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کے پاس ایک اور انگوٹھی بھی تھی جس پر کوئی لفظ کندہ نہیں تھا۔ آپ یہ انگوٹھی ہمیشہ پہنے رکھتے۔ اسے آپ بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے [۲۲]۔ اور وضو کرتے وقت اسے حرکت دے دیتے [۲۳]۔

د۔ آپ موٹے کپڑے پہننا پسند کرتے تھے۔ اس کا ذکر ہم آپ کے تقشف کے بیان میں کریں گے۔

۷۔ حضرت ابن عمرؓ کا تقشف:

لباس اور رہن سہن کے اندر سادگی اور کم تر معیار اختیار کرنا تقشف کہلاتا ہے حضرت ابن عمرؓ اپنے لباس، اپنے طعام اور گھر کے ساز و سامان میں تقشف کو ترجیح دیتے تھے۔

الف۔ لباس میں تقشف: اس سلسلے میں ہمارے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ریشم نہیں پہنتے تھے تاہم اسے حرام قرار نہیں دیتے تھے۔ اپنی اولاد میں سے بعض کو ریشمی لباس میں دیکھ کر انہیں ٹوکتے نہیں تھے۔ [۲۴]۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ پتلے کپڑے پر موٹے کپڑے کو ترجیح دیتے تھے۔ قزعہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: "میں نے ابن عمرؓ کے جسم پر موٹے کپڑے دیکھے تو عرض کیا کہ "میں خراسان کا بنا ہوا پتلا کپڑا آپ کے لئے لایا ہوں۔ اگر آپ یہ کپڑے پہن لیں تو اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "مجھے یہ کپڑا دکھاؤ" آپ نے کپڑے کو ہاتھ لگا کر پوچھا کہ: "کیا یہ ریشم ہے؟" میں نے عرض کیا کہ: "نہیں، یہ سوتی کپڑا ہے"

اس پر آپ نے فرمایا: "مجھے یہ کپڑا پہننے سے اس لئے خوف آتا ہے کہ کہیں اسے پہن کر میرے اندر فخر اور غرور پیدا نہ ہو جائے جبکہ اللہ سبحانہ کو فخر اور غرور کرنے والا بندہ پسند نہیں ہے"[۲۵]۔

آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ آپ خود یا آپ کی اولاد پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنا کرے تاکہ نئے کپڑوں پر خرچ ہونے والی رقم کپڑوں کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ میمون بن مہران نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی اولاد میں ایک فرد نے آپ سے نئے ازار کا مطالبہ کیا اس لئے کہ اس کا ازار پھٹ چکا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "پھٹے ہوئے ازار میں پیوند لگا کر پہن لو"۔ لیکن اسے یہ بات پسند نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا: "بندہ خدا، اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے مت ہو جاؤ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اپنے پیٹ میں داخل کرتے اور اپنی پشت پر ڈال لیتے ہیں"۔[۲۶]

ب۔ گھریلو ساز و سامان میں حضرت ابن عمرؓ کا تقشف: اس سلسلے میں بھی ہمارے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ اگر یہ سارا ساز و سامان جمع کیا جاتا تو اس کی مجموعی قیمت ایک سو درھم سے زائد نہ ہوتی۔ میمون بن مہران نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "میں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے گھر گیا اور گھر میں موجود بستر یا لحاف یا چٹائی نیز دیگر تمام اشیاء کی قیمت کا اندازہ لگایا تو مجموعی قیمت کو سو درم کے مساوی نہیں پایا۔ اسی طرح دوسری مرتبہ جب ان کے گھر گیا تو گھر میں موجود سامان کو اپنی اس لمبی سبز چادر کے ثمن کے برابر نہیں پایا"[۲۷]۔ ابو ملیح کہتے ہیں کہ میمون کی وفات کے بعد ان کی مذکورہ چادر سو درم میں فروخت کی گئی۔

ج۔ کھانے پینے کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے تقشف کا اظہار اس طعام کی کمیت اور اس کی نوعیت سے ہوتا ہے جسے آپ تناول کرنے کے عادی تھے۔

اشیائے خوردنی کی کمیت اور مقدار کی یہ حالت تھی کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک تھیلی لے کر آیا اور آپ کے استفسار پر اس نے بتایا کہ اگر کھانا زیادہ کھا لیا جائے اور اس سے بدہضمی کا خدشہ ہو تو اس تھیلی میں موجود چورن کھا لینے سے کھانا

ہضم ہو جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "چار ماہ ہو گئے کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا" ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا "ایک ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے کہ میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ میں یہ تھیلی لے کر کیا کروں گا" [۲۸]۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا" [۲۹]۔

جہاں تک طعام کی نوعیت کا تعلق ہے تو وہ مالداروں اور خوش حال لوگوں کے طعام جیسا نہیں تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ آپ سفر یا رمضان کے سوا کبھی ایک ماہ مسلسل گوشت استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ پورا مہینہ گزر جاتا اور آپ گوشت کی ایک بوٹی تک چکھنے نہ پاتے۔ [۳۰]

سفیان نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کیا۔ ابن صفوان کو جب اس کا پتہ لگا تو انہوں نے آپ کے لئے زاد راہ کے طور پر چھنے ہوئے آٹے سے کھانا تیار کیا اور اس کے ساتھ فالودہ نیز حلوہ بھی تیار کر کے آپ کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ نے یہ کھانا دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا: "ہم پہلے اس طرح نہیں تھے، مسلمان ہونے کے بعد میں نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا" پھر آپ کے حکم سے یہ سارا کھانا پانی گھاٹ پر موجود لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا کھانا منگوایا اور فرمایا: "صرف اس چیز کے اندر خیر اور بھلائی ہوتی ہے جس کا فائدہ کل قیامت تک باقی رہے" [۳۱]۔

۸۔ حضرت ابن عمرؓ کا حسن مظہر:

حسن مظہر یعنی اپنی ظاہری حالت درست رکھنا تقشف کے منافی نہیں ہے۔ حسن مظہر کا تعلق انسان کے عام ذوق سلیم سے ہے اور وہ نظافت نیز صاف ستھرے لباس اور ظاہری حالت درست رکھنے پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنے بالوں کو درست رکھنے کی طرف توجہ دے تو اس کی وجہ سے اس کے اندر ظاہری طور پر حسن اور خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے سر کے بال کندھوں تک آتے تھے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ: "میں نے ابن عمرؓ کے بالوں کو ان کے کندھوں پر پڑے دیکھا تھا" [۳۲]

حضرت ابن عمرؓ اپنے بالوں کا بڑا خیال رکھتے تھے' چنانچہ بالوں میں تیل ڈالتے اور کنگھی کرتے تھے۔ کسی شخص نے ایک دفعہ بیان کیا کہ حسن بصریؒ بالوں میں ہر روز کنگھی کرنا پسند نہیں کرتے تھے' یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع کو غصہ آگیا اور کہا کہ: "ابن عمرؓ تو ہر روز دو مرتبہ بالوں میں تیل ڈالا کرتے تھے" [۳۳]۔

اگر بالوں میں سفیدی ظاہر ہو جاتی تو حضرت ابن عمرؓ اسے خضاب کے ذریعے دور کرنے میں کوتاہی نہ کرتے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی داڑھی میں خضاب لگایا کرتے تھے [۳۴]۔ جبلہ بن سحیم سے مروی ہے کہ: "حضرت ابن عمرؓ نے ایک قمیص خریدی اور اسے زیب تن کر لیا۔ پھر اسے واپس کرنے کا ارادہ کیا لیکن قمیص میں داڑھی کے خضاب کے دھبے لگ گئے تھے اس لئے آپ نے واپس کرنے کی بجائے یہ قمیص اپنے پاس رہنے دی" [۳۵]۔ یہ روایت اس امر دلالت کرتی ہے کہ آپ داڑھی کے بالوں کی سفیدی خضاف کے ذریعے زائل کر دیتے تھے۔

اگر سر یا داڑھی یا جسم کے بال بڑھ جاتے تو حضرت ابن عمرؓ انہیں دور کرنے یا زائد حصہ کاٹ کر انہیں سنوار دینے میں کوتاہی نہ کرتے۔ آپ ہر جمعہ اپنے سر کے بال نیز مونچھیں ترشواتے [۳۶]۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ داڑھی کے بال ایک مشت سے بڑھنے نہ پائیں چنانچہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے اور زائد بالوں کو کتر دیتے [۳۸]۔ اور داڑھی کے نیچے حلق پر موجود بالوں کو مونڈ دیتے [۳۹]۔ اگر سینے اور بازوؤں پر بال بڑھ جاتے تو انہیں مونڈ دیتے۔ ابو شعیب الاسدی نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: "میں نے ابن عمرؓ کو منیٰ میں دیکھا کہ بال مونڈنے والا ان کے سر کے بال مونڈنے کے بعد ان کے بازوؤں کے بال مونڈ رہا تھا" [۴۰]۔ یوسف بن ماہک سے روایت ہے کہ: "میں نے ابن عمرؓ کو مروہ پر دیکھا تھا' انہوں نے حلاق (بال مونڈنے والے) سے فرمایا: "میرے بال بہت زیادہ ہیں اور ان کی وجہ سے مجھے بڑی تکلیف ہے' میں ان پر کوئی چیز بھی نہیں لگا سکتا' کیا تم میرے یہ بال مونڈ دو گے؟" حلاق نے اثبات میں جواب دیا اور پھر سینے کے بال مونڈنے لگا" [۴۱]۔

۹۔ خوشبو کا استعمال:

حسن مظہر جہاں ایک طرف آنکھوں کو بھاتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ قریب آنا پسند کرتے ہیں وہاں دوسری طرف عمدہ خوشبو بھی مذکورہ اثر پیدا کرنے میں حسن مظہر سے پیچھے نہیں رہتی۔ حضرت ابن عمرؓ بہترین خوشبو استعمال کرتے تھے خاص طور پر جب آپ کو لوگوں کے درمیان جانا ہوتا۔ چنانچہ جمعہ کے دن غسل کرنے کے بعد عمدہ خوشبو لگاتے [۴۲]۔ اسی طرح عید کی نماز کے لئے جاتے وقت بھی بہترین خوشبو استعمال کرتے [۴۳]۔ جمعہ اور عید کے موقعہ پر اپنے لباس کو عود اور لوبان کی تین مرتبہ دھونی دیتے۔ [۴۴]۔ آپ لباس سے پیدا ہونے والی بدبو کو صرف خوشبو لگا کر دور کرنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غسل کرنے کے ذریعے بدبو کے اسباب دور کرتے۔ آپ کم از کم ہر جمعہ نظافت حاصل کرنے کی خاطر ایک دفعہ غسل فرماتے۔ آپ موئے زیر ناف اور موئے بغل بھی دور کرتے کیونکہ ان مقامات پر پسینہ اور میل کچیل جمع ہو جانے کی وجہ سے بدبو پیدا ہو جاتی [۴۵]۔

۱۰۔ لوگوں کے ساتھ آپ کا حسن تعامل:

حضرت ابن عمرؓ لوگوں کے ساتھ بہت عمدہ طریقے سے لین دین کرتے تھے۔ اس لئے کہ حسن تعامل ہر متقی مسلمان کا نشان اور عنوان ہے۔ یہاں حسن تعامل سے ہماری مراد صرف فرائض کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ اس سے ہماری مراد ایک کام کی اس کے فرض کی حد سے بڑھ کر رضاکارانہ طور پر ادائیگی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی ذات میں موجود صفات حمیدہ میں سے ایک یہ صفت بھی تھی۔ آپ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر آپ کسی سے کوئی چیز قرض کے طور پر لیتے تو اس کی ادائیگی مقدار یا صفت کے اعتبار سے بڑھ کر کرتے۔ ابن سباع کے آزاد کردہ غلام عطاء سے مروی ہے کہ: "میں نے ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ کو دو ہزار درھم قرض کے طور پر دیئے۔ انہوں نے مجھے دو ہزار درہم واپس کر دیئے، میں نے یہ درہم جب وزن کئے تو دو سو درھم زائد نکلے، میں نے دل میں سوچا کہ ابن عمرؓ مجھے آزمانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے عرض کیا: "

ابو عبدالرحمٰن، آپ کی بھیجی ہوئی رقم دو سو درہم زیادہ ہے" انہوں نے فرمایا: "یہ دو سو درہم تمہارے لئے ہیں" [۴۶]۔

اگر حضرت ابن عمرؓ اپنے تلامذہ کے ساتھ سفر وغیرہ پر نکلتے تو جس طرح شاگرد ان کی خدمت کرتے اسی طرح وہ بھی ان کی خدمت کرتے رہتے۔ مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ: "میں ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ گیا، میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ میری خدمت بڑھ کر کرتے رہے" [۴۷]۔

حضرت ابن عمرؓ بڑے حلیم اور بردبار تھے، اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو آپ کو اس پر غصہ نہ آتا بلکہ آپ درگزر سے کام لیتے۔ خواہ غلطی کرنے والا آپ کا خادم یا غلام کیوں نہ ہوتا۔ "سیر اعلام النبلاء" میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے صرف ایک مرتبہ اپنے غلام کو ملعون کہا تھا اور پھر تلافی کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا تھا [۴۸]۔

۱۱۔ حضرت ابن عمرؓ کا ورع و تقویٰ:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کے ورع و تقویٰ کی گواہی: محققین کے مابین اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ورع و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس بات کی گواہی خود حضور ﷺ نے نیز آپ کے ہم عصر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام نے دی ہے۔

حضور ﷺ کی گواہی: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں استبرق (ریشم اور سونے کے دھاگوں کا بنا ہوا کپڑا) کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ ٹکڑا مجھے جنت کے ہر مقام میں اڑا کر لے گیا" میں نے اس کا ذکر اپنی ہمشیرہ حفصہؓ سے کیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا: "میرے خیال میں عبداللہ ایک صالح شخص ہیں"۔ ترمذی کی روایت میں ہے: "تمہارا بھائی ایک صالح شخص ہے" [۴۹]۔

جہاں تک ہم عصر صحابہ کرامؓ کی گواہی کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ کی گواہی ہمارے لئے کافی ہے جو کبار صحابہ میں سے ہیں اور اسلام لانے میں ان کا شمار متقدمین میں ہوتا ہے۔ ان کا قول ہے: "قریش کے نوجوانوں میں جن افراد نے اپنے آپ کو دنیامیں سب سے زیادہ قابو میں رکھا ان میں عبداللہ بن عمرؓ بھی ہیں" [۵۰]۔ ان کا یہ قول بھی ہے کہ: "ہم میں سے جس شخص کو بھی دنیا ملی اسے دنیانے اپنی طرف مائل کرلیا سوائے عبداللہ بن عمرؓ "کے [۵۱]۔

ہم عصر تابعین کی گواہی: میمون بن مہران کا قول ہے: "میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے بڑھ کر کسی کو متقی اور عبداللہ بن عباسؓ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا" [۵۲]۔ طاؤس بن کیسان نے بھی بعینہ یہی الفاظ کہے ہیں کہ "میں نے عبداللہ بن عمر سے بڑھ کر کسی کو متقی اور عبداللہ بن عباس سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا" [۵۳]۔ سعید بن المسیب کا قول ہے: "اگر میں کسی کے متعلق گواہی دے سکتا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے تو یہ گواہی عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں دیتا [۵۴]۔

ب۔ کثرت گریہ:

حضرت ابن عمرؓ کثرت سے روتے تھے۔ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرتے جس میں جہنم کا ذکر ہوتا تو رو پڑتے' جب وعید اور تہدید والی آیت تلاوت کرتے تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب یہ آیت تلاوت کرتے (الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکراللہ کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف جھک جائیں) تو رونا شروع کر دیتے حتی کہ ہچکیاں بندھ جاتیں [۵۵]۔

اگر کسی واعظ کو پندو نصیحت کرتے ہوئے سنتے تو رونے لگ جاتے' یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ: "میں نے ابن عمرؓ کو عبید بن عمیر کے پاس دیکھا' اس وقت عبید وعظ کر رہے تھے' میں نے دیکھا کہ ابن عمرؓ زار و قطار رو رہے تھے" [۵۶]۔

آپ جب کبھی حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے' عاصم بن محمد العمری نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ: "ابن عمرؓ کو میں نے جب کبھی حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے سنا انہیں روتے دیکھا"[۵۷]۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ کی نماز: اگر ہم یہاں یہ کہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرض نمازوں کی بڑی نگہداشت کرتے تھے تو یہ ایک زائد بات ہوگی اس لئے کہ ان کے عصر میں کوئی بھی شخص فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتتا تھا تاہم قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جماعت کے ساتھ فرض نمازوں کی ادائیگی کا شدت سے التزام کرتے تھے حتی کہ اگر جماعت کے ساتھ کسی فرض نماز کی ادائیگی میں ان سے کوتاہی ہوجاتی تو اپنے آپ کو نہیں بخشتے بلکہ سزا کے طور پر اپنے اوپر عبادت لازم کر لیتے جو اللہ سے ان کے تقرب کا ذریعہ بن جاتی اور انہیں بلند درجہ حاصل ہو جاتا۔ چنانچہ اگر ان سے عشاء کی جماعت رہ جاتی تو ساری رات عبادت کرتے[۵۸]۔

حضرت ابن عمرؓ راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے اور بہت ہی کم سوتے۔[۵۹]۔ دیر تک قیام میں رہتے حتی کہ تھک کر دیوار سے ٹیک لگا لیتے[۶۰]۔ اور طلوع فجر تک اس حالت میں رہتے۔ جب سحر ہو جاتی تو بیٹھ جاتے اور دعا و استغفار میں لگ جاتے۔ نافع کہتے ہیں کہ: "حضرت ابن عمرؓ ساری ساری رات جاگ کر نماز پڑھتے رہتے اور پھر مجھ سے پوچھتے کہ کیا سحر ہو گئی ہے؟ میں نفی میں جواب دیتا تو پھر نماز شروع کر دیتے، جب میں کہتا کہ سحر ہوگئی ہے تو بیٹھ جاتے اور دعا و استغفار میں لگ جاتے حتی کہ صبح طلوع ہو جاتی"[۶۱]۔

حضرت ابن عمرؓ کے سونے کی کیفیت یہ تھی کہ بس تھوڑی دیر کے لئے اونگھ جاتے یعنی ایک نماز ختم کرکے دوسری نماز شروع کرنے سے قبل کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کرکے اونگھ جاتے "الاصابتہ" میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک اوکھلی رکھی ہوتی جس میں پانی بھرا ہوتا۔ رات کے وقت نماز پڑھتے رہتے اور پھر تھک کر بستر پر لیٹ جاتے اور اتنی دیر سوتے جتنی دیر ایک پرندہ سوتا ہے اور پھر اٹھ کر وضو کرتے اور نماز پڑھنے لگ جاتے پھر تھک کر بستر پر دراز ہو جاتے اور کچھ دیر آرام کرکے اٹھ کھڑے ہوتے اور وضو کرکے نماز میں مصروف ہو جاتے۔ وہ یہ عمل رات بھر چار یا پانچ مرتبہ کرتے[۶۲]۔

د۔ حضرت ابن عمرؓ کا روزہ: آپ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے حتی کہ حضر کی حالت میں صرف بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑتے [۶۳]۔ اپنی زندگی کے آخری ایام تک آپ کی یہی کیفیت رہی [۶۴]۔

اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا فلسفہ یہ تھا کہ پیٹ بھر کر کھانے سے انسان کی روحانی بلندی اور تہذیب نفسی میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کھانا تناول فرماتے تو پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ آپ کے بیٹے حمزہ کا قول ہے: "اگر کھانا زیادہ ہوتا تو میرے والد پیٹ بھر کر نہ کھاتے بلکہ کوئی اور کھانے والا تلاش کر لیتے" ابن مطیع آپ کی عیادت کے لئے آئے اور دیکھا کہ آپ کا جسم کمزور ہو گیا ہے، انہوں نے آپ کی بیوی صفیہ سے کہ: "تم ان کی دیکھ بھال کیوں نہیں کرتیں، تاکہ ان کی جسمانی صحت بحال ہو جائے تم ان کے لئے خصوصی طور پر کھانا تیار کر دیا کرو" صفیہ نے جواب میں کہا: "ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں لیکن یہ اپنے اہل و عیال نیز حاضرین میں سے تمام افراد کو کھانے پر بلا لیتے ہیں، تم ہی اس بارے میں انہیں سمجھاؤ" اس پر ابن مطیع نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا: ابو عبدالرحمٰن، اگر آپ اپنے لئے ایسا کھانا تیار کرائیں جس سے آپ کی جسمانی صحت بحال ہو جائے تو یہ بات آپ کے لئے بہتر ہوگی" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "آٹھ برس گزر گئے کہ میں نے اس دوران ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اب تم چاہتے ہو کہ میں کھانے سے اپنا پیٹ بھر لیا کروں جبکہ گدھے کی پیاس کے برابر میری عمر کا حصہ باقی رہ گیا ہے" [۶۵]۔

ھ۔ لہو و لعب سے آپ کی کنارہ کشی: حضرت ابن عمرؓ نے سنجیدگی کی زندگی کا التزام کیا تھا۔ آپ نہ تو کسی حرام لہو و لعب کا ارتکاب کرتے نہ ہی اس میں شریک ہوتے۔ حرام لہو و لعب سے بے فائدہ لہو و لعب مراد ہے۔ ان میں درج ذیل چیزیں داخل ہیں۔

ا۔ موسیقی کا سماع:

نافع کہتے ہیں کہ: "میں ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا،

انہوں نے طنبورے کی آواز سنی تو فوراً کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری طرف ہو گئے اور جب ہم دور چلے گئے تو فرمایا: "نافع' کیا طنبورے کی آواز آرہی ہے؟" میں نے نفی میں جواب دیا تو کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور فرمایا: "میں حضور ﷺ کے ساتھ جارہا تھا کہ آپ نے بانسری کی آواز سنی اور پھر وہی کچھ کیا جو ابھی میں نے کیا ہے"[۶۶]۔

۲۔ نرد کا کھیل:

نرد ایک کھلونا ہے جو پتھر کے چند ٹکڑوں' دو تاشوں اور ایک صندوق پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں دونوں تاش ڈال دیئے جاتے ہیں اور ان کے حساب سے پتھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ (ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہ بیان کردینا ضروری ہے کہ لغات میں نرد کی یہ تشریح کی گئی ہے(۱) ایک کھیل جسے اردشیر بابک شہنشاہ ایران نے ایجاد کیا تھا۔ (مصباح اللغات عربی۔اردو) (۲) چوسر کی گوٹ' شطرنج کا مہرہ' ایک بازی جسے تختہ نرد بھی کہتے ہیں (فیروز اللغات اردو) مترجم) آج کل یہ لعبتہ الطاولتہ (تھیلی کے کھلونے) کے نام سے معروف ہے۔[۶۷]۔ حضرت ابن عمرؓ نرد کے کھیل کو جوے کا کھیل تصور کرتے تھے[۶۸]۔ کیونکہ اس کھیل کی بنیاد قسمت پر ہوتی ہے۔ نیز اس میں درست فکر کا پہلو نہیں ہوتا اور یہ اعصاب کو تھکا دینے والا کھیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس کھیل کو حرام قرار دیتے تھے اور اگر اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس کھیل میں مشغول پاتے تو اس کی پٹائی کرتے اور کھلونا توڑ ڈالتے اور پھر آگ میں جلا دینے کا حکم دیتے[۶۹]۔

۳۔ شطرنج کا کھیل:

حضرت ابن عمرؓ شطرنج کو نرد سے بھی بدتر تصور کرتے تھے[۷۰]۔

۴۔ چھاردہ:

یہ کھیل آج کل "ادریس" کے نام سے معروف ہے۔ اور قدیم سے "چودہ" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس کھیل میں مشغول

دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے [۷۱]۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے خاندان کے کچھ افراد کو اس کھیل میں مشغول دیکھا تو کھیل کا سارا سامان اٹھا کر ان پر دے مارا اور سارا سامان ٹوٹ پھوٹ گیا [۷۲]۔

۵۔ کجہ:

اس کھیل کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر گڑھے پر لکڑی رکھ دیتے ہیں۔ اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کو لپیٹ کر اسے گیند کی شکل دے دیتے ہیں اور پھر اس لکڑی کو اس گیند سے مارتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کچھ لڑکوں کے پاس سے گزرے جو کجہ کا کھیل کھیل رہے تھے آپ نے گڑھا بند کرکے لڑکوں کو اس کھیل سے روک دیا [۷۳]۔

و۔ حضرت ابن عمرؓ کا جذبہ صدقہ اور مال سے لگاؤ کا فقدان: مال کے لئے حضرت ابن عمرؓ کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ کیونکہ آپ کا اعتقاد یہ تھا کہ مال صرف لوگوں کی مدد کا ذریعہ اور ان سے تنگدستی اور فقر و فاقہ دور کرنے کا وسیلہ ہے۔ مال دراصل اللہ کی ملکیت ہے۔ اللہ سبحانہ نے یہ مال اپنے بندوں کو اس لئے دیا ہے کہ اس کے ذریعے ضروریات پوری کی جائیں۔ اس لئے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اللہ کے دیئے ہوئے اس مال کا سب سے بڑھ کر مستحق وہ شخص ہوتا جس کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی۔

۱۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بھلائی اور نیکی کی راہوں میں بہت زیادہ مال خرچ کرتے تھے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک مجلس میں بائیس ہزار دینار آئے۔ آپ نے جب تک انہیں تقسیم نہیں کر دیا اس وقت تک مجلس سے نہیں اٹھے۔ [۷۴]

۲۔ ابن جعفر نے حضرت ابن عمرؓ کو ان کے غلام نافع کے بدلے دس ہزار درہموں کی پیش کش کی، آپ نے فرمایا: "اس رقم سے بڑھ کر بھی تو نیکی کی صورت ہو سکتی ہے، میں اسے لوجہ اللہ آزاد کرتا ہوں" [۷۵]۔ آپ نے چالیس ہزار میں ایک غلام خرید کرکے اسے آزاد کر دیا۔ غلام نے عرض کیا: "میرے آقا، آپ نے مجھے آزاد کر دیا"

اب مجھے زندگی گزارنے کے لئے کچھ رقم بھی عنایت کر دیجئے" آپ نے اسے چالیس ہزار کی رقم دے دی۔ [۷۶]

اگر آپ کسی غلام کے اندر تقوی اور پرہیز گاری دیکھتے تو اسے آزاد کر دیتے۔ آپ کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا' اس سے پوچھا کہ ذبح کرنے کے لئے کوئی بکری ہے؟ چرواہے نے جواب دیا کہ جانوروں کا مالک یہاں نہیں ہے آپ نے فرمایا:" مالک سے کہدینا کہ بھیڑیا بکری اٹھا کر لے گیا ہے" یہ سن کر چرواہے نے کہا:" اللہ سے ڈرو" آپ کو چرواہے کا یہ فقرہ اس قدر پسند آیا کہ آپ نے مالک سے بکریوں کے گلے کے ساتھ اس غلام کو بھی خرید لیا اور پھر اسے آزاد کر کے بکریوں کا گلہ اسے ہبہ کر دیا [۷۷]۔

حضرت ابن عمرؓ کے غلام آپ کی اس عادت سے واقف تھے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ کوئی غلام مسجد میں رہ کر عبادت کرنے لگتا اور جب آپ اسے اس عمدہ حالت میں دیکھتے تو آزاد کر دیتے۔ آپ کے رفقاء آپ سے کہتے کہ:" ابوعبدالرحمٰن' تمہارے یہ غلام صرف تمہیں دھوکہ دینے کے لئے ایسا کرتے ہیں" تو آپ جواب میں کہتے:" ہمیں کوئی شخص جب اللہ کے لئے دھوکہ دیتا ہے تو ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں" [۷۸]۔ اس طرح آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد بہت ہو گئی تھی حتی کہ نافع نے کہا تھا کہ:

"جب حضرت ابن عمرؓ کی وفات ہوئی تو اس وقت تک آپ ایک ہزار سے زائد انسانوں کو آزاد کر چکے تھے" [۷۹]۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کو جب بھی کوئی چیز پسند آتی اسے صدقہ کر دیتے۔ آپ اپنے اس طرز عمل سے سورہ آل عمران کی آیت (لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون تم نیکی اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر ڈالو)۔ کی عملی تفسیر کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کا فلسفہ یہ تھا کہ:

الف۔ آپ اس طرح انفاق کر کے اللہ سبحانہ کے ہاں نیکی کے طلب گار ہوتے۔

ب۔ دل کو پسند آجانے والی چیز صدقہ کر کے اپنا دل اللہ کے لئے فارغ کر لیتے تاکہ دل کے اندر اللہ کے سوا کسی اور چیز کا خیال جمنے نہ پائے۔

وہب نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک اونٹ فروخت کر دیا' آپ سے کہا گیا کہ : "اس اونٹ کو اپنے پاس رہنے دیتے تو بہتر ہوتا" آپ نے جواب میں فرمایا: "اونٹ میرے حسب حال تھا لیکن اس نے میرے دل کا ایک حصہ اپنے قبضے میں کر لیا تھا اس لئے میں نے پسند نہیں کیا کہ اپنے دل کو کسی چیز میں مشغول کرلوں" [۸۰]۔

حضرت ابن عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ انہیں اپنی ایک لونڈی بہت پسند تھی جس کا نام رمیشہ تھا حتیٰ کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز پسندیدہ نہیں تھی۔ آپ فرماتے ہیں: "میں نے کہا کہ یہ لونڈی لوجہ اللہ آزاد ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں دی ہوئی کسی چیز کو میں واپس لے سکتا تو اس لونڈی کے ساتھ ضرور نکاح کر لیتا" پھر آپ نے اس کا نکاح نافع کے ساتھ کر دیا اور یہ نافع کی ام ولد بن گئی [۸۱]۔

ایک دفعہ آپ نے مچھلی کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ مچھلی تلی گئی اور آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ اتنے میں ایک سائل آگیا اور یہ مچھلی آپ کے حکم سے اسے دے دی گئی [۸۲]۔

آپ کھانڈ خریدتے اور اسے صدقہ کر دیتے۔ آپ سے کہا جاتا کہ: "اگر آپ کھانڈ کے ثمن سے طعام خرید کر صدقہ کرتے تو صدقہ پانے والوں کے لئے یہ بات بہتر ہوتی" آپ جواب میں فرماتے: "جو بات تم کہتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں سورہ آل عمران میں اللہ کا فرمان سنا ہے کہ (لن تنالوا البرحتی تنفقوا مماتحبون) حضرت ابن عمرؓ کو کھانڈ بہت پسند تھی [۸۳]۔

۴۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے مال کو یتیم کے مال کے بچاؤ کا ذریعہ بنا دیتے تھے' آپ جب بھی کھانا کھانے بیٹھتے تو دستر خوان پر کوئی نہ کوئی یتیم بھی ضرور ہوتا [۸۴]۔ اگر آپ سفر پر جاتے اور اپنے ساتھ یتیم کا مال تجارت کی غرض سے لے جاتے تو یہ مال یا تو خود قرض کے طور پر لے لیتے یا کسی بھروسے والے شخص کو قرض کے طور پر دیدیتے۔ اور پھر جب یتیم کے لئے اس مال سے کوئی سامان تجارت خریدنا چاہتے تو اس مال سے رقم کی ادائیگی کر دیتے یا قرض لینے والے سے اس مال کی وصولی کر لیتے اور اس طرح یتیم کے مال کو ضائع ہونے کے خطرے سے بچا لیتے۔ کیونکہ اگر یہ مال حضرت ابن عمرؓ کے ہاتھ

میں امانت کے طور پر ہوتا اور پھر ضائع ہو جاتا تو اس کا ضیاع یتیم کے حساب میں شمار ہوتا لیکن اگر یہ مال آپ کے قبضے میں قرض کے طور پر ہوتا تو اس کا ضیاع آپ کے حساب سے شمار ہوتا۔ (فقہ کا مسئلہ ہے کہ امانت اگر ضائع ہو جائے تو اسے مالک کا نقصان شمار کیا جاتا ہے۔ اور امین پر اس کا تاوان عائد نہیں ہوتا لیکن قرض کا ضیاع قرض دینے والے کا نقصان شمار نہیں ہوتا بلکہ یہ نقصان قرض لینے والے پر عائد ہوتا ہے۔ مترجم) روایتوں میں یہ وارد ہے کہ حضرت ابن عمرؓ یتیموں کا مال ضائع ہونے سے بچانے کے لئے قرض کے طور پر حاصل کر لیتے تھے [۸۵]۔ "طبقات ابن سعد" میں نافع سے مروی ہے کہ جب یمامہ کی جنگ میں حضرت زیدؓ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کا مال لوگوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابن عمرؓ اس مال سے قرض دیتے اور قرض لیتے اور پھر لوگوں کی خاطر اس سے تجارت کرتے۔[۸۶]

۵۔ اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کھلے دل سے اللہ کی راہ میں اس کی رضا جوئی اور ثواب کے لئے مال خرچ کرتے تاہم مال کے بدلے اپنا دین فروخت کرنے کے لئے کبھی تیار نہ ہوتے۔ نیز مال کی خاطر حق سے کبھی انحراف نہ کرتے۔ بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجے اور اس کے بعد جب اپنے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آپ سے کہا تو آپ نے فرمایا: "یعنی مذکورہ رقم کے ذریعے بیعت کروانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو پھر میرا دین تو بڑا سستا ہے"[۸۷]۔

ز۔ حضرت ابن عمرؓ کا عہدہ قضا قبول نہ کرنا:

حضرت ابن عمرؓ عہدہ قضا پر کام کرنے سے ہمیشہ انکار کرتے رہے کیونکہ آپ کو یہ خوف رہتا کہ کہیں قدم ڈگمگا نہ جائیں۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے آپ سے فرمایا: "لوگوں کے درمیان فیصلے کرو" حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: "میں دو افراد کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی دو افراد کی امامت کر سکتا ہوں" حضرت عثمانؓ نے یہ سن کر فرمایا: "کیا تم میرا حکم ٹھکرا رہے ہو؟" آپ نے جواب دیا: "نہیں ایسی

بات نہیں۔ لیکن مجھے روایت پہنچی ہے کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو جہالت کی بنیاد پر فیصلے کرے۔ یہ جہنم میں جائے گا۔ دوسرا وہ شخص جو راہ حق سے روگردانی کرکے اپنی خواہشات کا ساتھ دے۔ یہ بھی جہنم میں پڑے گا اور تیسرا وہ شخص جو اجتہاد کرکے درست فیصلے کرے۔ اس کا معاملہ برابر رہے گا یعنی نہ اسے کوئی اجر ملے گا نہ ہی اس پر گناہ کا بوجھ ہوگا" حضرت عثمانؓ نے یہ سن کر فرمایا: "تمہارے والد فیصلے کیا کرتے تھے" آپ نے جواب دیا: "ہاں' میرے والد فیصلے کیا کرتے تھے' اگر انہیں کوئی اشکال پیش آتا تو وہ حضور ﷺ سے پوچھ لیتے اور اگر حضور ﷺ کو اشکال پیش آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھ لیتے' میرے پاس تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے پوچھ سکوں' آپ نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ: "جو شخص اللہ کی پناہ حاصل کرے اسے پناہ مل جاتی ہے" حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "ہاں' میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے" اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا: "میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے عہدہ قضاء پر مامور کریں" چنانچہ حضرت عثمانؓ نے آپ کو مجبور نہیں کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ: "کسی کو اس بات کی خبر نہ دینا" [۸۸]۔

ح۔ فتویٰ دینے سے حضرت ابن عمرؓ کی پہلو تہی:

حضرت ابن عمرؓ کے تقوے کی یہ کیفیت آپ کو فتویٰ دینے سے بھی دور رکھتی۔ چنانچہ آپ جب تک معاملہ اچھی طرح سمجھ نہ لیتے فتویٰ نہ دیتے۔ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا' آپ نے سرہلا دیا اور اسے کوئی جواب نہیں دیا' لوگوں نے سمجھا کہ آپ نے سائل کا مسئلہ سنا ہی نہیں۔ سائل نے آپ سے عرض کیا: "اللہ آپ پر رحم کرے کیا آپ نے میرا مسئلہ سنا نہیں؟" آپ نے جواب دیا: "میں نے تمہارا مسئلہ سن لیا' لیکن تم شاید یہ خیال کرتے ہو کہ اللہ سبحانہ ہم سے اس چیز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرے گا جو تم ہم سے پوچھتے ہو' اللہ تم پر رحم کرے' تم ہمیں چھوڑ دو تاکہ ہم تمہارا مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں' اس کے بعد اگر ہمارے پاس اس کا کوئی جواب ہوگا

تو تمہیں بتا دیں گے ورنہ تمہیں اپنی لاعلمی سے آگاہ کر دیں گے"[۸۹]۔

اگر آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور آپ کو اس کا جواب معلوم نہ ہوتا تو آپ جواب میں "مجھے معلوم نہیں" کہہ کر زیادہ خوشی محسوس کرتے بہ نسبت اس کے کہ آپ کو مسئلے کا جواب معلوم ہوتا اور آپ یہ جواب سائل کو بتا دیتے' ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "مجھے کوئی علم نہیں ہے" جب سائل چلا گیا تو آپ نے فرمایا: "ابن عمر نے بہت اچھی بات کہی' اس سے ایک مسئلہ پوچھا گیا جس کا اسے علم نہیں تھا' اور اس نے جواب میں کہا: "مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے"[۹۰]۔

یہی وجہ ہے کہ جن مسائل کے بارے میں آپ نے کوئی جواب نہیں دیا ان کی تعداد ان مسائل سے زیادہ ہے جن کا آپ نے جواب دیا تھا۔ نافع کہتے ہیں: "ابن عباس ؓ اور حضرت ابن عمر ؓ حاجیوں کی آمد پر لوگوں کے مسائل سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ اس دوران میں ایک دن حضرت ابن عباس ؓ کے پاس بیٹھتا اور ایک دن حضرت ابن عمر ؓ کے پاس۔ حضرت ابن عباس ؓ سے جو بھی مسئلہ پوچھا جاتا' اس کا جواب دے دیتے لیکن ابن عمر ؓ جن مسائل کا جواب نہ دیتے ان کی تعداد ان مسائل سے زیادہ ہوتی جن کے متعلق فتویٰ دیتے"[۹۱]۔

ط۔ فتنہ یعنی مسلمانوں کی خانہ جنگی میں شریک ہونے سے پرہیز:

حضرت ابن عمر ؓ جہاں ایک طرف یقین کی بنیاد پر فتوے دیتے تھے وہاں دوسری طرف یقین ہی کی بنیاد پر کوئی تصرف کرتے اور قدم اٹھاتے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی ؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کے اندر آپ نے کسی فریق کا ساتھ نہیں دیا بلکہ غیر جانبدار رہے۔ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ: "حضرت ابن عمر ؓ کے ورع و تقویٰ کے نتیجے میں آپ کو حضرت علی ؓ کے زمانے میں ہونے والی لڑائیوں کے متعلق اشکال پیدا ہو گیا تھا اور آپ غیر جانبدار رہے تھے تاہم وفات کے وقت آپ کو اس کا بڑا افسوس تھا"[۹۲]۔

ی۔ امارت قبول نہ کرنا:

حضرت ابن عمرؓ کو جب شام کی امارت پیش کی گئی تو آپ نے اپنے ورع و تقوی کی بنا پر اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ ذمہ داری کے اعتبار سے امارت کسی طرح عہدہ قضا سے کم نہیں ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے مجھے پیغام بھیجا: "ابو عبدالرحمٰن، اہل شام تمہاری بات مانتے ہیں، تم ان کے پاس چلے جاؤ، میں نے تمہیں ان پر امیر مقرر کیا ہے" میں نے جواب میں کہا: "میں آپ کو اللہ کا واسطہ نیز رسول ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت داری اور صحبت کا واسطہ دے کر آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس عہدے سے معاف رکھیں" لیکن حضرت علیؓ اپنی بات پر اڑے رہے، میں نے اپنی ہمشیرہ حفصہؓ سے سفارش کروائی لیکن حضرت علیؓ پھر بھی نہیں مانے، چنانچہ میں ایک رات مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا۔ حضرت علیؓ کو بتایا گیا ابن عمرؓ شام کی طرف چلے گئے ہیں جہاں حضرت علیؓ کے سیاسی حریف حضرت معاویہؓ تھے۔ حضرت علی نے میرے پیچھے ایک آدمی روانہ کر دیا۔ یہ شخص جلدی میں اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اپنی پگڑی مہار کے طور پر اونٹ کے ساتھ لگا کر روانہ ہونا چاہا تاکہ راستے میں مجھ سے جا ملے۔ جب حفصہؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت علیؓ کو آگاہ کر دیا کہ حضرت ابن عمرؓ شام کی طرف نہیں گئے بلکہ مکہ چلے گئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علی کا جذبہ سرد ہو گیا" ۹۳۔

ک عہدہ خلافت قبول نہ کرنا:

جب ایک گروہ نے عہدہ خلاف کے لئے حضرت ابن عمرؓ کا نام تجویز کیا تو آپ نے اپنے ورع و تقوی کی بنا پر اسے ٹھکرا دیا، اس وقت کیفیت یہ تھی کہ خانہ جنگی کی آندھیاں چاروں طرف چل رہی تھیں، ہم اس کا ذکر مادہ "امارت" کے ذیل میں کریں گے۔ اس لئے کہ ایسے سنگین حالات میں جو شخص عہدہ خلافت قبول کر لیتا اس کے لئے مخالفین کے خلاف اس وقت تک تلوار اٹھا لینا ضروری ہوتا جب تک اختلاف

ختم نہ ہو جاتا اور امت میں وحدت کی کیفیت پیدا نہ ہو جاتی۔ جبکہ حضرت ابن عمرؓ کا ورع و تقویٰ آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کسی مومن کے خلاف تلوار اٹھائیں جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتا ہو خواہ اپنی مخالفت کے حق میں تاویل کیوں نہ کرتا ہو۔ خالد بن سمیر نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: "حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا گیا کہ: "اگر آپ مسلمانوں کے معاملات درست کر دیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ تمام لوگ آپ کی ذات پر رضامند ہیں" آپ نے انہیں جواب دیا: "اگر مشرق سے ایک شخص بھی میرے بارے میں مخالفت کرے تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟" انہوں نے عرض کیا "اگر ایک شخص مخالفت کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ امت کی بھلائی کی خاطر ایک شخص کے قتل ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "بخدا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اگر محمد ﷺ کی پوری امت ایک نیزے کا بانس پکڑ لے اور میں اس نیزے کی انی پکڑ لوں اور پھر ایک مسلمان قتل ہو جائے اور اس کے بدلے مجھے دنیا و مافیہا مل جائے"[۹۴]۔

ل۔ حضور ﷺ سے حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ احادیث کی قلت:

حضرت ابن عمرؓ کا ورع و تقویٰ آپ کو حضور ﷺ سے کم حدیثیں روایت کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ آپ کو خطرہ رہتا کہ کہیں حدیث کی روایت میں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور آپ حضور ﷺ کے اس ارشاد کی زد میں نہ آ جائیں کہ: "جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کسی غلط بات کی نسبت کرے (یعنی مجھ سے غلط حدیث روایت کرے) اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے"[۹۵]۔ حتیٰ کہ عامر شعبی نے کہا ہے کہ: "میں نے ایک سال تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مجالست کی، لیکن انہوں نے اس دوران ایک حدیث بھی حضور ﷺ سے روایت نہیں کی"[۹۶]۔ اسحٰق بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ: "حضور ﷺ سے روایت کرنے کے سلسلے میں میں نے ابن عمرؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو بچتے ہوئے نہیں دیکھا"[۹۷]۔

تاہم حضرت ابن عمرؓ جب حدیث روایت کرتے تو پوری دقت نظری کا التزام

کرتے اور حدیث میں کوئی کمی بیشی ہونے نہ دیتے۔ ابو جعفر الباقر یعنی محمد بن علی سے مروی ہے کہ: "حضور ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ کے اندر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو حضور ﷺ سے کوئی حدیث سنتا اور پھر حضرت ابن عمرؓ سے بڑھ کر یہ احتیاط کرتا کہ اس حدیث میں کوئی اضافہ یا کمی نہ ہونے پائے"[۹۸]۔

م۔ سنن و آثار سے تمسک کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی شدت:

حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کی اقتداء و اتباع کے بارے میں بڑے سخت تھے حتی کہ خود روایت کرتے ہیں کہ: "میں حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا اور کوشش کرتا کہ جس مقام پر حضور ﷺ نے اپنا قدم مبارک رکھا اسی مقام پر میں بھی اپنا قدم رکھوں" ابن خلکان نے کہا ہے کہ: "حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے آثار کی کثرت سے پیروی کرتے تھے"[۹۹]۔ اس بات کی گواہی صحابہ کرامؓ نے بھی دی ہے۔ حضرت عائشہؓ بھی ان میں شامل ہیں اور جس کے حق میں حضرت عائشہؓ گواہی دیں اس کے لئے یہی گواہی کافی ہے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "کوئی شخص حضور ﷺ کے قیام کے مقامات کے اندر آپ ﷺ کے آثار کی اس طرح پیروی نہیں کرتا تھا جس طرح ابن عمرؓ کرتے تھے"[۱۰۰]۔ نافع نے روایت کی ہے کہ ابن عمرؓ حضور ﷺ کے آثار و نشانات کی پیروی کرتے اور جن مقامات میں حضور ﷺ نے نمازیں ادا کیں وہ بھی ان مقامات میں نمازیں پڑھتے حتی کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا' حضرت ابن عمرؓ اس درخت کو پانی دیتے رہتے تاکہ خشک نہ ہو جائے"[۱۰۱]۔ حضور ﷺ کے حکم' آپ کے احوال و سنن نیز آثار کی پیروی میں حضرت ابن عمرؓ اس حد تک آگے نکل گئے تھے کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا کہ آپ حضور ﷺ کے عاشق زار ہیں یا دیوانے ہو چکے ہیں۔ امام مالک نے اپنے اوپر کے راوی سے روایت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے احکام اور احوال و آثار کی پیروی میں اس قدر اہتمام کرتے کہ ایسا معلوم ہوتا کہ اس اہتمام کے سلسلے میں

اپنی عقل کھو بیٹھے ہیں اور دیوانے ہو گئے ہیں"[۱۰۲]۔

عاصم الاحول نے اپنے اوپر کے رواۃ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "ابن عمرؓ کی کیفیت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص انہیں دیکھ لیتا تو خیال کرتا کہ حضور ﷺ کے آثار کی پیروی کے سلسلے میں انہیں کچھ ہو گیا ہے"[۱۰۳]۔ یعنی دیوانے بن گئے ہیں۔

ن۔ بعض ایسے تصرفات جن کا التزام حضرت ابن عمرؓ نے کیا تھا ان کا ذکر آگے آئے گا یہ تصرفات ایسے ہیں جن کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کو کوئی شک و شبہ نہیں تھا بلکہ آپ کے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ آپ کے کئے ہوئے یہ تصرفات قطعی طور پر حلال محض تھے۔

۱۳۔ حضرت ابن عمرؓ کا فقہ:

الف۔ اگر حضرت ابن عمرؓ کے علم پر گفتگو شروع کر دی جائے تو پھر بات سے بات نکلتی چلی جائے گی جس کے لئے اس مختصر مقالہ کے اندر گنجائش نہیں ہے۔ اگر بات کا دائرہ حضرت ابن عمرؓ کے تلامذہ کی کثرت تعداد تک محدود رکھا جائے اور طالبان علم کی رغبت اور میلان کو حضرت ابن عمرؓ کے تفوق اور تبحر علمی کا عنوان و مقیاس قرار دیا جائے تو ہمارے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہو گا کہ ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں ان افراد کی تعداد دو سو ستائیس بتائی ہے جنھوں نے حضرت ابن عمرؓ سے علوم دین حاصل کر کے آگے پہنچایا تھا۔ ان میں صرف اہل مصر کی تعداد چالیس کے زائد تھی۔[۱۰۴]

میں یہاں علوم دین کی دیگر شاخوں کے بارے میں گفتگو ترک کر کے صرف فقہ کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کے تبحر علمی تک اپنی گفتگو کا دائرہ محدود رکھنے کو ترجیح دوں گا۔

ب۔ حضرت ابن عمرؓ ان صحابہ کرامؓ میں سے تھے جنھوں نے کثرت سے فتوے دیئے تھے۔

سلف کا فقہ جمع کرنے اور اس کے استقراء کے دوران مجھے پتہ چلا کہ حضرت ابن عمرؓ ان صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں جنھوں نے کثرت سے فتوے دیئے تھے۔ ہمارے سامنے موجود حضرت ابن عمرؓ کے فقہ کا یہ موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) اس بات کی گواہی دے گا۔ ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" کے اندر بھی اس

بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ : "صحابہ کرام ؓ میں سے کثرت سے فتوے دینے والوں میں یہ حضرات شامل ہیں۔ حضرت عمر ؓ، حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت عائشہ ؓ، حضرت ابن مسعود ؓ، اور حضرت زید بن ثابت ؓ"[۱۰۵]۔ ابن حزم نے حضرت ابن عمر ؓ کو مذکورہ صحابہ کرام میں شامل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ان تمام حضرات کا فقہ جمع کرنا آسان کر دیا اور میں نے سلف کا فقہ یکجا کرنے کے دوران مذکورہ فقہ بھی جمع کر لیا اور اسے زیور طبع سے آراستہ بھی کر لیا۔ البتہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کے فقہ کا مسودہ میں نے ایک ریسرچ سکالر کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ اسے طبع کرائے گا۔ نیز حضرت زید بن ثابت ؓ کے فقہ کا مسودہ بھی ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ میرے لئے اس کی طباعت آسان کر دے گا۔

ج۔ حضرت ابن عمر ؓ کے فقہ کی علمی قدر و قیمت

حضرت ابن عمر ؓ صغار صحابہ ؓ میں سے تھے۔ حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر بائیس سال سے متجاوز نہیں تھی۔ پھر آپ حضرت عمر ؓ کے صاحبزادے تھے اور حضرت عمر ؓ کی حیثیت ہم سب پر واضح ہے۔ اس لئے یہ بات غیر معقول ہوتی کہ لوگ حضرت عمر ؓ کو چھوڑ کر ان کے بیٹے حضرت ابن عمر ؓ سے فتوے پوچھتے جبکہ حضرت عمر ؓ قدیم الاسلام ہونے کے علاوہ عالم، پختہ فکر کے مالک اور بزرگ صحابی تھے اور ان کے بیٹے ایک نوجوان صحابی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر ؓ کی زندگی میں حضرت ابن عمر ؓ کے علم کا سورج اپنی تابانی دکھا نہ سکا اور اس سے ہمیں مجاہد بن جبر کی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ کی نوجوانی میں لوگ آپ سے بہت کم رجوع کرتے تھے مجاہد نے کہا کہ: "جب حضرت ابن عمر ؓ جوان تھے تو لوگوں نے ان کی اقتداء نہیں کی لیکن جب بڑی عمر کے ہو گئے تو لوگوں نے انکی اقتداء کی"[۱۰۶]۔

جب کبار صحابہ ؓ دنیا سے رخصت ہو گئے تو فتویٰ دینے والے حضرات کی صدارت کا مقام حضرت ابن عباس ؓ اور حضرت ابن عمر ؓ کو حاصل ہو گیا اور دونوں نے لوگوں کو فتوے دینا شروع کر دیا اور اس میدان میں ان کا کوئی مقابل نہیں تھا۔[۱۰۷]

امام مالک فرماتے ہیں: "مجھ سے امیرالمومنین ابو جعفر منصور نے ایک مرتبہ دریافت

کیا: "آپ دیگر اقوال کو چھوڑ کر حضرت ابن عمرؓ کا قول کیوں اختیار کرتے ہیں؟" میں نے جواب دیا: "امیر المومنین، وہی باقی رہ گئے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت تھی، نیز ہم سے پہلے لوگوں نے بھی ان کا قول اختیار کیا تھا اس لئے ہم نے بھی ان کا قول اختیار کیا" یہ جواب سن کر منصور نے کہا: "ٹھیک ہے، آپ حضرت ابن عمرؓ کا قول اختیار کریں خواہ یہ قول حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے خلاف کیوں نہ ہو" [۱۰۸]۔

حضرت ابن عمرؓ کو طویل العمری کا فائدہ بھی حاصل ہوا، کیونکہ آپ نے چوراسی برس کی عمر میں وفات پائی تھی۔ اس طویل عرصے کے دوران فتویٰ دینے کے فن میں آپ کو خاص مہارت حاصل ہوگئی تھی۔ چنانچہ آپ کی معلومات پختہ ہوگئیں اور سمجھ بوجھ میں وسعت پیدا ہوگئی۔ امام مالک کا قول منقول ہے کہ: "حضرت زید بن ثابتؓ کے بعد ہمارے نزدیک لوگوں کے امام حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے، آپ ساٹھ برس تک لوگوں کو فتوے دیتے رہے۔ [۱۰۹]"

محمد بن شہاب زہری کا قول ہے کہ: "ابن عمرؓ کی رائے کے ساتھ برابری نہ کرو، کیونکہ حضور ﷺ کے بعد آپ ساٹھ برسوں تک فتوے دیتے رہے ہیں اس لئے آپ سے حضور ﷺ کا کوئی معاملہ مخفی نہیں رہا اور نہ ہی حضور ﷺ کے صحابہؓ کا کوئی معاملہ آپ سے پوشیدہ رہا" [۱۱۰]۔

ابن سعد نے "الطبقات" کے اندر شعبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "ابن عمرؓ حدیث کی روایت میں جید تھے لیکن فقہ میں جید نہیں تھے [۱۱۱]۔ تو ان کا یہ قول دراصل مدینہ منورہ کے ایک فرد کے بارے میں ایک عراقی کی رائے ہے کیونکہ صورت حال یہ تھی کہ عراق کے اہل علم مدینہ منورہ کے اہل علم کے فقہی مسلک پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔ اور مدینہ منورہ کے اہل علم عراقیوں کے فقہی مسلک، پر تنقید کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اس رائے کے اظہار میں ہر گروہ اپنے اجتہاد سے کام لیتا تھا۔

یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شاید شعبی کو بعض ایسے مسائل کا پتہ چلا ہو جن کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے سخت موقف اختیار کیا تھا۔ ان مسائل کی چند مثالیں ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔ اور اس طرح شعبی کو حضرت ابن عمرؓ کے فقہی مسلک

کے اندر تناقض نظر آیا تھا کیونکہ ان مسائل کے اندر حضرت ابن عمرؓ انتہائے یمین سے انتہائے یسار پر پہنچے نظر آتے ہیں۔ اس لئے شعبی نے ان کے متعلق اپنا یہ فقرہ کہا ہے۔ تاہم ایسے مسائل کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور انہیں دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ کے فقہی فکر کے بارے میں درج بالا ریمارکس کسی طرح درست نہیں ہو سکتے۔

د۔ احکام کے استنباط میں حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار:

استنباط احکام میں حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ اس سلسلے میں کتاب اللہ سے رجوع کرتے۔ اگر آپ کو کتاب اللہ کے اندر متعلقہ مسئلے کا جواب نہ ملتا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت سے رجوع کرتے۔ اگر وہاں بھی جواب نہ ملتا تو کبار صحابہؓ کے اجتہادات سے مسئلے کا جواب اخذ کرتے بشرطیکہ صحابہ کرامؓ کا اس جواب پر اتفاق ہوتا۔ اگر اختلاف ہوتا تو ان حضرات کی آراء میں سے جس رائے کو حق سمجھتے اسے اختیار کر لیتے حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع نے روایت کی ہے کہ انہوں نے معوذ بن عفراء کی بیٹی الربیع کو حضرت ابن عمرؓ سے یہ کہتے سنا تھا کہ: "میں نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں اپنے شوہر سے خلع حاصل کر لیا تھا۔ میرے چچا حضرت عثمانؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے فرمایا" تمہاری بھتیجی اپنے میکے چلی جائے۔ اس پر نہ تو عدت لازم ہے۔ اور نہ ہی میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ البتہ جب تک حیض نہ آجائے وہ نکاح نہیں کرے گی۔ کیونکہ خطرہ ہے کہ کہیں حاملہ نہ ہو" یہ تفصیل سنکر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عثمانؓ ہم میں سب سے زیادہ باخبر اور سب سے بڑھ کر عالم ہیں" [۱۱۲]۔ ابو مجلز نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا" اللہ تعالیٰ نے چونکہ وسعت عطا کی ہے اس لئے صدقہ فطر میں گندم دینا کھجور دینے سے افضل ہو گا یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میرے رفقاء ایک راہ پر چلے ہیں اور میں ان کی راہ پر چلنا پسند کرتا ہوں" [۱۱۳]۔

آپ ہمیشہ یہ فقرہ دہرایا کرتے تھے: "میں نے اپنے رفقاء کو ایک متعین راستے پر چلتے دیکھا ہے اگر میں اس راہ سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اختیار کروں تو خطرہ ہے کہ

میں ان کے ساتھ مل نہ سکوں؟"[۱۱۴]۔

اگر آپ کو مسئلے کا جواب صحابہ کرام کے اجتہادات میں نہ ملتا تو آپ نظیر کو نظیر پر قیاس کرنے کا طریقہ اختیار کرتے ۔ سلف سے منقول مراجع حضرت ابن عمرؓ کے اس قسم کے قیاسات سے بھرے پڑے ہیں۔ ان کا ذکر ہم آپ کا فقہ پیش کرنے کے دوران کریں گے ۔ اس کی ایک مثال کی روایت عمرو بن شعیب نے کی ہے کہ ایک چور نے مطلب بن وداعہ کے گودام میں نقب لگائی اور اسے اس حالت میں پکڑ لیا گیا کہ اس نے گودام کا سامان اکٹھا کر لیا تھا لیکن یہ سامان گودام سے باہر نہیں نکالا تھا۔ اسے حضرت ابن الزبیرؓ کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور قطع ید کا حکم دیا۔ حضرت ابن عمرؓ بھی وہاں سے گزرے اور آپ کو سارا واقعہ بتایا گیا۔ آپ حضرت ابن الزبیرؓ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ :"کیا آپ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے؟" انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:" آپ اس وقت تک اس کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتے جب تک وہ مسروقہ مال گودام سے باہر نہ لے جاتا' آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آپ ایک شخص کو کسی عورت کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا دیکھ لیں جبکہ اس نے ابھی زنا کا عمل شروع نہ کیا ہو تو کیا آپ اس پر حد زنا جاری کریں گے؟" حضرت ابن الزبیرؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور کہا کہ:" شاید زنا کاری کے ارتکاب سے پہلے وہ توبہ کر لے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:" چوری کا یہ معاملہ بھی اسی طرح ہے' آپ کو کیا خبر کہ وہ اپنے اس فعل سے شاید باز رہتے ہوئے توبہ کر لیتا اور مسروقہ سامان چھوڑ کر چلا جاتا"[۱۱۵]۔ یہاں آپ نے سرقہ کو زنا پر قیاس کیا۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ آپ نے سینگی لگانے کے اوزاروں کی دھوئے بغیر کنکروں کے ذریعے تطہیر کو استنجا کے اندر پتھروں کے ٹکڑوں کے ذریعے قبل اور دبر کی تطہیر پر قیاس کیا تھا۔[۱۱۶]

آپ اگر کسی حکم کے بارے میں اجتہاد سے کام لیتے تو قیاس کے ساتھ اجتہاد کے معارضہ کی صورت میں یا تو مذکورہ حکم کے متعلق توقف کر لیتے یا قیاس کی طرف لوٹ

آتے۔ اس کی ایک مثال جعفر بن برقان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے کہا: "تم فلاں نصیبی کو جانتے ہو؟ وہ حضرت ابن عمرؓ کے دوست ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: "زکوۃ حکومت کے کارندوں حوالے کرنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیونکہ ارباب اختیار زکوۃ کا مال اس کے درست مصارف میں صرف نہیں کرتے" حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: "اپنی زکوۃ انہیں کے حوالے کر دو" اس پر میں نے عرض کیا کہ: "اگر یہ لوگ نماز کو اس کے وقت سے موخر کر کے پڑھیں تو کیا آپ ان کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں گے؟" آپ نے اس کے جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر میں نے کہا: "نماز بھی تو زکوۃ کی طرح ہے" اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ان لوگوں نے ہمارے معاملات خلط ملط کر دیئے ہیں اللہ ان کے معاملات خلط ملط کر دے" [۱۱۷]۔

ھ۔ حضرت ابن عمرؓ کا اپنے والد محترم کے فقہ سے متاثر ہونا۔

ایک ساتھ زندگی گزارنے کے نتیجے میں اثر پذیری پیدا ہوتی ہے۔ یہ معاشرتی زندگی کا قانون ہے۔ اس لئے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ ایک شخص اپنے والد کا اثر قبول کر لے خاص طور پر جب والد اپنی سلامت روی' ایمان اور باوقار شخصیت کے اعتبار سے حضرت عمرؓ جیسا فرد ہو اور بیٹا حق و ایمان کی طلب اور چاہت میں عبداللہ بن عمرؓ جیسا شخص ہو۔

حضرت ابن عمرؓ اپنے والد محترم سے جس قدر متاثر تھے اس کا ذکر سعید بن المسیب نے ان الفاظ میں کیا ہے: "حضرت عمرؓ کی تمام اولاد میں عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد کے ساتھ سب سے بڑھ کر مشابہت رکھتے تھے اور عبداللہؓ کے بیٹوں میں سالم اپنے والد کے سب سے زیادہ مشابہ تھے" [۱۱۸]۔

زید بن اسلم نے اپنے والد سے حضرت ابن عمرؓ کی اس اثر پذیری کی کیفیت بڑے خوبصورت الفاظ میں روایت کی ہے کہ: "ریگستان کے اندر اپنا بچہ گم کر دینے والی اونٹنی بھی اپنے بچے کے کھوج میں اتنی سرگرداں نہیں ہوتی جس قدر حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ کے اقوال و آثار کے طلب گار رہے تھے" [۱۱۹]۔ اپنے والد کی

پیروی اور ان سے اثر پذیری پر اس واقعہ سے بڑھ کر کوئی اور بات دلالت نہیں کر سکتی جس کی روایت ابو مجلز نے کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے اس یک چشم شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا جس کی آنکھ غلطی سے پھوڑ دی گئی تھی۔ پاس بیٹھے ہوئے عبداللہ بن صفوان نے کہا کہ اس مسئلے میں حضرت عمرؓ نے پوری دیت ادا کرنے کا فیصلہ سنایا تھا۔ یہ سن کر سائل نے ان سے کہا: "میں آپ سے مسئلہ نہیں پوچھ رہا ہوں بلکہ ابن عمرؓ سے پوچھ رہا ہوں" اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا" ابن صفوان تم سے عمرؓ کا فیصلہ بیان کر رہے ہیں اور اس کے باوجود تم مجھ سے پوچھ رہے ہو"[۱۲۰]

یہی وجہ ہے کہ اگر حضرت ابن عمرؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا جس کے متعلق حضرت عمرؓ سے منقول کوئی حکم آپ کو یاد ہوتا تو جواب میں یہی حکم بیان فرمادیتے۔ ایک دفعہ آپ سے ایک غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا تو آپ نے فرمایا: "حضرت عمرؓ کے سامنے ایک غلام کا مسئلہ پیش ہوا جس نے ایک باکرہ لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کر کے اس کی بکارت ختم کر دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے مذکورہ غلام کو کوڑے لگا کے اسے جلا وطن کر دیا تھا اور لونڈی کو اس لئے کوڑے نہیں لگائے کہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی تھی"[۱۲۱]۔

ہم نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے جتنے فقہی مسائل جمع کئے ہیں ان پر نظر ڈالنے سے ہمارے سامنے والد کے فقہ سے بیٹے کے متاثر ہونے کی بات واضح ہو جاتی ہے۔ ذیل میں ہم وہ مسائل بیان کریں گے جن کے اندر دونوں کا اتفاق ہے۔ اس کے ساتھ ہم: "موسوعہ فقہ عمرؓ اور موسوعہ فقہ عبداللہ بن عمرؓ" میں مذکورہ ان مسائل کے مقامات کی نشاندہی بھی کرتے جائیں گے تاکہ قارئین کے سامنے معاملہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ وہ مسائل یہ ہیں:۔

۱۔ مکہ مکرمہ کے مکانات حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کو اجارے یعنی کرائے پر دینے کا عدم جواز (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ مکہ نمبر۶ کا جزب) اور (موسوعہ ابن عمرؓ 'مادہ اجارہ' نمبر۲ کا جزالف نیز مادہ احرام نمبر۱ کے جزب کا جز۱۱)

۲۔ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کی کراہت (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ حج' نمبر۶ کے جز ج کا جز۲) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ احرام' نمبر۵ کا جز ب)۔

۳۔ قربانی کا گوشت تین دنوں سے زائد ذخیرہ نہ کرنا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ ادخار کا نمبر۳) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ ادخار کا نمبر۲)

۴۔ "الصلوۃ خیر من النوم" کے فقرے کا اضافہ' حضرت عمرؓ نے اس اضافے کا حکم دیا تھا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ اذان' نمبر۱ کا جز ح) اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی قول تھا (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ اذان' نمبر۱۰ کے جز الف کا جز ۲)

۵۔ ایک سے زائد اشخاص کی طرف سے اونٹ یا گائے کی قربانی کا عدم جواز اور ایک گھرانے کی طرف سے اس کا جواز (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ 'مادہ اضحیۃ' نمبر ۳) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ اضحیۃ' نمبر۴ کا جز ھ)۔

۶۔ معتکف کا کسی چھت کے نیچے نہ جانا یعنی چھت والے مکان میں داخل نہ ہونا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ اعتکاف نمبر۲) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ اعتکاف' نمبر۲ کا جز ب)۔

۷۔ تشہد کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے (موسوعہ عمرؓ 'مادہ صلاۃ نمبر۲ کے جز ا کا جز ک) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ صلاۃ' نمبر۹ کے جز ط کا جز ۳)۔

۸۔ تحلیل (طلاق مغلظہ کے سلسلے میں حلالہ کرنے) کے عمل کو زنا تصور کرنا اور اس عمل کے نتیجے میں حد زنا واجب ہونا۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ طلاق نمبر۱۸) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ تحلیل نمبر۲' ۳)۔

۹۔ حج اور عمرہ کے اندر تلبیہ کا صیغہ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ حج نمبر۶ کے جز ح کا جز ۴) اور (موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ تلبیہ نمبر۲ کا جز الف)۔

۱۰۔ جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) پر سواری کرنے کی کراہت (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ نجاستہ' نمبر۱ کے جز ب کا جز ۸) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ جلالہ نمبر ۲ کا جز الف)۔

۱۱۔ دباغت کے ذریعے پاک ہو جانے والی اور پاک نہ ہونے والی کھالیں (دیکھئے موسوعہ

فقہ عمرؓ ' مادہ نجاستہ نمبرا کے جز ب کا جز ۵) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ جلد)۔

۱۲۔ یک چشم کی آنکھ کی دیت (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ جنایتہ نمبر۳ کے جز ب کا جز ۲) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ جنایتہ ' نمبر۴ کے جز ب کا جز ۲)۔

۱۳۔ نفلی جہاد سے کسب حلال افضل ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ کسب)اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ کسب نمبر۳)۔

۱۴۔ طواف وداع کا حکم نیز طواف افاضہ کے بعد حیض آجانے کی صورت میں حائضہ کے لئے طواف وداع کے ترک کا حکم (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ حج' نمبر۱۶) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ حج نمبر۳۳)

۱۵۔ ناف سے لے کر گھٹنے تک حائضہ کے ماتحت الازار سے عدم استمتاع (دیکھئے فقہ عمرؓ مادہ حیض' نمبر۲ کا جز ز) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ حیض نمبر۳ کا جز و)

۱۶۔ جانور کو خصی کرنے کی ممانعت (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ حیوان نمبر۳ نیز مادہ خصاء نمبر۲) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ حیوان نمبر۶' نیز مادہ خصاء نمبر۲)

۱۷۔ مسح علی الخفین کے لئے معین مدت کی عدم تحدید (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ وضو' نمبر۶ کے جز واؤ کے ۲ کا جز ب) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ خف نمبر۲ کا جز الف)

۱۸۔ اگر جانور کو اس کی گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ ذبح نمبر۶ کا جز ب) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ ذبح' نمبر۴ کا جز د)

۱۹۔ ایک عورت کی گواہی کی بنا پر رضاعت کا عدم اثبات (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ رضاع نمبر۳) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ رضاع نمبر۴)

۲۰۔ غلام کے ساتھ ناحق زیادتی کا کفارہ اسے آزاد کر دینے کی صورت میں ادا کیا جائے گا۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ رق ' نمبر۵ کے جز ب کا جز ۴) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ رق نمبر۸ کے جز ب کا جز ۷)

۲۱۔ صدقہ کی ہوئی چیز کی خریداری نہ کرنا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ بیع نمبر۱ کے جز د کا جز ۵) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ زکوۃ نمبر۱۳)

۲۲۔ اوقات مکروہہ میں سجدہ تلاوت نہ کرنا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ سجود' نمبر ۴ کے جزب کا جز ۵) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۶ کا جز الف)

۲۳۔ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ صلاۃ ' نمبر ۷ کے جز د کا جز ھ) اور (موسوعہ ابن عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۴)

۲۴۔ رجب کے پورے مہینے کے روزے کی کراہت (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ صیام نمبر ۳ کے جز د کا جز ۳) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ صیام' نمبر ۱۲ کا جز)

۲۵۔ اس عورت کی عدت کا حکم جسے حیض آیا ہو اور پھر عدت ختم ہونے سے پہلے ہی اس کا حیض مرتفع ہو گیا ہو (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ عدۃ ' نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز الف)

۲۶۔ مفقود کی بیوی کے لئے انتظار کی چار سالہ مدت (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ مفقود' نمبر ۲ کا جز الف) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ مفقود' نمبر ۳ کا جز الف)

۲۷۔ پسندیدہ چیز صدقہ کر دینا (دیکھئے موسوعہ فقہ ؓ ' مادہ وکالتہ ' نمبر ۲ کا جز الف) اور (موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ صدقہ' نمبر ۷)

و۔ حضرت ابن عمرؓ کی فقہی شخصیت کی حضرت عمرؓ کی فقہی شخصیت سے جداگانہ حیثیت: گزشتہ سطور میں جن مسائل کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی اپنے والد ماجد کی رائے کے ساتھ ہم آہنگی کا ذکر ہوا ہے اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی فقہی سوچ کافی حد تک حضرت عمرؓ سے متاثر تھی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا فقہی طرز فکر حضرت عمرؓ کے طرز فکر کے تابع تھا۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد کی طرح مجتہد مطلق تھے اور انہیں حق حاصل تھا کہ اگر والد کی موافقت برحق نظر آئے تو موافقت کر لیں اور اگر مخالفت برحق معلوم ہو تو مخالفت سے گریز نہ کریں۔ ہم نے ان دونوں حضرات کے جتنے فقہی مسائل جمع کئے ہیں ان پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ درج ذیل مسائل کے اندر حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد کی رائے سے متفق نہیں ہیں بلکہ ان سے اختلاف کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کے لئے دھوپ سے کسی چیز کے سائے

میں آنے کو جائز سمجھتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ حج ' نمبر۶ کے جز د کا جز ۴) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اس کے عدم جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ احرام ' نمبر۶ کا جز ج)

۲۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں حج یا عمرہ کے محرم کے لئے گانے کی حلت تھی (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ حج ' نمبر۴ کے جز د کا جز ۴) جبکہ حضرت ابن عمرؓ محرم کے لئے گانا گانے اور سننے کے عدم جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ احرام ' نمبر۶ کا جز ک)

۳۔ حضرت عمرؓ اس بات کی طرف قائل تھے کہ غیر محرم کے کئے ہوئے شکار کا گوشت محرم کھا سکتا ہے بشرطیکہ محرم نے اسے شکار پکڑنے کا حکم نہ دیا ہو یا اس نے محرم کے لئے شکار نہ کیا ہو (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ حج نمبر۶ کا جز و) لیکن حضرت ابن عمرؓ ایسے شکار کا گوشت کھانے سے پرہیز کرتے اور اس کا فتوٰی نہیں دیتے تھے۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ احرام ' نمبر۶ کا جز س)

۴۔ حضرت عمرؓ خراجی زمین کی بیع سے روکتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ ارض ' نمبر۲ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اس کی اجازت دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ ارض نمبر۱)۔

۵۔ حضرت عمرؓ فروخت شدہ لونڈی کے استبراء رحم کے بائع اور مشتری دونوں کی طرف سے وجوب کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ عمرؓ ' مادہ استبراء نمبر۲ کا جز الف) جبکہ حضرت ابن عمرؓ صرف مشتری کی طرف سے مذکورہ لونڈی کے استبراء کو واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ استبراء نمبر۵ کا جز الف)۔

۶۔ حضرت عمرؓ جنگی قیدیوں کے قتل کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ اسر نمبر۲ کے جز الف کا جز۱) اور حضرت ابن عمرؓ اس کے عدم جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ اسر نمبر۲)۔

۷۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ اگر ایک شخص سفر کی حالت میں کسی مقام پر تین دن قیام کی نیت کرلے تو وہ پوری نماز پڑھے گا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ سفر ' نمبر۹ کا جز ب)

جبکہ حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ اگر مسافر کسی مقام پر بارہ دنوں تک قیام کی نیت کر لے تو وہ پوری نماز پڑھے گا(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ اقامتہ نمبر۲ کا جز ب)۔

۸۔ حضرت عمرؓ ایسے برتن سے پانی پینے کو جائز سمجھتے تھے جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہو اور برتن کے اس مقام کو اپنے منہ سے لگاتے جہاں چاندی کا پانی چڑھا نہ ہوتا(دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ اناء نمبر۲) لیکن حضرت ابن عمرؓ کو اگر ایسے برتن میں پانی دیا جاتا تو آپ اسے توڑ ڈالتے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ اناء نمبر۳)۔

۹۔ حضرت عمرؓ ایسی نجس اشیاء کی بیع کو جائز قرار نہیں دیتے تھے جن سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوتا(دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ بیع نمبر۱ کے جز ب کا جز ۲) اور حضرت ابن عمرؓ اس کے جواز کے قائل تھے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ بیع نمبر۳ کا جز ح)۔

۱۰۔ حضرت عمرؓ عطیہ دینے کے سلسلے میں اولاد کے درمیان مساوات کو واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ ھبتہ نمبر۳ کا جز د) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اس سلسلے میں اولاد کے درمیان مفاضلہ (کمی بیشی) کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ تبرع نمبر۵' نیز مادہ ھبتہ نمبر۳)۔

۱۱۔ حضرت عمرؓ تسری (ملک یمین کی بنا پر لونڈی کے ساتھ ہم بستری) کی وجہ سے حرمت مصاہرت کا اثبات کرتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ تسری نمبر۵ کا جز الف) لیکن حضرت ابن عمرؓ اس کا اثبات نہیں کرتے تھے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ تسری نمبر ۴ کا جز ج)۔

۱۲۔ حضرت عمرؓ مکروہ اوقات میں سنت طواف کی نماز کی کراہت کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ مادہ حج نمبر۸) لیکن حضرت ابن عمرؓ اس کراہت کے قائل نہیں تھے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ حج نمبر۱۶ کے جز ج کا جز ۳)۔

۱۳۔ حضرت عمرؓ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ حج تمتع اور حج قران کے اندر ہدی کے طور پر بکری دی جا سکتی ہے۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ حج نمبر۱۸ کے جز ب کا جز ۴ اور جز ۵) لیکن حضرت ابن عمرؓ اس مقصد کے لئے گائے یا اونٹ کے سوا کسی اور جانور کی قربانی جائز قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ حج نمبر ۳ کے

جز ب کا جز ۵ نیز جز ج کا جز ۲)

۱۴۔ حضرت عمرؓ عورتوں کے زیورات میں زکوۃ واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ زکاۃ نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ زیورات کی زکوۃ یہ ہے کہ کسی کو عاریت کے طور پر یہ زیورات دے دئے جائیں (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ حلی نمبر ۳)

۱۵۔ حضرت عمرؓ خلع کو طلاق بائن تصور کرتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ خلع نمبر ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اسے فسخ نکاح سمجھتے تھے ' طلاق نہیں سمجھتے تھے۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ خلع نمبر ۲)

۱۶۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت طلاق یافتہ عورت کی عدت کی طرح ہے۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ خلع نمبر ۶) اور حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں خلع کے اندر استبراء رحم واجب ہوتا ہے، عدت واجب نہیں ہوتی (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ خلع نمبر ۴ کا جز ب)

۱۷۔ حضرت عمرؓ وضوء کے اندر دوپٹے پر مسح کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ وضوء نمبر ۶ نیز نمبر ۱ کا جز ب) جبکہ ان کے بیٹے اسے مباح قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ خمار نمبر ۲)

۱۸۔ حضرت عمرؓ ماں کی ذبح کو اس کے پیٹ میں موجود بچے کی بھی ذبح قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ ذبح نمبر ۵) اور حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ اگر ماں کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے بچہ برآمد ہو اور بچے کی خلقت مکمل ہو نیز اس کے بال بھی اگ آئے ہوں تو اسے ذبح کیا جائے گا (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ ذبح' نمبر ۴ کا جز ھ)

۱۹۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں ایک یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ رضاع نمبر ۲ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ رضاع نمبر ۳)

۲۰۔ حضرت عمرؓ قائل تھے کہ مدبر غلام راس المال سے آزاد ہو جائے گا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ، مادہ رق نمبر۲) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اسے تہائی مال سے آزاد ہونے والا قرار دیتے تھے۔ ان کی رائے میں یہ وصیت کی طرح ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ، مادہ رق، نمبر۶ کا جز ب)

۲۱۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک حلالہ کرنے والے پر حد زنا واجب نہیں ہوتی (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ زنا، نمبر۲ کا جز ب کا جز ۴) جبکہ حضرت ابن عمرؓ حلالہ کرنے کے عمل کو زنا قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمر مادہ تحلیل نمبر۲)۔

۲۲۔ حضرت عمرؓ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کے نکاح کو ایسی خلاف ورزی قرار دیتے تھے جس پر حد واجب نہیں ہوتی (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ، مادہ نکاح، نمبر۵ کے جز ب کا جز۱) اور حضرت ابن عمرؓ اسے زنا قرار دے کر غلام پر حد زنا کے وجوب کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ، مادہ نکاح، نمبر۴ کے جز ج کا جز ۱)

۲۳۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ سجدہ تلاوت صرف اس شخص پر لازم ہوتی ہے جو آیت سجدہ تلاوت کرے یا قصداً اسے سنے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ، مادہ سجود، نمبر۴ کے جز ب کا جز ۱) جبکہ حضرت ابن عمرؓ آیت سجدہ کے ہر سامع اور قاری پر سجدہ تلاوت واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ، مادہ سجود التلاوۃ نمبر۴)

۲۴۔ حضرت عمرؓ چند شرطوں کے ساتھ گانا گانے اور گانا سننے کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ، مادہ غناء نمبر۱) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کسی بھی حالت میں گانا گانے اور گانا سننے کے جواز کے قائل نہیں تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ، مادہ سماع نمبر۲ کا جز ب)

۲۵۔ حضرت عمرؓ یوم شک کے روزے کے قائل نہیں تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ، مادہ صیام، نمبر۳ کے جز د کا جز ۴) جبکہ حضرت ابن عمرؓ آسمان پر بادل ہونے کی صورت میں مذکورہ دن کے روزے کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ مادہ شک نمبر۲ کا جز الف)

۲۶۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں مسافر وتر کی نماز زمین پر ادا کرے گا، سواری پر ادا نہیں

کرے گا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر ۱۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں مسافر کے لئے وتر کی نماز سواری پر ادا کرلینا جائز ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر ۹' کے جز ی کا جز ا' نیز مادہ سفر نمبر ۳ کے جزع کے جز ۵ کا جز ج)

۲۷۔ حضرت عمرؓ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر ۱۴ کا جز الف)اور حضرت ابن عمرؓ نماز فجر میں قنوت پڑھنے کو بدعت تصور کرتے تھے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر۹ کا جز ک)

۲۸۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں مسبوق امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ ادا کرتا ہے وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہوتا ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر ۱۸ کے جز ج کے جز ۴ کا جز ب) اور حضرت ابن عمرؓ مذکورہ حصے کو مسبوق کی نماز کا آخری حصہ تصور کرتے تھے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ح کے جز ۸ کا جز ھ)

۲۹۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک میت کا ولی اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوتا ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ 'مادہ صلاۃ نمبر ۲۴ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عمرؓ امیر یعنی حاکم کو اس عمل کا سب سے بڑھ کر حقدار قرار دیتے تھے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کا جز د)

۳۰۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں رمضان کا اثبات دو گواہوں کے ذریعے ہوتا ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ 'مادہ صیام' نمبر ۴ کے جز الف کا جز د) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ایک گواہ کے ذریعے رمضان کی آمد کا ثبوت ہوجاتا ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲)

۳۱۔ حضرت عمرؓ صوم الدہر کو مکروہ تصور کرتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ صیام نمبر ۳ جز ج کا جز ۵)جبکہ حضرت ابن عمرؓ صوم الدہر کے قائل تھے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ ' نمبر ۱۲ جز د)

۳۲۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ اگر الفاظ کنایہ کے ذریعے طلاق دی جائے تو طلاق کی نیت کی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ ' مادہ طلاق نمبر ۷ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کے قول کے مطابق گر کنایہ کے الفاظ طلاق کے معنوں

میں ظاہر اور واضح ہوں تو ان سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اگر ظاہر نہ ہوں تو ان کے ذریعے طلاق دینے والے کی نیت کے مطابق طلاقیں واقع ہوں گی (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ب)

۳۳۔ حضرت عمرؓ کے رائے میں طلاق بائن پانے والی مطلقہ کے لئے عدت کے دوران نفقہ ہوگا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ نفقہ نمبر ۵ کا جز ب) حضرت ابن عمرؓ اس کے لئے نفقہ کے قائل نہ تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ عدت نمبر ۴ کے جز واؤ کا جز ۲)

۳۴۔ حضرت عمرؓ لونڈی کے ساتھ اس کے آقا کی ہمبستری ثابت ہو جانے پر پیدا ہونے جانے والے بچے کا نسب آقا سے ثابت کر دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ عزل نمبر ۳) لیکن حضرت ابن عمرؓ آقا کی طرف سے بچے پر دعوے کی صورت میں اس سے بچے کا نسب ثابت کرتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ عزل نمبر ۳)

۳۵۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں مفقود کی بیوی کے انتظار کی مدت ختم ہونے پر مفقود کا ولی اسے طلاق دے گا (موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ مفقود نمبر ۲ جز ب) لیکن حضرت ابن عمر کے نزدیک ولی کی طرف سے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (موسوعہ ابن عمرؓ' مادہ مفقود' نمبر ۳ کا جز الف)

۳۶۔ حضرت عمرؓ تین کپڑوں میں میت کی تکفین کے قائل تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ موت نمبر ۶) لیکن حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تکفین پانچ کپڑوں میں ہوتی تھی (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ موت نمبر ۵ کا جز ب)

۳۷۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک نذر کے کفارہ میں وہی صورت واجب ہے جو قسم کے کفارے میں ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ نذر نمبر ۵) لیکن حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک نذر کے کفارہ کے اندر وہی صورت واجب ہے جو یمین موکدہ کے کفارے کے اندر ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ب)

۳۸۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں قسم ایک ہوتی ہے اور اس کا کفارہ بھی ایک ہوتا ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ حلف نمبر ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں قسم کی دو قسمیں ہیں' یمین موکدہ اور یمین غیر موکدہ اور ہر ایک قسم کا کفارہ دوسری قسم کے

کفارہ سے مختلف ہے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ یمین نمبر۳ نیز نمبر۴ کا جز ج)

۳۹۔ حضرت عمرؓ عقد نکاح کی صحت کے لئے گواہوں کے وجود کو شرط قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ' مادہ نکاح نمبر۵ جز ج) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک عقد نکاح پر گواہی قائم کرنا مذکورہ عقد کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے(دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ' مادہ نکاح نمبر۴ کا جز واؤ نیز مادہ اشہاد نمبر۲)

ز۔ حضرت ابن عمرؓ کے رویے میں سختی کا پہلو:

ا۔ الاستیعاب" میں مذکور اس بیان کی صحت کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے فتوؤں کے اندر نیز اپنے مسلک کے بارے میں سخت احتیاط' سوچ بچار اور دقت نظر سے کام لیتے تھے [۱۲۲]۔ یہ بات آپ کے اس ورع و تقوی کی شدت کی بنا پر پیدا ہوئی تھی جس کا ذکر ہم نے فقرہ نمبر۱۱ میں کیا ہے۔ جزم و احتیاط میں اغراق اور مبالغہ ہی شدت کا دوسرا نام ہے۔ ہم حضرت عبداللہؓ سے اس اغراق یعنی شدت کی نفی نہیں کرسکتے نہ ہی آپ کے مخلص ترین مقرب تلامذہ ہی اس کی نفی کرنے کی پوزیشن میں ہیں کیونکہ یہ شدت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی کے اندر تھی اور اسی شدت کی بنا پر آپ کی بعض آراء اور اجتہادات مہجور و متروک ہیں جن کی متابعت صرف وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں شدت اور سخت رویے سے جنون کی حد تک دلچسپی ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف حضرت عبداللہؓ کے مقرب ترین رفیق یعنی نافع نے بھی کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے:" حضرت ابن عمرؓ کا ہر عمل پیروی کے قابل نہیں ہے آپ اگر کسی بچے کا منہ چوم لیتے تو وضو کرتے اور جب بھی قرآن کی تلاوت کرتے وضو کرتے" [۱۲۳]۔ ہم نے حضرت ابن عمرؓ کے جو فقہی مسائل جمع کئے ہیں ان کے تتبع اور استقراء سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ نے جن مسائل میں شدت کا رویہ اختیار کیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان مسائل کی ہے جن کے اندر آپ نے اپنے شخصی تصرفات میں شدت کا رویہ اختیار کیا تھا اور اپنی ذات پر ان کی تطبیق کی تھی کسی اور پر انہیں لازم قرار نہیں دیا تھا۔ دوسری قسم ان مسائل کی

ہے جن کا آپ نے فتویٰ دیا تھا اور آپ کے یہ فتوے شدت کے پہلو کے حامل تھے۔

۲۔ شخصی رویے کے اندر آپ کی شدت:

شخصی رویے کے اندر شدت حضرت ابن عمرؓ کی ایک لازمی صفت تھی۔ شخصی رویے سے ہماری مراد یہ ہے کہ آپ خود ایک عمل کرتے لیکن اس کا فتویٰ نہ دیتے اور نہ ہی لوگوں سے اس عمل کا مطالبہ کرتے۔ اس سلسلے کے درج ذیل امور حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہیں:

الف۔ آپ نے مزارعت کا عقد نہیں کیا حالانکہ آپ کے سامنے یہ بات ثابت تھی کہ لوگ حضور ﷺ کے عہد میں عقد مزارعت کیا کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ اجارہ نمبر۲ کا جز الف)

ب۔ بازار کی دوکانوں وغیرہ میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت طلب کرنا (دیکھئے مادہ استئذان نمبر۲ کا جز ب)

ج۔ ذکر الٰہی کے لئے نیز سلام کا جواب دینے کے لئے وضو کرنا (دیکھئے مادہ ذکر اللہ نمبر۲ نیز مادہ سلام نمبر۵ کا جز د)

د۔ غسل جنابت کے اندر آنکھوں کے اندرونی حصوں تک پانی پہنچانا (دیکھئے مادہ غسل نمبر۳ کا جز الف۔ نیز مادہ وضوء نمبر۴ کے جز د کا جز ا)

ر۔ ہر اس چیز کا صدقہ کر دینا جو دل کو لبھا جائے اور پسند آجائے (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر ۷)

س۔ ہمیشہ روزے رکھنا اور رات کے اکثر حصوں میں قیام کرنا۔ اسکا ذکر ہم نے فقرہ نمبر ۱۱ میں حضرت ابن عمرؓ کے ورع و تقویٰ کے ضمن میں کیا ہے۔

۳۔ فتووں کے اندر شدت:

اپنی ذات کے بارے میں سخت رویہ اختیار کرنے کے سلسلے میں اگرچہ ہم حضرت ابن عمرؓ کی طرف سے یہ عذر پیش کرسکتے ہیں کہ آپ اس شدت کی تطبیق صرف اپنی ذات پر کرتے تھے نیز آپ کو اس سے دلچسپی تھی اور آپ کی طبیعت میں اس سے

انشراح پیدا ہوتا تھا تاہم فتووں کے اندر شدت کے سلسلے میں ہم کوئی عذر پیش نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اس شدت کی وجہ سے لوگوں کی جان، جوکھوں میں پڑ جاتی تھی البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرت ابن عمرؓ کی بس کی بات نہیں تھی۔ اس لئے کہ آپ کی طبیعت کی ساخت آپ کو اجتہاد کے اندر اس شدت کی طرف مائل کر دیتی تھی اور آپ صرف وہی فتویٰ دیتے جو آپ کے اجتہاد کا تقاضا ہوتا۔

جن مسائل کے اندر آپ سے شدت منقول ہے اگرچہ ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور بعض صحابہؓ بھی ان میں سے بعض مسائل کے اندر آپ کے ہمنوا ہیں نیز بعض مسائل کے اندر آپ کا فتویٰ استحباب کے حکم پر مبنی ہے وجوب کے حکم پر مبنی نہیں ہے اور اگرچہ ان مسائل کے بالمقابل وہ مسائل بھی موجود ہیں جن کے اندر آپ نے نرمی سے کام لیا ہے۔ یعنی نرم رویہ اختیار کیا ہے تاہم ان تمام باتوں کے باوجود شدت والے مسائل نے آپ کی ذات کے ساتھ شدت کی صفت چپکا ہی دی ہے۔

جن اجتہادی مسائل میں حضرت ابن عمرؓ نے شدت کی راہ اختیار کی ہے ہماری معلومات کے مطابق وہ مسائل یہ ہیں:

۱۔ بھاگے ہوئے غلام کا ذبیحہ اس وقت تک نہ کھانا جب تک وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۲ کا جز د)

۲۔ زمین کو نقود کے بدلے کرائے پر دینے کی عدم اجازت (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کا جز الف)

۳۔ محرم کے لئے اپنے ازار کے دونوں کناروں کو گرہ لگا کر باندھنے کی عدم رخصت (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز الف کا جز ۳)

۴۔ محرم کے لئے دھوپ سے سایہ حاصل کرنے کی عدم اباحت (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ج)

۵۔ آپ کا یہ قول کہ: "دشمن کے ذریعے ادخار کے سوا کوئی اور احصار نہیں" (دیکھئے مادہ احصار نمبر۳)

۶۔ آپ نے قربانی کا گوشت تین دنوں سے زائد ذخیرہ کرنے کی اجازت نہیں دی

(دیکھئے مادہ احصار نمبر ۲)

۷۔ آپ کا یہ قول کہ پانی کو جنبی شخص کا ہاتھ لگتے ہی پانی سے طہوریت کی صفت زائل ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز ب)

۸۔ آپ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ عورتیں ریشم پہننے سے باز رہیں اور مرد ایسے کپڑے پہننے سے باز رہیں جن کے اندر ریشم کی ملاوٹ ہو (دیکھئے ماہ حریر نمبر ۲ کے جز ھ کا جز واؤ)

۹۔ آپ کی یہ رائے کہ صدقہ میں دی ہوئی چیز ملکیت کے کسی بھی سبب کے ذریعے صدقہ کرنے والے کی طرف واپس آنے نہ پائے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۳)

۱۰۔ آپ نے سمندر کے پانی کو طاہر لیکن غیر مطہر قرار دیا ہے (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۳ کے جز الف کے جز ۲ کا جز ج)

۱۱۔ کتابی عورتوں سے نکاح کی حرمت اور انہیں مشرک عورتیں قرار دینا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۵)

ح۔ حضرت ابن عمرؓ کی سہولت پسندی:

مذکورہ بالا مسائل کے بالمقابل جن کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی شدت شہرت اختیار کر گئی ہے ایسے مسائل بھی موجود ہیں جن کے اندر آپ نے غایت درجے کی سہولت پسندی اختیار کی ہے' وہ مسائل یہ ہیں:

۱۔ بیع کے لئے پیش ہونے والی لونڈی کو دیکھنے اور اس کے پوشیدہ اعضاء کو ہاتھ سے چھونے کا جواز ((دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۲)

۲۔ فروخت شدہ چیز کا ثمن کھرے کرنے سے پہلے ہی اسے خرید لینے کی حلت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ی)

۳۔ بیع سلم کے اندر رہن کی شرط کا عدم جواز (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۳)

۴۔ لونڈی کا صرف ازار باندھ کر چادر کے بغیر بازار وغیرہ میں جانے کی اباحت (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲ جز ب)

۵۔ اس بات کی اباحت کہ آزاد عورت اپنا چہرہ اور کف دست ان پر موجود زیب و زینت مثلاً سرمہ اور مہندی وغیرہ کے ساتھ ظاہر کرسکتی ہے۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۲ کے جز الف کا جز ج)

۶۔ رفع حدث کے لئے استعمال شدہ پانی سے رفع حدث کا جواز (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۳ کے جز الف کے جز ۲ کا جز ھ)۔

۷۔ پانی نیز ہر ایسی چیز کے ذریعے نجاست کی تطہیر کا جواز جو نجاست زائل کر سکتی ہو (دیکھئے مادہ نجاستہ نمبر۴ کے جز ج کا جز ۲)۔

۸۔ گواہوں کے بغیر عقد نکاح کی صحت (دیکھئے مادہ نکاح ' نمبر ۴ کا جز واؤ نیز مادہ اشہاد نمبر۲)۔

درج بالا تمام مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے ذہنوں میں حضرت ابن عمرؓ کی جو تصویر ابھرتی ہے اس سے کیا ناظرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ آپ متشدد تھے یا متساہل ؟

میں نہیں سمجھتا کہ لوگوں نے آپ کو تشدد کے وصف سے موصوف کرکے آپ کے ساتھ کوئی انصاف کیا ہے۔ میرے خیال میں آپ پر اس وصف کے اطلاق کے سلسلے میں یہ صورت حال مددگار ثابت ہوئی تھی کہ آپ کے زمانے میں لوگوں نے اسلامی اقدار کے بندھن ڈھیلے کرنے شروع کر دئے تھے اور آپ ان کے درمیان پوری یکسوئی کے ساتھ ' سر اٹھائے ہوئے ان اقدار پر سختی سے جمے رہے۔ اور دوسروں پر گزرنے والی ان مخالف آندھیوں سے آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے 'لوگ تو ان آندھیوں کی رو میں بہہ گئے لیکن آپ ثابت قدم رہے جس کے نتیجے میں آپ کے مخالفین نے ان مسائل کے اندر آپ پر شدت اختیار کرنے کی تہمت لگا دی جن میں وہ آپ کی موافقت نہ کر سکے۔ حالانکہ آپ اس تہمت سے بالکلیہ بری الذمہ ہیں۔

ط۔ فقہ ابن عمرؓ کی جمع و تدوین:

حضرت ابن عمرؓ مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے تھے بلکہ اپنے زمانے کے ممتاز ترین

فقہاء میں سے تھے۔ اگرچہ امام مالک نے فقہ کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے بلند درجے کی نشاندہی کی ہے اور اگرچہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کے اجتہادات اختیار کرنے کا حکم دیا تھا اس نے امام مالک سے پوچھا تھا کہ: "آپ لوگ دیگر اقوال چھوڑ کر ابن عمرؓ کا قول کیوں اختیار کرتے ہیں؟" امام مالک نے جواب میں فرمایا تھا کہ: "امیرالمومنین، صرف ابن عمرؓ باقی رہ گئے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں آپ کو فضیلت حاصل ہے، ہم سے پہلے لوگوں نے بھی آپکے اقوال اختیار کئے ہیں اس لئے ہم نے بھی آپ کا قول اختیار کیا ہے" یہ سن کر منصور نے کہا تھا: "آپ ابن عمرؓ کا قول ہی اختیار کیجئے خواہ یہ قول علیؓ اور ابن عباسؓ کے قول کے خلاف کیوں نہ ہو" [۱۲۴]۔ تاہم میں کہتا ہوں کہ ان تمام باتوں کے باوجود میرے علم کے مطابق کسی نے ابن عمرؓ کا فقہ جمع کرنے کی کوشش نہیں کی اور شاید میں پہلا شخص ہوں جسے اس خدمت کی توفیق ہوئی ہے میں یہ دعویٰ نہیں کرتا اور نہ ہی مجھے اس کا حق حاصل ہے کہ میں نے اس کام کی تکمیل کر دی ہے، تاہم میرے لئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے، جیسا کہ فقہ سلف کے سلسلہ موسوعات کی دیگر کڑیوں کے بارے میں میرا طریق کار رہا ہے کہ میں نے پوری کوشش صرف کردی ہے اور اتنا کچھ مواد جمع کر دیا ہے، جسے جمع کرنے کا موقعہ دوسروں کو نہیں ملا۔ میرے بعد جو شخص اس میں اضافہ کرے گا اسے اس اضافے کے سلسلے میں یقیناً فضیلت حاصل ہوگی۔ شاید میرے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں جو فقہ سلف کے سلسلہ موسوعات میں میرے جمع کردہ مواد پر کام کریں اور اس پر مزید مطالعہ اور تحقیق کی خدمت سرانجام دیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری زندگی کے باقیماندہ حصے کے اندر اس تحقیق و مطالعہ کی گنجائش ہے تو یہ خدمت میں خود سرانجام دیتا، لیکن زندگی کے باقی ماندہ حصے میں تو جمع و تدوین کی گنجائش نہیں ہے، تحقیق اور چھان بین کی کہاں گنجائش ہوسکتی ہے!۔

۱۴۔ طریقہ تدوین:

حضرت ابن عمرؓ کے فقہ کی تدوین میں میرا طریق کار وہی ہے جسے میں نے فقہ سلف

کے سلسلہ موسوعات کے اندر دیگر فقہاء کے فقہ کی تدوین کے سلسلے میں اختیار کیا ہے۔

میری یہ تدوین عربی حروف تہجی کی ترتیب پر مبنی ہے' فقہاء کے ابواب فقہ کی ترتیب پر مبنی نہیں ہے۔ اس لئے ناظرین اگر مثلاً حج کی بحث دیکھنا چاہیں تو حرف حاء کی طرف رجوع کریں۔ میں نے بعض فرعی موضوعات کو ان کے اصل ابواب سے علیحدہ کر دیا ہے اور پھران پر بحث کی ہے اس لئے کہ انہیں اصل ابواب سے علیحدہ کرنے کا امکان تھا۔ جس طرح میں نے لفظ احرام کے سلسلے میں کیا ہے یا اصل ابواب کے اندر ان کے وجود کے اماکن کے حوالہ دے دیا ہے جس طرح میں نے لفظ صغیراور لفظ مراۃ کے سلسلے میں کیا ہے۔ جبکہ فقہاء کا طریق کار یہ ہے کہ وہ ان فرعی موضوعات کو ان کے اصل ابواب کے اندر درج کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے میں صبر' درست روی اور ثواب کی دعا کرتا ہوں۔ وہی میری دعا سننے والا اور اسے قبول کرنے والا ہے۔

ابوالمنتصر
محمد رواس قلعہ جی
ظہران' یونیورسٹی آف پٹرولیم

مقدمہ کتاب میں مذکورہ حوالہ جات۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۳ ج ۳
۲۔ وفیات الاعیان ص ۲۸ ج ۳
۳۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۰ ج ۳
۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۹ ج ۳
۵۔ الاستیعاب ص ۳۴۲ ج ۳
۶۔ بخاری شریف باب غزوہ خندق
۷۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۶۴ ج ۱
۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۲ ج ۳' تذکرۃ الحفاظ ص ۴۰ ج ۱' الاستیعاب ص ۳۴۴ ج ۲
۹۔ التاریخ الکبیر للبخاری ص ۳ ج ۵ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۰ ج ۳
۱۰۔ حوالہ درج بالا نیز طبقات ابن سعد ص ۱۸۷ جلد ۴
صفتہ الصفوۃ ص ۵۸۲ ج ۱
۱۱۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۲
۱۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۸۷ ج ۴
۱۳۔ حوالہ درج بالا نیز الاستیعاب ص ۳۴۴ ج ۲
۱۴۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳
۱۵۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۳۷ ج ۱' سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۰ ج ۳
۱۶۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳
۱۷۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۳۷ ج ۱
سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۰ ج ۳
وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳
صفتہ الصفوۃ ص ۵۸۱ ج ۱
۱۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۲ ج ۳
طبقات ابن سعد ص ۱۷۴ ج ۴
۱۹۔ حوالہ مذکورہ بالا
۲۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۴ ج ۴
۲۱۔ حوالہ مذکورہ بالا نیز سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
عبدالرزاق ص ۳۴۷ ج ۱' ص ۳۹۴ ج ۱۰
آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۲۹
۲۲۔ عبدالرزاق ص ۳۹۶ ج ۱۰
۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ب ج ۱
المجموع ص ۴۳۶ ج ۱
۲۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۲ جلد ۴
۲۵۔ حلیتہ الاولیاء ص ۳۰۲ ج ۱
۲۶۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۷۴ ج ۱
۲۷۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۵ ج ۴
۲۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج ۴
جامع الاصول نمبر ۵۴۷۹

۲۹۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۷۵ ج ۱
۳۰۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۷۰ ج ۱
۳۱۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۷۵ ج ۱
۳۲۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۸ ج ۳'
طبقات ابن سعد ص ۱۸۱ ج ۴
۳۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ ج ۴
۳۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۸ ج ۳
۳۵۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۳ ج ۴
الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
المحلی ص ۷۷ ج ۴' ص ۱۱۹ ج ۵
۳۶۔ شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۱۲
۳۷۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳
آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۴۰
شرح السنہ ص ۱۰۸ ج ۱۲
۳۸۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۳۹
۳۹۔ المجموع ص ۳۴۰ ج ۱
۴۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۴ ج ۴
۴۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۴
۴۲۔ ابی ابن شیبہ ص ۸۳ ج ۱ الموطا ص ۱۱۰ ج ۱
۴۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۴
۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ج ۱
طبقات ابن سعد ص ۱۵۹ ج ۴
طرح التثریب ص ۵۶ ج ۲

۴۵۔ سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۱
۴۶۔ طبقات ابن سعد ۱۶۶ ج ۴
سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳
۴۷۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۷۶ ج ۱
۴۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳
۴۹۔ بخاری' مسلم' ترمذی فضائل ابن عمرؓ
البدایتہ والنہایتہ ص ۵ ج ۹
وفیات الاعیان ص ۲۹ ج ۳
۵۰۔ حلیتہ الاولیاء ص ۲۹۴ ج ۱
سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۱ ج ۳
۵۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۱ ج ۳
۵۲۔ وفیات الاعیان ص ۲۹ ج ۳
۵۳۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۶۶ ج ۱
۵۴۔ حوالہ درج بالا
۵۵۔ الاصابتہ ص ۳۴۹ ج ۲
۵۶۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۴ ج ۳
۵۷۔ حوالہ درج بالا
۵۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۵ ج ۳
۵۹۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۰ ج ۳
۶۰۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷ ج ۲
۶۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۵ ج ۳
۶۲۔ الاصابتہ ص ۳۴۸ ج ۲
۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۱ ج ۱
سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳

۶۴۔ سنن بیہقی ص ۳۰۱ ج ۴
المجموع ص ۴۵۰ ج ۶
۶۵۔ عبدالرزاق ص ۳۱۳ ج ۱۱
۶۶۔ سنن ابی داؤد باب کراهة الغناء مسند
احمد ص ۳۸ ص ۲
طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۴
المحلی ص ۶۲ ج ۹
المغنی ص ۶ ج ۷
۶۷۔ معجم لغة الفقهاء مادہ نرد
۶۸۔ سنن بیہقی ص ۲۱۵ ج ۱۰
۶۹۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱
الموطا ص ۹۵۸ ج ۲
سنن بیہقی ص ۲۱۶ ج ۱۰
المحلی ص ۲۴ ج ۹
۷۰۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۱۰
تفسیر ابن کثیر ص ۹۲ جلد ۲
المغنی ص ۱۷۱ ج ۹
۷۱۔ عبدالرزاق ص ۴۶۶ ج ۱۰
۷۲۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱
طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۴
سنن بیہقی ص ۲۱۷ ج ۱۰
۷۳۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ ج ۱۰
۷۴۔ صفة الصفوة ص ۵۷۰ ج ۱
۷۵۔ البدایة والنہایة ص ۴ ج ۹

صفة الصفوة ص ۵۷۱ ج ۱
۷۶۔ البدایة والنہایة ص ۴ ج ۹
۷۷۔ الاصابة ص ۳۴۹ ج ۲
۷۸۔ وفیات الاعیان ص ۳۰ ج ۳
البدایة والنہایة ص ۴ ج ۹
۷۹۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳
صفة الصفوة ص ۵۷۱ ج ۱
۸۰۔ صفة الصفوة ص ۵۷۶ ج ۱
۸۱۔ الدرالمنثور ص ۵۰ ج ۲
تفسیر ابن کثیر ص ۳۸۹ ج ۱
وفیات الاعیان ص ۳۰ ج ۳
الاصابة ص ۳۴۸ ج ۲
۸۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۸ ج ۴
۸۳۔ الدرالمنثور ص ۵۱ ج ۲
۸۴۔ صفة الصفوة ص ۵۷۱ ج ۱
۸۵۔ عبدالرزاق ص ۷۰، ۹۸ ج ۴
المحلی ص [illegible] ج ۶، ص ۳۲۴ ج ۸
سنن بیہقی ص ۳ ج ۶، ص ۱۴۹ ج ۴
الاموال ص ۴۵۱
۸۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۴
۸۷۔ سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸
طبقات ابن سعد ص ۱۸۲ ج ۴
سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳
۸۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۴

سیراعلام النبلاء ص ۲۲۳ ج ۳
سنن ترمذی کتاب الاحکام نمبر ۱۳۲۲
۸۹۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۸ ج ۴
صفتہ الصفوۃ ص ۵۶۶ ج ۴
۹۰۔ سنن دارمی ص ۶۲ ج ۱
۹۱۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۲۲ ج ۳
۹۲۔ الاستیعاب ص ۳۴۳ ج ۲
۹۳۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۲۴ ج ۳
۹۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۱ ج ۴
۹۵۔ بخاری شریف باب تعظیم الکذب علی رسول اللہ
۹۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۵ ج ۴
۹۷۔ الاصابتہ ص ۳۴۹ ج ۲
۹۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۴ ج ۴
سیراعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
۹۹۔ وفیات الاعیان ص ۲۹ ج ۳
۱۰۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۵ ج ۴
۱۰۱۔ سنن بیھقی ص ۲۴۵ ج ۵
سیراعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
اسد الغابتہ ص ۳۴۱ ج ۳
۱۰۲۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
۱۰۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۴ ج ۴
۱۰۴۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۰۴، ۲۰۸ ج ۳
۱۰۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام ص ۹۲ ج ۵
۱۰۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج ۴
۱۰۷۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۲۲ ج ۳
۱۰۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج ۴
۱۰۹۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳
۱۱۰۔ تذکرہ الحفاظ ص ۳۹ ج ۱
۱۱۱۔ طبقات ابن سعد ص ۳۷۳ ج ۲
۱۱۲۔ المحلی ص ۲۳۷ ج ۱۰
۱۱۳۔ المحلی ۱۲۷ ج ۶
المغنی ص ۶۱ ج ۳
۱۱۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۴ ج ۴
۱۱۵۔ عبدالرزاق ص ۱۹۶ ج ۱۰
المحلی ص ۳۰۰ ج ۱۱
۱۱۶۔ المحلی ص ۱۰۷ ج ۱
۱۱۷۔ الاموال ص ۵۷۲
۱۱۸۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۶۷ ج ۱
۱۱۹۔ حوالہ درج بالا
۱۲۰۔ المحلی ص ۴۱۸ ج ۱۰
المغنی ص ۸ ج ۵
۱۲۱۔ کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۲
۱۲۲۔ الاستیعاب ص ۳۴۲ ج ۲
۱۲۳۔ اخبار القضاۃ لوکیع ص ۳۲۱ ج ۱
۱۲۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج ۴

حرف الف

آدمی۔ (انسان)

۱۔ تعریف: آدمی اس فرد کو کہتے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہو اور ان کی اولاد میں ہو۔

۲۔ آدمی کے احکام: اللہ کریم نے آدمی کو جن تمام احکام کے ساتھ مختص کیا ہے وہ اس کی تکریم و تعظیم کے گرد گھومتے ہیں۔ اس تکریم پر اللہ سبحانہ نے اپنے قول (ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے بنی آدم کو مکرم کیا ہے) میں نص کر دیا ہے۔ اس تکریم کے مظاہر یہ ہیں:

الف ۔ اس کے خون کی عصمت' البتہ کسی حق کی بنا پر اس کا خون حلال ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنایہ)

ب۔ مرجانے پر اس کی تدفین (دیکھئے مادہ موت نمبر۱۶) نیز اس کے جسم سے جدا ہو جانے والے اعضاء کی تدفین مثلاً موئے زیر ناف' بغل کے بال اور ناخن وغیرہ۔[۱]

آثار۔ (آثار)

(دیکھئے مادہ اثر)

آفاقی۔ (آفاقی)۔

۱۔ تعریف:

آفاقی وہ شخص ہے جو مواقیت سے باہر کے علاقے سے حرم کے اندر آئے۔

۲۔ آفاقی کے احکام۔

آفاقی کس مقام سے حج یا عمرہ کا احرام باندھے (دیکھئے مادہ احرام کا نمبر۳)

آفاقی کب طواف قدوم کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جزب)

آفاقی طواف قدوم کے تین اشواط میں رمل کرے گا (دیکھئے مادہ حج' نمبر۱۵ کا جز ز)

آفاقی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے تین اشواط میں بطن وادی کے اندر رمل کرے گا (دیکھئے مادہ حج' نمبر۱۸ کا جز د)

آفاقی کا حج قرآن کے ساتھ اختصاص ((دیکھئے مادہ حج' نمبر ۳ کا جز ج)

آنیہ۔ (برتن)

(دیکھئے مادہ اناء)

اب۔ (باپ)

بیٹوں کے حق میں باپ کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ انہیں علم و ادب کے زیور سے آراستہ کرے اور بچپن ہی سے انہیں اسلام کے سانچے میں ڈھالے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "بچے کو ہوش سنبھالتے ہی نماز سکھائی جائے"[۲]۔ اگر انسان اپنے بچے کی تادیب میں غفلت برتے گا تو اس غفلت کی ساری ذمہ داری اس پر عائد ہوگی' حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص سے فرمایا: "تم اپنے بیٹے کو ادب کے زیور سے آراستہ کرو' اس لئے کہ تم سے ہی پوچھا جائے گا کہ تم نے اسے کیا ادب سکھایا اور کیا تعلیم دی' تم سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کے ساتھ کیا نیکیاں کی ہیں اور اس نے تمہاری کس طرح فرماں برداری کی ہے"[۳]۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی اولاد کی تربیت و تادیب پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حق بات پر اپنی اولاد کی پٹائی کرتے تھے[۴]۔

باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے تبرع نہیں کر سکتا (دیکھئے مادہ تبرع' نمبر ۳ کا جز ب

عطیات کے اندر باپ اپنی اولاد کے درمیان مساوات سے کام لے گا (مادہ تبرع نمبر ۵)

اباق۔ (غلام کا بھاگ جانا):

۱۔ تعریف: غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بلا سبب سرکشی کی بنا پر بھاگ کھڑے ہونے کو اباق کہا جاتا ہے۔

۲۔ آقا کی طرف اسے لوٹا دینا۔

اگر کوئی غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کھڑا ہو اور پھر کسی کے ہاتھ آجائے تو اس شخص کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اسے اس کے آقا کو واپس کر دے۔ اس حکم میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ غلام خواہ بھاگ کر دارالاسلام میں رہے اور پھر

اسے کوئی پکڑ لے یا دارالحرب میں چلا جائے اور پھر دارالحرب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اور مذکورہ غلام مال غنیمت بن جائے' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: "یرموک کی جنگ میں میرا ایک غلام بھاگ گیا اور پھر وہ مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ انہوں نے یہ غلام مجھے لوٹا دیا" [۵]۔

۳۔ مذکورہ غلام پر سزاؤں کی تنفیذ:

صحابہ کرامؓ کا اس امر کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بھاگا ہوا غلام اگر اس دوران کسی انسان کے خلاف کوئی جرم کرے تو اسے اس کی سزا دے دی جائے گی البتہ اس دوران قابل حد جرم کے ارتکاب پر اس پر حد قائم کرنے کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس پر حد جاری کرنے کے وجوب کے قائل تھے۔ [۶]۔ آپ نے اپنے ایک غلام پر حد سرقہ جاری کر دیا تھا جس نے بھاگ جانے کے بعد چوری کی تھی۔ زہری کہتے ہیں: "میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا انہوں نے مجھ سے پوچھا: "اگر بھاگا ہوا غلام چوری کرے تو کیا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟" میں نے عرض کیا: "اس بارے میں میں نے کچھ نہیں سنا ہے" فرمایا. حضرت عثمانؓ اور مروان ہاتھ نہیں کاٹتے تھے" زہری مزید کہتے ہیں کہ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اس کے سامنے بھاگے ہوئے غلام کا مقدمہ پیش ہوا جس نے چوری کی تھی۔ خلیفہ نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تو میں نے اسے وہ بات بتائی جس کی خبر مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت عثمانؓ اور مروان کے بارے میں دی تھی۔ اس پر خلیفہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے بھی اس مسئلے کے بارے میں کوئی حکم سنا ہے۔ میں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ: "مجھے تو بس وہی بات معلوم ہے جس کی خبر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دی ہے" اس پر خلیفہ نے کہا: "بخدا' میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا" زہری کہتے ہیں کہ میں اس سال حج پر گیا اور میری ملاقات سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے ہوئی' انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے ایک غلام نے بھاگ جانے کے بعد چوری کا ارتکاب کیا تھا' میرے والد نے یہ معاملہ گورنر مدینہ حضرت سعید بن العاصؓ کے سامنے پیش کیا'

گورنر نے فرمایا کہ اگر چور بھاگا ہوا غلام ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ میرے والد نے ان سے پوچھا: "آپ نے کتاب اللہ کے اندر یہ حکم کہاں دیکھا ہے؟" اس واقعہ کی اطلاع جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو انہوں نے میرے والد کو پیغام بھیجا کہ: "تمہارے غلام میرے غلاموں کی طرح ہیں، تمہارا یہ چور غلام بھوکا تھا، اس نے گدھا چرایا تھا اور اس پر سوار ہو کر بھاگا تھا تاکہ اسے کھانے پینے کے لئے کوئی چیز دستیاب ہو جائے، اس لئے اس کا ہاتھ مت کاٹو" (مذکورہ غلام نے شاید حضرت عائشہؓ کا مال چرایا تھا) لیکن میرے والد نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ [7]

۴۔ بھاگے ہوئے غلام کا ذبیحہ:

حضرت ابن عمرؓ بھاگے ہوئے غلام کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا مکروہ سمجھتے تھے جب تک وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ چلا جاتا [8]۔ (دیکھئے مادہ ذبح، نمبر ۲ کا جز د)

ابضاع (بضاعت کے طور پر مال دینا)

۱۔ تعریف: کسی تاجر کو اپنا مال اس غرض سے حوالے کر دینا کہ وہ اسے فروخت کردے اور اس کی کوئی اجرت وصول نہ کرے، ابضاع کہلاتا ہے۔

۲۔ جس شخص کو مال بضاعت دیا جائے اس کی جانب سے خلاف ورزی کا حکم: کوئی شخص کسی کو اپنا مال اس غرض سے دے دے کہ وہ کوئی اجرت لئے بغیر اس کا یہ مال فروخت کردے اور پھر وہ اس سلسلے میں خلاف ورزی کرے اور اس کے نتیجے میں مال تلف ہو جائے یا اس میں گھاٹا آجائے تو وہ اس تلف شدہ مال نیز اس کے گھاٹے کا تاوان بھر دے گا اور اگر اسے منافع حاصل ہو تو یہ منافع مال والے کا ہوگا۔ بالفاظ دیگر مال لے جانے والا نقصان کا ذمہ دار تو ہوگا لیکن نفع کے اندر اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا: "ایک شخص بضاعت کے طور پر مال لے جائے اور پھر اس سلسلے میں خلاف ورزی کرے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟" آپ نے فرمایا: "وہ اس کا ضامن ہوگا یعنی تاوان بھرے گا اور اگر اسے منافع ہو تو یہ مال کے مالک کا ہوگا" [9]۔

ابط (بغل)

کندھے کے نچلے حصے کو ابط کہتے ہیں۔

بغل کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر۸ کا جز ح)

بغل کو ہاتھ لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ غسل نمبر۲ کا جز ط)

ابل (اونٹ)

اونٹوں کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۹ کا جز ج)

قربانی کے اندر ایک اونٹ کا سات افراد کے لئے کافی ہونا (دیکھئے (مادہ اضحیۃ نمبر۸ کا جز الف) اور واجب ہدی کے اندر ایک اونٹ کا ایک سے زائد افراد کے لئے کافی نہ ہونا (دیکھئے مادہ ھدی نمبر۲)

ہدی والے اونٹ کا اشعار یعنی اس کے کوہان کو ایک جانب سے شق کر دینا (دیکھئے مادہ اشعار)

ہدی والے اونٹ کی تقلید یعنی اس کے گلے میں جوتا وغیرہ لٹکا دینا (دیکھئے مادہ تقلید نمبر۷)

اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز ادا کرنے کی کراہت دیکھئے (مادہ صلاۃ نمبر۸ کا جز ز)

دیت کے اندر اونٹوں کی مقدار (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ کا جز ب)

اونٹ کی ذبح کا طریقہ نحر ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۴ کے جز ب کا جز ز نیز مادہ اضحیۃ نمبر۸ کا جز الف)

ابن (بیٹا)

بیٹے کو ابن کہتے ہیں۔

بیٹے کے احکام (دیکھئے مادہ ولد)

اتکاء (ٹیک لگانا)

۱۔ تعریف: دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کا سہارا لینا اتکاء کہلاتا ہے۔

۲۔ نماز کے اندر اس کا حکم۔

نماز کے اندر قیام کی حالت میں دیوار وغیرہ کا سہارا لینے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز د کا جز ۱)

نماز کے اندر قعود کی حالت میں دونوں ہاتھوں سے سہارا لینے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۴)

اتلاف (تلف کر دینا)

۱۔ تعریف۔ کسی چیز کو ایسی حالت پر پہنچا دینا اتلاف کہلاتا ہے جس کے بعد وہ قابل انتفاع نہ رہے یعنی اس سے عادۃ جو فائدہ حاصل کیا جاتا ہو وہ فائدہ حاصل نہ کیا جا سکے۔

۲۔ اتلاف کے آثار و نتائج:

تلف کرنے والے اور تلف شدہ چیز کے اختلاف کے اعتبار سے اتلاف کے آثار مختلف ہوتے ہیں متلف (تلف کرنے والا) یا تو جانور ہو گا یا انسان۔

اگر متلف جانور ہو تو اس کے مالک پر تلف شدہ چیز کا تاوان عائد نہیں ہو گا بشرطیکہ اتلاف مالک کی سستی کی وجہ سے عمل میں نہ آیا ہو۔ اگر متلف انسان ہو تو تلف شدہ چیز یا تو کوئی جان ہو گی یا انسان کا کوئی عضو ہو گا یا مال ہو گا۔

اگر انسان یا اس کا کوئی عضو ہو اور اتلاف عمداً وجود میں آیا ہو تو قصاص واجب ہو گا البتہ اگر اتلاف کی صورت ایسی ہو جس میں قصاص ممتنع ہو تو پھر مال کے ذریعے تاوان واجب ہو گا۔

اگر تلف شدہ چیز کوئی انسان یا اس کا کوئی عضو ہو اور اتلاف عمداً نہ ہوا ہو یا تلف شدہ چیز انسان کے سوا کچھ اور ہو تو تاوان واجب ہو گا (دیکھئے مادہ ضمان) اور (مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ن کا جز ۴) اور (مادہ جنایت نمبر ۵ کا جز ب)

اثبات۔ (ثابت کرنا):

۱۔ تعریف۔ دعوے کی صحت پر دلیل قائم کرنا اثبات کہلاتا ہے۔

۲۔ اثبات کے طریقے۔ اثبات متعدد طریقوں سے ہوتا ہے۔ وہ طریقے درج ذیل ہیں۔

اقرار (دیکھئے مادہ اقرار) گواہی (دیکھئے مادہ شہادۃ) قسم (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کا جز ج) ان امور کے اندر مدعی کا قول جن کا علم صرف مدعی کے ذریعے ہو سکتا ہو (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کا جز د) قرعہ اندازی (دیکھئے مادہ قضاء جز ھ) اور (مادہ قرعہ)۔

۳۔ اثبات کا موضوع:

اثبات کے موضوع کے اختلاف سے اثبات مختلف ہوتا ہے۔ تمام دعووں کا اثبات اقرار کے ذریعے یا دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ذریعے ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۲۸۲ میں آیا ہے (فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون من الشھداء اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جن کی گواہی تمہارے اندر مقبول ہو) زنا کا اثبات صرف چار مردوں کی گواہی کے ذریعے ہوگا۔ سورہ نساء آیت نمر ۱۵ میں قول باری ہے واللاتی یاتین الفاحشہ من نساء کم فاستشھدوا علیھن اربعہ منکم تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو)۔ نیز سورہ النور آیت نمبر ۴ میں ارشاد ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتواباربعہ شھداء فاجلد وھم ثمانین جلدۃ اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو)۔

ایسے امور جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہو سکتی ہوں ان کے اثبات کے لئے صرف ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جائے گی (دیکھئے لفظ شہادۃ نمبر ۴ کا جز الف)

ایسی بات جس کی معرفت صرف متعلقہ شخص کے ذریعے ہو سکتی ہو اس کے اثبات کے لئے مذکورہ شخص کا قول قبول کر لیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مذکورہ شخص کو حلف دلانے کا قول منقول نہیں ہے یہ بھی احتمال ہے کہ مذکورہ معاملہ کے اندر متعلقہ شخص کا قول اس وقت قابل قبول ہوگا جب وہ قسم کے ساتھ مقرون ہو (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۳ کا جز ب) اور (مادہ قضاء نمبر ۴ کا جز د)

اثر (نشان، اثر)

ا۔ تعریف۔ اثر اس باقی ماندہ حصے کو کہتے ہیں جو ایک چیز کے وجود پر دلالت کرتا ہو۔
۲۔ حضور ﷺ کے آثار و نشانات سے برکت حاصل کرنا۔

حضرت ابن عمرؓ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے لئے افضل الاحوال کا انتخاب کرتا ہے۔ اس لئے جس مقام پر حضور ﷺ نے نماز ادا کی ہے وہ دوسرے مقام سے افضل ہے۔ علاوہ ازیں اماکن و مقامات کو وہاں قیام کرنے والی شخصیت کے شرف و منزلت کی بنا پر شرف حاصل ہوتا ہے۔ جن مقامات پر حضور ﷺ نے قیام فرمایا انہیں آپ کے قدوم میمنت لزوم کی بنا پر شرف حاصل ہوگیا۔ یہ مقامات اپنے طور پر افضل الاماکن ہیں۔ یہ شرف ان کے لئے مزید برآں ہے اس لئے ان کی رعایت کرنا اور انہیں باقی رکھنا ایک عمدہ عمل ہے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے آثار و نشانات کا تتبع کرتے اور وہاں جاکر نمازیں پڑھتے حضور ﷺ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا حضرت ابن عمرؓ اس درخت کو پانی دیتے رہتے تاکہ یہ خشک نہ ہو جائے"[۱۰]۔

ان اماکن سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ ابراھیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے روایت کی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے منبر پر حضور ﷺ کی نشست کے مقام کو ہاتھ لگایا اور پھر ہاتھ کو اپنے چہرے پر مل لیا"۔

برکت حاصل کرنے کے لئے اس صورت اور حضور ﷺ کی قبر مبارک پر ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرنے کے درمیان بڑا فرق ہے۔ موخر الذکر صورت جائز نہیں ہے۔ الاثرم نے کہا ہے کہ:" میں نے مدینہ منورہ کے اہل علم کو دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے بلکہ ایک کنارے پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتے تھے۔ عبداللہ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے"[۱۲]
۔

دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ شاید یہ ہے کہ جس مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیام پذیر ہوں وہاں برکت حاصل کرنے کی جہت آپ کی ذات اقدس ہوتی ہے' مذکورہ مقام نہیں ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں آپ کی ذات ہی افضل ہوتی ہے۔ لیکن

جس مقام سے آپ جا چکے ہوں مذکورہ مقام کو برکت حاصل کرنے کی جہت بنانا جائز ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت ابن عمرؓ منبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے مقام سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

- اجارہ (اجارے یعنی کرائے پر دینا):

۱۔ تعریف۔ معاوضہ کے ساتھ منافع (جمع منفعت) پر عقد کرنا اجارہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اجارے کا محل و مقام۔

محل اجارہ یعنی اجارے پر لی ہوئی چیز یا تو انسان یا غیر انسان ہو گی۔

الف۔ غیر انسان کو اجارے پر لینا۔

غیر انسان مثلاً مکانات اور جانور اجارے پر حاصل کرنا بالا جماع جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۸ (لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم اور اگر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں) کی تفسیر میں فرمایا: "یہ کہ تم حج کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا مال کرائے پر دیدو" [۱۳]۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ کے مکانات کرائے پر دینے کو اس قاعدے سے مستثنٰی قرار دیتے تھے۔ آپ مذکورہ مکانات کرائے پر دینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے: "جو شخص مکہ کے مکانات کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنا پیٹ آگ سے بھرتا ہے" [۱۴] شاید آپ مذکورہ مکانات کرائے پر دینے کو بیت اللہ کی زیارت کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتے تھے (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۱ کے جز ب کا جز ۱۱) حضرت ابن عمرؓ زمین کو نقود کے بدلے یا اس کی پیداوار کے معلوم مشترک حصے مثلاً تہائی اور چوتھائی کے بدلے کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ جب آپ کو حضرت رافع بن خدیجؓ کے ذریعے زمین کو کرائے پر دینے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی خبر پہنچی تو اس کے بعد آپ نے اپنی زمین کرائے پر دینا ترک کر دیا۔ آپ فرماتے: "ہم مزارعت کو غلط نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ ہم نے رافع بن خدیج کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے اس لئے ہم نے بھی اس ارشاد کی بنا

پر مزارعت ترک کر دی"

ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ کے ترک مزارعت کی تفسیر یہ کی ہے کہ آپ زمین کو نقود کے بدلے یا اس کی پیداوار کے معلوم مشترک حصے کے بدلے مزارعت پر دینے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے [۱۵]۔ نقود یعنی نقد رقم (درہم و دینار) کے بدلے زمین کرائے پر دینے کا عدم جواز حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہے۔ ابن حزم نے کلیب بن وائل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں نے ایک زمین جس میں کوئی نہر نہیں تھی اور نہ ہی کوئی پودا' سالانہ چار ہزار درہم کے بدلے دس سال کے لئے حاصل کیا' پھر میں نے اس کی آبی گذرگاہیں درست کیں اور اس کے دیہاتوں کو آباد کیا اور اس پر بہت سا مال صرف کیا اور کاشتکاری کی' لیکن پیداوار کے ذریعے میرا لگایا ہوا سرمایہ واپس نہیں آیا۔ پھر اگلے سال میں نے اس پر کاشت کی اور اس کی پیداوار کے ذریعے مجھے اپنے راس المال سے دگنی رقم حاصل ہوئی" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تمہارے لئے صرف تمہارا راس المال جائز ہو گا" [۱۶]۔

ابو عبید نے عبد اللہ بن زیاد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم زمینیں لیتے ہیں (دیکھئے مادہ قبالۃ) اور پھر ہمیں اس کی پیداوار حاصل ہوتی ہے یعنی زمین کی اجرت ادا کرنے کے بعد ہمارے لئے اس کی پیداوار کا ایک حصہ بچ رہتا ہے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "یہ فوری طور پر حاصل ہونے والا ربوا (سود) ہے" نیز فرمایا: "قبالات (دیکھئے مادہ قبالہ) ربوا ہیں" [۱۷]۔

زمین کی پیداوار کے معلوم مشترک حصے کے بدلے زمین کرائے پر دینا جسے مزارعت کہتے ہیں: بعض حضرات نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کی ممانعت نقل کی ہے' ان حضرت نے اس ممانعت کی بنیاد اس روایت پر رکھی ہے جسے اصحاب سنن نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کی کہ آپ نے فرمایا: "ہم مزارعت کو غلط نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ ہم نے رافع بن خدیج کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے" [۱۸]۔ بعض دوسرے حضرات کے نزدیک حضرت ابن عمرؓ نے فاسد

مزارعت سے منع فرمایا تھا میری رائے بھی یہی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت فاسد مزارعت کے بارے میں تھی ۔ مزارعت درج ذیل صورتوں کے اندر فاسد ہوتی ہے۔

اول: اگر عقد مزارعت کرنے والے طرفین میں سے کوئی فریق اپنے لئے زمین کے کسی معین حصے کی پیداوار کی یا کسی معین درخت کے پھلوں کی شرط عائد کر دے تو یہ مزارعت فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں غرر یعنی دھوکے اور نقصان کا پہلو ہو گا۔ موطا امام مالک کے شارح زرقانی نے کہا ہے کہ: " حضرت ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نیز حضرت ابوبکرؓ ' حضرت عمرؓ ' حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں اور حضرت معاویہؓ کی امارت کی ابتداء میں اپنی زمینیں کرائے پر دیتے تھے ' پھر حضرت رافع بن خدیجؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی کہ آپ نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے حضرت ابن عمرؓ نے حضرت رافعؓ سے فرمایا: " آپ کو معلوم ہے کہ ہم یعنی اہل مدینہ اپنی زمینیں نہرار بعاء (ایک چھوٹی سی نہر کا نام) کے مقام کی پیداوار کے بدلے نیز تھوڑے سے بھوسے کے چارے کے بدلے کرائے پر دیتے تھے" زرقانی نے آگے چل کر کہا ہے کہ: "اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت رافعؓ کی بیان کردہ مطلق نہی کی تردید کر دی تھی۔ اس لئے کہ جس بات سے روکا گیا تھا وہ زمین کرائے پر دینے کی فاسد صورت تھی یعنی نہرار بعاء کے مقام کی پیداوار کے بدلے نیز بھوسے کے چارے کے بدلے زمین کرائے پر دینے کی صورت جسے اہل مدینہ اختیار کرتے تھے ' اگرچہ اس صورت کے اندر بدل یعنی معاوضہ مجہول تھا لیکن یہ مخابرہ کی صورت تھی (یہ بات ذہن میں رہے کہ اہل مدینہ مزارعت کو مخابرہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مترجم) سونے یا چاندی یعنی نقود کے بدلے زمین کرائے پر دینے کی ممانعت کی صورت نہیں تھی۔ رہ گئی یہ بات کہ حضرت ابن عمرؓ نے کرائے پر زمین دینا کیوں ترک کیا تھا تو اس کی وجہ آپ کی پرہیزگاری تھی"[19]۔ ابن قدامہ نے بھی حضرت ابن عمرؓ سے یہ بات اسی طرح نقل کی ہے[20]۔ اس سے زیادہ واضح اور صاف بات شاید وہ ہے جس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے

کہ "حضرت ابن عمرؓ اپنی زمین کرائے پر دیا کرتے تھے' پھر آپ کو حضرت رافعؓ بن خدیجؓ کی روایت کردہ حدیث سے باخبر کیا گیا' آپ نے فرمایا:" یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ زمیندار اپنی زمینیں حضور ﷺ کے عہد میں کرائے پر دیتے تھے اور زمین کا مالک یہ شرط عائد کر دیتا کہ ماذیانات (آبی گزرگاہوں کے مقامات کی پیداوار) نیز نہر سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار میری ہوگی نیز وہ کھلیان میں لائی ہوئی فصل کے ایک معلوم حصے کی بھی شرط عائد کر دیتا "عبدالرزاق نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں حضور ﷺ کی طرف سے عائد کردہ نہی زمینداروں کی مذکورہ بالا شرائط کی وجہ سے تھی[۲۱]۔

دوم: مزارعت کی وہ صورت بھی فاسد ہے جس میں زمین اور بیج ایک فریق مہیا کرے اور دوسرا فریق کاشتکاری کے تمام کام سرانجام دے' البتہ اگر زمین ایک فریق مہیا کرے اور بیج دوسرا فریق تو یہ صورت درست ہوگی کلیب بن وائل سے مروی ہے کہ :" میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص کے پاس زمین اور پانی ہے لیکن اس کے پاس بیج اور بیلوں کی جوڑی نہیں ہے' اگر وہ مجھے نصف پیداوار کے بدلے اپنی زمین دے دے اور میں اپنے بیلوں اور بیج کے ذریعے اس زمین پر فصل کاشت کر لوں اور پھر پیداوار مساوی طور پر تقسیم کر لوں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟" حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا:" یہ اچھا طریقہ ہے"[۲۲]۔

ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے مزارعت سے روکا نہیں تھا بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ "اگر تمہاری یہ کیفیت ہے یعنی جھگڑے والی کیفیت تو پھر اپنی زمینیں کرائے پر نہ دیا کرو" حضرت رافع بن خدیجؓ نے آپ ﷺ کا آخری فقرہ "اپنی زمین کرائے پر نہ دیا کرو" سن لیا اور اس کی آگے روایت کر دی[۲۳]۔

حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے دین کے بارے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے' اس لئے آپ نے اس خوف سے مزارعت کا معاملہ ترک کر دیا تھا کہ کہیں حضور ﷺ نے اس کی مطلقاً ممانعت نہ کر دی ہو اور آپ کو اس کی خبر نہ ہو۔ سالم سے مروی ہے کہ "حضرت ابن عمرؓ اپنی زمینیں کرائے پر دیا کرتے تھے پھر آپ کو

اطلاع ملی کہ حضرت رافع بن خدیج ؓ اس سے روکتے ہیں آپ کی ملاقات حضرت رافع ؓ سے ہوئی آپ نے ان سے پوچھا: "ابن خدیج' زمین کرائے پر دینے کی ممانعت کے سلسلے میں آپ حضور ﷺ سے کیا روایت کرتے ہیں" حضرت رافع ؓ نے جواب میں فرمایا: "میں نے اپنے دونوں چچاؤں سے اپنے گھر والوں کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے" (حضرت رافع ؓ کے یہ دونوں چچے غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے صحابی تھے) یہ سن کر حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: "مجھے حضور ﷺ کے عہد میں یہ بات معلوم تھی کہ زمینیں کرائے پر دی جاتی ہیں۔ پھر میرے والد یعنی حضرت ابن عمر ؓ ڈر گئے کہ کہیں حضور ﷺ نے اس بارے میں کوئی نیا حکم نہ دیا ہو اور انہیں اس کی خبر نہ ہو' اس لئے آپ نے زمین کرائے پر دینا ترک کر دیا" [۲۴]۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ خود تو مزارعت سے باز رہتے تھے لیکن اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ سے زمین کرائے پر دینے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "میری زمین اور میرا اونٹ دونوں یکساں ہیں" [۲۵]۔

ب۔ انسان کو اجارے پر حاصل کرنا:

انسان کو اجارے پر حاصل کرنے کا مقصد اس سے کوئی معین کام کروانا ہوتا ہے مثلاً دیوار کی تعمیر' گھر میں جھاڑو دینا وغیرہ۔ اس اجارے کے درست ہونے کے لئے متعلقہ کام یعنی مستاجر علیہ کی درج ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ یہ اللہ کی معصیت کا کام نہ ہو۔ کیونکہ معاصی کے ارتکاب کے لئے اجارہ درست نہیں ہوتا مثلاً گانے بجانے کا کام' میت پر ماتم کرنے کا کام' نیز زناکاری وغیرہ۔ اس بات پر سب کا اجماع ہے اور کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ اس کام کے فوائد اجارے پر لئے ہوئے شخص کی طرف عائد نہ ہوتے ہوں مثلاً عبادات' کیونکہ عبادت کا ثواب اسے سرانجام دینے والے کی طرف عائد ہوگا۔ یہی

وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اذان دینے پر اجرت حاصل کرنے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔ یحییٰ البکائی سے مروی ہے کہ "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ: "میں تم سے اللہ کے لئے بغض رکھتا ہوں" پھر آپ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: "یہ شخص اذان گا گا کر دیتا ہے اور اذان دینے کی اجرت لیتا ہے"[۲۶]۔ آپ نے جہاد پر اجرت لینے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "پہلے طریقہ یہ تھا کہ جہاد میں شرکت نہ کرسکنے والا شرکت کرنے والے کو کچھ نہ کچھ دیا کرتا تھا رہ گئی یہ بات کہ ایک شخص جہاد میں اپنی شرکت کو فروخت کرے تو میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا"[۲۷]۔ شقیق بن العیزار الاسدی نے حضرت ابن عمرؓ سے ان معاوضوں اور اجرتوں کے متعلق دریافت کیا جنہیں لوگ اپنے بدلے جہاد میں حصہ لینے والوں کے لئے مقرر کرتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا: "میں تو بطور رشوت صرف وہی چیز لوں گا جسے اللہ نے مجھے رشوت کے طور پر عطا فرمایا ہے"[۲۸]۔

(ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ جواب طنز کے طور پر تھا' مترجم)

۳۔ کفالہ پر اجرت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ کفالتہ نمبر ۳)

۳۔ اجارے کے اندر تاوان یعنی ضمان کی شرط:

اجارے پر لی ہوئی چیز مستاجر کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے اور امانت کا تاوان صرف تعدی (زیادتی یا کوتاہی کی بنا پر تلف ہو جانے) کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر موجر مستاجر پر مذکورہ عین کے تاوان کی شرط عائد کر دے تو یہ شرط فاسد ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تاوان کی شرط کے ساتھ کرائے پر دینا درست نہیں ہوتا"[۲۹]۔ (دیکھئے مادہ شرط نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲)

۴۔ اجارے پر لی ہوئی چیز کو آگے اجارے پر دینا:

حضرت ابن عمرؓ مذکورہ چیز کو آگے اجارے پر دینے کے جواز کے قائل تھے بشرطیکہ مستاجر اس چیز کی اس سے زیادہ اجرت حاصل نہ کرے۔ جتنی وہ موجر کو ادا کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو زائد رقم پہلے موجر کی ہوگی۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی

کہ اگر ایک شخص اجارے پر کوئی اجیر یعنی مزدور حاصل کرکے اسے کسی دوسرے کو زائد رقم پر اجارے پر دے دے تو یہ زائد رقم پہلے موجر کی ہوگی [۳۰]۔

۵۔ اجارے کا اختتام:

اجارے کا اختتام اس مدت کے اختتام کے ساتھ ہو جائے گا جس پر موجر اور مستاجر نے اتفاق کیا ہو۔ اسی طرح معقود علیہ وصول ہو جانے پر بھی اجارے کا اختتام ہو جائے گا۔

موجر یا مستاجر کی وفات کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اجارے کا اختتام نہیں ہوگا [۳۱]۔ (دیکھئے مادہ موت، نمبر۱۹ کا جز ج)

اجل (مدت):

۱۔ تعریف: کسی چیز کی اس مدت اور وقت کو اجل کہتے ہیں جس کے اندر مذکورہ چیز وجود میں آجائے۔

۲۔ اجل کی تحدید

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کی دیون کا معاملہ مسامحت یعنی مدت میں چھوٹ دینے اور نرمی کرنے پر اور تجارتی امور کا معاملہ مماکست یعنی مدت کم کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ بنا بریں آپ دیون کے قبیل سے تعلق رکھنے والے معاملات کے اندر اجل کے سلسلے میں نرمی برتتے تھے مثلاً قرض' بیع کا ثمن ' اجارے کا بدل وغیرہ۔ آپ اس شرط کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیتے تھے کہ ثمن کی ادائیگی فصل کٹنے' فصل کی گہائی اور سرکاری وظائف ملنے پر ہوگی [۳۲]۔ اس اجل کے تقدم و تاخر سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ آپ خود ایک چیز کی خریداری اس شرط کے ساتھ کر لیتے کہ ثمن کی ادائیگی وظیفہ ملنے پر کی جائے گی [۳۳]۔ آپ اس بیع کو بھی جائز قرار دیتے تھے جس کے اندر ثمن کی ادائیگی فراخی حاصل ہونے پر کی جانے کی شرط عائد کی گئی ہو۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص سے مذکورہ بالا شرط کے ساتھ کوئی چیز خرید لی اور پھر اسے ایسے سکوں میں ادائیگی کی جو مذکورہ شخص کے مشروط سکوں سے بہتر تھے' اس شخص نے عرض کیا:"

یہ سکے تو میرے سکوں سے افضل ہیں؟" حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا:" یہ میری طرف سے عطیہ ہے' کیا تم اسے قبول کر لوگے؟" اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا[۳۴]۔

تجارت کے قبیل سے تعلق رکھنے والے معاملات کے اندر حضرت ابن عمرؓ اجل کے سلسلے میں اس وقت نرمی کر لیتے جب فرق تھوڑا ہوتا اور تسلیم یعنی حوالگی کی ضرورت اس کی مقتضی ہوتی مثلاً بیع سلم کے اندر مسلم فیہ یعنی مبیع کی حوالگی کی فصل کی کٹائی یا گہائی یا وظائف ملنے تک تحدید[۳۵]۔

لیکن اگر فرق بہت زیادہ ہوتا تو اس صورت میں آپ تجارتی معاملات کے اندر اجل کے سلسلے میں نرمی نہ برتتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ ایک شخص کوئی چیز اس شرط کے ساتھ خریدے کہ اس کی حوالگی فراخی حاصل ہونے پر عمل میں آئے گی[۳۶]۔

یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ اجل کے سلسلے میں یہ مسامحت صرف بیع سلم کے اندر تھی کیونکہ بیع سلم کی مشروعیت لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر تھی' اس طرح کا معاملہ مسامحت پر مبنی ہوتا ہے.

۳۔ اجل کی بیع:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اجل کی بیع جائز نہیں تھی آپ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کا کسی کے ذمہ واجب الادا دین تھا اور دین کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر تھی' پھر قرض خواہ نے یہ کہا کہ اگر مدیون اس کا دین مذکورہ اجل سے پہلے معجل صورت میں ادا کردے تو وہ اس کے بدلے دین کا ایک حصہ معاف کردے گا. حضرت ابن عمرؓ نے اس صورت کو مکروہ قرار دیتے ہوئے اس سے منع کر دیا۔[۳۷]

(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزج)

۴۔ بیع سلم کی اجل:

(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کے جز "ی" کا جز ۴)

ایلاء کے اندر اجل (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲)
عدت کی انتہاء کی اجل (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳)
مفقود کی اجل چار سال ہے۔(دیکھئے مادہ مفقود نمبر ۳)

احتباء (پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ لینا)

۱۔ تعریف:

اس طرح بیٹھنے کو احتباء کہتے ہیں کہ بیٹھنے والا اپنے دونوں گھٹنے کھڑے رکھ کر انہیں اپنے بازوؤں کے ذریعے پنڈلیوں سے ملالے۔

۲۔ احتباء کا حکم:

حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن خطیب کے خطبے کے دوران احتباء کو مباح قرار دیتے تھے۔ [۳۸] آپ خود جمعہ کے دوران احتباء کرتے [۳۸ ب]۔ نیز فجر کی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد بھی احتباء کو مباح سمجھتے تھے اور خود بھی ایسا کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ تکلم نمبر ۱)

احتجام (سینگی لگوانا):

(دیکھئے لفظ حجامتہ)

احتراف (کوئی حرفت یعنی ہنر حاصل کرنا)

۱۔ تعریف: کسی ہنر مندی کے اندر انسان اگر مہارت حاصل کرلے اور اس پر جما رہے نیز اسے اپنا ذریعہ معاش بنالے تو اسے احتراف کہیں گے۔ [۳۹]

۲۔ حرفتوں یعنی ہنر مندیوں کی انواع

حضرت ابن عمرؓ ہنر مندیوں کی دو قسمیں کرتے تھے۔ شریفانہ ہنر مندی اور گھٹیا ہنر مندی، درج ذیل امور آپ کی نظروں میں گھٹیا ہنر مندیاں ہیں۔

الف۔ ہر ایسی حرفت جس کے عامل کو نجاستوں سے آلودہ ہونا پڑتا ہو مثلاً دباغت، غلاظتوں کی صفائی، وغیرہ [۴۰]۔ ایک شخص نے آپ سے کہا: "میں جھاڑو دینے کا کام کرتا رہا حتی کہ میں نے شادی بھی کر لی، غلام بھی آزاد کئے اور حج بھی کر لیا" آپ نے اس سے پوچھا: "تم کس چیز کی صفائی کرتے تھے؟" اس نے جواب دیا: "غلاظت کی" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تم خبیث ہو، تمہارا حج بھی خبیث ہے اور تمہارا غلام آزاد کرنا بھی خبیث ہے، تم اس کام سے نکل آؤ جس طرح اس میں داخل ہوئے تھے" [۴۰ب]۔

ب۔ ہر ایسی حرفت جس میں خودی کی تذلیل ہو مثلاً لوگوں سے صدقات وغیرہ مانگنا عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک مکاتب غلام آپ کے پاس کتابت کی قسط لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ رقم تم کہاں سے لائے ہو، اس نے جواب دیا: "میں نے لوگوں سے مانگ مانگ کر یہ رقم جمع کی ہے" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تم میرے پاس لوگوں کا میل کچیل لے کر آئے ہو اور اسے مجھے کھلانا چاہتے ہو؟" آپ نے مذکورہ رقم اسے واپس کر دی اور اسے آزاد کر دیا [۴۱]۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کا جزب)

ج۔ ہر ایسی حرفت جس کا عامل کسی حرام کام کا مرتکب ہو مثلاً زنا اور لوگوں پر ظلم، اس پر سب کا اجماع ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے (دیکھئے مادۃ اشربۃ نمبر ۳ کا جزب)

۳۔ احتراف کے آثار:

الف۔ کمائی کے اندر اس کا اثر:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ گھٹیا حرفت سے حاصل شدہ ہر کمائی خبیث ہوتی ہے۔ گزشتہ دو فقروں میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

ب۔ عقد مکاتبت کے اندر اس کا اثر:

حضرت ابن عمرؓ اپنے ایسے غلام کو مکاتب بنانا پسند نہیں کرتے تھے جسے کوئی حرفت نہ آتی ہو۔ آپ اس سے فرماتے کیا تم مجھے لوگوں کا میل کچیل (مانگے تانگے کی چیز) کھلانا چاہتے ہو" [۴۲]۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کا جزب)

ج۔ نابالغ کو خطرناک حرفتوں میں کام کرنے سے روکنا (دیکھئے مادہ حجامتہ نمبر ۲)
د۔ ایک حرفت سے دوسری حرفت کی طرف منتقل ہو جانا۔
حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص ایک حرفت اختیار کرلے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اس حرفت کے ذریعے رزق عطا نہ کرے تو اسے کسی اور حرفت کی طرف منتقل ہو جانا چاہئے۔ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص ایک چیز کا تین مرتبہ کاروبار کرے لیکن اسے کچھ حاصل نہ ہو تو وہ کوئی اور کاروبار کرلے" [۴۳]۔

احتکار (ذخیرہ اندوزی کرنا)

۱۔ تعریف: کسی مال کو نرخ تیز ہو جانے کے قصد سے ذخیرہ کرلینا احتکار کہلاتا ہے جب کہ اس ذخیرہ اندوزی سے عوام الناس کو نقصان پہنچے۔

۲۔ احتکار کا حکم

احتکار حرام ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے عوام الناس کو نقصان پہنچتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ذخیرہ اندوزی گناہ ہے" نیز فرمایا: "ذخیرہ اندوزی صرف وہی شخص کرتا ہے جو خطاکار یا سرکش ہے" [۴۴]۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کے جز ۲ کا جز الف)

احتیاط (احتیاط کرنا)

۱۔ تعریف:

معاملات کے اندر گناہ کے اعتبار سے بعید ترین صورت کو اختیار کرنا احتیاط کہلاتا ہے۔

۲۔ احتیاط کا حکم۔

احتیاط تقویٰ کا ایک باب ہے اور معاملات کے اندر اسے صرف قوی شخص اپنا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ عمل کے اندر اسے مستحسن سمجھا جاتا ہے' فتوے کے اندر نہیں' حضرت ابن عمرؓ نے احتیاط کو اپنا لائحہ عمل بنا رکھا تھا آپ فرماتے تھے: "مجھے یہ بات بہت اچھی لگتی ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان حرام کا پردہ حائل ہو" [۴۵]۔ یہی وجہ

ہے کہ آپ اپنی زمینیں اجارے پر دینے سے باز رہتے تھے لیکن اس کا فتویٰ نہیں دیتے تھے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جز الف)

۳۔ فقہ ابن عمرؓ کے اندر احتیاط کا پہلو:

حضرت ابن عمرؓ اپنے تمام معاملات میں احتیاط کا طریقہ اختیار کرتے تھے' اور کوئی معاملہ شاذ و نادر ہی اس دائرے سے خارج رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے متعلق شدت پسندی کی بات مشہور ہوگئی تھی۔ اگر ہم ان مسائل کا استقراء کرنا چاہیں جن کے اندر آپ نے احتیاط برتا تھا تو بات طویل ہو جائے گی۔ ہمارے لئے درج ذیل مسائل کا ذکر ہی کافی ہے۔

حقوق اللہ کے بارے میں احتیاط کا پہلو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے بھاگے ہوئے غلام پر بھی حدود قائم کرنے کا قول کیا تھا (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۳)

آپ نے زمین کے اجارے کے عدم جواز کا قول کیا تھا (دیکھئے مادہ اجارہ نمبر ۲ کا جز الف)

آپ نے فرمایا تھا کہ ادائیگی میں تعجیل کے بالمقابل دین کا کوئی حصہ ساقط نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۳)

آپ گھٹیا حرفتوں سے حاصل شدہ کمائی سے گریز کرتے تھے (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲) احرام کی حالت میں آپ ایسا سرمہ لگانے سے بھی پرہیز کرتے جس میں خوشبو والی کوئی چیز نہ ہوتی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۴)

اگر قربانی کے جانور کو ذبح ہوئے تین دن ہو جائے تو اس کا گوشت کھانے سے بھی پرہیز کرتے (دیکھئے مادہ ادخار نمبر ۲)

اگر پانی موجود نہ ہوتا تو آپ ہمبستری کرنے سے پرہیز کرتے (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۲)

احداد (سوگ کرنا)

دیکھئے لفظ حداد

احرام (احرام باندھنا):

۱۔ تعریف:

احرام مخصوص حرمات کے اندر داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ احرام کی ابتداء کی تکمیل نیت اور تلبیہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

۲۔ احرام کب واجب ہوتا ہے:

احرام حج اور عمرہ کے لئے واجب ہوتا ہے۔ حج اور عمرہ کے سوا کسی اور مقصد کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی خاطر واجب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے مکہ مکرمہ میں قیام کیا پھر مدینہ منورہ کے ارادے سے چل پڑے۔ جب آپ قدید کے مقام پر پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کی بنی امیہ کی سرکاری فوجیں مدینہ منورہ میں داخل ہو گئی ہیں۔ آپ نے یہ سن کر وہاں جانا پسند نہیں کیا اور مکہ واپس آگئے اور احرام کے بغیر مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے [۴۶]۔ آپ اپنے غلاموں کو احرام کے بغیر حرم میں لے آتے' ان غلاموں سے خدمت لینا مقصود ہوتا [۴۷]۔

۳۔ احرام کے مواقیت:

الف۔ اصول یہ ہے کہ آفاقی (حدود حرم سے باہر کا شخص) میقات سے احرام باندھے۔ حرم میں داخل ہونے کے ارادے سے آنے والے شخص کی آمد کی جہت کے اختلاف سے مواقیت کے اندر اختلاف ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے ان مواقیت کے بارے میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "حضور ﷺ نے فرمایا:" اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں گے' اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے" حضرت ابن عمرؓ نے مزید فرمایا اگرچہ میں نے خود نہیں سنا لیکن مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:" اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں گے" [۴۸]۔

جیسا کہ گزشتہ صفحے پر درج شدہ نقشے کے اندر واضح کیا گیا ہے۔ (زیر ترجمہ کتاب کے اندر مواقیت کا ایک نقشہ دیا ہوا ہے۔ مترجم)

حضرت ابن عمرؓ اہل مدینہ میں سے ہونے کی وجہ سے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا کرتے تھے۔ امام مالک نے "الموطا" کے اندر روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ

ذوالحلیفہ کی مسجد میں نماز ادا کرتے اور پھر مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہو جاتے جب سواری کا جانور اٹھ کھڑا ہوتا تو آپ احرام باندھ لیتے [۴۹]۔

ب۔ یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں میقات کے سلسلے میں اس وطن کا اعتبار ہوتا ہے جس کی طرف احرام باندھنے والے کی نسبت ہوتی ہے اس شہر کا نہیں جہاں سے وہ گزرتا ہے۔ اس لئے اہل مصر اور اہل الجزیرہ کی میقات وہی ہوگی جو اہل شام کی ہے یعنی جحفہ، بنا بریں اگر اہل مصر یا اہل الجزیرہ مدینہ منورہ سے گزریں اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ کی طرف چل پڑیں تو وہ اہل شام کی میقات جحفہ سے احرام باندھیں گے۔ اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ سے احرام نہیں باندھیں گے [۵۰]۔ حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ میں تھے آپ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تو اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ جا کر احرام باندھا اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوئے [۵۱]۔

ج۔ اگر ایک شخص میقات سے آگے بڑھ جائے اور اس کا ارادہ حج یا عمرے کا نہ ہو اور پھر وہ اس کا ارادہ کرلے تو وہ ارادے کے مقام سے احرام باندھے گا [۵۲]۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے فرع کے مقام سے احرام باندھا تھا [۵۳]۔ زرقانی نے "الموطا" کی شرح میں کہا ہے: "ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ علماء کے نزدیک حضرت ابن عمرؓ کی اس فعل کی تاویل یہ ہے کہ آپ احرام کے ارادے کے بغیر میقات سے گزر گئے تھے اور پھر آپ کا ارادہ ہوگیا تو آپ نے مذکورہ مقام سے احرام باندھ لیا یا یہ کہ آپ مکہ معظمہ سے یا کسی اور جگہ سے فرع کے مقام پر آئے تھے اور یہاں پہنچکر آپ کا ارادہ احرام باندھنے کا ہوگیا" [۵۴]۔

د۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ کسی شخص کا اپنے گھر کے پاس سے احرام باندھنا میقات سے احرام باندھنے سے افضل ہے بشرطیکہ مسافت بعید نہ ہو حضرت ابن عمرؓ نے حکمین کے فیصلے کے سال بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھا [۵۵]۔ (جس سال حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان خلافت کا جھگڑا حکمین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کے ذریعے نمٹایا گیا تھا اسے حکمین کے فیصلے کا سال کہتے ہیں۔ مترجم) اگر مسافت طویل ہو تو پھر میقات سے احرام

باندھنا افضل ہو گا کیونکہ گھر کے پاس سے احرام باندھنے میں یہ خطرہ ہو گا کہ محرم کو کوئی ایسی صورت حال پیش نہ آجائے جو اس کے احرام کو فاسد کر ڈالے۔ عمارہ بن زاذان سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص سمرقند سے یا اپنی میقات سے یا بصرہ یا کوفہ سے احرام باندھتا ہے" آپ نے جواب میں فرمایا: "ایسی صورت میں تو ہم مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے "[۵۶]۔ یعنی مسافت طویل ہونے کی صورت میں اپنے گھر کے پاس سے احرام نہیں باندھنا چاہئے (مترجم)

ھ۔ اہل مکہ اور حج تمتع کرنے والے مکہ مکرمہ سے احرام باندھیں گے۔ حج کے لئے احرام باندھنے کا افضل وقت یوم الترویہ (ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ) ہے۔ حضرت ابن عمرؓ مکہ میں قیام کی صورت میں ساتویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے تھے لیکن آپ نے جلد ہی یہ طریقہ ترک کر دیا کیونکہ آپ کی رائے یہ نہ تھی کہ احرام باندھنے کے بعد محرم اپنے اہل خانہ کے پاس دن یا رات گزارے۔ آپ نے ساتویں تاریخ کو احرام باندھنے کا طریقہ چھوڑ دیا اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ یوم الترویہ کو ظہر کی نماز کے بعد احرام باندھ کر فوراً منیٰ روانہ ہو جاتے۔ ابن حزم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک سال ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی مسجد حرام سے احرام باندھ لیا۔ دوسرے سال بھی آپ نے ایسا ہی کیا لیکن تیسرا سال ہوا تو آپ نے یوم الترویہ کو احرام باندھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا: "میں اہل مدینہ میں سے ہوں اس لئے مجھے یہ بات اچھی لگی کہ اہل مدینہ کے احرام کے ساتھ احرام باندھوں، پھر جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں احرام کی حالت میں اپنے اہل خانہ کے پاس آتا جاتا ہوں، یہ بات ٹھیک نہیں تھی کیونکہ محرم جب احرام باندھ لے تو پھر آگے چل پڑے" مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ آپ کونسا دن بہتر سمجھتے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: "یوم الترویہ"[۵۷]۔ بغوی نے "شرح السنہ" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ یوم الترویہ کو ظہر کی نماز ادا کرتے اور سواری پر سوار ہو جانے پر تلبیہ کہتے[۵۸]۔

۴۔ ایک شخص کس طرح محرم بنتا ہے؟

ایک شخص نیت کے ذریعے محرم بن جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ حج یا عمرہ کے احرام کی نیت بلند آواز سے ظاہر کرنے کو بدعت سمجھتے تھے' آپ نے ایک شخص کو "لبیک بحجه" (حج کے احرام کا تلبیہ) بلند آواز سے کہتے سنا تو اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: "کیا تم اللہ کو اپنے دل کی بات معلوم کرا رہے ہو" [۵۹]۔ احرام پر دلالت کرنے والی باتوں مثلاً قربانی کے جانور کے گلے میں پٹے ڈالنے کے ذریعے بھی ایک شخص محرم بن جاتا ہے' آپ نے فرمایا: "جس شخص نے ہدی یعنی قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ وغیرہ ڈال دیا اس نے احرام باندھ لیا" [۶۰]۔

۵۔ سنن احرام:

جو شخص احرام باندھنا چاہے اس کے لئے درج ذیل امور سرانجام دینا مسنون ہے۔

الف۔ طہارت۔ اگر ایک شخص احرام باندھنا چاہے تو اس کے لئے غسل کرنا مسنون ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "احرام باندھنے کا ارادہ کرنے پر غسل کرنا لینا سنت ہے" [۶۱]۔ اگر غسل کرنا ممکن نہ ہو تو وضو کر لینا چاہئے۔ حضرت ابن عمرؓ احرام باندھنے سے قبل بعض دفعہ غسل کر لیتے اور بعض دفعہ وضو پر اکتفا کرتے [۶۳]۔ احرام کے لئے طہارت کا حکم سنت کا درجہ رکھتا ہے اس لئے ترک طہارت جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے مسلمانوں کی خانہ جنگی کے سال اسے ترک کیا تھا۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مذکورہ سال کے اندر اپنی قمیص اتار دی اور تلبیہ کہنا شروع کر دیا اور غسل نہیں کیا [۶۴]۔

ب۔ خوشبو نہ لگانا: حضرت ابن عمرؓ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مکروہ تصور کرتے تھے اس لئے کہ احرام باندھنے کے بعد اس خوشبو کا اثر باقی رہ جاتا۔ آپ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو پندرہ دن پہلے ہی سے کپڑوں میں خوشبو لگانا ترک کر دیتے [۶۵]۔ محمد بن المنتشر کہتے ہیں کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں

دریافت کیا جو خوشبو لگاتا ہے اور پھر احرام باندھ لیتا ہے۔" آپ نے جواب دیا:" میں پسند نہیں کرتا کہ میں احرام کی حالت میں ہوں اور میرے بدن سے خوشبو پھوٹ رہی ہو' اپنے جسم پر قطران (کولتار کی مانند ایک چیز جو بعض درختوں سے حاصل شدہ مواد سے تیار کی جاتی ہے) مل لینا مجھے اس کام سے زیادہ پسندیدہ ہے" محمد بن المنتشر مزید کہتے ہیں کہ:" میں حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیا اور انہیں ابن عمرؓ کا قول سنایا حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا:" میں نے حضور ﷺ کے جسم مبارک کو احرام کے وقت خوشبو سے معطر کیا تھا اس کے بعد آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس گئے اور پھر احرام باندھ لیا"

[۶۶] ۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:" میں اپنے والد کے پاس بیٹھا تھا' میں نے ایک شخص کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور اسے حضرت عائشہ ؓ کے پاس احرام کے وقت خوشبو لگانے کا مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا۔ مجھے حضرت عائشہ ؓ کا قول معلوم تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ میرے والد بھی یہ قول سن لیں۔ میرا قاصد واپس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ:" احرام کے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ جتنی مرضی خوشبو لگا لو" یہ سن کر میرے والد خاموش رہے"[۶۷]۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عائشہ ؓ کا قول سن کر اپنی رائے تبدیل کر لی تھی۔ اس پر دو باتیں دلالت کرتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت عائشہ ؓ کا قول سن کر آپ خاموش رہے تھے اور دوم وہ روایت جسے عیینہ نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے نقل کی ہے کہ:" نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے روکتا ہوں"[۶۸]۔

ج۔ دو رکعت نماز احرام کی سنت ہے:

جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے اس کے لئے احرام سے قبل دو رکعت نماز ادا کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ؐ ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر جب آپ کی ناقہ مسجد ذی الحلیفہ کے پاس آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ بلند آواز سے تلبیہ کہتے[۶۹]۔

ان دو رکعتوں کی بجائے احرام باندھنے والا جو نماز بھی پڑھ لے اس کے لئے کافی

ہوگی۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد احرام باندھتے تھے (دیکھئے اسی دفعہ کے نمبر ۳ کا جزء ھ)

د۔ تلبیہ:

محرم جب سواری پر سوار ہو جائے اور سواری اسے لے کر چل پڑے تو وہ تلبیہ شروع کر دے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو جب اونٹنی لے کر چل پڑتی تو آپ تلبیہ کہنا شروع کر دیتے [۷۰]۔ محرم بلند آواز سے تلبیہ پڑھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ باآواز بلند تلبیہ پڑھتے تھے اور پھر مقام روحاء تک پہنچتے پہنچتے آپ کی آواز مدھم پڑ جاتی [۷۱]۔ بکر بن عبداللہ المزنی نے کہا ہے کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو باواز بلند تلبیہ کہتے ہوئے سنا تھا حتی کہ میں پہاڑوں کے درمیان آپ کی آواز کی گونج سن رہا تھا" [۷۲]۔ آپ فرماتے: "لوگو! بلند آواز سے تلبیہ پڑھو" [۷۳]۔

البتہ عورت بلند آواز سے تلبیہ نہیں پڑھے گی۔ [۷۴] کیونکہ تمام احوال کے اندر عورت کے سلسلے میں پردہ پوشی کی رعایت کی جاتی ہے اور آواز بلند کرنا پردہ پوشی کے اندر مخل ہوتا ہے۔

۶۔ محرم کو کن امور سے باز رہنا چاہئے اور کن امور سے باز نہیں رہنا چاہئے:

الف۔ محرم کا لباس

۱۔ محرم سلا ہوا کوئی لباس نہیں پہنے گا۔ کیونکہ یہ لباس عیش و عشرت کی نشانی ہے۔ مثلاً قمیص، عمامہ، شلوار اور لمبی ٹوپی وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ سے محرم کے لباس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "محرم نہ تو قمیص پہنے گا، نہ عمامہ، نہ ٹوپی اور نہ ہی شلوار" [۷۵]۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مکروہ سمجھتے تھے کہ محرم قمیص کو چادر کی طرح اپنے جسم پر ڈال لے [۷۶]۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے سردی محسوس کی اور جسم پر کوئی کپڑا ڈال دینے کے لئے کہا، میں نے آپ کے جسم پر لمبی ٹوپی ڈال دی۔ آپ نے فرمایا: "تم مجھ پر یہ کپڑا ڈالتے ہو حالانکہ حضور ﷺ نے محرم کو اسے پہننے سے منع فرمایا ہے" [۷۶ ب]۔

اس حکم سے عورت مستثنیٰ ہے وہ سلا ہوا کپڑا مثلاً شلوار وغیرہ جو چاہے پہن سکتی ہے [۷۷]۔

۲۔ موزے سلے ہوئے کپڑوں میں داخل ہیں اس لئے محرم ان سے پرہیز کرے گا۔ البتہ اگر اسے موزوں کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو تو انہیں ٹخنوں کے نیچے سے قطع کرکے پہن لے گا۔ درج بالا حدیث میں حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ "نہ ہی وہ یعنی محرم موزے پہنے گا۔ البتہ اگر اسے جوتے میسر نہ ہوں تو انہیں اوپر سے اس قدر کاٹ دے کہ ٹخنوں کے نیچے تک رہ جائیں" حضرت ابن عمرؓ بھی یہی حکم دیتے تھے [۷۸]۔ حضرت ابن عمرؓ محرم کے لئے موزے پہننے کی ممانعت کے حکم کو مرد اور عورت دونوں کے لئے عام رکھتے تھے۔ پھر آپ نے یہ حدیث سنی کہ حضور ﷺ نے عورت کو موزے پہننے کی اجازت دی ہے اور پھر تعمیم کی رائے سے رجوع کر لیا۔ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ احرام والی عورت کے لئے بھی موزے کاٹ لینا ضروری سمجھتے تھے۔ پھر آپ کو صفیہ بنت ابی عبید نے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے بیان کیا تھا کہ حضور ﷺ نے موزے پہننے کے سلسلے میں عورتوں کو رخصت دی ہے' یہ حدیث سن کر آپ نے اپنی رائے ترک کر دی [۷۹]۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ محرم اپنے کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر گرہ ڈال لے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "میں حالت احرام میں اپنے کپڑے کو پشت کی جانب سے جسم پر ڈال کر اس کے دونوں کناروں کو ملا کر گرہ ڈال دیتا ہوں کیا یہ درست ہے؟" آپ نے جواب میں فرمایا: "تم حالت احرام میں اپنے کسی کپڑے کو گرہ نہ ڈالو" [۸۰]۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ کی سعی کے دوران اپنے پیٹ کو کپڑے سے باندھ لیا کرتے تھے [۸۱]۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے احرام کی حالت میں اپنی کوکھ عمامے سے باندھ رکھی تھی [۸۲]۔ اس سلسلے میں نافع نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے جسم پر کپڑا نہیں باندھا تھا' بلکہ کپڑے کا کنارہ اپنے ازار کے ساتھ کھونس لیا تھا" [۸۳]۔

۴۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو بھی مکروہ سمجھتے تھے کہ محرم اپنی کمر[۸۴]۔ پٹی یا ہمیان کے ذریعے باندھ لے[۸۵]۔ بشرطیکہ پٹی یا ہمیان میں اس کی رقم نہ رکھی ہوئی ہو۔ اگر رقم رکھی ہو تو آپ اسے کمر سے باندھنے کی رخصت کر دیتے تھے[۸۶]۔

۵۔ آپ اس بات کو بھی مکروہ تصور کرتے تھے کہ محرم اپنا سر کسی تسمے یا کپڑے کے ٹکڑے سے باندھ لے۔ آپ نے فرمایا "محرم اپنا سر کسی تسمے یا کپڑے سے نہیں باندھے گا[۸۷]۔ اگر ایسا کر لے تو اس پر کوئی فدیہ عائد نہیں ہو گا[۸۸]۔

ب۔ محرم اپنے جسم کا کون سا حصہ کھلا رکھے:

ا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: "مرد کا احرام اس کے سر میں ہوتا ہے"[۸۹]۔ یعنی مرد محرم اپنا سر نہیں ڈھانپے گا۔ البتہ عورت اپنا سر ڈھانپ سکتی ہے۔

۲۔ احرام کے اندر چہرہ نہیں ڈھانپا جائے گا۔ اس حکم میں مرد اور عورت دونوں یکساں ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ٹھوڑی کے اوپر سے لیکر سر تک محرم نہیں ڈھانپے گا"[۹۰]۔ اگر وہ مجبور ہو کر ایسا کر لے تو اس پر فدیہ عائد ہو جائے گا[۹۱]۔

عورت کے بارے میں آپ نے فرمایا: "احرام والی عورت نقاب نہیں ڈالے گی"[۹۲]۔ محمد بن المنکدر نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک محرم عورت کو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکائے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اسے فرمایا: "اپنا چہرہ کھول دو اس لئے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہوتا ہے"[۹۳]۔

۳۔ عورت احرام کی حالت میں اپنے دونوں کف دست کھلا رکھے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے محرم عورت کے لئے دستانے پہننا مکروہ سمجھا ہے۔ آپ نے فرمایا: "محرم عورت نقاب نہیں ڈالے گی اور نہ ہی دستانے پہنے گی"[۹۴]۔

ج۔ محرم کا دھوپ سے سایہ حاصل کرنا:

حضرت ابن عمرؓ اس بات کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ محرم دھوپ سے کسی چیز کا سایہ حاصل کرے۔ عطاء نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عمر بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کے کجاوے پر ایک لکڑی دیکھی جسے انہوں نے دھوپ سے بچنے کے لئے لگا رکھی

تھی' آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا [۹۵]۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے حالت احرام میں اپنے اونٹ پر سواری کے دوران دھوپ کے سائے کے لئے کوئی چیز تان رکھی ہے' آپ نے اس سے فرمایا: "جس ذات کے لئے تم نے احرام باندھا ہے اس کے سامنے سائے سے نکل آؤ" [۹۶]۔

د۔ مختلف رنگوں کے احکام:

محرم کے لئے رنگ دار کپڑا پہننا مباح ہے اسی طرح رنگ آمیز کھانا کھانا بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "زرد رنگ سے رنگا ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو" [۹۷]۔ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ والے کچھ لوگوں نے گلابی رنگ کا کپڑا پہن کر احرام باندھا آپ نے انہیں منع نہیں کیا [۹۸]۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی بیویاں حالت احرام میں زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں [۹۹]۔ آپ فرماتے: "عورت احرام کے اندر جس رنگ کا کپڑا پہننا چاہے پہن سکتی ہے خواہ زرد رنگ کا کپڑا ہو یا ریشمی کپڑا" [۱۰۰]۔ رنگ آمیز کھانا تناول کرنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: "خبیص (کھجور اور گھی سے بنا ہوا حلوہ) اور زرد رنگ کے خشک نان میں کوئی حرج نہیں اسے محرم کھا سکتا ہے" [۱۰۱]

رنگوں میں سے صرف وہی رنگ مستثنیٰ ہے جس کی کوئی بو ہو مثلاً ورس (ایک قسم کی گھاس سے حاصل شدہ رنگ) اور زعفران۔ اس میں رنگا ہوا کپڑا محرم کے لئے پہننا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس بارے میں نص موجود ہے [۱۰۲]۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: "ایسے کپڑے نہ پہنو جس میں ورس یا زعفران لگا ہو" [۱۰۳]۔

ھ۔ زیب و زینت:

یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ محرم عورت کے لئے زیب و زینت کو مباح قرار دیتے تھے' محرم مرد کے لئے اس کو مباح نہیں سمجھتے تھے' اس سلسلے میں آپ سے جو اقوال منقول ہیں یہاں ہم ان کا ذکر کریں گے۔

۱۔ زیور: حضرت ابن عمرؓ محرم عورت کے لئے زیور پہننا مباح قرار دیتے تھے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ آپ کی بیویاں اور بیٹیاں حالت احرام میں زیورات پہنی ہوتیں [۱۰۴]۔

۲۔ مہندی: عورت کے لئے حالت احرام میں ہاتھوں پر مہندی لگانا جائز ہے [۱۰۵]۔ احرام اس کے لئے مانع نہیں ہے۔

۳۔ تیل لگانا: جو شخص احرام باندھنا چاہے اس کے لئے احرام باندھنے سے کچھ پہلے بغیر خوشبو والا تیل لگانا جائز ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ جب مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا ارادہ کرتے تو ایسا تیل استعمال کر لیتے جس میں کوئی خوشبو نہ ہوتی اور پھر مسجد ذی الحلیفہ آجاتے اور نماز ادا کرنے کے بعد سواری پر سوار ہو جاتے اور جب سواری آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھ لیتے [۱۰۶]۔

احرام باندھنے کے بعد تیل لگانا: حضرت ابن عمرؓ کو سر درد کی شکایت ہوگئی آپ احرام کی حالت میں تھے لوگوں نے کہا کہ ہم گھی سے آپ کے سر کی مالش کر دیتے ہیں، آپ نے انکار کیا، انہوں نے کہا کہ کیا آپ گھی کھاتے نہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "گھی کھانا گھی لگانے کی طرح نہیں ہے" [۱۰۷]۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مکروہ سمجھتے تھے کہ محرم گھی کے ذریعے اپنے ہاتھ کی بیماری کا علاج کرے [۱۰۸]۔

۴۔ سرمہ لگانا: اگر محرم ایسا سرمہ لگالے جس میں کسی خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے دوا کے طور پر سرمہ لگایا ہو یا یونہی لگایا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "محرم جو سرمہ چاہے لگا سکتا ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو اور خواہ وہ آشوب چشم کی وجہ سے یہ سرمہ لگائے یا آشوب چشم کے بغیر لگائے [۱۰۹]۔

یعنی آشوب چشم کے بغیر بھی اس کے لئے سرمہ لگانا جائز ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے امام بغوی نے کہا ہے: "محرم چاہے جو بھی سرمہ لگائے اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ سرمے کے اندر خوشبو نہ ہو اور خواہ وہ آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے یہ سرمہ لگائے یا بیماری کے بغیر لگائے" [۱۱۰]۔ اگر سرمے کے اندر

یا کسی دوا کے اندر خوشبو کی ملاوٹ ہو تو محرم اسے دوا کے طور پر استعمال کرنے سے بھی باز رہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "محرم خوشبو ملے ہوئے سرمے کا استعمال نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے بطور دوا کام میں لائے گا"[۱۱۱]۔ آپ نے فرمایا: "محرم جو دوا چاہے استعمال کرے لیکن وہ خوشبو والی دوا استعمال نہیں کرے گا"[۱۱۲]۔ حضرت ابن عمرؓ سرمہ لگانے سے پرہیز کرتے تھے خواہ دوا کے طور پر کیوں نہ ہوتا۔ اگر سرمہ لگاتے بھی تو خوشبو سے پاک سرمہ لگاتے۔ اگر آپ کو احرام کی حالت میں آنکھوں کی تکلیف ہو جاتی تو آنکھوں میں برف کے قطرے ٹپکا لیتے"[۱۱۳]۔

و۔ نظافت:

صفائی اور نظافت کے طریقے استعمال کرنا محرم کے لئے مباح ہے مثلاً اپنا جسم دھونا وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم پانی کے ذریعے غسل کر لے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "اس سے تو اس کی پراگندگی اور بڑھ جائے گی"[۱۱۴]۔ پھر فرمایا: "پانی سے غسل کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے"[۱۱۵]۔ عکرمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ جحفہ کے مقام پر واقع تالاب اخاذ کے اندر احرام کی حالت میں ڈبکیاں لیتے تھے[۱۱۶]۔

اسی طرح اپنے کپڑے دھونا بھی مباح ہے۔ ایک عورت نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ "میں حالت احرام میں اپنے کپڑے دھو سکتی ہوں" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کو تمہارے میل کچیل سے کیا کام"[۱۱۷]۔

اسی طرح مسواک کے ذریعے اپنے دانت صاف کرنا بھی مباح ہے۔ آپ نے فرمایا: "محرم کے لئے مسواک استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں"[۱۱۸]۔

ز۔ جسم اور سر کھجلانا:

محرم کے لئے جسم اور سر کھجلانا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں حالت احرام میں اپنا سر کھجلالوں؟ میں نے جواب دیا، اگر تم چاہو"[۱۱۹]۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: "محرم اپنا سر

کھجلا سکتا ہے بشرطیکہ وہ کوئی جاندار چیز (جوئیں وغیرہ) ہلاک نہ کرے یا اپنے سر کی کھال خون آلود نہ کرلے"[۱۲۰]۔

ح۔ آئینہ دیکھنا:

اگر محرم کسی تکلیف کی وجہ سے یا یونہی آئینہ دیکھے تو ایسا کرنا اس کے لئے مباح ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: "محرم آئینہ دیکھ سکتا ہے"[۱۲۱]۔ آپ نے خود بھی آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے آئینہ دیکھا تھا[۱۲۲]۔

ط۔ دوائی کا استعمال:

اگر ضرورت پڑ جائے تو محرم کوئی بھی دوائی استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ خوشبو آمیز دوائی استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو جائے تو اسے فدیہ دینا پڑے گا۔ زیر بحث مادہ کے نمبر۶ کے جز ھ کے جز ۴ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ محرم جو دوائی چاہے استعمال کر لے لیکن خوشبو والی دوائی استعمال نہ کرے[۱۲۳]۔ دوائی خواہ سرمہ کی صورت میں ہو (دیکھئے زیر بحث مادہ کا مذکورہ بالا جز) یا سینگی کی شکل میں یا کوئی اور صورت میں ہو اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: "محرم سینگی نہیں لگائے گا البتہ اگر ایسا کرنے پر مجبور ہو جائے اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو وہ سینگی لگا سکتا ہے"[۱۲۴]۔ آپ نے سینگی لگانے کے معاملہ میں اس لئے سخت رویہ اختیار کیا تھا کہ اس سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ اور محرم روزہ دار کی طرح ہوتا ہے' اسے ایسی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کی مدد سے وہ مناسک کی ادائیگی پر پوری طرح قدرت حاصل کرلے۔ حضرت ابن عمرؓ نے تیل لگانے کے ذریعے علاج کو بھی محرم کے لئے مکروہ سمجھا ہے اس لئے کہ اس میں بھی زیب و زینت کا پہلو ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ھ کا جز ۳)

ی۔ خوشبو لگانا:

محرم خوشبو لگانے اور خوشبو سونگھنے سے باز رہے گا خواہ یہ نباتاتی خوشبو ہو یا حیواناتی مثلاً مشک یا کاشت شدہ پودوں مثلاً نرگس اور ریحان وغیرہ سے حاصل شدہ

خوشبو۔ اگر محرم عمداً اس قسم کی خوشبو لگائے گا یا عمداً سونگھے گا تو اس پر فدیہ لازم ہو جائے گا[۱۲۵]۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ محرم کے لئے ریحان (خوشبودار پھول کا نام) سونگھنا مکروہ سمجھتے تھے[۱۲۶]۔ البتہ اگر محرم کو خوشبو از خود لگ جائے یا بلا قصد وہ خوشبو سونگھ لے تو اس پر کوئی فدیہ عائد نہیں ہوگا۔ ابو جعفر سے روایت ہے کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو کعبہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور آپ کا سینہ کعبہ کی خوشبو سے بسا ہوا تھا"[۱۲۷]۔

ک۔ گانا گانا:

محرم گانا گانے اور گانا سننے سے باز رہے گا کیونکہ یہ لہو ولعب میں شمار ہوتا ہے۔ جبکہ محرم کا دامن لہو ولعب سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس سے احرام والے کچھ افراد کا گزر ہوا۔ ان میں ایک شخص گا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تمہاری بات نہ سنے' اللہ تمہاری بات نہ سنے"[۱۲۸]۔

ل۔ عقد نکاح:

محرم اپنے لئے یا کسی اور کے لئے عقد نکاح سے باز رہے گا۔ اسی طرح اپنے لئے یا کسی اور کے لئے پیغام نکاح دینے سے بھی اجتناب کرے گا۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ: "محرم نہ تو خود نکاح کرے گا اور نہ ہی نکاح کرائے گا' اسی طرح نہ تو اپنے لئے پیغام نکاح بھیجے گا اور نہ ہی کسی اور کے لئے"[۱۲۹]۔

اگر وہ خود نکاح کرلے یا کسی کا نکاح کرائے تو یہ نکاح باطل ہوگا[۱۳۰]۔ یعنی اگر شوہر یا بیوی یا بیوی کا ولی محرم ہوگا تو یہ نکاح باطل ہو جائے گا[۱۳۱]۔

م۔ وطی اور اس کے دواعی کا حکم:

محرم اپنی بیوی یا لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے سے باز رہے گا۔ اسی طرح وطی کے دواعی مثلاً بوس وکنار' شہوت کے ساتھ مس کرنے وغیرہ سے بھی باز رہے گا۔ اگر وطی کے دواعی کا ارتکاب کرلے تو اس پر دم (جانور کی قربانی) واجب ہوگا[۱۳۱ ب]۔

اس کا احرام فاسد نہیں ہوگا۔

اگر وہ ہمبستری کر لے اور اس کا احرام حج یا عمرے کے لئے ہو تو اس کا حج اور عمرہ فاسد ہو جائے گا۔ اس پر حج کے مناسک ادا کرنے ضروری ہوں گے اور بدنہ (اونٹ یا گائے) کی قربانی واجب ہوگی اور فاسد شدہ حج کی اگلے سال قضاء لازم ہوگی۔ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' میں بھی اس کے ساتھ تھا' اس نے ایک محرم کے بارے میں مسئلہ پوچھا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لی تھی' حضرت عبداللہؓ نے جواب میں حضرت ابن عمرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ان سے جا کر مسئلہ پوچھو" شعیب کہتے ہیں کہ اس شخص کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہوئی' اس لئے میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا' حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: "تمہارا حج باطل ہوگیا" اس شخص نے پوچھا: "پھر میں کیا کروں؟" آپ نے جواب دیا: "تم دیگر لوگوں کے ساتھ نکلو اور جس طرح وہ کریں تم بھی اسی طرح کرو' پھر جب اگلا سال آجائے تو حج کرو اور قربانی کا جانور لاؤ [۱۳۲]۔ اگر تمہیں ہدی میسر نہ ہو تو حج کے دوران تین روزے رکھو اور حج سے واپس ہو کر سات روزے رکھو" [۱۳۳]۔

ن۔ شکار:

۱۔ محرم پر خشکی کا شکار بالاجماع حرام ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر۹۶ میں ارشاد باری ہے (احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم وللسیارۃ وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما تمہارے لئے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا۔ جہاں تم ٹھہرو وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لئے زاد راہ بھی بنا سکتے ہو' البتہ خشکی کا شکار' جب تک تم احرام کی حالت میں ہو' تم پر حرام کیا گیا ہے)

۲۔ شکار کیا ہے؟ حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ پالتو جانور مثلاً بکری وغیرہ۔ ب۔ وحشی جانور۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔

(i) ایسے جنگلی جانور جو اکثر احوال میں انسان پر حملہ آور ہو جاتے ہیں مثلاً شیر اور بھیڑیا اگر محرم ان جانوروں کو ہلاک کر دے تو اس پر کوئی فدیہ عائد نہیں ہوگا۔ اس سلسلے

میں حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ : "پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں ہلاک کر دینے میں محرم پر کوئی گناہ نہیں ہے. کوا' چیل ' چوہا' بچھو اور باؤلا کتا"۔[۱۳۴] ان میں حضرت ابن عمرؓ کے ایک قول کے مطابق یہ جانور بھی شامل ہیں' سانپ' چھپکلی' مچھراور جوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے احرام کی حالت میں اس کوے پر تیر چلا دیا تھا جو آپ کے اونٹ کی پشت پر آکر بیٹھ گیا تھا۔[۱۳۵]

آپ نے فرمایا: "محرم چوہے' بچھو' چیل' باؤلے کتے اور سانپوں کو ہلاک کر دے۔ سوائے بڑے سانپوں کے"۔[۱۳۶]

آپ نے احرام کی حالت میں ایک چیل کو اپنے اونٹ کے دبر پر دیکھا تو تیر کمان اٹھا کر اسے نشانہ بنایا[۱۳۷]۔ آپ نے ایک بچھو دیکھ کر اس پر اپنا جوتا دے مارا[۱۳۸]۔ چھپکلی کے بارے میں آپ نے فرمایا: "حل اور حرم دونوں جگہ چھپکلی کو ہلاک کرو کیونکہ یہ شیطان ہے۔"[۱۳۹]

ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے حالت احرام میں ایک جوں کو ہلاک کر دیا ہے " آپ نے فرمایا: "یہ سب سے معمول مقتول ہے۔"[۱۴۰] ابن البیلمانی کہتے ہیں کہ : " میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ آپ میرے سہارے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آکر پوچھنے لگا کہ :" آپ اس محرم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے ایک جوں مار ڈالا ہے" آپ نے جواب میں فرمایا:" وہ ایک اونٹ کی قربانی دے"۔ ابن البیلمانی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا جواب سن کر میں ہنس پڑا' آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:" مجھے ملامت نہ کرو' یہ مجھ سے جوں کا مسئلہ پوچھتا ہے حالانکہ اس کے علاقے کا آدمی اپنے بھائی پر تلوار لے کر جھپٹ پڑتا ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ :"اہل عراق مجھ سے جوں کا مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے حسین بن فاطمہ کو قتل کیا ہے۔"[۱۴۱] ایک عورت آپ کے پاس آئی اور پوچھا:" میں نے حالت احرام میں ایک جوں مار دیا ہے' اس کا کیا کفارہ ہے؟" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:" ہم جوں کو شکار میں شمار نہیں کرتے" اس عورت نے دوبارہ سوال کیا اور آپ نے پہلا جواب دہرا دیا۔ تیسری مرتبہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا:" ایک بکری ایک جوں

سے بہتر ہے"[۱۴۲]۔ ایک محرم نے اپنا سر صاف کرتے ہوئے جوں مار ڈالا' آپ نے اس سے فرمایا:"یہ سب سے معمولی مقتول ہے"[۱۴۳]۔ مچھر کے بارے میں آپ نے فرمایا:"مچھر کو ہلاک کردو"[۱۴۴]۔

(ii) ایسے جنگلی جانور جو اکثر احوال میں انسان پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ ایسا کوئی جانور اگر محرم پر حملہ آور ہو جائے اور اسے ہلاک کئے بغیر اس سے جان چھڑانا مشکل ہو تو اسے ہلاک کر دینا جائز ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"درندہ تمہارے ساتھ جو کرنا چاہتا ہو تم اس کے ساتھ وہی کرو"[۱۴۵]۔ یعنی اسے ہلاک کردو۔ اسی طرح اگر محرم ایسے جانور کو اپنے پاس سے بھگا دینے کی قدرت رکھتا ہو تو اسے ہلاک کرنا اس کے لئے حلال نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"اگر جانور کسی اور کو نقصان پہنچائے تو تم اسے ہلاک نہ کرو"[۱۴۶]۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے اونٹ سے چیچڑی اور حلمہ (جونک) دور کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے[۱۴۷]۔ تاہم ابن حزم نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اپنے اونٹ سے چیچڑی دور کر دیتے تھے[۱۴۸]۔ ابن حزم نے آپ سے اس روایت کو درست قرار دیا ہے۔[۱۴۹]۔

جو شخص ان جانوروں کی ایذا رسانی کو انہیں ہلاک کئے بغیر دور کر سکتا ہو اس کے لئے ان جانوروں کو ہلاک کرنے کی عدم حلت کا مسئلہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت سے ماخوذ ہے جس کے مطابق آپ نے محرم کے لئے جوں ہلاک کرنا مباح قرار نہیں دیا ہے۔ کیونکہ محرم ایسے جانور کو ہلاک کئے بغیر اس کی اذیت کو اپنی ذات سے دفع کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر محرم کوئی جوں مار ڈالے تو مٹھی بھر گندم یا روٹی کا ایک ٹکڑا صدقہ کردے۔ ابن ابی شیبہ نے جوں کے بارے میں روایت کی ہے کہ "جوں ہلاک کرنے والا محرم روٹی کا ٹکڑا یا ایک مٹھی طعام صدقہ کرے گا"[۱۵۰]۔

اگر جانور انسان پر حملہ آور نہ ہوتا ہو تو اسے ہلاک کرنا حلال نہیں ہو گا۔ اگر محرم ایسے جانور کو ہلاک کرے گا تو اس پر اس کا بدلہ لازم ہو جائے گا۔ اگر جنگلی جانور پالتو جانور بن جائے تو یہ بات اسے اس کی اصلیت سے خارج نہیں کرے گی مثلاً پرندے اور ہرنیاں۔ انہیں ذبح کرنا انہیں شکار کرنے کے مترادف ہو گا[۱۵۱]۔

۳۔ جزاء یعنی بدلہ واجب کر دینے والا شکار:

الف۔ اگر شکار حرم کے اندر کیا گیا ہو تو بدلہ واجب ہو جائے گا خواہ آلہ شکار حرم کے اندر سے چلایا گیا ہو یا حرم کے باہر یعنی حل سے۔ اسی طرح اگر آلہ شکار حرم کے اندر سے چلایا گیا ہو تو بھی بدلہ واجب ہو گا خواہ شکار حرم کے اندر ہوا ہو یا حرم سے باہر۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر شکاری نے حرم کے اندر شکار پر اپنا کتا چھوڑا ہو اور کتے نے حل کے اندر شکار پکڑا ہو تو وہ کفارہ ادا کرے گا۔ اسی طرح اگر اس نے حل سے کتا چھوڑا ہو اور کتے نے حرم کے اندر شکار پکڑا ہو تو بھی وہ کفارہ ادا کرے گا" [۱۵۲]

ب۔ بدلہ اس صورت میں بھی واجب ہو گا جب محرم نے خود شکار پکڑا ہو یا شکار کی نشاندہی کی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "محرم نہ تو شکار کی طرف اشارہ کرے گا اور نہ ہی شکار کی نشاندہی کرے گا" [۱۵۳]۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہو گا جب محرم شکار کے قتل کا سبب بنا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک محرم کے بارے میں فتوی دیا تھا جس نے مکہ مکرمہ کے تین کبوتروں کو اپنے مکان میں بند کر دیا تھا اور پھر عرفات و منیٰ کی طرف چلا گیا تھا اور جب وہ وہاں سے واپس آیا تو یہ کبوتر مر چکے تھے' آپ نے اس پر تین بکریوں کا فدیہ واجب کر دیا تھا [۱۵۴]۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے مکروہ قرار دیا تھا کہ محرم حل کے اندر شکار پکڑ کے اسے حرم کے اندر لا کر ذبح کر ڈالے۔ ایسا کرنے پر اسے بدلہ دینا پڑے گا [۱۵۵]۔ یا یہ کہ کوئی اور شخص حل سے شکار پکڑ کے حرم میں اسے لے آئے اور پھر ذبح کرنے کے لئے اسے محرم کے حوالے کر دے اور محرم اسے حرم کے اندر ذبح کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ کو ہدیہ کے طور پر چند زندہ ہرنیاں دی گئیں۔ آپ نے انہیں واپس کرتے ہوئے فرمایا: "اس نے ان ہرنیوں کو حرم میں داخل ہونے سے پہلے کیوں نہیں ذبح کیا' جب یہ ہرنیاں اپنے امن کی جگہ یعنی حرم میں داخل ہو گئیں تو اس نے انہیں ہدیہ کے طور پر میری طرف بھیج دیا مجھے ایسے ہدیے کی کوئی ضرورت نہیں ہے" [۱۵۶]۔

۴۔ بدلے کا اندازہ لگانے کی کیفیت:

الف۔ شکار شدہ جانور کو دیکھا جائے گا۔ اگر مویشیوں کے اندر اس کی مثل موجود ہو گی تو

شکاری پر شکار کی مثل مویشی واجب ہو جائے گا [۱۵۷]۔ اگر مذکورہ شکار کی کوئی مثل مویشیوں کے اندر موجود نہ ہو یا شکاری کو یہ مثل دستیاب نہ ہو سکے تو دو عادل شخص اس مثل کی قیمت لگائیں گے اور پھر اس قیمت کے بدلے طعام خرید کر حرم کے فقراء پر صدقہ کر دیا جائے گا اگر شکار فقیر ہو اور اس کے پاس مذکورہ قیمت موجود نہ ہو تو طعام یعنی گندم کی اس مقدار کا اندازہ لگایا جائے گا جسے مذکورہ قیمت کے بدلے خریدنا ممکن ہو اور پھر شکاری ہر نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) کے بدلے ایک روزہ رکھے گا [۱۵۸]۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے رمضان کے اندر روزے کے ساتھ اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے والے کے کفارہ کے سلسلے میں ایک مد (ایک پیمانے کا نام جس کی مقدار اہل عراق کے نزدیک دو رطل اور اہل حجاز کے نزدیک ۱/۳ ۱ رطل ہے۔ ایک رطل چالیس تولے وزن کا ہے) طعام کو ایک دن کے روزے کے برابر قرار دیا تھا۔ لاحق بن حمید سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھے اور وہاں عبداللہ بن صفوان بھی تھے کہ ایک شخص آیا اور حضرت ابن عمرؓ سے کہنے لگا کہ: "میں نے شکار پکڑا ہے، آپ مجھ پر حکم عائد کر دیں" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے عبداللہ بن صفوان سے کہا: "یا تو تم حکم بتاؤ اور میں تمہاری تصدیق کر دوں یا میں حکم بیان کر دوں اور تم میری تصدیق کر دو" ابن صفوان نے جواب میں کہا: "آپ بیان کیجئے اور میں آپ کی تصدیق کروں گا" اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اس شکار کا بدلہ اس طرح ہے" یہ سن کر ابن صفوان نے آپ کی تصدیق کر دی [۱۵۹]۔ یہ حکم سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۹۵ میں ہے (یاایھاالذین امنوا لاتقتلوا الصید وانتم حرم۔ ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ماقتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبہ اوکفارۃ طعام مساکین اوعدل ذلک صیاما لیذوق وبال امرہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دنیا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا، یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا اس کے بقدر روزے

رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کیئے کا مزہ چکھے)

ب ۔ : یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ شکاری کے لئے یہ جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ وہ شکار شدہ جانور کے بدلے کا فیصلہ کرنے کے سلسلے میں دو میں سے خود ایک حکم یعنی فیصل بن جائے کیونکہ مذکورہ بالا واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فیصلہ کرنے کے اندر ابن صفوان کو اپنے ساتھ شریک کرلیا' مذکورہ شکاری کو شریک نہیں کیا۔

۵۔ شکار میں اشتراک:

اگر شکار کرنے میں کئی افراد شریک ہوں تو سب پر ایک ہی بدلہ عائد ہوگا اور وہ اس بدلے کی قیمت آپس میں تقسیم کرکے ادا کریں گے [۱۶۰]۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے غلاموں نے احرام باندھا۔ ایک بجو ان کے پاس سے گزرا' انہوں نے لاٹھیاں برسا کر اسے قتل کردیا۔ اور پھر سوچ میں پڑ گئے' مسئلہ معلوم کرنے کے لئے وہ سب حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور اور مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: "تم پر ایک مینڈھا واجب ہے"۔ انہوں نے استفسار کیا آیا ہم میں سے ہر ایک پر ایک مینڈھا واجب ہو گا۔ آپ نے فرمایا "یہ بات تمہارے لئے بہت سخت ہے' تم سب پر ایک مینڈھا واجب ہے [۱۶۱]۔

۶۔ شکار شدہ جانوروں کے بدلے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کے فیصلے

حضرت ابن عمرؓ نے شکار شدہ بہت سے جانورں کے بدلے کے سلسلے میں اپنے فیصلے دیئے تھے' ان میں سے کچھ فیصلوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

حرم کے ہر شکار شدہ کبوتر کے بدلے آپ نے بکری فدیہ دینے کا حکم دیا۔ [۱۶۲]۔ زیر بحث مادہ کے نمبر۶ کے جز "ن" کے جز ۳ کے جز "ب" میں گزر چکا ہے کہ آپ نے حرم کے تین کبوتروں کے بارے میں تین بکریاں دینے کا فیصلہ سنایا تھا۔

ایک ٹڈی کے بدلے ایک مٹھی طعام فدیہ دے طور پر دینے کا حکم دیا۔ [۱۶۳]۔ ' ایک روایت کے مطابق ایک کھجور دینے کا حکم سنایا تھا۔ [۱۶۴]۔

زیر بحث مادہ کے نمبر۶ کے جز ن کے جز ۵ میں گزر چکا ہے کہ آپ نے بجو کے بدلے

مینڈھا دینے کا فیصلہ دیا تھا۔ یہ مینڈھا وہ فدیہ ہے جس کا ذکر حضرت ابن عمرؓ نے ابن ابی شیبہ کی روایت میں کیا ہے کہ: "بجو میں بھی فدیہ ہے۔"[۱۶۵]

پہاڑی بکرے کے بدلے گائے دینے کا فیصلہ آپ نے سنایا تھا[۱۶۶]۔

کونج کے بدلے دو تہائی مد (ایک پیمانے کا نام) طعام دینے کا فیصلہ۔ آپ نے اس محرم کے بارے میں جو کونج کو ہلاک کردے فرمایا تھا کہ "اس پر دو تہائی مد واجب ہے۔ اور دو تہائی مد طعام ایک مسکین کے پیٹ میں ایک کونج سے بہتر ہے"[۱۶۷]۔

خرگوش کے بچے کے بدلے بکری کا ایک بچہ، عمرو بن حبشی کہتے ہیں کہ: "ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کسی شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا جس نے خرگوش کا بچہ قتل کر دیا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا" میری رائے میں اس کے بدلے بکری کا بچہ دیا جائے گا، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا:" کیا یہ بات اسی طرح ہے؟" میں نے عرض کیا:"آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا:" اللہ کا ارشاد ہے (یحکم به ذواعدل منکم، اس کے متعلق تم میں سے دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے)"[۱۶۸]۔

زیر بحث مادہ کے نمبر ۶ کے جز ن کے جز ۴ کے اندر گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے دو میں سے ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک جوں کے بدلے روٹی کا ٹکڑا یا مٹھی بھر طعام فدیہ دینے کا فیصلہ سنایا تھا۔

س۔ شکار کا گوشت کھانا:

۱۔ محرم ہر حالت میں شکار گوشت کھانے سے باز رہے گا[۱۶۹]۔ خواہ یہ گوشت تازہ ہو یا باسی۔ حضرت ابن عمرؓ نے محرم کے لئے شکار کا تازہ یا باسی گوشت مکروہ قرار دیا ہے۔[۱۷۰]۔ اور خواہ مذکورہ جانور محرم نے خود شکار کیا ہو یا کسی اور نے، آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ محرم شخص غیر محرم شخص کے شکار کردہ جانور کا گوشت کھائے۔[۱۷۱]۔ آپ کو ذبح شدہ ہرن کا گوشت ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا، آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے، آپ نے یہ گوشت قبول نہیں کیا اور اسے کھانا مکروہ قرار دیا[۱۷۲]۔

یہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غیر محرم شخص کے شکار کئے ہوئے جانور کا

گوشت کھانے سے تورع کی بنا پر باز رہتے تھے لیکن اس کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔
ابوالشعثاء جابر بن زید کہتے ہیں کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے شکار کے اس گوشت کے متعلق مسئلہ پوچھا جسے غیر محرم شخص محرم کو ہدیہ کے طور پر بھیجے' آپ نے فرمایا: "عمر بن الخطاب ایسا گوشت کھا لیا کرتے تھے" میں نے عرض کیا: "میں تو آپ کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ آپ اسے کھالیں گے؟" آپ نے جواب دیا: "عمرؓ اسے کھا لیا کرتے تھے" میں نے عرض کیا: "میں آپ کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ آپ اسے کھالیں گے" حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: "عمرؓ مجھ سے بہتر تھے"[۱۷۳]۔

۲۔ اگر غیر محرم شخص کو شکار کا ایسا گوشت ملے جس کے متعلق اسے معلوم نہ ہوگا کہ اسے کسی غیر محرم نے شکار کیا تھا یا محرم نے تو اس کے لئے یہ گوشت کھا لینا جائز ہو۔ احرام والے کچھ افراد مقام ربذہ میں آئے اور حضرت ابن عمرؓ سے فتویٰ پوچھا کہ اگر غیر محرم افراد کو شکار کا گوشت مل جائے تو کیا وہ اسے کھا سکتے ہیں؟ آپ نے گوشت کھانے کا فتویٰ دیا آپ کہتے ہیں کہ: "پھر میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا' حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تم نے انہیں کیا فتویٰ دیا" میں نے کہا کہ گوشت کھانے کا فتویٰ دیا تھا یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر تم نے اس کے سوا کوئی اور فتویٰ دیا ہوتا تو میں تمہاری اچھی طرح خبر لیتا"[۱۷۴]۔

ع۔ دیگر کچھ امور بھی ہیں جن سے پرہیز کرنا محرم پر واجب ہے مثلاً گندی گفتگو ناخن کترنا' بال مونڈنا وغیرہ۔ تاہم ان امور کے متعلق ہمیں حضرت ابن عمرؓ کا کوئی نص دستیاب نہیں ہو سکا۔

۷۔ احرام کی انتہاء:

درج ذیل امور کے ذریعے احرام اپنی انتہا پر پہنچ جاتا ہے۔

الف۔ا جس مقصد یعنی حج یا عمرے کے لئے احرام باندھا گیا ہو اس کے اختتام کے ساتھ احرام کا بھی اختتام ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۳) اور (مادہ عمرہ)۔

ب۔ موت کی بنا پر۔ اگر محرم وفات پا جائے تو اس کا احرام کھل جاتا ہے' اس لئے اس

کا سر ڈھانپ دیا جائے گا اور خوشبو وغیرہ لگا دی جائے گی جس طرح غیر محرم مردے کے ساتھ کیا جاتا ہے[۱۷۵]

احصار (گھر جانا۔ پھنس جانا)

ا۔ تعریف حج اور عمرہ کے افعال جاری رکھنے سے ممانعت کو احصار کہتے ہیں

۲۔ احصار کن امور کے اندر ہوتا ہے۔

احصار حج یا عمرہ کے اندر ہوتا ہے۔ ان کے سوا کسی اور امر میں بالا جماع احصار نہیں ہوتا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے درج ذیل فقہ سے ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے۔

۳۔ احصار کن چیزوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

الف: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک احصار صرف دشمن کی وجہ سے وجود میں آتا ہے دشمن کے سوا کسی اور وجہ سے پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: احصار صرف دشمن کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔"[۱۷۶]

ب: بیماری کی وجہ سے احصار کا تحقق نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر محرم ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جو اس کے لئے حج یا عمرہ کے شعائر کی ادائیگی میں مانع بن جائے تو اس پر درج ذیل احکام مرتب ہوں گے۔

ا۔ :

اگر اس نے حج کا احرام باندھا ہو اور بیماری اس کے لئے رکاوٹ بن جائے حتی کہ حج کے مشاعر اس سے رہ جائیں تو اس پر درج ذیل باتیں لازم ہو جائیں گی۔

وہ احرام کی حالت میں رہے گا اور اس کا حج عمرے سے بدل جائے گا۔ اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو کعبہ کی طرف چل پڑے گا اور طواف نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا اور پھر اپنا احرام کھول دے گا۔

وہ اگلے سال حج کرے گا۔ یہ بیماری کے سبب اس کے فوت شدہ حج کی قضاء ہو گی۔

وہ کوئی گائے یا اونٹ ہدی کے طور پر لے جائے گا۔ ان کے سوا کوئی اور جانور

درست نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۵ (فان احصرتم فما استیسر من الھدی اگر تم گھر جاؤ تو جو ہدی میسر آئے) کی تفسیر میں فرمایا: "اونٹ یا گائے میں سے"[177]۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "میسر آنے والا ہدی بکری ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیا تم بکری پر رضامند ہو؟" گویا کہ آپ بکری پر رضامند نہیں تھے[178]۔ آپ کا قول ہے: "احصار کی زد میں آنے والا محرم اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک بیت اللہ نہ پہنچ جائے' یعنی وہ اپنے احرام میں رہے گا۔ البتہ اگر اسے کوئی زخم آجائے یا وہ زخمی ہوجائے تو وہ اس کا مناسب علاج کرا سکتا ہے۔ وہ اس کے بدلے فدیہ دے گا پھر جب وہ بیت اللہ پہنچ جائے تو عمرہ کے احرام کی صورت میں وہ عمرہ ادا کرے گا اور حج کے احرام کی صورت میں وہ حج کو عمرہ کے ذریعے فسخ کر دے گا اور اس پر اگلے سال حج کرنا اور ہدی لے جانا لازم ہوگا۔ اگر اسے ہدی دستیاب نہ ہو تو حج کے دوران تین روزے رکھے گا اور واپس آکر سات روزے رکھے گا۔[179]۔ سعید بن حزابہ مخزومی پر مکہ کے راستے میں احرام کی حالت کے اندر مرگی طاری ہوگئی۔ انہوں نے پتہ کیا کہ چشمے پر کون لوگ موجود ہیں پتہ چلا کہ وہاں حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور مروان بن حکم موجود ہیں۔ چنانچہ ان سب کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا۔ سب نے انہیں یہی کہا کہ وہ اپنی بیماری کا مناسب علاج کریں اور فدیہ دے دیں اور پھر تندرست ہو کر عمرہ کریں اور اپنا احرام کھول دیں اور پھر اگلے سال حج کریں اور اپنے ساتھ جو ہدی میسر ہو لے جائیں۔[180]۔

۲۔ اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو وہ احرام کی حالت میں رہے گا بشرطیکہ وہ احرام کھولنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ احرام کی حالت میں باقی رہتے ہوئے وہ اپنا عمرہ مکمل کرے گا اور اس پر کوئی فدیہ وغیرہ عائد نہیں ہوگا اس لئے کہ عمرہ کا کوئی متعین وقت نہیں ہوتا۔ اس لئے عمرہ فوت نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عمرہ کے لئے اس طرح کوئی وقت نہیں ہے جس طرح حج کے لئے ہے۔ اس لئے بیت اللہ کا طواف کرنے تک تم اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولو گے"[181]۔ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے بیت اللہ نہ پہنچ سکے تو وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب

تک بیت اللہ کا کا طواف نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کر لے"[۱۸۲]۔

اگر وہ اپنا احرام کھولنے پر مجبور ہو جائے تو اس پر ایک بکری بطور ہدی لازم ہوگی نیز عمرہ کے افعال کی متابعت ضروری ہوگی۔

۴۔ احصار کے آثار و احکام:

الف۔ حج سے احصار: گزشتہ سطور میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک صرف دشمن کی وجہ سے پیدا ہونے والا احصار قابل اعتبار ہے۔ اگر حج کا محرم دشمن کی وجہ سے احصار کی زد میں آجائے تو وہ اپنا ہدی ذبح کرے گا اور سر منڈا کر اپنا احرام کھول دے گا اور پھر اپنے شہر واپس آجائے گا[۱۸۳]۔ اگر اسے امن حاصل ہو جائے تو جس مقصد کے لئے اس نے احرام باندھا تھا اسے پورا کرے گا یعنی حج' نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وقت حج کا ارادہ کیا جب حجاج کی فوجیں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے خلاف مکہ میں صف آرا ہوگئی تھیں۔ آپ کے دونوں بیٹے سالم اور عبیداللہ نے آپ سے کہا کہ: "ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں جنگ نہ چھڑ جائے اور آپ بیت اللہ تک نہ پہنچ سکیں" آپ نے جواب دیا: "اگر میں بیت اللہ تک نہ پہنچ سکوں تو وہی کچھ کروں گا جو حضور ﷺ نے اس وقت کیا تھا جب کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ اللہ کے رسول نے حلق کرنے کے بعد واپسی کی راہ اختیار کرلی تھی"[۱۸۴]۔

ب۔ اگر عمرہ کا محرم احصار کی زد میں آجائے تو کیا وہ بھی اسی طرح احرام کھول دے گا جس طرح حج کا محرم احصار کی زد میں آنے کے بعد احرام کھول دیتا ہے؟ یہ احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ مسئلہ اسی طرح تھا کیونکہ حضور ﷺ نے جب اپنا احرام کھولا تھا اس وقت آپ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے' حج کے احرام میں نہیں تھے یا زیر بحث محرم احرام کی حالت میں رہے گا اور جب تک عمرہ کے افعال سرانجام نہ دے دے اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا؟ اور اس کا یہ عمل حضرت ابن عمرؓ کے اس اطلاق کے مطابق ہوگا کہ: "عمرہ کے لئے اس طرح کوئی وقت نہیں ہوتا جس طرح حج کے لئے ہے' اس لئے جب تک تم بیت اللہ کا طواف نہ کر لو اس وقت تک احرام نہ

کھولو" طبری نے حضرت ابن عمرؓ کے اس مسلک کا حکایت کی ہے۔[۱۸۵] تاہم میرے نزدیک حضرت ابن عمرؓ کا راجح مسلک یہ ہے کہ احصار کے اعتبار سے عمرہ کا محرم حج کے محرم کی طرح ہے۔ یہ دونوں ہی اپنا ہدی ذبح کریں گے اور احرام کھولنے کے بعد اپنے شہر واپس آجاہیں گے اس سلسلے میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ عمرہ کے محرم کے بارے میں احرام نہ کھولنے کی جو بات حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے وہ اس شخص کے متعلق ہے جو بیماری کی وجہ سے احصار کی حالت میں آگیا تھا' دشمن کی وجہ سے نہیں آیا تھا جبکہ بیماری کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک احصار کا تحقق نہیں ہوتا۔ آپ کا یہ قول کہ: "عمرہ کے لئے اس طرح کوئی وقت نہیں ہے جس طرح حج کے لئے ہے اس لئے تم جب تک بیت اللہ کا طواف نہ کرلو اس وقت تک احرام نہ کھولو" اس شخص کے بارے میں ہے جو بیماری کی وجہ سے احصار کی زد میں آگیا تھا' ابن حزم نے "المحلی" کے اندر[۱۸۶] اور طبری نے اپنی تفسیر کے اندر یہ بات نصاً بیان کی ہے۔ یعقوب بن ابی العلاء ابن الشخیر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "میں عمرہ کے لئے نکلا اور دوران سفر اپنے اونٹ سے گر پڑا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی' میں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ دونوں کو پیغام بھیج کر مسئلہ دریافت کیا۔ دونوں نے فرمایا: "عمرہ کے لئے حج کی طرح کوئی وقت نہیں ہے اس لئے تم اس وقت تک احرام نہ کھولو جب تک بیت اللہ کا طواف نہ کرلو" چنانچہ میں دثینہ یا اس کے قریب ایک مقام پر سات یا آٹھ ماہ تک پڑا رہا"[۱۸۷]۔

ج۔ ہدی کا وجوب۔ اس کا ذکر زیر بحث مادہ کے نمبر ۴ کے جز الف اور ب میں گزر چکا ہے۔

۔ احصان (محصن ہونا):

۱۔ تعریف۔ احصان ان صفات کے مجموعے کا نام ہے جب کے پائے جانے کی صورت میں ایک شخص زنا کے ارتکاب پر رجم کا مستحق ہوتا ہے اور جس پر زنا کی تہمت لگانے والا حد قذف کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

۲۔ محصن قرار پانے کے لئے درج ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

الف۔ کمال عقل۔ محصن بننے کے لئے ایک شخص کا کامل العقل ہونا ضروری ہے اور ایک شخص اسی وقت کامل العقل قرار پاتا ہے جب وہ عاقل بالغ ہو۔ جو شخص ایسا نہیں ہوگا وہ حد کے اجزء کا محل نہیں بنے گا۔ اس پر اجماع ہے اور اس بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

ب۔ آزادی حضرت ابن عمرؓ سے لونڈی پر حد جاری کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "اس نے تو اپنی پوستین دیوار کے پیچھے ڈال رکھی ہے"[۱۸۸]۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ نے اپنی طرف سے کہی تھی۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "یعنی اس نے اپنی چادر اتار رکھی ہے۔ اسپر نہ تو کوئی چادر رہے اور نہ ہی کوئی پردہ' اس کے مالکان اسے جہاں بھیجتے ہیں وہاں وہ چلی جاتی ہے اور جانے سے انکار نہیں کرسکتی اس لئے ایسی حالت کی اندر وہ بدکاری سے بچنے کی قدرت نہیں رکھتی"[۱۸۹]۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صورت حال صفت احصان کے اندر جو شگاف ڈال دیتی ہے وہ شادی نہ کرنے اور تجرد کی زندگی گزارنے کی وجہ سے پڑنے والے شگاف سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص کسی رقیق (غلام یا لونڈی) پر زنا کی تہمت لگائے اس پر حد قذف جاری نہیں ہوتی"[۱۹۰]۔ آپ فرماتے: "جو شخص اپنے مملوک کو قذف کرے گا قیامت کے دن اللہ کو اس کی پشت پر حد قذف جاری کرنے کا حق ہوگا۔ پھر چاہے تو اسے معاف کردے اور چاہے تو اسے سزا دے"[۱۹۱]۔ ایک عورت نے ایک لونڈی کو "یا زانیہ" (اے زانی لڑکی) کہا' جب یہ بات حضرت ابن عمرؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے عورت سے پوچھا کہ تم نے اسے زنا کرتے ہوئے دیکھا؟ عورت نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہیں قیامت کے دن اس کے بدلے اسی کوڑے لگیں گے"[۱۹۲]۔ ام ولد لونڈی حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک محصنہ شمار ہوتی ہے اور اس کے قاذف پر حد قذف جاری ہوگی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے ایک شخص کی ام ولد کو قذف کیا ہے آپ نے فرمایا: "اس ذلیل پر حد قذف جاری ہوگی"[۱۹۳]۔

ج۔ اسلام: حضرت ابن عمرؓ کافرہ کو محصنہ شمار نہیں کرتے تھے" [194]۔ آپ فرماتے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے وہ محصن نہیں ہو سکتا" [195]۔ نیز فرماتے: "اگر کوئی مسلمان کسی مشرک کو قذف کرے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی تو قاذف پر حد قذف جاری نہیں ہو گی" [196]۔

د۔ درست نکاح: اگر کوئی شخص کسی عورت سے خواہ وہ آزاد عورت ہو یا لونڈی' نکاح کرنے کے بعد اس کے ساتھ ہمبستری کرلے تو وہ محصن بن جائے گا [197]۔ درست نکاح کرنے کے اندر دخول یعنی ہمبستری حد زنا کے لئے احصان کی شرط ہے۔ حد قذف کے لئے احصان کی شرط نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی عاقل بالغ آزاد اور عفیف مسلمان کو قذف کرے تو قاذف پر حد قذف واجب ہو جائے گا۔

ھ۔ زنا سے پاکدامنی: قذف کے احصان کے لئے شرط ہے کہ مقذوف یعنی جسے قذف کیا گیا ہو اس کا دامن زنا کاری سے پاک ہو۔ اور اس سلسلے میں اس پر کوئی دھبہ نہ ہو۔ ایک شخص نے کسی خاتون کو قذف کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مذکورہ خاتون کے حالات معلوم کئے جائیں اگر اس کا دامن زنا کاری کے طعن و تشنیع سے پاک ہو تو اس کے قاذف کو حد قذف لگے گی [198]۔ ملاعنہ (لعان زدہ عورت) کو زنا سے عفیفہ شمار کیا جائے گا اور اس کے قاذف کو حد لگے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص کسی ملاعنہ کو قذف کرے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے" [199]۔

۔ احیاء (آباد رکھنا' زندہ رکھنا)

۱۔ احیاء اللیل (شب بیداری)

الف۔ تعریف: طاعات کے اندر مشغول رہ کر رات کے اکثر حصے میں نیند اور دیگر مشاغل ترک کر دینا احیاء اللیل کہلاتا ہے۔ قیام اللیل کے لئے دیکھئے مادہ قیام اللیل۔

ب۔ بابرکت راتوں کی شب بیداری: فضیلت والی راتوں کی شب بیداری مستحب ہے مثلاً عیدین کی راتوں کی شب بیداری کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو شخص عیدین کی راتوں کو قیام کرے تو اس کا دل مردہ نہیں ہو گا جب دل مردہ ہو جائیں گے" [200]۔ اسی طرح رمضان کے عشرہ اخیرہ کی راتوں کی شب بیداری کیونکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار یہ تھا کہ آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں اپنا بستر لپیٹ دیتے' اہل خانہ کو بیدار کر دیتے اور شب بیداری کرتے[۲۰۱]۔ رات کے وقت پڑھی جانے والی نفل نماز دو دو رکعت ہے[۲۰۲]۔

حضرت ابن عمرؓ لیلۃ النحر (ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کی رات) بھی بیدار رہ کر گزارتے[۲۰۳]۔

۲۔ طلوع شمس اور اس کے استواء کے درمیان والے وقت کا احیاء حضرت ابن عمرؓ ارتفاع شمس اور اس کے استواء کے درمیان والا وقت چاشت کی نفلوں میں گزارتے (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر۳۰)

۳۔ ظہر اور عصر کے درمیان والے وقت کا احیاء حضرت ابن عمرؓ ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت نمازوں میں گزارتے[۲۰۴]۔ (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر۳۱)

۴۔ مغرب اور عشاء کے درمیان احیاء:

آپ مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھتے[۲۰۵]۔ آپ رمضان کے سوا دیگر ایام میں ایسا کرتے[۲۰۶]۔ یہ نماز صلوۃ الاوابین کہلاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: "صلوۃ الاوابین مغرب کی نماز پڑھ کر گھروں کو چلے جانے والوں اور عشاء کے لئے ان کی واپسی کے درمیان والے وقت میں ہوتی ہے"[۲۰۷]۔

۵۔ عمرہ کے ذریعے حرم کا احیاء یعنی آباد رکھنا (دیکھئے مادہ عمرۃ)

ادخار (ذخیرہ کرنا)

۱۔ تعریف: کسی چیز کو ضرورت کے وقت کے لئے محفوظ کرنا ادخار کہلاتا ہے۔

۲۔ قربانی کا گوشت محفوظ کرنا۔

جب لوگ فقر و فاقہ اور تنگدستی میں مبتلا تھے تو حضور ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ عرصے تک ذخیرہ کرنے سے منع فرما دیا تھا تاکہ فقراء کو قربانی کا گوشت کھانے کا پورا پورا موقعہ میسر آسکے' پھر جب لوگوں کے اندر خوش حالی آگئی تو آپ نے تین دن سے زائد عرصے تک مذکورہ گوشت محفوظ رکھنے کی اجازت دے دی۔ حضرت

سلمہ بن الاکوعؓ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا تھا: "تم میں سے جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں کوئی گوشت بچا نہ رہے۔" جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا: "اللہ کے رسول، کیا ہم اس سال بھی اسی طرح کریں جس طرح گزشتہ سال کیا تھا؟" آپ نے یہ سن کر فرمایا: "اس سال گوشت کھاؤ اور کھلاؤ نیز ذخیرہ کر لو، گزشتہ سال چونکہ لوگوں کے اندر تنگدستی تھی اس لئے میں نے چاہا تھا کہ تم اس تنگدستی میں ان کی مدد کرو"[۲۰۸]۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ اس رخصت پر عمل نہیں کرتے تھے اور قربانی کا گوشت تین دن سے زائد نہیں کھاتے تھے[۲۰۹]۔ چنانچہ آپ جب منیٰ میں ہوتے تو ایام منیٰ کے تیسرے دن شام کو کھانے کے لئے پیش ہونے والے گوشت کا بارے میں پوچھتے کہ یہ گوشت کیسا ہے؟ اگر خادم کہتا کہ یہ آپ کی قربانی کا گوشت ہے تو آپ اسے نہ کھاتے[۲۱۰]۔

قرطبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس وجہ سے قربانی کا گوشت تین دن کے بعد نہیں کھاتے تھے کہ آپ کو وہ حدیث نہیں پہنچ سکی تھی جس میں تین دن سے زائد عرصے تک گوشت ذخیرہ کرنے کی اباحت کر دی گئی تھی، قرطبی نے یہ دلیل دی ہے کہ ذخیرہ کرنے کی اباحت کی حدیث خبر واحد ہے خبر متواتر نہیں ہے۔ اور خبر واحد میں احتمال ہوتا ہے کہ اس کی خبر بعض کو ہو جائے اور بعض کو نہ ہو، تاہم میں قرطبی کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کیونکہ اس قسم کی خبر بہت جلد پھیل جاتی ہے خاص طور پر موسم حج کے اندر جبکہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور لوگوں کی ضرورتوں کے بارے میں باتیں چلتی رہتی ہیں۔ میرے نزدیک درست بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد عرصے تک ذخیرہ نہ کرنے کو عزیمت تصور کرتے تھے اس لئے کہ قربانی ایک قربت یعنی عبادت ہے۔ اور اس عبادت میں خون بہانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ فقراء کی کفالت مقصود ہوتی ہے۔ یہ کفالت اس صورت میں زیادہ وسیع بنیاد پر ہو سکتی ہے جب تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے کی اباحت نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صادر کردہ اباحت کو حضرت ابن عمرؓ رخصت کا درجہ دیتے تھے۔ جبکہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ مسلمانوں کے فائدے کی باتوں کے اندر ممکن حد تک عزیمت پر عمل کیا جائے اور رخصت ترک کی دی جائے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک رخصت ضرورت کی بنا

پر ہوتی ہے۔ یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ طریق کار اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ کی تقلید میں اختیار کیا تھا کیونکہ حضرت عمرؓ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے کے قائل نہیں تھے[۲۱۱]۔

۳۔ جس چیز کا ذخیرہ کرنا ممکن نہ ہو اسے مال غنیمت میں شامل نہ کرنا (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۲ کا جز الف)

ادھان (تیل لگانا)

۱۔ تعریف: جسم یا بالوں پر زیتون کا تیل یا کوئی اور تیل لگانا ادھان کہلاتا ہے۔

۲۔ ادھان کے احکام:

احرام باندھنے سے پہلے تیل لگانے کی اباحت اور احرام کے بعد اس کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۳)

اذان (اذان دینا)

۱۔ تعریف: مخصوص الفاظ کے ذریعے نماز کے وقت کی آمد کا اعلان اذان کہلاتا ہے۔

۲۔ اذان دینے کی فضیلت:

حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: "موذن کی مغفرت اس کی حد آواز تک ہوگی اور ہر خشک و تر چیز اس کے حق میں گواہی دے گی"[۲۱۲]۔ زبان نبوت سے یہ فقرات سن کر حضرت ابن عمرؓ کو اذان دینے کے ساتھ ایک خاص شغف ہوگیا اور اس عمل سے آپ کو انتہائی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی حتی کہ جو شخص سفر میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا اس کے ساتھ یہ شرائط طے کر لیتے کہ: "اپنے ساتھ گندگی کھانے والا اونٹ نہ لے جانا' اذان دینے کے معاملے میں ہم سے نہ جھگڑنا اور ہماری اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھنا"[۲۱۳]۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: "اذان دیتا ہوں" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تم بہت اچھا کام کرتے ہو' تمہارے حق میں ہر وہ شخص گواہی دے گا جو تمہاری اذان سنتا ہے"[۲۱۴]۔

۳۔ اذان کا حکم:

الف۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اذان پورے اہل محلہ یا اہل قریہ پر سنت کفایہ ہوتی ہے اور ان میں سے اگر ایک شخص یہ سنت ادا کر دے تو باقیماندہ لوگوں سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر آپ فرمایا کرتے: "اگر تم کسی دیہات میں قیام پذیر ہو جہاں اذان و اقامت ہوتی ہو تو تمہارے لئے یہ کافی ہوگا [215]۔

ب۔ عورت پر اذان نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: "عورتوں پر نہ تو اذان ہے اور نہ ہی اقامت" [216]۔ البتہ اگر عورتوں کے درمیان کوئی عورت اذان دے دے تو اس کی یہ اذان جائز ہوگی اور اسے اس کا اجر ملے گا۔ اگر اس کی آواز مردوں کے کانوں تک پہنچ جائے تو انہیں اپنی اذان سنانے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کو اذان دینے سے روکنے کی جرات نہیں کرتے تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیا عورتوں پر اذان ہے تو آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا: "میں اللہ کے ذکر سے روک دوں؟" [217]۔

ج۔ سفر کے اندر فجر کی نماز کے سوا کسی اور نماز کے لئے اذان نہیں دی جائے گی البتہ اگر قافلے کا امیر ہو تو وہ اذان دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر فجر کی نماز کے سوا کسی اور نماز کے لئے صرف اقامت کہنے پر اکتفا کرتے تھے اور فجر کی نماز کے لئے اذان و اقامت دونوں کہتے تھے۔ آپ فرماتے: "اذان تو امام کے لئے ہے جس کے پاس لوگ اکٹھے ہوتے ہیں" [218]۔

ابن ابی شیبہ نے اصبغ سے روایت کی ہے کہ: "حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر ہمارے لئے اذان کہتے اور ہماری امامت کرتے" [219]۔ اگر یہ روایت درست ہے تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ فجر کی نماز کے لئے اذان دیتے اور امامت کرتے (دیکھئے مادہ سفر، نمبر ۳ کا جز د)

مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین کے لئے اذان (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز الف)

۴۔ اذان دینے کی جگہ:

اذان کی مشروعیت اس بنا پر ہے کہ نماز کے وقت کی آمد کا اعلان کیا جائے۔ اس

لئے یہ مستحسن ہے کہ موذن ایسی جگہ کھڑا ہو کر اذان دے جہاں سے وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اپنی آواز پہنچا دے۔ اونچی جگہ دوسرے مقامات کی بہ نسبت زیادہ احسن طریقے سے اس مقصد کو پورا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر اپنی اونٹنی پر کھڑے ہو کر اذان دیتے۔ بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صبح کی اذان اپنی اونٹنی پر کھڑے ہو کر دیتے اور پھر اونٹنی سے اتر کر زمین پر اقامت کرتے۔[۲۲۰]

۵۔ امام کی اذان:

امام کے لئے اذان کہنا جائز ہے۔ اصبغ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہمارے لئے اذان کہتے اور ہماری امامت کرتے۔[۲۲۱]

۶۔ جمعہ کی اذان:

حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کے سختی سے قائل تھے' آپ سنت ترک کرنے یا اس میں اضافہ یا کمی کرنے کے قائل نہ تھے۔ حضور ﷺ کے عہد میں نیز آپ کے بعد پہلے دو خلفاء کے زمانے میں جمعہ کی نماز کے لئے صرف ایک اذان دی جاتی تھی۔ لیکن جب مدینہ منورہ کی آبادی بڑھ گئی اور شہر کا دائرہ وسیع ہوگیا اور مسجد نبوی سے دی جانے والی اذان دور کے لوگوں تک پہنچنے سے قاصر ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا۔ یہ اذان اصل اذان سے پہلے مقام زوراء (مسجد نبوی کے قریب ایک اونچی جگہ) میں دی جاتی تھی۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن اس اضافی اذان کو بدعت تصور کرتے تھے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے خواہ لوگ اسے اچھا کیوں نہ سمجھیں۔ آپ نے فرمایا: "جمعہ کے دن اذان وہ ہے جو امام کے برآمد ہونے پر دی جاتی ہے۔ اس سے پہلے اذان نو ایجاد ہے"[۲۲۲]

۷۔ اذان دینے پر اجرت لینا:

حضرت ابن عمرؓ اذان دینے پر اجرت لینا حلال نہیں سمجھتے تھے۔ یحیی البکاء سے مروی کہ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو صفا اور مروہ کے درمیان سعی

کرتے دیکھا تھا' آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اتنے میں کعبہ کا ایک موذن جس کی داڑھی لمبی تھی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "ابو عبدالرحمٰن مجھے آپ سے اللہ کی خاطر محبت ہے' آپ نے جواب دیا:" لیکن مجھے تم سے اللہ کی خاطر نفرت ہے" یہ سن کر آپ کے رفقاء نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:" یہ شخص گا گا کر اذان دیتا ہے [۲۲۳]۔ اور اذان دینے کی اجرت لیتا ہے" [۲۲۴]۔

۸۔ اذان کی مکروہات:

الف۔ گا گا کر اذان دینا مکروہ ہے۔ اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کا قول اوپر گزر چکا ہے۔

ب۔ اذان کے دوران بات کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ [۲۲۵]
۔

۹۔ اذان کے مستحبات:

یہ مستحب ہے کہ اذان دیتے وقت موذن اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے کیونکہ یہ بات اس کی آواز اور بلند کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جس کسی کو اذان دینے کے لئے کہتے تو اسے ہدایت کرتے کہ :"اپنی انگلیاں اپنی ہتھیلی کے ساتھ ضم کر لو اور اسی بند حالت میں انہیں اپنے کانوں پر رکھو" [۲۲۶]۔ البتہ کانوں میں انگلیاں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جب اذان دیتے تو کانوں میں انگلیاں نہ رکھتے۔ بشر بن زعلومہ کہتے ہیں کہ :" میں نے حضرت ابن عمرؓ کو سواری کی حالت میں اذان دیتے دیکھا تھا" سفیان ثوری نے ان سے پوچھا:" کیا تم نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے کانوں میں انگلیاں دیتے دیکھا تھا؟" انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ [۲۲۷]۔

۱۰۔ اذان کی کیفیت:

الف۔ اذان کے الفاظ۔

۱۔ حضرت ابن عمرؓ سے اذان کی کیفیت کے بارے میں دو روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ آپ اذان کے الفاظ تین تین مرتبہ کہتے تھے [۲۲۷ب]۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی اذان اس طرح تھی :" اللہ اکبر (تین مرتبہ) شھدت ان لاالہ الا

اللہ (تین مرتبہ) شہدت ان محمدا رسول اللہ (تین مرتبہ) حی علی الصلوۃ (تین مرتبہ) حی علی الفلاح (تین مرتبہ) اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ [۲۲۸]۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک موذن کے پاس سے گزرے اور اس سے فرمایا: "اذان اکہری دیا کرو کیونکہ اذان اکہری ہے" [۲۲۹]۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے جائیں گے۔ ابوالمثنی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ موذن کو اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہنے کی اور اقامت اکہری کہنے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ گزرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ اذان ہو رہی ہے یا اقامت کہی جارہی ہے [۲۳۰]۔ اس روایت کی تقویت اس امر سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت بلالؓ کی اذان کی صریحاً موافقت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "بلالؓ اذان دوہری دیتے اور اقامت اکہری کہتے" [۲۳۱]۔ نیز فرمایا: "اذان دوہری ہے اور اقامت اکہری ہے' اسی طرح بلالؓ اذان دیا کرتے تھے۔" [۲۳۲]۔

۲۔ فجر کی اذان میں موذن حی علی الفلاح کے بعد "الصلوۃ خیر من النوم" کے الفاظ کا اضافہ کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی اذان میں ان الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔ [۲۳۳]۔ بعض دفعہ ان الفاظ کی بجائے آپ "حی علی خیر العمل" کہتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی اذان کے اندر "الصلوۃ خیر من النوم" کہتے اور بعض دفعہ "حی علی خیر العمل" کہتے [۲۳۴]۔ اسی مفہوم پر ان روایات کو محمول کیا جائے گا جو مطلق ہیں اور جن میں مذکور ہے کہ آپ جب اذان کے اندر "حی علی الفلاح" کہتے تو اس کے بعد "حی علی خیر العمل" کہتے اور پھر اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ کہتے [۲۳۵]۔

اس اضافے کو تثویب کہا جاتا ہے۔ موذن اذان صبح کے علاوہ کسی اور اذان میں تثویب نہیں کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوئے اور ایک شخص کو ظہر کی اذان میں تثویب کرتے سنا تو مسجد سے باہر جانے لگے' پوچھا گیا کہ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ: "بدعت نے مجھے باہر نکال دیا" [۲۳۶]۔

ب۔ اذان کی ادائیگی کی کیفیت۔ اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جائے گی اور جلد بازی نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ اذان میں ارسال اور اقامت میں حدر کرتے تھے۔ [۲۳۷]۔ (ارسال ٹھہراؤ کو اور حدر تیزی کو کہتے ہیں۔ مترجم)

۱۱۔ اذان کے بعد جماعت نہ ہونے کا اعلان:

اگر امام سفر یا بارش یا کسی اور عذر کی بنا پر جماعت نہ کرانا مناسب سمجھے تو اذان کے اختتام پر یہ اعلان کرنا مستحب ہو گا کہ: "اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ حضرت ابن عمرؓ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑی مقام ضجنان میں اذان دی اور پھر کہا: "اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو" [۲۳۸]۔

۱۲۔ اذان کے وقت دعا:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اذان کے وقت دعا اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے اس لئے آپ لوگوں کو تلقین کرتے کہ موذن کی اذان کے دوران وہ دعائیں مانگیں [۲۳۹]۔ (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جزب)

اذن (اجازت):

ایک شخص کے تصرفات پر عائد شدہ پابندی دور کر دینا اذن کہلاتا ہے اذن کے احکام کے لئے دیکھئے مادہ استئذان۔

اذن (کان)

وضو کے اندر کانوں کا مسح (دیکھئے مادہ وضوء، نمبر ۴ کا جز و)

ارث (میراث):

میراث کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول بہت سے نصوص ہمیں دستیاب نہیں ہوئے اس لئے ہم موجودہ نصوص سے میراث کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا کوئی کامل نظریہ پیش کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ بنا بریں ہم صرف وہ مسائل پیش کر سکیں گے جو میراث کے بارے میں آپ سے منقول ہیں۔

۱۔ میراث کا علم سیکھنے کی ترغیب:

حضرت ابن عمرؓ کو میراث کے علم کی صعوبت کا احساس تھا اور یہ تصور بھی تھا کہ خصوصی توجہ صرف کئے بغیر اس علم میں اتقان ممکن نہیں ہے اس لئے آپ اس کی

طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے: "جو شخص قرآن سیکھے اسے فرائض (علم میراث) بھی سیکھنا چاہئے" [۲۴۰]۔

۲۔ وراثت میں حاصل ہونے والا مال:

علمائے صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ جو شخص اپنا مال زکوۃ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو دیدے اور پھر یہ فقیر رشتہ دار وفات پا جائے جبکہ مذکورہ مال زکوۃ ابھی اس کے پاس موجود ہو تو اسے یہ مال دینے والا رشتہ دار وارث ہونے کی صورت میں مذکورہ مال کا وارث بن سکتا ہے۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ نے اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ سے اختلاف رائے کیا تھا۔ آپ کے خیال میں مذکورہ وارث دئے ہوئے اسس مال کے کسی حصے کا وارث نہیں بن سکتا۔ الحسن بن حیبی بھی اس بارے میں آپ کے ہم خیال تھے [۲۴۱]۔

۳۔ وراثت کے اسباب:

ایک شخص تین میں سے کسی ایک وجہ کی بنا پر وراثت کا حقدار ہوتا ہے۔

الف۔ قرابت داری ۔ یہ قرابت داری ذوی الفروض اور عصبات دونوں کو شامل ہے۔ تاہم ذوی الارحام حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک وارث نہیں بنتے [۲۴۲]۔ آپ سے پوچھا گیا کہ متوفی کا نواسہ اگر موجود ہو تو کیا وہ اس کا وارث ہوگا؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا [۲۴۳]۔ کیونکہ نواسہ کی متوفی کی طرف نسبت میں عورت واسطہ ہونے کی بنا پر وہ ذوی الارحام میں شمار ہوتا ہے۔

ب۔ نکاح۔ زوجین میں سے ہرایک دوسرے کا وارث ہوگا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مہر کے استحقاق کا وراثت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ عورت بعض دفعہ وراثت کی مستحق بن جاتی ہے لیکن مہر کی مستحق نہیں ہوتی۔ مثلاً یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے واقد کا نکاح عبیداللہ بن عمرؓ کی بیٹی سے کر دیا تھا۔ اس خاتون کا نام اسماء بنت ابن الخطاب تھا۔ پھر بیوی کے ساتھ دخول یعنی یکجائی سے پہلے ہی واقد کی وفات ہوگئی جبکہ بیوی کا کوئی مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بیوہ کو کوئی مہر نہیں دیا۔ بیوہ کی ماں نے مقدمہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس عبدالرحمن بن زید بن الخطاب آئے اور کہا کہ: "تمہاری

بیوہ بہو کی ماں نے تمہارے ساتھ جھگڑا کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور بات بھی اسی طرح ہے جس طرح وہ کہتی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: "میں پسند نہیں کرتا کہ اگر تمہارا کوئی حق بنتا ہو تو تم اپنے اس حق سے دستبردار ہو جاؤ" چنانچہ بیوہ کی ماں اپنا جھگڑا لے کر حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس گئی۔ حضرت زیدؓ نے بیوہ کے لئے کسی مہر کا فیصلہ نہیں دیا البتہ اسے میراث کا مستحق قرار دیا۔ [۲۴۴]۔ مطلقہ عورت کے تیسرے حیض کے ساتھ زوجین کے درمیان باہمی وراثت کا انقطاع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور مطلقہ تیسرے حیض کے اندر وفات پا جائے تو اس صورت میں نہ تو شوہر اس کا وارث ہو گا اور نہ ہی مطلقہ اپنے شوہر کی وراث ہو گی [۲۴۵]۔

ج۔ ولاء۔ آزاد کرنے والے آقا کی ولاء آزاد شدہ غلام پر ثابت ہوتی ہے اور اس کی بنا پر آقا مذکورہ غلام کے مال کا اس کی وفات کے بعد وارث بن جائے گا بشرطیکہ متوفی غلام نے اپنے پیچھے کوئی اور وارث نہ چھوڑا ہو [۲۴۶]۔ اگر آزاد کرنے والا آقا وفات پا جائے تو آزاد شدہ غلام کی میراث کا وہ شخص سب سے بڑھ کر مستحق ہو گا جو متوفی آقا کا سب سے زیادہ قریبی ہو گا [۲۴۷]۔

اگر آزاد شدہ غلام سائبہ ہو یعنی اس پر اسے آزاد کرنے والے آقا کی کوئی ولاء نہ ہو اور مذکورہ غلام وفات پا جائے اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس صورت میں حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اس کا مذکورہ آقا اس کے مال کا وارث نہیں ہو گا۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے پاس آپ کے آزاد کردہ متوفی غلام کا مال لایا گیا آپ نے فرمایا: "ہم نے اسے سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا" پھر آپ نے حکم دیا کہ مذکورہ مال سے کچھ غلام خرید کر انہیں آزاد کر دیا جائے [۲۴۸]۔ زیاد بن نعیم کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص ایک تھیلا اور ایک غلام لے کر آیا اور کہنے لگا کہ: "آپ کے والد کا آزاد کردہ فلاں شخص فوت ہو گیا۔ اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ سامان آپ کے حوالے کر دوں" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اس بے وقوف نے یہ سارا مال اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کیا" اتنے

میں عاصم بن عمرؓ بن الخطاب کا قاصد آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ عاصم کہتے ہیں کہ: "مجھے میرے والد کے آزاد کردہ غلام کی میراث دے دی جائے" حضرت ابن عمرؓ نے یہ سارا مال عاصم کو بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے مذکورہ غلام سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا اور حضرت ابن عمرؓ سائبہ کے وارث نہیں بنتے تھے۔ ۲۴۹

۴۔ وراثت کی شرط:

جب تک چار شرطیں نہ پائی جائیں اس وقت تک دو افراد کے درمیان بالاجماع وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ان میں سے بعض شرطوں کے متعلق ہمیں حضرت ابن عمرؓ کے نصوص دستیاب ہوئے ہیں اور بعض کے بارے میں کوئی نص دستیاب نہیں ہوا۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔

الف۔ وارث سے قبل مورث کا وفات پا جانا۔

ب۔ وارث کا زندہ پیدا ہونا۔ اگر مورث اس وقت فوت ہو جائے جبکہ وارث ابھی ماں کے پیٹ میں ہو اور پھر مردہ پیدا ہو تو وہ وارث نہیں ہوگا۔ البتہ زندہ پیدا ہونے کی صورت میں وارث ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر حمل مردہ صورت میں گر جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ آپنے فرمایا "جب تک اس کی آواز نہ سنی جائے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ البتہ اگر پیدا ہونے کے بعد آواز نکالے اور پھر مرجائے تو اس کا جنازہ بھی ہوگا اور وہ وارث بھی قرار پائے گا" ۲۵۰

ج۔ مذکورہ وارث کسی اور زیادہ قریبی رشتہ دار کی وجہ سے محجوب یعنی محروم نہ ہو جائے۔

د۔ وراثت کے موانع میں سے کوئی مانع موجود نہ ہو۔ ان موانع کے سلسلے میں ہمیں بعض کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے منقول نصوص دستیاب ہوئے ہیں اور بعض کے متعلق ایسے نصوص دستیاب نہیں ہوئے۔ یہ موانع درج ذیل ہیں۔

۱۔ اختلاف دین۔ چنانچہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔

۲۔ غلامی۔ غلام شخص اپنے مورث کے کسی مال کا وارث نہیں ہو گا۔ مکاتب غلام اس

وقت تک آزاد شمار نہیں ہوتا جب تک وہ بدل کتابت کی پوری ادائیگی نہ کر دے۔ اگر مذکورہ ادائیگی سے پہلے ہی اس کی وفات ہو جائے تو وہ غلام ہی رہے گا خواہ اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے بدل کتابت کے باقی ماندہ حصے کی ادائیگی کے لئے کافی ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے زائد کیوں نہ ہو۔ اس کا یہ سارا مال اس کے آقا کو مل جائے گا [۲۵۱]۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک مکاتب اپنے بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کرنے کے بعد اتنا مال چھوڑ کر وفات پا گیا جو اس کے باقی ماندہ بدل کتابت سے زائد ہے' آپ نے فرمایا: " اس کا یہ سارا مال اس کے آقا کا ہے اور اس مال میں سے اس کے ورثاء کو کوئی حصہ نہیں ملے گا" [۲۵۲]۔ حضرت ابن عمرؓ کا ایک مکاتب غلام تھا اور آپ کی ایک لونڈی کے بطن سے اس مکاتب کا ایک بیٹا بھی تھا۔ اس نے اپنے بدل کتابت میں سے پندرہ ہزار کی ادائیگی بھی کر دی تھی کہ پھر اس کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اس کے سارے مال کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس کے بیٹے کو کچھ نہیں دیا بلکہ اسے بھی بطور غلام اپنے قبضے میں لے لیا [۲۵۳]۔ بیٹے کو غلام بنانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں آپ کی لونڈی تھی۔

۴۔ قتل۔ قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہو گا۔

۵۔ داد کی میراث: میراث جد کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کوئی فیصلہ سنانے سے خوف کھاتے تھے۔ آپ فرماتے: " تم میں سے جو شخص جد کی میراث کے متعلق سب سے زیادہ جری ہو گا وہ جہنم کے جراثیم کو اپنا جسم پیش کرنے میں سب سے جری ہو گا" [۲۵۴]۔

۶۔ ملاعنہ (لعان کی زد میں آنے والی عورت) کے بیٹے کی میراث: لعان کے سبب ملاعنہ کے بیٹے یا بیٹی کا نسب اس کے باپ سے منقطع ہو کر ماں کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے۔ اس کی بنا پر اس کی ماں اس کا عصبہ قرار پاتی ہے اس کی موت پر اس کی ماں اس کی وارث ہو گی اور وہ اپنے باپ سے کسی چیز کا وارث نہیں ہو گا۔ اگر اس کی ماں فوت ہو جائے تو ماں کے عصبات اس کے عصبہ قرار پائیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: " ملاعنہ کے ولد کے عصبہ اس کی ماں کے عصبہ ہیں۔ وہ اس کے وارث ہوں گے اور اس پر عائد ہونے والی دیت بھریں گے" [۲۵۵]۔

ارش (دیت):

ارش جان لیوا جرم سے کم تر جرم (جنایت) کی دیت کو کہتے ہیں۔

ارش کب واجب ہوتا ہے اور اس کی مقدار مقرر کرنے کی کیا کیفیت ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۲)

ارض (زمین):

۱۔ زمین کی خرید و فروخت۔

اراضی کی دو قسمیں ہیں۔ عشری اور خراجی

عشری اراضی کی خرید و فروخت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک کوئی چیز مانع نہیں ہوتی خراجی زمین کی بیع کو بھی حضرت ابن عمرؓ جائز سمجھتے تھے۔ جب امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے خراجی زمین کی بیع مباح کر دی تو اس کے بعد شاید حضرت ابن عمرؓ بھی اس کے قائل ہو گئے [۲۵۵ب]۔ تاہم آپ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی مسلمان خراجی زمین کی خریداری کرے کیونکہ ان اراضی پر عائد شدہ خراج اس جزیہ کی طرح ہوتا ہے جو کافروں پر عائد کیا جاتا ہے جزیہ ذلت اور کمتری کی علامت ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عمرؓ اس سے مسلمان کا دور رہنا پسند کرتے تھے۔ کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ :" میں نے آپ سے عرض کیا:" میں نے ایک زمین خریدی ہے' آپ نے فرمایا:" خریداری اچھی بات ہے" میں نے کہا:" میں فی جریب (زمین کی ایک پیائش کا نام) ایک قفیز (ایک پیمانے کا نام) طعام اور ایک درہم ادا کرتا ہوں" آپ نے فرمایا:" اپنی گردن پر ذلت سوار نہ کرو" [۲۵۶]۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا" اگر پانچ درہم جزیہ ادا کرکے پوری زمین مجھے مل جائے تو بھی یہ پسند نہیں کروں گا کہ اس کے ذریعے اپنی ذات پر ذلت اور کم تری کا اقرار کرلوں" [۲۵۷]۔ آپ کا یہ قول خریداری کے جواز اور مسلمان کی طرف سے خراج کی ادائیگی کی کراہت پر دلالت کرتا ہے۔ ابن قدامہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خراجی زمین کی خرید و فروخت دونوں کے عدم جواز کے قائل تھے۔ ان کا یہ بیان اس امر پر محمول ہو گا کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ کے عہد میں اس کے قائل تھے۔ حضرت عمرؓ مذکورہ اراضی کی بیع سے روکتے تھے۔

لیکن جب حضرت عثمانؓ نے مذکورہ اراضی کی بیع کی اباحت کر دی تو حضرت ابن عمرؓ نے امیرالمومنین کی اطاعت اور غیر منصوص امور کے اندر ان کے احکام کی تنفیذ کی خاطر حضرت عثمانؓ کا قول قبول کر لیا۔

۲۔ زمین کرائے پر دینا۔

ہم نے (مادہ اجارہ نمبر۲ کے جز الف کے جز ا) کے تحت زمین کے اجارے پر گفتگو کی ہے یہ بحث وہاں دیکھی جائے۔

خراجی زمین اہل ذمہ سے اس شرط کے ساتھ اجارے پر حاصل کرنا جائز نہیں کہ مسلمان مستاجر مذکورہ زمین کا خراج ادا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے اگر پوچھا جاتا کہ اہل ذمہ سے کسی مسلمان کا اجارے پر مذکورہ شرط کے ساتھ خراجی زمین حاصل کرنا کیا ہے تو آپ فرماتے: "کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں یا کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ذلت اور کم تری کی تحریر اپنے ماتھے پر ثبت کر لے"[۲۵۸]۔

۳۔ زمین سے پیداوار حاصل کرنا۔ (دیکھئے مادہ مزارعۃ)

ارنب (خرگوش)

خرگوش کا گوشت کھانے کی کراہت (دیکھئے مادہ طعام، نمبر۲ کے جز واؤ کا جز ۱۰)

استئذان (اجازت حاصل کرنا)

ا۔ تعریف: کسی شخص کے تصرفات پر عائد شدہ پابندی ہٹانے کی طلب کو استئذان کہتے ہیں۔

۲۔ داخل ہونے کی اجازت حاصل کرنا۔

الف۔ مکان میں داخلہ کی اجازت حاصل کرنا۔ کسی کے مکان میں مکان والے کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ ریتلی جگہ میں تھے، ریت گرم ہو جانے کی وجہ سے آپ کو تکلیف لاحق ہوگئی۔ آپ ایک قریشی خاتون کے خیمے پر آئے اور فرمایا: "السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ خاتون نے جواب دیا: "سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ" آپ نے اپنا سوال پھر دہرایا۔ خاتون نے سابقہ جواب دیا۔

آپ نے فرمایا "کہو داخل ہو جاؤ" جب خاتون نے یہ کہا تو آپ خیمے میں داخل ہو گئے۔ [۲۵۹]

قرطبی نے اس مکالمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وقت خیمہ میں داخل ہونے سے توقف کیا جب خاتون نے کہا تھا: "سلامتی کے ساتھ" کیونکہ خاتون کے اس لفظ میں احتمال تھا کہ اس کی مراد یہ ہو کہ: "اپنے سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ اپنے جثے کے ساتھ داخل نہ ہو"

ب۔ دکانوں میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کرنا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استئذان کے معاملہ میں حضرت ابن عمرؓ بازار کی دکانوں کو مکانات کے ساتھ ملحق کرتے تھے۔ اس لئے کہ عکرمہ سے جب بازار کی دکانوں میں داخل ہونے کے لئے اجازت حاصل کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے اجازت حاصل کئے بغیر ان میں داخل ہونے کو مباح قرار دیا۔ ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ تو ان دکانوں میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت حاصل کرتے تھے۔ یہ سن کر عکرمہ نے جواب دیا: "حضرت ابن عمرؓ کی طرح عمل کرنے کی کسے طاقت ہے" [۲۶۰]۔

ج۔ اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کہنا: حضرت ابن عمرؓ داخلہ کی اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کہنے میں سستی نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ سورہ نور آیت ۲۷ میں ارشاد باری ہے (یایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو' یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے)۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا: " "اندر آجاؤں؟" آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ وہاں موجود ایک شخص نے اس سے کہا کہ پہلے سلام کہو' چنانچہ اس نے سلام کہا اور آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی [۲۶۱]۔ گزشتہ سطور میں ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے خاتون سے اندر آنے کی اجازت طلب کرنے سے پہلے اسے سلام کہا تھا۔

د۔ غلام کا اندر آنے کے لئے اپنی مالکن سے اجازت طلب کرنا: غلام پر لازم ہے کہ وہ جب بھی ان تین اوقات کے اندر اپنی مالکن کے پاس اندر جانا چاہے جن کا اللہ سبحانہ نے سورہ نور کی آیت ۵۸ میں کیا ہے' پہلے اس سے اجازت حاصل کرے۔ آیت یہ ہے (یاایھا الذین امنو الیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات من قبل صلوۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ ومن بعد صلوۃ العشاء ' ثلث عورات لکم ' لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن طوا فون علیکم بعضکم علی بعض۔ کذلک یبین اللہ لکم الایات واللہ علیم حکیم" اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں' تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں۔ صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد' یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے نہ ان پر' تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے)۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس آیت کے ابتدائی حصے کی تفسیر میں فرمایا کہ:" یہ حکم مردوں کے لئے ہے' عورتوں کے لئے نہیں ہے" [۲۶۲]۔ یعنی لونڈی کو اپنی مالکن کے پاس اندر جانے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ والدہ کا غلام رکانہ ان کے پاس اجازت لئے بغیر اندر آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا:" یہ کون ہے؟" والدہ نے جواب دیا کہ یہ میرا غلام ہے۔ آپ نے اس سے کہا:" باہر چلے جاؤ' تمہاری ماں مرے' پھر اجازت لو اور السلام علیکم کہو اور پوچھو کہ میں اندر آسکتا ہوں" چنانچہ غلام نے اسی طرح کیا [۲۶۳]۔

ھ۔ شوہر کا اپنی رجعی طلاق یافتہ بیوی سے اندر آنے کی اجازت طلب کرنا:

اجازت طلب کرنے کا یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ آیا مذکورہ مطلقہ اپنے طلاق دینے والے خاوند کی بیوی ہے یا بیوی نہیں ہے؟

جن حضرات نے کہا ہے کہ وہ ابھی اس کی بیوی ہے مثلاً احناف اور بعض حنابلہ ان کے نزدیک استیذان واجب نہیں ہے اور شوہر کا ایسی بیوی کے پاس اندر جانا اسی طرح ہے جس طرح وہ اپنی غیر مطلقہ بیوی کے پاس اندر جاسکتا ہے۔ جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ مذکورہ مطلقہ اس کی بیوی نہیں رہی بلکہ طلاق واقع کرنے کے ساتھ ہی تحریم واقع ہوگئی ہے مثلاً شوافع اور مالکیہ اور بعض حنابلہ ان کے نزدیک اندر جانے سے پہلے اجازت حاصل کرنا واجب ہے [۲۶۴]۔ حضرت ابن عمرؓ شوہر پر اپنی رجعی طلاق یافتہ بیوی کے پاس اندر جانے کے لئے اجازت طلب کرنا واجب قرار دیتے تھے۔ خود بھی اجازت لئے بغیر اندر نہیں جاتے تھے [۲۶۵]۔ آپ نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو طلاق دے دی تھی اور صفیہ حضرت حفصہؓ کے مکان میں رہتی تھیں۔ یہ مکان مسجد کے راستے پر واقع تھا۔ حضرت ابن عمرؓ یہ راستہ چھوڑ کر مکان کے پچھواڑے سے مسجد جایا کرتے تھے تاکہ مطلقہ بیوی سے اجازت نہ لینی پڑے، حتیٰ کہ آپ نے صفیہ سے مراجعت کرلی [۲۶۶]۔

اگر شوہر کو اپنی مطلقہ بیوی کے پاس جانے کی ضرورت پڑ جائے تو اجازت طلب کرنا واجب ہوگا۔ "سنن بیہقی" کے حاشیہ "الجوہر النقی" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی۔ پھر جب وہاں سے گزرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے اجازت لے کر گزرتے [۲۶۷]۔

۳۔ گھر سے باہر جانے کے لئے بیوی کا اپنے شوہر سے اجازت حاصل کرنا:

گھر سے باہر جانے کے لئے اپنے شوہر سے اجازت لینا بیوی پر واجب ہے۔ طلاق رجعی اسے اس استیذان سے مستثنیٰ نہیں کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "رجعی طلاق یافتہ عورت اپنے شوہر سے اجازت لئے بغیر گھر سے باہر نہیں جائے گی [۲۶۸]۔"

۴۔ نکاح کے لئے عورت کا ولی اس سے اجازت طلب کرے گا:

(دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز الف کا جز ب)

عزل کے لئے حرہ سے اجازت حاصل کی جائے گی' لونڈی سے نہیں۔ (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

غلام اپنے آقا سے تسری اور نکاح کے لئے اجازت حاصل کرے گا۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جزج) اور (نکاح نمبر ۴ کا جز ج) نیز (زنا نمبر ۲ کا جز د) ماں اور بیوی سے ان کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کے لئے استیذان (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز د)

استبراء (برات طلب کرنا)

۱۔ تعریف: لونڈی کی ملکیت تبدیل ہو جانے کی صورت میں اتنی مدت تک اس کا انتظار جس کے ذریعے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے' نیز عقد فاسد کے تحت وطی شدہ عورت کا مذکورہ مقصد کے لئے انتظار استبراء کہلاتا ہے۔

۲۔ استبراء کب واجب ہوتا ہے؟

الف۔ اگر لونڈی ثیبہ ہو تو اس کا استبراء واجب ہوگا لیکن اگر باکرہ ہو تو استبراء واجب نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر لونڈی باکرہ ہو تو اس صورت میں آقا چاہے تو اس کا استبراء نہ کرائے" [۲۶۹]۔

ب۔ لونڈی کی ملکیت کی تبدیلی یعنی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف اس کی ملکیت کی منتقلی کی صورت میں اس کا استبراء واجب ہوگا خواہ یہ تبدیلی بیع یا ہبہ یا قیدی بن کر آنے کی وجہ سے ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر لونڈی فروخت کر دی جائے یا اسے آزاد کر دیا جائے یا کسی کو ہبہ ہو جائے تو ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کیا جائے" [۲۷۰]۔

ج۔ لونڈی سے ملکیت کے سقوط کے وقت استبراء واجب ہوگا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ پہلی صورت' لونڈی کا آزاد ہو جانا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی سریہ (دیکھئے مادہ تسری) آزاد کر دے تو وہ ایک حیض کی مدت گزارے گی" [۲۷۱]۔

۲۔ دوسری صورت' ام ولد اور مدبرہ کے آقا کی وفات' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "

ام ولد کا آقا اگر وفات پا جائے تو وہ ایک حیض کی عدت گزارے گی"[۲۷۲]۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کا جز د)

زانی عورت اگر نکاح کرنا چاہے تو اس کا استبرا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز ب کا جز الف)

خلع حاصل کرنے والی عورت کا استبراء (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵ کا جز ب)

۳۔ استبراء کس طرح ہوتا ہے۔

استبراء کا مقصد یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ رحم حمل سے خالی ہے، یہ بات حیض کے ذریعے معلوم ہوتی ہے، عورت کو جب حیض آجائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے۔ اس لئے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس مقصد کے لئے ایک حیض کافی ہے۔ کیونکہ ایک حیض ہی یہ مقصد پورا کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "لونڈی کی عدت ایک حیض ہے"[۲۷۳]۔

۴۔ استبراء کی مدت میں کونسی باتیں ممنوع ہیں؟

استبراء کی مدت میں لونڈی ہمبستر ہونے سے باز رہے گی نیز وہ شخص بھی اس سے باز رہے گا جسے اس کے ساتھ ہم بستری کرنے کا حق حاصل ہو کیونکہ ہمبستری کی وجہ سے استبراء کے مقصد میں خلل پڑ جائے گا۔ البتہ ہمبستری کے علاوہ دیگر امور مثلاً بوس وکنار اور ہم آغوشی اس شخص کے لئے مباح ہوگی جسے اپنے بارے میں علم ہو کہ بوس وکنار اور ملامست وغیرہ کے باوجود ہم بستری تک نوبت نہیں پہنچے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے خود ابھی ایسا ہی کیا تھا۔ ایوب بن عبداللہ اللخمی نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "جنگ جلولاء میں ایک لونڈی حضرت ابن عمرؓ کے حصے میں آئی، اس کی گردن چاندی کی طرح چمک رہی تھی، حضرت ابن عمرؓ اسے دیکھ کر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور لوگوں کے سامنے اس کی تقبیل شروع کر دی"[۲۷۴]۔

۵۔ استبراء کا کون مکلف قرار پائے گا۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ لونڈی کی ملکیت تبدیل ہونے کی صورت میں استبراء کا مکلف وہ شخص ہوگا جسے ملکیت حاصل ہوئی ہے یعنی لونڈی کا خریدار یا وہ شخص

جسے لونڈی ہبہ کر دی گئی ہو یا وہ شخص جس کے حصے میں جنگ کے اندر قید ہونے والی عورت لونڈی کے طور پر آئی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: "جو شخص کوئی باکرہ لونڈی خریدے وہ اس کا استبراء نہ کرائے" [۲۷۵]۔ نیز فرمایا: "جو شخص کوئی لونڈی خریدے وہ ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کرائے" [۲۷۶]۔ آپ نے مشتری کو خطاب کیا جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ مشتری ہی استبراء کا مکلف ہوتا ہے۔

ب۔ ملکیت کے سقوط کی صورت میں خود لونڈی کو استبراء کا مکلف بنایا جائے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی لونڈی آزاد کر دے تو وہ ایک حیض کی عدت گزارے گی" [۲۷۷]۔ نیز فرمایا: "ام ولد ایک حیض کی عدت گزارے گی" [۲۷۸]۔

استتابتہ (توبہ کرنا):

۱۔ تعریف: توبہ کی دعوت دینے کو استتابہ کہتے ہیں۔

۲۔ مرتد کا استتابہ۔

مرتد پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک اسے توبہ کر لینے کی تین مرتبہ دعوت نہیں دے دی جائے گی۔ توبہ کی ہر مرتبہ دعوت کے دوران اس کا شبہ دور کیا جائے گا۔ مرتد کے بارے میں اللہ کا حکم اس کے سامنے بیان کیا جائے گا اور اسے غور و فکر کے لئے کافی مہلت دی جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو پھر اس پر ارتداد کی حد جاری کر دی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "مرتد کو توبہ کرنے کی تین مرتبہ دعوت دی جائے گی، اگر وہ توبہ کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اگر توبہ کرنے سے انکار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا" [۲۷۹]۔ (دیکھئے مادہ ر د ہ نمبر ۴ کا جز الف)

استثناء (استثناء کرنا):

۱۔ تعریف: استثناء کا اطلاق کر کے اس سے دو معنی مراد لئے جاتے ہیں۔

اول: استثناء کے بعد باقی کا ارادہ کرنا۔

دوم: ایک جملے کے مضمون کو دوسرے جملے کے مضمون کے حصول پر معلق کرنا۔

اسے تعلیق کہتے ہیں۔

۲۔ معنوی استثناء: یعنی استثناء کے بعد باقی کا ارادہ کرنا۔ اس استثناء پر عمل کے لئے دو شرطیں ہیں۔

الف۔ اول یہ کہ استثناء کا ورود موصول صورت میں ہوا ہو۔ اگر اس کا ورد غیر موصول یعنی تراخی کی صورت میں ہوا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: "موصول استثناء کی صورت میں استثناء کرنے والے پر کوئی حنث (قسم توڑنا) عائد نہیں ہوگا لیکن اگر استثناء غیر موصول ہو تو استثناء کرنے والا حانث ہو جائے گا" [۲۸۰]۔

ب۔ دوم یہ کہ مستثنیٰ کی ہوئی چیز معلوم ہو۔ محمد بن فضیل نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ: "جو شخص اپنی لونڈی فروخت کرے اور لونڈی کے پیٹ میں موجود حمل بیع سے مستثنیٰ کر دے تو یہ حمل اس کا ہوگا" [۲۸۱]۔ آپ نے اپنی لونڈی فروخت کی اور اس کا حمل بیع سے مستثنیٰ رکھا [۲۸۲]۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جزء ھ کا جزء ۳)

اگر مستثنیٰ مجہول ہو تو یہ استثناء درست نہیں ہوگا۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں: "اگر ابن عمر نے استثناء کو ناپسند نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی استثناء میں کوئی خرابی نظر نہ آتی' آپ نے اس ناپسندیدگی کا اظہار اس وقت کیا تھا جب آپ بیماری کے دوران ہمارے پاس ٹھہرے ہوئے تھے" ابن عون نے درج بالا قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ: "آپ کی مراد یہ ہے کہ ایک شخص کھجور کے درختوں کے پھل فروخت کرے اور چند نامعلوم درخت بیع سے مستثنیٰ رکھے" [۲۸۳]۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں مستثنیٰ مجہول ہوگا اور نہ تو بائع کو معلوم ہوگا کہ مستثنیٰ درختوں کی کتنی پیداوار ہوگی اور نہ ہی مشتری کو اس کا پتہ ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے اپنے پھل چار ہزار درہم میں فروخت کئے اور بیع سے کارندوں کا طعام مستثنیٰ کر دیا [۲۸۴]۔ اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے ایک معین مقدار کا استثناء کیا تھا جو کارندوں کی خوراک کے لئے کافی تھی۔ اسے اس مفہوم پر محمول کرنا بھی ممکن ہے کہ طعام کے معاملہ میں تسامح برتا جاتا تھا اس لئے کہ زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے بعد مسلمان

لوگوں کو طعام دے دیا کرتے تھے اور اس معاملہ میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔

۔ ۳ استثناء بمعنی تعلیق۔ اس استثناء پر عمل کرنے کی بھی دو شرطیں ہیں۔

الف۔ اول یہ کہ استثناء موصول ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: "اگر ایک شخص قسم کھائے اور استثناء کرتے ہوئے انشاء اللہ کہدے اور پھر کلام کو استثناء کے ساتھ موصول کر دے اور اس کے بعد جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہو اسے کر ڈالے تو حانث نہیں ہو گا" آپ نے یہ بھی فرمایا: "غیر موصول استثناء کی صورت میں استثناء کرنے والے پر کوئی حنث عائد نہیں ہو گا لیکن اگر استثناء موصول ہو تو وہ حانث ہو جائے گا[۲۸۵]۔

۔ ب دوم یہ کہ جس بات پر استثناء کو معلق کیا گیا ہو وہ ایسی نہ ہو جس کی معرفت ممکن ہی نہ ہو مثلاً مشیت الٰہی پر تعلیق اس لئے کہ بندہ یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ اللہ کی مشیت کب ہو گی اور کب نہیں ہو گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ایک شخص واللہ کہہ کر قسم کھائے اور پھر انشاء اللہ کہدے اور اس کے بعد قسم کی بات کو عملی شکل دے دے تو وہ حانث نہیں ہو گا[۲۸۶]۔ آپ قسم کھاتے ہوئے فرماتے: "بخدا' میں فلاں کام نہیں کروں گا' انشاء اللہ" پھر مذکور کام کر لیتے اور قسم کا کفارہ ادا نہ کرتے[۲۸۷]۔

طلاق اور عتاق کے اندر استثناء درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام' طلاق اور عتاق کے سوا ہر بات کے اندر استثناء کو جائز سمجھتے تھے۔"[۲۸۸]۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر۸ کے جز ب کا جز۸)

اگر تعلیق کو معلوم کیا جا سکتا ہو تو ایسی صورت میں اسے استثناء نہیں کہیں گے بلکہ تعلیق کہیں گے۔ پھر جب معلق علیہ وقوع پذیر ہو جائے گا تو مقصود بھی واقع ہو جائے گا۔ ایک شخص نے اپنے بیوی سے کہا کہ وہ اگر گھر سے باہر جائے گی تو اس پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی حضرت ابن عمرؓ نے فتویٰ دیا کہ اگر وہ گھر سے باہر جائے گی تو اس صورت میں اس پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر نہیں جائے گی تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی[۲۸۹]۔

استجداء (عطیہ مانگنا)۔ :

۱۔ تعریف: لوگوں سے صدقات مانگنا استجداء کہلاتا ہے۔

۲۔ استجداء کے ذریعے کسب

حضرت ابن عمرؓ استجداء کے ذریعے کسب کو خبیث کسب تصور کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنادیا اور غلام کتابت کی قسط لے کر آپ کے پاس آیا آپ نے پوچھا کہ یہ رقم کہاں سے حاصل ہوئی ہے اس نے جواب دیا کہ: "میں کام بھی کرتا تھا اور لوگوں کے سامنے دست سوال بھی دراز کرتا تھا"۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلانا چاہتے ہو؟ جاؤ تم آزاد ہو اور یہ قسط بھی اپنے پاس رکھ لو" [۲۹۰]۔

۳۔ استجداء کی اباحت کب ہوتی ہے؟

استجداء تین حالتوں کے اندر مباح ہوجاتا ہے۔ ان کا ذکر حضرت ابن عمرؓ نے کیا ہے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ لوگوں سے کہ دیں کہ وہ اپنے صدقات اسے دیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم خوں بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں یا تکلیف دہ جرمانہ یعنی قرض وغیرہ ادا کرنے کی خاطر یا زمین پر دے مارنے والی تنگدستی کی بنا پر سوال کرتے ہو تو پھر تمہارا حق واجب ہے ورنہ تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔" [۲۹۱]۔ یعنی ان صورتوں کے اندر تمہارے لئے صدقہ لینا حلال ہوگا ورنہ حلال نہیں ہوگا۔

۴ ۔ : قدرت ہونے کی صورت میں سائل کی مدد کرنا واجب ہے (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر۲)

استحاضہ۔ :(استحاضہ)

۱۔ تعریف حیض اور نفاس کے ایام کے سوا دیگر ایام میں عورت کے اندام نہانی سے خارج ہونے والے خون کو استحاضہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ مستحاضہ کا غسل:

مستحاضہ کے غسل کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے ایک روایت کے مطابق مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے گی۔ ایک مستحاضہ نے آپ سے دریافت کیا کہ مجھے ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا فتویٰ دیا گیا ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ "تمہارے لئے میرا بھی یہی فتویٰ ہے۔"[۲۹۲]۔ دوسری روایت کے مطابق وہ ہر روز ایک دفعہ غسل کرے گی[۲۹۳]۔ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

۳۔ مستحاضہ کا طواف۔ :

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں استحاضہ کا خون کسی عبادت مثلاً نماز' روزہ' مسجد میں داخلہ' بیت اللہ کے طواف اور دیگر عبادات کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ آپ سے ایک خاتون نے پوچھا: "میں طواف کے ارادے سے بیت اللہ کی طرف چل پڑی۔ جب میں مسجد حرام کے دروازے پر پہنچی تو خون دوبارہ جاری ہو گیا۔ میں واپس آگئی' میں نے تین مرتبہ اس طرح کیا" آپ نے جواب میں فرمایا: "یہ شیطان کی ٹھوکر ہے' جاؤ اور جاکر غسل کرو اور اندام پر کوئی کپڑا باندھ لو اور پھر بیت اللہ کا طواف کرو"[۲۹۴]۔

۴۔ استحاضہ کی بیماری کا علاج مباح ہے: (دیکھئے مادہ تداوی نمبر۲)

استحالہ (ایک شکل سے دوسری شکل اختیار کرلینا)

۱۔ تعریف کسی چیز کی ماہیت کا اس طرح بدل جانا استحالہ کہلاتا ہے کہ وہ اپنی پہلی حالت کی طرف واپس آنے کے قابل نہ رہے۔

۲۔ استحالہ کے ذریعے تطہیر

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں استحالہ ایک نجس چیز کو پاک کر دیتا ہے۔ بنا بریں آپ مشک کی طہارت کے قائل تھے حالانکہ اس کی اصلیت خون ہے جو بدل کر مشک بن جاتا ہے۔ آپ سے اس مشک کے بارے میں پوچھا گیا جسے حنوط میں ملایا جاتا ہے' آپ نے فرمایا: "کیا مشک تمہاری عمدہ ترین خوشبو نہیں ؟"[۲۹۵]۔ آپ سرکے کی طہارت کے بھی قائل تھے حالانکہ اس کی اصلیت شراب ہے جو بدل کر سرکہ بن جاتی ہے۔ آپ

کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے شراب سے بنے ہوئے سرکے کو سالن کے طور پر استعمال کیا تھا[۲۹۶]۔

استحسان۔ (ایک بات کو اچھا جاننا):

۱۔ تعریف ایک مسئلے کو اس کے نظائر کے حکم سے ہٹا کر کسی اور حکم کی طرف لے جانا استحسان کہلاتا ہے جبکہ کوئی قوی تر سبب اس عمل کا مقتضی بنا ہو۔

استحسان کا حکم۔ : حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں استحسان پر عمل مشروع ہے۔ آپ نے اپنے بہت سے فیصلوں میں اس پر عمل کیا ہے مثلاً عزل کی ممانعت اور اس پر سزا۔ (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

استسعاء۔ (کمائی پر لگانا):

۱۔ تعریف غلام کو اس پر عائد ہونے والے مالی حقوق کی ادائیگی کی خاطر کمائی کرنے کا مکلف بنانا استسعاء کہلاتا ہے۔

۲۔ مرض الموت کے اندر آزاد کئے جانے والے غلام کو تہائی ترکہ سے زائد اپنی قیمت کی ادائیگی کے لئے کمائی پر لگانا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ جزج) مشترک غلام کا اس صورت میں استسعاء جب ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے اور وہ تنگدست ہو (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ جز ب)

استسقاء : (بارش طلب کرنا)

بارش نہ ہونے کی مدت طویل ہوجانے کی صورت میں بارش طلب کرنا استسقاء کہلاتا ہے۔ استسقاء کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۶)

استعاذۃ : (خدا کی پناہ طلب کرنا)

۱۔ استعاذہ کے صیغے

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ استعاذہ کے لئے متعدد کلمات استعمال کرتے تھے۔

ان میں سے ایک فقرہ یہ ہے "اللھم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم" ابن جریج سے منقول ہے کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کس طرح استعاذہ کرتے تھے؟" انہوں نے جواب دیا کہ آپ کہتے ہیں "اللھم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم" (اے اللہ، میں شیطان رجیم سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں)[۲۹۷]۔ ایک اور فقرہ یہ ہے "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" ایک یہ فقرہ بھی ہے "اعوذباللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ استعاذہ میں یہ فقرہ کہتے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" یا یہ کہتے "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم"[۲۹۸]۔

۲۔ نماز کے اندر سری طور پر استعاذہ کرنا۔

نمازی جہری طور پر استعاذہ نہیں کرے گا بلکہ سری طور پر کرے گا خواہ اس کی قرات سری ہو یا جہری۔ حضرت ابن عمرؓ دل میں استعاذہ کرتے تھے"[۲۹۹]۔

استمتاع (فائدہ اٹھانا)

نظر یا لمس کے ذریعے لذت اندوزی کو استمتاع کہتے ہیں۔

حائضہ کے ماتحت الازار سے استمتاع کی ممانعت (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز واوٗ)

اور (دیکھئے مادہ مباشرۃ)

استمناء (جلق لگانا)

۱۔ تعریف: عضو تناسل کو اس طرح چھیڑنا کہ انزال ہوجائے استمناء کہلاتا ہے

۲۔ استمناء کا حکم: حضرت ابن عمرؓ سے استمناء کے حکم کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس میں کوئی مضائقہ نہیں، آپ سے جب اس کے متعلق پوچھاگیا تو آپ نے فرمایا: "یہ بات تو اسی طرح ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے لباس کو عضو مخصوص کے ساتھ رگڑتا رہے اور اس کے نتیجے میں انزال ہوجائے:"[۳۰۰]۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "یہ تو ایک پٹھا ہے جسے تم رگڑتے ہو"[۳۰۱]۔ دوسری روایت کے مطابق استمناء حرام ہے۔ آپ نے اس کے متعلق

فرمایا: "ایسا شخص اپنی ذات کے ساتھ جماع کرتا ہے" [۳۰۲]۔

استنجاء (استنجاء کرنا)

۱۔ تعریف: سبیلین (قبل و دبر) سے نکلنے والی نجاست کو اس کے مخرج سے صاف کردینا استنجاء کہلاتا ہے۔

۲۔ نجاست کے ازالے سے مخرج یعنی قبل یا دبر پاک صاف ہوجاتا ہے۔ نجاست زائل کردینے والی کسی بھی چیز سے اگر مخرج کو صاف کردیا جائے تو مخرج پاک ہوجاتا ہے۔ نجاست کے ازالے کے لئے پانی شرط نہیں ہے۔ تاہم یہ بات صرف استنجاء کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت ابن عمرؓ ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں: "حضرت ابن عمرؓ استنجا کے لئے پانی استعمال نہیں کرتے تھے میں آپ کے لئے حرہ کے مقام سے پتھر یعنی ڈھیلے لاتا، جب یہ ڈھیلے بھر جاتے یعنی انہیں چاروں طرف سے استعمال کرلیا جاتا تو میں انہیں پھینک دیتا اور ان کی جگہ نئے ڈھیلے رکھ دیتا"

[۳۰۳]۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ نے جب پانی استعمال کرنے کا تجربہ کیا تو آپ نے محسوس کیا کہ ڈھیلوں کی بہ نسبت پانی کے ذریعے مخرج بہتر طور پر صاف ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے استنجاء کے لئے پانی استعمال کرنا شروع کردیا۔ نافع نے کہا ہے کہ "حضرت ابن عمرؓ پانی سے استنجاء نہیں کرتے تھے، پھر پانی استعمال کرنے لگے اور فرمایا کہ: "ہم نے تجربہ کیا ہے کہ پانی بہتر ہے" [۳۰۴]۔ اسی بنا پر آپ نے پانی استعمال کرنا شروع کردیا" [۳۰۵]۔

استنجاء کرنے والا اگر ڈھیلے استعمال کرکے مخرج کو نجاست سے صاف کردے تو مخرج پاک ہوجائے گا اور اس کے بعد وہاں پانی لگنے سے یہ پانی نجس نہیں ہوگا یہ روایت منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مزدلفہ کے مقام پر پیشاب کرنے کے بعد اپنا ہاتھ اندر داخل کیا اور پھر اپنے کپڑوں کے نیچے مخرج پر پانی چھڑک دیا [۳۰۶]۔ یعنی پیشاب کرنے کے بعد آپ نے ڈھیلا استعمال کیا اور پھر مخرج پر پانی چھڑک دیا یہ بات اس پر

دلالت کرتی ہے کہ آپ کی رائے میں ڈھیلوں کے استعمال کے بعد مخرج پاک ہو جاتا ہے

استھلال (نوزائیدہ بچے کی پہلی آواز' چاند دیکھنا)

۱۔ تعریف: پیدا ہونے کے بعد بچے کا آواز نکالنا استھلال کہلاتا ہے

۲۔ استھلال پر مرتب ہونے والے آثار

نوزائیدہ کا آواز نکالنا اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہ زندہ پیدا ہوا ہے۔ جب مولود آواز نکالے اور پھر مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور وہ وارث قرار پائے گا جس طرح بڑوں کی کیفیت ہے

(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ا) اور (مادہ ارث نمبر ۴ جز ب)

استیاک (مسواک کرنا)

۱۔ تعریف: مسواک وغیرہ کے ذریعے دانت صاف کرنا استیاک کہلاتا ہے

۲۔ استیاک کا حکم:

حضرت ابن عمرؓ کھانا کھانے کے بعد مسواک کرنا سنت سمجھتے تھے اس لئے جب بھی کھانا کھاتے تو اس کے بعد مسواک کرتے۔ آپ فرماتے: "جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی ہے اگر وہ پہلے معلوم ہو جاتی تو بھی مسواک کرنا مجھے دو غلاموں کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہوتا" [۳۰۷]۔ آپ ہر نماز کے وقت بھی مسواک کرنا سنت سمجھتے تھے۔ [۳۰۸]

۳۔ محرم کا مسواک کرنا: احرام محرم کے لئے مسواک کرنے میں مانع نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ حالت احرام میں مسواک کیا کرتے تھے۔ [۳۰۹] اور فرماتے: "محرم کے لئے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے" [۳۱۰]۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز واؤ)۔

۴۔ روزہ دار کا مسواک کرنا:۔

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال سے پہلے مسواک کرنا جائز ہے' اس پر آپ کا یہ قول محمول ہوگا کہ: "روزہ دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں" [۳۱۱]۔ آپ کا یہ فعل بھی منقول ہے کہ آپ روزے کی حالت میں مسواک کرتے تھے [۳۱۲]۔ مسواک خواہ تر ہو یا خشک اس سے مذکورہ بالا حکم میں کوئی

فرق نہیں پڑتا۔ آپ نے فرمایا: "روزہ دار کے لئے تر اور خشک مسواک استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے" [۳۱۳]۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ح)۔

جہاں تک زوال کے بعد مسواک کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول رواتیوں میں اختلاف ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے۔ یہ کراہت خلوف (معدہ خالی ہونے کے سبب منہ سے نکلنے والی ایک خاص بو) کی بنا پر ہے۔ [۳۱۴]۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے "روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے" [۳۱۵]۔

دوسری رویت یہ ہے کہ صائم کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مباح ہے۔ امام بخاری نے "باب اغتسال الصائم" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دن کے اول و آخر میں مسواک کرتے تھے۔ [۳۱۶]۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ روزے کے حالت میں جب ظہر کی نماز کے لئے جاتے تو مسواک کرکے جاتے۔ [۳۱۷]

۔

اسر (گرفتار ہوجانا)

۱۔ تعریف: جنگ کے دوران برسرپیکار دشمن کا اپنے دشمن کے ہاتھ زندہ لگ جانا اسر کہلاتا ہے۔

۲۔ اسیر کا حکم

اسیر یعنی قیدی کو باندھ کر قتل کرنے کے جواز کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول رواتیوں کے اندر اختلاف ہے۔ قرطبی نے آپ سے نقل کیا ہے کہ امیرالمومنین کو جنگی قیدیوں کے بارے میں اختیار ہوتا ہے، اگر چاہے تو انہیں قتل کردے اور اگر چاہے تو فدیہ لے کر چھوڑ دے یا فدیہ لئے بغیران سے احسان کرکے انہیں چھوڑ دے اور اگر چاہے تو انہیں غلام بنالے۔ [۳۱۸]۔

ابو عبید نے "کتاب الاموال" میں اور جصاص رازی نے "احکام القرآن" میں

روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عامر نے حضرت ابن عمرؓ کی طرف جب کہ آپ فارس میں تھے اصطخر کے ایک سرکردہ شخص کو بیڑیوں میں جکڑ کر روانہ کردیا تاکہ آپ اسے قتل کردیں۔ لیکن آپ نے اسے قتل کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا: "چونکہ وہ بیڑیوں میں بندھا ہوا ہے اس لئے اسے قتل نہیں کیا جائے گا" اور پھر سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ تلاوت کی (فاما منابعد واما فداء پھر اس کے بعد یا محض احسان رکھ کر چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر چھوڑ کردو) [۳۱۹]۔ آپ نے اسیر کو بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کرنے کو مکروہ خیال کیا۔ آپ کی رائے تھی کہ مذکورہ بالا سورت کی آیت (فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء جب تمہارا مقابلہ کافروں سے ہوجائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کی خوب خونریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا محض احسان رکھ کر چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر چھوڑ دو) سورہ توبہ کی آیت نمبر ۵ کی ناسخ ہے جس میں ارشاد ہے (فاقتلواالمشرکین حیث وجدتموھم' مشرکین کو جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کردو) عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری نے حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے اختیار کی ہے۔ [۳۲۰]

یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ رائے اس لئے اختیار کی تھی کہ اسلامی سلطنت اس قدر مضبوط ہوگئی تھی کہ اگر وہ ان قیدیوں کو زندہ رہنے دیتی تو اسے ان سے کوئی خطرہ درپیش نہ ہوتا اس لئے کہ ان کی قوم کی کمر توڑ دی گئی تھی۔ اور ان کا خون بہایا جاچکا تھا۔ واللہ اعلم

اسراف (فضول خرچی)

۱۔ تعریف: حلال کاموں میں حد سے زائد خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔

۲۔ اسراف کا حکم: کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں اسراف مکروہ ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: "میں کس قسم کے کپڑے پہنوں؟" آپ نے جواب دیا ایسے کپڑے پہنو جن کی وجہ سے نادان لوگ تمہیں حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور عقلمند لوگ تم پر نکتہ چینی نہ کریں" سائل نے پوچھا: "ایسا لباس کتنے کا ہوتا ہے؟" آپ

نے فرمایا: "پانچ درہم سے لے کر بیس درہم تک کا"[۳۲۱]۔

صدقات کے اندر اسراف مکروہ ہے۔ ایک شخص کا اپنا سارا مال صدقہ کر دینا مکروہ ہے ایک عورت نے قسم کھائی کہ اس کا سارا مال مساکین کے لئے صدقہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے صدقہ نہ کرنے کا فتوٰی دیا اور فرمایا کہ کا قسم کفارہ دینے پر اکتفا کر لیا جائے گا[۳۲۲]۔ آپ نے شاید یہ مسلک سورہ انعام کی آیت نمبر۱۴۱ کے سبب نزول سے اخذ کیا تھا۔ جس میں ارشاد ہے (ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین اور اسراف نہ کرو اللہ تعالی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) اس آیت کے سبب نزول کے سلسلے میں عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کھجور کے درخت سے کھجور اتروائے اور پھر انہیں صدقہ میں دینا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان کے پاس کھجور کا ایک دانہ بھی باقی نہ بچا۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا! "قیس بن شماس نے پانچسو درختوں سے کھجور اتروائے اور سارا پھل غزوہ احد کے دن لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ بھی نہ رکھا۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی[۳۲۳]۔

غسل اور وضو کے اندر پانی استعمال کرنے میں اسراف مکروہ ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر۳) اور (مادہ غسل نمبر۴)

میت کی نعش کو خوشبو لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں اسراف کا پہلو ہے (دیکھئے مادہ موت نمبر۶ کا جزج)

اسلام (اسلام)

۱۔ تعریف: اسلام وہ دین ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ دین عقیدہ، شریعت اور اخلاق پر مشتمل ہے

۲۔ ارکان اسلام

شہادتین (توحید ورسالت کی گواہی) کے بعد اسلام کے چار ارکان ہیں یعنی نماز، زکوۃ، حج اور روزہ۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا! "آپ جہاد کیوں

نہیں کرتے" آپ خاموش رہے اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا! "اسلام کی عمارت چار ستونوں پر قائم کی گئی ہے یعنی نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا جسے وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔ رہ گیا جہاد یا صدقہ تو یہ اچھے اعمال میں شمار ہوتا ہے" [۳۲۴]۔

۳۔ زوجین میں نے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے پر دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۸)

اشتراط (شرط عائد کرنا)

دیکھئے لفظ شرط

اشربہ (مشروبات)

اشربہ کی دو قسمیں ہیں۔ خمر اور نبیذ۔ ذیل میں ہم دونوں پر گفتگو کریں گے۔

۱۔ خمر (شراب)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ خمر اصل میں اس مشروب کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو اور جسے انگور کے رس یا نقیع تمر (ہر وہ چیز جس میں خشک کھجور بھگوئی جائے) سے بنایا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا! "خمر کی تحریم ہوئی حالانکہ اس وقت مدینہ میں خمر نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی" [۳۲۵]۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ مدینہ میں انگور کے رس سے بنی ہوئی مشروبات میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی، اس وضاحت کی دلیل وہ روایت ہے جسے نافع نے آپ سے نقل کی ہے آپ نے فرمایا! "خمر کی تحریم نازل ہوئی اس وقت مدینہ میں پانچ مشروبات کا رواج تھا لیکن ان میں انگور کی شراب شامل نہیں تھی" [۳۲۶]۔ بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے "سکر خمر ہے، بتع شہد کا نبیذ ہے، جعہ جو کا نبیذ ہے، مزر باجرے سے ہے، خمر انگور سے ہے اور سکر خشک کھجور سے ہے" [۳۲۷]۔ آپ نے خمر کو انگور اور خشک کھجور سے قرار دیا کسی اور چیز سے نہیں

شعبی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ "خمر پانچ چیزوں سے ہے، خشک

کھجور سے ' گندم سے ' جو سے ' اور شہد نیز انگور سے " [۳۲۸] یہ قول دراصل حضرت عمرؓ کا کلام ہے جسکی روایت حضرت ابن عمرؓ نے کی ہے۔ دیگر روایات میں اسکی تصریح موجود ہے [۳۲۹]

محمد بن سیرین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا "میں خشک کھجور پکی مٹی کے مٹکے میں ڈال کر اسے تنور پر رکھا دیتا ہوں" آپ نے فرمایا! "میں تمہاری یہ بات سمجھ نہیں سکا کہ خشک کھجور پکی مٹی کے مٹکے میں ڈال کر اسے تنور پر رکھ دیتا ہوں' تم خمر نہ پیو" پھر فرمایا: " ایک علاقے کے لوگ فلاں فلاں چیزوں سے خمر تیار کرتے ہیں اور اس کا نام فلاں رکھ دیتے ہیں' اسی طرح کسی اور علاقے کے لوگ فلاں فلاں چیزوں سے خمر تیار کرکے اس کافلاں نام رکھ دیتے ہیں' اس طرح کسی اور علاقے کے لوگ کرتے ہیں" آپ نے اسی طرح پانچ مشروبات گنوائیں۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ان میں سے میں صرف شہد' جو اور دودھ یاد رکھ سکاہوں [۳۳۰]۔ دراصل مذکورہ بالا مشروبات جب نشہ آور بن جاتی ہیں تو یہ بھی خمر کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں خمر کے ساتھ شامل کر کے مجازاً انہیں خمر کا نام دے دیا' خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر نشہ آور مشروب پر خمر کے لفظ کا اطلاق کرتے تھے خواہ یہ مشروب انگور سے تیار کی گئی ہو یا کسی اور چیز سے۔ اگرچہ خمر کے اسم کا اطلاق لغت کے اعتبار سے صرف اس نشہ آور مشروب پر ہوتا ہے جو انگور کے رس سے تیار کی گئی ہو۔

۲۔ نبیذ

الف۔ تعریف: نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں خشک کھجور یا اسی قسم کی کوئی اور چیز ڈالی گئی ہو اور اس میں جھاگ نہ پیدا ہوئی ہو' نہ جوش آیا ہو اور نہ ہی نشہ آور بنا ہو۔

ب۔ نبیذ کا حکم: حضرت ابن عمرؓ چند شرطوں کے ساتھ نبیذ کا استعمال حلال سمجھتے تھے

ا۔ نبیذ کے استعمال کی حلت: حضرت ابن عمرؓ خود چند شرطوں کے ساتھ جن کا ذکر ہم بعد میں کریں گے نبیذ استعمال کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں: حضرت ابن عمرؓ کے لئے ایک کوزے میں صبح کے وقت منقی کے دانے پانی کے ساتھ ڈال دئے جاتے اور آپ رات

کے وقت اسے پی لیتے' اسی طرح شام کے وقت منقی کے دانے کوزے میں پانی کے ساتھ ڈال دئے جاتے اور آپ اگلی صبح اسے پی لیتے' نافع اس کوزے کو صبح شام صاف کرتے اور اس میں کوئی تلچھٹ یا کوئی اور چیز رہنے نہ دیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ ہم اسے شہد کی طرح پیتے[۳۳۱]۔

حضرت ابن عمرؓ اس کوزے کو صبح شام دھلواتے اور اس میں تلچھٹ رہنے نہ دیتے اس کی وجہ یہ تھی کہ کوزہ نہ دھونے کی بناء نیز تلچھٹ رہ جانے کے سبب مشروب کے اندر تیزی سے نشہ پیدا ہو جاتا اور جھاگ بن جاتی۔

۲۔ نبیذ کی شرط: نبیذ کے استعمال کی حلت کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں۔

اول۔ نبیذ کی تیاری خمر تیار کرنے والے ظروف میں نہ کی جائے مثلاً دباء (کدو کا خول) مزفت (مٹکا جس پر تارکول مل دیا گیا ہو)' حنتم (سبز رنگ کی ٹھلیا)' نقیر (لکڑی کی جڑ جسے کھود کر اس میں خمر تیار کرتے ہیں) اور مٹی کا بنا ہو ظرف[۳۳۲]۔

دوم۔ ایک ہی برتن میں دو چیزیں نہ ڈالی جائیں' حضرت ابن عمرؓ پہلے دو چیزوں سے تیار شدہ نبیذ پی لیتے تھے خواہ انہیں ایک ہی برتن میں کیوں نہ ڈالا گیا ہو۔ آپ کے لئے زبیب یعنی منقیٰ سے مشروب تیار کی گئی' لیکن اس مشروب سے آپ کو لطف نہیں آیا۔ آپ کے حکم پر لونڈی نے اس میں عجوہ (عمدہ کھجور) بھی ڈال دیا۔[۳۳۳]۔ تاہم آپ نے جلد ہی اس قسم کا مشروب ترک کردیا۔ نافع کہتے ہیں: "حضرت ابن عمرؓ نے زبیب اور خشک کھجور سے نبیذ تیار کرنے کا حکم دیا لیکن کچھ عرصہ بعد اسے ترک کردیا"[۳۳۴]۔ آپ نے زبیب اور خشک کھجور ملا کر نیز کچی پکی کھجوریں یکجا کر کے نبیذ تیار کرنے سے روک دیا[۳۳۵]۔ اس تبدیلی کا سبب وہ مشروب ہے جسے آپ نے عقبہ بن زیاد کو پلایا تھا۔ عقبہ کہتے ہیں: "حضرت ابن عمرؓ نے مجھے ایک مشروب پینے کے لئے دیا۔ اسے پی کر میں بمشکل اپنے گھر تک پہنچ سکا۔ اگلے دن صبح آکر میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: "ہم نے تمہیں تو زبیب اور عجوہ سے تیار شدہ مشروب ہی پلایا تھا"[۳۳۶]۔ آپ نے عقبہ سے یہ بات اپنے تاسف کے اظہار کے طور پر نیز معذرت کے انداز میں کہی تھی کیونکہ مذکورہ مشروب پی کر عقبہ پر نشہ کی کیفیت طاری

ہوگئی تھی۔

اس واقعہ نے حضرت ابن عمرؓ کو اس معاملہ کا نئے سرے سے جائزہ لینے پر مجبور کردیا جس کے نتیجے میں آپ کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے خلیطین (ایسا مشروب جس میں دو چیزیں ڈالی گئی ہوں) کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: "کیا میں خشک کھجور اور زبیب کو یکجا کردوں؟" آپ نے نفی میں جواب دیا۔ اس نے وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے" اس نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا: "ایک شخص پر نشہ طاری ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اسے حد لگائی اور حکم دیا کہ اس کے مشروب کی چھان بین کی جائے' پتہ چلا کہ اس کا مشروب خشک کھجور اور زبیب سے تیار ہوا تھا اس پر حضور ﷺ نے خشک کھجور اور زبیب یکجا کرنے سے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک سے الگ الگ مشروب تیار کیا جائے"[۳۳۷]۔

سوم۔ تیار شدہ نبیذ پینے والے کے اندر نشہ پیدا نہ کرے۔ اگر نبیذ نشہ آور بن جائے تو اسے پینا حرام ہوجائے گا خواہ اس کی مقدار قلیل ہو یا کثیر کیونکہ اس صورت میں وہ خمر بن جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے"[۳۳۸]۔ نیز فرمایا: "خمر تو حرام ہے اس کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں' اس کے علاوہ دیگر مشروبات تو ہر نشہ آور مشروب حرام ہے"[۳۳۹]۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا مجھے کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ میں نے گھر والوں سے کہا کہ وہ میرے لئے اس گھڑے میں نبیذ تیار کردیں------ اس نے گھڑے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا---- تاکہ یہ نبیذ میرا کھانا ہضم کردے" آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: "میں تمہیں ہر نشہ آور مشروب سے خواہ قلیل ہو یا کثیر روکتا ہوں اور اس بات کے لئے اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں" آپ نے اپنی یہ بات تین دفعہ فرمائی[۳۴۰]۔ حکیم بن الرقاق[۳۴۱] سے مروی ہے کہ: "میں اور ضحاک کا آزاد کردہ غلام قیس ہم دونوں حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے۔ ہم نے آپ کو جمرہ کے مقام پر پایا اور آپ مکہ جانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ قیس نے کہا: "الحمد للہ کہ ہمیں آپ کی

زیارت نصیب ہوئی' آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے اس لئے آپ کی زیارت میں برکت ہے' اگر آپ روانگی کی حالت میں نہ ہوتے تو ہم آپ سے مسئلہ پوچھتے" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھو" اس پر قیس نے کہا:"ایک شخص ہے جو بیت اللہ حج اور عمرہ کے لئے چالیس برسوں تک آتا جاتا رہا۔ جب وہ اپنے گھر واپس جاتا تو گھر والے اس کے لئے زبیب سے نبیذ تیار کرتے۔ نبیذ کی کیفیت یہ ہوتی کہ اگر اس میں پانی ملایا جاتا تو اس کی شدت میں کمی نہ آتی اور اگر اسی حالت میں اسے پی لیتا تو نشہ طاری ہوجاتا" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"میرے قریب آؤ" جب قیس آپ کے قریب گیا تو آپ نے اس کے سینے پر زور سے مکا مارا جس سے وہ الٹ کر گر پڑا اور پھر فرمایا:"تم ہی وہ شخص ہو' تمہارا نہ کوئی حج ہوا اور نہ ہی تمہیں کوئی شرف حاصل ہوا"اس پر قیس نے کہا:"میں نے آپ سے یہ مسئلہ اپنے ہی بارے میں پوچھا تھا خدا کی قسم' آئندہ میں اس کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھوں گا"[۳۴۲]۔ آپ نے فرمایا:"تم اس وقت تک رس پی سکتے ہو جب تک اس رس کو اس کا شیطان اپنی گرفت میں نہ لے لے" اس نے پوچھا کہ شیطان کب گرفت میں لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا:"تین دن کے بعد" یا فرمایا:"تین دنوں کے اندر"[۳۴۳]۔

۳۔ خمر نیز نشہ آور نبیذ کا حکم

الف۔ ان کا استعمال: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خمر کا استعمال خواہ قلیل ہو یا کثیر حلال نہیں ہے کیونکہ ارشاد باری ہے (انما الخمر و المیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے' یہ سب گندے شیطانی کام ہیں' ان سے پرہیز کرو) پرہیز یعنی اجتناب سے مراد قلیل اور کثیر مقدار کی تحریم ہے۔ خواہ پی کی نشہ آئے یا نشہ نہ آئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"جو شخص شراب پی لے اور اس پر نشہ طاری نہ ہو تو جب تک اس کے معدے یا رگوں میں اس کا کوئی بھی حصہ موجود ہوگا اس وقت تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی اور اگر اسی حالت میں مرجائے تو کافر ہو کر مرے گا۔ اگر اسے نشہ آجائے تو چالیس دنون تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور اگر نشہ کی حالت میں مرجائے تو کافر

ہو کر مرے گا"[۳۴۴]۔

جہاں تک عصیر یعنی رس کا نیز نبیذ کا تعلق ہے تو پہلے گذر چکا ہے اسے پینا اس وقت تک جائز ہو گا جب تک وہ نشہ آور نہ بنے' نشہ آور بن جانے کے بعد اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہو جائے گی خواہ پی کر نشہ آئے یا نشہ نہ آئے' اور اس کی حیثیت خمر جیسی ہو جائے گی۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس پر خمر کے اسم کا اطلاق کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز سے اجتناب کرو"[۳۴۵]۔ ہمام بن منبہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے نبیذ کے بارے میں پوچھا کہ: "ابو عبدالرحمٰن' آپ اس مشروب کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟" آپ نے جواب دیا:" ہر نشہ آور مشروب حرام ہے" میں نے عرض کیا: "اگر میں شراب پی لوں اور مجھے نشہ نہ آئے تو کیا حکم ہو گا؟" آپ نے فرمایا "اوہ' اوہ' شراب کا کیا سے کیا بن گیا!" آپ پر غصہ طاری ہو گیا۔ میں ذرا پرے ہو گیا حتیٰ کہ آپ کا غصہ اتر گیا' پھر میں نے عرض کیا: "ابو عبدالرحمٰن جن حضرات کو میں جانتا تھا ان میں سے آپ ہی باقی رہ گئے ہیں' آپ کے پاس کوئی شخص سواری پر آتا ہے اور آپ سے ایک بات دریافت کرتا ہے' وہ آپ کی آدھی بات یاد رکھتا ہے اور پھر اسے ساری دنیا میں یہ کہہ کر پھیلا دیتا ہے کہ "ابن عمرؓ نے یہ کہا' ابن عمرؓ نے یہ کہا" اس پر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ: "کیا تم عراقی ہو؟" میں نے نفی میں جواب دیا' آپ نے پوچھا: "تمہارا تعلق کس علاقے سے ہے" میں نے عرض کیا کہ میں اہل یمن میں سے ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "خمر یعنی شراب تو حرام ہے' اس کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں' اس کے سوا دیگر مشروبات تو ہر نشہ آور مشروب حرام ہے"[۳۴۶]۔

ب۔ شراب یعنی خمر کی تیاری' اسکی فروخت اور اسے پلانے کا حکم۔

خمر کی خرید و فروخت اور اس سے حاصل ہونے والے ثمن کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اہل عراق میں سے کچھ افراد نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: "ابو عبدالرحمٰن' ہم انگور اور کھجور خرید کر رس نکالتے اور شراب بنا کر فروخت کردیتے ہیں" آپ نے جواب میں فرمایا: "میں تم پر اللہ کو' اس کے فرشتوں کو اور سننے والے تمام جن و انس کو

گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں تمہیں نہ تو اس کی فروخت کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی خرید کا اور نہ اس بات کا کہ تم اسے نچوڑو' اسے پیو اور اسے پلاؤ کیونکہ یہ سب گندے شیطانی کام ہیں"[۳۴۷]۔ آپ سے ایک مرتبہ خمر کی فروخت کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا:" اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے' ان پر چربی حرام کردی گئی انہوں نے چربی کا استعمال حرام رکھا لیکن اس کی فروخت اور حاصل شدہ ثمن کا استعمال حلال کرلیا' اللہ تعالیٰ نے خمر حرام کردیا ہے اس لئے اس کی بیع بھی حرام ہے اور اس سے حاصل شدہ ثمن کا استعمال بھی حرام ہے"۔[۳۴۸]

ج۔ زیب و زینت کے لئے خمر کا استعمال:

زیب و زینت کے لئے بھی خمر کا استعمال جائز نہیں ہے مثلاً اس کے ذریعے بالوں کو سنوارنا وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں اپنے بال سنوارنے کے لئے خمر استعمال کرتی ہیں۔ آپ نے ایسا کرنے سے انہیں روکا اور فرمایا:" اللہ تعالیٰ ان کے سروں پر کنکر پتھر ڈالے"[۳۴۹]۔

د۔ دوا کے طور پر شراب کا استعمال: حضرت ابن عمرؓ دوا کے طور پر شراب کے استعمال کو مباح قرار نہیں دیتے تھے۔ خواہ یہ استعمال انسان کے لئے ہو یا جانور کے لئے۔ آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ ایک شخص اپنے جانور کے زخم کا علاج شراب کے ذریعے کرے[۳۵۰]۔ (دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۳ کا جز الف)

ھ۔ جانور کو شراب پلانا۔ آپ اسے بھی مباح قرار نہیں دیتے تھے۔ ایک غلام نے اونٹ کو شراب پلادی آپ نے اسے پٹائی کرنے کی دھمکی دی[۳۵۱]۔

و۔ ایسے دسترخوان پر بیٹھنا جس پر شراب کا دور چل رہا ہو • (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ھ)

۴۔ نشہ آور مشروبات کے استعمال پر مرتب ہونے والے آثار

اگر آزاد شخص شراب یا دیگر نشہ آور مشروب استعمال کرے تو اسے حد کے طور پر اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ اگر غلام یہ فعل کرے تو اسے چالیس کوڑے لگیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:" شراب پینے پر غلام کو اس حد کا نصف لگے گا جو شراب پینے

پر آزاد شخص کو لگتی ہے"[۳۵۲]۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غلام کو شراب کی حد میں اسی کوڑے لگاتے تھے[۳۵۳]۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے

۵۔ خمر کا استحالہ یعنی اسے کسی اور مادہ میں تبدیل کر دینا

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر خمر کو کسی اور مادہ مین تبدیل کر دیا جائے جس میں نشہ پیدا کرنے کی صفت نہ ہو تو اس کی فروخت نیز اس کا استعمال حلال ہو جائے گا اور اس سے خمر کے تمام احکامات زائل ہو جائیں گے۔ نافع کہتے ہیں کہ:"حضرت ابن عمرؓ اس چیز کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جو پہلے خمر ہو اور پھر سرکہ بن جائے"[۳۵۴]۔ (دیکھئے مادہ استحالہ)

اشعار (علامت مقرر کرنا)

۱۔ تعریف: اونٹ کا کوہان ایک جانب سے شق کر دینا نہ اس سے خون بہہ پڑے اشعار کہلاتا ہے

۲۔ کس جانور کا اشعار کیا جائے؟

اشعار صرف اس جانور کا ہوتا ہے جسے ہدی کے طور پر یا نذر کے تحت حرم لے جایا جائے یعنی حرم کے فقراء کے لئے' صرف اونٹ یا گائے کا اشعار ہوگا جسے ہدی قرار دیا گیا ہو[۳۵۵]۔

ہدی کا اشعار اور اس کے گلے میں پڑا ہوا پٹہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ جانور ہدی ہے تاکہ چور اور ڈاکو اس سے کوئی تعرض نہ کر سکیں

۳۔ اشعار کا سنت طریقہ: حضرت ابن عمرؓ جب مدینہ منورہ سے کوئی ہدی لے کر چلتے اور ذوالحلیفہ پہنچ جاتے تو اسے وہاں روک لیتے اور اس کا رخ قبلے کی طرف کرکے اس کے گلے میں دو جوتے ڈال دیتے اور پھر اس کے کوہان کے بائیں کنارے کو شق کر دیتے۔ البتہ اگر جانور منہ زور ہوتا اور اس کے بھاگ نکلنے کا خطرہ ہوتا یا کوہان کے بائیں کنارے کو شق کرنے میں دشواری ہوتی تو اس سے دائیں کنارے کو یا جو کنارہ بھی میسر ہوتا شق کر دیتے۔ یہ بات مستحب ہے کہ ہدی لے جانے والا شخص خود اپنے ہاتھوں

سے اشعار کرے اور اشعار کرتے وقت "بسم اللہ واللہ اکبر کہے"[۳۵۶]۔

۴۔ اشعار کا حکم: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ہدی کا اشعار واجب ہے۔ آپ کا قول ہے: "ہدی صرف وہی جانور ہے جس کے گلے میں پٹہ ڈالا گیا ہو، اشعار کیا گیا ہو اور عرفات میں اسے کھڑا کیا گیا ہو"[۳۵۷]۔

اشہاد (گواہی قائم کرنا)۔

۱۔ تعریف: کسی تصرف پر گواہ بنانا اشہاد کہلاتا ہے۔

۲۔ نکاح پر اشہاد: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نکاح کی صحت کے لئے گواہ بنانا شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص گواہوں کی بغیر نکاح کرلے تو اس کا نکاح درست ہو جائے گا۔ خود آپ نے گواہوں کے بغیر نکاح کیا تھا[۳۵۸]۔ شاید آپ کو اشہاد کے حکم پر مشتمل احادیث نہیں پہنچی تھیں۔ علاوہ ازیں قرآن میں نکاح پر اشہاد کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ رجعت پر اشہاد: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں رجعت پر اشہاد واجب ہے کیونکہ سورہ طلاق کی آیت نمبر۲ میں ارشاد باری ہے (فاذابلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوفارقوھن بمعروف واشھدواذوی عدل منکم جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو انہیں یا تو معروف طریقے سے روک لو یا معروف طریقے سے جانے دو اور اپنوں میں سے دو عادل افراد کو گواہ بنالو) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو ایک یا دو رجعی طلاقیں دی تھیں اس کے بعد آپ ان کے پاس اجازت لے کر جاتے پھر جب ان سے مراجعت کرلی تو اس رجعت پر گواہ بنائے اور پھر بیوی کے پاس گئے[۳۵۹]۔

۴۔ مالی معاملات میں گواہی قائم کرنا:

ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیع پر گواہی قائم کرنے کو واجب تصور کرتے تھے۔ قرطبی نے آپ سے اس بات کی تصریح کی ہے[۳۶۰]۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ جب کوئی چیز نقد فروخت کرتے تو گواہی قائم کرلیتے اور دستاویز تحریر نہ کرتے لیکن اگر

ادھار فروخت کرتے تو دستاویز کے ساتھ ساتھ گواہی بھی قائم کرتے [۳۶۱]۔ جصاص رازی نے اس سے یہ استنباط کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اشہاد کو مستحب سمجھتے تھے واجب نہیں قرار دیتے تھے کیونکہ اشہادواجب ہوتا تو دستاویز کے ساتھ اشہاد بھی ہوتا اس لئے کہ آیت کے اندر دونوں کا حکم دیا گیا ہے۔ [۳۶۲]۔ جصاص رازی کی جلالت شان اور علمی مرتبہ و کمال کے باوجود ہم ان کی یہ بات تسلیم نہیں کر سکتے اس لئے کہ جب ہم آیت کو حضرت ابن عمرؓ کے فعل کے ساتھ ملاتے ہیں تو ہمیں دونوں کے درمیان کامل مطابقت نظر آتی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر۲۸۲ میں دین کے بارے میں ارشاد ہے (یایھاالذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ اے ایمان لانے والو' جب کسی مقرہ مدت کے لئے تم آپس میں قرض کالین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو) آگے ارشاد ہوا (واستشھدو اشھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان اور پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہو جائیں)حضرت ابن عمرؓ بھی جب کوئی چیز ادھار یعنی دین کے بدلے فروخت کرتے تو اس دین کی دستاویز لکھ لیتے اور گواہ بھی بناتے۔ اس طرح آپ کا فعل قرآن کے منطوق کے مطابق ہوتا۔ آگے چل کر اسی آیت میں ارشاد ہے (الاان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا۔ واشھدوا اذاتبایعتم ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں مگر تجارتی معاملات طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو) حضرت ابن عمرؓ بھی جب کوئی چیز نقد فروخت کرتے تو بیع پر گواہ بنا لیتے اور دستاویز یعنی رسید نہ لکھتے۔ اس لئے آپ کا فعل آیت کے منطوق کے عین مطابق تھا۔

الاشھر الحرم (حرمت والے مہینے)

۱۔ تعریف: اشہر حرم چار ہیں۔ رجب' ذیقعدہ' ذوالحجہ اور محرم۔

۲۔ اشہر حرم کے احکام۔

جو شخص اشہر حرم میں قتل ہو جائے اس کی دیت میں ایک اور تہائی دیت تک تغلیظ ہو گی (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۵ جز ب)۔

اشہر حرم کے روزے (دیکھئے مادہ 'صیام نمبر۱۲ کا جز ج)۔

اصبع (انگلی)۔

نماز میں تشبیک اصابع (انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرنا) نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر۷ کے جز ج کا جز۱)۔

سجدے کے اندر انگلیاں کشادہ کرنا نہیں ہے (دیکھئے مادہ سجود نمبر۲ کا جز د) نماز میں تشہد کے اندر دائیں ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ جز ط کا جز ۲)۔

اصلع (گنجا)۔

جس شخص کے سر کے بال گر چکے ہوں اسے اصلع کہا جاتا ہے۔

احرام کھولنے کے لئے گنجا شخص اپنے سر پر استرہ پھرائے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۵ کا جز ھ)۔

اضحیتہ (قربانی کا جانور)۔

۱۔ تعریف: اضحیہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جسے سنت کی ادائیگی کی خاطر ایام نحر میں ذبح کیا جائے۔ اضحیہ کے طور پر ہر اس ہدی کا اعتبار ہوتا ہے جس کی گردن میں پٹہ نہ ڈالا جائے' اشعار نہ کیا جائے اور اسے عرفات میں لے جا کر کھڑا نہ کیا جائے [۳۶۳]۔

۲۔ اضحیہ کا حکم: اضحیہ سنت ہے واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ اضحیہ حتمی یعنی ضروری نہیں ہے لیکن یہ سنت اور نیکی ہے [۳۶۴]۔

۳۔ قربانی کن لوگوں کی طرف سے دی جائے گی؟

ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کے چھوٹے بڑے افراد کی طرف سے دے گا۔ تاہم حمل یعنی جنین کی طرف سے نہیں دے گا جو ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ حمل کی طرف سے قربانی نہیں دیتے تھے البتہ اپنی بالغ اور نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی دیتے تھے [۳۶۵]۔

۴۔ اضحیہ کے طور پر کون سے جانور درست ہیں؟

الف۔ جانور کی عمر: قربانی کے لئے جذع (سال بھر سے کم کا بکرا بکری' دو سال سے کم کی گائے بھینس اور پانچ سال سے کم کا اونٹ) یا اس سے کم عمر کا جانور درست نہیں۔ بھیڑ اور دیگر جانوروں کی قربانی اس وقت درست ہوگی جب وہ ثنی ہوں (پانچ سال کا اونٹ' دو سال کی گائے بھینس اور ایک سال کی بکری بکرا اور بھیڑ کو ثنی کہتے ہیں)

نوٹ: اگر دنبہ یا بھیڑ اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دیا جائے تو کچھ فرق معلوم نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں احناف کے نزدیک چھ ماہ کے دنبے اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے۔ اگر بھیڑ یا دنبہ اس طرح کا نہ ہو تو پھر سال بھر کا ہونا چاہیے۔ مترجم

امام مالک نے "الموطا" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایسی قربانیوں اور جانوروں سے پرہیز کرتے تھے جو ثنی نہ ہوتے [۳۶۶]۔ آپ نے فرمایا: "قربانی کے جانوروں نیز گائے اور اونٹ کا ثنی یا اس سے زائد عمر کا ہونا ضروری ہے" [۳۶۷]۔ قربانی کے جانوروں کی عمر کے سلسلے میں یہی اصول ہے۔ تاہم قربانی میں چونکہ گوشت مقصود ہوتا ہے اس لئے حضرت ابن عمرؓ ---جیسا کہ ظاہر ہے--- اس شرط سے اس وقت تجاوز کر جاتے تھے جب آپ ایک سال سے کم عمر والی فربہ بکری اور یک سالہ دبلی بکری میں سے کسی ایک کے انتخاب پر مجبور ہو جاتے۔ اسی بنا پر آپ نے فرمایا: "مجھے سال بھر سے کم فربہ بکری کی قربانی ایک سال کی سوکھی بکری کی قربانی سے زیادہ پسند ہے" نیز فرمایا: "ایک سال سے کم کی موٹی تازی بکری جس کا صدقہ درست ہو قربانی کرنا مجھے دبلی پتلی بکری قربانی کرنے سے زیادہ پسند ہے" [۳۶۸]۔

ب۔ قربانی کے جانور کے اندر گوشت زیادہ ہونا: یہ مستحب ہے کہ قربانی کے جانور کے اندر گوشت زیادہ ہو کیونکہ گوشت مقصود ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قربانی دی۔ آپ نے نافع کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لئے سینگوں والا فربہ مینڈھا خرید لائیں۔ [۳۶۹]۔

ج۔ قربانی کے جانور کا ظاہری عیوب سے پاک ہونا: ظاہری عیب والے جانور کی قربانی

مکروہ ہے اس لئے کہ اضحیہ یعنی قربانی کا جانور ہدی یعنی ہدیہ ہوتا ہے۔ اور ہدیہ کا بہترین حالت پر ہونا پسند کیا جاتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے قربانی کے جانور کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا آپ نے جواب میں فرمایا: "اس جانور سے جو کانا ہو اور اس کا کانا پن واضح ہو' اس جانور سے جو لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن واضح ہو' اس جانور سے جو دبلا ہو اور اس کا دبلاپن واضح ہو میں پرہیز کرتا اور اسے ناپسند کرتا ہوں" پھر آپ نے سائل سے کہا: "تم شاید اسے یعنی قربانی کو حتمی اور ضروری تصور کرتے ہو" اس نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا: "میں اسے سنت اور اجر و خیر کا ذریعہ سمجھتا ہوں" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "درست ہے"[۳۷۰]۔

دم کٹا ہونا ظاہری عیب شمار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے دم کٹے جانور کی قربانی کسی کراہت کے بغیر جائز قرار دی ہے۔[۳۷۱]

د۔ نر ہونا: قربانی کے لئے جانور کا نر ہونا شرط نہیں ہے۔ مادہ جانور کی قربانی بھی درست ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ "مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو نر اور مادہ کی قربانی کے درمیان فرق کرتا ہو' میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا' بلکہ مجھے تو مادہ جانور قربانی دینا زیادہ پسند ہے"[۳۷۲]۔ آپ نے جواز بیان کرنے کے لئے نیز ممانعت کی نفی کرنے کی خاطر مادہ جانور کی قربانی زیادہ پسند کی تھی۔

ھ۔ حضرت ابن عمرؓ کی پہلے یہ رائے تھی کہ ایک قربانی خواہ بکری کی ہو یا گائے کی یا اونٹ کی' ایک سے زائد افراد کی طرف سے درست نہیں ہوتی[۳۷۳]۔ پھر آپ کی ملاقات عامر شعبی سے ہوئی۔ شعبی کہتے ہیں کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا گائے اور اونٹ سات افراد کی طرف سے کافی ہیں؟" آپ نے فرمایا: "یہ کس طرح ہو سکتا ہے' کیا گائے اور اونٹ کی سات جانیں ہوتی ہیں؟" میں نے عرض کیا: "کوفہ میں حضور ﷺ کے صحابہ نے مجھے یہی فتویٰ دیا ہے' انہوں نے فرمایا کہ سات افراد کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ ' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اسی طرح فرمایا ہے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اوہو' مجھے یہ بات

معلوم نہ ہو سکی!" [۳۷۴]۔ پھر آپ نے توقف کیا اور معاملہ کی چھان بین اور تحقیق و تفتیش میں لگ گئے۔ اور پھر اپنے قول سے رجوع کرلیا اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے دی جاسکتی ہے جب کہ ایک خاندان کی طرف سے دی جائے [۳۷۵]۔ آپ نے فرمایا:" قربانی میں جماعت شریک نہیں ہوگی۔ سات افراد کی طرف سے قربانی صرف ایک خاندان میں ہوسکتی ہے [۳۷۶]۔ بلکہ آپ نے یہ قول اختیار کرلیا کہ ایک پورے خاندان کی طرف سے خواہ اس کے افراد کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں' ایک بکری کی قربانی کافی ہے۔ آپ خود اپنی طرف سے اور اہل خاندان کی طرف سے ایک بکری قربانی دیتے تھے اور اس کا گوشت سب مل کر کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے [۳۷۷]۔ گرچہ آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ خاندان کے ہر فرد کی طرف سے ایک ایک بکری کی قربانی دی جائے [۳۷۸]۔

۵۔ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا:

الف۔ ذبح سے پہلے فائدہ اٹھانا: اگر کوئی شخص قربانی کا جانور یا ہدی خرید لے تو وہ اس سے باربرداری' سواری اور ہل چلانے کا کام لے سکتا ہے یہاں تک کہ اسے ذبح کردیا جائے [۳۷۹]۔

ب۔ ذبح کے بعد انتفاع: جب ایک شخص قربانی کا جانور یا ہدی ذبح کرلے تو گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنے لئے رکھ لے' ایک حصہ اپنے خاندان کے لئے اور ایک حصہ مساکین کو دیدے [۳۸۰]۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ قربانی کے گوشت کے بارے میں فتویٰ دیتے تھے کہ:"ایک حصہ تمہارے لئے اور تمہارے خاندان کے لئے' ایک حصہ تمہارے پڑوسیوں کے لئے اور ایک حصہ مساکین کے لئے" [۳۸۱]۔ ابومجلز نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ" حضرت ابن عمرؓ نے حکم دیا کہ آپ کی قربانی کا تھوڑا سا گوشت رکھ لیا جائے اور باقی گوشت صدقہ کر دیا جائے" [۳۸۲]۔

ج۔ قربانی اور ہدی کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ ادخار نمبر ۲)

۵۔ قربانی کی کھال کی فروخت: یہ جائز ہے کہ قربانی دینے والا اپنی قربانی کی کھال فروخت کرکے اس کا ثمن صدقہ کردے [۳۸۳]۔ عقبہ بن صہبان کہتے ہیں: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا میں اپنی قربانی کی گائے کی کھال فروخت کردوں؟ آپ نے مجھے اس کی اجازت دے دی" [۳۸۴]۔

۶۔ قربانی کا وقت: قربانی کا جانور دسویں ذی الحجہ کو یا اس اگلے دن یا اس سے اگلے دن ذبح کیا جائے گا۔ اس طرح ایام نحر بقرعید کا دن اور اس سے اگلے دو دن ہیں [۳۸۵]۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن کی جائے" [۳۸۶]۔ ابو سلمہ نے حضرت ابن عمرؓ سے گیارھویں ذی الحجہ کو پوچھا کہ: "مجھے آج قربانی کرنے کا خیال ہوا ہے" آپ نے فرمایا: "جو شخص چاہے آج قربانی دے دے اور انشاء اللہ کل بھی" [۳۸۷]۔

آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایام نحر یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں [۳۸۸]۔

۷۔ قربانی کرنے کا مقام: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ قربانی اس جگہ دی جائے جہاں لوگ عید کی نماز کے لئے جمع ہوتے ہوں۔ نافع کہتے ہیں: "حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قربانی دی' آپ نے مجھے سینگوں والا موٹا تازہ مینڈھا خرید کر لانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں اسے عید کے دن عید گاہ میں ذبح کروں" [۳۸۹]۔ اگر آپ حج پر جاتے تو اس جگہ جانور ذبح کرتے جہاں حضور ﷺ نے ذبح کیا تھا [۳۹۰]۔

۸۔ قربانی کا جانور ذبح کرنے کا طریقہ

الف۔ بھیڑ بکریوں اور گائے کو لٹا کر یا بٹھا کر ذبح کیا جائے گا اور اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے گا یعنی اس کے حلقوم پر نیزہ مارا جائے گا۔ اس کے پاؤں باندھ دیئے جائیں گے تاکہ بھاگ کھڑا نہ ہو۔ دینار بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے قربانی کا اپنا اونٹ نحر کرنے کے لئے بٹھادیا ہے۔ اس سے آپ نے فرمایا: "اسے کھڑا کرو اور اس کے پاؤں باندھ دو' یہی محمد ﷺ کی سنت ہے" [۳۹۱]۔

ب۔ قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ذبح کرنے والا کہے گا "بسم اللہ واللہ اکبر' اللھم

منک والیک' اللھم تقبل منی"[۳۹۲]۔

۹۔ قربانی کے جانور کا بچہ: اگر ایک شخص جانور خرید کر کے قربانی کے لئے اس کا تعین کردے اور پھر یہ جانور بچہ دے دے تو قربانی کے دن جانور کے ساتھ اس بچے کو بھی ذبح کرے گا[۳۹۳]۔

۱۰۔ قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد سر مونڈنا: حاجیوں کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد سر مونڈنا واجب نہیں ہے۔ اگر مونڈ لے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ نافع کہتے ہیں: "حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ منورہ میں قربانی دی آپ نے مجھے سینگوں والا موٹا تازہ مینڈھا خرید کر لانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں اسے عید کے دن عید گاہ میں ذبح کردوں' چنانچہ میں نے یہی کیا۔ پھر یہ مینڈھا آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسکی ذبح کے وقت سر مونڈ لیا۔ آپ بیماری کے سبب عید گاہ میں جا نہیں سکے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر ایک شخص حج نہ کرے اور قربانی دے تو اس کے لئے سر مونڈنا واجب نہیں"[۳۹۴]۔

اضطجاع (لیٹ جانا)

سنت فجر کے بعد لیٹ جانے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت اس کا اثبات کرتی ہے اور دوسری روایت اس کی نفی کرتی ہے[۳۹۵]۔

اعارۃ (عاریت کے طور پر کوئی چیز دینا)

۱۔ تعریف: معاوضہ کے بغیر منافع (جمع منفعت) کی تملیک اعارہ کہلاتی ہے۔

۲۔ عاریت کا ضمان یعنی تاوان: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عاریت کا اصول یہ ہے کہ تلف ہوجانے پر اس کا تاوان لازم ہوجائے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ہاتھ کے ذمے وہ چیز ہے جو اس نے لیا ہے یہاں تک کہ وہ اسے ادا کردے"[۳۹۶]۔

حضور ﷺ نے جنگ حنین کے موقعہ پر جب صفوان بن امیہ سے چند زرہیں

حاصل کیں تو اس نے پوچھا: "محمدؐ کیا یہ غصب ہے؟" آپ نے جواب میں فرمایا: "نہیں ' بلکہ یہ قابل تاوان عاریت ہے" [۳۹۷]۔ نیز مستعیر اپنے لئے غیر کی مملوکہ چیز لے لیتا ہے تاکہ استحقاق کے بغیر اس سے فائدہ اٹھائے' اسے مذکورہ چیز تلف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اس لئے حاصل شدہ چیز مضمون یعنی قابل تاوان ہوگی جس طرح غصب کے اندر ہوتا ہے۔

۳۔ زیورات کا اعارہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ زیورات میں زکوۃ نہیں ہے. زیورات کی زکوۃ یہ ہے کہ عاریت کے طور پر انہیں دیا جائے [۳۹۸]۔

۴۔ اعارہ اور العمری میں فرق (دیکھئے مادہ عمری نمبر۲)

اعتاق (آزاد کرنا)

غلامی زائل ہوجانے کو عتق کہتے ہیں (دیکھئے مادہ رق نمبر۸)

اعتکاف (اعتکاف کرنا)

۱۔ تعریف: تقرب الٰہی کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں

۲۔ اعتکاف کی جگہ:

الف۔ مردوں کا اعتکاف صرف مساجد میں درست ہوتا ہے اور اعتکاف والی مسجد کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں باجماعت نماز ہوتی ہو [۳۹۹]۔

ب۔ اگر کوئی شخص اعتکاف کرے تو اعتکاف کی جگہ میں ٹھہرا رہے۔ وہاں سے نہ نکلے اور کسی چھت کے نیچے نہ آئے۔ عطاء بن ابی ریاح سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو چھوٹا یا بڑا خیمہ نصب کرلیتے اور وہیں قضائے حاجت کرتے اور پھر نہ اپنے اہل خانہ کے پاس آتے اور نہ ہی کسی چھت کے نیچے داخل ہوتے [۴۰۰]۔

۳۔ اعتکاف میں روزہ رکھنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہوتا آپ فرماتے: "روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں" [۴۰۱]۔ کیونکہ قول باری ہے (وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من

الفجر' ثم اتمواالصیام الی اللیل' ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد' نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ سورہ بقرہ آیت ۱۸۷)
اللہ تعالیٰ نے روزے کے ساتھ اعتکاف کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں [۴۰۲]۔

اعور (یک چشم)

اعور وہ شخص ہے جس کی ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہو
اعور کی آنکھ کی دیت (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)
کانے جانور کی قربانی کی کراہت (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ۴ کا جز ج)

اغماء (بے ہوشی طاری ہوجانا)

۱۔ تعریف: کسی آفت کی وجہ سے حواس کھوبیٹھنا اور بے حس و حرکت ہوجانا اغماء کہلاتا ہے

۲۔ اغماء کے احکام

الف۔ اگر انسان کو اغماء ہوجائے اور کئی دنوں تک جاری رہے تو اس دوران رہ جانے والی نمازوں کی قضا اس پر لازم نہیں ہوگی۔ [۴۰۲ ب] حضرت ابن عمرؓ پر اغماء طاری ہوگیا اور آپ اپنے حواس کھوبیٹھے تو اس دوران کی نمازیں قضا نہیں کیں [۴۰۳]۔ البتہ اس اغماء کی مدت کے بارے میں روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ پر چوبیس گھنٹے بے ہوشی طاری رہی۔ [۴۰۴] دوسری روایت میں ہے کہ دو دن بے ہوش رہے۔ [۴۰۵] اور تیسری روایت یہ ہے کہ ایک ماہ تک اغماء کی کیفیت جاری رہی [۴۰۶]۔

یہاں یہ احتمال ہے کہ آپ پر ایک سے زائد مرتبہ اغماء کی کیفیت طاری ہوئی میرے نزدیک یہی بات قابل ترجیح ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ پر اغماء دو مرتبہ

طاری ہوا پہلی مرتبہ ایک دن ایک رات جاری رہا جسے بعض لوگوں نے دو دن تصور کیا۔ آپ نے اس دوران رہ جانے والی نمازیں قضا نہیں کیں۔ دوسری مرتبہ ایک ماہ اغماء والی کیفیت جاری رہی۔ اس دوران چھوٹ جانے والی نمازیں بھی آپ نے قضا نہیں کیں۔ عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ پر ایک ماہ اغماء کی کیفیت طاری رہی آپ نے فوت شدہ نمازیں قضا نہیں کیں اور جس دن آپ ہوش میں آئے اس دن کی نمازیں ادا کیں [۴۰۷]

ب۔ اغماء روزہ دار کے روزے کو فاسد نہیں کرتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ جز ط)

افتاء (فتوے دینا)

۱۔ تعریف: کسی مخصوص مسئلے میں حکم شرع بیان کر دینا افتاء کہلاتا ہے

۲۔ فتوی کے مصادر: حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور آپ کے پہلو میں ابوالشعثاء جابر بن عبداللہؒ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا: "ابوالشعثاء آپ بصرہ کے فقہاء میں سے ہیں۔ آپ صرف ناطق قرآن یا سنت ماضیہ کے ذریعے فتوے دیا کیجئے' اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو خود بھی ہلاک ہوں گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کریں گے" [۴۰۸] سنت ماضیہ سے مراد حضور ﷺ کی محکم اور غیر منسوخ حدیث ہے یا پہلے گزر جانے والے کسی صحابی یا تابعی کا فتوی ہے جس پر عمل جاری رہا ہو۔

۳۔ فتوی دینے سے گریز کرنا: حضرت ابن عمرؓ علم ہی کی بنا پر فتویٰ دیتے۔ اگر آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا جس کا جواب آپ کو معلوم نہ ہوتا تو فرمادیتے: "مجھے نہیں معلوم" اس لئے کہ فتویٰ دین ہے اور اللہ کے دین میں علم کے بغیر کچھ کہنا گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ایسی بات کی نسبت ہوتی ہے جس کے متعلق قائل کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا: "مجھے اس کا کوئی علم نہیں" جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: "ابن عمر نے بہت اچھی بات کہی' اس سے ایسی بات پوچھی گئی جس کا اسے علم نہیں تھا اس نے کہدیا "مجھے اس کا علم نہیں" [۴۰۹]

افاضہ (چل پڑنا)

کسی گروہ کا اپنی جگہ سے آگے کی طرف سے کثیر تعداد میں چل پڑنا افاضہ کہلاتا ہے

طواف افاضہ (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۶)

عرفات' مزدلفہ اور منٰی سے افاضہ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۹ کا جز ز) اور (مادہ حج نمبر۲۰ کا جز ر) اور (مادہ حج نمبر۳۱)

افراد (جدا کرنا)

حج افراد (دیکھئے مادہ حج نمبر۷ ۳ کا جز الف)

اقالہ (قول ختم کردینا)

۱۔ تعریف: متعاقدین کی رضامندی سے عقد فسخ کردینا اقالہ کہلاتا ہے

۲۔ اقالہ کے اندر ثمن: حضرت ابن عمرؓ اس پہلے ثمن پر جس کے تحت خریداری مکمل ہوئی ہو' اقالہ کرلینا جائز سمجھتے تھے۔ نیز مذکورہ ثمن سے کم پر بھی اقالہ جائز قرار دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں تصور نہیں کرتے تھے کہ مشتری خرید شدہ سامان واپس کردے اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی واپس کرے [۴۱۰]۔ "مصنف ابن ابی شیبہ" میں مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص اونٹ خریدتا ہے اور پھر اسے واپس کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایک درہم بھی واپس کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں" [۴۱۱]۔ حضرت ابن عمرؓ ثمن میں اس کمی کو شاید اس فائدے کے بالمقابل تصور کرتے تھے جو مشتری فروخت شدہ سامان سے اٹھا چکا تھا یا اس امر کے بالمقابل قرار دیتے تھے کہ مذکورہ سامان مشتری کے پاس ہونے کی وجہ سے بائع کے ہاتھ سے اس کی فروخت کا موقعہ نکل گیا تھا۔ اگر سامان کی واپسی پہلے ثمن سے زائد رقم کے بدلے ہو تو اس کے متعلق اقالہ کے باب میں گفتگو کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ ایک نئی بیع ہوگی

۳۔ مسلم فیہ (بیع سلم کے مبیع) کے بعض حصوں میں اقالہ۔

اس سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ اس بات کے عدم جواز کے قائل تھے کہ بیع سلم کے اندر مبیع یعنی مسلم فیہ کے کچھ حصے میں بیع کا اقالہ کرلیا جائے اور کچھ لے لیا جائے [۴۱۲]۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بیع سلم کے اندر تاجیل کی وجہ سے ثمن میں کمی کی جاتی ہے یعنی سلم کے اندر مشتری جو ثمن ادا کرتا ہے وہ حقیقت میں اس ثمن سے کم ہوتا ہے جس کی ادائیگی اگر مال موجود ہونے کی صورت میں ہوتی۔ بنا بریں اگر یہ مسلم فیہ کے بعض حصے میں اقالہ کرلے تو باقی حصہ ثمن کے باقی ماندہ حصے کے بالمقابل اور اس حصے کی منفعت کے بالمقابل رہے گا جس میں اقالہ ہوا ہے۔ یہی وہ علت ہے جو اس بات سے مانع ہے کہ مسلم فیہ کے بعض حصے میں اقالہ کرلیا جائے اور بعض حصہ لے لیا جائے البتہ حاضر بیع کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس بات میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ مبیع کے بعض حصے میں اقالہ کرکے اس کا بعض حصہ حاصل کرلیا جائے۔

دوسری روایت کے مطابق آپ کے نزدیک بیع سلم کے اندر بعض مسلم فیہ کا اقالہ اور بعض کو اس کے حصہ ثمن کے بدلے لے لینا جائز ہے [۴۱۳]۔ اس لئے کہ سلم کا معاملہ مسامحت یعنی نرم روی اور نظرانداز کرنے پر مبنی ہوتا ہے اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کے جز ب کا جز ۶

اقامتہ الصلوۃ (نماز کی اقامت کہنا)

۱۔ تعریف: مخصوص الفاظ کے ذریعے جماعت شروع ہونے کے اعلان کو اقامت کہتے ہیں

۲۔ اقامت کہنے کی کیفیت

الف۔ اقامت کے الفاظ اذان کے الفاظ کی طرح ہیں۔ بس "حی علی الفلاح" کے بعد "قد قامت الصلوۃ" کا فقرہ اضافی طور پر دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔ نیز اذان کے الفاظ دوہرے ہوتے ہیں لیکن اقامت کے الفاظ اکہرے ہوتے ہیں [۴۱۴]۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے موذن کو اس کا حکم دیتے تھے تاکہ گزرنے والے کو اذان اور اقامت کا فرق معلوم ہوجائے [۴۱۵]۔

ب۔ اذان کی ادائیگی میں رفتار ست رکھی جاتی ہے جب کہ اقامت کہنے میں تیزی سے کام لیا جاتا ہے حضرت ابن عمرؓ اذان میں ارسال (ٹھہراؤ) سے کام لیتے اور اقامت میں حدر (تیزی) کرتے [۴۱۶]۔

۳۔ عورت کا اقامت کہنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اقامت کہنا مردوں کے لئے لازم تھا عورتوں پر لازم نہیں تھا اس لئے کہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ آپ فرماتے: "عورت پر نہ تو اذان ہے اور نہ ہی اقامت [۴۱۷]۔

۴۔ زمین پر اقامت کہنا: جہاں اذان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دور کے افراد کو نماز کے وقت دخول کی اطلاع دی جائے وہاں اقامت سے مقصود نماز شروع ہو جانے کی اطلاع دینا ہے۔ بنا بریں اذان بلند جگہ دینی چاہئے تاکہ آواز دور دور تک پہنچ جائے اور اقامت زمین پر کہی جائے اس لئے کہ اس کے ذریعہ وہاں موجود لوگوں کو جماعت شروع ہونے کی خبر دینا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اکثر اوقات اپنی سواری پر چڑھ کی صبح کی اذان دیتے اور پھر زمین پر اتر کر اقامت کہتے [۴۱۸]۔

۵۔ اقامت کہنا کب ساقط ہو جاتا ہے؟

الف۔ اگر ایک شخص اپنے شہر میں ہو اور پھر نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں اگر جماعت کی اقامت کہی جاچکی ہو تو اس سے اقامت کہنا ساقط ہو جائے گا اور وہ اقامت کہے بغیر نماز ادا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: "اگر ایک شخص شہر میں ہو اور جماعت کی اقامت کہی جاچکی ہو تو اس کے لئے یہی اقامت کافی ہو جائے گی" [۴۱۹]۔ یہ امر تو واضح ہے کہ اقامت کا سقوط اس شخص سے ہوگا جو کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنا چاہے جہاں اقامت ہو چکی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ایک شخص کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھے جہاں اقامت ہو چکی ہو تو جماعت کی اقامت اس کے لئے کافی ہو گی" [۴۲۰]۔ حضرت ابن عمرؓ ایسے مقام پر اقامت نہیں کہتے جہاں اقامت کہی جاچکی ہو [۴۲۱]۔

ب۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک فجر کی نماز کے سوا باقی نمازوں کے لئے مسافر سے اذان دینے کا عمل اگرچہ ساقط ہو جاتا ہے تاہم اقامت کہنے کا عمل اس سے کسی

صورت میں بھی ساقط نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر صبح کی نماز کے سوا باقی نمازوں کے لئے صرف اقامت کہتے تھے' البتہ فجر کی نماز کے لئے اذان دیتے اور اقامت کہتے تھے [۴۲۲]۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر۲ کا جزد)

۵۔ ہر نماز کے لئے اقامت کی تکرار: دو نمازوں کو جمع کرنے کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ صرف ایک اقامت پر اکتفا کرلینے کے قائل تھے اور ہر نماز کے لئے اقامت کہنے کی ضرورت کے قائل نہیں تھے۔ بیہقی نے اپنی سند کے ذریعے روایت کی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ: "ہم حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ عرفات سے چل پڑے۔ آپ نے مزدلفہ کے مقام پر ہمیں مغرب اور عشا کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھائیں یعنی مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں۔ پھر فرمایا: "ہمیں بھی حضور ﷺ نے یہ نمازیں اسی طرح پڑھائی تھیں" [۴۲۳]۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز الف)

الاقامۃ من السفر (سفر کے اندر اقامت کرلینا)

۱۔ تعریف: سفر کے اندر اقامت یہ ہے کہ کسی شہر میں قیام کی نیت کرلی جائے اور وہاں سے سفر کی مسافت تک جانے کا ارادہ نہ کیا جائے۔ قیام کی یہ نیت اتنی مدت کے لئے ہو کہ اس کے ذریعے حکمی طور پر استقرار ہو جائے۔

۲۔ مسافر کو کب مقیم تصور کیا جائے گا؟

الف۔ مسافر کو اس وقت مقیم تصور کیا جائے گا جب وہ اپنے وطن میں داخل ہو جائے جہاں وہ پیدا ہوا ہو اور وہاں سے کوچ نہ کرگیا ہو یا وہ ایسے شہر میں داخل ہو جائے جہاں اس کے اہل و عیال رہتے ہوں اور وہاں اس کا مال بھی ہو [۴۲۴]۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر۲ کے جز د کا جز ۲)

ب۔ مسافر کو اس وقت بھی مقیم تصور کیا جائے گا جب وہ کسی شہر میں اتنی مدت تک اقامت کی نیت کرلے جس کے ذریعے حکمی طور پر اسے استقرار حاصل ہو جائے۔ اس مدت کی مقدار کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ مدت بارہ دنوں کی ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: "اگر تم فیصلہ کرلو کہ بارہ دنوں تک قیام کروگے تو پھر پوری نماز پڑھو"

۴۲۵۔ اگر اس کی اقامت اس سے کم مدت کے لئے ہو تو اسے مقیم تصور نہیں کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ دس دنوں تک مکہ معظمہ میں ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے۔ ۴۲۶۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ مدت پندرہ دنوں کی ہے۔ آپ نے فرمایا:" اگر تم کسی شہر میں سفر کی حالت کے اندر آؤ اور تمہارے دل میں وہاں پندرہ دن قیام کرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز ادا کرو" ۴۲۷۔ مجاہد کہتے ہیں کہ:"حضرت ابن عمرؓ اگر پندرہ دن قیام کا ارادہ کرلیتے تو چار رکعتیں پڑھتے" ۴۲۸۔
اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول محمول کیا جائے گا کہ :"اگر میں کسی جگہ جاؤں تو اس وقت تک دو رکعتیں پڑھتا رہوں گا جب تک قیام کا ارادہ نہ کرلوں" ۴۲۹۔ اس قول کی وہ تفسیر نہیں ہے جس کا ذکر نووی نے کیا ہے کہ :" اس وقت تک قصر کرتا رہے جب تک اپنے وطن میں داخل نہ ہوجائے یا اس شہر میں نہ چلا جائے جہاں اس کے اہل اور مال ہوں" نووی نے شاید اپنی اس تفسیر کی بنیاد عبدالرزاق کی اس روایت پر رکھی ہے جو انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے کہ :"اگر میں کسی جگہ جاؤں تو اس وقت تک دو رکعتیں پڑھتا رہوں گا جب تک قیام کا ارادہ نہ کرلوں خواہ میں وہاں بارہ دن کیوں نہ قیام کروں" ۴۳۰۔ میرا خیال ہے کہ عبدالرزاق کی اس روایت کے اندر ایک غلطی واقع ہوگئی ہے یعنی روایت کے آخر سے لفظ **"اتممت"** (نماز پوری پڑھوں گا) ساقط ہوگیا ہے۔ اس لفظ کو شامل کر کے روایت کی شکل یہ ہوگی کہ :"اگر میں بارہ دن قیام کروں تو نماز پوری پڑھوں گا" یا اس روایت میں "اگر میں قیام کروں" کے الفاظ کا اضافہ ہوگیا ہے۔ ان الفاظ کے بغیر روایت کی صورت یہ ہوگی :"اگر میں کسی جگہ جاؤں تو میں اس وقت تک دو رکعتیں پڑھتا رہوں گا جب تک بارہ دنوں کے قیام کا ارادہ نہ کرلوں" واللہ اعلم

ج۔ بارہ یا پندرہ دنوں تک اقامت کی نیت ضروری ہے تاکہ حکمی طور پر اقامت کا تحقق ہوجائے حتیٰ کہ اگر مسافر کسی جگہ اقامت کی نیت کے بغیر مہینوں ٹھہرا رہے اور کہتا رہے کہ "میں کل یا پرسوں چلا جاؤں گا" تو وہ مسافر کے حکم میں رہے گا اور اس

کے لئے مقیم کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم سفر کی حالت میں کسی شہر میں آؤ اور تمہارے دل میں وہاں پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو تو وہاں پوری نماز پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ وہاں سے کب کوچ ہوگا تو پھر قصر کرتے رہو"[۴۳۱] ۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ آذربائیجان میں برف باری کی وجہ سے چھ ماہ تک رکے رہے اور قصر کرتے رہے۔ آپ کہتے: "میں آج چلا جاؤں گا...... میں کل چلا جاؤں گا"[۴۳۲] ۔

۳۔ اقامت کے آثار: اقامت کی بنا پر مسافر کو حاصل ہونے والی تمام شرعی رخصتیں ساقط ہوجائیں گی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳)

اقرار (اقرار کرنا)

۱۔ تعریف مکلف کا اپنے اوپر عائد شدہ کسی حق کا اعتراف کرلینا اقرار کہلاتا ہے۔

۲۔ غلام کا اعتراف: اگر غلام اپنے اوپر کسی مالی حق کا اقرار کرلے تو اس پر اقرار کی بنا پر گرفت نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ کسی مال کا مالک نہیں ہوتا۔ اپنی ذات پر اس کا اقرار دراصل اپنے آقا پر اقرار ہوتا ہے اور غیر پر اقرار درست نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اقرار ایسی حجت ہے جو اقرار کنندہ کی ذات تک محدود رہتی ہے۔ البتہ اگر غلام اپنی ذات پر کسی حد کا اقرار کرلے تو اس اقرار کی بنا پر اس اس پر گرفت ہوگی اور اس پر حد جاری کردی جائے گی۔ ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ طارق نے ثعلب شامی کو مدینہ کا حاکم مقرر کردیا۔ اس کے پاس ایک غلام لایا گیا جس پر چوری کا الزام تھا۔ جب اس کی پٹائی کی گئی تو اس نے چوری کا اقرار کرلیا۔ ثعلب نے حضرت ابن عمرؓ سے اس بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا: " جب تک وہ مسروقہ مال لاکر پیش نہ کردے اس وقت تک اس کا ہاتھ نہ کاٹو' کیونکہ اس نے تمہاری پٹائی کے بعد اقرار کیا ہے"[۴۳۳] ۔

۳۔ آزاد کا اعتراف: اگر آزاد شخص اپنی ذات پر کسی مالی یا غیر مالی حق کا اقرار کرلے تو اس پر اس اقرار کی بنا پر گرفت کی جائے گی خواہ وہ تندرست ہو یا بیمار۔ اس سے اس کے اقرار میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے

کہ: "اگر مریض اپنے مرض کے دوران کسی شخص کے حق میں دین کا اقرار کرے تو اس کا یہ اقرار جائز ہوگا"[۴۳۴]۔

۴۔ اقرار پر اکراہ: اقرار کنندہ پر اقرار حجت بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا یہ اقرار اکراہ سے خالی ہو اس لئے کہ اکراہ تمام قولی تصرفات کو ساقط کردیتا ہے۔ طارق شامی کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چور کے صرف اقرار پر اس کا ہاتھ کاٹ دینے پر رضامند نہ ہوئے کہ اس کا یہ اقرار پٹائی کے اکراہ کے تحت ہوا تھا۔ البتہ اگر کوئی ایسا قرینہ ظاہر ہوجائے جو اقرار کنندہ کے اقرار کی تائید کرتا ہو تو اس صورت میں اقرار کنندہ پر گرفت کی جائے۔ ان قرائن میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ مسروقہ مال چور کے پاس سے برآمد ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حاکم سے کہہ دیا کہ چور جب تک مسروقہ مال ظاہر نہ کردے اس وقت تک اس کا ہاتھ کاٹا نہ جائے (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر۳)

اقعاء (کتے کی طرح سرینوں پر بیٹھنا)

۱۔ تعریف: اقعاء یہ ہے کہ بیٹھنے والا اپنے دونوں گھٹنے اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے کنارے زمین کے ساتھ ملا کر ایڑیوں پر سرینوں کے بل بیٹھ جائے[۴۳۵]۔

۲۔ نماز کے اندر اقعاء کا حکم: حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر اقعاء کو مکروہ سمجھتے تھے خواہ یہ اقعاء قعدہ کے اندر کیا جائے یا تشہد کے لئے بیٹھنے کے اندر عمل میں لایا جائے[۴۳۶]۔ لیکن جب آپ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہوگئے تو نماز کے اندر دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ میں اقعاء کرنے لگے تاہم اپنے اس عمل کی پیروی سے لوگوں کو روکتے رہے۔ بغوی نے "شرح السنہ" کے اندر ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کرتے تھے۔ آپؓ نے اپنے بیٹوں سے فرمادیا تھا کہ "اقعاء کے اندر میری پیروی نہ کرنا، میں بڑھاپے کی بنا پر ایسا کرتا ہوں"[۴۳۷]۔

اکتحال (سرمہ لگانا)

۱۔ تعریف: آنکھوں میں سرمہ ڈالنے کو اکتحال کہتے ہیں۔ سرمہ ایسا مادہ ہے جو رقیق نہیں ہوتا اور اسے آنکھوں میں دوا وغیرہ کے طور پر لگایا جاتا ہے۔

۲۔ اکتحال کے آثار۔

روزہ دار کے لئے سرمہ لگانا جائز ہے اور اس کی وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ جز ح)

محرم کے لئے حالت احرام میں دوا وغیرہ کے طور پر سرمہ لگانا جائز ہے بشرطیکہ سرمہ میں کسی خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۴)

زیب زینت کے لئے مرد اور عورت کے واسطے سرمہ کا استعمال جائز ہے (دیکھئے حوالہ بالا)

عدت والی عورت کا اکتحال: اگر وفات کی عدت ہو تو عدت والی بیوہ کے لئے زینت کی خاطر سرمہ کا استعمال ترک کرنا واجب ہے۔ البتہ طلاق کی عدت میں مطلقہ کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ حداد نمبر ۲)

اکتناز (مال ذخیرہ کرنا)

۱۔ تعریف: جس مال کی زکوۃ ادا نہ کی گئی ہو اسے گردش میں لانے سے روک لینے کو اکتناز کہتے ہیں۔

۲۔ اکتناز کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر مال کی زکوۃ ادا کردی گئی ہو تو اسے تعامل یعنی گردش میں لانے سے روک لینا مباح ہے۔ یہ حرام اکتناز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس مال کی زکوۃ ادا کردی گئی ہو وہ کنز یعنی خزانہ نہیں ہوتا خواہ مدفون کیوں نہ ہو اور جس مال کی زکوۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ کنز ہوتا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔ اس مال سے مال کے مالک کو داغا جائے گا خواہ یہ مدفون نہ بھی ہو"[۴۳۸]۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب)

سورہ توبہ آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ میں ارشاد باری ہے (والذین یکنزون الذھب والفضہ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون دردناک سزا کی خوش خبری دو ان لوگوں کو جو سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے

اور چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کی داغا جائے گا...... یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا' لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو) یہ آیتیں زکوۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ جب زکوۃ فرض ہوگئی تو اللہ نے اسے اموال کے لئے طہارت قرار دے دیا[۴۳۹]۔ اس بارے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے استفسار کا واقعہ بہت مشہور ہے اس کا ذکر ہم نے "موسوعہ فقہ عمر" مادہ زکوۃ نمبر۲ میں کیا ہے

اکراہ (مجبور کرنا)

۱۔ تعریف: کوئی کام کرنے یا کسی کام سے باز رہنے پر ناحق مجبور کرنا اکراہ کہلاتا ہے

۲۔ اکراہ کے ذرائع: اکراہ کا تحقق چند امور کی بنا پر ہوتا ہے ان کا ذکر درج ذیل ہے۔

الف۔ جسمانی اذیت جو مکرہ (اکراہ کی زد میں آنے والے) کے لیے ناقابل برداشت ہو مثلاً پٹائی وغیرہ ثعلب شامی نے ایک شخص کی پٹائی کی جس پر چوری کا الزام تھا اور اس نے چوری کا اعتراف کرلیا لیکن حضرت ابن عمرؓ نے اس کے اس اعتراف کو کوئی حیثیت نہیں دی[۴۴۰]۔ (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر۳)

ب۔ طویل قید: "ثابت الاعرج نے روایت کی ہے کہ انہیں قید کردیا گیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے[۴۴۱]۔

ج۔ درج بالا باتوں یعنی جسمانی اذیت اور قید وغیرہ کی [illegible] کی شخص کسی کو دھمکی دے اور اس کا غالب گمان یہ ہو کہ مذکورہ شخص اس کا مطالبہ پورا کرنے سے باز رہنے کی صورت میں اس دھمکی کے تحت اس کا مطالبہ پورا کردے گا۔ ثابت بن الاحنف یعنی الاعرج سے مروی ہے کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کی ام ولد کے ساتھ نکاح کر لیا۔ وہ کہتے ہیں " مجھے عبداللہ بن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب نے بلا بھیجا۔ میں ان کے پاس اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوڑے رکھے ہوئے ہیں اور لوہے کی زنجیریں تیار ہیں (اور دو غلام) وہاں بٹھا دیئے گئے ہیں۔ پھر عبداللہ نے مجھ سے کہا:" اسے طلاق دے دو ورنہ خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ بد ترین سلوک کروں گا" میں

نے کہا: " میں اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیتا ہوں" پھر میں وہاں سے نکلا تو مکہ کے راستے میں مجھے حضرت ابن عمرؓ مل گئے۔ میں نے آپ سے سارا واقعہ بیان کر دیا جسے سن کر آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا" یہ طلاق نہیں' تمہاری بیوی تم پر حرام نہیں ہوئی' تم اس کے پاس واپس چلے جاؤ" لیکن مجھے آپ کی بات سے اطمینان نہیں ہوا' میں حضرت عبداللہ بن الزبیر کے پاس آیا۔ وہ ان دنوں مکہ میں تھے اور اس کے امیر تھے' میں نے ان سے سارا واقعہ اور حضرت ابن عمر کا قول نقل کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: "تمہاری بیوی تم پر حرام نہیں ہوئی۔ اس کے پاس چلے جاؤ" پھر انہوں نے امیر مدینہ جابر بن الاسود الزهری کو مراسلہ بھیج کر حکم دیا کہ عبد اللہ بن عبدالرحمن کو سزا دی جائے اور میری بیوی میرے حوالے کر دی جائے۔ میں مدینہ چلا گیا' حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ نے میری بیوی کو تیار کر کے میرے پاس پہنچا دیا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے علم میں تھی۔ پھر مین نے اپنے ولیمہ پر حضرت ابن عمرؓ کو بلایا چنانچہ آپ ولیمہ میں شریک ہوئے" [۴۴۲]۔

۳۔ اکراہ کے آثار۔

اکراہ پر کئی آثار مرتب ہوتے ہیں جو یہ ہیں۔

الف۔ مکرہ (اکراہ کی زد میں آنے والے) سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔

ب۔ مکرہ کے قولی تصرفات ساقط ہو کر کالعدم ہو جاتے ہیں مثلاً اقرار (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۴) اور طلاق۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "مکرہ کی طلاق جائز نہیں ہے" [۴۴۳]۔ گذشتہ سطور میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ثابت بن الاحنف پر اکراہ کے وقوع کی وجہ سے عدم طلاق کا فتویٰ دیا تھا۔

عبدالرزاق نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ مکرہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے تھے [۴۴۴]۔ ہمارے خیال میں یہ صورت غیر ملجی اکراہ کی ہے (اکراہ کی دو قسمیں ہیں ملجی اور غیر ملجی۔ پہلا اکراہ وہ ہے جس میں جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو' دوسرا اکراہ وہ ہے جس میں یہ خطرہ نہ ہو مترجم) جیسا کہ اس واقعہ کے اندر ہوا تھا جس کا ذکر ابن حزم نے کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: "فلاں شخص میرے پاؤں پر چڑھ گیا اور کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو' چنانچہ

میں نے اسے طلاق دے دی" حضرت ابن عمرؓ نے بیوی کی طرف اس شخص کے رجوع کو مکروہ قرار دیا[۴۴۵]۔ کیونکہ پاؤں پر چڑھ جانا ملجی اکراہ نہیں ہے اس لئے کہ آسانی سے پاؤں چھڑا لینا ممکن ہے نیز یہ عمل طویل نہیں ہوتا اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے اسے اکراہ تصور نہیں کیا۔

ج۔ دنیوی سزاؤں کا سقوط: مثلاً حدود اور تعزیرات نیز قصاص۔ ٭ عبدالرزاق نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس ایک غلام لایا گیا جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے غلام کو کوڑے لگا کر اسے جلاوطن کر دیا لیکن لونڈی کو کوئی سزا نہیں دی اس لئے کہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی تھی[۴۴۶]۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے والد محترم کے اس فعل پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس فعل پر رضامند تھے۔

د۔ اکراہ کرنے والے کی تعزیز: اکراہ کرنے والا اپنے فعل پر تعزیز کا مستحق ہوتا ہے ہم نے (مادہ اکراہ نمبر ۲ کے جز ج) میں جو واقعہ بیان کیا ہے اس میں ہم نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے حاکم مدینہ جابر بن الاسود کو مراسلہ بھیج کر عبداللہ بن زید بن الخطاب کو تعزیز کرنے کا حکم دیا کیونکہ انہوں نے ثابت بن الاحنف کو مجبور کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کو بھی اس بات کی خبر ہو گئی اور آپ نے حضرت ابن الزبیر کے اس حکم پر کوئی تنقید نہیں کی۔

ام (ماں)

ماں اس شخص کی عصبہ ہے جس کا کوئی عصبہ نہیں مثلاً ولد زنا اور لعان کرنے والی عورت کا ولد (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶)

ام الولد (ام ولد)۔ دیکھئے مادہ رق نمبر ۷

امارۃ (امارت)

۱۔ تعریف: خلافت کو یا سلطنت میں سب سے اعلیٰ عہدہ کو امارت کہتے ہیں

۲۔ امارت کا انعقاد کس طرح ہوتا ہے؟

الف۔ امارت کا انعقاد بیعت کے ذریعے ہوتا ہے۔ بیعت کے لئے حضرت ابن عمرؓ جن

الفاظ کو افضل سمجھتے تھے یہ وہ الفاظ ہیں جنہیں آپ نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کرتے وقت انہیں لکھ بھیجا تھا۔ جب لوگوں نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کی تو آپ نے انہیں تحریر کیا: "امیرالمومنین عبدالملک بن مروان کے نام' میں امیرالمومنین عبدالملک کے لئے اللہ کی سنت اور اللہ کے رسول کی سنت پر حسب استطاعت سمع اور طاعت کا اقرار کرتا ہوں اور میرے بیٹے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں" ۴۴۷ ۔

ب۔ امارت کا انعقاد استخلاف (جانشین مقرر کرنے) کے ذریعے بھی ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد بیعت لی گئی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ امیرالمومنین پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کردے جو اس کے بعد مسلمانوں کے تمام معاملات سنبھال سکے۔ آپ نے اپنے والد محترم حضرت عمرؓ سے اس سلسلے میں بحث کی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کی یہ رائے قبول نہیں کی۔ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرے پاس حفصہؓ (ام المومنین) آئیں اس وقت ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' انہوں نے کہا: "تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد اپنا جانشین مقرر نہیں کر رہے ہیں؟" میں نے کہا: "وہ ایسا نہیں کرسکتے" حضرت حفصہؓ نے کہا: "وہ ایسا کر رہے ہیں" چنانچہ میں نے قسم کھالی کہ اس سلسلے میں اپنے والد سے بات کروں گا۔ پھر میں خاموش رہا اور اگلی صبح ہوگئی لیکن میں نے بات نہیں کی۔ میں اپنی قسم کی وجہ سے محسوس کر رہا تھا کہ گویا پہاڑ اٹھائے ہوئے ہوں۔ چنانچہ میں اپنے والد کے پاس گیا' انہوں نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پوچھا اور میں نے انہیں بہت سی باتیں بتائیں' پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا جس کے متعلق میں نے قسم کھالی کہ آپ سے اس کا ذکر کروں گا' لوگوں کا خیال ہے کہ آپ اپنا جانشین مقرر نہیں کر رہے' اگر آپ کے اونٹوں یا بکریوں کا کوئی چرواہا ہو اور وہ انہیں چھوڑ کر آپ کے پاس آجائے تو آپ سمجھیں گے کہ اس نے یہ مویشی ضائع کردیئے' لوگوں کی گلہ بانی کا مسئلہ تو اس سے زیادہ اہم اور سنگین ہے" والد محترم نے میری اس بات سے اتفاق کیا اور کچھ دیر کے لئے اپنا سر تکیے پر رکھ دیا پھر سر اٹھا کر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: "اللہ عزوجل اپنے دین کی حفاظت کرے گا۔ اگر میں اپنا جانشین مقرر نہ کروں تو حضور ﷺ نے

بھی اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ اور اگر جانشین مقرر کردوں تو ابوبکرؓ نے بھی اپنا جانشین مقرر کیا تھا" جب والد محترم نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا تو خدا کی قسم مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ کے رسول کے ساتھ کسی کو ہمسر قرار نہیں دیں گے یعنی وہ اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے"[۴۴۸]۔

۳۔ بیعت کے ساتھ وفاداری کا وجوب

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مومن اگر کسی امیر کی بیعت کر لے تو اس کے لئے بیعت توڑ دینا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک وہ مذکورہ امیر سے صریح کفر کا صدور نہ دیکھ لے' نیز یہ کہ وہ اس بیعت کے بعد کسی اور شخص کی بیعت نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ نے جب یزید بن معاویہؓ کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی بیعت کرلی تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیعت کے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ نے جب یزید بن معاویہؓ کی بیعت توڑ دی تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنی اولا اور اپنے خدم و حشم کو جمع کرکے فرمایا: " میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ " قیامت کے دن ہر غدار کے لئے ایک جھنڈا نصب کردیا جائے گا" ہم نے اس شخص (یزید بن معاویہؓ) کی اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے مطابق بیعت کی ہے اور میرے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی غداری نہیں کہ ایک شخص کی اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے مطابق بیعت کی جائے اور پھر اس کے خلاف جنگ کی جائے' تم میں سے کسی کے بارے میں اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ اس نے بیعت توڑ کر نئی بیعت کرلی ہے تو یہ بات میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کن بن جائے گی"[۴۴۹]۔ نافع نے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے یزید کی بیعت ترک کرکے ابن مطیع کو اپنا سردار بنالیا تو حضرت ابن عمرؓ اس کے پاس گئے۔ آپ کو دیکھ کر ابن مطیع نے کہا: " ابوعبدالرحمٰن کے لئے تکیہ لاؤ" یہ سن کر آپ نے فرمایا: " میں تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے نہیں آیا۔ میں تمہیں ایک حدیث سنانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: "جو شخص اطاعت سے دست کش ہوجائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے وہ اس طرح پیش ہوگا

کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص ایسی حالت میں مرجائے کہ اسکی گردن میں کوئی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا"[۴۵۰]۔

۴۔ بیعت پر یا امارت سے دست بردار ہونے پر رقم لینا

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلمان کے لئے بیعت پر رقم لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ رشوت ہے۔ اگر بیعت حق پر مبنی ہو تو اس کے لئے حق بات پر اجرت لینا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر بیعت باطل پر مبنی ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ مال کی خاطر ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرے جو اس کا اہل نہیں ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک لاکھ درہم کی رقم بھیجی اور پھر جب اپنے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تم دیکھ رہے ہو کہ انہوں نے ہم سے کیا چاہا ہے؟۔۔ یعنی یہ مال کے ذریعے بیعت خریدنا چاہتے ہیں۔۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میرا دین تو بہت ہی سستا ہے"[۴۵۱]۔

نافع کہتے ہیں کہ تحکیم کے دن حضرت ابو موسیٰؓ (حضرت علیؓ کے نمائندے) نے کہا: "مجھے تو خلافت کے لئے عبداللہ بن عمرؓ کے سوا کوئی اور شخص موزوں نظر نہیں آتا" حضرت عمروؓ بن العاص (حضرت معاویہؓ کے نمائندے) نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: "ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا آپ اس مات پر رضامند ہوجائیں گے کہ ہم آپ کو بہت سا مال اس شرط پر دے دیں کہ آپ، اس شخص کے کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوجائیں جسے آپ سے بڑھ کر خلافت کی چاہت ہے؟" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ غصہ میں آگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن الزبیرؓ نے آپ کے لباس کا ایک کونہ پکڑ لیا اور کہا: "ابو عبدالرحمٰن! عمروؓ بن العاص نے صرف یہ کہا ہے کہ "آپ مال دیں میں آپ کی بیعت کرلوں گا" یہ سنکر آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم، میں بیعت کے لئے نہ تو مال دوں گا اور نہ ہی مال لوں گا، اور نہ ہی مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر میں خلافت قبول کروں گا"[۴۵۲]۔

۵۔ علیحدہ ہوجانے والے باغیوں کی بیعت کی ممانعت

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلمانوں سے علیحدہ ہوجانے والے باغیوں ک

بیعت نہ کی جائے تاکہ بغاوت اور علیحدگی کا قلع قمع ہو جائے اور امت کی وحدت محفوظ رہے' اور اس کے نتیجے میں جب باغیوں کو اپنے ہمنوا نہیں ملیں گے تو لوگ بغاوت سے باز رہیں گے اور بغاوت کا خیال اپنے دل سے نکال دیں گے۔ خوارج کے سردار نافع بن الازرق نے ایک نوجوان کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس بھیج کر آپ سے پوچھا: "آپ امیر المومنین ابن الزبیرؓ کی بیعت کیوں نہیں کرتے؟" آپ نے جواب دیا: "خدا کی قسم میں تفرقہ بازی کی خاطر بیعت نہیں کروں گا اور نہ ہی شیرازہ بندی کی خاطر بیعت کرنے سے باز رہوں گا"[۴۵۳]۔

۶۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کے درمیان کشمکش کے بارے میں آپ کا موقف۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے خلافت غصب کرلی ہے۔ نیز یہ کہ حضرت علیؓ خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "علیؓ بن ابی طالب اور معاویہ بن سفیانؓ کے درمیان تحکیم کے واقعہ کے بعد حفصہ (ام المومنین) میرے پاس آئیں' اس وقت ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' میں نے ان سے کہا: "جو کچھ ہوا تم نے دیکھ لیا' اور مجھے اس معاملہ میں شامل ہی نہیں کیا گیا" اس پر حضرت حفصہؓ نے کہا: "جاؤ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے اس طرح بیٹھ رہنے سے لوگوں میں تفرقہ پڑ جائے گا" پھر جب تک میں چلا نہ گیا حفصہؓ نے مجھے نہیں چھوڑا' جب لوگ ادھر ادھر ہوگئے تو معاویہؓ نے خطبہ دیا اور کہا: "جو شخص اس معاملہ میں لب کشائی کرنا چاہتا ہے وہ ذرا اپنا سر ہمارے سامنے اونچا کرے' ہم اس امر (خلافت) کے اس سے اور اس کے باپ سے بڑھ کر حقدار ہیں"۔ جب حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات بیان کی تو حبیب بن مسلمہ نے کہا: "آپ نے معاویہؓ کو کیوں جواب نہیں دیا؟" اس پر آپ نے فرمایا۔" میں نے اپنے گرد بندھا ہوا پٹکا کھول لیا اور دل چاہا کہ کہہ دوں" اس امر یعنی خلافت کا تم سے بڑھ کر حقدار وہ شخص ہے جس نے تمہارے اور تمہارے باپ کے خلاف اسلام کی خاطر جنگ کی ہے" لیکن پھر میں ڈر گیا کہ کہیں

ایسا کلمہ نہ کہوں جس کی وجہ سے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو جائے' خون بہے اور لوگ میری طرف سے کوئی اور بات بیان کرتے پھریں۔ پھر میں نے جنت کے اندر اللہ تعالیٰ کے مہیا کئے ہوئے ثواب کو یاد کیا" یہ سن کر حبیب نے کہا"۔ آپ نے محتاط رویہ اختیار کیا اور فتنے سے بچ گئے"[۴۵۴]۔

ب۔ ان باتوں کے باوجود جب حضرت معاویہؓ کے قدم جم گئے اور شورش دب گئی تو پھر کسی کے لئے یہ جائز نہ رہا کہ وہ فتنہ کی آگ بھڑکائے اور نئے سرے سے خونریزی کا سامان کر کے مسلمانوں کے درمیان انارکی پھیلائے خاص طور پر جب کہ امام المسلمین کے خلاف بغاوت کا ہدف حکومت و سلطنت کا حصول ہو۔ حضرت ابن عمرؓ ان باغیوں کا اس کے سوا اور کوئی ہدف تصور نہیں کرتے تھے' ان میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی شامل تھے۔ اس لئے ان باغیوں کی تائید اور ان کے ساتھ تعاون جائز نہیں تھا۔ سعید بن جبیر نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ :"حضرت ابن عمرؓ ہمارے پاس آئے۔ ہمیں امید تھی کہ آپ کوئی حدیث سنائیں گے۔ ہم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کا نام حکیم تھا' اس نے پوچھا:"ابو عبدالرحمٰن 'اس فتنے اور شورش کے اندر ہونے والی جنگ و جدل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا :"تمہاری ماں تمہیں روئے' تم فتنہ کے مفہوم سے آگاہ بھی ہو؟ محمد ﷺ مشرکین کے ساتھ قتال کرتے تھے۔ مسلمانوں کا ساتھ دینا۔۔ یا یہ فرمایا ۔۔ مسلمانوں کا دین اختیار کرنا بڑی آزمائش یعنی فتنہ ہوتا'۔۔ تم جو حکومت اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے جنگ کر رہے ہو یہ فتنہ نہیں ہے"[۴۵۵]۔

حضرت ابن الزبیرؓ کی طرف سے حکومت کے خلاف جنگ کے دوران دو شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور کہا:"لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے' آپ عمرؓ بن الخطاب کے بیٹے اور حضور ﷺ کے صحابی ہیں' آپ نے کیوں خروج نہیں کیا؟" آپ نے جواب میں فرمایا:"میرے لئے خروج سے یہ بات مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنے مسلمان بھائی کا خون حرام کر دیا ہے" اس پر دونوں نے کہا:"کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ (وقاتلوھم حتی لا تکون فتنہ ویکون الدین للہ ان

سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے)" آپ نے جواب دیا ہم نے قتال کیا حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہا اور دین اللہ کا ہو گیا اور تم چاہتے ہو کہ ہم لڑیں حتیٰ کہ فتنہ پیدا ہو جائے اور دین غیر اللہ کے لئے ہو جائے"[۵۶]۔

ج۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس شورش اور فتنے سے الگ تھلگ رہے۔ آپ نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور اپنا نیزہ توڑ دیا اور سلامتی کو ترجیح دیتے ہوئے خانہ نشین ہو گئے۔ شاید کہ اس طرح مسلمانوں کا خون بہانے سے بچ رہیں۔ آپ کے پاس متحارب گروہوں کے قاصد کثرت سے آتے جاتے رہے اور مطالبہ کرتے رہے کہ تلوار اٹھائیں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں لیکن آپ انکار کرتے رہے یہ لوگ آپ سے قرآنی دلائل کے ذریعے بحث و مباحثہ کرتے رہے اور آپ بھی قرآنی دلائل سے انہیں جواب دیتے رہے اور اس طرح وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ایک شخص آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: "اللہ نے اپنی کتاب میں جو بات بیان فرمائی ہے اسے آپ نہیں سنتے؟ اللہ فرماتا ہے (وان طائفتان من المومنین اقتتلوافا صلحوا بینھما۔ فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفی الی امر اللہ۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو' اس کے بعد اگر ایک گروہ دوسرے پر چڑھ دوڑے تو اس کے خلاف جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے) اللہ کے اس بیان کے مطابق جنگ کرنے سے کون سی بات آپ کے لئے مانع ہے؟" حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: 'بھتیجے' اس آیت سے بے خبر رہ کر جنگ نہ کرنا اس سے قبل والی آیت سے بے خبر رہنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے جس میں ارشاد ہے (ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاء ہ جھنم جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے) اس شخص نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے (قاتلو ھم حتی لا تکون فتنہ ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے) حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: "ہم نے حضور ﷺ کے زمانے میں ایسا کیا تھا جب کہ اسلام کا دائرہ بہت تنگ تھا اور ایک شخص کو اس کے دین کے معاملہ میں آزمائش اور فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا تھا اور کافر یا تو اسے قتل کر دیتے یا باندھ کر قید میں ڈال دیتے'

حتی کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگیا اور اس طرح کا کوئی فتنہ باقی نہ رہا"[۴۵۷]۔ حضرت ابن عمرؓ اس صورت حال میں یہ رائے رکھتے تھے کہ مسلمان کے لئے ان فتنوں کی جنگ میں حصہ لینا جائز نہیں اور وہ صرف اپنی مدافعت میں جنگ کرسکتا ہے[۴۵۸]۔

د۔ لیکن حضرت ابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ بنی امیہ کی حکومت ایک ظالم و جابر حکومت بن گئی ہے اور بعض دفعہ مال دے کر اپنے حق میں لوگوں سے بیعت لیتی ہے مثلاً ہم نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجا اور بعد میں آپ سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا' آپ نے اس مطالبہ پر فرمایا: "میرے خیال میں رقم بھیجنے کا مقصد یہی تھا' پھر تو میرا دین بڑا ہی سستا ہوگیا"[۴۵۹]۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت معاویہؓ کے نمائندے حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک بڑی رقم کی پیش کش کی تاکہ آپ حضرت معاویہؓ کی طرف سے خلافت حاصل کرنے کے معاملہ میں خاموش رہیں (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر۴) اسی طرح بعض دفعہ قوت کا مظاہرہ کر کے لوگوں سے اپنے حق میں بیعت لی جاتی تھی حتی کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی خلافت پر لوگوں کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے جب خطبہ دیا تو اپنے آدمیوں کو تلواریں دے کر اجلہ صحابہؓ کے سروں پر کھڑا کردیا۔ ان میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے اور انہیں حکم دیا کہ ان میں سے جو بھی مخالفت کرے اس کی گردن اڑادو[۴۶۰]۔

حضرت ابن عمرؓ نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے آدمی کبار صحابہؓ پر ہاتھ اٹھانے سے بھی نہیں چوکتے ان میں خود حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے حتی کہ حضرت معاویہؓ نے منبر رسول پر کھڑے ہو کر قسم کھائی تھی کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کو ضرور قتل کردیں گے۔

جب حضرت ابن عمرؓ نے بنی امیہ کی حکومت کی یہ تمام کارستانیاں دیکھیں تو فتنہ سے کنارہ کش رہنے کے بارے میں اپنی رائے تبدیل کرلی۔ اور اپنے سابقہ رویے پر نادم ہوئے اور یہ موقف اختیار کرلیا کہ باغی گروہ کے خلاف جائز حکومت کا ساتھ دینا واجب ہے خواہ اس کا نتیجہ جو بھی برآمد ہو اور خواہ باغی گروہ جو بھی ہو۔[۴۶۱]

آپ پہلے تو حضرت معاویہ ؓ کے خلاف حضرت علی ؓ کے ساتھ نہ دینے پر نادم ہوئے کیونکہ آپ کی نظر میں حضرت معاویہ ؓ باغی تھے۔ حبیب بن ابی ثابت نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں فرمایا: "میرے دل میں صرف ایک بات کا افسوس ہے کہ میں نے علی ؓ کے ساتھ مل کر باغی گروہ کے خلاف کیوں جنگ نہیں کی"۔ [۴۶۲]

پھر جب بنی امیہ کی حکومت کے قدم جم گئے اور عوام الناس اس حکومت کے ساتھ ہوگئے اور شورش دب گئی اور پھر حضرت عبداللہ بن الزبیر ؓ نے خروج کیا تو حضرت ابن عمر ؓ دوبارہ اس بات پر نادم ہوئے کہ ابن الزبیر ؓ کے خلاف بنی امیہ کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ آپ کے پاس عراق کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: "ابو عبدالرحمن! خدا کی قسم' مجھے اس بات کی شدید چاہت ہے کہ لوگوں کی اس تفرقہ بازی کے معاملہ میں آپ کا طریق کار اختیار کرتے ہوئے حتی الامکان شر سے کنارہ کش رہوں' لیکن جب اللہ کی کتاب میں ایک محکم آیت پڑھتا ہوں تو اس کا مجھ پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اس بارے میں میری رہنمائی کیجئے' آپ نے آیت (وان طائفتان من المومنین اقتتلوا.........الخ) پڑھی ہے' اس آیت کے مفہوم سے مجھے آگاہ کیجئے" یہ سن کر حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: "تمہارا اس آیت سے کیا تعلق' جاؤ یہاں سے چلے جاؤ" وہ شخص چلا گیا حتی کہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "میرے دل میں اس امت کے کسی معاملہ کے بارے میں اتنا صدمہ نہیں جتنا مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ میں نے اس باغی گروہ کے خلاف جنگ نہیں کی جس کا حکم اللہ نے مجھے دیا تھا" [۴۶۳]۔

القطان نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حمزہ بن عبداللہ بن عمر ؓ نے کہا کہ: "ہم نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک باغی گروہ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: "ابن الزبیر ؓ نے ان لوگوں کے خلاف بغاوت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا اور ان کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا" [۴۶۴]۔

۷۔ سلطان کی چاپلوسی: حضرت ابن عمر ؓ سلطان کی چاپلوسی اور اس کی خواہشات کی ہمنوائی کو ایک قسم کا تباہ کن نفاق تصور کرتے تھے جس سے کسی خیر کی کبھی امید نہیں کی

جاسکتی۔ آپ سے کچھ لوگوں نے کہا: "ہم اپنے سلطان اور اپنے امراء کے پاس جاتے ہیں اور ان سے جو گفتگو کرتے ہیں' باہر آکر ہماری گفتگو اس کے خلاف ہوتی ہے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حضور ﷺ کے مبارک عہد میں ہم اسے نفاق تصور کرتے تھے"[۴۶۵]۔

۸۔ سلطان کو نصیحت: حضرت ابن عمرؓ سلطان کو نصیحت کرنا واجب سمجھتے تھے' آپ خود موقعہ ملنے پر حاکم وقت کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی ملاقات حضرت معاویہؓ سے ہوئی' انہوں نے آپ سے کہا: "اگر آپ کو کوئی ضرورت در پیش ہو تو بیان کیجئے" آپ نے جواب میں فرمایا: "میری ضرورت اور حاجت یہ ہے کہ آپ کے اردگرد خون نہ بہے کیونکہ آپ کے کارندے لوگوں کا خون بہارہے ہیں' نیز اس منبر پر آپ کے سوا کوئی اور نہ بیٹھے نیز یہ کہ آپ آزاد شدہ لوگوں کو ان کے وظائف جاری کردیں کیونکہ ان کے لئے عمرؓ نے یہ وظائف جاری کردئے تھے"۔[۴۶۶]

جو شخص حضرت ابن عمرؓ کی اس نصیحت آمیز گفتگو پر غور کرے گا اسے آپ کی یہ گفتگو انتہائی موثر اور مستحکم نظر آئے گی۔

آپ نے فرمایا تھا: "آپ کے اردگرد خون نہ بہے" اس فقرے کے اندر مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی زبردست نصیحت تھی۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کا یہ خون اقتدار کی کرسی کی خاطر اس قدر سستے طریقے سے نہ بہایا جائے۔ آپ نے اس قول کے ذریعے حضرت معاویہؓ کے ذہن میں یہ بات اتارنے کی کوشش کی کہ اگر ان کی موت یا کرسی اقتدار سے ان کی دست برداری مسلمانوں کے خون کو محفوظ کردے تو اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح کیا تھا.

آپ نے فرمایا تھا: "اس منبر پر آپ کے سوا کوئی اور نہ بیٹھے" اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ حکومت غیروں کے ہاتھوں میں کھلونا نہ بن جائے اور اسے حاصل کرنا ان برے حاشیہ برداروں کے لئے آسان نہ ہو جو شخص مفادات کی خاطر عام طور پر ہر حاکم اور سلطان کو اپنے گھیرے میں لئے ہوتے ہیں تاکہ یہ نہ ہو کہ اقتدار کی کرسی پر صرف حضرت معاویہؓ کی صورت ہو اور دماغ کسی اور کا کارفرما ہو۔

آپ نے فرمایا تھا: "نیز یہ کہ آپ آزاد شدہ لوگوں کو ان کے وظائف جاری کردیں" یہ کہہ کر آپ نے توجہ دلائی تھی کہ تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کی جائے اور اسلامی سلطنت کی آمدنی سے تمام لوگ فائدہ اٹھائیں۔ یہ آمدنی صرف ایک مخصوص گروہ کے لئے مختص نہ کردی جائے۔

۹۔ سلطان کی طرف سے زکوۃ کی وصولی (دیکھئے مادہ زکوۃ نمبر۱۰)

سلطان کا اپنی رعایا میں سے کسی فرد کو ہدیہ بھیجنا (دیکھئے مادہ ھبہ نمبر۵ کا جز ب)

امامتہ (امامت)

نماز کی امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کا جز ب)

امان (امان دینا)

۱۔ تعریف: برسرپیکار دشمن کے بعض افراد کی اس طرح حمایت کو امان کہتے ہیں جس کے تحت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو نیز ان کے دین پر دست درازی نہ کی جاسکے۔

۲۔ امان دینے کا حق کسے حاصل ہوتا ہے؟

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ہر مسلمان کو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت امان دینے کا حق حاصل ہوتا ہے اور دیگر مسلمانوں پر اس کے دیئے ہوئے امان کا احترام و التزام لازم ہوتا ہے[۴۶۷]۔ اس حکم میں اس امر سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ غلام کو اس کے آقا نے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت دی ہو یا اجازت نہ دی ہو[۴۶۸]۔ اس لئے کہ جسے امان دی جاتی ہے وہ امان دینے والے کے بارے میں نہیں جانتا کہ یہ غلام ہے یا آزاد اور اسے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت ملی ہے یا اجازت نہیں ملی ہے۔

امانتہ (امانت)

۱۔ تعریف: امانت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے پاس اپنی کوئی چیز حفاظت کی خاطر

رکھدے اور اس حفاظت کی اسے کوئی اجرت نہ دے اور مذکورہ شخص اس وقت تک اس کی حفاظت کرتا رہے جب تک مالک اسے واپس نہ لے لے۔

۲۔ امانت کے احکامات: امین پر امانت کی حفاظت لازم ہوتی ہے۔ اگر اس کی زیادتی یا کوتاہی کے بغیر امانت تلف ہوجائے تو اس پر اس کا تاوان لازم نہیں ہوگا۔ اگر اس کی زیادتی کوتاہی کی وجہ سے امانت تلف ہوجائے تو اس پر اس کا تاوان لازم ہوجائے گا۔ اگر منافع حاصل ہو تو یہ منافع مال کے مالک کا ہوگا۔ بنا بریں اگر کوئی شخص بضاعت کے طور پر مال حاصل کرے (دیکھئے مادہ استبضاع) اور پھر خلاف ورزی کا مرتکب ہو تو ضامن قرار پائے گا اور اگر منافع حاصل کرے تو یہ منافع مال کے مالک کا ہوگا [۴۶۹]۔

امین کو امانت کے اندر تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اگر تصرف کرے گا تو ضامن قرار پائے گا۔ اگر اسے منافع حاصل ہو مثلاً بضاعت کا مال فروخت کردے یا امانت کا جانور اجارے پر دے دے تو یہ منافع مال کے مالک کا ہوگا ایک شخص نے بصرہ کے ایک شخص کے ہاتھ مدینہ کے ایک شخص کو دس دینار بھیجے اس نے اس رقم سے ایک اونٹ خرید لیا اور اسے گیارہ دینار میں فروخت کردیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فتوی دیا کہ گیارہ دینار کی یہ رقم مال کے مالک کی ہے اور اگر اونٹ کو کوئی حادثہ پیش آجاتا تو تمہیں اس کا تاوان بھرنا پڑتا" [۴۷۰]۔

اجارے پر لی ہوئی چیز مستاجر کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۳)

اناء (برتن)

۱۔ دھات کے بنے ہوئے برتن: حضرت ابن عمرؓ تانبے کے برتن ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ اس میں رکھا ہوا پانی بگڑ جاتا تھا اور اس میں ایک خاص بو پیدا ہوجاتی تھی [۴۷۱]۔

یہ بو تانبے کے ساتھ پانی کی تاثیر و تاثر سے پیدا ہوتی ہے اس لئے آپ تانبے کے

پیالے میں پانی نہ پیتے اور نہ اس سے وضو کرتے [۴۷۲]۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ سمجھتے تھے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ جز ح)

۲۔ نجس مواد سے بنے ہوئے برتن: آپ نجس اشیاء سے ظروف سازی کو مکروہ تصور کرتے تھے مثلاً مردار کی ہڈیوں سے بنے ہوئے برتن۔ اسی لئے آپ ہاتھی کی ہڈی میں تیل رکھنا مکروہ خیال کرتے تھے کیونکہ یہ ہڈی مردار ہوتی ہے [۴۷۳]۔ اسی طرح مردار کی کھال کے کوزے میں تیل وغیرہ رکھنا ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ مردار کی کھال آپ کے نزدیک نجس تھی خواہ اسے کمایا گیا ہو یا کمایا نہ گیا ہو۔ [۴۷۴]۔

حلال اور ذبح شدہ جانوروں کی کھال سے وضو اور پینے کے پانی کے لئے کوزے وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کھال کے بنے ہوئے کوزے یا لکڑی کے بنے ہوئے پیالے کے پانی سے وضو کرتے تھے۔ [۴۷۵]۔

۳۔ برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھانا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا جائے اور پھر اسے وضو کرنے یا پانی پینے کے لئے استعمال کیا جائے۔ آپ ایسے برتن سے وضو نہ کرتے نہ ہی پانی پیتے جس میں چاندی کا کوئی حلقہ ہوتا یا چاندی کا پانی چڑھا ہوتا [۴۷۶]۔ آپ کو اگر اس قسم کے برتن میں پینے کے لئے پانی دیا جاتا تو آپ اسے توڑ دیتے [۴۷۷]۔ (دیکھئے مادہ شرب)

۴۔ ایسے ظروف جس میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی گئی ہے: حضرت ابن عمرؓ دباء (کدو کے خول) مزفت (گھڑا جس پر تارکول مل دیا گیا ہو)، حنتم (سبز رنگ کی ٹھلیا) نقیر (لکڑی کھود کر اس سے بنے ہوئے برتن) اور مٹی کے بنے ہوئے ہر برتن مثلاً گھڑے وغیرہ میں نبیذ بنانے سے منع کرتے تھے [۴۷۸]۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مٹی کے گھڑے میں بنے ہوئے نبیذ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ آپ نے مٹی کے گھڑے اور کدو کے خول میں بنے ہوئے نبیذ کے استعمال سے منع فرمایا ہے" [۴۷۹]۔

(دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۲ جز ب کا جز ۲)

انابتہ (نائب مقرر کرنا)

۱۔ تعریف: کسی تصرف کے اندر اپنی جگہ کسی اور کو مقرر کرنا انابہ کہلاتا ہے (دیکھئے مادہ وکالہ)

انسان (انسان)

دیکھئے لفظ آدمی

انعام (مویشی)

۱۔ تعریف: بھیڑبکریوں کو انعام کہا جاتا ہے' اونٹ اور گائے بھی ان کے ساتھ ملحق ہیں

۲۔ انعام کے احکام:

مویشیوں کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۹)

ہدی کے لئے مویشیوں کا تعین (دیکھئے مادہ ھدی) نیز قربانی کے لئے ان کا تعین (دیکھئے مادہ اضحیہ)

اھاب (کچی کھال) دیکھئے لفظ جلد

اھل الکتاب (اہل کتاب)

۱۔ تعریف: یہود و نصاری اہل کتاب کہلاتے ہیں

۲۔ ان کے احکام:

اہل کتاب کے ذمی ہونے کا عقد (دیکھئے مادہ ذمہ)

اہل کتاب کے ذبیحہ کا استعمال (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۲ جز ب)۔ ان کے ذبیحہ کے انفحہ (بکری کا بچہ جو صرف ابھی دودھ پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک مادہ نکالتے ہیں اور کپڑے میں لت کردیتے ہیں پھر وہ پنیر کی مانند گاڑھا ہوجاتا ہے) کا استعمال (دیکھئے مادہ جبن)

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی کراہت (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کا جز ب کا جز ۵)

ایام التشریق (ایام تشریق)

ایام تشریق چار ہیں۔ بقرعید کا دن اور اس کے بعد تین دن۔ ایک روایت کے مطابق بقرعید کا دن اور اس کے بعد دو دن ایام تشریق ہیں [۴۸۰]۔

لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔ قرطبی نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۳ میں مذکور "ایام معدودات" اور سورہ حج آیت نمبر ۲۸ میں مذکورہ "ایام معلومات" کو چار دن یکجا کردیتے ہیں یعنی یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) اور اس کے بعد تین دن۔ نحر معلوم ہے معدود نہیں ہے۔ اس کے بعد دو دن معلوم و معدود ہیں اور چوتھا دن معدود ہے معلوم نہیں ہے۔ [۴۸۱]

۲۔ ایام تشریق کی تکبیرات:

الف۔ تکبیر تشریق کی ابتدا یوم النحر کے ظہر کی نماز سے کی جائے گی اور جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی ہر نماز کے بعد یہ تکبیر جاری رکھی جائے گی۔ اس کا اختتام ایام تشریق کے آخری دن فجر کی نماز پر ہوگی۔ [۴۸۲] حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق اس کا اختتام ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز پر ہوگی [۴۸۳]۔

لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

ب۔ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہر نماز کے بعد تکبیر کہی جائے گی۔ تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں تکبیر نہیں کہی جائے گی [۴۸۴]۔ اس کے علاوہ محرم ہر وقت تکبیر پڑھے گا اور کثرت سے پڑھے گا حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں ایام تشریق کے دوران نمازوں کے بعد، اپنے بستر پر، اپنے خیمے میں، اپنی مجلس میں، چلنے کے دوران تکبیر پڑھتے تھے [۴۸۵]۔

ج۔ تکبیرات تشریق کے صیغے : اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر۔ [۴۸۶]

۳۔ ایام تشریق کے روزے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت تھی، صرف حج تمتع کرنے والا یا وہ قارن (حج قرآن کرنے والا) جسے ہدی میسر نہ ہو ان دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "ایام تشریق کے روزوں کے

اجازت نہیں ہے مگر صرف اس کے لئے اجازت ہے جسے ہدی میسر نہ ہوا ہو"[۴۸۷]۔

ابوالشعثاء کہتے ہیں کہ "ہم حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ہمارے پاس کھانا لایا گیا۔ آپ کا ایک بیٹا پرے ہوگیا اور کہا کہ میں روزے سے ہوں' یہ سن کر آپ نے فرمایا: "کھاؤ' یہ کھانے پینے کے دن ہیں"[۴۸۸]۔

ابن ابی شیبہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے یوم النحر کے بعد والے دن کے روزے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اگر چاہو روزہ رکھ لو"[۴۸۹]۔

آپ کے اس قول کو ان روزوں پر محمول کیا جائے گا جو حج تمتع کرنے والا یا حج قرآن کرنے والا جسے ہدی میسر نہ ہو رکھتا ہے۔

ایلاء (ایلاء کرنا)

۱۔ تعریف: اپنی منکوحہ کے ساتھ ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھانا ایلاء کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق قسم کے بغیر ہمبستری ترک کرنا ایلاء ہے۔ جصاص رازی نے کہا ہے کہ یہ ایک شاذ قول ہے۔ یہاں یہ احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ ہو کہ شوہر پہلے قسم کھائے اور پھر بیوی کے پاس نہ جائے

۲۔ ایلاء کے احکام: اگر مرد قسم کھالے کہ وہ اپنی بیوی سے مطلقاً ہمبستری نہیں کرے گا یا چار مہینوں سے کم یا اس سے زائد معلوم مدت تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالے تو اس صورت میں اگر وہ مقررہ مدت سے پہلے ہمبستری کرلے گا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوجائے گا۔ اگر اس نے چار ماہ سے زائد مدت کے لئے یا مطلقاً ہمبستری ترک کرنے کی قسم کھائی ہو اور پھر ہمبستری کے بغیر چار ماہ گزر جائیں تو چار ماہ گزرنے کے ساتھ ہی ایک بائن طلاق واقع ہوجائے گی اور طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ حضرت ابن عمرؓ کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر شوہر

ایلاء کرلے اور پھر واپس نہ ہو حتی کہ چار ماہ گزر جائیں تو یہ ایک بائن طلاق ہوگی"[۴۹۰]۔

دوسرے قول کے مطابق چار ماہ گزرنے کے وقت ایلاء کرنے والے کو آگاہ کر کے اسے واپس ہونے یا طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا آپ نے فرمایا"جو شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرلے تو چار ماہ کے اختتام پر اسے آگاہ کیا جائے گا حتی کہ وہ یا تو واپس آجائے یا طلاق دے دے۔ چار ماہ گزرنے پر اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک اسے آگاہ نہیں کیا جائے گا"[۴۹۱]۔

تیسرے قول کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے اس بارے میں توقف کیا ہے اور اس کے متعلق فیصلے کا اختیار حاکموں کو دے دیا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کسی کے بارے میں اگر حاکم اپنے اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ کرے گا تو اس کا یہ فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔ سعید بن جبیر نے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابن عمرؓ سے ایلاء کے بارے میں پوچھا کہ آیا یہ طلاق ہے یا طلاق نہیں تو آپ نے فرمایا :"حکام اس کے متعلق فیصلہ کریں گے"[۴۹۲]۔

ایمان (ایمان لانا)

۱۔ تعریف: اسلامی عقیدے کا اعتقاد رکھنا اور اس کے خلاف کسی عمل کا ارتکاب نہ کرنا ایمان کہلاتا ہے۔

۲۔ لا الہ الا اللہ کا قول

الف۔ لا الہ الا اللہ کا قول جب دل سے نکل کر زبان پر جاری ہوجائے تو یہ انسان کے اندر ایمان کا عنوان بن جاتا ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ :"فلاں مقام پر کچھ لوگ میرے خلاف کفر کی گواہی دیتے ہیں" آپ نے فرمایا :"تم لا الہ الا اللہ کہہ کر ان کی تکذیب کیوں نہیں کردیتے"[۴۹۳]۔

ب۔ لا الہ الا اللہ کا کلمہ بہت سے امور کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، یوم آخر اور قضاء و قدر پر ایمان لانا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا اور حج کرنا

اور اسی طرح کے دیگر امور۔ تاہم جب تک ایک بندہ مومن نہ ہو اور کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا صراحت سے قائل نہ ہو اس وقت تک درج بالا امور پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے کسی طرح فائدہ مند نہیں ہو گا کیونکہ سورہ نور آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد باری ہے (والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعه یحسبه الظمان ماء حتی اذا جاء ہ لم یجدہ شیا و وجد اللہ عندہ فوفاہ حسابه واللہ سریع الحساب جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال صحرا کی اس چمکیلی ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھ بیٹھتا ہے حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا البتہ اس کے پاس اللہ اسے مل جاتا ہے اور وہ اپنا حساب پورا کرلیتا ہے۔ اللہ جلد حساب لینے والا ہے) اسی طرح سورہ فرقان آیت نمبر ۲۳ میں مذکور ہے (وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنه هباء منثورا اور ہم ان کے کئے ہوئے عمل کی طرف متوجہ ہوں گے اور اسے غبار پریشان بنادیں گے)۔ البتہ ایک سوال یہ ہے کہ جہاں ایک طرف لا الہ الا اللہ کے بغیر کوئی عمل فائدہ مند نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کتنا اچھا کیوں نہ ہوتا ہو، تو کیا لاالہ الا اللہ کے قول اور اعتقاد کے ساتھ کوئی برا عمل نقصان دے سکتا ہے خواہ اس کی برائی کسی درجے کی کیوں نہ ہو؟

حضرت ابن عمرؓ سے یہی سوال کیا گیا تھا اور آپ کا جواب اس شخص کا جواب تھا جو سلامتی کو ترجیح دیتا ہو اور اس کا متلاشی ہو نیز خوش فہمی میں مبتلا ہونے سے باز رہتا ہو اور اسے اپنے سے پرے رکھتا ہو۔ عبدالرزاق نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سے لا الہ الا اللہ کے سلسلے میں پوچھا گیا کہ اس کے ساتھ کیا کوئی عمل نقصان دہ ہو سکتا ہے جس طرح اس کے ترک پر کوئی عمل فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "بھائی، زندہ رہو اور خوش فہمی سے بچو" [۴۹۴]۔

ایمان (جمع یمین یعنی قسم)

دیکھئے لفظ یمین

حرف الالف میں مذکورہ

حوالہ جات

[۱]۔ المجموع ص ۳۴۹ ج ۱
[۲]۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ب ج ۱
[۳]۔ سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۳
[۴]۔ مصنف عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۱۱
[۵]۔ عبدالرزاق ص ۱۹۴ ج ۵
[۶]۔ المغنی ص ۲۶۸ ج ۸
[۷]۔ عبدالرزاق ص ۲۴۰، ۲۴۱ ج ۱۰
سنن بیہقی ص ۲۶۸ ج ۸
المحلی ص ۱۶۴ ج ۱۱
شرح السنہ ص ۳۱۷ ج ۱۰
کتاب الام ص ۲۵۸ ج ۷
[۸]۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۷
[۹]۔ سنن بیہقی ص ۱۱۳ ج ۶
[۱۰]۔ سنن بیہقی ص ۲۴۵ ج ۵
اسد الغابہ ص ۳۴۱ ج ۳
سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
[۱۱]۔ المغنی ص ۵۵۹ ج ۳
[۱۲]۔ حوالہ درج بالا
[۱۳]۔ المغنی ص ۴۶۸ ج ۵
تفسیر طبری ص ۱۶۴ ج ۲
[۱۴]۔ احکام القرآن ص ۲۳۹ ج ۳
[۱۵]۔ المحلی ص ۱۹۰، ۲۱۲، ۲۱۵، ۲۲۴ ج ۸
شرح السنہ ص ۲۵۳ ج ۸
الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۷۱
[۱۶]۔ المحلی ص ۲۱۵ ج ۸
[۱۷]۔ الاموال ص ۷۰
[۱۸]۔ ابو داؤد فی البیوع باب المزارعہ
الترمذی فی الاحکام باب المزارعہ
النسائی باب المزارعہ
المحلی ص ۲۱۲ ج ۸
شرح السنہ ص ۲۵۳ ج ۸
الاعتبار ص ۱۷۱
[۱۹]۔ شرح الزرقانی ص ۳۷۵ ج ۳
[۲۰]۔ المغنی ص ۳۹۴ ج ۵
[۲۱]۔ عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۸
[۲۲]۔ المحلی ص ۲۱۵ ج ۸
[۲۳]۔ ابو داؤد باب المزارعہ
النسائی فی المزارعہ باب النھی عن کراء الارض
[۲۴]۔ البخاری فی الحرث والزرع
مسلم فی البیوع باب کراء الارض بالطعام
[۲۵]۔ عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۸
[۲۶]۔ المحلی ص ۱۴۶ ج ۳

عبدالرزاق ص ۴۸۱ ج ۱

ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۱

کشف الغمہ ص ۸۷ ج ۱

۲۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۵

۲۸۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۵

سنن بیہقی ص ۲۷ ج ۹

۲۹۔ المغنی ص ۴۸۹ ج ۵

۳۰۔ المحلی ص ۱۹۷ ج ۸

۳۱۔ شرح السنہ ص ۲۶۵ ج ۸

۳۲۔ المجموع ص ۳۷۴ ج ۹

۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱

المغنی ص ۲۹۰ ج ۴

۳۴۔ کشف الغمہ عن الائمہ ص ۹ ج ۲

۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱

المغنی ص ۲۹۰ ج ۴

۳۶۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶

۳۷۔ سنن بیہقی ص ۲۸ ج ۶

شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۸

المغنی ص ۴۹۰ ج ۴

۳۸۔ المجموع ص ۴۵۹ ج ۴

۳۸۔ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۷ ب ج ۱

سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۳

المحلی ص ۶۷ ج ۵

المغنی ص ۳۲۶ ج ۲

۳۹۔ حاشیہ قلیوبی ص ۲۱۵ ج ۴

البحرالرائق ص ۱۴۳ ج ۳

۴۰۔ بحث "احتراف" موسوعہ الفقہ الاسلامی

۴۰۔ب۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ ج ۶

المحلی ص ۸.۹۰ ج ۸

المغنی ص ۱۶۹ ج ۹

۴۱۔ عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۸

سنن بیہقی ص ۳۲۸ ج ۱۰

۴۲۔ عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۸

تفسیر قرطبی ص ۲۴۶ ج ۱۲

۴۳۔ الآداب الشرعیہ لابن مفلح ص ۳۰۵ ج ۲

۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ج ۲

۴۵۔ المحلی ص ۴۷۷ ج ۸، ص ۵۱۹ ج ۹

۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ب ج ۱

شرح السنہ ص ۳۰۵ ج ۷

المحلی ص ۶۶۰ ج ۷

المغنی ص ۲۶۹ ج ۳

المجموع ص ۱۵ ج ۷

سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۵

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ج ۱

۴۸۔ بخاری فی الحج باب میقات اہل المدینہ

مسلم فی الحج باب مواقیت الحج والعمرۃ

۴۹۔ الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
۵۰۔ المحلی ص ۷۲ ج ۷
۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱
۵۲۔ المجموع ص ۲۰۲ ج ۷
۵۳۔ الموطا ص ۳۳۱ ج ۱
سنن بیہقی ص ۲۹ ج ۵
۵۴۔ شرح الزرقانی ص ۲۴۱ ج ۲
سنن بیہقی ص ۲۹ ج ۵
۵۵۔ الموطا ص ۳۳۱ ج ۱
سنن بیہقی ص ۳۰ ج ۵
شرح السنہ ص ۴۲ ج ۷
المحلی ص ۷۵ ج ۷
المغنی ص ۲۶۴ ج ۳
المجموع ص ۲۰۱ ج ۷
ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ج ۱
۵۶۔ المحلی ص ۷۵ ج ۷
۵۷۔ المحلی ص ۱۲۵ ج ۷
ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج ۱
الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
المغنی ص ۴۰۴ ج ۳
۵۸۔ شرح السنہ ص ۵۹ ج ۷
۵۹۔ سنن بیہقی ص ۴۰ ج ۵
المغنی ص ۲۹۰ ج ۳
۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ب ج ۱
شرح السنہ ص ۹۶ ج ۷
المجموع ص ۲۷۳ ج ۸
۶۱۔ سنن بیہقی ص ۳۳ ج ۵
ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱
۶۲۔ الموطا ص ۳۲ ج ۱
شرح السنہ ص ۴۴ ج ۷
۶۳۔ المغنی ص ۲۷۲ ج ۳
۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ب ج ۱
۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ج ۱
۶۶۔ بخاری فی الحج باب التطیب عند الاحرام
المغنی ص ۲۷۳ ج ۳
المحلی ص ۸۳ ج ۷
شرح السنہ ص ۴۷ ج ۷
۶۷۔ المحلی ص ۸۵ ج ۷
۶۸۔ حوالہ درج بالا
۶۹۔ جامع الاصول ص ۸۹ ج ۳
۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۹۶ ج ۷
۷۱۔ المغنی ص ۳۸۹ ج ۳
۷۲۔ المحلی ص ۹۴ ج ۷
۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ب ج ۱
۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۸ ج ۱
۷۵۔ بخاری فی الحج باب مالا یلبس المحرم
مسلم فی الحج باب مایباح للمحرم

شرح السنہ ص ۲۳۷ ج ۷
۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ب ج ۱
۷۶ ب۔ ابو داؤد فی المناسک باب ما یلبس
المحرم
۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ج ۱
۷۸۔ المحلی ص ۸۱ ج ۷' المجموع ص ۲۶۷
ج ۷
۷۹۔ ابو داؤد فی المناسک باب ما یلبس
المحرم
ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ج ۱
کشف الغمہ ص ۲۱۹ ج ۱' المغنی ص ۳۰۲ ج
۳
۸۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ج ۱
سنن بیہقی ص ۵۱ ج ۵
المحلی ص ۲۵۹ ج ۷ المغنی ص ۳۰۴ ج ۳
۸۱۔ سنن بیہقی ص ۵۱ ج ۵
شرح السنہ ص ۲۳۹ ج ۷
۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ج ۱
المحلی ص ۲۵۹ ج ۷
۸۳۔ سنن بیہقی ص ۵۱ ج ۵
شرح السنہ ص ۲۳۹ ج ۷
کشف الغمہ ص ۲۱۹ ج ۱
۸۴۔ الموطا ص ۳۲۶ ج ۱
کتاب الام ص ۲۵۲ ج ۷

شرح السنہ ۲۳۹ ج ۷
المغنی ص ۳۰۵ ج ۳
المجموع ص ۲۶۰ ج ۷
۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ب ج ۱
المجموع ص ۲۶۰ ج ۷
۸۶۔ المغنی ص ۳۰۵ ج ۳
۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۷ ب ج ۱
۸۸۔ المحلی ص ۲۵۹ ج ۷
۸۹۔ المغنی ص ۳۲۳ ج ۳
۹۰۔ کتاب الام ص ۲۴۱ ج ۷
ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ج ۱
الموطا ص ۳۲۷ ج ۱
سنن بیہقی ص ۵۴ ج ۵
المحلی ص ۹۲ ج ۷
کشف الغمہ ص ۲۱۹ ج ۱
۹۱۔ سنن بیہقی ص ۵۴ ج ۵
۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱' ۱۸۳ ج ۱
الموطا ص ۳۲۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۴۲ ج ۷
المحلی ص ۹۲ ج ۷
المغنی ص ۳۲۶ ج ۲
۹۳۔ المحلی ص ۹۱ ج ۷
۹۴۔ الموطا ص ۳۲۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۴۲ ج ۷

ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ب' ۱۸۳ ج ۱
المحلی ص ۸۲ ج ۷' المغنی ص ۳۲۹ ج ۳
۹۵۔ المغنی ص ۳۰۷ ج ۳
۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ج ۱' سنن بیہقی
ص ۷۰ ج ۵' المحلی ص ۱۹۷ ج ۷' المغنی ص
۳۰۸ ج ۳' المجموع ص ۲۶۹' ۳۹۱ ج ۷
۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ب ج ۱' المحلی
ص ۸۲ ج ۷' المغنی ص ۳۱۸ ج ۳' المجموع
ص ۲۸۳ ج ۷
۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ب ج ۱' المحلی
ص ۸۲ ج ۲
۹۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ب ج ۱' سنن
بیہقی ص ۵۹ ج ۵
۱۰۰۔ سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۵
۱۰۱۔ سنن بیہقی ص ۵۸ ج ۵' المحلی ص
۲۵۷ ج ۷' المغنی ص ۳۲۱ ج ۳
۱۰۲۔ المغنی ص ۳۱۷ ج ۳' المحلی ص ۸۲ ج
۲
۱۰۳۔ بخاری فی الحج باب مالا یلبس المحرم
مسلم فی الحج باب ما یباح للمحرم
شرح السنہ ص ۲۳۷ ج ۷
۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳' ۱۸۱ ب ج ۱
المغنی ص ۳۲۰ ج ۳
۱۰۵۔ المغنی ص ۳۳۱ ج ۳
۱۰۶۔ بخاری فی الحج باب من اھل حین
استوت بہ راحلتہ
۱۰۷۔ المغنی ص ۳۲۲ ج ۳' المحلی ص ۲۵۸
ج ۷
۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱' المحلی ص
۲۵۸ ج ۷
۱۰۹۔ سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۵
۱۱۰۔ شرح السنہ ص ۲۴۶ ج ۷
۱۱۱۔ سنن بیہقی ص ۶۲ ج ۵' ابن ابی شیبہ
ص ۱۹۱ ب ج ۱' المحلی ص ۲۵۷ ج ۷' المغنی
ص ۳۲۷ ج ۳' المجموع ص ۳۶۰ ج ۷
۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶۰ ج ۱
۱۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۷ ب ج ۱' سنن
بیہقی ص ۶۳ ج ۵
۱۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ب ج ۱
۱۱۵۔ المحلی ص ۲۴۷ ج ۷' المغنی ص ۲۹۹
ج ۳
۱۱۶۔ سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۵' آثار ابی
یوسف نمبر ۵۰۱
۱۱۷۔ ابن ابی شیبہ ۱۶۳ ج ۱
سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۳ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۵۹ ج ۷
المجموع ص ۲۵۳ ج ۷

۱۱۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵

۱۲۰۔ حوالہ درج بالا

۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ب ج ۱
سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
المحلی ص ۲۴۷ ج ۷
المغنی ص ۲۳۰ ج ۳

۱۲۲۔ الموطا ص ۳۵۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۵۹ ج ۷

۱۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱

۱۲۴۔ الموطا ص ۳۵۰ ج ۱
المجموع ص ۳۶۱ ج ۷

۱۲۵۔ المغنی ص ۳۱۶ ج ۳
المجموع ص ۲۸۴ ج ۷

۱۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۷ ج ۱
سنن بیہقی ص ۵۷ ج ۵
المجموع ص ۲۷۶ ج ۷
کشف الغمہ ص ۲۲۰ ج ۱

۱۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ب ج ۱

۱۲۸۔ سنن بیہقی ص ۶۸ ج ۵

۱۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۷، ص ۶۵ ج ۵
المحلی ص ۱۹۸ ج ۷
ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱

۱۳۰۔ المغنی ص ۳۳۲ ج ۳
المجموع ص ۲۹۰ ج ۷

۱۳۱۔ شرح السنہ ص ۲۵۰ ج ۱

۱۳۱۔ ب۔ احکام القرآن ص ۳۰۸ ج ۷

۱۳۲۔ المجموع ص ۳۸۰ ج ۷
المغنی ص ۳۳۴، ۴۵۴ ج ۳
ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ب ج ۱

۱۳۳۔ المغنی ص ۳۳۴ ج ۳

۱۳۴۔ جامع الاصول ص ۷۷ ج ۳

۱۳۵۔ عبدالرزاق ص ۴۴۴ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ب ج ۱، المحلی ص ۲۳۷ ج ۷

۱۳۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۱۱

۱۳۷۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۱۳

۱۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۶۷ ج ۲، المغنی ص ۱۱ ج ۲

۱۳۹۔ ابنی ابی شیبہ ص ۲۰۶ ج ۱، عبدالرزاق ص ۴۴۷ ج ۴

۱۴۰۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵

۱۴۱۔ عبدالرزاق ص ۴۱۳ ج ۴

۱۴۲۔ عبدالرزاق ص ۴۱۳ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ج ۱، المحلی ص ۲۴۵ ج ۷

۱۴۳۔ المغنی ص ۲۹۸ ج ۳، المجموع ص ۳۴۲ ج ۷

۱۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۷ ب ج ۱

۱۴۵۔ عبدالرزاق ص ۴۴۳ ج ۴

۱۴۶۔ کشف الغمہ ص ۲۲۱ ج ۱

۱۴۷۔ عبدالرزاق ص ۴۴۸ ج ۴' الموطا ص ۳۵۸ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۷' المجموع ص ۳۴۲ ج ۷' کشف الغمہ ص ۲۲۱ ج ۱

۱۴۸۔ المحلی ص ۲۴۴ ج ۷

۱۴۹۔ المحلی ص ۱۹۷ ج ۷

۱۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱' المجموع ص ۳۴۳ ج ۷' المغنی ص ۲۹۸ ج ۳' شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۷

۱۵۱۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۴

۱۵۲۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۰۳

۱۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۱ ب ج ۱

۱۵۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۰۶ ج ۵

۱۵۵۔ عبدالرزاق ص ۴۲۲ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۹۱ ج ۱' المغنی ص ۳۴۵ ج ۳

۱۵۶۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۴' آثار ابی یوسف' نمبر ۵۰۸ المحلی ص ۱۵۶ ج ۹

۱۵۷۔ المحلی ص ۲۲۵ ج ۷' شرح السنہ ص ۲۷۲ ج ۷' المجموع ص ۴۲۰ ج ۷

۱۵۸۔ عبدالرزاق ص ۳۹۷ ج ۴

۱۵۹۔ عبدالرزاق ص ۴۵۲ ج ۴' تفسیر طبری ص ۳۲ ج ۷

۱۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ ب ج ۱' شرح السنہ ص ۲۷۳ ج ۷' المغنی ص ۵۲۳ ج ۳' المجموع ص ۴۲۱ ج ۷' المحلی ص ۲۲۱ ج ۷

۱۶۱۔ عبدالرزاق ص ۴۳۸ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۰۴ ج ۵' تفسیر قرطبی ص ۳۱۳ ج ۶' المحلی ص ۲۳۷ ج ۷

۱۶۲۔ المحلی ص ۲۲۹ ج ۷' المغنی ص ۳۴۵' ۵۱۸ ج ۳' المجموع ص ۴۲۲ ج ۷

۱۶۳۔ المحلی ص ۲۳۱ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱

۱۶۴۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۳

۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱

۱۶۶۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۳

۱۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۰ ب ج ۱ شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۷' احکام القرآن ۴۷۳ ج ۲

۱۶۸۔ تفسیر طبری ص ۳۳ ج ۷

۱۶۹۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۴' المغنی ص ۳۱۲ ج ۳' المجموع ص ۳۳۱ ج ۷

۱۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ ج ۱

۱۷۱۔ عبدالرزاق ص ۴۳۲ ج ۴' تفسیر ابن کثیر ص [illegible] ج ۲

۱۷۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲۴ ج ۴ المحلی ص ۲۵۰ ج ۷

[۱۷۳] ۔ سنن بیہقی ص ۱۸۹ ج ۵
موسوعہ فقہ عمر مادہ حج
[۱۷۴] ۔ سنن بیہقی ص ۱۸۹ ج ۵
[۱۷۵] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ب ج ۱
المحلی ص ۱۵۱ ج ۵' شرح السنہ ص ۳۲۳ ج
۵ ' المغنی ص ۴۳۷ ج ۲' المجموع ص ۱۶۳
ج ۵
[۱۷۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱ ' المحلی ص
۲۰۳ ج ۷ ' شرح السنہ ص ۲۸۷ ج ۷'
تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۱ ج ۱
[۱۷۷] ۔ تفسیر طبری ص ۱۲۷ ج ۲ ' ابن کثیر
۲۳۱ ج ۱
احکام القرآن ص ۲۷۱ ج ۱
[۱۷۸] ۔ تفسیر طبری ص ۱۲۷ ج ۲
[۱۷۹] ۔ تفسیر طبری ص ۱۳۱ ج ۲
[۱۸۰] ۔ الموطا ص ۳۶۲ ج ۱' سنن بیہقی ص
۲۲۰ ج ۵' تفسیر طبری ص ۱۲۸ ج ۲
[۱۸۱] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ب ج ۱
المحلی ص ۲۰۴ ج ۷
[۱۸۲] ۔ الموطا ص ۳۶۱ ج ۱' المجموع ص ۲۶۷
ج ۸' المغنی ص ۳۶۲ ج ۳' تفسیر قرطبی ص
۳۷۱ ج ۲
[۱۸۳] ۔ تفسیر قرطبی ص ۳۷۳ ج ۲
[۱۸۴] ۔ تفسیر طبری ص ۱۳۲ ج ۲' شرح السنہ
ص ۸۳ ج ۷' المحلی ص ۲۰۵ ج ۷
[۱۸۵] ۔ تفسیر طبری ص ۱۳۲ ج ۲
[۱۸۶] ۔ المحلی ص ۲۰۴ ج ۷
[۱۸۷] ۔ تفسیر طبری ص ۱۳۲ ج ۲' الموطا ص
۳۶۱ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۱۹ ج ۵
[۱۸۸] ۔ عبدالرزاق ص ۳۹۶ ج ۷
[۱۸۹] ۔ تفسیر قرطبی ص ۱۴۳ ج ۵
[۱۹۰] ۔ تفسیر قرطبی ص ۱۷۵ ج ۱۲
[۱۹۱] ۔ المحلی ص ۲۷۲ ج ۱۱
[۱۹۲] ۔ عبدالرزاق ص ۴۴۹ ج ۹
[۱۹۳] ۔ عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۷' تفسیر
قرطبی ص ۱۷۵ ج ۱۲' المحلی ص ۲۷۱ ج ۱۱'
المغنی ص ۵۰۹ ج ۹
[۱۹۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۲' کتاب
الخراج لابی یوسف ص ۱۹۵
[۱۹۵] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۲
سنن بیہقی ص ۲۱۶ ج ۸' تفسیر ابن کثیر ص
۴۷۶ ج ۱' کشف الغمہ ص ۱۲۸ ج ۲
[۱۹۶] ۔ عبدالرزاق ص ۱۳۱ ج ۷
[۱۹۷] ۔ شرح السنہ ص ۲۸۵ ج ۱۰
[۱۹۸] ۔ عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۷
[۱۹۹] ۔ عبدالرزاق ص ۱۲۴ ج ۷
ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ ب ج ۱
کنزالاعمال نمبر ۴۰۶۰۲' المغنی ص ۲۳۰ ج

۸

۲۰۰۔ ابن ماجہ المنذری نے "الترغیب" میں کہا ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی "بقیہ" مدلس ہے

۲۰۱۔ بخاری شریف' ترمذی شریف

۲۰۲۔ عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۲

۲۰۳۔ المجموع ص ۴۸ ج ۵

۲۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ب ج ۱

۲۰۵۔ کشف الغمہ ص ۱۱۹ ج ۱

۲۰۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱

۲۰۷۔ حوالہ مذکورہ بالا

۲۰۸۔ بخاری فی الاضاحی' مسلم فی الاضاحی

۲۰۹۔ حوالہ مذکورہ بالا' نیز ترمذی فی الاضاحی نمبر۱۵۰۹' المغنی ص ۶۳۳ ج ۸

۲۱۰۔ جامع الاصول نمبر۱۶۷۹

۲۱۱۔ موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ ادخار نمبر۳

۲۱۲۔ ابوداوٗد' نسائی فی الاذان باب رفع الصوت بالاذان

۲۱۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۸ ج ۴

۲۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۵ ب ج ۱

۲۱۵۔ سنن بیہقی ص ۴۰۶ ج ۱

کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱

المغنی ص ۴۲۱ ج ۱

۲۱۶۔ عبدالرزاق ص ۱۲۷ ج ۳

سنن بیہقی ص ۴۰۸ ج ۲

المغنی ص ۴۲۲ ج ۱

۲۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۵ ج ۱

۲۱۸۔ الموطا ص ۷۳ ج ۲' سنن بیہقی ص ۴۱۱ ج ۱' المدونہ ص ۶۱ ج ۱

کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱' المغنی ص ۴۲۱ ج ۱

۲۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲ ج ۱

۲۲۰۔ سنن بیہقی ص ۳۹۲ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۱' المحلی ص ۱۴۵ ج ۳' عبدالرزاق ص ۴۷۰ ج ۱' المدونہ ص ۶۰ ج ۱' المغنی ص ۴۲۴ ج ۱' کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱

۲۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲ ج ۱

۲۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۱ ب ج ۱

احکام القرآن ص ۴۴۴ ج ۳

۲۲۳۔ عبدالرزاق کے الفاظ ہیں "وہ چاہتا ہے" ہم نے المحلی سے اس کی تصحیح کی ہے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کا بھی یہی مفہوم ہے اس میں مذکور ہے "وہ عمدہ آواز سے اذان دیتا ہے"

۲۲۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۱ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۱' المحلی ص ۱۴۶ ج ۳' کشف الغمہ ص ۷۸ ج ۱

۲۲۵۔ کشف الغمہ ص ۷۹ ج۱

۲۲۶۔ المغنی ص ۴۲۳ ج ۱

۲۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۳ ب ج ۱'
عبدالرزاق ص ۴۷۰ ج ۱

۲۲۷۔ ب۔ سنن بیہقی ص ۴۲۴ ج ۱

۲۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۱

۲۲۹۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱

۲۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ب ج ۱' شرح السنہ ص ۲۵۵ ج ۲

۲۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ب ج ۲

۲۳۲۔ حوالہ درج بالا' نیز عبدالرزاق ص ۴۷۳ ج ۱' شرح معانی الآ ثار ص ۸۲ ج ۱

۲۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ج ۱

۲۳۴۔ حوالہ درج بالا

۲۳۵۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱
المحلی ص ۱۶۰ ج ۳

۲۳۶۔ ابوداؤد' ترمذی فی الصلاۃ باب التثویب' المغنی ص ۴۰۸ ج ۱' المجموع ص ۴۷۵ ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۷۵ ج ۱'
شرح السنہ ص ۲۶۶ ج ۲

۲۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ج ۱' سنن بیہقی ص ۴۲۸ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۲

۲۳۸۔ المحلی ص ۱۶۲ ج ۳

۲۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۲ ج ۲' بخاری شریف باب الرخصۃ فی المطر
مسلم شریف باب الصلوۃ فی الرحال
ابو داؤد باب التخلف عن الجماعہ

۲۴۰۔ المغنی ص ۱۶۵ ج ۶

۲۴۱۔ المغنی ص ۶۵۲ ج ۲

۲۴۲۔ شرح السنہ ص ۳۵۸ ج ۸

۲۴۳۔ سنن دارمی ص ۳۶۸ ج ۲

۲۴۴۔ عبدالرزاق ص ۲۹۲' ۴۷۸ ج ۶'
ابن ابی شیبہ ص ۲۲۳ ب ج ۱' سنن سعید بن منصور ص ۱/۲۲۴ ج ۳' المغنی ص ۲۱ ج ۱' کشف الغمہ ص ۷۱ ج ۲

۲۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ ب ج ۱

۲۴۶۔ المغنی ص ۳۵۲' ۳۷۶ ج ۶

۲۴۷۔ المغنی ص ۳۷۶ ج ۶

۲۴۸۔ سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۱۰'
عبدالرزاق ص ۲۸ ج ۹' المغنی ص ۳۵۳ ج ۶

۲۴۹۔ سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۱۰

۲۵۰۔ عبدالرزاق ص ۵۳۰ ج ۳
المحلی ص ۱۰۰ ج ۵

۲۵۱۔ المغنی ص ۲۶۷ ج ۶' المحلی ص ۲۳۸ ج ۹' احکام القرآن ص ۲۲۶ ج ۳

۲۵۲۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰
عبدالرزاق ص ۳۹۱ ج ۸

۲۵۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰

[۲۵۴] ۔ عبدالرزاق ص ۲۶۲ ج ۱۰
المحلی ص ۲۸۲ ج ۹
[۲۵۵] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ ج ۲
سنن دارمی ص ۳۶۴ ج ۲، عبدالرزاق ص
۱۲۴ ج ۷، شرح السنہ ص ۳۶۲ ج ۸، المغنی
ص ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۵ ج ۶
۲۵۵ ۔ ب ۔ موسوعہ فقہ عثمانؓ مادہ ارض
[۲۵۶] ۔ عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۶، ص ۳۳۷
ج ۱۰
خراج یحییٰ بن آدم ص ۵۴، سنن بیہقی ص
۱۴۰ ج ۹، احکام القرآن ص ۱۰۲ ج ۳، ص
۴۳۴ ج ۳
[۲۵۷] ۔ عبدالرزاق ص ۹۴، ۳۳۷ ج ۶،
سنن بیہقی ص ۱۴۰ ج ۹
[۲۵۸] ۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ ج ۹
[۲۵۹] ۔ تفسیر طبری ص ۸۷ ج ۱۸، تفسیر قرطبی
ص ۲۱۵ ج ۱۱، عبدالرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰
[۲۶۰] ۔ احکام القرآن جصاص رازی ص ۳۱۴
ج ۳
[۲۶۱] ۔ عبدالرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰، شرح
السنہ ص ۲۸۴ ج ۱۲
[۲۶۲] ۔ تفسیر طبری ص ۱۲۴ ج ۱۸
تفسیر قرطبی ص ۳۰۲ ج ۱۱
[۲۶۳] ۔ عبدالرزاق ص ۲۱۲ ج ۷

[۲۶۴] ۔ موسوعہ فقہ اسلامی مادہ "استئذان"
حاشیہ ابن عابدین ص ۲۳۱ ج ۲
المغنی ص ۲۷۹ ج ۷
[۲۶۵] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ب ج ۱
[۲۶۶] ۔ سنن بیہقی ص ۳۷۲ ج ۷، کشف
الغمہ ص ۱۰۱ ج ۲
[۲۶۷] ۔ الجوہر النقی ص ۳۷۲ ج ۷،
عبدالرزاق ص ۳۲۴ ج ۶
[۲۶۸] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ب ج ۱
[۲۶۹] ۔ عبدالرزاق ص ۲۲۷ ج ۷، ابن ابی
شیبہ ص ۲۱۷ ج ۱، المحلی ص ۳۱۸ ج ۱۰،
المغنی ص ۵۰۹ ج ۷، کنزالعمال نمبر ۲۸۰۴۰
[۲۷۰] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۷، ۲۴۹ ب ج ۱،
کشف الغمہ ص ۱۱۰ ج ۲، شرح السنہ ص
۳۲۰ ج ۹، عبدالرزاق ص ۲۲۶ ج ۷،
کنزالعمال نمبر ۲۸۰۳۹
[۲۷۱] ۔ عبدالرزاق ص ۲۳۲ ج ۷، ابن ابی
شیبہ ص ۲۱۷، ۲۴۹ ب ج ۱، شرح السنہ ص
۳۲۰ ج ۹ کشف الغمہ ص ۱۱۰ ج ۲
[۲۷۲] ۔ الموطا ص ۵۹۳ ج ۲، عبدالرزاق
ص ۲۳۳ ج ۷، سنن بیہقی ص ۳۴۹ ج ۱۰
تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۵ ج ۱، شرح السنہ ۳۱۷
ج ۹، المغنی ص ۵۰۰ ج ۷، کشف الغمہ ص
۱۰۷ ج ۲، المحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰، ابن ابی شیبہ

ص ۲۴۹ ج ا' سنن سعید بن منصور ص
۳۰۵/۱ ج ۳

۲۷۳۔ عبدالرزاق ص ۲۲۱ ج ۷
المحلی ص ۳۱۸ ج ۱۰
نیز درج بالا مصادر

۲۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۷ ج ۱
المحلی ص ۳۲۰ ج ۱۰' المغنی ص ۵۱۱ ج ۷

۲۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۷ ج ۱

۲۷۶۔ حوالہ درج بالا

۲۷۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳۲ ج ۷

۲۷۸۔ عبدالرزاق ص ۲۳۳ ج ۷
سنن بیہقی ص ۳۴۹ ج ۱۰

۲۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ ج ۲

۲۸۰۔ سنن بیہقی ص ۷۴ ج ۱۰

۲۸۱۔ المحلی ص ۴۰۰ ج ۸' المغنی ص ۱۰۳ ج
۴

۲۸۲۔ المحلی ص ۴۰۰ ج ۸' ص ۱۸۸ ج ۹'
المغنی ص ۱۰۳ ج ۴

۲۸۳۔ عبدالرزاق ص ۲۶۲ ج ۸' المحلی ص
۴۳۳ ج ۸

۲۸۴۔ المحلی ص ۴۳۳ ج ۸' المغنی ص ۱۰۱
ج ۴' عبدالرزاق ص ۲۶۱ ج ۸

۲۸۵۔ سنن بیہقی ص ۷۴ ج ۱۰

۲۸۶۔ کشف الغمہ ص ۱۸۹ ج ۲' الموطا ص
۷۷۴ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵۱۵ ج ۸

۲۸۷۔ المغنی ص ۲۱۶ ج ۷

۲۸۸۔ شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۹

۲۸۹۔ حوالہ درج بالا

۲۹۰۔ سنن بیہقی ص ۳۲۸ ج ۱۰
عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۸
تفسیر قرطبی ص ۲۴۶ ج ۱۲

۲۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۹ ب ج ۱'
الاموال لابن عبید ص ۵۴۸
المحلی ص ۱۵۸ ج ۶

۲۹۲۔ المحلی ص ۲۱۴ ج ۱۲ المغنی ص ۳۶۶ ج ۱
المجموع ص ۵۴۱ ج ۲

۲۹۳۔ المغنی ص ۳۶۶ ج ۱

۲۹۴۔ عبدالرزاق ص ۲۱۱ ج ۱' الموطا ص
۳۷۱ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱' کشف
الغمہ ص ۶۷ ج ۱

۲۹۵۔ شرح السنہ ص ۸۶ ج ۱۲
ابن ابی شیبہ ص ۱۴۳ ب ج ۱' آثار ابی
یوسف نمبر ۲۸۹

۲۹۶۔ المغنی ص ۳۲۰ ج ۸

۲۹۷۔ عبدالرزاق ص ۸۴ ج ۲' المحلی ص
۲۴۹ ج ۳

۲۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۷ ج ۱

۲۹۹۔ سنن بیہقی ص ۳۶ ج ۲' المجموع ص

۲۸۱' ۲۸۴ ج ۳' کشف الغمہ ص ۹۶ ج ۱
۳۰۰۔ عبدالرزاق ص ۳۹۱ ج ۷
۳۰۱۔ المحلی ص ۳۹۳ ج ۱۱
۳۰۲۔ عبدالرزاق ص ۳۹۰ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱' المحلی ص ۳۹۲ ج ۱۱
۳۰۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ ب ج ۱
۳۰۴۔ المغنی ص ۱۵۱ ج ۱
۳۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ب ج ۱
۳۰۶۔ المغنی ص ۱۶۱ ج ۱
۳۰۷۔ المحلی ص ۲۸ ج ۱
۳۰۸۔ عبدالرزاق ص ۲۰۲ ج ۴
۳۰۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
۳۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱
۳۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ج ۱
۳۱۲۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
۳۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ب ج ۱ المغنی ص ۱۱۰ ج ۲' المجموع ص ۳۳۵ ج ۶
۳۱۴۔ شرح السنہ ص ۲۹۸ ج ۶' المجموع ص ۳۳۹ ج ۱
۳۱۵۔ بخاری شریف مسلم شریف باب فضل الصوم
۳۱۶۔ المجموع ص ۳۳۹ ج ۱۳' کشف الغمہ ص ۷۴' ص ۲۰۰ ج ۱
۳۱۷۔ عبدالرزاق ص ۲۰۲ ج ۴
۳۱۸۔ تفسیر قرطبی ص ۲۲۸ ج ۱۶
۳۱۹۔ الاموال ص ۱۳۳' احکام القرآن جصاص رازی ص ۳۹۱ ج ۳
۳۲۰۔ تفسیر قرطبی ص ۲۲۷ ج ۱۶
۳۲۱۔ کشف الغمہ ص ۱۱۴ ج ۲
۳۲۲۔ سنن بیہقی ص ۶۶ ج ۱۰
۳۲۳۔ تفسیر قرطبی ص ۱۱۰ ج ۷ لباب النقول فی اسباب النزول
۳۲۴۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳' ص ۱۷۳ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب ج ۱' احکام القرآن ص ۱۱۳' ۱۱۶ ج ۳
۳۲۵۔ سنن بیہقی ص ۲۹۰ ج ۸ المحلی ص ۴۹۰ ج ۷
۳۲۶۔ بخاری فی الاشربہ باب الخمر من العنب' سنن بیہقی ص ۲۹۱ ج ۸' المحلی ص ۴۹۱ ج ۷
۳۲۷۔ سنن بیہقی ص ۲۹۴ ج ۸
۳۲۸۔ المحلی ص ۵۰۴ ج ۷ بخاری شریف باب الخمر من العنب
۳۲۹۔ جامع الاصول ص ۱۰۵ ج ۵
۳۳۰۔ المحلی ص ۵۰ ج ۷' عبدالرزاق ص ۲۰۵ ج ۹
۳۳۱۔ نسائی شریف فی الاشربہ باب مایجوز شربہ من الانبذۃ

۳۳۲۔ المحلی ص ۵۱۵ ج ۷، شرح السنہ ص ۲۶۷ ج ۱۱، عبدالرزاق ص ۲۰۲، ۲۰۵ ج ۹

۳۳۳۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۰۰

۳۳۴۔ المحلی ص ۵۱۲ ج ۷

۳۳۵۔ المحلی ص ۵۰۹ ج ۷

۳۳۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۰۱

۳۳۷۔ المحلی ص ۵۱۰ ج ۷

۳۳۸۔ سنن بیہقی ص ۲۹۴ ج ۸، المحلی ص ۵۰۴ ج ۷، شرح السنہ ص ۳۵۳ ج ۱۱، عبدالرزاق ص ۲۲۱ ج ۹

۳۳۹۔ المحلی ص ۴۹۰ ج ۷

۳۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۲۱ ج ۹، سنن نسائی فی الاشربہ باب تحریم الاشربہ المسکرۃ، المغنی ص ۳۰۵ ج ۸

۳۴۱۔ اصل کتاب میں یہی نام ہے۔ لیکن مجھے حضرت ابن عمرؓ کا کوئی راوی اس نام کا نہیں ملا۔ البتہ حکیم بن الریان نام کا راوی موجود ہے۔

۳۴۲۔ عبدالرزاق ص ۲۱۹ ج ۹

۳۴۳۔ عبدالرزاق ص ۲۱۷ ج ۹، المحلی ص ۵۰۷ ج ۷، المغنی ص ۳۱۷ ج ۸، کشف الغمہ ص ۲۴۹ ج ۱

۳۴۴۔ نسائی شریف فی الاشربہ باب ذکر الآثام المتولدۃ من شرب الخمر

۳۴۵۔ المحلی ص ۵۰ ج ۷

۳۴۶۔ عبدالرزاق ص ۲۲۲ ج ۹

۳۴۷۔ موطا ص ۸۴۸ ج ۷، سنن بیہقی ص ۴۲ ج ۱۰، ص ۲۸۶ ج ۸

۳۴۸۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۰۷

۳۴۹۔ عبدالرزاق ص ۲۴۹ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۴۱ ج ۲

۳۵۰۔ عبدالرزاق ص ۲۵۱ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۴۱ ج ۲

۳۵۱۔ کشف الغمہ ص ۱۴۱ ج ۲

۳۵۲۔ الموطا ص ۸۴۲ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۲۱ ج ۸، کشف الغمہ ص ۱۴۰ ج ۲

۳۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ب ج ۱

۳۵۴۔ المحلی ص ۵۱۷ ج ۷

۳۵۵۔ المحلی ص ۱۱۲ ج ۷

۳۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ب ج ۱، الموطا ص ۳۹۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، شرح السنہ ص ۹۵ ج ۷، ص ۳۱ ج ۱۰، المجموع ص ۲۷۰، ۲۷۱ ج ۸، المغنی ص ۵۴۹ ج ۳

۳۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶، ۱۹۳ب ج ۱، الموطا ص ۳۷۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، المحلی ص ۱۱۱، ۱۲۴، ۱۶۶، ۲۷۲ ج ۷

۳۵۸۔ المغنی ص ۴۵۱ ج ۶ نیل الاوطار ص

۲۶۰ ج ۶
۳۵۹۔ سنن بیہقی ص ۳۷۳ ج ۷، ابن ابی
شیبہ ص ۳۳۴ ب ج ۱
۳۶۰۔ تفسیر قرطبی ص ۴۰۲ ج ۳
۳۶۱۔ المحلی ص ۳۴۵ ج ۷، المجموع ۱۶۲ ج
۹
۳۶۲۔ احکام القرآن متعلقہ آیت کی تفسیر
۳۶۳۔ المحلی ص ۲۷۴ ج ۷
۳۶۴۔ المحلی ص ۳۵۸ ج ۷، احکام القرآن
ص ۲۴۸ ج ۳
۳۶۵۔ عبدالرزاق ص ۳۸۰ ج ۴
/ ۳۶۶۔ الموطا ص ۴۸۲ ج ۲، المغنی ص
۶۲۲ ج ۸
۳۶۷۔ سنن بیہقی ص ۲۲۹ ج ۵، الموطا ص
۳۷۹ ج ۱، المحلی ص ۳۶۱ ج ۷، کشف الغمہ
ص ۲۳۲ ج ۱، المجموع ص ۳۰۹ ج ۸
۳۶۸۔ المحلی ص ۳۶۵، ۳۶۷ ج ۷
۳۶۹۔ سنن بیہقی ص ۲۸۸ ج ۹
۳۷۰۔ سنن بیہقی ص ۲۶۵ ج ۹، المحلی ص
۳۶۰، ۳۶۱ ج ۷
۳۷۱۔ المغنی ص ۶۲۶ ج ۸، المحلی ص ۳۶۰
ج ۷
۳۷۲۔ المغنی ص ۵۵۰ ج ۳
۳۷۳۔ المحلی ص ۳۸۱ ج ۷، المغنی ص ۶۲۰
ج ۳
۳۷۴۔ المحلی ص ۳۸۲ ج ۷
۳۷۵۔ حوالہ درج بالا نیز المغنی ص ۶۱۹ ج
۸
۳۷۶۔ جامع الاصول نمبر ۱۶۳۴
۳۷۷۔ شرح السنہ ص ۳۵۷ ج ۴، المغنی
ص ۶۲۰ ج ۸
۳۷۸۔ شرح الزرقانی علی الموطا ص ۸۷ ج
۳
۳۷۹۔ احکام القرآن ص ۲۴۲ ج ۳
۳۸۰۔ المحلی ص ۲۷۷ ج ۷، المغنی ص
۶۳۲ ج ۸
۳۸۱۔ احکام القرآن ص ۲۴۵ ج ۳
۳۸۲۔ المحلی ص ۲۷۱، ۳۸۴ ج ۷
۳۸۳۔ المغنی ص ۶۳۵ ج ۸، المجموع ص
۳۳۶ ج ۸
۳۸۴۔ المحلی ص ۳۸۵ ج ۷
۳۸۵۔ شرح السنہ ص ۳۲۹ ج ۴، احکام
القرآن ص ۲۳۴ ج ۳، المغنی ص ۶۳۸ ج
۸، المجموع ص ۳۰۴ ج ۸، کشف الغمہ ص
۲۳۳ ج ۱
۳۸۶۔ الموطا ص ۴۸۷ ج ۲
۳۸۷۔ سنن بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹
۳۸۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۵ ج ۱، تفسیر

قرطبی ص ۳۴۳ ج ۳، المغنی ص ۴۳۲ ج ۳

۳۸۹ـ سنن بیہقی ص ۲۸۸ ج ۹، ابو داؤد شریف، نسائی شریف باب الامام یذبح فی المصلی

۳۹۰ـ بخاری شریف باب النحر فی منحر النبی

۳۹۱ـ بخاری شریف، مسلم شریف باب نحر الابل مقیدۃ، المغنی ص ۴۳۲ ج ۳

۳۹۲ـ المجموع ص ۳۲۳ ج ۸، المغنی ص ۶۴۱ ج ۸

۳۹۳ـ الموطا ص ۳۷۱ ج ۱

۳۹۴ـ سنن بیہقی ص ۲۸۸ ج ۹

۳۹۵ـ المغنی ص ۱۲۷ ج ۲

۳۹۶ـ المحلی ص ۱۷۰ ج ۹

۳۹۷ـ ابوداؤد، ترمذی فی البیوع، مسند امام احمد ص ۴۰۱ ج ۳

۳۹۸ـ المجموع ص ۳۲ ج ۶، المغنی ص ۹ ج ۳

۳۹۹ـ کشف الغمہ ص ۲۱۳ ج ۱

۴۰۰ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ج ۱، المحلی ص ۱۸۵ ج ۵، المجموع ص ۵۶۵ ج ۶

۴۰۱ـ عبدالرزاق ص ۳۵۳ ج ۴، سنن بیہقی ص ۳۱۸ ج ۴، شرح السنہ ص ۳۹۵ ج ۶، احکام القرآن ص ۲۴۵ ج ۱، المجموع ص ۵۱۵ ج ۶، المغنی ص ۱۸۶ ج ۳، المحلی ص ۱۸۰ ج ۵

۴۰۲ـ الموطا ص ۳۱۵ ج ۱

۴۰۲ـ ب ـ الاستذکار ص ۶۱ ج ۱

۴۰۳ـ موطا ص ۱۳، ۲۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۸۷ ج ۱

۴۰۴ـ عبدالرزاق ص ۴۷۹ ج ۲، المحلی ص ۲۳۴ ج ۲

۴۰۵ـ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ ب ج ۱

۴۰۶ـ حوالہ درج بالا نیز عبدالرزاق ص ۴۷۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۷۵ ج ۱

۴۰۷ـ عبدالرزاق ص ۴۷۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۹۵ ب ج ۱، کشف: نہ ص ۷۵ ج ۱

۴۰۸ـ سنن دارمی ص ۵۹ ج ۱

۴۰۹ـ سنن دارمی ص ۶۲ ج ۱

۴۱۰ـ عبدالرزاق ص ۱۹ ج ۸

۴۱۱ـ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ب ج ۱

۴۱۲ـ المغنی ص ۳۰۳ ج ۴، المحلی ص ۴ ج ۹، ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۴ ج ۸

۴۱۳ـ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۸

۴۱۴ـ شرح السنہ ص ۲۵۵ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۲۰۵ ج ۱

۴۱۵ـ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۱

۴۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۲۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۲
۴۱۷۔ عبدالرزاق ص ۱۲۷ ج ۳
سنن بیہقی ص ۴۰۸ ج ۲
المغنی ص ۴۲۲ ج ۱
۴۱۸۔ سنن بیہقی ص ۳۹۲ ج ۱
المدونہ ص ۶۰ ج ۱
المغنی ص ۴۲۴ ج ۱
۴۱۹۔ عبدالرزاق ص ۵۱۲ ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۰۶ ج ۱
المغنی ص ۴۲۱ ج ۱
۴۲۰۔ سنن بیہقی ص ۴۰۷ ج ۱
کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱
۴۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ب ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۰۶ ج ۱
المغنی ص ۴۲۱ ج ۱
۴۲۲۔ الموطا ص ۷۳ ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۱۱ ج ۱
طرح التثریب ص ۱۵۹ ج ۲' المدونہ ص ۶۱ ج ۱' المغنی ص ۴۲۱ ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۹۲' ۴۹۳ ج ۱
۴۲۳۔ سنن بیہقی ص ۴۰۱ ج ۱
۴۲۴۔ المجموع ص ۲۴۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۵۳۸ ج ۲
۴۲۵۔ عبدالرزاق ص ۵۳۴ ج ۲' شرح السنہ ص ۱۸۰ ج ۴' کشف الغمہ ص ۱۳۹ ج ۱' المجموع ص ۲۴۸ ج ۴' المحلی ص ۲۲ ج ۵
۴۲۶۔ شرح السنہ ص ۱۸۰ ج ۴
۴۲۷۔ احکام القرآن ص ۲۵۶ ج ۲' المغنی ص ۲۸۸ ج ۲' المجموع ص ۲۴۸ ج ۴
۴۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۳ ج ۱
۴۲۹۔ شرح السنہ ص ۱۷۹ ج ۴
۴۳۰۔ عبدالرزاق ص ۵۳۳ ج ۲
۴۳۱۔ احکام القرآن ص ۲۵۶ ج ۲
۴۳۲۔ شرح السنہ ص ۱۷۹ ج ۴' المحلی ص ۲۳ ج ۵
۴۳۳۔ عبدالرزاق ص ۲۴۳ ج ۱۰' المحلی ص ۳۳۹ ج ۱۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ج ۲
۴۳۴۔ المحلی ص ۲۵۴ ج ۸
۴۳۵۔ المحلی ص ۴۱۴ ج ۳' شرح السنہ ص ۱۵۶ ج ۳
۴۳۶۔ شرح السنہ ص ۱۵۶ ج ۳
۴۳۷۔ حوالہ درج بالا نیز المجموع ص ۴۱۴ ج ۳
۴۳۸۔ تفسیر طبری ص ۸۳ ج ۱۰' احکام القرآن ص ۱۰۶ ج ۳' کشف الغمہ ص ۱۷۸ ج ۱

۴۳۹۔ کشف الغمہ ص ۱۷۸ ج ا

۴۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۴۳ ج ۱۰' المحلی ص ۳۳۹ ج ۱۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ج ۲

۴۴۱۔ عبدالرزاق ص ۴۰۹ ج ۶

۴۴۲۔ الموطا ص ۵۸۷ ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۵۸ ج ۷' کشف الغمہ ص ۹۹ ج ۲

۴۴۳۔ سنن بیہقی ص ۳۵۷ ج ۷' المحلی ص ۳۳۲ ج ۸' احکام القرآن ص ۱۹۳ ج ۳' شرح السنہ ص ۲۲۲ ج ۹

۴۴۴۔ عبدالرزاق ص ۴۱۰ ج ۶' المحلی ص ۳۳۲ ج ۸

۴۴۵۔ المحلی ص ۲۰۳ ج ۱۰

۴۴۶۔ کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۲

۴۴۷۔ بخاری شریف فی الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس' الموطا ص ۹۸۳ ج ۲' سنن بیہقی ص ۱۴۷ ج ۸' شرح السنہ ص ۸۴ ج ۱۰' عبدالرزاق ص ۶ ج ۶' سیراعلام النبلاء ص ۲۳۱ ج ۳

۴۴۸۔ بخاری شریف باب الاستخلاف' مسلم شریف باب الاستخلاف' ترمذی باب الخلافہ' ابو داؤد باب الخلیفہ یستخلف

۴۴۹۔ بخاری شریف فی الفتن باب اذا قال عند قوم ' مسلم شریف باب تحریم الغدر' سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸' مسند احمد ص ۴۸ ج ۲ طبقات ابن سعد ص ۱۸۳ ج ۴

۴۵۰۔ مسلم شریف باب ملازمتہ الجماعہ

۴۵۱۔ سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸' سیراعلام النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳' طبقات ابن سعد ص ۱۸۲ ج ۴

۴۵۲۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۲۴ ج ۳

۴۵۳۔ سنن بیہقی ص ۱۹۳ ج ۸

۴۵۴۔ بخاری باب غزوۃ الخندق سیراعلام النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳

۴۵۵۔ سنن بیہقی ص ۱۹۲ ج ۸

۴۵۶۔ بخاری فی الفتن' سنن بیہقی ۱۹۲ ج ۸' تفسیرابن کثیر ص ۲۲۷ ج ا

۴۵۷۔ بخاری تفسیر سورہ بقرہ' سنن بیہقی ص ۱۹۳ ج ۸' سیراعلام النبلاء ص ۲۲۹ ج ۳

۴۵۸۔ شرح النووی مسلم ص ۱۰ ج ۸

۴۵۹۔ سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸' سیراعلام النبلا ص ۲۲۵ ج ۳' طبقات ابن سعد ص ۱۸۲ ج ۴

۴۶۰۔ العقد الفرید ص ۲۳۸ ج ۲

۴۶۱۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳

۴۶۲۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۳۲ ج ۳

۴۶۳۔ سنن بیہقی ص ۱۷۲ ج ۸' سیرا علام النبلاء ص ۲۲۹ ج ۳

۴۶۴۔ حوالہ درج بالا

۴۶۵۔ بخاری فی الاحکام، سنن بیہقی ص ۱۶۴ ج ۸

۴۶۶۔ عبدالرزاق ص ۳۳۷ ج ۱۱

۴۶۷۔ شرح السنہ ص ۹۰ ج ۱۱، شرح السیر الکبیر ص ۲۵۶ ج ۱

۴۶۸۔ شرح السنہ ص ۹۰ ج ۱۱

۴۶۹۔ سنن بیہقی ص ۱۱۳ ج ۶

۴۷۰۔ حوالہ درج بالا

۴۷۱۔ عبدالرزاق ص ۵۹ ج ۱

۴۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۸، ۵۹ ج ۱، المغنی ص ۷۸ ج ۱

۴۷۳۔ سنن بیہقی ص ۲۶ ج ۱، معرفہ السنن والآثار للبیہقی ص ۱۷۹ ج ۱

۴۷۴۔ المغنی ص ۶۶ ج ۱، المجموع ص ۲۷۴ ج ۱

۴۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰ ب ج ۱

۴۷۶۔ المغنی ص ۳۲۲ ج ۸، المجموع ص ۳۱۸ ج ۱، المحلی ص ۴۲۱ ج ۷

۴۷۷۔ عبدالرزاق ص ۷۰ ج ۱۱

۴۷۸۔ المحلی ص ۵۱۵ ج ۷، شرح السنہ ص ۲۶۷ ج ۱۱

۴۷۹۔ عبدالرزاق ص ۲۰۲، ۲۰۵ ج ۹

۴۸۰۔ موطا ص ۴۸۷ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹، شرح السنہ ص ۳۲۹ ج ۴، احکام القرآن ص ۲۳۴ ج ۳، المغنی ص ۶۳۸ ج ۸، المجموع ص ۳۰۴ ج ۸ کشف الغمہ ص ۲۳۳ ج ۱

۴۸۱۔ تفسیر قرطبی ص ۲ ج ۳

۴۸۲۔ تفسیر قرطبی ص ۴ ج ۳، المحلی ص ۹۱ ج ۵، سنن بیہقی ص ۳۱۳ ج ۳، المغنی ص ۳۹۳ ج ۲، المجموع ص ۴۵، ج ۵

۴۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ج ۱

۴۸۴۔ المغنی ص ۳۹۶ ج ۲، المجموع ص ۴۵ ج ۵

۴۸۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱۲ ج ۳، شرح السنہ ص ۱۴۸ ج ۷، المغنی ص ۳۹۸ ج ۲

۴۸۶۔ المجموع ص ۴۶ ج ۵

۴۸۷۔ بخاری باب صیام ایام التشریق، المحلی ص ۲۹ ج ۸، المجموع ص ۴۹۱ ج ۶، شرح الزرقانی للموطا ص ۱۸۰ ج ۲، شرح السنہ ص ۳۵۲ ج ۶

۴۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ ب ج ۱

۴۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ب ج ۱

۴۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ ج ۱، سعید بن منصور ص ۲۸/۲ ج ۳، تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۸ ج ۱، المحلی ص ۴۵ ج ۱۰ المغنی ص ۳۱۹

کثیر ص ۲۶۸ ج ۱' المغنی ص ۳۱۷ ج ۷'
کشف الغمہ ص ۱۰۲ ج ۲
۴۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ ب ج ۱
۴۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ب ج ۲
۴۹۴۔ عبدالرزاق ص ۲۸۵ ج ۱۱

ج ۷
۴۹۱۔ عبدالرزاق ص ۴۵۸ ج ۶' سعید بن
منصور ص ۳۲/۲ ج ۳' موطا ص ۵۵۶ ج
۲' سنن بیہقی ص ۳۷۷ ج ۷' المحلی ص ۴۶
ج ۱۰' شرح السنہ ص ۲۳۵ ج ۹' تفسیر ابن

حرف الباء

بحر (سمندر)

۱۔ سمندری سفر: ابتدائے اسلام میں سمندر کے بارے میں مسلمانوں کی معلومات کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں تھا نیز سمندری نقل و حمل کے وسائل بھی اپنے ابتدائی دور میں تھے۔ اس لئے سمندری سفر خطرات سے گھرا ہوتا اور اسی بنا پر اس زمانے کے علماء شدید ضرورت کے بغیر سمندری سفر کو ناپسند قرار دیتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی کسی فرض کی ادائیگی کے سوا سمندری سفر کی اباحت کے قائل نہیں تھے مثلاً فریضہ جہاد یا فریضہ حج یا عمرہ کی ادائیگی۔ چنانچہ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تین افراد کے سوا کسی اور کے لئے سمندری سفر کو مکروہ اور ناجائز قرار دیتے تھے، وہ افراد یہ تھے، جہاد پر جانے والا یا حج یا عمرہ پر جانے والا[1]۔

۲۔ جہاد کے لئے سمندری سفر: خشکی پر جہاد کی بہ نسبت سمندر میں جہاد زیادہ پر خطر ہوتا تھا اس جہاد میں مجاہد کو دو خطرات کا بیک وقت سامنا ہوتا۔ یعنی سمندر کا خطرہ اور دشمن کا خطرہ۔ بنا بریں سمندر کے راستے جہاد زیاد اجر کا حامل ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: "سمندر میں ایک دفعہ جہاد کے لیے جانا مجھے اللہ کی راہ میں ڈھیروں مال خرچ کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے"[2]۔

۳۔ سمندر کے پانی سے وضو: حضرت ابن عمرؓ سمندر کے پانی سے وضو کو جائز قرار نہیں دیتے تھے[3]۔ آپ فرماتے: "سمندر کے پانی سے وضو کرنے کی بہ نسبت تیمم کرلینا مجھے زیادہ پسند ہے"[4]۔ اس لئے کہ آپ کے خیال میں سمندر جہنم کا ایک طبقہ اور آگ ہے"[5]۔

۴۔ سمندر کا شکار اور اس کا کھانا

پانی کا جانور پکڑنا تین میں سے ایک ذریعے سے ہوتا ہے

الف۔ اسے زندہ پکڑ لینا۔ علماء کے درمیان ایسے جانور کا گوشت کھانے کی حلت میں کوئی اختلاف نہیں ہے خواہ پکڑے جانے کے بعد جانور مر کیوں نہ جائے

ب۔ سمندر کی موجیں جانور کو زندہ حالت میں کنارے پر پھینک دیں اور اس کے بعد جانور مرجائے اور کوئی شخص مردہ حالت میں اسے اٹھالے۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اسے کھانا حلال نہیں تھا۔ پھر آپ نے اپنی یہ رائے ترک کردی اور اس کی حلت کے قائل ہوگئے۔ عبدالرحمن بن ابی ہریرہؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے ان مچھلیوں کے متعلق دریافت کیا تھا جنہیں سمندر باہر پھینک دے کہ آیا یہ مردہ تصور کی جائیں گی؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دے کر انہیں کھانے سے منع کردیا تھا۔ پھر جب آپ اپنے گھر آئے تو قرآن منگوا کر یہ آیت پڑھی (احل لکم صید البحر و طعامه متاعا لکم وللسیارة تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا۔ جہاں تم ٹھہرو وہاں بھی اسے کھاسکتے ہو اور قافلے کے لئے زاد راہ بھی بنا سکتے ہو) یہ آیت پڑھنے کے بعد آپ نے عبدالرحمن کو بلا بھیجا اور اس سے فرمایا: ''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا ہے۔ سمندر سے جو باہر نکل آئے اسے کھالو' اس میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ مردہ ہی کیوں نہ ہو''[6]۔

آپ درج بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے کہ :(طعامہ) سے مراد وہ جانور ہے جسے سمندر باہر پھینک دے اور (صید) سے مراد وہ جانور ہے جسے تم شکار کرلو''[7]۔

ج۔ ایک سمندری جانور دوسرے سمندری جانور کو ہلاک کردے اور کوئی شخص ہلاک شدہ جانور کو اٹھالے اس جانور کو کھالینا جائز ہے کیونکہ یہ شکار کئے ہوئے جانور کے مترادف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ بعض مچھلیاں بعض دوسری مچھلیوں کو ہلاک کردیتی ہیں ان کا کھانا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''انہیں کھالینا حلال ہے''[8]۔

د۔ جانور پانی کے اندر مرکر سطح آب پر آجائے' اسے کھالینا بھی جائز ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سطح آب پر آجانے والے مردہ جانور کو کھالینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے[9]۔ آپ سے مردہ مچھلیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں کھالینے میں کوئی حرج نہیں[10]۔

"شرح السنہ" میں کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سمندر کے تمام مردہ جانوروں کی اباحت کے قائل تھے"[۱۱]۔

ھ۔ محرم کے لئے سمندری جانور کے شکار کی حلت (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جزن کا جز ا)

بدعۃ (بدعت)

ا۔ تعریف: دین کے اندر ایسی نو ایجاد بات کو بدعت کہتے ہیں جس پر سلف کا عمل نہ ہو اور جو شریعت کے مقاصد کی ہم آہنگ نہ ہو

۲۔ نو ایجاد باتوں کی انواع: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ دین کے اندر لوگوں کی پیدا کردہ باتوں کی دو قسمیں ہیں

الف۔ بدعت حسنہ: یہ وہ بات ہے جس کی وجہ سے کوئی سنت ترک نہ ہو اور وہ مقاصد شریعت کی ہم آہنگ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک چاشت کی نماز اسی قسم کی بدعت تھی' آپ کی رائے میں یہ بدعت تھی اس لئے کہ حضور ﷺ نے یہ نماز نہیں پڑھی تھی[۱۲]۔ تاہم آپ فرماتے: "لوگوں کی پیدا کردہ باتوں میں یہ (چاشت کی نماز) سب سے زیادہ پسندیدہ ہے"[۱۳]۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳۰)

بغل اور موئے زیر ناف صاف کرنے کے لئے چونے یعنی بال صفا پاؤڈر کا استعمال بھی آپ بدعت حسنہ میں شمار کرتے تھے۔ نافع حضرت ابن عمرؓ کے بغل میں چونا مل دیتے۔ وہ کہتے ہیں: "میں حضرت ابن عمرؓ کے جسم میں چونا مل دیا کرتا تھا اور موئے زیر ناف صاف کرنے کے لئے آپ خود اپنے ہاتھوں سے چونا مل لیتے"[۱۴]۔ آپ فرماتے کہ لوگوں کی یہ ایجاد کردہ صورت بڑی نعمت ہے[۱۵]۔

(دیکھئے مادہ شعر نمبر۲ کا جز ب)

ب۔ بدعت سیئہ: وہ بات ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو اور شریعت کے کسی مقصد کو ناکام بنانے کی موجب ہو' مثلاً ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دینا۔ اس لئے کہ شارع

علیہ السلام نے تین طہر کے اندر تین طلاقیں دینے کا حکم دیا ہے تاکہ شوہر کو سوچ بچار کا موقعہ مل سکے اور زوجین کے درمیان تفریق سے بچنے کے لئے ازدواجی زندگی کی ٹوٹی ہوئی لڑی کو پھر سے جوڑنے کی گنجایئش پیدا ہو سکے۔ لیکن ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینے کی صورت میں یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے اور یہ عمل واضح طور پر شریعت کے اس مقصد کے برخلاف ہے جس کے تحت تین طلاقوں کی مشروعیت ہوئی ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ: "میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں" آپ نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کہا: "میرا نام مہر ہے" آپ نے فرمایا: "تم مہر نہیں بلکہ مہیر ہو تم سے صرف تین طلاقیں قبول کی جائیں گی اور باقیماندہ ستانوے طلاقوں کا حساب قیامت کے دن اللہ تم سے لے گا"[۱۶]۔ طلاق بدعت کی دوسری صورتوں کا بھی یہی حکم ہے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۴ کے جز ب کا جز ج)

درج بالا قول کے اندر حضرت ابن عمرؓ نے تضحیک کے طور پر مذکورہ شخص کے نام کا اسم تصغیر استعمال کیا۔ مترجم

بدعت سیئہ کی ایک صورت فجر کی اذان کے سوا دیگر نمازوں کی اذان میں تثویب ہے (دیکھئے مادہ اذان نمبر۱۰ کے جز الف کا جز ۲)

جمعہ کے دن پہلی اذان بھی بدعت سیئہ ہے (دیکھئے مادہ اذان نمبر۶)

جنازہ کے سامنے کسی کا یہ کہنا بھی بدعت سیئہ ہے کہ: "فلاں کے لئے استغفار کرو" (دیکھئے مادہ موت نمبر۱۰)

کعبہ شریف کی تزئین و آرائش بھی بدعت سیئہ ہے (دیکھئے مادہ کعبہ نمبر۲)

ج۔ بدعت کی بدترین صورت عقیدے کے اندر ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ بدعات ہیں جو کفر کی حد تک پہنچا دیتی ہیں مثلاً تجسیم وغیرہ۔ یعنی یہ عقیدہ کہ (نعوذ باللہ) اللہ سبحانہ بھی کسی جسمانی پیکر میں حلول کئے ہوئے ہے۔ مترجم

دوسری قسم وہ بدعات ہیں جو کفر کی حد تک نہیں پہنچاتیں مثلاً حضرات شیخین (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) پر حضرت علیؓ کی تفضیل کا عقیدہ، تقیہ کا عقیدہ، کبائر کے مرتکب کے کافر ہو جانے کا عقیدہ، حضرت ابن عمرؓ اس بدعتی کی امامت کو جائز قرار

دیتے تھے جس کی بدعت کفر تک پہنچانے والی نہ ہوتی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کے جز ب کا جز ۱)

۳۔ ایسی جگہ بیٹھنا درست نہیں جہاں منکر (حرف کاف کے زبر کے ساتھ) قسم کی بدعت کا ارتکاب ہو رہا ہو (دیکھئے مادہ اذان نمبر۱۰ کے جز الف کا جز ۲)

بدل (بدل)

ایک چیز کو دوسری چیز کے قائم مقام کرنا اور اس کا دوسری چیز کی جگہ باری سے آنا بدل کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کام کے بدلے کے طور پر دیئے گئے معاوضہ کو بدل کہا جاتا ہے۔ روزے کے فدیہ کے طور پر بدل کا اخراج (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۳ کا جز ج

بسملہ (بسم اللہ پڑھنا)

۱۔ تعریف: بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بسملہ کہلاتا ہے

۲۔ بسملہ ہر سورت کی ابتداء کی آیت ہے حضرت ابن عمر کے رائے میں سورہ براءۃ کے سوا بسملہ ہر سورت کی ابتدا کی مکمل آیت ہے[17]۔

۳۔ نماز کے اندر بسملہ کی جہری قرات: چونکہ بسملہ ہر سورت کی (سورہ براءۃ کے سوا) کی ابتدا کی آیت ہے اس لئے اگر جہری قرات ہو تو سورت کے ساتھ بسم اللہ کی قرات بھی جہری ہوگی۔ اور اگر سری قرات ہو تو سورت کے ساتھ بسم اللہ کی سری قرات ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد بسم اللہ پڑھتے اور پھر سورہ فاتحہ کی قرات کرتے۔ اس سے فارغ ہو کر پھر بسم اللہ پڑھتے اور اس کے بعد سورت کی قرات کرتے[18]۔ جب آپ سورہ فاتحہ پڑھتے نیز کوئی اور سورت پڑھتے تو جہری نماز کی صورت میں دونوں مقام پر بسم اللہ کی جہری قرات کرتے خواہ امام ہوتے یا مقتدی[19]۔

۴۔ تشہد کے ساتھ بسم اللہ کی قرات: حضرت ابن عمرؓ تشہد کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتے پھر التحیات پڑھتے[20]۔

(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز ط کا جز ۳)

۵۔ ذبیحہ اور شکار پر بسم اللہ پڑھنا: ذبح کرنے والا ذبح ہونے والے جانور پر اللہ کے نام کا ذکر کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ذبح کرتے وقت "بسم اللہ واللہ اکبر" کہتے' اگر وہ تسمیہ ترک کردے تو ذبیحہ کھانا حلال نہیں ہوگا خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم اور خواہ اس نے عمداً تسمیہ ترک کیا ہو یا سہواً[21]۔ (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر۸ کا جزب) نیز (مادہ ذبح نمبر۵)

شکار پر بسم اللہ پڑھنا(دیکھئے مادہ صید)

بدی کو اشعار (کوہان کی ایک جانب کو شق) کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے مادہ اشعار نمبر۳)

بصاق (تھوکنا)

ھام بن خناس کہتے ہیں کہ :"حضرت ابن عمرؓ نے غیر نماز کی حالت میں مجھے دائیں جانب تھوکنے سے منع فرمایا تھا"[22]۔

بغاء (بدکاری کو ذریعہ معاش بنانا)

عورت کا اجرت لے کر بدکاری کرنا بغاء کہلاتا ہے (دیکھئے مادہ زنا)

بغی (بغاوت)

۱۔ تعریف:

مسلمانوں کے کسی گروہ کا جسے دفاعی قوت حاصل ہو امام المسلمین کے خلاف ازروئے تاویل بغاوت کردینا بغی کہلاتا ہے۔

۲۔ باغیوں کے خلاف جنگ: حضرت ابن عمر کے عہد میں بغاوت رونما ہوئی تھی باغیوں نے امیرالمومنین حضرت عثمان کا محاصرہ کر کے آپ کو شہید کر دیا تھا اس طرح حضرت معاویہؓ نے حضرت علی کے خلاف اور حضرت ابن زبیرؓ نے یزید بن معاویہؓ کے خلاف بغاوت کی تھی لیکن حضرت ابن عمرؓ باغیوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا حضرت ابن عمرؓ نے اس لئے

مقابلہ نہیں کیا تھا کہ خود حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے اور جنگ نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ نے نیز صحابہ کے ایک گروہ نے حضرت علیؓ کا ساتھ نہیں دیا تو اس کی وجہ بقول جصاص رازی یہ نہیں تھی کہ یہ حضرات باغی گروہ کے خلاف ہتھیار اٹھانے کو مبنی برحق نہیں سمجھتے تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ ان حضرات کی رائے میں امام وقت یعنی حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کو اس مقصد کے لئے کافی سمجھتے تھے اس لئے ان حضرات نے گھر بیٹھ رہنے کو جائز تصور کر لیا تھا ۲۳۔

حضرت ابن عمرؓ نے یزید بن معاویہؓ کا ساتھ نہیں دیا تھا تو اس کی وجہ واللہ اعلم یہ تھی کہ آپ یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بغاوت کے حق میں قوی وجہ موجود تھی خاص طور پر جبکہ حضرت معاویہؓ جنہوں نے خلافت یزید کے حوالے کی تھی اصل کے اعتبار سے باغی تھے اور انہوں نے قوت کے ذریعے خلافت پر قبضہ کر لیا تھا' شوریٰ کے ذریعے نہیں کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے حق میں کبھی تو طاقت کے بل پر بیعت لی تھی اور کبھی مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعے۔

درج بالا امور کے باوجود حضرت ابن عمرؓ نے جب حضرت ابن الزبیرؓ کی بغاوت کے نتائج دیکھے یعنی مسلمانوں کا خون بہا' ان کی طاقت کمزور ہو گئی اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کدورت جم گئی تو آپ نے تمنا کی تھی کہ کاش آپ ابن الزبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے سکے ہوتے (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۵ اور ۶)

۳۔ باغیوں کا حدود قائم کرنا اور زکوۃ وصول کرنا:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ باغی اگر حدود قائم کریں تو ان کا یہ عمل درست ہو گا حتی کہ اگر اہل عدل یعنی امام المسلمین کے وفادار افراد غالب آجائیں تو نئے سرے سے حد قائم کرنے کا ان کا مطالبہ جائز نہیں ہوگا ۲۴۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۳ کا جز ب)

ب۔ اگر باغی زکوۃ و عشر اور خراج وصول کر لیں تو ان کی یہ وصولی درست ہوگی اور

لوگوں کے لئے انہیں اپنی یہ رقمیں حوالہ کرنا جائز ہوگا اور پھر جب اہل عدل غالب آجائیں تو انہیں نئے سرے سے ان رقموں کے مطالبہ کا حق نہیں ہو گا ۲۵۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ابن الزبیرؓ کے اہلکار اور نجدہ (خارجیوں کا ایک سردار) کے اہل کار زکوۃ وصول کرنے آتے ہیں' ہمیں کیا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا "ان میں سے جس کسی کو تم اپنی زکوۃ حوالے کرو گے ادائیگی ہو جائے گی"[۲۶]۔ آپ خود اپنی زکوۃ کی رقم نجدہ حروری کے اہلکاروں کے حوالے کر دیتے تھے ۲۷۔

۴۔ نماز کے اندر باغی کی امامت کا مسئلہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ جز ب کا جز ۱)

بقر (گائیں)

گائیوں کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکوۃ نمبر ۹ کا جز د)

قربانی کے اندر ایک گائے سات افراد کی طرف سے دی جا سکتی ہے (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۴ کا جز ھ)

گائے کو ذبح کیا جائے گا' نحر نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۸ کا جز الف)

بکاء (رونا)

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ: "زندہ کے رونے کی وجہ سے مردے کو عذاب ہوتا ہے" حضرت عائشہ نے یہ سن کر فرمایا: "اللہ ابو عبدالرحمن کی بخشش کرے! انہوں نے جھوٹ تو نہیں کہا لیکن بھول ضرور گئے ہیں یا انہیں غلطی لگ گئی ہے' اصل واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک فوت شدہ یہودی عورت کے خاندان والوں کے پاس سے ہوا جو اس پر آنسو بہا رہے تھے' یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: "تم بیٹھے رو رہے ہو اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے" ۲۸۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۳)

بلوغ (بالغ ہونا)

۱۔ تعریف صغر سنی کے مرحلے کی انتہاء کو بلوغ کہتے ہیں جس کی بنا پر متعلقہ فرد کو مکلف شمار کر لیا جاتا ہے۔

۲۔ بلوغت کی علامتیں: بالغ ہو جانے کی کئی علامتیں ہیں۔ کچھ علامتیں تو مذکر اور مونث دونوں میں مشترک ہیں اور کچھ صرف مونث کے ساتھ خاص ہیں۔

الف۔ مشترک علامتیں یہ ہیں۔

ا۔ مرد کے عضو تناسل سے اور عورت کے اندام نہانی سے بیداری یا نیند کی حالت میں مادہ منویہ کا خروج۔

۲ مرد کے عضو تناسل کے گرد اور عورت کے اندام نہانی کے گرد سخت بال اگ آنا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر لڑکا کسی قابل حد جرم کا ارتکاب کر لے اور اس کے متعلق یہ شک ہو کہ آیا بالغ ہے یا بالغ نہیں ہے تو پھر اس کی شرمگاہ دیکھو"[۲۹]۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۵ کا جز الف)

ب عورت کے ساتھ بلوغ کی مخصوص علامتیں حیض کا آنا اور حمل کا استقرار ہے۔

بول (پیشاب)

ا۔ پیشاب کی نجاست: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ہر قسم کا پیشاب نجس ہے۔ خواہ یہ انسان کا پیشاب ہو یا جانور کا اور خواہ یہ جانور حلال ہو یا حرام۔ ابو مجلزؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: "میں نے اپنا اونٹ کھڑا کیا تو اس کا پیشاب مجھے لگ گیا" آپ نے فرمایا: "اسے دھو ڈالو" میں نے کہا: "میں نے اس پر صرف پانی چھڑک دیا ہے" آپ نے فرمایا: "اسے دھوؤ"[۳۰]۔ حضرت ابن عمر جب کبھی پیشاب کرتے تو اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوتے[۳۱]۔ ہاتھ دھونے کی وجہ یہ تھی کہ پیشاب کرنے کے دوران بعض دفعہ پیشاب ہاتھ کو لگ جاتا ہے۔ چہرہ دھونے کی وجہ یہ تھی کہ نظافت یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہاتھ کے ساتھ اسے بھی دھو لیتے۔ بنا بریں اگر کپڑے کو پیشاب لگ جاتا اور پیشاب لگنے کی جگہ معلوم نہ ہوتی تو سارا کپڑا دھو لیتے[۳۲]۔ پیشاب نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز الف)

۲۔ نماز کے مقامات کو پیشاب سے پاک کرنا:

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: "جس گھر میں پیشاب ہو اس میں فرشتے داخل نہیں

ہوتے" [۳۳]۔

۳۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا:

نجاست سے اپنے آپ کو بچانا واجب ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی صورت میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ پیشاب کے قطرے اڑ کر کپڑے اور جسم پر نہ پڑجائیں اس لئے حضرت ابن عمرؓ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنے کا پورا اہتمام کرتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا: "میں جب سے مسلمان ہوا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا" [۳۴]۔ لیکن اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرنے پر مجبور ہو جائے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اس بات کا پورا احتیاط کرے کہ پیشاب کے قطرے اڑ کر اسے نہ لگیں۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تھا" [۳۵]۔

۴۔ قبر پر پیشاب کرنا (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز واؤ)

بیض (انڈے)

حضرت ابن عمرؓ مردہ جانور کا انڈا کسی صورت میں بھی استعمال کرنے کے قائل نہیں تھے' خواہ انڈے کا چھلکا سخت ہو چکا ہو یا سخت نہ ہوا ہو [۳۶]۔ اس لئے کہ مردار نجس ہوتا ہے اور اس سے برآمد ہونے والا انڈا مذکورہ جانور سے علیحدہ ہو جانے والے اجزاء کے حکم میں ہوتا ہے۔ کثیر ابن حیان نے ایک مردہ مرغی اپنے پیروں تلے لے لیا اور اس کے نتیجے میں اس سے ایک انڈا برآمد ہوا۔ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے اسے کھا لینے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ کثیر کہتے ہیں: "میں نے پوچھا" ابو عبدالرحمان' میرا گزر ایک مردہ مرغی سے ہوا' میں نے اسے پیروں سے روند دیا' مرغی سے انڈہ برآمد ہوگیا' میں نے اس پر دوسری مرغی بٹھا کر ایک چوزہ حاصل کر لیا' کیا میں یہ چوزہ کھالوں؟ یہ سن کر آپ نے مجھ سے پوچھا: "تم کہاں کے رہنے والے ہو؟" میں نے عرض کیا: "عراق کا رہنے والا ہوں" [۳۷]۔

بیع (فروخت)

۱۔ تعریف: تملیک کی غرض سے مال کا مال سے تبادلہ بیع کہلاتا ہے

۲۔ بیع کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا موقف ہم درج ذیل نقاط میں بیان کریں گے۔

۱۔ مبیع '۲ ثمن '۳ بیع کے طرفین '۴ عقد بیع '۵ بیع کی انواع۔

۳۔ مبیع (فروخت شدہ چیز)

مبیع یا تو نقود کی صورت میں ہوگا یا غیر نقود کی شکل میں اگر مبیع اور ثمن نقود (درہم و دینار) ہوں تو اسے بیع صرف کہیں گے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز الف)

اگر مبیع نقود کی شکل میں نہ ہو تو اس صورت میں موجود اور مشاہد ہوگا یا غائب یعنی غیر موجود ہوگا۔ غائب ہونے کی صورت میں یا تو وہ موصوف فی الذمہ ہوگا۔ دریں صورت اسے بیع سلم کہیں گے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز ب) یا غائب اور غیر موصوف فی الذمہ ہوگا۔ ایسی صورت میں درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہوگا۔

الف۔ وہ موجود ہو اور اس کا وجود متحقق ہو

۱۔ اگر وہ غیر موجود ہوگا تو بیع باطل ہوگی مثلاً اونٹنی وغیرہ کے پیٹ میں موجود حمل سے پیدا ہونے والے بچے یعنی حبل الحبلہ کی بیع۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے حبل الحبلہ کی بیع سے منع فرمایا ہے [۳۸]۔

۲۔ اگر مبیع کا وجود غیر متحقق ہو اور اس کے معدوم ہو جانے کا خطرہ ہو تو یہ بیع بھی باطل ہوگی مثلاً درخت پر لگے ہوئے ایسے پھلوں کی بیع جو ابھی استعمال کے قابل نہ ہوئے ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تک پھل استعمال کے قابل نہ ہوں انہیں فروخت نہ کیا جائے" [۳۹]۔ آپ سے پوچھا گیا کہ استعمال کے قابل ہونے کی حد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس کے تباہ ہو جانے کا خطرہ ٹل چکا ہو" [۴۰]۔ یعنی پھل اس درجے کا ہو چکا ہو کہ کسی آفت کی وجہ سے اس کے تباہ ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ پھر آپ سے پوچھا گیا: "ایسا کب ہوگا؟" آپ نے جواب دیا: "جب تک ثریا ستارہ طلوع نہ ہو جائے" [۴۱]۔

نووی نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ پھل کے اندر استعمال کے قابل

ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ کھانے کے قابل ہوجائے خواہ کھانے کے قابل بن جانے والا حصہ قلیل ہو یا کثیر[۴۲]۔

ب۔ مبیع کی حوالگی مقدور کے اندر ہو: اگر اس کی حوالگی مقدور کے اندر نہ ہو تو بیع باطل ہوگی مثلاً فضا میں موجود پرندے کی بیع' اور اس مبیع کی آگے بیع جس پر ابھی مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو کیونکہ اس صورت میں احتمال ہوتا ہے کہ قبضے سے پہلے ہی کہیں مبیع تلف نہ ہوجائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کوئی طعام خریدے تو اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے"[۴۳]۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم بیع سلم کرو (یعنی ایک مقررہ مدت کے بعد مبیع کی حوالگی کی شرط ہو) تو جب تک مذکورہ مبیع اپنے قبضے میں نہ کرلو اس وقت تک اس میں تصرف نہ کرو"[۴۴]۔ یعنی اسے آگے فروخت نہ کرو۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم ایک مقررہ مدت کے لئے کسی صنف میں بیع سلم کرو تو اس کے بعد اگر بائع تمہیں مبیع دے دے تو فبہا ورنہ اپنا راس المال یعنی ثمن لے لو اور اسے کسی دوسرے سامان کے سلسلے میں واپس نہ کرو"[۴۵]۔ یعنی اگر ایک شخص کوئی طعام ایک مقررہ مدت تک حوالگی کی شرط پر فروخت کرے اور پھر جب مدت ختم ہوجائے تو بائع کو مذکورہ طعام مشتری کے حوالے کرنے کے لیے نہ ملے اور مشتری اس سے مذکورہ ثمن کے بدلے کوئی اور طعام خرید لے۔ گویا صورت یہ ہوگی کہ مشتری نے پہلا طعام اپنے بائع کو اس ثمن کے بدلے فروخت کردیا جس کی تحدید سلم کے اندر کردی گئی تھی اور اس ثمن کے بدلے دوسرا طعام سلم کی صورت میں خرید لیا۔

حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قبضے سے یہ مراد نہیں ہے کہ مشتری کو مبیع اپنے قبضے میں لینے کا بس موقعہ دے دیا جائے بلکہ اس سے نقل اور تحویل (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردینا) بھی مراد ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "میں نے بازار سے زیتون کی خریداری کی' جب سودا طے ہوگیا تو مجھے ایک شخص ملا اور اس نے اچھے منافع پر مذکورہ زیتون خرید لینے کی مجھے پیش کش کی' میں نے اس کے ساتھ ابھی سودا پکا کرلینے کا ارادہ

ہی کیا تھا کہ ایک شخص نے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑلیا' میں نے مڑکر دیکھا تو یہ زید بن ثابت تھے' انہوں نے کہا: "جو چیز تم نے خریدی ہے اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک اسے اپنے رحل یعنی مکان پر نہ لے جاؤ۔ کیونکہ حضور ﷺ نے اشیاء کی اس وقت تک فروخت سے منع فرمایا ہے جب تک تاجر لوگ یہ اشیاء اپنے اپنے ٹھکانوں پر نہ لے جائیں" [۴۶]۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "ہم قافلے والوں سے اشیائے خوردنی چھانٹ کر خرید لیتے۔ حضور ﷺ نے ہمیں آگے ان کی فروخت سے اس وقت تک کے لیے منع فرمادیا جب تک ہم انہیں ان کے مقام سے منتقل نہ کرلیں" [۴۷]۔

حضرت ابن عمرؓ مبیع پر قبضے کی شرط سے ان انعامات اور وظائف کی بیع کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جن کے استحقاق کے کاغذات متعلقہ افراد کے حوالے کردیئے گئے ہوں۔ یہ افراد ان کاغذات کے سہارے جو ان کے قبضے میں ہوں مذکورہ انعامات اور وظائف کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کرسکتے ہیں۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قطوط (ایسے کاغذات اور تمسکات جن پر استحقاقات درج ہوں) کی بیع میں کوئی مضائقہ نہیں تصور کرتے تھے یعنی اس استحقاقات کی بیع میں کوئی حرج نہیں جن میں قطوط درج ہوں' تاہم جو شخص ان استحقاقات کی خریداری کرلے اس کے لئے آگے اس وقت تک انہیں فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک وہ ان پر قبضہ نہ کرلے [۴۸]۔

بھاگا ہوا اونٹ ایسا مال نہیں جس کی حوالگی ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اسے اس کے مالک کو واپس کردیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت منقول ہے کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے سے ایک بھاگا ہوا اونٹ خرید لیا تھا [۴۹]۔

ج۔ مبیع ایسا مال ہو جو اہل اسلام کے نزدیک قابل انتفاع ہو: اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نے گانے والی لونڈی کی بیع جائز قرار دی تھی (دیکھئے مادہ سماع نمبر۲ کا جز ب) اسی طرح قربانی کے جانور کی کھال کی فروخت بھی جائز قرار دی تھی کہ فروخت کنندہ اس کا ثمن صدقہ کردے (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر۵ کا جز د) اور خمر کی بیع جائز قرار نہیں دی (دیکھئے مادہ

اشربہ نمبر۳ کا جز ب
اسی طرح ان نجس اشیاء کی بیع بھی جائز قرار دی جن سے انتفاع ممکن ہو[۵۰]۔
مثلاً کشتیوں پر لگانے کے لئے نجس زیت (زیتون کے تیل) کی فروخت (دیکھئے مادہ نجاستہ نمبر۵)
نجس العین اشیا مثلاً کتے، سور، پیشاب اور پاخانہ کی بیع تو یہ جائز نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کتے کا ثمن سحت (حرام) ہے"[۵۱]۔
آپ نے ولاء کی بیع جائز قرار نہیں دی کیونکہ ولاء مال نہیں ہے اس لئے کہ یہ نسب کی طرح ہے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ ولاء کی بیع کو سخت ناپسند کرتے تھے[۵۲]۔
اسی طرح آپ آجال (جمع اجل) کی بیع کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ اجل یعنی مدت مال نہیں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا کسی پر ایک اجل یعنی مدت تک کے لئے دین ہو اور قرض خواہ اس شرط پر دین کا کچھ حصہ کم کردے کہ مدیون باقیماندہ دین کی اسے فوری ادائیگی کردے تو آپ نے اسے مکروہ قرار دے کر اس سے منع فرمایا[۵۳]۔
آپ نے مدبر غلام (ایسا غلام جسے اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ وہ اس کی وفات کے بعد آزاد ہے) کی بیع کو مکروہ قرار دیا[۵۳ب]۔ اسی طرح مدبرہ لونڈی کی اولاد کی بیع کو بھی مکروہ تصور کیا۔ مدبرہ کی اولاد کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو ان کی ماں یعنی مدبرہ کی ہوتی ہے۔ تاہم ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ سے منقول اس امر سے اختلاف کرتے ہوئے عدم کراہت کا قول کیا ہے اور اپنے قول کے حق میں حضرت ابن عمرؓ سے استنباط کیا ہے۔ ابن حزم کے اس استنباط کی صورت یہ ہے کہ انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ: "انسان کسی ولیدہ یعنی لونڈی سے ہمبستری نہ کرے سوائے اس ولیدہ کے جسے اگر وہ فروخت کرنا چاہے تو فروخت کرسکتا ہو اور اگر ہبہ کرنا چاہے تو ہبہ کرسکتا ہو اور اپنی مرضی سے جو کرنا چاہے اس کے ساتھ کرسکتا ہو" پھر انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی

کہ آپ نے اپنی دو لونڈیاں مدبر کردیں۔ آپ ان کے ساتھ ہمبستری بھی کرتے رہے حتی کہ ان میں سے ایک کے ہاں ایک بچے کی پیدائش ہوگئی اس کے بعد ابن حزم نے کہا کہ: "یہ صورت اس امر پر نص جلی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مدبرہ لونڈی کی بیع کے جواز کے قائل تھے" [۵۴]۔

گویا ابن حزم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول پہلا نص انسان کے لئے اس بات کی اباحت نہیں کرتا کہ وہ کسی ایسی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرے جس کی بیع اس کے لئے جائز نہ ہو جبکہ آپ نے مدبرہ کے ساتھ ہمبستری کی تھی اس لئے مدبرہ کی بیع جائز ہے۔ حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس قول کے ذریعے محارم کے ساتھ ہمبستری کی حلت کی نفی کی ہے جب مذکورہ محارم اپنے محرم مردوں کی لونڈیاں بن جائیں جیسا کہ شعرانی نے اپنی کتاب میں اسی مفہوم کا باب باندھا ہے [۵۵]۔

یا آپ نے اپنے اس قول کے ذریعے ایک شخص کے لئے اپنی بیوی کی یا کسی اور کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کی حلت کی نفی کی ہے خواہ لونڈی کے مالک نے مذکورہ شخص کو لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے کی اجازت دے دی ہو یا اجازت نہ دی ہو جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں اسی مفہوم کا باب باندھا ہے [۵۶]۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: "میری ماں نے اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے کی مجھے اجازت دے دی ہے" آپ نے جواب دیا: "یہ لونڈی صرف تین باتوں میں سے ایک کے ذریعے تمہارے لئے حلال ہوسکتی ہے یعنی ہبہ یا خریداری یا نکاح کے ذریعے" [۵۷]۔

حق بات تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مدبر غلام کی بیع کو مکروہ قرار دیتے تھے اور یہ کراہت تحریم سے کمتر تھی۔ اس لئے کہ مدبر قرار دینے کا عمل آپ کے نزدیک وصیت کی طرح تھا اور وصیت سے رجوع کرلینا جائز ہوتا ہے۔ کراہت صرف اس بنا پر بھی کہ آقا نے ایک نیک کام کرنے کا عزم کرکے پھر اس سے رجوع کرلیا تھا۔ یعنی غلام آزاد کردینا جس کی اسلام میں ترغیب دی گئی ہے۔ اسی کراہت پر حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول

محمول کیا جائے گا جس کی روایت بیہقی نے کی ہے کہ :"مدبر کو فروخت نہیں کیا جائے گا" [۵۸]۔

آپ نے ام ولد لونڈی کی بیع جائز قرار نہیں دی۔ ام ولد کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا:"اس کے بچے نے خواہ یہ ناتمام کیوں نہ پیدا ہوا ہو اسے آزاد کرا دیا" [۵۹]۔

آپ مصاحف (قرآن کے نسخوں) کی بیع بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید کے نسخے اس بات سے بہت بلند ہیں کہ انہیں مال کمانے کا ذریعہ بنایا جائے۔ آپ فرماتے :"مصاحف کی فروخت بدترین تجارت ہے۔ میری تمنا ہے کہ مصاحف کی بیع کے سلسلے میں ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے" [۶۰]۔ آپ فرماتے:"مصحف خرید لو لیکن اسے فروخت نہ کرو" [۶۱]۔ کیونکہ اس کا خریدار اپنا مال مصحف کے لئے خرچ نہیں کرتا بلکہ اپنی خاطر خرچ کرتا ہے

د۔ عقد بیع کے وقت مبیع بائع کی ملکیت میں ہو : اگر وہ عقد کے وقت بائع کی ملکیت میں نہیں ہوگا تو بیع درست نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے بائع سے کہا تھا:"جو چیز تمہاری نہیں اسے فروخت نہ کرو" اور مشتری سے فرمایا تھا:" جو چیز بائع کی نہ ہو اسے مت خریدو" [۶۲]۔

آپ نے خراجی زمینوں کی بیع جائز قرار نہیں دی تھی کیونکہ یہ زمین کسی معین شخص کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ ارض نمبرا) میں بیان کی ہے۔

آپ نے بیع کی درج ذیل صورتوں سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان صورتوں کے اندر عقد بیع کے وقت مبیع بائع کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔

ایک شخص نے کہا:"میں نے عمرو بن عثمان کے ہاتھ طعام فروخت کیا۔ طعام معجل تھا اور ثمن موجل تھا۔ مذکورہ طعام کا کچھ حصہ میرے پاس تھا اور کچھ حصہ میری ملکیت میں نہیں تھا، میں نے مسئلہ معلوم کرنے کے لئے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس قاصد بھیجا۔ قاصد نے ان کے پاس سے واپس ہوکر مجھے پیغام دیا کہ :"جو حصہ تمہارے پاس ہے اس کا ثمن لے لو اور جو نہیں ہے اس کا ثمن واپس کردو" [۶۳]

جانوروں کے بیوپاری نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ: "ایک شخص میرے پاس اس اونٹ کی خریداری کے سلسلے میں آتا ہے جو میرا نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ مذکورہ اونٹ کا بھاؤ کرتا ہے اور میں اسے اس کے ہاتھ فروخت کردیتا ہوں۔ کیا میں یہ اونٹ نقد کے بدلے اس سے خرید لوں؟" آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا [۶۴]۔

آپ نے اس قسم کی بیع سے بھی روکا کہ ایک شخص آکر کہے کہ: "فلاں مال خرید لو' میں تم سے یہ مال اتنے منافع پر خرید لوں گا" [۶۵]۔

یہ مسئلہ آج کل خریداری کے حکم کے نام سے مشہور ہے اور اسلامی بینکوں میں وسیع پیمانے پر اس پر عمل ہوتا ہے [۶۶]۔ یہ خریداری کے وعدے کی صورت ہے۔ خریداری کی صورت نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے اسے خریداری قرار دینے سے منع فرمادیا۔

ایک بوڑھے نے بیان کیا کہ حضرت ابن الزبیرؓ کے عہد حکومت کے دوران خشک کھجوریں لوٹ لی گئیں' ہم نے ان کھجوروں میں سے کچھ کی خریداری کر کے ان کا سرکہ بنا لیا پھر میری والدہ نے مسئلہ پوچھنے کے لئے ایک قاصد حضرت ابن عمرؓ کے پاس بھیجا۔ میں بھی قاصد کے ساتھ چلا گیا۔ قاصد نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "یہ سرکہ بہادو" [۶۷]۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ کھجوریں لوٹنے والا ان کا مالک نہیں بنا تھا۔ اس لئے جب اس نے یہ کھجوریں فروخت کیں تو عقد بیع باطل ہوگیا کیونکہ اس نے ایسی چیز فروخت کی تھی جس کا وہ مالک نہیں تھا۔ چونکہ عقد بیع باطل تھا اس لئے خریدار مبیع کا مالک نہیں بنا تھا۔ آپ نے مذکورہ مبیع اس کے بائع کو واپس کردینے کا اس لئے حکم نہیں دیا کہ یہ واپسی ظالم ہاتھ کی طرف واپسی ہوتی۔ آپ نے مبیع کے اصل مالک کی طرف اسے واپس کرنے کا بھی حکم نہیں دیا جس کے قبضے سے اسے لوٹ لیا گیا تھا اس لئے کہ اس کا مالک معلوم نہیں تھا۔ یہی بات واضح تھی۔ آپ مشتری کو مبیع صدقہ کردینے کا حکم بھی دے سکتے تھے لیکن آپ نے زجر کے طور پر مذکورہ سرکہ بہادینے کا حکم دیا' نیز صدقہ کرنے والے کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اس نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے۔ واللہ اعلم

ھ۔ عقد بیع کے وقت مبیع اس طرح معلوم ہو کہ آگے چل کر کسی جھگڑے کا امکان باقی نہ رہے

۱۔ اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے پانی کے اندر موجود مچھلی کی بیع سے منع فرمایا اور کہا کہ: "پانی کے اندر موجود مچھلی نہ خریدو کیونکہ یہ دھوکا ہے" [۶۸]۔

آپ نے مزابنہ سے بھی منع فرمایا وہ یہ کہ کوئی شخص کیل یعنی خاص پیمانے کے ذریعے اس شرط کے ساتھ پھل فروخت کرے کہ: "اگر پھل اس کیل یعنی پیمانے سے زیادہ ہو تو میرا ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو میرے ذمہ ہوگا" [۶۹]۔

۲۔ آپ نے مشتری کو حکم دیا کہ مبیع لیتے وقت اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرلے تاکہ بعد میں اس کے کم ہونے کا دعوی نہ کرے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص طعام خریدتا ہے اور اسکے کیل یعنی پیمانے کو دیکھتا ہے۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: "اس وقت تک نہیں جب تک مذکورہ طعام میں دو صاع (ایک پیمانے کا نام) جاری نہ ہوجائیں" [۷۰]۔ یعنی بائع کیل کر کے نہ دیدے اور مشتری کیل کر کے اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔ مترجم

مشتری مبیع کو اچھی طرح دیکھ لے تاکہ بعد میں اس کے اندر کسی عیب کا دعوی نہ کرے نیز مبیع کے اندر پسندیدہ اوصاف کی بھی تحقیق کرلے۔ حضرت ابن عمرؓ جب کوئی لونڈی خریدنے کا ارادہ کرتے تو اسکے پیٹ اور پنڈلیوں کو دیکھتے' اس کی ران اور پستانوں کے درمیان نیز سرین پر ہاتھ رکھتے [۷۱]۔ اور فرماتے: "یہ تو فروخت ہونے والے سامان کی طرح ہے" [۷۲]۔

اگر مبیع کے اندر کوئی ایسا عیب ظاہر ہوجائے جس کا علم مشتری کو عقد کے بعد ہو تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیع فسخ کردے اور چاہے تو اسے قبول کرلے۔ مثلاً کسی ایسے چوپائے کی بیع جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک لیا گیا ہو اور اس کے نتیجے میں اس کے تھن بڑے نظر آئیں اور مشتری خیال کرے کہ اس جانور کا دودھ بہت زیادہ ہے لیکن عقد بیع کے بعد مشتری کو اس کارروائی کا علم ہوجائے [۷۲-ب]۔ اس کی تفصیل ہم (مادہ خیار نمبر۴) میں بیان کریں گے۔

۳۔ مبیع کے کسی معلوم حصے کا استثناء مبیع کے بارے میں علم کے لئے قادح نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک لونڈی فروخت کی اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کو مبیع سے مستثنیٰ رکھا[۷۳]۔ ایک شخص نے لونڈی فروخت کرکے اس کے پیٹ میں موجود حمل کو مبیع سے مستثنیٰ رکھا تو آپ نے فرمایا: استثناء کی ہوئی چیز اس کی ہو گی"[۷۴]۔ آپ نے اپنے پھل چار ہزار میں فروخت کر دیئے اور اس سے کارندوں کا طعام مستثنیٰ رکھا[۷۵]۔ یعنی اتنی خوراک جو کارندوں کے لئے کافی ہو۔ البتہ اگر کسی ایسی چیز کا استثناء کیا جائے جس کی مقدار معلوم نہ ہو تو یہ بات مبیع کے بارے میں علم کے اندر خلل پیدا کر دے گی مثلاً کھجور کے درختوں کے پھل فروخت کر دیئے جائیں اور بائع کچھ معین درختوں کے پھل جن کی مقدار معلوم نہ ہو بیع سے مستثنیٰ کر دے۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں: "ہم استثناء میں کوئی حرج نہ سمجھتے اگر حضرت ابن عمرؓ اسے مکروہ قرار نہ دیتے' آپ نے اس کراہت کا اظہار اس وقت کیا تھا جب آپ بیماری کی حالت میں ہمارے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے' ابن عون کہتے ہیں کہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ایک شخص اپنے کھجور کے درختوں کے پھل فروخت کر دے اور چند درخت بیع سے مستثنیٰ رکھے[۷۶]۔

و۔ مبیع ایسی چیز نہ ہو جسے مشتری صدقے میں دے چکا ہو: کیونکہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز خرید لے۔ یہ عدم جواز اس لئے ہے کہ اس کے ذریعے زکوۃ ساقط کرنے کی خاطر حیلہ سازی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ: "میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا: "اونٹوں کی زکوۃ میں نکلنے والے جانوروں کو میں زکوۃ کا حساب کرکے الگ سے باندھ دیتا ہوں' کیا میں ان جانوروں کو خرید لوں؟" حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا "اللہ ان جانوروں میں برکت نہ دے' اپنے مال کو پاک کرنے والی چیز تم ہرگز نہ خریدو[۷۷]۔

ز۔ مبیع میں اضافے کا مطالبہ: حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ عقد بیع کے بعد مشتری بائع سے مبیع میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کرے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے خادم سے یہ کہتے ہوئے دیکھا ہے کہ: "جب تم ایک درہم گوشت خرید لو تو پھر اس میں کسی مقدار کے اضافے کا مطالبہ

نہ کرو"[۷۸]۔

ح۔ مبیع کے ساتھ ملحقہ اشیاء: مبیع کے اندر ہر وہ چیز داخل سمجھی جائے گی جس کے مبیع کے ساتھ الحاق کا رواج اور عرف ہو مثلاً وہ کپڑے اور اشیائے تزئین جن کے ساتھ لونڈی فروخت کے لئے پیش کی جائے[۷۹]۔

ط۔ بیع کے اندر ارحام (رشتہ داریوں) میں عدم تفریق: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ غلاموں کو خاندانوں کی شکل میں فروخت کیا جائے تاکہ قریبی رشتہ دار ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونے پائیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تقسیم پیش آئے تو لونڈی اور اس کے بچے کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ اس پر سالم بن عبداللہ نے عرض کیا: "اگر حصے پورے نہ آئیں تو پھر کیا کیا جائے؟" آپ نے فرمایا: "خواہ حصے پورے پورے نہ بھی آئیں"[۸۰]۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: "جب تم دو بھائیوں کو فروخت کرو تو انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کرو" سالم نے کہا: "اگر معاملہ یعنی تقسیم برابر نہ رہے تو پھر کیا کیا جائے" آپ نے فرمایا: "خواہ تقسیم برابر نہ بھی رہے"[۸۱]۔

حضرت ابن عمرؓ کے لئے بصرہ سے ایک لونڈی خریدی گئی۔ جب اسے آپ کے پاس لایا گیا تو وہ رونے لگی' آپ نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ مجھے میرے اباجان یاد آگئے' یہ سنکر آپ نے اسے آزاد کردیا[۸۲]۔

ی۔ ثمن گن کر لینے سے پہلے فروخت شدہ چیز کی خریداری: حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ انسان اپنی فروخت شدہ چیز ثمن گن کر لینے سے پہلے مذکورہ ثمن سے کم پر یا اس سے زائد پر خرید لے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ ایک زین فروخت کردی لیکن مشتری نے ابھی ثمن گن کر بائع کے حوالے نہیں کیا تھا کہ اسے خرید شدہ زین فروخت کردینے کا خیال آگیا۔ بائع نے مذکورہ زین مقررشدہ ثمن سے کم رقم پر لینے کا ارادہ ظاہر کردیا۔ اور اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور فرمایا: "اگر وہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کرتا تو اسی ثمن یا اس سے کم پر فروخت کرتا"[۸۳]۔

بیع کی یہ صورت بیع عینہ نہیں ہے جس سے حضرت ابن عمرؓ نے منع فرمایا ہے اس بیع کے بارے میں ہم (مادہ بیع نمبر ۷ جز ج) میں گفتگو کریں گے

ک۔ مبیع کا تلف ہوجانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مبیع عقد بیع کی وجہ سے مشتری کی ملکیت میں منتقل ہوجاتا ہے اور اس کے بعد بائع کے ہاتھ میں اس کی موجودگی امانت کے طور پر ہوتی ہے اور اس کے تمام زوائد مشتری کے ہوتے ہیں اور اس کا تلف ہوجانا بھی مشتری کے کھاتے میں پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جہاں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے وہاں نقصان بھی بھرنا پڑتا ہے۔ اسی بنا پر آپ نے فرمایا: "سنت کے طور پر یہ بات گزر چکی ہے کہ اگر سودا مجموعی دانوں کا ہو اور پھر یہ دانے تلف ہوجائیں تو یہ نقصان خریدار کے مال سے تصور ہوگا" [۸۴]۔

۴۔ ثمن

الف۔ ثمن یا تو نقد (درہم و دینار) کی شکل میں ہوگا یا غیر نقد کی صورت میں، اگر ثمن نقد ہو تو پھر یا تو مقبوض ہوگا یعنی بائع اس پر قبضہ کرچکا ہوگا یا مشتری کے ذمہ ثابت ہوگا اگر ثمن غیر نقد ہو تو اس صورت میں یا تو وہ مبیع کی جنس میں سے ہوگا مثلاً طعام کے بدلے طعام اور جانور کے بدلے جانور کی بیع یا مبیع کی جنس میں سے نہیں ہوگا۔ اس پر ہم تفصیلی گفتگو کریں گے پہلے ثمن کی وصولی کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی رائے کے مطابق اس کے احکام عامہ پر بحث کریں گے

ب۔ ثمن سے متعلقہ احکام عامہ: ہم حضرت ابن عمرؓ کی رائے کے مطابق ثمن کے سلسلے میں درج ذیل احکام بیان کرسکتے ہیں

۱۔ ثمن کا معلوم ہونا شرط ہے تاکہ بیع درست ہوجائے۔ شعبی نے حسن کے آزاد کردہ غلام سعید سے روایت کی ہے کہ: "میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور آپ سے دین کا تقاضا کیا۔ آپ نے مجھ سے کہا: "جب ہمارا خزانچی آجائے تو ہم تمہیں ادائیگی کردیں گے" جب وہ آگیا تو آپ نے اسے میرے ساتھ بازار بھیج دیا اور فرمایا: "اگر بازار کے اندر میری اس اونٹنی کا کوئی ثمن مقرر ہوجائے تو اگر وہ چاہے تو اس قیمت یعنی ثمن کے

بدلے یہ اونٹنی لے لے اور اگر چاہے تو اونٹنی فروخت کرکے اس کا ثمن لے لے" [۸۵]

جب ثمن کا علم ہوگیا تو بیع جائز ہوگئی۔

ثمن کو اس صورت میں معلوم تصور کیا جائے گا جب بائع اپنی لاگت بیان کردے اور اس کے ساتھ دس بیس درہم کے نفع کا بھی اضافہ کردے مثلاً وہ کہے: "اس چیز کی لاگت ایک سو درہم ہے، میں نے یہ مال تمہارے ہاتھ اپنی لاگت پر دس فیصد منافع کے ساتھ فروخت کردیا" [۸۶]۔ لیکن اگر وہ یہ کہے: "میں نے یہ مال تمہارے ہاتھ اپنی لاگت پر دس فیصد منافع کے ساتھ فروخت کردیا" اور لاگت کی مقدار بیان نہ کرے تو بیع درست نہیں ہوگی اس لئے کہ ثمن مجہول ہوگا حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں یہ بیع "دہ دوازدہ" (دس بارہ) کے نام سے معروف تھی۔ آپ نے فرمایا: "دہ دوازدہ کی بیع ربوا ہے" [۸۷]۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ مذکورہ بیع درست نہیں ہے۔

۲۔ ثمن کے اندر اعتدال ہو۔ اس اعتدال کے اندر درج ذیل امور خلل پیدا کرتے ہیں۔

الف۔ ثمن مثل سے زیادہ رقم پر یعنی مہنگا فروخت کرنا۔ یہ صورت یا تو غبن یعنی گاہک کو ٹھگنے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "مجھے ٹھگنا یعنی دھوکا دینا نہیں آتا" [۸۸]۔

یا احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس شخص نے کسی طعام کی اس نیت کے ساتھ چالیس دنوں تک ذخیرہ اندوزی کی کہ نرخ چڑھ جائے تو وہ اللہ سے بری الذمہ ہوگیا اور اللہ اس سے بری الذمہ ہوگیا" [۸۹]۔

یا نجش کی وجہ سے سامنے آتی ہے۔ نجش یہ ہے کہ خریداری کے ارادے کے بغیر دوسروں کو پھنسانے کے لئے چیز کی قیمت یعنی ثمن بڑھادینا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حضور ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے" [۹۰]۔

ب۔ ثمن مثل سے کم پر خریدنا۔ یہ صورت یا تو بائع کی سادہ لوحی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے یا

اس کی خوش دلی یا غلطی کی بنا پر پیش آتی ہے۔ ایک واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص فروخت کے لئے چند لونڈیاں مدینہ منورہ لے کر آیا اور حضرت ابن عمرؓ کے ہاں ٹھہر گیا۔ اس نے ایک لونڈی ابن جعفر کے ہاتھ فروخت کر دی اور پھر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ :"مجھے سات سو درہم کا گھاٹا ہوا ہے" آپ عبداللہ بن جعفر کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ :"یا تو تم یہ رقم بائع کو دے دو یا اس کی بیع رد کردو" ابن جعفرنے کہا کہ ہم یہ رقم اسے دے دیں گے" [۹۱]۔ یا یہ صورت نرخوں کے بارے میں اس کی لاعلمی کی بنا پر پیش آتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ تجارتی قافلے کی آمد پر لوگ خریداری کے لئے وہاں پہنچ جائیں جبکہ قافلے والوں کو ابھی شہر کے نرخوں کا علم نہ ہوا ہو [۹۱]۔ آپ فرمایا کرتے تے کہ :" تم گلیوں کے سروں پر جاکر خرید و فروخت کرنے والوں سے نہ ملو" [۹۲]۔

۳۔ ثمن بائع کے ذمہ دین نہ ہو اور مشتری اسے بیع سلم کا ثمن بنا کر اس کی وصولی کا ارادہ کرے۔ کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ :"میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص کے ذمہ میرے کچھ درہم تھے اور میں اس کے پاس ان کی وصولی کے لئے گیا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس یہ رقم نہیں ہے لیکن میں فصل کی کٹائی تک اس رقم کا طعام اپنے ذمہ لکھ لیتا ہوں" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"یہ درست نہیں ہے" [۹۳]۔ محمد بن زید نے حضرت ابن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جس نے درہموں کے بدلے طعام فروخت کیا ہو کہ آیا وہ ان درہموں کے عوض طعام لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:"نہیں حتی کہ وہ اپنے درہم اپنے قبضے میں کرلے" [۹۴]۔

البتہ یہ بات غیر سلم میں جائز ہے۔ ہم نے گذشتہ سطور یعنی(مادہ بیع نمبر۴ کے جز ب کے جز ا) میں دیکھا ہے کہ جب ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس اپنے دین کی وصولی کے سلسلے میں آیا تو آپ نے اسے اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو دین کی وصولی کے لئے آپ کی اونٹنی آپ سے اس قیمت کے بدلے خرید لے جو بازار میں ثمن کے طور پر اس کی لگائی جائے اور اگر چاہے تو اونٹنی فروخت کرکے اس کا ثمن لے لے۔ بیع سلم کے اندر اس صورت کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ مسلم فیہ (مبیع) مثلاً طعام دین ہوتا

ہے۔ اگر ثمن بھی دین ہو جائے تو یہ صورت دین کے بدلے دین کی بیع کی ہو جائے گی جو بالاجماع درست نہیں ہے نیز یہ بات اس مقصد کے برخلاف ہوگی جس کی خاطر بیع سلم مشروع ہوئی ہے وہ مقصد یہ ہے کہ ضرورت مند کی ضرورت پوری کردی جائے۔

۴۔ ثمن کی رقم کا کچھ حصہ کم کردینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ مشتری بائع سے ثمن کی رقم میں کچھ کمی کردینے کے لئے کہے۔ آپ نے ایک اونٹ خریدا اور اسے لے کر کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے اور انہیں اونٹ کا ثمن بتایا تو انہوں نے آپ سے کہا کہ واپس جاکر اونٹ کے مالک سے ثمن میں کمی کراؤ وہ آپ کے لئے ثمن میں کمی کردے گا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "نہیں' میں تو اس ثمن پر رضامند ہوں" [۹۵]۔

۵۔ عربون کی بیع: حضرت ابن عمرؓ بیع العربون کو جائز قرار دیتے تھے [۹۶]۔ وہ بیع یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خرید لے اور بائع کو یہ کہہ کر ثمن کا ایک حصہ حوالے کردے کہ اگر میں مذکورہ چیز رکھ لوں تو ثمن کے اس ادا شدہ حصے کا حساب ثمن میں کرلوں گا اور اگر مذکورہ چیز واپس کردوں تو اداشدہ یہ رقم بائع کی ہوگی

۶۔ اگر ثمن ثابت فی الذمہ یعنی دین ہو تو اس صورت میں

الف۔ یہ جائز ہے کہ ادائیگی کی مدت کی قطعی تحدید کردی جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ مدت میسرہ یعنی فراخی حاصل ہونے تک دراز کردی جائے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ اجل نمبر۲) میں کردی ہے

ب۔ یہ جائز ہے کہ مشتری بائع کو مقررہ ثمن کی ادائیگی کردے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے افضل اور زائد دے دے۔ یہ بات اس وقت تک ربوا کی صورت اختیار نہیں کرے گی جب تک عقد بیع کے اندر اس کی شرط رکھی نہ گئی ہو۔ بلکہ یہ بات حسن ادائیگی کے باب میں شمار ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کسی شخص سے ایک چیز خرید لی اور ثمن کی ادائیگی کی مدت فراخی حاصل ہونے تک رکھی۔ پھر آپ اس کے پاس وہ سکے لے کر گئے جو بیع کے اندر مقررہ سکوں سے افضل تھے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ سکے تو میرے مقرر کردہ سکوں سے افضل ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا: "میں یہ تمہیں

دل سے دے رہا ہوں' کیا تم اسے قبول کرلو گے؟" اس نے کہا: "ہاں" ۹۷۔

ج۔ یہ بھی جائز ہے کہ بائع ایک سکے میں اپنا سامان فروخت کرے اور ثمن کے طور پر اس کا ہم قیمت دوسرا سکہ وصول کرلے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میں بقیع کے مقام پر دیناروں کے بدلے اونٹ فروخت کرتا اور دیناروں کی جگہ چاندی کا سکہ وصول کرلیتا اور چاندی کے سکوں کے بدلے اونٹ فروخت کرتا اور ان کی جگہ دینار وصول کرلیتا' پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ میری ہمشیرہ حضرت حفصہؓ کے مکان سے باہر آرہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "قیمت میں کوئی مضائقہ نہیں" ۹۸۔

د۔ اگر ثمن نقد کی صورت میں نہ ہو یعنی درہم و دینار کے علاوہ ہو تو اس صورت میں یہ ثمن یا تو مبیع کی جنس میں سے نہیں ہوگا مثلاً طعام کے بدلے جانور کے فروخت ایسی صورت میں تفاضل اور نساء (ادھار) دونوں جائز ہوں گے یعنی مبیع اور ثمن کے درمیان نہ تو وزن میں مساوات شرط ہوگی اور نہ ہی کیل یعنی ناپ میں۔ نیز ثمن اور مبیع پر فوری قبضہ بھی شرط نہیں ہوگی۔

یا ثمن مبیع کی جنس میں سے ہوگا مثلاً طعام کے بدلے طعام کی اور جانور کے بدلے جانور کی فروخت۔ ایسی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک طعام' جانور اور دیگر اشیاء کے درمیان فرق ہوگا۔

ا۔ اگر ثمن طعام ہو تو یہ یا تو مبیع کی نوع میں سے ہوگا۔ مثلاً زیت (زیتون کا تیل) کے بدلے زیت کی اور جو کے بدلے جو کی فروخت۔ ایسی صورت میں مقدار کے اندر مساوات اور فوری قبضہ واجب ہوگا۔ تفاضل اور نساء دونوں حرام ہوں گے۔

یا ثمن مبیع کی نوع میں سے نہیں ہوگا مثلاً جو کے بدلے زیت کی اور منقیٰ کے بدلے گندم کی فروخت تو اس صورت میں تفاضل حلال ہوگا اور نساء (ادھار) حرام ہوگا سالم نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ کیل یعنی ماپ کے تحت آنے والے طعام (اشیائے خوردنی) کے اندر دو کے بدلے ایک کی فروخت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے بشرطیکہ یہ بیع دست بدست ہو اور مبیع اور ثمن کے رنگ

مختلف ہوں[99]۔

آپ نے فرمایا :"جن اشیائے خوردنی کے رنگ مختلف ہوں انہیں دست بدست فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ' یعنی خشک کھجوروں کے بدلے گندم اور جو کے بدلے منقیٰ" البتہ آپ نے اس قسم کی ادھار بیع کو مکروہ تصور کیا ہے "[100]۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے بیع مزابنہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ یہ کہ تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے اور انگوروں کو منقیٰ (خشک انگوروں) کے بدلے ماپ کر فروخت کیا جائے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں نوع کی یکسانیت کے باوجود مبیع اور ثمن کی مقداروں کے درمیان مساوات کا تحقق نہیں ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے :"حضور ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے"[101]۔

۲۔ اگر ثمن جانور ہو تو اس صورت میں یا تو اسے اسی نوع کے جانور کے بدلے فروخت کیا گیا ہوگا مثلاً گائے کے بدلے گائے کی فروخت۔ ایسی صورت میں تفاضل حلال ہوگا اور ادھار حرام ہوگا۔ طاؤس نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اگر دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ ادھار فروخت کیا جائے تو کیا یہ بیع جائز ہوگی؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے اسے مکروہ قرار دیا[102]۔

اسی مفہوم پر ابن قدامہ کی روایت کو محمول کیا جائے گا جس میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جانور کے بدلے جانور کی ادھار بیع کو مکروہ قرار دیتے تھے "[103]۔

یہ کراہت ادھار کی وجہ سے تھی۔ تفاضل کی وجہ سے نہیں تھی۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے ابن سیرین سے نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں :"میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھ سے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ کی دست بدست فروخت کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا' میں نے اس کا جواب نفی میں دیا" لیکن حضرت ابن عمرؓ نے میرے اس جواب کو پسند نہیں کیا" [104]۔

دوسری دلیل ابن ابی شیبہ کی یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے :"کون ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ فروخت کرے؟ کون ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹنیوں کے بدلے ایک اونٹنی فروخت کرے" [105]۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے چار اونٹوں کے بدلے ایک راحلہ (سواری کی اونٹنی) خریدی تھی اور ربذہ کے مقام پر اس کی حوالگی کی شرط تھی[۱۰۶]۔

اس روایت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک جانور اسی نوع کے دوسرے جانور کے بدلے فروخت کیا جائے تو ایسی صورت میں نساء یعنی ادھار حلال ہوتا ہے۔ ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ منورہ کے اندر بیع کا ایجاب نہیں کیا تھا کہ ادھار لازم آتا بلکہ بیع کا ایجاب ربذہ کے مقام پر ہوا تھا جہاں قبضہ بھی مکمل ہوگیا تھا۔ اس کی تصریح ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہو جاتی ہے جسے انہوں نے نافع سے نقل کی ہے نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے چار اونٹوں کے بدلے ایک اونٹنی ربذہ کے مقام پر خریدی تھی اور پھر بائع سے فرمایا تھا: "جاؤ جاکر سوچو، اگر تم رضامند ہوگئے تو بیع پکی ہوگئی"[۱۰۷]۔

اگر جانور کے بدلے دوسری نوع کا جانور فروخت کیا جائے مثلاً بکریوں کے بدلے اونٹوں کی فروخت تو اس صورت میں تفاضل اور نساء دونوں حلال ہوں گے۔ اسی مفہوم پر اس روایت کو محمول کیا جائے گا جسے البغوی نے "شرح السنہ" کے اندر نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا مسلک تھا کہ جانور کے بدلے جانور کی ادھار فروخت جائز ہے[۱۰۸]۔

۵۔ متعاقدین (بائع اور مشتری)

الف۔ بیع کے متعاقدین کے لئے یہ شرط ہے کہ بے عقلی یا کم سنی یا جنون یا غلامی یا اسی قسم کی کسی اور بات کی وجہ سے ان پر پابندی نہ لگی ہو اس پر سب کا اجماع ہے اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ یہ شرط نہیں ہے کہ مالکان بذات خود عقد بیع کریں بلکہ ان کی طرف سے دوسرے لوگ بھی یہ عقد کرسکتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیع صرف کے لئے اپنا وکیل مقرر کیا تھا[۱۰۹]۔ اسی طرح بصرہ سے ایک لونڈی کی خریداری کا کام کسی کے سپرد کیا تھا[۱۱۰]۔

حضرت ابن عمرؓ نے اس امر کو مکروہ قرار دیا تھا کہ شہری دیہاتی کے لئے بیع سرانجام دے اس کی وجہ یہ تھی کہ ایسی صورت میں نرخوں میں چڑھاؤ ہوجاتا کیونکہ مبیع پر دلال کی اجرت بھی لاد دی جاتی

۶۔ عقد بیع

الف۔ ایجاب اور قبول: تنجیز (فوری عملدرآمد) کے صیغوں کے ساتھ ایجاب و قبول کی تصریح ضروری ہے۔ اس کے لئے قلبی رضامندی کافی نہیں ہے۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ: "میں نے ابن عمرؓ کو کہتے سنا تھا کہ: "ایک شخص رضامند ہوجاتا ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے" اس قول نے گویا مجھے بیدار کردیا" حضرت ابن عمرؓ خریداری کرتے اور فرماتے کہ میں نے لے لیا"[۱۱۲]۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ "یہ ابن عمرؓ ہیں جو دل سے رضامندی کو کوئی حیثیت نہیں دیتے جب تک قول کے ذریعے اس کا اظہار نہ ہوجائے"

ب۔ عقد بیع میں شرطیں۔ شرطوں کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایسی شرطیں جن کا عقد تقاضا کرتا ہو اور وہ عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں مثلاً ثمن کی ادائیگی میں تاجیل یعنی مہلت کی شرط یا مثلاً بائع کہے: "میں نے تمہارے ہاتھ یہ چیز فروخت کردی تم تین دنوں تک اس کے ثمن کی مجھے ادائیگی کردینا یا فلاں معلوم مدت تک اس کی ادائیگی کردینا۔ اگر تم ثمن لے کر نہ آئے تو ہمارے درمیان کوئی بیع نہیں ہوگی"[۱۱۳]۔

یا مثلاً بیع سلم کے اندر بائع کی طرف سے مبیع یعنی مسلم فیہ کے سلسلے میں کوئی کفیل پیش کرنے کی شرط[۱۱۴]۔

۲۔ ایسی شرطیں جن کا عقد تقاضا نہ کرتا ہو اور وہ عقد کے ساتھ مناسبت نہ رکھتی ہوں بلکہ متعاقدین میں سے کسی ایک نے اپنے مفاد کی خاطر یہ شرطیں عائد کی ہوں۔ ایسی شرطیں عقد بیع کو فاسد کردیتی ہیں مثلاً ایک شخص کوئی لونڈی فروخت کرے اور مشتری پر یہ شرط عائد کردے کہ وہ مذکورہ لونڈی کو نہ تو آگے فروخت کرے گا اور نہ ہی اس کے ساتھ ہمبستری کرے گا اور نہ ہی اسے ہبہ کے طور پر کسی کو دے گا[۱۱۵]۔

سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص لونڈی اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ مشتری اسے نہ تو فروخت کرے گا اور نہ ہی اس کا ہبہ کرے گا[۱۱۶]۔

یا مثلاً کوئی شخص غلام فروخت کرے اور مشتری پر اسے آزاد کردینے کی شرط عائد کردے۔ یہی مسئلہ جب حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جواب نفی میں

دیا ۱۷۔ (دیکھئے مادہ شرط نمبر۲ کے جز ب کا جز ۲)

درج بالا قسم کی شرائط کا عقد بیع مقتضی نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ شرطیں عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد بیع مشتری کے لئے ملکیت کا اثبات کردیتا ہے اور اسے مبیع کے اندر مالکانہ تصرف کا حق دے دیتا ہے مثلاً بیع، ہبہ، عتق وغیرہ۔ مشتری سے اس حق کو سلب کرلینے کے معنی یہ ہیں کہ بیع کو اس کے مفہوم و معنی سے محروم کردیا جائے۔ جو بھی شرط بیع کو اس کے مفہوم و معنی سے محروم کرے گی وہ اسے لغو اور بے کار بنادے گی

۳۔ بیع سلم کے اندر وظائف ملنے تک یا فصل کی کٹائی وغیرہ تک مسلم فیہ (مبیع) کی حوالگی کی شرط (دیکھئے مادہ اجل نمبر۲) نیز (مادہ بیع نمبر۷ کے جز ب کا جز ۴) عقد بیع کے ساتھ مناسبت نہ رکھنے والی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسلم فیہ کے بالمقابل رہن رکھنے کی شرط عائد کردی جائے۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص بیع سلم کرتا ہے اور رہن رکھتا ہے، آپ نے اسے مکروہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: "یہ قابل تاوان ربوا ہے" ۱۸۔

بیع سلم کے اندر مسلم فیہ یعنی مبیع کے سلسلے میں رہن رکھنے کی شرط عقد سلم سے اس لئے مناسبت نہیں رکھتی کہ یہ عقد ضرورت مند بائع کی ضرورت پوری کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ اس لئے رہن رکھنے کی شرط اس کے لئے مشکلات پیدا کرنے اور اسے تنگی میں مبتلا کردینے کے مترادف ہوگی۔ اس لئے کہ اگر اس کے پاس کوئی ایسا سامان ہوتا جسے فروخت کرکے وہ اپنی ضرورت پوری کرلیتا تو اسے بیع سلم کرنے کی ضرورت نہ ہوتی بخلاف کفیل پیش کرنے کی شرط کے ۱۹۔ اس لئے کہ یہ شرط اس حق کی توثیق کردیتی ہے جو بائع کے ذمہ ہے

ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے بیع سلم کے اندر رہن رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اپنے مال کے بارے میں وثوق حاصل کرلو" ۲۰۔ آپ کے اس قول کے دو احتمالات ہیں۔ اول یہ کہ آپ بیع سلم کے اندر رہن رکھنے کی شرط کے جواز کے پہلے قائل تھے اور پھر آپ نے اپنی رائے بدل دی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس روایت میں راوی سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس نے ان الفاظ "آپ سے سلم کے اندر کفیل کے بارے میں پوچھا گیا" کی بجائے یہ نقل کیا کہ "آپ سے رہن کے بارے میں پوچھا گیا" راوی کے اس اختلاط کا سبب یہ ہے کہ رہن اور کفالہ دونوں میں سے ہر ایک توثیق کا ذریعہ ہے بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیع سلم کے اندر کفیل اور رہن میں کوئی حرج نہیں تصور کرتے تھے [۱۲۱]۔ اس روایت کے اندر بھی درج بالا دونوں احتمالات موجود رہیں۔ پہلا احتمال یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی رائے بدل کر سلم کے اندر کفالہ کے جواز اور رہن کے عدم جواز کی رائے اختیار کرلی تھی اور دوسرا احتمال یہ ہے راوی نے یہ خیال کیا اگر کفالہ کے ذریعے سلم کی توثیق جائز ہے تو رہن کے ذریعے بھی جائز ہو گی کیونکہ توثیق کے مقامات کے اندر دونوں باتوں میں ہمیشہ ذہنی اقتران پایا جاتا ہے

ج۔ عقد بیع پر گواہی قائم کرنا (دیکھئے مادہ اشھاد نمبر ۴)

د۔ غیر سے عقد اچک لینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص ایسی چیز خریدنے کے لیے آگے بڑھے جس کی خریداری سے کسی اور کو دلچسپی ہو اور وہ اس کا مول تول کر رہا ہو یہاں تک کہ دل چسپی رکھنے والا یہ شخص خود اس چیز کی خریداری سے دست بردار ہو جائے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس حرکت سے لوگوں کے درمیان جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کینہ جاگزیں ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے" [۱۲۲]۔

ھ۔ متعاقدین کے درمیان جب عقد بیع کی تکمیل ہو جائے تو ہر ایک کو اس وقت تک فسخ عقد کا حق ہوتا ہے جب تک طرفین مجلس عقد میں موجود ہیں اور جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں۔ اس علیحدگی کے بعد یہ حق ساقط ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲)

۷۔ بیوع کی قسمیں

بیع کی بہت سی انواع ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ان انواع میں سے ہم نے درج ذیل کا احاطہ کیا ہے

الف۔ بیع صرف

۱۔ تعریف: بیع صرف وہ بیع ہے جس میں دونوں عوضوں (مبیع اور ثمن) میں سے ہر ایک اثمان (جمع ثمن) کی جنس میں سے ہو۔

۲۔ بیع صرف کے احکام: اثمان کی ایک دوسرے کے بدلے بیع دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتی پہلی حالت یہ ہے کہ دونوں عوض جنس کے اندر متحد ہوں مثلاً سونے کے بدلے سونے کی اور چاندی کے بدلے چاندی کی فروخت۔ ایسی صورت میں مقدار کے اندر مساوات اور مجلس بیع میں دونوں پر قبضہ واجب ہے۔ اس میں تفاضل اور نساء یعنی ادھار دونوں حرام ہیں

جس چیز پر پر سونا چڑھا ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے خواہ سونا مذکورہ چیز کے سونے سے زیادہ ہو یا کم یا مساوی۔ اس کے جواز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مذکورہ چیز سے سونا الگ کرلیا جائے اور پھر اسے اس کی مقدار سونے کے بدلے فروخت کیا جائے۔ البتہ جس چیز پر سونا چڑھا ہو اسے تنہا فروخت کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ اسی طرح کرتے تھے۔ نافع نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس تلوار یا زین کو اس وقت تک فروخت نہ کرتے جس پر چاندی چڑھی ہوتی جب تک یہ چاندی الگ نہ کرلیتے اور پھر اسے ہم وزن فروخت کردیتے [۱۲۳]۔

اثمان کی ایک دوسرے کے بدلے فروخت کے اندر عمدگی نیز کاریگری کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ ایک سنار حضرت ابن عمرؓ پاس آیا اور کہا: "میں سونا ڈھالتا ہوں اور اس سے بنی ہوئی چیز کو اس کے وزن سے زائد مقدار کے بدلے فروخت کردیتا ہوں۔ اور اپنی اس کاریگری کے بقدر زائد مقدار حاصل کرلیتا ہوں" حضرت ابن عمرؓ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ وہ آپ سے یہ مسئلہ بار بار دہراتا اور آپ اسے ایسا کرنے سے روکتے حتی کہ آپ مسجد کے دروازے تک یا اس سواری تک پہنچ گئے جس پر سوار ہونا چاہتے تھے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا: "دینار کے بدلے دینار اور درہم کے بدلے درہم، دونوں کے درمیان کوئی تفاضل یعنی کمی بیشی ہونے نہ پائے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہم سے یہی کہا ہے اور ہم بھی تم سے یہی کہتے ہیں" [۱۲۴]۔

رہ گئی مبیع اور ثمن پر قبضے کی شرط تو حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے: "اگر دوسرا

فریق تم سے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہنے تک کی مہلت مانگے تو اسے یہ مہلت بھی نہ دو" ۱۲۵۔

مبیع اور ثمن پر یہ قبضہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مجلس عقد کے اندر ہی مکمل ہونا چاہئے۔ اس بات پر حضور ﷺ کا وہ جواب دلالت کرتا ہے جو حضرت ابن عمرؓ کے سوال پر دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا تھا کہ: "اپنے ساتھی (عقد بیع کے دوسرے فریق) سے اس حالت میں جدا نہ ہونا کہ تم دونوں کے مابین کوئی التباس یعنی شک و شبہ ہو" ۱۲۶۔

دوسری حالت یہ ہے کہ دونوں عوض جنس کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ مثلاً چاندی کے بدلے سونے کی اور سونے کے بدلے چاندی کی فروخت ایسی صورت میں تفاضل حلال ہوگا اور نساء (یعنی ادھار) حرام ہوگا یعنی مجلس عقد کے اندر دونوں پر قبضے کی شرط ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے حضور ﷺ سے اس بارے میں جب سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "چاندی کے بدلے سونا خریدو، جب ان میں سے کوئی ایک چیز لے لو تو پھر اپنے ساتھی سے اس حالت میں جدا نہ ہو کہ تم دونوں کے درمیان کوئی التباس ہو" ۱۲۷۔

یہ ارشاد مجلس عقد کے اندر دونوں عوضوں پر قبضہ کی شرط کی دلیل ہے۔

رہ گئی تفاضل کی حلت تو حضرت ابن عمرؓ نے دیناروں کے بدلے درہم خریدے اور غلطی سے اس میں ایک کھوٹا درہم بھی آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے تبدیل کرنا پسند نہیں کیا ۱۲۸۔

ب۔ بیع سلم

ا۔ تعریف: موجل چیز کو جو موصوف اور بذمہ عائد ہو حالی یعنی نقد ثمن کے بدلے فروخت کرنا بیع سلم ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کسی شخص کا یہ قول ناپسند کرتے تھے کہ "اسلم فی کذا (میں فلاں چیز میں سلم کرتا ہوں)" اور یہ پسند کرتے کہ وہ کہے "اسلف فی کذا" (میں فلاں چیز میں سلف کرتا ہوں) بالفاظ دیگر آپ اس بیع کے لئے اسلام کے لفظ کو ناپسند کرتے تھے اور اسلاف کے لفظ کے استعمال کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ فرماتے

:"اسلام تو رب العالمین کے لئے ہے"۔[۱۲۹]

۲۔ مسلم فیہ (بیع سلم کا مبیع)۔ مسلم فیہ کی یہ شرطیں ہیں

الف۔ وہ موجل اور وصف کے اعتبار سے معلوم ہو نہ کہ عین کے اعتبار سے نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص وصف شدہ طعام کے اندر سلم کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں"۔[۱۳۰]

"مصنف عبدالرزاق" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص کسی چیز کے اندر معلوم مدت تک کے لئے نیز معلوم کیل یعنی پیمانے کے ذریعے چاندی کے سکوں کا سلم کرلے[۱۳۱]۔ آپ فرماتے: "معلوم کیل معلوم مدت تک"۔[۱۳۲]

ان نصوص کے اندر ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ وصف یعنی مبیع کے بارے میں وضاحت کی نوعیت ایسی ہونی چاہئے کہ مقدار کو بھی شامل ہو یعنی کیل یا وزن یا اسی طرح کے دیگر پیمانوں کے تحت آنے والی مقداروں کو نیز جنس کو بھی شامل ہو مثلاً گندم یا جو یا اسی طرح کی کوئی اور جنس اور ان پسندیدہ اوصاف کو بھی شامل ہو جن کے متعلق آگے چل کر اختلاف پڑنے کا احتمال ہو مثلاً عمدہ، متوسط، سفید، گندمی وغیرہ۔ اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نے کرابیس (ایک قسم کے کھردرے کپڑے) اور ریشم کے کپڑے کے اندر بیع سلم کی اباحت کردی تھی[۱۳۳]۔

حضرت ابن عمرؓ یہ شرط عائد نہیں کرتے تھے کہ مسلم فیہ کے تمام ظاہری اور باطنی اوصاف ضبط بیان میں لے آئے جائیں بلکہ آپ کے نزدیک اس کے ظاہری اور عام اوصاف کا ضبط بیان میں آجانا کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جانور اور غلام کے اندر ان کے ظاہری اوصاف بیان ہونے کی صورت میں بیع سلم کو جائز قرار دے دیا تھا۔ اس اکتفاء کی وجہ یہ ہے کہ باطنی اور نفسیاتی اوصاف کو ضبط بیان میں لانا ممکن نہیں ہوتا۔[۱۳۴]

ب۔ اگر مبیع معین اور حاضر ہو تو اس میں بیع سلم درست نہیں ہوتی کیونکہ ایسی صورت میں اس کے تلف ہوجانے کا احتمال ہوتا ہے۔ بنابریں کسی معین فصل کے اندر سلم اس

وقت تک جائز نہیں جب تک وہ استعمال کے قابل نہ ہو جائے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۲)

ج۔ سلم کی یہ صورت جائز نہیں ہے کہ مثلاً ایک ہزار صاع (ایک پیمانے کا نام) گندم میں بیع سلم کی جائے اور اس کے ساتھ کہہ دیا جائے کہ اگر گندم کی مطلوبہ مقدار میسر نہ آسکے تو اس کی بجائے پندرہ سو صاع جو کی ادائیگی کی جائے گی یا سلم کرنے والا کہے کہ: "اگر تم مجھے گندم دو گے تو میں اس بھاؤ اسے لوں گا اور اگر جو دو گے تو اس بھاؤ لوں گا" اس کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مبیع کے مجہول ہونے کا پہلو موجود ہے۔ محمد بن زید بن خلیدہ نے کہا ہے کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سلم کے بارے میں پوچھا کہ ہم لوگ بیع سلم کرتے وقت کہتے ہیں کہ "اگر تم ہمیں گندم دو گے تو ہم اس بھاؤ اسے لیں گے اور اگر جو دو گے تو اس بھاؤ لیں گے" آپ نے جواب میں فرمایا: "ہر صنف کے اندر چاندی کے معلوم سکوں کے ذریعے سلم کرو۔ اگر بائع تمہیں مسلم فیہ یعنی مبیع دے دے تو اسے لے لو ورنہ اپنا راس المال (دی ہوئی رقم) واپس لے لو اور اسے کسی اور سامان میں سلم کرنے کے لئے واپس نہ کرو" [۱۳۵]۔

د۔ مسلم فیہ کے سلسلے میں یہ شرط نہیں ہے کہ بائع کے پاس اس کی اصل موجود ہو حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص معلوم مدت تک کے لئے کوئی ایسی چیز فروخت کردے جس کی اصل اس کے پاس موجود نہ ہو [۱۳۶]۔

آپ فرماتے: "میری خواہش ہے کہ کوئی شخص مجھ سے طعام دینے کے بدلے ایک دینار لے لے اور پھر ملک شام سے میرے لئے مذکورہ طعام لائے" [۱۳۷]۔

۳۔ ثمن کے اندر شرط یہ ہے کہ

الف۔ وہ معلوم ہو' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ طعام (اشیائے خوردنی) میں مقررہ بھاؤ اور متعین مدت کے تحت بیع سلم کرلے [۱۳۸]۔

ب۔ ثمن حالی یعنی نقد ہو اور اسے بائع کے حوالے کردیا گیا ہو۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ثمن کی حوالگی کی شرط کے ساتھ سلم کو جائز قرار دیتے تھے [۱۳۹]۔

اگر کسی شخص کے ذمہ ایک دینار ہو اور وہ اسے ایک معین مدت تک کے لئے

طعام کے اندر بیع سلم کا ثمن بنادے تو حضرت ابن عمرؓ کے قول کے مطابق یہ صورت درست نہیں ہوگی[140]۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۴)

۴۔ اجل

بیع سلم کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں مبیع کی حوالگی کی مدت بیان کردی گئی ہو۔ گزشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ ایک شخص کسی چیز کے اندر ایک معین مدت تک کے لئے اور معین کیل (پیمانے کا نام) کے تحت چاندی کے سکوں میں سلم کرلے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کے جز ۲ کا جز الف)

بیع سلم کی مشروعیت کی غرض و غایت چونکہ ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ہے اس لئے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سلم کا معاملہ بائع کے اعتبار سے مساحمت یعنی نرمی پر مبنی ہوتا ہے۔ بائع کا پہلو دراصل بیع سلم کے اندر ایک کمزور پہلو ہوتا ہے۔ اس مساحمت کے اندر اجل کے سلسلے میں کس حد تک نرم رویہ اختیار کرنا بھی داخل ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ بیع سلم کی اس صورت کو جائز قرار دیتے تھے جس میں مسلم فیہ حوالہ کرنے کی مدت فصل کی کٹائی اور گہائی [140-ب]۔ اور سرکاری وظائف کے ملنے تک رکھی گئی ہو[141]۔ حالانکہ اس مدت کے اندر تقدیم و تاخیر کا پورا امکان موجود ہوتا ہے۔ تاہم آپ نے یہ صورت مکروہ قرار دی ہے کہ فراخی حاصل ہونے کی مدت تک کے لئے خریداری کی جائے[142]۔ اس لئے کہ اس مدت کی تحدید نہیں ہوسکتی۔ فراخی چند دنوں کے بعد حاصل ہوسکتی ہے اور چند سالوں کے بعد بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی حاصل نہ ہو بنا بریں خوشحالی کا حصول کوئی ایسی مدت نہیں جس کے ساتھ مسلم فیہ کی حوالگی کو مربوط کرنا جائز ہو (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۲)

۵۔ مسلم فیہ کے بالمقابل رہن اور کفالہ:

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بیع سلم کی مشروعیت کی غرض و غایت ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ یہ امر اس بات کے منافی ہے کہ مشتری بائع پر یہ شرط عائد کردے کہ وہ مسلم فیہ کے بالمقابل اسے کوئی چیز رہن کے طور پر دے دے کیونکہ بائع کے بارے میں یہی تصور ہوتا ہے کہ وہ ضرورت مند اور تہی دست ہے اگر اس کی

ملکیت میں رہن رکھنے کے لئے کوئی ایسی چیز ہوتی جس کی قیمت مسلم فیہ کی قیمت کے برابر ہوتی اور مذکورہ چیز اس کی ضرورت سے زائد ہوتی تو وہ ہرگز بیع سلم نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سلم کے اندر رہن رکھنے کی شرط کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔

جہاں تک کفیل مہیا کرنے کی شرط کا تعلق ہے تو اس میں بائع کے لئے کوئی تنگی نہیں ہے اور اس میں مشتری کے حق کی ضمانت بھی ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے سلم کے اندر کفالہ کی شرط کو جائز قرار دیا ہے ہم نے یہ بات (مادہ بیع نمبر۶ کے جز ب) میں بیان کردی ہے

۶۔ بائع کا مسلم فیہ کی حوالگی سے تنگ دست اور عاجز ہو جانا

الف۔ اگر بائع کو مسلم فیہ کے سلسلے میں تنگ دستی کا سامنا کرنے پڑجائے اور وہ اپنے افلاس کی وجہ سے یا مسلم فیہ کے عدم وجود کی بنا پر اسے مشتری کے حوالہ نہ کرپائے تو اس صورت میں مشتری کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ ثمن کو کسی اور بیع سلم میں تحویل کردے۔ اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہوگا کہ مذکورہ ثمن کے بدلے کوئی اور سامان اور مال حاصل کرلے۔ بلکہ وہ اپنا راس المال (دی ہوئی رقم) واپس لے لے گا یا پھر انتظار کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم نے کسی چیز کی بیع سلم کی ہو تو پھر صرف یا تو اپنا راس المال لے لو یا وہ چیز جس میں سلم کیا گیا ہو یعنی مسلم فیہ" [۱۴۳]۔

آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کچھ دراہم کے بدلے طعام فروخت کرتا ہے تو کیا وہ ان دراہم کے بدلے طعام حاصل کرلے؟ آپ نے جواب دیا: "نہیں، حتی کہ تم اپنے دراہم پر قبضہ کرلو" [۱۴۴]۔

۔ آپ نے محمد بن زید بن خلیدہ سے فرمایا تھا کہ: " اگر بائع تمہیں مسلم فیہ یعنی مبیع دے دے تو فبہا ورنہ تم اپنا راس المال واپس لے لو اور اسے کسی اور سامان کی خریداری کے سلسلے میں واپس نہ کرو" [۱۴۵]۔

ب۔ اگر بائع مسلم فیہ کا بعض حصہ حوالہ کرنے سے تنگدست اور عاجز رہے تو اس صورت میں کیا مشتری مسلم فیہ کا بعض موجود حصہ ثمن میں اس کے حصے کے بالمقابل

لے کر باقیماندہ رقم واپس لے لے؟ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے دو روایتیں منقول ہیں پہلی روایت کے مطابق مشتری ایسا نہیں کر سکتا[۱۴۶]۔

اس کا سبب یہ ہے کہ تاجیل اجل کی وجہ سے سلم کے ثمن کے اندر نقصان پیدا ہو جائے گا یعنی بیع سلم کے اندر مشتری جو ثمن بائع کے حوالے کرتا ہے وہ اس صورت میں کم ہوتا اگر سامان یعنی مبیع حاضر اور موجود ہوتا۔ بنا بریں اگر وہ مسلم فیہ کے بعض حصے میں اقالہ کرلے گا تو بعض دوسرا حصہ باقیماندہ ثمن کے بالمقابل نیز اس حصے کی منفعت کے بالمقابل باقی رہ جائے گا جس میں اقالہ ہوا ہے۔ اور یہ صورت درست نہیں ہے۔

دوسری روایت کے مطابق اس کا جواز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشتری مسلم فیہ کا بعض حصہ لے لے اور اپنا بعض راس مال بھی وصول کرلے[۱۴۷]۔

۷۔ مسلم فیہ پر قبضے سے پہلے اس میں تصرف کرنا: مشتری کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں بیع یا ہبہ یا اسی طرح کا کوئی اور تصرف کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تم بیع سلم کرو تو مسلم فیہ پر قبضہ سے پہلے اس میں کسی قسم کو کوئی تصرف نہ کرو"[۱۴۸]۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزب)

۸۔ بیع سلم کا اقالہ (دیکھئے مادہ اقالہ نمبر ۳)

ج۔ بیع العینہ

ا۔ تعریف: حضرت ابن عمرؓ سے عینہ کی تفسیر میں کوئی روایت منقول نہیں ہے اس کے معنی کے سلسلے میں ائمہ کا درمیان اختلاف رائے ہے۔ تاہم ہم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک عینہ سے مراد یہ ہے کہ ایک ضرورت مند شخص کسی کے پاس آئے اور اس سے مثلاً دس درہم قرض کے طور پر طلب کرے لیکن اس دوسرے شخص کو اپنی رقم قرض دینے میں کوئی دل چسپی نہ ہو۔ اس لئے کہ اسے یہ خدشہ ہو کہ اپنی رقم قرض دے کر وہ اس رقم سے حاصل ہونے والی آمدنی سے محروم ہو سکتا ہے۔ وہ قرض مانگنے والے سے کہے: "میں تمہیں رقم قرض نہیں دوں گا البتہ تمہارے ہاتھ یہ کپڑا، اگر چاہو، بارہ درہم میں فروخت کردوں گا" جبکہ مذکورہ کپڑے کی

بازار میں قیمت دس درہم ہو نیز وہ اس سے کہے کہ: "تم یہ کپڑا بازار میں جاکر دس درہم میں فروخت کردو" اور قرض مانگنے والا اس بات پر رضامند ہوجائے تو اس صورت میں بیع کی تکمیل ہوجائے گی اور اس کے نتیجے میں کپڑے کے مالک کو دو درہم حاصل ہوجائیں گے اور مشتری کو دس درہم کا قرض مل جائے گا[۱۴۹]۔

ہم نے عینہ کے درج بالا مفہوم کو دو وجوہات کی بنا پر قابل ترجیح قرار دیا ہے۔

اول یہ کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: "ہم پر ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے جبکہ ہم میں سے کوئی شخص یہ تصور نہ کرتا کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے بڑھ کر درہم و دینار کا حقدار ہے" پھر آپ نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: "لوگ جب عینہ کے تحت لین دین کریں گے اور جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ کر مویشیوں کی دموں کے پیچھے پھریں گے تو اللہ ان پر بلا نازل کردے گا اور جب تک وہ اپنے دین کی طرف لوٹ نہیں آئیں گے اللہ ان سے یہ بلا دور نہیں کرے گا" [۱۵۰]۔

حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے لوگ قرض مانگنے والے سے درہم و دینار کو روک کر نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس درہم و دینار کے اندر اس کا بھی حق ہے لیکن اس اخلاق کریمانہ میں کمی آتی گئی حتی کہ بیع عینہ نے اس کی جگہ لے لی

دوم یہ کہ حضرت ابن عمرؓ اس صورت کو مباح قرار دیتے تھے کہ ایک شخص اپنا مال فروخت کرے اور پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے مذکورہ مال بیع کے اندر مقررہ ثمن سے کم پر خرید لے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جزی)

۲۔ عینہ کا حکم: بیع عینہ کی وہ صورت جس کی ہم نے اوپر تفصیل بیان کردی ہے ایک ایسا حیلہ ہے جسے لوگ ربوا سے بچنے کا ایک ذریعہ تصور کرتے تھے۔ حالانکہ یہ صورت ربوا کے معنی اور اس کی روح کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اسے مکروہ تصور کیا ہے۔ اور اس سے روکا ہے [۱۵۱]۔ اور حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اس سے ڈرایا ہے۔ آپ بار بار فرماتے: "تم لوگ جب عینہ کے تحت لین دین کروگے اور جہاد کو ناپسند کرتے ہوئے مویشیوں کی دموں کے پیچھے پھروگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمہارے دشمن کو تم پر غلبے کی طمع پیدا ہوجائے گی" [۱۵۲]۔

د۔ بیع المرابحہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۱)

ھ۔ بیع العربون (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۵)

بیعۃ (بیعت)

امیرالمومنین کے ساتھ نصرت اور اطاعت کا معاہدہ کرنا بیعت ہے

بیعت کے احکام (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۲ تا نمبر ۵)

حرف الباء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ص ۲۸۴ ج ۵
۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۱ ب ج ۱
۳۔ بیہقی ص ۲۲۱ ج ۱' ص ۱۳۳ ج ۲ شرح السنہ ص ۵۶ ج ۲
۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ب ج ۱' المغنی ص ۸ ج ۱' حلیہ۔ العلماء ص ۵۶ ج ۱
۵۔ تفسیر قرطبی ص ۵۳ ج ۱۳
۶۔ عبدالرزاق ص ۵۰۸ ج ۴' الموطا ص ۴۹۴ ج ۲' سنن بیہقی ص ۲۵۵ ج ۹' تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۱ ج ۲' کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
۷۔ عبدالرزاق ص ۵۰۳ ج ۴' المغنی ص ۳۴۴ ج ۳' المجموع ص ۳۴۰ ج ۷
۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸ ب ج ۱' الموطا ص ۴۹۴ ج ۲' کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸ ج ۱
۱۰۔ الموطا ص ۲۹۴ ج ۲
کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
۱۱۔ شرح السنہ ص ۲۴۹ ج ۱۱
۱۲۔ نیل الاوطار ص ۷۵ ج ۳
۱۳۔ احکام القرآن جصاص ص ۳۷۸ ج ۳
۱۴۔ المغنی ص ۸۶ ج ۱
۱۵۔ المغنی ص ۸۷ ج ۱
۱۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۵۸/۱ ج ۳
۱۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶ ج ۱' المجموع ص ۲۹۲ ج ۳
۱۸۔ عبدالرزاق ص ۹۰' ۹۳ ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۴۳' ۳۴۸ ج ۲ شرح معانی الآثار للطحاوی ص ۱۱۸ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱' شرح السنہ ص ۵۷ ج ۳' کشف الغمہ ص ۹۹ ج ۱
۱۹۔ سنن بیہقی ص ۵۹' ۱۹۲ ج ۲' احکام القرآن ص ۱۶ ج ۱' شرح السنہ ص ۵۴ ج ۳' الاعتبار ص ۸۱' المجموع ص ۲۹۹ ج ۳
۲۰۔ المجموع ص ۴۳۸ ج ۳' شرح السنہ ص ۱۴۸ ج ۳' المغنی ص ۵۳۷ ج ۱' الموطا ص ۹۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۴۲ ج ۲ شرح معانی الآثار ص ۱۵۴ ج ۱' ابوداؤد فی الصلوۃ باب التشہد
۲۱۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲
۲۲۔ المحلی ص ۳۳ ج ۴
۲۳۔ احکام القرآن للجصاص ص ۴۰۰ ج ۳
۲۴۔ المغنی ص ۱۱۹ ج ۸
۲۵۔ الاموال ص ۵۷۵' المغنی ص ۱۱۹ ج ۸
۲۶۔ المغنی ص ۶۴۵ ج ۲
۲۷۔ المغنی ص ۱۱۹ ج ۸' ص ۶۴۲ ج ۲

۲۸۔ الموطا ص ۲۳۴ ج ۱
۲۹۔ سنن بیہقی ص ۵۸ ج ۶
۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۱۳ ج ۲، الحلی ص ۱۸۰ ج ۱
۳۱۔ کشف الغمہ ص ۳۸ ج ۱
۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ب، ج ۱
۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴، ۲۸ ب، ج ۱
۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۳۷ ج ۱
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱ ج ۱، الموطا ص ۱۱۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۰۲ ج ۱، المجموع ص ۹۳ ج ۲
۳۶۔ المغنی ص ۵۷ ج ۱
۳۷۔ سنن بیہقی ص ۷، ج ۱۰
۳۸۔ بخاری فی البیوع باب بیع الغرر مسلم فی البیوع باب بیع حبل الحبلہ
۳۹۔ الموطا ص ۶۴۳ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۵، عبدالرزاق ص ۶۳ ج ۸ المغنی ص ۹۰ ج ۴
۴۰۔ الحلی ص ۳۸۷ ج ۸، ص ۱۱۵ ج ۹
۴۱۔ نیل الاوطار ص ۲۷۶ ج ۵، المجموع ص ۳۵۲ ج ۱۱
۴۲۔ المجموع ص ۳۵۲ ج ۱۱
۴۳۔ بخاری فی البیوع باب الکیل علی البائع مسلم فی البیوع باب بطلان البیع قبل القبض
۴۴۔ عبدالرزاق ص ۱۴ ج ۸
۴۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱ ج ۶، المغنی ص ۱۷۷ ج ۴
۴۶۔ ابو داؤد فی الاجارۃ باب بیع الطعام قبل ان یستوفی
۴۷۔ بخاری فی البیوع باب الکیل علی البائع والمعطی، مسلم فی البیوع باب بطلان البیع قبل القبض
۴۸۔ عبدالرزاق ص ۲۸ ج ۸، شرح السنہ ص ۱۴۲ ج ۸
۴۹۔ الحلی ص ۳۹۱ ج ۸، المغنی ص ۲۰۰ ج ۴
۵۰۔ الحلی ص ۱۳۸ ج ۱
۵۱۔ شرح السنہ ص ۲۳ ج ۸
۵۲۔ عبدالرزاق ص ۵ ج ۹، المغنی ص ۳۵۲ ج ۶
۵۳۔ الموطا ص ۶۷۲ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۸، ج ۶، شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۸، المغنی ص ۴۸، ۴۹۰ ج ۴
۵۳ - ب۔ المغنی ص ۳۹۳ ج ۹
۵۴۔ الحلی ص ۳۷ ج ۹
۵۵۔ کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۲
۵۶۔ عبدالرزاق ص ۲۱۵ ج ۷

۵۷۔ سنن بیہقی ص ۱۵۱ ج ۷، شرح السنہ ص ۶۴ ج ۹

۵۸۔ سنن بیہقی ص ۳۱۳ ج ۱۰

۵۹۔ المغنی ص ۵۴۰ ج ۹

۶۰۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۸، ابن ابی شیبہ ص ۲۷۴ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۶ ج ۶، المحلی ص ۴۵ ج ۹، شرح السنہ ص ۲۹۹ ج ۸، کشف الغمہ ص ۷ ج ۲، المغنی ص ۲۶۳ ج ۴، المجموع ص ۲۷۴ ج ۹

۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۸

۶۲۔ الموطا ص ۶۴۲ ج ۲

۶۳۔ عبدالرزاق ص ۴۰ ج ۸

۶۴۔ عبدالرزاق ص ۴۳ ج ۸

۶۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱۷ ج ۵

۶۶۔ اس مسئلے پر ڈاکٹر حسن عبداللہ الامین نے ایک مقالہ لکھ کر اسلامی بینکوں کی دوسری کانفرنس میں پیش کیا تھا۔

۶۷۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۹ ج ۴

۶۸۔ المغنی ص ۲۰۲ ج ۴

۶۹۔ نیل الاوطار ص ۲۷۹ ج ۵

۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ب ج ۱، المحلی ص ۵۲۳ ج ۸

۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۸۵ ج ۷، سنن بیہقی ص ۳۱ ج ۱۰، المحلی ص ۳۱ ج ۱۰، کشف الغمہ ص ۸ ج ۲

۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱

۷۲۔ ب۔ المغنی ص ۱۳۵ ج ۴

۷۳۔ المحلی ص ۴۰۰ ج ۸

۷۴۔ عبدالرزاق ص ۲۶۱ ج ۸، المحلی ص ۴۳۴ ج ۸، المغنی ص ۱۰۱ ج ۴

۷۵۔ حوالہ درج بالا

۷۶۔ عبدالرزاق ص ۲۶۲ ج ۸، المحلی ص ۴۳۳ ج ۸

۷۷۔ عبدالرزاق ص ۳۸ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ ج ۱، المغنی ص ۶۵۲ ج ۲

۷۸۔ عبدالرزاق ص ۶۱ ج ۸

۷۹۔ المحلی ص ۴۲۸ ج ۸، المغنی ص ۱۷۳ ج ۴

۸۰۔ سنن بیہقی ص ۱۲۷ ج ۹

۸۱۔ المحلی ص ۳۳۱ ج ۱۰

۸۲۔ عبدالرزاق ص ۳۰۹ ج ۸

۸۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۱ ج ۵، عبدالرزاق ص ۱۸۷ ج ۸، المحلی ص ۵۱ ج ۹

۸۴۔ المجموع ص ۳۸۳ ج ۸، المغنی ص ۱۱۱ ج ۴

۸۵۔ المحلی ص ۵۰۴ ج ۸

۸۶۔ المغنی ص ۱۷۹ ج ۴

۸۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳۲ ج ۸' المحلی ص ۱۴ ج ۹' المغنی ص ۱۷۹ ج ۴

۸۸۔ المحلی ص ۴۴۰ ج ۸

۸۹۔ مسند احمد ص ۳۳ ج ۲' مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۰۰ ج ۴

۹۰۔ بخاری فی البیوع باب النجش' مسلم فی البیوع باب بیع الرجل علی بیع اخیہ

۹۱۔ المحلی ص ۴۴۰ ج ۸' ص ۶۳ ج ۹

۹۱۔ ب۔ شرح السنہ ص ۱۱۶ ج ۸

۹۲۔ المحلی ص ۴۵۰ ج ۸

۹۳۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶' عبدالرزاق ص ۹۰ ج ۸' المغنی ص ۲۹۷ ج ۴

۹۴۔ المحلی ص ۵۰۵ ج ۸

۹۵۔ عبدالرزاق ص ۶۰ ج ۸

۹۶۔ شرح الزرقانی للموطا ص ۲۵۱ ج ۳' المغنی ص ۲۳۳ ج ۴' المجموع ص ۳۶۹ ج ۹

۹۷۔ کشف الغمہ ص ۹ ج ۲

۹۸۔ ترمذی فی البیوع باب الصرف' ابو داؤد فی البیوع باب اقتضاء الذھب من الورق' نسائی فی البیوع باب بیع الفضۃ بالذھب' ابن ماجہ فی التجارات باب اقتضاء الذھب من الورق' المغنی ص ۴۷ ج ۴' المجموع ص ۱۰۳ ج ۱۰

۹۹۔ المحلی ص ۴۸۵' ۴۹۲ ج ۸

۱۰۰۔ المحلی ص ۴۷۶ ج ۸' عبدالرزاق ص ۳۰ ج ۸

۱۰۱۔ بخاری فی البیوع باب المزابنہ' مسلم فی البیوع باب بیع الرطب بالتمر' نسائی فی البیوع باب بیع الکرم بالزبیب' المحلی ص ۴۶۰' ۴۶۵ ج ۸

۱۰۲۔ عبدالرزاق ص ۲۱ ج ۸

۱۰۳۔ المغنی ص ۱۱ ج ۴

۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ب ج ۱

۱۰۵۔ حوالہ درج بالا

۱۰۶۔ بخاری فی البیوع باب بیع العبد.........' الموطا ص ۶۵۲ ج ۲' کتاب الام ص ۲۵۶ ج ۷' سنن بیہقی ص ۲۲ ج ۶' المحلی ص ۴۲۰ ج ۸' المجموع ص ۴۵۴ ج ۹' شرح السنہ ص ۷۵ ج ۸

۱۰۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ب ج ۱

۱۰۸۔ شرح السنہ ص ۴۷ ج ۸

۱۰۹۔ شرح السنہ ص ۲۱۹ ج ۸

۱۱۰۔ عبدالرزاق ص ۳۰۹ ج ۸

۱۱۱۔ المغنی ص ۲۱۵ ج ۴

۱۱۲۔ المحلی ص ۸۰ ج ۹

۱۱۳۔ المغنی ص ۵۹۳ ج ۳' جامع الاصول ص ۴۹۳ ج ۱

۱۱۴۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶

۱۱۵۔ المجموع ص ۴۲۰ ج ۹
۱۱۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۱۰/۲ ج ۳
۱۱۷۔ الموطا ص ۷۷۸ ج ۲
۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱' المحلی ص ۱۰۷ ج ۹' نیل الاوطار ص ۴۶ ج ۵
۱۱۹۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶
۱۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱
۱۲۱۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶
۱۲۲۔ بخاری فی البیوع باب النھی عن تلقی الرکبان' مسلم فی البیوع باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ
۱۲۳۔ المحلی ص ۵۰۰ ج ۸' المجموع ص ۲۵۱ ج ۱۰
۱۲۴۔ الموطا ص ۶۳۳ ج ۲' عبدالرزاق ۱۲۵ ج ۸
۱۲۵۔ عبدالرزاق ص ۱۱۹ ج ۸
۱۲۶۔ نیل الاوطار ص ۳۰۲ ج ۵' نیز دیگر مراجع جن کی طرف اس کتاب میں اشارہ کیا گیا ہے۔
۱۲۷۔ نیل الاوطار ص ۳۰۲ ج ۵
۱۲۸۔ المحلی ص ۵۰۹ ج ۸
۱۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۹ ج ۶
۱۳۰۔ الموطا ص ۲۴۴ ج ۲' المحلی ص ۱۱۵ ج ۹

۱۳۱۔ عبدالرزاق ص ۵' ص ۹ ج ۸
۱۳۲۔ المحلی ص ۱۰۹ ج ۹
۱۳۳۔ حوالہ درج بالا
۱۳۴۔ عبدالرزاق ص ۲۵ ج ۸' المغنی ص ۲۷۸ ج ۴ المحلی ص ۱۰۹ ج ۹' بدایۃ المجتھد ص ۲۰۱ ج ۲
۱۳۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱ ج ۶
۱۳۶۔ سنن بیہقی ص ۲۰ ج ۶' ابن ابی شیبہ ص ۲۷۸ ج ۱' المحلی ص ۱۱۵ ج ۹
۱۳۷۔ عبدالرزاق ص ۵ ج ۸
۱۳۸۔ الموطا ص ۶۴۴ ج ۲' المحلی ص ۱۱۵ ج ۹
۱۳۹۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶
۱۴۰۔ المغنی ص ۲۹۷ ج ۴
۱۴۰۔ ب۔ المجموع ص ۳۷۴ ج ۹
۱۴۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱' المغنی ص ۲۹۰ ج ۴
۱۴۲۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶
۱۴۳۔ عبدالرزاق ص ۱۴ ج ۸' ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ب ج ۱
۱۴۴۔ المحلی ص ۵۰۵ ج ۸' عبدالرزاق ص ۹۰ ج ۸' المغنی ص ۱۷۷ ج ۴
۱۴۵۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶
۱۴۶۔ المحلی ص ۴ ج ۹' المغنی ص ۳۰۳ ج

۴، ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۴ ج ۸

۱۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۸

۱۴۸۔ حنفیہ کے نزدیک عینہ کا یہی مفہوم ہے۔

۱۴۹۔ رد المحتار علی الدر المختار ص ۲۷۹ ج ۴

۱۵۰۔ شرح الزرقانی علی الموطا ص ۳۸۶ ج ۳، مسند عبداللہ بن عمر نمبر ۲۲

۱۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۱۶ ج ۵، المحلی ص ۱۰۶ ج ۹

۱۵۲۔ شرح السیر الکبیر ص ۲۵ ج ۱

حرف التاء

تادیب (تادیب کرنا)

۱۔ تعریف: تادیب اس سزا کو کہتے ہیں جو قاضی کے سوا کوئی اور ولی اس شخص کو دے جس پر اسے ولایت حاصل ہو اور اس سزا کا مقصد اس کے منحرفانہ رویے کی اصلاح ہو۔

۲۔ نابالغ کی تادیب

اللہ تعالیٰ نے باپ پر اپنے بیٹے کی تربیت کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ اگر اس کا باپ نہ ہو تو یہ ذمہ داری ولی کی ہوگی۔ باپ اور ولی (سرپرست) پر اسے سرانجام دینا لازم ہے۔ نابالغ کے منحرفانہ رویے کی اصلاح بھی ان کے ذمہ ہے تاکہ وہ بڑا ہو کر ایک صالح نوجوان بنے۔ اس بارے میں ولی اور باپ اللہ کا سامنے جوابدہ ہوں گے منحرفانہ رویے کی اصلاح بعض دفعہ تو پند و نصیحت کے ذریعے کی جاتی ہے' بعض دفعہ ترغیب کے ذریعے اور بعض دفعہ تادیب کے ذریعے۔ اللہ سبحانہ سورہ انبیاء آیت نمبر۹۰ میں فرماتا ہے (انهم كانوا يسارعون في الخيرات و يدعوننا رغبا و رهبا یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کا ساتھ پکارتے تھے) جس طرح اس آیت میں ارشاد ہے' ترغیب اور تادیب تربیت کے دو وسیلے ہی۔ نابالغ کی تادیب کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "اپنے بیٹے کی تادیب کرو۔ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے بیٹے کی کس طرح تادیب کی اور اسے کیا سکھایا' تم اپنے بیٹے کے ساتھ جو نیکی کروگے اور وہ تمہاری جس طرح فرماں برداری کرے گا اس کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا"[۱]۔

حضرت ابن عمرؓ اپنی اولاد کی حق بجانب پٹائی کرتے تھے[۲]۔

۳۔ چہرے اور سر کو مار کا نشانہ نہ بنانا: تادیب کرنے والے کے لئے جائز نہیں کہ وہ بچے کے چہرے پر کوئی ضرب لگائے کیونکہ بعض دفعہ اس سے چہرہ بگڑ جاتا ہے نیز چہرے کی تکریم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسے ضرب کا نشانہ نہ بنایا جائے حضرت ابن عمرؓ کے

غلام سالم نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ چہرے پر ضرب لگا کر اس پر نشان ڈال دینے کو مکروہ تصور کرتے تھے اور فرماتے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر ضرب لگانے سے منع فرمایا ہے"[۳]۔ آپ کی مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: "اگر تم میں سے کوئی شخص ضرب لگائے تو چہرے کو بچالے"[۴]۔ اس طرح سر پر ضرب لگانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے بڑے خطرات ہیں اور اس سے بچے کی خودی مجروح ہوتی ہے[۵]۔

تامین (آمین کہنا)

۱۔ تعریف: آمین کہنا تامین کہلاتا ہے۔

۲۔ تامین کب ہوتی ہے؟

نماز کے اندر سورہ فاتحہ کے آخر پر آمین کہی جاتی ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جزد کا جز ۳)

تبرع (تبرع کرنا)

۱۔ تعریف: عوض کے بغیر تملیک کو تبرع کہتے ہیں

۲۔ تبرع کے عقود: تبرع کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً صدقہ، ہبہ، وصیت، وقف، عتق، اعارہ اور قرض وغیرہ۔ ان عقود میں سے ہر ایک پر ہم اس کے مقام پر بحث کریں گے اور عتق پر بحث (مادہ رق نمبر۸ جزج) میں کریں گے۔

۳۔ تبرع کرنے والا:

الف۔ متبرع کے لئے شرط یہ ہے کہ بے عقلی، صغرسنی، جنون یا غلامی کی بنا پر اس کے تصرفات پر پابندی نہ لگی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "مملوک کے لئے اپنے مال میں سے کچھ دینا جائز نہیں ہے۔ وہ غلام آزاد بھی نہیں کرسکتا اور نہ ہی صدقہ کرسکتا ہے، وہ صرف اپنے آقا کی اجازت سے ایسا کرسکتا ہے تاہم وہ، اس کی اولاد اور اس کی بیوی معروف طریقے سے کھائیں گے اور لباس پہنیں گے"[۶]۔

ب۔ کوئی شخص کسی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تبرع نہیں کرسکتا خواہ یہ غیر

شخص باپ یا کوئی اور کیوں نہ ہو۔ حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ نے ایک اونٹ ذبح کیا، اتنے میں ایک سائل آیا اور اس نے حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ ذبیحہ میرا نہیں ہے" یہ سن کر آپ کے بیٹے حمزہ نے کہا: "اباجان! آپ کو اجازت ہے کہ آپ اس میں سے جتنا چاہیں کھلادیں"[۷]۔

۴۔ تبرع کا لزوم: معاوضہ کے عقود مثلاً بیع اور اجارہ عقد کے ساتھ ہی لازم ہو جاتے ہیں۔ لیکن عقود تبرع کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ صدقہ اور غیر صدقہ میں فرق کرتے ہیں۔ صدقہ تو صدقہ کرنے والے پر صدقہ کی چیز الگ کرنے اور اس کی تعین کا ساتھ ہی لازم ہو جاتا ہے لیکن فقیر صرف قبضہ کے ذریعے اس کا مالک قرار پاتا ہے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص صدقہ کے طور پر کسی معین فقیر کے لئے کوئی چیز نکال دے تو اس کے لئے مذکورہ چیز کسی اور فقیر کو دے دینا جائز ہو گا تاہم اس کے لئے صدقہ کے طور پر نکالی ہوئی اس چیز کو اپنے مال میں لوٹا دینا جائز نہیں ہو گا[۸]۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: "صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک اس پر قبضہ نہ کرلیا جائے"[۹]۔

صدقہ کے سوا تبرع کے دیگر عقود مثلاً ہبہ، وصیت، اعارہ اور قرض وغیرہ کے اندر تبرع کرنے والے پر ان کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب تبرع سے فیض یاب ہونے والا شخص اس پر قبضہ کرلے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص کسی شخص کے لئے کوئی ہدیہ خریدے اور پھر اسے ہدیہ حوالہ کرنے سے پہلے اس کی رائے بدل جائے تو اس صورت میں وہ یہ ہدیہ اپنے مال کے ساتھ ضم کرسکتا ہے۔ لیکن اگر صدقہ ہوتا تو وہ اسے اپنے مال کے ساتھ ضم نہ کرسکتا۔

قبضے کے بعد اگر تبرع صدقہ کی صورت میں ہو تو متبرع کے لئے اس سے رجوع کرلینا جائز نہیں ہو گا۔ خواہ یہ صدقہ بحالہ موجود کیوں نہ ہو۔ اگر تبرع ہبہ وغیرہ کی صورت میں ہو تو جب تک یہ بحالہ موجود ہو اس وقت تک متبرع کے لئے اس سے رجوع کرلینا جائز ہو گا۔ اگر اسے معاوضہ کے طور پر اس کے بدلے میں کوئی چیز دے دی جائے تو اس کے بعد رجوع کرنا اس کے لئے مباح نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے

فرمایا :"وہ اس ہبہ کا اس وقت تک زیادہ حقدار ہوگا جب تک وہ اس کے متعلق رضامند نہ ہو"[۱۰]۔

۵۔ تبرع کے اندر اولاد کے درمیان مساوات: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ تبرع کے اندر اولاد کے درمیان مساوات واجب نہیں ہے اور باپ کو اختیار ہے کہ چاہے مساوات برتے یا نہ برتے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک بیٹے کو تین یا چار غلام دے دیئے"۔ اور اس سلسلے میں اپنی اولاد کے درمیان مساوات قائم نہیں کی۔

تبرک (برکت حاصل کرنا)

برکت حاصل کرنے اور خیر کے التماس کو تبرک کہتے ہیں

حضور ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ اثر نمبر ۲)

تبول (پیشاب کرنا)۔ دیکھئے مادہ بول

تثویب (تثویب کرنا)

اذان کے اندر تثویب (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۱۰ کے جز الف کا جز ۲)

تحصیب (وادی محصب میں پہنچنا)

مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت محصب کے مقام پر اتر کر وہاں نمازیں پڑھنا تحصیب کہلاتا ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۲)

تحلل (کھل جانا، نکل آنا)

کسی بندش سے نکل آنے اور آزاد ہوجانے کو تحلل کہتے ہیں۔

احرام سے تحلل (دیکھئے مادہ حج، نمبر ۲۳، ۲۷)

سلام پھیرنے کے ذریعے نماز سے تحلل (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ط کا جز ۵)

تحلی (زیور پہننا)

دھاتی زیورات سے تزئین کو تحلی کہتے ہیں (دیکھئے مادہ حلی)

تحلیل (حلالہ کرنا)

۱۔ تعریف: تین طلاق یافتہ عورت سے کسی شخص کا اس لئے نکاح کرنا تحلیل کہلاتا ہے کہ وہ اسے طلاق دینے والے شوہر کے لئے حلال کردے

۲۔ تحلیل کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں تحلیل کا عمل زناکاری ہے اور اللہ کے دین میں حلال نہیں ہے۔ خواہ عقد نکاح میں اس کی شرح عائد کردی گئی ہو یا عائد نہ کی گئی ہو اور خواہ پہلے شوہر کو اس کا علم ہو یا علم نہ ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو جو اس کی سگی چچا زاد بہن تھی' تین طلاقیں دے دیں اور پھر اپنے فعل پر نادم ہو کر اسے کسی اور شخص کے نکاح میں دینے کا ارادہ کر لیا جو اسے اس کے لئے حلال کردے' آپ نے جواب میں فرمایا: "دونوں زانی ہیں خواہ وہ بیس برسوں تک اس حالت میں رہیں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ وہ نکاح اس لئے کر رہا ہے کہ اسے اس کے پہلے شوہر کے لئے حلال کردے"[۱۲]۔

نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور پھر اس کے بھائی نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس بارے میں دونوں بھائیوں کے درمیان کوئی خفیہ صلاح مشورہ نہیں ہوا' اور نہ ہی اس بات کا علم تھا کہ بھائی نے اس کے ساتھ اسے اپنے بھائی کے لئے حلال کرنے کی خاطر نکاح کیا ہے ایسی صورت میں کیا مذکورہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "نہیں' صرف رغبت کے تحت نکاح سے ایسا ہو گا۔ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں اس چیز کو سفاح یعنی زنا اور بدکاری شمار کرتے تھے"[۱۳]۔

جب آپ سے حلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ سفاح یعنی بدکاری ہے"[۱۴]۔

آپ نے فرمایا: "حلالہ کرنے والے پر' جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر اور حلالہ کے عمل کی زد میں آنے والی عورت پر خدا کی لعنت ہے"[۱۵]۔

۳۔ تحلیل کی سزا: حضرت ابن عمرؓ تحلیل کو زنا تصور کرتے تھے اور اس کی سزا وہی

قرار دیتے تھے جو زناکاری کی سزا ہے۔ آپ فرماتے: "اگر میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا یا وہ شخص جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے' لایا جائے تو میں اسے سنگسار کر دوں"[۱۶]۔
'حلالہ کرنے والے کو سنگسار اس لئے کیا جائے گا کہ تحلیل زناکاری ہے اور وہ زانی ہے' دوسرے شخص کو اس لئے رجم کیا جائے گا کہ اس نے تین طلاق یافتہ اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی تھی جبکہ ابھی اس نے کسی اور شخص سے نکاح نہیں کیا تھا اور یہ ہمبستری زناکاری تھی

تحول (ایک حالت سے دوسری حالت میں بتدیل ہو جانا) دیکھئے مادہ استحالہ

تختم

(انگوٹھی پہننا)

۱۔ تعریف: انگوٹھی پہننے کو تختم کہتے ہیں۔

۲۔ تختم کے احکامات

الف۔ سونے کی انگوٹھی پہننا: مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ ان پر سونا حرام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ آپ نے اس کی انگوٹھی اتار کر اسے دے ماری[۱۷]۔

ب۔ انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہننا: حضرت ابن عمرؓ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے[۱۸]۔

ج۔ انگوٹھی پر نقش قائم کرنا۔ لوگوں کو اس کی عادت تھی۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے بھی انگوٹھی پر اپنا نام نقش کیا تھا لیکن آپ اسے پہنتے نہیں تھے[۱۹]۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام تھا اور بعض صورتوں میں اسے پہننے کی وجہ سے اللہ کے نام کی توہین ہوتی تھی مثلاً بیت الخلاء میں جاتے وقت یا اسے میل کچیل لگ جانے کا اندیشہ ہوتا۔ اس لئے آپ یہ انگوٹھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رکھتے یا اپنے بیٹے عبیداللہ کے پاس اور بوقت ضرورت ان سے منگوا کر اس کے ذریعے مہر ثبت کرتے اور پھر اسے واپس کر دیتے[۲۰]۔

د۔ وضو کرتے وقت انگوٹھی کو حرکت دینا: وضو میں دھلنے والے اعضاء کے تمام اجزاء

تک پانی پہنچنا واجب ہے۔ اس لئے انگوٹھی پہنا ہوا شخص اگر وضو کرنے لگے تو اسے اپنی انگوٹھی کو حرکت دینا ضروری ہے تاکہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ پانی انگوٹھی کے نیچے تک پہنچ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دے لیتے[۲۱]۔

تخصر (کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا)

نماز میں تخصر کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۵)

تخلی (قضائے حاجت کرنا)

۱۔ تعریف: تخلی سے ہمارے مراد قضائے حاجت یعنی پیشاب یا پاخانہ کرنا ہے۔

۲۔ تخلی کی جگہ: اگر کوئی شخص قضائے حاجت کرنا چاہے تو یہ قضائے حاجت ایسی جگہ کرنا اس پر لازم ہوگا جہاں کسی اور کو اس کے اس فعل سے ضرر نہ پہنچے اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے گزرگاہ پر قضائے حاجت کو مکروہ قرار دیا ہے[۲۱-ب]۔

اسی طرح پھلدار درخت کے نیچے اور نہر کے کنارے بھی یہ فعل مکروہ ہے۔ آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ نے پھلدار درخت کے نیچے یا جاری نہر کے کنارے قضائے حاجت سے منع فرمایا ہے"[۲۲]۔ اسی طرح قبر کے اوپر قضائے حاجت بھی مکروہ ہے' (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز واؤ)

۳۔ قبلہ رخ قضائے حاجت کرنا: ایک شخص یا تو صحرا میں قضائے حاجت کرے گا یا آبادی میں اگر صحرا ہو تو قبلہ رخ ہونا مکروہ ہوگا۔ اگر آبادی کے اندر ہو تو قبلہ رخ ہونا جائز ہوگا۔[۲۳]

اگر اس شخص اور قبلے کے درمیان کوئی چیز آڑ کے طور پر ہو تو یہ بھی آبادی کے حکم میں ہوگی۔ مروان الاصغر کہتے ہیں کہ: "میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی اونٹنی قبلہ رخ بٹھا دی اور پھر اس کی طرف رخ کرکے پیشاب کرنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو میں پوچھا: "ابو عبدالرحمن' کیا ایسا کرنے سے روکا نہیں گیا ہے؟" آپ نے جواب دیا: "کیوں نہیں' ہمیں فضاء یعنی کھلی جگہ میں ایسا کرنے سے روکا گیا ہے لیکن

اگر تمہارے اور قبلہ درمیان کوئی چیز ساتر کے طور پر ہو تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"[۲۴]۔

۴۔ ایسی چیز پاس نہ رکھنا جس میں اللہ کا نام ہو: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص بیت الخلاء میں اپنے ساتھ ایسی چیز لے جائے جس میں اللہ کا نام درج ہو مثلاً انگوٹھی اور درہم و دینار وغیرہ۔ ہم نے (مادہ تختم نمبر ۲ کے جز ج) میں دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی انگوٹھی نہیں پہنتے تھے اس لئے کہ اس میں اللہ کا نام لکھا ہوا تھا تاکہ بیت الخلاء وغیرہ میں جانے کی صورت میں اللہ کے نام کی توہین نہ ہو۔

۵۔ تخلی کی کیفیت: جو شخص قضائے حاجت کرنا چاہے اس پر لوگوں سے دور ہو جانا اور ان کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا لازم ہے۔ ہم نے (مادہ تخلی نمبر ۳) میں دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پیشاب کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی اونٹنی کو بٹھا کر اسے اپنے لئے آڑ بنا لیتے۔ اسی طرح اگر مذکورہ شخص صحرا اور کھلی جگہ پر ہو تو اسے قضائے حاجت کے دوران قبلہ رخ نہیں ہونا چاہئے (دیکھئے مادہ تخلی نمبر ۳) نیز کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہئے (دیکھئے مادہ بول نمبر ۳)

۶۔ تخلی کے بعد استنجاء کرنا یعنی ڈھیلوں کا استعمال (دیکھئے مادہ استنجاء)

تداوی (علاج کے لئے ادویات وغیرہ استعمال کرنا)

۱۔ تعریف: کسی مرض سے شفاء حاصل کرنے کے لئے دوائی کا استعمال تداوی کہلاتا ہے

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کم از کم تداوی کی اباحت کے قائل تھے' آپ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت کو حیض کا خون طویل عرصے تک آتا رہتا ہے اور وہ ایسی دوا پینا چاہتی ہے جس سے خون آنا بند ہو جائے۔ آپ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا[۲۵]۔
آپ خود بھی دوائی استعمال کیا کرتے تھے اس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ کونسی دوائیں حلال ہیں اور کونسی حرام؟

الف۔ حرام دوائیں

حضرت ابن عمرؓ نے ہر ایسی چیز کو دوا کے طور پر استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے جو

حرام ہو۔ آپ جب اپنے خاندان کے کسی فرد کے علاج کیلئے کوئی طبیب طلب کرتے تو اس پر یہ شرط عائد کردیتے کہ وہ اللہ کی حرام کردہ کوئی چیز دوا کے طور پر نہ دے[۲۶]۔

ان محرمات میں سب سے زیادہ واضح چیز شراب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ شراب کے ذریعے علاج کو کسی صورت میں مباح قرار نہیں دیتے تھے' خواہ علاج اس کے پینے کے ذریعے ہو یا حقنہ کرنے کے ذریعے یا ملنے کے ذریعے یا اس کے ساتھ نہانے کے ذریعے۔ آپ نے شراب کے ذریعے اونٹ کے زخم کے علاج کو مکروہ قرار دیا ہے[۲۷]۔

ایک عورت نے پوچھا کہ اس کی بیٹی کو برسام کی بیماری لگ گئی ہے جس کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں اور اسے مشورہ دیا گیا ہے کہ سر پر شراب سے کنگھی کرے' آپ نے یہ سن کر فرمایا: "اپنی بیٹی کے بالوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو" [۲۸]

۔

انسان اور جانور دونوں کا شراب کے ذریعے علاج یکساں ہے۔ آپ نے ایک شخص کے لئے یہ بات مکروہ قرار دی کہ وہ اپنے جانور کے زخم کا علاج شراب کے ذریعے کرے[۲۹]۔

آپ سے ایک غلام کا ذکر ہوا جس کی اونٹنی کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور اس کے لئے شراب بطور علاج تجویز ہوئی تھی' آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے شاید اونٹنی کو شراب پلائی ہے' اس نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر تم ایسا کرتے تو میں تمہاری زبردست پٹائی کرتا" [۳۰]۔ (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۳ کا جز د)

۲۔ محرم کے لئے حالت احرام میں ہر ایسی چیز بطور دوا استعمال کرنا ممنوع ہے جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو۔ تیل لگا کر علاج کو بھی آپ نے مکروہ قرار دیا البتہ اس کے لئے مذکورہ چیزوں کے سوا دیگر اشیاء کے ذریعے علاج کو مباح قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں سرمہ وغیرہ سب کا حکم یکساں ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کے اجزاء ۳'۴) نیز (مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ط)

ب۔ مباح ادویات: مذکورہ بالا ادویات کو سوا دیگر ادویات مباح ہیں حضرت ابن عمرؓ نے تریاق کے ذریعے علاج کو مباح قرار دیا ہے جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو

آپ نے مریض کو تریاق پلانے کا حکم دیا[۳۱]۔

اسی طرح داغنے کے ذریعے نیز تعویذ کے ذریعے علاج کو بھی مباح قرار دیا۔ آپ نے لقوہ کا علاج داغنے کے ذریعے کیا تھا اور بچھو کے ڈنگ کا علاج تعویذ کے ذریعے کیا تھا [۳۲]۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے واقد کا علاج داغنے کے ذریعے کیا تھا [۳۳]

۔

سینگی لگانے کے ذریعے علاج کو بھی آپ مباح قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ حجامہ)

۴۔ علاج کرنے والے کے لئے تجربہ کار ہونے نیز اسے معاوضہ دینے کی شرط (دیکھئے مادہ حجامہ)

تدبیر (غلام یا لونڈی کو مدبر کرنا)

مملوک کی آزادی کو اس کے مالک کی موت کے ساتھ معلق کر دینا تدبیر کہلاتا ہے۔

(دیکھئے مادہ رق نمبر۶)

تدلیس (عیب چھپانا)

عیب کو پوشیدہ رکھنا تدلیس ہے

خیار تدلیس (دیکھئے مادہ خیار نمبر۵)

تدوین (مدون کرنا)

کاغذ میں علم کی تدوین کی کراہت (دیکھئے مادہ علم نمبر۲)

تراویح (نماز تراویح)

رمضان میں قیام اللیل کی نماز کو تراویح کہتے ہیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳۴)

ترتیب (ترتیب قائم کرنا)

مخصوص اشیاء کو اس طرح مخصوص طریقے سے کرنا ترتیب قائم کرنا کہلاتا ہے کہ ان میں سے بعض بعض پہ مقدم ہونے نہ پائیں۔

وضوء کے افعال کے اندر ترتیب (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۴)

فوت شدہ نمازوں کو قضاء کرنے میں ترتیب (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کے جز د کا جز ۳)
مناسک حج کی ترتیب (دیکھئے مادہ حج) نیز دسویں ذی الحجہ کے مناسک کی ترتیب (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۲ تا ۲۶)

میت کے ترکہ سے متعلقہ حقوق کے اندر ترتیب (دیکھئے مادہ ترکہ نمبر۲)

ترکہ (ترکہ)

تعریف۔ مرنے والا جو اموال چھوڑ جائے اسے ترکہ کہتے ہیں جبکہ ان اموال میں کوئی بھی معین چیز کسی غیر کے حق کے ساتھ متعلق نہ ہو۔

۲۔ ترکہ سے متعلقہ حقوق: میت کے ترکہ کے ساتھ چند مرتب حقوق کا تعلق ہوتا ہے جو یہ ہیں۔

الف۔ میت کی تجہیز و تکفین: میت کا کفن دفن اس کی زندگی میں اس کے لباس اور مسکن کے بمنزلہ ہوتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں اس کے دیون ادا کرنے کے لئے اس کے لباس اور مسکن کو فروخت کردینے کا حکم نہیں دیا جاتا۔

ب۔ اس کے دیون کی ادائیگی: دین کی ادائیگی تبرعات پر مقدم ہوتی ہے۔ جس شخص پر اس کے افلاس وغیرہ کی وجہ سے پابندی لگ جاتی ہے اسے اس وقت تک تبرعات سے روک دیا جاتا ہے جب تک وہ اپنے اوپر عائد شدہ دیون ادا کرکے اپنے آپ کو چھڑا نہ لے۔

ج۔ میت کی وصیتوں کی تنفیذ: ان وصیتوں کی دو قسمیں ہیں: فلاں فلاں کے لئے مالی وصیتیں اور عتق کی وصیتیں مثلاً وہ کہے: "میں فلاں غلام کو آزاد کردینے کی وصیت کرتا ہوں" یا اسی طرح کے دیگر کلمات۔ اگر وصیت کی یہ دونوں قسمیں جمع ہوجائیں تو اس صورت میں گردنوں کو آزاد کرنے کے لئے ترغیب کے سلسلے میں شریعت کے مقصد کو بروئے کار لانے کی خاطر عتق کی وصیت کو مالی وصیت پر مقدم کیا جائے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر عتق اور وصیت یکجا ہوجائیں تو ابتداء عتق سے کی جائے گی" [۳۴]۔

د۔ باقیماندہ ترکہ سے ہر وارث کا اپنا حق وصول کرنا: اگر وارث کو مورث کے ترکہ

میں ایسی چیز مل جائے جسے اس نے اسے زکوۃ کے طور پر دے دی ہو تو اس کے لئے مذکورہ چیز میراث کے طور پر لینا جائز نہیں ہوگا۔ اسے کوئی اور وارث لے گا۔ اگر مذکورہ چیز کے سوا ترکہ میں کوئی اور چیز نہ ہو تو وارث اسے فقراء کے حوالے کردے گا[۳۵]۔

مثلاً اگر میت کو سائبہ کے طور پر آزاد کردیا گیا ہو یعنی آزاد کرنے میں ولاء کی شرط نہ رکھی گئی ہو اور میت کا وارث صرف اسے آزاد کرنے والا ہی ہو تو اس صورت میں وہ ولاء کی بنا پر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے تھی۔ بلکہ اس کے ترکہ میں سے مذکورہ بالا حقوق ادا کرنے کے بعد باقیماندہ ترکہ غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کردیا جائے گا۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس آپ کے آزاد کردہ ایک غلام کا مال اس کی وفات کے بعد لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: "ہم نے اسے سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا" پھر آپ نے حکم دیا کہ اس مال سے غلام خرید کر کے آزاد کردیئے جائیں[۳۶]۔

زیاد بن نعیم کہتے ہیں کہ: "میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص ایک تھیلی اور چاندی کی سکے لے کر آیا اور کہا: "آپ کے والد کا آزاد کردہ فلاں غلام وفات پاگیا ہے۔ اور اس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں یہ چیزیں آپ کے حوالے کردوں" یہ سن کر آپ فرمایا: "افسوس' اس نے یہ مال اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کیا" اتنے میں عاصم بن عمرؓ کا ایک قاصد آیا اور پیغام دیا کہ: "میرے والد کے آزاد کردہ غلام کی میراث میں میرا حصہ مجھے دے دیا جائے" حضرت ابن عمرؓ نے سارا مال عاصم کو بھیج دیا۔ آپ سائبہ کے وارث نہیں بننا چاہتے تھے کیونکہ حضرت عمرؓ نے یہ غلام سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ جز ج)

تسری (سریہ کے طور پر لونڈی حاصل کرنا)

۱۔ تعریف: ملک یمین کے تحت لونڈی سے ہمبستری کرنا تسری کہلاتا ہے۔

۲۔ وطی کا مقام: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وطی عورت کے اندام نہانی میں

ہوتی ہے تاہم دبر میں وطی کی اباحت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات میں اختلاف ہے اس کی تفصیل ہم (مادہ وطء نمبر ۲ کے جز واؤ) میں بیان کریں گے۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ کے قول کا یہ مفہوم لینا ضروری ہے کہ خواہ لونڈی ہو یا بیوی' دبر میں وطی کی ممانعت ہے

۳۔ کس لونڈی کے ساتھ تسری کی اباحت ہے ؟

جس لونڈی کے ساتھ تسری ہو اس کے اندر درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

الف۔ وہ تسری کرنے والے آقا کی ملکیت تامہ کے تحت مملوکہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :"کوئی شخص کسی لونڈی سے ہمبستری نہ کرے مگر صرف اس لونڈی سے جسے وہ اگر چاہے تو فروخت کرسکتا ہو اور اگر چاہے تو ہبہ کرسکتا ہو اور اگر چاہے تو اپنے پاس رکھ سکتا ہو اور اس کے ساتھ جو کچھ بھی کرنا چاہے کرسکتا ہو" [۳۷]۔ یہ صورت صرف اس لونڈی کے سلسلے میں اختیار کی جاسکتی ہے جس پر اس کے آقا کو ملکیت تامہ حاصل ہو۔

اگر لونڈی بیع یا اعتاق کی وجہ سے اپنے آقا کی ملکیت سے نکل جائے تو وہ آقا پر حرام ہوجاتی ہے اور صرف عقد نکاح کے ذریعے اس کے ساتھ ہمبستری حلال ہوتی ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ کے ایک غلام کے پاس دو سریہ یعنی لونڈیاں تھیں' آپ نے مذکورہ لونڈیوں کو آزاد کردیا اور غلام کو نکاح جدید کے بغیران دونوں سے قربت کرنے سے روک دیا۔ [۳۸]

ب۔ مشترکہ لونڈی کے ساتھ تسری: مشترکہ لونڈی کسی ایک شریک کی ملکیت تامہ کے تحت نہیں ہوتی اس لئے حضرت ابن عمرؓ نے کسی بھی شریک کو اس کے ساتھ تسری کی اباحت نہیں کی۔ اگر کوئی شریک اس کے ساتھ ہمبستری کرلے تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی کیونکہ لونڈی کے اندر ملکیت کا شبہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مشترکہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرلی آپ نے فرمایا :"وہ خائن ہے اور اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ البتہ اسے تعزیر کی جائے گی" [۳۹]۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ایک لونڈی دو افراد کے درمیان مشترک ہو اور ایک فرد اس کے ساتھ ہمبستری کرلے تو اسے ننانوے کوڑے لگائے جائیں گے"[۴۰]۔
اگر دوسرا شریک اسے لینے سے انکار کردے تو لونڈی کی قیمت لگائی جائے گی اور زانی شریک اس قیمت کے بدلے اسے لے لے گا[۴۱]۔

ج۔ غلام کے تسری کا عمل: حضرت ابن عمرؓ تسری والی لونڈی کے لئے ملکیت تامہ کی شرط سے صرف ایک صورت کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ جس غلام کو لونڈیاں اپنی ملکیت میں لینے کی اجازت حاصل ہو وہ تسری کرسکتا ہے۔ آپ اس کے لئے اپنی مملوکہ لونڈی کے ساتھ آقا کی اجات سے تسری کو جائز قرار دیتے تھے۔ باوجودیکہ اس کی ملکیت میں موجود لونڈیاں حقیقت میں اس کی ملکیت نہیں ہوتیں بلکہ اس کے اقا کی ملکیت ہوتی ہیں اس لئے کہ غلام کسی عین یعنی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ البتہ وہ اجازت کی بنا پر تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے غلاموں کو تسری کرتے دیکھتے اور ان پر نکتہ چینی نہ کرتے[۴۲]۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے ایک غلام کی دو سریہ یعنی لونڈیاں تھیں آپ نے دونوں کو آزاد کردیا اور اپنے غلام سے فرمادیا کہ وہ نکاح کے بغیر ان کے قریب نہ جائے (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز الف)

د۔ اس لونڈی کے ساتھ تسری جس سے وطی کی اجازت دے دی جائے: کسی بھی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی لونڈی کے ساتھ تسری کرے جس کے مالک نے اسے ہمبستری کرنے کی اجازت دے دی ہو۔ بنا بریں ماں کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی لونڈی کے ساتھ اپنے بیٹے کو ہمبستری کرنے کی اجازت دے اور اگر ماں اجازت دے بھی دے تو بیٹے کے لئے لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنا حلال نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: "میری ماں کی ایک لونڈی ہے اور ماں نے مجھے اس کے پاس جانے کی اجازت دے دی ہے" آپ نے جواب دیا: "یہ لونڈی تمہارے لئے تین باتوں میں سے ایک کے ذریعے حلال ہوسکتی ہے یا تو تم اس کے ساتھ نکاح کرلو یا اسے تم خرید لو یا تمہاری ماں اسے تمہیں ہبہ کردے"[۴۳]۔

کسی شخص کے لئے اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ اس دلیل کے تحت ہمبستری کرنا جائز نہیں کہ وہ اس کی مالکن کے ساتھ ہمبستری کرتا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو عبدالرزاق نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ اسے سنگسار کردیا جائے گا۔ [۴۳]

ب۔

امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اسے حد نہیں لگائی جائے گی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ [۴۴]

ھ۔ شادی شدہ لونڈی سے تسری کرنا: شادی شدہ لونڈی کے ساتھ تسری کرنا حلال نہیں ہے خواہ یہ لونڈی آقا کے پاس ہوتے ہوئے کسی کے نکاح میں چلی گئی ہو یا جب اس نے اسے خریدا تھا اس وقت یہ کسی کے نکاح میں تھی۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: "میں نے ایک لونڈی خریدی ہے جس کا شوہر ہے کیا میں اس کے ساتھ ہمبستری کرسکتا ہوں؟" آپ نے جواب میں فرمایا: "کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے زناکاری حلال کردوں" [۴۵]

و۔ تسری کے اندر محارم کو یکجا کردینا: اگر ایک شخص کسی لونڈی سے تسری کرے تو اس کے لئے مذکورہ لونڈی کے محارم مثلاً بہن، پھوپھی اور خالہ وغیرہ کے ساتھ اس وقت تک تسری کا جواز نہیں ہوگا جب تک پہلی لونڈی بیع یا ہبہ یا عتق کے ذریعے اس کی ملکیت سے نکل نہ جائے۔ ایک شخص کی دو لونڈیاں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں۔ اس نے ایک کے ساتھ ہمبستری کرلی اور دوسری کے ساتھ ہمبستری کا ارادہ کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اسے یہ حق حاصل نہیں، پوچھا گیا کہ اگر وہ ہمبستری کرلے؟ تو آپ نے فرمایا: "وہ اس کے ساتھ اس وقت تک ہمبستری نہیں کرسکتا جب تک پہلی لونڈی کو اپنی ملکیت سے خارج نہ کردے" [۴۶]

حضرت ابن عمرؓ کی دو لونڈیاں آپس میں بہنیں تھیں آپ نے ایک کے ساتھ ہم بستری کرلی اور جب دوسری کے ساتھ ہم بستری کرنی چاہی تو پہلے وطی شدہ لونڈی کو اپنی ملکیت سے خارج کیا اور فرمایا: "اگر کسی شخص کے پاس دو لونڈیاں ہوں اور وہ آپس میں بہنیں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ہمبستری کرلے تو جب تک اسے

اپنی ملکیت سے خارج نہ کردے اس وقت تک دوسری کے ساتھ ہمبستری نہ کرے" [۴۷]

اس بات کے لئے صرف یہ کرنا کافی نہیں ہوگا کہ وہ پہلی کو اپنی ذات پر حرام کردے یا اسے اپنی ملکیت میں باقی رکھتے ہوئے اس کا نکاح کسی اور کے ساتھ کرادے حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ ایک شخص اپنی وطی شدہ لونڈی کی بہن یعنی اپنی دوسری لونڈی کے ساتھ وطی کرے خواہ اس نے پہلی لونڈی کو کسی کے نکاح میں کیوں نہ دے دیا ہو [۴۸]

ز۔ مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری: ایک شخص اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرسکتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی چاہے تو اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرسکتا ہے" [۴۹]

حضرت ابن عمرؓ نے اپنی دو لونڈیاں مدبرہ کردی تھیں' آپ ان کے ساتھ ہمبستری کرتے پھر آپ نے ان میں سے ایک کو آزاد کرکے نافع کے ساتھ اس کا نکاح پڑھا دیا [۵۰]

۴۔ تسری پر مرتب ہونے والے آثار

تسری پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں

الف۔ جس لونڈی کے ساتھ تسری کا عمل ہوچکا ہو اس کا استبراء اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کے ساتھ ہمبستری کا حق کسی اور شخص مثلاً اسکے شوہر یا بیع کے ذریعے نئے مالک کی طرف منتقل ہوجائے' اسے آزاد کرنے پر یا اس کے آقا کی وفات پر بھی اس کا استبراء واجب ہوجاتا ہے (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا جزب نیز نمبر ۲ کے جزج کا جزا)

ب۔ بچے کی ولادت: اگر تسری شدہ لونڈی کے بطن سے کوئی بچہ پیدا ہوجائے تو وہ ام ولد بن جاتی ہے اور اپنے آقا کی وفات پر آزاد ہوجاتی ہے۔ اس کا ذکر ہم (مادہ رق نمبر ۷) کے اندر کریں گے۔

ج۔ حرمت مصاہرت کا عدم ثبوت: ظاہر بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تسری کی بنا پر

حرمت مصاہرت کے عدم ثبوت کے قائل تھے۔ جو شخص ملک یمین کے تحت کسی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرلے اور پھر اسے فروخت کردے تو اس کی بیٹی یا ماں کے ساتھ ہمبستری اس کے لئے جائز ہوگی۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک لونڈی کے ساتھ اس کا آقا وطی کرتا ہے اور پھر اس کی بیٹی کے ساتھ ہمبستری کرنا چاہتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ اس وقت تک ایسا نہیں کرسکتا جب تک وہ اسے اپنی ملکیت سے خارج نہ کردے [۵۱]۔

آپ نے مذکورہ لونڈی کی بیٹی کے ساتھ ہمبستری کی حلت کے لئے جو کچھ شرط عائد کی تھی وہ بس اتنی تھی کہ مذکورہ شخص اس لونڈی یعنی ماں کو اپنی ملکیت سے خارج کردے' آپ نے یہ شرط اپنے اس قاعدہ کے مطابق لگائی تھی جو آپ کے ہاں ایک قاعدہ عامہ کی صورت میں تھی۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "میری ایک سریہ یعنی لونڈی ہے جس کے ساتھ میں ہمبستری کرچکا ہوں' اس کی ایک بیٹی بھی ہے جو لونڈی ہے اور بالغ ہوچکی ہے کیا میں اس کی اس بیٹی کے ساتھ تسری کرسکتا ہوں؟" ' حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اس نے پوچھا کہ کیا اللہ نے اسے مجھ پر حرام کردیا ہے؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "میرے خاندان میں کوئی شخص ایسا نہیں کرتا" [۵۲]۔

آپ کے اس قول کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ مذکورہ شخص اس لڑکی سے اس وقت تک ہمبستری نہیں کرسکتا جب تک اس کی ماں اس شخص کے پاس ہے اس کی دلیل وہ بات ہے جو پہلے نص کے اندر صراحتاً مذکور ہے۔ واللہ اعلم

تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) دیکھئے مادہ بسملہ

تسوک (مسواک کرنا) دیکھئے مادہ استیاک

تشبہ (مشابہت اختیار کرنا)

دعا کے لئے کھڑے ہونے کی کراہت کیونکہ اس میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر۶)

ہر ایسی چیز کے ساتھ نماز پڑھنے کی کراہت جس میں کافروں کے ساتھ مشابہت پائی جائے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ب)

تشریق (تشریق) دیکھئے مادہ ایام التشریق

تشمیت العاطس (چھینک مارنے والے کو یرحمک اللہ کہنا) دیکھئے مادہ عطاس۔

تشہد (تشہد کرنا) دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ط کا جز ۳

تطوع (نفل پڑھنا) دیکھئے مادہ نفل

تطیب (خوشبو لگانا)

۱۔ جمعہ اور عید کی نمازوں کے لئے خوشبو لگانا: جمعہ کی نماز کے لئے جاتے وقت خوشبو لگانا سنت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کی نماز کے لئے جانے سے پہلے غسل کرتے اور بہترین خوشبو لگاتے [۵۳]۔ عید کے نماز کے لئے بھی آپ جمعہ کی نماز کی طرح خوشبو استعمال کرتے۔ [۵۵]۔ آپ ہر جمعہ اپنے کپڑوں کو بخور سے دھونی دیتے [۵۵]۔ اور کپڑوں کو تین مرتبہ دھونی دینا مستحب سمجھتے [۵۶]۔ آپ ان بخور کے ساتھ دھونی دینا افضل سمجھتے جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو دھونی دیتے تھے "سنن بیہقی" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب جمعہ کے لئے کپڑوں کو دھونی دیتے تو غیر مخلوط عود سے دھونی دیتے اور اس پر کافور ملتے اور فرماتے: "یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بخور ہیں" [۵۷]۔

۲۔ میت کو خوشبو لگانا: میت کو غسل دینے کے بعد اسے خوشبو لگائی جائے گی حضرت ابن عمرؓ میت کے مغابن (بغلوں) اور گھٹنوں میں مشک لگاتے [۵۸]۔ آپ نے ایک مرتبہ میت کے تالو میں مشک لگایا تھا [۵۹]۔ میت کو کفنانے سے پہلے اس کے کفن میں خوشبو لگائی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ کفن کو دھونی دینے میں و تریعنی طاق مرتبہ کو مستحب سمجھتے تھے [۶۰]۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۶)

۳۔ عدت گزارنے والی عورت کا خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ حداد نمبر ۲)

احرام والے کا خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ جز ب) نیز (مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ی)

احرام والے مریض کا ایسی دوائی کے ذریعے علاج جس میں خوشبو ملی ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ط)

تظلل (سائے میں جانا' سایہ حاصل کرنا)

احرام والے شخص کا دھوپ سے سایہ حاصل کرنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ج)

تعریف (عرفات میں لے جانا' ایک چیز کی تشہیر

لقطہ کی تشہیر (دیکھئے مادہ لقطہ نمبر ۳ جز الف کا جز ج)

ہدی کو عرفات میں کھڑا کرنا (دیکھئے مادہ ھدی نمبر ۲ کا جز ز)

تعزیر (تعزیر کرنا)۔

۱۔ تعریف: شریعت کی اس مخالفت پر عائد کردہ سزا کو تعزیر کہتے ہیں جس کے لئے شریعت میں کوئی مقررہ سزا وارد نہیں ہوئی ہے۔

۲۔ تعزیر کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تعزیر کبھی قتل کی حد تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والے کے بارے میں آپ کا قول ہے کہ: "اگر وہ مجھے مل جاتا تو میں اسے قتل کر دیتا" [۶۱]۔

۳۔ تعزیر کے اندر سر اور چہرے کو ضرب سے بچانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ انسانی اعضاء کے اندر چہرے کو ایک خاص شرف حاصل ہے جو کسی اور عضو کو حاصل نہیں۔ اس لئے آپ چہرے پر ضرب کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ نیز چہرے پر ضرب کا نشان بعض دفعہ مٹتا نہیں۔ اس ضرب میں تذلیل کا وہ پہلو ہے جو کسی طرح حلال نہیں۔ سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ چہرے پر ضرب لگا کر اس پر نشان ڈال دیا جائے۔ آپ فرماتے: "حضور ﷺ نے چہرے پر ضرب لگانے سے منع فرمایا" [۶۲]۔ (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳)

۴۔ ایسے بعض قبیح افعال جن کے اندر حضرت ابن عمرؓ تعزیری سزا کے قائل تھے۔

الف۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل: اس کے متعلق آپ کا قول ہے کہ اگر یہ شخص مجھے مل جاتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔

ب۔ مشترکہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری: آپ نے فرمایا:" اگر ایک لونڈی دو اشخاص کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک شخص اس کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اسے ننانوے کوڑے لگائے جائیں گے"[۶۳]۔

ج۔ اکراہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اس شخص کو تعزیری سزا ملنی چاہئے جس نے کسی کو کوئی کام کرنے یا نہ کرنے پر مجبور کیا ہو (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۳ کا جز د)

د۔ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کے کئے ہوئے نکاح پر گواہ بننا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۳)

ھ۔ عزل کرنا (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

تعلیق (معلق کرنا)

۱۔ تعریف: تعلیق یہ ہے کہ ایک چیز کے حصول کو دوسری چیز کے حصول کے ساتھ مربوط کر دیا جائے (دیکھئے مادہ استثناء)

۲۔ طلاق کی تعلیق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ج)

بیع کی تعلیق (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۲)

موت کے ساتھ عتق کی تعلیق یعنی تدبیر (مدبر قرار دینا) یا ایک معین رقم کی ادائیگی کے ساتھ عتق کو معلق کر دینا یعنی مکاتبت (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵، ۶) دیواروں اور کھڑکیوں پر پردے لٹکانا (دیکھئے مادہ ستائر)

تعہد (کسی معین کام کو سرانجام دینے کا عہد کرنا) دیکھئے مادہ قبالہ

تعلیم (علم سکھانا) دیکھئے مادہ علم

تغریب (جلاوطن کر دینا)

جلاوطن کرنے اور وطن سے دور بھیج دینے کو تغریب کہتے ہیں۔

غیر محصن زانی کو کوڑے مارنے کے بعد اسے جلاوطن کر دینا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے

جز الف کا جز ۴)

تغریر (دھوکے میں رکھنا)

۱۔ تعریف: مشتری کے سامنے قول یا فعل کے ذریعے مبیع کو اس کی غیر حقیقی صفت میں پیش کرنا تغریر کے نام سے موسوم ہے۔

تغریر کے آثار

تغریر کی وجہ سے مشتری کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے اور اگر چاہے تو اسے باقی رکھے (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۶)

تغلیظ (سخت کر دینا)

ایک چیز کے اندر شدت کا اضافہ تغلیظ کہلاتا ہے۔

قسم کی تغلیظ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۲)

دیت کی تغلیظ (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر ۵ کا جز ب)

تقبیل (بوسہ لینا)

۱۔ تعریف: ہونٹوں سے چوم لینے کو تقبیل کہتے ہیں۔

۲۔ تقبیل کا حکم:

الف۔ اجنبی عورت کا بوسہ لینا حرام ہے اور مسلمان کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میرے سر میں کوئی سوئی چبھو دی جائے یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو جاؤں مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ کوئی غیر محرم عورت میرے سر کا بوسہ لے لے" [۶۴]

محرم عورت (ایسی عورت جس کے ساتھ نکاح حرام ہو) کی تقبیل جس میں کوئی شبہ نہ ہو مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا درج بالا قول اس پر دلالت کرتا ہے۔

بیوی اور لونڈی کا بوسہ لینا بھی مباح ہے بلکہ ہمبستری سے پہلے مستحب ہے کہ اس سے تالیف قلب ہوتی ہے

ب۔ محرم کو ایسی عورتوں کی تقبیل سے روکا گیا ہے جن کے ساتھ ہمبستری کرنا اس کے

لئے حلال ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز م)

اسی طرح اگر روزہ دار جوان آدمی ہو تو وہ اپنی بیوی یا لونڈی کا بوسہ لینے سے پرہیز کرے۔ البتہ بوڑھا روزے دار ایسا کرسکتا ہے (دیکھئے مادہ صوم نمبر۷ کا جز د)

ج۔ طواف کے دوران حجر اسود کا بوسہ لینا سنت ہے۔ اسی طرح حجر اسود کو چوم نہ سکنے کی صورت میں اسے ہاتھ لگانے کے بعد چوم لینا سنت ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۵ کا جز د)

۳۔ تقبیل کے آثار

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عورت کا بوسہ لینا وضو کو واجب کردیتا ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر۸ کا جز ز) البتہ اگر بچے کو چوم لیا جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ وکیع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی بچے کو چوم لیتے تو وضو کرتے [۶۵]۔

اس سے نماز کے لئے کیا جانے والا وضو مراد نہیں ہے۔ اس سے صرف کلی کرنا مراد ہے۔ اس کی دلیل ابن ابی شیبہ کی وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی بچے کا بوسہ لیتے تو کلی کرلیتے اور وضو نہ کرتے [۶۶]۔

ب۔ روزے کے ابطال میں بوسے کو کوئی دخل نہیں ہے تاہم جوان روزہ دار کے لئے بوسہ بازی کرنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر۷ جز د)

ج۔ لونڈی کا بوسہ لے لینا اس کے استبراء کو حرام نہیں کرتا اور استبرء کرانے والے کو اس سے باز رہنے کی ضرورت نہیں جس طرح ہمبستری سے باز رہنا اس کے لئے ضروری ہے (دیکھئے مادہ استبراء نمبر۴)

تقسیط (قسطوں میں ادائیگی کرنا)

مالی حق کو معین مقدار اور مدت کے تحت تھوڑا تھوڑا کرکے ادا کرنا تقسیط ہے۔

بدل کتابت کی تقسیط (دیکھئے مادہ رق نمبر۵ کے جز ج کا جز ۲)

تقلید (تقلید کرنا۔ قلادہ ڈالنا)

تقلید کے دو معنی ہیں۔

اول: نقل اتارنا۔ اسی سے کفار کی تقلید ماخوذ ہے یعنی اس طرح کرنا جس طرح وہ

کرتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ تشبہ)

دوم۔ قلادہ پہنانا۔ یعنی گلے میں ہار وغیرہ ڈالنا۔ ہماری بحث اسی معنی پر مبنی ہے۔

۱۔ تعریف: ہدی کی تقلید یہ ہے کہ اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈال دیا جائے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ ھدی ہے۔

۲۔ تقلید کے لئے کون سی چیزیں استعمال کی جائیں؟

تقلید کے لئے پرانے جوتے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر پرانے جوتے میسر نہ ہوں تو نئے جوتے ڈال دیئے جائیں۔ یہ شرط نہیں ہے کہ ان جوتوں میں نماز بھی پڑھی گئی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سال کے شروع سے جوتے جمع کرتے رہتے اور پھر ان کے ہار بنا کر قربانی کے جانوروں کے گلے میں ڈال دیتے۔ اگر ایسا نہ کرسکتے تو نئے جوتے خرید کر ان کے ہار ڈال دیتے۔ [۶۷]

۳۔ کس مقام پر جا کر تقلید کا عمل کیا جائے؟

ہدی کے گلے میں میقات پر جا کر قلادہ ڈالا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ ذی الحلیفہ پہنچ کر اپنے ہدی کو قلادہ ڈالتے تھے [۶۸]

۴۔ قلادہ ڈالنے کا وقت: اگر ہدی اونٹ ہو تو اشعار (کوہان کی ایک جانب شق کرنے) سے پہلے اس کے گلے میں قلادہ ڈالا جائے۔ [۶۸ - ب]

۵۔ قلادہ ڈالتے وقت ہدی کو قبلہ رخ کرنا:

قلادہ ڈالتے وقت ہدی کو قبلہ رخ کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب ہدی لے کر چلتے تو قلادہ ڈالتے اور مقام ذی الحلیفہ میں اس کا اشعار کرتے۔ یہ دونوں کام ایک ہی مقام پر کرتے اور ہدی قبلہ رخ ہوتا [۶۹]

۶۔ ہدی کی تقلید کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہدی کی تقلید کو واجب تصور کرتے تھے۔ کیونکہ آپ فرماتے: "ہدی صرف وہی جانور ہے جس کے گلے میں قلادہ یعنی جوتوں کا ہار ڈالا جائے' اس کا اشعار کیا جائے اور اسے عرفات لے کر کھڑا کیا جائے" [۷۰] (دیکھئے مادہ اشعار نمبر ۴)

۷۔ ہدی کے کن جانوروں کو قلادہ ڈالا جائے؟

صرف گائے اور اونٹ کو قلادہ ڈالا جائے گا۔ بھیڑ بکریوں کو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قلادہ نہیں ڈالا جاتا[۱۷]۔

تکبیر (اللہ اکبر کہنا)

۱۔ تکبیرات عیدین: حضرت ابن عمرؓ جب اپنے مکان سے عید گاہ کی طرف چل پڑتے تو بلند آواز سے تکبیر کہنا شروع کر دیتے اور اس وقت تک یہ عمل جاری رکھتے جب تک امام عید کی نماز پڑھانے کے لئے آگے نہ بڑھتا۔ اس حکم کے اندر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے[۱۷ ب]۔

'ایک روایت ہے کہ آپ عید کی رات سے صبح عید گاہ کی طرف نکلنے تک تکبیر کہتے[۲۷]۔ اس روایت میں شاید تحریف ہو گئی ہے۔ اور درست الفاظ یہ ہیں کہ "جب آپ عید گاہ کی طرف نکلتے"

عرفات کے اندر تلبیہ کہنے کی بہ نسبت تکبیر کہنا زیادہ پسندیدہ ہے (دیکھئے مادہ تلبیہ نمبر۴)

حج کی انتہا کے وقت اور حاجی کی گھر واپسی کے وقت تکبیر کہنا (دیکھئے مادہ حج نمبر۳۴)

نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کہنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کا جز الف)

نماز کے اندر تکبیرات انتقال (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جزء کے اجزاء ۲، ۳) نیز (مادہ صلاۃ نمبر۹ کا جز واؤ)

نماز جنازہ کی تکبیریں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴۰ کا جزء)

عیدین کی نمازوں کی تکبیریں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۳ کا جز ح)

تکلم (کلام کرنا)

۱۔ فجر کی دو رکعتوں کے بعد کلام کرنا: سحر سے لے کر فجر کی نماز تک کا وقت ذکر، دعا اور تسبیح کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس وقت کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھنا پسند کرتے تھے۔ "سنن بیہقی" میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فجر کی دو رکعتوں کے بعد بات کرنا مکروہ سمجھتے تھے اور تسبیح و تکبیر پسند کرتے تھے[۳۷]۔ "مصنف ابن ابی شیبہ" میں

ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں اور پھر احتباء کیا یعنی گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھ گئے اور فجر کی نماز ادا کرنے تک کوئی کلام نہیں کیا [۷۴]۔ آپ فجر کی سنت ادا کرنے کے بعد فرض پڑھنے تک کوئی کلام نہ کرتے البتہ ضرورت پڑنے پر کلام کرتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ آپ بعض دفعہ فجر کی سنت ادا کرنے کے بعد بات بھی کر لیتے [۷۵]۔

۲۔ طواف کے اندر تکلم: کعبہ کے گرد طواف بھی ایک خاص نماز ہے اس لئے عام نماز کی طرح اس کے اندر بھی طہارت شرط ہے اور کلام مکروہ یعنی ناجائز ہے۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران کلام نہ کرتے۔ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے پیچھے طواف کیا تھا۔ میں نے آپ کو کلام کرتے ہوئے نہیں سنا حتی کہ آپ طواف سے فارغ ہو گئے [۷۶]۔

آپ فرماتے: "طواف کے اندر گفتگو کم سے کم کرو کیونکہ تم نماز کے اندر ہوتے ہو" [۷۷]۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۵ کا جزء ھ)

۳۔ نماز کے اندر کلام کرنا: نماز کے اندر کلام بالاجماع نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس مسئلے میں کسی صحابی کا کوئی اختلاف نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کا جزء ج)

۴۔ واجب خطبے کے دوران کلام کرنا: منبر پر خطیب کے آجانے سے پہلے انسان کے لئے گفتگو کرنا جائز ہوتا ہے۔ [۷۸]۔ لیکن جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو خاموشی واجب اور کلام مکروہ ہوتا ہے [۷۹]۔ حتیٰ کہ سلام کا جواب نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی چھینک مارنے والے کو "یرحمک اللہ" کہا جا سکتا ہے [۸۰]۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو جمعہ کے خطبے کے دوران باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو کنکر مارے' اس نے جب آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا [۸۱]۔ آپ نے جمعہ کے خطبے کے دوران ایک سائل کو سوال کرتے ہوئے دیکھا تو اسے کنکر مارے [۸۲]۔ ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ علقمہ بن عبداللہ المزنی مکہ میں تھے۔ خطبہ جمعہ کے دوران انہیں اونٹ کرائے پر دینے والا آیا اور کہا: "تم نے تمام لوگوں کو روک رکھا ہے وہ لوگ چل پڑے ہیں ......" علقمہ نے اس سے کہا: "جلدی نہ کر یہاں تک کہ ہم فارغ ہو کر

آجائیں" جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا: "تمہارا یہ شخص گدھا ہے اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہاری جمعہ کی نماز نہیں ہوئی۔ [۸۳]

تلبیہ" (تلبیہ کہنا)

۱۔ تعریف: حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والا اونچی آواز میں جو مخصوص الفاظ کہتا ہے اسے تلبیہ کہتے ہیں۔

۲۔ تلبیہ کے الفاظ:

الف۔ حضور ﷺ سے تلبیہ کے مخصوص الفاظ منقول ہیں جن کی روایت حضرت ابن عمرؓ نے کی ہے کہ: "میں نے حضور ﷺ کو ان الفاظ میں تلبیہ کہتے ہوئے سنا تھا" لبیک اللھم لبیک 'لبیک لا شریک لک لبیک' ان الحمد والنعمہ" لک والملک' لا شریک لک [۸۴]۔

تاہم حضرت ابن عمرؓ ان الفاظ میں اضافے کے اندر کوئی رکاوٹ نہیں سمجھتے تھے آپ اضافہ کرکے کہتے: "لبیک اللھم لبیک' لبیک وسعدیک' والخیر فی یدیک لبیک' والرغباء الیک والعمل" [۸۵]۔ ایک روایت کے مطابق آپ یہ اضافہ کرتے: "لبیک لبیک وسعدیک...." اس طرح آپ لفظ لبیک کی تکرار دو دو دفعہ کرتے [۸۶]۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ اس طرح اضافہ کرتے: "لبیک لبیک لبیک وسعدیک" [۸۷]۔

یعنی لفظ لبیک کی تکرار تین تین دفعہ کرتے

ب۔ تلبیہ کے اندر اس حج یا عمرہ کا ذکر مستحب نہیں جس کا احرام باندھا گیا ہو۔ محرم یہ نہ کہے کہ: "لبیک اللھم بحج "یا" لبیک اللھم بعمرۃ" حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو "لبیک بعمرۃ" کہتے سنا تو اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: "کیا تم اللہ کو اپنے دل کی بات بتا رہے ہو" [۸۸]۔

ج۔ تلبیہ بلند آواز سے کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "بلند آواز سے تلبیہ کہو" [۸۹]۔ آپ خود بھی باآواز بلند تلبیہ کہتے۔ بکر بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو بلند آواز سے تلبیہ کہتے سنا تھا حتی کہ میں نے ان کی آواز کی گونج پہاڑوں کے درمیان سنی" [۹۰]۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز د) عورت بلند آواز سے

تلبیہ نہیں کہے گی کیونکہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے"[۹۱]۔

۳۔ تلبیہ کہنے کی ابتداء کب کی جائے؟

محرم احرام باندھ کر حرم کی طرف چل پڑے گا تو تلبیہ کہنا شروع کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ میقات سے احرام باندھتے اور جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر چل پڑتی تو تلبیہ شروع کر دیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب ذی الحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سواری کی اونٹنی لانے کا حکم دیتے، اونٹنی پر کجاوہ ڈال دیا جاتا پھر آپ اس پر سوار ہو جاتے حتیٰ کہ وہ آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو آپ قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور پھر تلبیہ کہتے[۹۲]۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو آپ تلبیہ کہتے[۹۳]۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۵ کا جز د)

۴۔ تلبیہ کا انقطاع: محرم سارا راستہ تلبیہ کہتا جائے گا خواہ وہ سواری پر سوار ہو یا سواری سے اترا ہوا ہو یا لیٹا ہوا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اس طرح کرتے تھے[۹۴]۔

یہاں تک کہ محرم حرم کے منطقہ میں داخل ہو جائے گا اور اسے کعبہ کی عمارت نظر آنے لگے گی۔ اس وقت وہ تکبیر اور ذکر الٰہی شروع کر دے گا یہاں تک کہ حجر اسود کو ہاتھ لگائے گا اور طواف شروع کر دے گا خواہ اس نے حج کا احرام باندھا ہو یا عمرہ کا

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عمرے کا محرم حرم میں داخل ہو کر تلبیہ کہنا بند کر دے گا[۹۵]۔ خود آپ عمرے کی صورت میں حرم میں داخل ہونے کے ساتھ تلبیہ کہنا بند کر دیتے تھے[۹۶]۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ مکہ کے مکانات دیکھ کر تلبیہ منقطع کر دیتے تھے[۹۷]۔

شیخین (امام بخاری، امام مسلم) نے، "نیز الموطا" کے اندر امام مالک نے اور "الام" کے اندر امام شافعی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حج کے اندر حرم تک پہنچ کر تلبیہ قطع کر دیتے تھے[۹۸]۔

اور پھر محرم تلبیہ کے بغیر طواف کعبہ نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران تلبیہ نہیں کہتے تھے[۹۹]۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی ختم کر کے محرم پھر تلبیہ کہنا شروع کرے گا اور اس وقت تک تلبیہ کہتا رہے گا جب تک عرفات کے قصد سے منیٰ سے گزر نہ جائے حضرت ابن عمرؓ جب منیٰ سے عرفات کی طرف چل پڑتے تو تلبیہ منقطع کر دیتے [۱۰۰]۔ اور عرفات جاتے وقت راستے میں تلبیہ نہ کہتے۔ ابو یعفور کہتے ہیں کہ: "میں حضرت ابن عمرؓ اور ابن الحنفیہ کے ساتھ منیٰ سے عرفات جا رہا تھا۔ اس دوران حضرت ابن عمرؓ تکبیر کہتے رہے اور ابن الحنفیہ تلبیہ پڑھتے رہے" [۱۰۱]۔

محرم عرفات کے اندر تلبیہ نہیں کہے گا بلکہ اس کی بجائے تکبیر کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عرفہ کے دن مجھے تکبیر کہنا تلبیہ پڑھنے سے زیادہ پسند ہے" [۱۰۲]۔

تلف (ہو جانا)

۱۔ تعریف: ایک چیز سے مقصود منفعت کا زائل ہو جانا تلف ہو جانا کہلاتا ہے۔

۲۔ مبیع کا تلف ہو جانا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ک)

امانت کا تلف ہو جانا اور اس پر مرتب ہونے والے احکام (دیکھئے مادہ امانہ۔ نمبر ۲)

اتلاف کی بنا پر تاوان عائد ہونا (دیکھئے مادہ ضمان)

تمتع (فائدہ اٹھانا)

حج تمتع (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ۳ کا جز ب)

تمریض (مریض کی تیمارداری کرنا)

۱۔ تعریف: مریض کی خدمت کرنا نیز اس کی ضروریات پوری کرنا تمریض ہے۔

۲۔ تمریض کا حکم: تمریض اس وقت فرض عین بن جاتی ہے جب ایک شخص مریض کی ضروریات پوری کرنے کے لئے متعین ہو جائے مثلاً طبیب جبکہ اس کے سوا کوئی اور موجود نہ ہو اور مریض کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کوئی اور نہ ملے۔

۳۔ مریض کی خاطر جمعہ ترک کر دینا: تمریض چونکہ فرض عین ہے اس لئے اس کی خاطر جمعہ ترک کر دینا جائز ہے اس لئے کہ جمعہ اگر فوت ہو جائے تو اس کا بدل ظہر کی نماز کی صورت میں موجود ہوتا ہے لیکن مریض کی دیکھ بھال کرنے والا چلا جائے تو کوئی اور شخص اس کی دیکھ بھال کے لئے موجود نہیں ہوتا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت سعیدؓ بن

زید بن نفیل مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر عقیق کے مقام پر اپنی زمینوں پر تھے اور بیماری کے عالم میں جانکنی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو مدینہ منورہ حضرت ابن عمرؓ کو بلانے کے لئے روانہ کر دیا۔ جب بیٹا مدینہ پہنچا تو اس وقت حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے لئے غسل کر رہے تھے' پھر آپ اس کے ساتھ چلے گئے اور جمعہ ترک کر دیا [۱۰۳]۔

تمائم (جمع تمیمہ یعنی تعویذ)

۱۔ تمائم ان تعویذوں کو کہتے ہیں جو بچوں کے گلوں میں انہیں نظر لگ جانے سے بچانے کے لئے ڈالی جاتی ہیں۔

۲۔ تعویذوں کا حکم: حضرت ابن عمرؓ ان تعویذوں کو مکروہ تصور کرتے تھے خاص طور پر جبکہ یہ تعویذیں اس نوعیت کی ہوتیں جنہیں جادوگر استعمال کرتے تھے اور ان کے اندر ایسے کلمات ہوتے جنہیں جادوگروں کے سوا کوئی دوسرا شخص سمجھ نہ پاتا حضرت ابن عمرؓ سے "اخذہ" (ایک قسم کی تعویذ) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "میں تو اسے جادو ہی سمجھتا ہوں" آپ سے کہا گیا" یہ تعویذ پیشاب پاخانے کے سلسلے میں مفید ہے" آپ نے فرمایا: "یہ لفاف ہے" [۱۰۴]۔ یعنی بے ہودہ اور غیر مربوط کلام ہے۔

تنشیف (جسم سے پانی خشک کرنا)۔

حضرت ابن عمرؓ نے وضو کرنے کے بعد جسم سے وضو کا پانی خشک کر لینے کو مباح قرار دیا ہے۔ خود آپ وضوء کرنے کے بعد کپڑے سے اپنا چہرہ خشک کر لیتے تھے [۱۰۵]۔

تیامن (دائیں طرف سے یا دائیں ہاتھ سے کام کی ابتداء کرنا)۔

دائیں طرف سے یا داہیں ہاتھ سے کام کی ابتدا کرنے کو تیامن کہتے ہیں۔ کھانا کھانے کے اندر تیامن (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ح) نیز (مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ز) غسل اور وضو میں تیامن (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف)

تیمم (تیمم کرنا)۔

۱۔ تعریف: خاص طریقے سے مٹی استعمال کر کے حدث زائل کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

۲۔ جس شخص کے پاس پانی موجود نہ ہو اس کی ہمبستری: حضرت ابن عمرؓ شروع میں

اس مریض کے لئے جسے پانی استعمال کرنے میں مشقت پیش آتی ہو اور اس شخص کے لئے جس کے پاس پانی نہ ہو' اپنی بیوی یا لونڈی سے ہمبستری کو مباح قرار نہیں دیتے تھے الا یہ کہ وہ اپنے آپ کو پاکدامن رکھنے کے لئے ہمبستری کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "میں اپنے اونٹ لے کر مغرب کی طرف دور چلا جاتا ہوں تو کیا پانی کی عدم موجودگی میں میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہوں؟" آپ نے جواب دیا: "جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر تم ایسا کر لو تو اللہ سے ڈرو اور پانی ملنے پر غسل کر لو"[۱۰۶]۔

یعنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لو اور پھر تیمم کرو اور پانی ملنے پر غسل کر لو۔

۳۔ تیمم کو مباح کر دینے والے امور۔ یہ امور درج ذیل ہیں۔

الف۔ انسان سے پانی اتنا دور ہو کہ اسے وہاں تک پہنچنے میں مشقت اٹھانی پڑ جائے بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سفر میں ہوتے' نماز کا وقت ہو جاتا اور پانی آپ سے ایک یا دو غلوہ (تیر کی پہنچ کے فاصلے کو ایک غلوہ کہتے ہیں) دور ہوتا تو آپ پانی کی طرف نہ مڑتے[۱۰۷]۔ ایک دفعہ آپ کو مدینہ کے مکانات نظر آ رہے تھے اور آپ نے تیمم کر لیا اور عصر کی نماز پڑھ لی پھر مدینہ میں داخل ہو گئے' سورج ابھی بلندی پر تھا لیکن آپ نے نماز کا اعادہ نہیں کیا[۱۰۸]۔

اگر ایک شخص کو سمندر کے پانی کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے تو اس کے لئے تیمم کر لینا جائز ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "سمندر کے پانی سے وضو کرنے کی بہ نسبت تیمم کر لینا مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے"[۱۰۹]۔

ب۔ "پانی کے استعمال سے مریض کو تکلیف ہو جانا"[۱۱۰]۔

ج۔ وضوء میں مشغول ہو جانے کی صورت میں نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خطرہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نے تیمم کر کے نماز جنازہ میں شرکت کر لی تھی[۱۱۱]۔

د۔ تیمم کی اباحت کے لئے وقت کی تنگی شرط نہیں ہے۔ یعنی جس شخص کے پاس پانی موجود نہ ہو اس پر نماز کے آخر وقت تک پانی انتظار واجب نہیں ہوتا کہ اگر آخر وقت تک اسے پانی نہ ملے تو پھر تیمم کرے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے نماز کے وقت

کے اندر کافی گنجائش ہونے کے باوجود تیمم کر لیا تھا' بلکہ آپ کو یقین ہوتا کہ اگر انتظار کر لیتے تو پانی ضرور مل جاتا۔ چنانچہ ایسا ہوا تھا کہ آپ جرف کے مقام پر واقع اپنی زمینوں سے چل پڑے اور جب مربد الغنم کے مقام پر پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا(مربدالغنم اور مدینہ کے درمیان ایک یا دو میل کا فاصلہ ہے) آپ نے تیمم کیا اور عصر کی نماز ادا کر لی پھر مدینہ میں داخل ہوئے اس وقت سورج کافی بلندی پر تھالیکن آپ نے نماز نہیں دہرائی [۱۱۲]۔

۴۔ تیمم کے اندر کس قسم کے حدث کو رفع کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے؟

تیمم کے اندر حدث اکبر کو رفع کرنے کی بھی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ غسل کا بدل بن جاتا ہے حضرت ابن عمرؓ کو ایک سفر میں جنابت لاحق ہو گئی آپ نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی [۱۱۳]۔

تیمم کے اندر حدث اصغر کو رفع کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے البتہ ایک تیمم کے ذریعے صرف ایک فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ اگر تیمم کرنے والا دوسری فرض نماز ادا کرنا چاہے تو اسے دوسرا تیمم کرنا پڑے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ہر نماز کے لئے تیمم کرتے خواہ حدث لاحق نہ بھی ہوتا [۱۱۴]۔

۵۔ تیمم کو باطل کر دینے والے امور:

الف۔ جو امور وضوء کو باطل کر دیتے ہیں وہ بالا جماع تیمم کو بھی باطل کر دیتے ہیں۔

ب۔ نماز کے وقت کا خروج اور اس کا دخول: یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ تیمم کے اندر صرف ایک فرض نماز کے لئے کافی ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔(دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۴)۔

ج۔ پانی کے استعمال پر تیمم کرنے والے کو قدرت حاصل ہو جانا: (مادہ تیمم نمبر ۳) کے اندر حضرت ابن عمرؓ کا قول گزر چکا ہے کہ آپ نے اس شخص کے جواب میں جس نے آپ سے پوچھا تھا کہ پانی کی عدم موجودگی میں کیا وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے' فرمایا تھا کہ :"جہاں تک میرا تعلق ہے میں ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن تم اگر ایسا کر لو تو پانی ملنے کی صورت میں غسل کر لینا" یعنی اپنی بیوی سے ہمبستری کرو اور

پھر تیمم کرلو، اور جب پانی ملے تو غسل کرلو۔

۶۔ تیمم کی کیفیت: حضرت ابن عمرؓ جب تیمم کرتے تو دونوں ہاتھ مٹی پر مارتے اور پھر چہرے کا مسح کرلیتے پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی پر مارتے اور ان کے ساتھ کہنیوں تک دونوں بازوؤں کا مسح کرلیتے۔ آپ ہاتھوں سے مٹی نہ جھاڑتے[115]۔

۷۔ تیمم کے ساتھ پڑھی ہوئی نمازوں کا عدم اعادہ: اگر کوئی شخص تیمم کے ساتھ نماز ادا کرلے اور پھر اسے پانی مل جائے تو وہ یہ نماز نہیں لوٹائے گا خواہ مذکورہ نماز کا وقت ابھی باقی ہو یا نکل چکا ہو۔ (مادہ تیمم نمبر ۳ کے جز د) میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے تیمم کرکے عصر کی نماز ادا کرلی پھر آپ مدینہ میں داخل ہوگئے۔ اس وقت سورج کافی بلندی پر تھا لیکن آپ نے نماز نہیں دہرائی۔

۸۔ کیا تیمم کرنے والا وضوء کرنے والوں کی امامت کراسکتا ہے؟

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ تیمم کرنے والے کا درجہ وضوء کرنے والے کے درجے سے کم تر ہوتا ہے اور امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حالت کے اعتبار سے مقتدیوں سے اعلیٰ ہو اس لئے آپ اس امر کو جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت کرائے۔ نافع کہتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کو جنابت لاحق ہوگئی۔ آپ نے تیمم کیا۔ میرا وضوء تھا آپنے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا۔[116]

حرف التاء میں مذکور

حوالہ جات

۱۔ سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۳
۲۔ عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۱۱
۳۔ بخاری فی الذبائح باب الوسم والعلم فی الصورۃ
۴۔ ابوداؤد فی الحدود باب ضرب الوجہ فی الحد
۵۔ احکام القرآن للجصاص ص ۲۶۱ ج ۳
۶۔ عبدالرزاق ص ۴۷ ج ۴، سنن بیہقی ص ۱۹۵ ج ۴، ص ۳۲۷ ج ۵، الاموال ص ۴۵۷
۷۔ المحلی ص ۱۰۵ ج ۸
۸۔ شرح السنہ ص ۱۰ ج ۶
۹۔ سنن بیہقی ص ۱۷۰ ج ۶
۱۰۔ المحلی ص ۱۲۹ ج ۹
۱۱۔ سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۶
۱۲۔ عبدالرزاق ص ۲۶۲ ج ۶، المحلی ص ۱۸۱ ج ۱۰
۱۳۔ سنن بیہقی ص ۲۰۸ ج ۷، المحلی ص ۱۸۱ ج ۱۰، المغنی ص ۶۴۸ ج ۶
۱۴۔ عبدالرزاق ص ۲۶۵ ج ۶، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۰۸ ج ۷
۱۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۵۲/۲ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۳ ج ۱
۱۶۔ سنن بیہقی ص ۲۰۸ ج ۸
۱۷۔ عبدالرزاق ص ۳۹۶ ج ۱۰
۱۸۔ المجموع ص ۳۴۳ ج ۴
۱۹۔ عبدالرزاق ص ۳۴۷ ج ۱، ص ۳۹۴ ج ۱۰، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۲۹
۲۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۶ ج ۴
۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ب ج ۱، المجموع ص ۴۳۶ ج ۱
۲۱-ب۔ عبدالرزاق ص ۴۰۳ ج ۱
۲۲۔ نیل الاوطار ص ۹۲ ج ۱
۲۳۔ المحلی ص ۱۹۴ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۵۹ ج ۱، المغنی ص ۱۶۲ ج ۱، المجموع ص ۸۹ ج ۲، نیل الاوطار ص ۹۴ ج ۱
۲۴۔ ابوداؤد فی الطھارۃ باب کراہیہ استقبال القبلہ، المغنی ص ۱۶۲ ج ۱، ص ۶۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۳۷ ج ۱
۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۱۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۱ ج ۱
۲۶۔ سنن بیہقی ص ۵ ج ۱۰
۲۷۔ شرح السنہ ص ۱۴۱ ج ۱۲
۲۸۔ شرح السنہ ص ۱۴۲ ج ۱۲

۲۹۔ عبدالرزاق ص ۲۱۵ ج ۵

۳۰۔ عبدالرزاق ص ۲۱۵ ج ۹

۳۱۔ شرح السنہ ص ۱۴۱ ج ۱۲

۳۲۔ عبدالرزاق ص ۱۸ ج ۱۱' شرح السنہ ص ۱۴۷ ج ۱۲' آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۴۴' سنن بیہقی ص ۳۴۳ ج ۹' طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ ج ۴

۳۳۔ عبدالرزاق ص ۴۰۷ ج ۱۰' سنن بیہقی ص ۳۴۳ ج ۹' المجموع ص ۶۳ ج ۹

۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲

۳۵۔ المغنی ص ۶۵۲ ج ۲

۳۶۔ سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۱۰' عبدالرزاق ص ۲۸ ج ۹' المغنی ص ۳۵۳ ج ۶

۳۷۔ الموطا ص ۶۱۶ ج ۲' عبدالرزاق ص ۳۵۷ ج ۷' المحلی ص ۳۰۷ ج ۹' سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۷' آثار ابی یوسف نمبر ۶۲۴' کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۲

۳۸۔ المغنی ص ۶۶۲ ج ۶' عبدالرزاق ص ۲۱۵ ج ۷

۳۹۔ عبدالرزاق ص ۳۵۷ ج ۷' سنن سعید بن منصور ۶۰/۲ ج ۳' کتاب الخراج ص ۲۱۱

۴۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ب ج ۲

۴۱۔ حوالہ درج بالا

۴۲۔ سنن سعید بن منصور ۷۲/۲' ۷۳/۲ ج ۳' عبدالرزاق ص ۲۱۴ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲ ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۷' المحلی ص ۴۴۴ ج ۹' شرح السنہ ص ۱۰۵ ج ۸' المغنی ص ۵۴۱ ج ۶

۴۳۔ عبدالرزاق ص ۲۱۵ ج ۷' سنن بیہقی ص ۱۵۱ ج ۷' شرح السنہ ص ۶۴ ج ۹' کشف الغمہ ص ۶۴' ۱۳۱ ج ۲' المحلی ص ۲۵۸ ج ۱۱

۴۳ - ب۔ عبدالرزاق ص ۳۴۴ ج ۷' شرح السنہ ص ۳۰۶ ج ۱۰

۴۴۔ کتاب الخراج ص ۲۱۱

۴۵۔ المحلی ص ۱۳۱ ج ۱۰

۴۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۴۰۱/۱ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲ ج ۱' احکام القران ص ۱۳۰ ج ۲' المغنی ص ۵۸۴ ج ۶

۴۷۔ سنن بیہقی ص ۱۶۵ ج ۷

۴۸۔ عبدالرزاق ص ۱۹۲' ۱۹۴ ج ۷

۴۹۔ عبدالرزاق ص ۱۴۷ ج ۹

۵۰۔ حوالہ درج بالا نیز المغنی ص ۴۰۱ ج ۹' کشف الغمہ ص ۱۹۶ ج ۲' المحلی ص ۳۷ ج ۹' الموطا ص ۸۱۴ ج ۲

۵۱۔ عبدالرزاق ص ۱۹۴ ج ۷

۵۲۔ عبدالرزاق ص ۱۹۱ ج ۷

۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ج ۱، الموطا ص ۱۱۰ ج ۱

۵۴۔ طبقات ابن ابی سعد ص ۱۵۲ ج ۴

۵۵۔ ابن ابی شبہ ص ۸۳ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۵۹ ج ۴

۵۶۔ طرح التثریب ص ۵۶ ج ۲

۵۷۔ سنن بیہقی ص ۲۲۴ ج ۳

۵۸۔ عبدالرزاق ص ۳۱۴ ج ۳

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۱

۶۰۔ طرح التثریب ص ۵۶ ج ۲

۶۱۔ المحلی ص ۳۸۶ ج ۱۱

۶۲۔ بخاری فی الذبائح باب الوسم فی الصورۃ

۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ب ج ۲

۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۶ ج ۱

۶۵۔ اخبار القضاۃ ص ۳۲۱ ج ۱

۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۸ ب ج ۱

۶۷۔ ابن ابی شیبہ ۲۰۲ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۱ ج ۱۰

۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، المجموع ص ۲۷۱ ج ۸

۶۸۔ ب۔ المجموع ص ۲۸۱ ج ۸

۶۹۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵ المجموع ص ۲۷۱ ج ۸

۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶، ۱۹۳ ب ج ۱

۷۱۔ المحلی ص ۱۱۲ ج ۷

۷۱۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۷۹ ج ۳، احکام القرآن ص ۲۲۴ ج ۱، المغنی ص ۳۶۹، ۳۷۵، ۳۹۸ ج ۲، المجموع ص ۴۶ ج ۵

۷۲۔ سنن بیہقی ص ۲۷۹ ج ۳

۷۳۔ سنن بیہقی ص ۱۸۸ ج ۲

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب ج ۱

۷۵۔ حوالہ درج بالا

۷۶۔ سنن بیہقی ص ۸۵ ج ۵

۷۷۔ شرح السنہ ص ۱۲۷ ج ۷

۷۸۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲

۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ب، ۷۹ ج ۱، شرح معانی الآثار ص ۲۱۷ ج ۱

۸۰۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲

۸۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۲۵ ج ۳، الموطا ص ۱۰۴ ج ۱، المحلی ص ۶۳ ج ۵

۸۲۔ عبدالرزاق ص ۲۲۵ ج ۳، المحلی ص ۶۳ ج ۵، المغنی ص ۳۲۶ ج ۲

۸۳۔ المحلی ص ۶۳ ج ۵

۸۴۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد فی الحج باب التلبیہ، الموطا ۳۳۲ ج ۱

۸۵۔ بخاری، مسلم فی الحج باب التلبیہ

۸۶۔ ترمذی، ابوداؤ، نسائی، فی الحج باب التلبیہ

۸۷۔ الموطا ص ۳۳۲ ج ۱، شرح السنہ ص ۴۹ ج ۷، المغنی ص ۲۹۰ ج ۳

۸۸۔ المغنی ص ۲۹۰ ج ۳

۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ب ج ۱

۹۰۔ المحلی ص ۹۴ ج ۷، المغنی ص ۳۸۹ ج ۳

۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۸ ج ۱

۹۲۔ بخاری فی الحج باب الاغتسال لدخول مکہ، مسلم فی الحج باب استحباب المبیت بذی طوی

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۸ ب ج ۱

۹۴۔ سنن بیہقی ص ۴۳ ج ۵

۹۵۔ سنن بیہقی ص ۱۰۴ ج ۵

۹۶۔ بخاری، مسلم فی الحج، ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ ج ۲، المحلی ص ۱۳۸ ج ۷، شرح السنہ ص ۱۸۶ ج ۷

۹۷۔ سنن بیہقی ص ۱۰۴ ج ۵، المحلی ص ۱۳۸ ج ۷

۹۸۔ الموطا ص ۳۳۸ ج ۱، الام ص ۲۵۴ ج ۷، المغنی ص ۳۶۸، ۴۰۱ ج ۳، بخاری، مسلم فی الحج

۹۹۔ سنن بیہقی ص ۴۳ ج ۵، الموطا ص ۳۳۸ ج ۱

۱۰۰۔ شرح السنہ ص ۱۸۶ ج ۷، الموطا ص ۳۳۸ ج ۱، المحلی ص ۱۳۵ ج ۷، المجموع ص ۱۴۹ ج ۸

۱۰۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۱

۱۰۲۔ حوالہ درج بالا

۱۰۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ب، ص ۸۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۸۵ ج ۳، المغنی ص ۶۳۲ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۴۰ ج ۳، شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۴

۱۰۴۔ عبدالرزاق ص ۲۰۸ ج ۱۱۔ الاخذۃ وہ کلمات ہیں جو جادوگر اپنی زبان سے ادا کرتا ہے یا وہ تنگ ہے جس پر وہ اپنے کلمات پڑھتا ہے یا وہ رقعہ ہے جس پر وہ اپنے یہ کلمات لکھدیتا ہے۔ دیکھئے فتح الباری ص ۱۸۲ ج ۱۰

۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ ج ۱

۱۰۶۔ عبدالرزاق ص ۲۴۰ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۷ ب ج ۱، المحلی ص ۱۴۲ ج ۲، المجموع ص ۲۲۷ ج ۲

۱۰۷۔ سنن البیہقی ص ۲۳۳ ج ۱

۱۰۸۔ المغنی ص ۲۴۴ ج ۱

۱۰۹۔ حلیتہ العلماء ص ۵۶ ج ۱

[110]۔ المحلی ص ۱۴۲ ج ۲
[111]۔ المجموع ص ۲۱۶ ج ۲
[112]۔ سنن بیہقی ص ۲۲۴ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۲۹ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱ ج ۱' الام ص ۲۴۷ ج ۷ المحلی ص ۱۲۱ ج ۲' شرح السنہ ص ۱۱۸' ج ۱' المغنی ص ۲۴۴ ج ۱' المجموع ص ۳۳۵ ج ۲' کشف الغمہ ص ۶۴ ج ۱
[113]۔ سنن بیہقی ص ۲۳۴ ج ۱
[114]۔ سنن بیہقی ص ۲۲۱ ج ۲' شرح السنہ ص ۴۴۹ ج ۱' المغنی ص ۲۶۳ ج ۱' المجموع ص ۳۲۴ ج ۲
[115]۔ عبدالرزاق ص ۲۱۱ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۲۵' ص ۲۶ ب ج ۱' الموطا ص ۹۰ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۰۷ ج ۱' معرفہ۔ السنن والآ ثار للبیہقی ص ۳۶۳ ج ۱' المحلی ص ۱۴۸ ج ۲' طرح التثریب ص ۱۰۰ ج ۲' شرح السنہ ص ۱۱۴ج ۲' احکام القرآن للجصاص' ص ۳۸۷ ج ۲' الاعتبار ص ۶۱' المغنی ص ۲۴۴ ج ۱' المجموع ص ۲۲۹ ج ۲
[116]۔ سنن بیہقی ص ۲۳۴ ج ۱

حرف الثاء

ثمن (مبیع کا بدل یعنی معاوضہ)

مبیع کے عوض کو ثمن کہتے ہیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴)

ثیاب (کپڑے)۔ دیکھئے لفظ لباس

حرف الجیم

جائزۃ (انعام)

عطیہ کو جائزہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ ہبہ)

جبن (پنیر)

۱۔ تعریف: جبن اس دودھ کو کہتے ہیں جسے انفحہ (بکری کا بچہ جو صرف ابھی دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک مادہ نکال کر اسے کپڑے میں لت کردیا جاتا ہے اور وہ پنیر کے مانند گاڑھا ہوجاتا ہے) نے گاڑھا کردیا ہو۔

۲۔ جبن کھانے کا حکم: دودھ کے ساتھ ایسے جانور کا تھوڑا سا انفحہ ملا کر پنیر سازی کی جاتی ہے جس نے ابھی دودھ کے سوا کوئی اور غذا نہ کھائی ہو۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہوجائے کہ انفحہ جانور کے معدے کا جز ہے تو پھر یہ شرط لازم ہوگی کہ مذکورہ جانور کو کسی مسلمان یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو پنیر مسلمان اور اہل کتاب تیار کریں اسے کھالو"[1]۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے بازاروں میں بکنے والے گوشت کو کھالینے کی اباحت ہوتی ہے اور جانور ذبح کرنے والے کے متعلق نہیں پوچھا جاتا کہ وہ

کون ہے اسی قاعدے پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ بھی مسلمانوں کے بازاروں میں بکنے والے پنیر کو کھالیا کرتے تھے' آپ سے پنیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا :"مسلمانوں کے بازار میں موجود پنیر میں خرید لیتا ہوں اور اس کے متعلق پوچھتا نہیں" [۲]۔ یعنی آپ کا غلبہ ظن یہ ہوتا کہ مسلمانوں کے بازار میں موجود پنیر اس جانور کے انفحہ سے تیار شدہ ہے جسے خود مسلمانوں نے ذبح کیا ہے یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہے۔ اس قاعدے سے صرف وہی صورت مستثنیٰ ہوگی جس کے متعلق ہمیں یقین ہو کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے سوا دوسرے لوگوں نے مذکورہ جانور ذبح کیا تھا۔ ایسی صورت میں مذکورہ پنیر کا استعمال حلال نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ پنیر سازی میں استعمال ہونے والا انفحہ کسی مردہ جانور کا یا کسی مجوسی یا کسی مشرک کے ذبیحہ کا تھا تو اسے استعمال کرنا حلال نہیں ہوگا۔ عطاء بن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے پنیر کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا :" اسے عراق سے لایا جاتا ہے ہم اسے کھالیتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی کھلاتے ہیں" میں نے کہا :"یہ لوگ اس پنیر میں مردہ انفحہ ملاتے ہیں" آپ نے فرمایا :"اگر تمہیں یہ علم ہو جائے کہ اس میں مردہ انفحہ ملا ہوا ہے تو پھر اسے نہ کھاؤ" [۳]۔

جبیرۃ (جبیرہ)

۱۔ تعریف: ٹوٹی ہوئی ہڈیوں اور زخموں پر باندھی جانے والی پٹیاں اور دیگر اشیاء جبیرہ کہلاتی ہیں

۲۔ جبیرہ پر مسح: اگر کسی شخص کو ایسا زخم لگ جائے جسے پانی لگنے سے نقصان ہوتا ہو اور وہ اس پر پٹی باندھ لے اور پھر وضو کرنا چاہے تو اس کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ پٹی کے اردگرد کا حصہ دھوکر پٹی پر مسح کرلے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے :"جس شخص کے زخم پر پٹی بندھی ہو تو وہ وضو کرتے وقت پٹی کے اردگرد کے حصے کو دھولے گا اور پٹی پر مسح کرلے گا" [۴]۔ حضرت ابن عمرؓ کے انگوٹھے پر ایک پھوڑا نکل آیا اور آپ نے اس پر دوائی لگائی' آپ اس پر وضو کا پانی گزارتے تھے [۵]۔

ایک دفعہ آپ کے کف دست پر پٹی بندھی ہوئی تھی آپ نے پٹی پر مسح کیا اور باقی حصے دھو لئے[6]۔

جرح (زخم)

کسی کے لگائے ہوئے زخموں کے بدلے واجب ہونے والا جرمانہ (دیکھئے مادہ جنایہ- نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۲)

جراد (ٹڈی)

ٹڈیا کھانے کی اباحت (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واوَ کا جز ۲)

جعالتہ (اجرت' مزدوری)

۱۔ تعریف: کسی متعین کام پر متعین معاوضہ کا التزام جعالہ کہلاتا ہے جبکہ کام کرنے والے کو دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی جائے

۲۔ جعالہ کا حکم: اگر جعالہ مشروع ہو مثلاً کوئی شخص اعلان کر دے کہ "میری فلاں گمشدہ چیز جو لے آئے گا اسے سو درہم دیئے جائیں گے" تو جہاد کی حد تک یہ مشروع نہیں ہو گا۔ مثلاً کوئی شخص یہ اعلان کردے کہ: "جو شخص میری جگہ جہاد پر جائے گا میں اسے اتنی رقم دوں گا" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جہاد سے بیٹھ رہنے والا شخص جہاد پر جانے والے کو رقم وغیرہ دے دیا کرتا تھا۔ تاہم یہ بات کہ ایک شخص اپنا جہاد فروخت کرے تو مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیسی بات ہے"[7]۔ شفیق بن العیزار الاسدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے جہاد کے سلسلے میں مقرر ہونے والے جعالہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: "میں رشوت نہیں لیتا سوائے اس چیز کے جسے اللہ نے مجھے رشوت کے طور پر عطا کی ہے"[8]۔

جلالتہ (گندگی کھانے والا جانور)

۱۔ جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کی اکثر غذا گندگی یعنی پاخانہ وغیرہ ہو خواہ وہ چوپایہ ہو یا کوئی اور

۲۔ جلالہ کے احکام:

الف۔ جلالہ پر سواری کرنا: حضرت ابن عمرؓ جلالہ پر سوار ہونا مکروہ قرار دیتے اور اس سے منع فرماتے تھے[9]۔ اس لئے کہ جب اسے پسینہ آتا تو بدبو پھیل جاتی۔ ایک شخص نے آپ سے کہا: "میں حج کے سفر میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں" آپ نے جواب دیا "میرے ساتھ سفر میں جلالہ پر سوار ہو کر نہ جانا[10]۔ آپ نے ایک جلالہ اونٹ خرید لیا اور پھر چراگاہ میں بھیج دیا۔ یہ اونٹ وہاں گھاس چرتا رہا اور درست ہوگیا تو اس پر سوار ہو کر حج کے لئے گئے[11]۔

ب۔ جلالہ جانور کے گوشت' انڈے اور دودھ کا استعمال: جلالہ جانور کا گوشت یا انڈا کھانا اور اس کا دودھ پینا جائز نہیں ہے جب تک اسے تین دنوں تک باندھ کر نہ رکھا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ ایسی مرغی کو تین دنوں تک بند رکھتے اور پھر اس کا انڈا یا گوشت استعمال کرتے[12]۔ جلالہ جانور کو بند رکھنے سے پہلے اس کی تحریم کے سلسلے میں اصل وہ روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں کہ حضور ﷺ نے جلالہ جانور پر سواری کرنے یا اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے" ایک اور روایت میں ہے کہ " حضور ﷺ نے جلالہ جانور کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے"[13]

جلباب (چادر یا قمیص)

جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو عورت اپنے لباس پر اوڑھ لیتی ہے۔ جلباب اوڑھنا اور اسے اتارنے کی اجازت کے اوقات (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کا جز ب)

جلد (کھال)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں کھالوں کی تین قسمیں ہیں۔

اول۔ ایسے پاک جانوروں کی کھالیں جنہیں شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو۔ یہ کھالیں پاک ہوتی ہیں خواہ انہیں دباغت دی گئی ہو یا دباغت نہ دی گئی ہو۔

دوم۔ ایسے پاک جانوروں کی کھالیں جن کا گوشت حلال ہو لیکن وہ شرعی طور پر ذبح ہوئے

بغیر مرگئے ہوں یا وہ زندہ ہونے کی صورت میں نجس ہوں۔ ان جانوروں کی کھالیں دباغت سے بھی حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک پاک نہیں ہوتیں کیونکہ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳ میں قول باری ہے (حرمت علیکم المیتہ" تم پر مردار حرام کردیا گیا ہے)۔ یہ حکم اپنے عموم کی وجہ سے ان کی کھالوں اور گوشت دونوں کو شامل ہے۔ نیز حضور ﷺ کا ارشاد ہے "مردار کی کھال سے اور اس کے پٹھے سے فائدہ نہ اٹھاؤ" [۱۴]۔

سوم۔ ایسے جانوروں کی کھالیں جو نجس العین نہ ہوں اور ان کا گوشت بھی حلال نہ ہو لیکن انہیں ذبح کردیا گیا ہو۔ یہ کھالیں دباغت کی بنا پر پاک ہوجاتی ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: "کھال کی دباغت اس کی ذبح ہے" [۱۵]۔ آپ نے ایک شخص کے جسم پر فرو (پوستین) دیکھ کر فرمایا: "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ ذکی یعنی ذبح شدہ ہے تو اس سے ایک لباس حاصل کرکے مجھے خوشی ہوتی" [۱۶]۔

فرو عام طور پر ایسے جانور سے حاصل کیا جاتا ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

ذکاۃ کے معنی ذبح کے ہیں۔ یعنی اگر غیر حلال جانور کو ذبح کرکے اس کی کھال کو دباغت دی جائے تو یہ دباغت اس کی کھال پاک کردیتی ہے۔

جلد (کوڑے لگانا)

کوڑے وغیرہ سے ضرب لگانے کو جلد کہتے ہیں۔

چہرے اور سر کو ضرب نہ لگانا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳)

حد کے اندر کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ مضروب کی ہلاکت واقع نہ ہو، کوڑے لگانے کا عمل اس کے پورے جسم پر پھیلا دیا جائے (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۳)

زانی کو کوڑے لگانے کا طریقہ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز الف)

جلوس (بیٹھنا)

ا۔ غیر کی جگہ پر بیٹھنا: حضرت ابن عمرؓ غیر کی جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے خواہ مذکورہ غیر شخص آپ کے لئے اپنی جگہ خالی کیوں نہ کردیتا۔ اگر آپ کسی جگہ جاتے تو مجلس میں بیٹھے

ہوئے لوگوں کا جہاں اختتام ہوتا وہیں بیٹھ جاتے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت ابن عمرؓ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوتا تو آپ وہاں نہ بیٹھتے[۱۷]۔

۲۔ نماز کے اندر قعود کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز ز کا جز ط)

جمرات (جمع جمرہ)

جمرات ان تین مخصوص جگہوں کو کہتے ہیں جنہیں حاجی منیٰ کے اندر کنکریاں مارتا ہے۔وہ یہ ہیں جمرہ عقبہ' جمرہ وسطیٰ' اور جمرہ اولیٰ (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۲ اور نمبر۳۰)

جمعہ (جمعہ)

۱۔ جمعہ کے دن اجابت دعا کا وقت: جب حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ کی یہ حدیث سنی کہ :"جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس کے اندر اگر کوئی مسلمان بندہ نماز میں مصروف ہو تو وہ اللہ سے جو بھی مانگے گا اللہ اسے دے دے گا"[۱۸]۔
تو آپ نے کہا:"ایک دن کے اندر کسی حاجت کی طلب تو بہت آسان ہے"[۱۹]۔

۲۔ جمعہ کے دن غسل کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر۲ کا جز ھ) نیز (مادہ سفر نمبر۳ کا جز ح)
جمعہ کی نماز اور خطبہ جمعہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۲) نیز (مادہ خطبہ)
جمعہ کے دن سفر (دیکھئے مادہ سفر نمبر۳ کا جز ب)
جمعہ کے دن کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۲ کا جز ج)
جمعہ کے دن خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ تطیب نمبر۱)
ہر جمعہ کے دن مونچھیں مونڈنا (دیکھئے مادہ شارب)
جمعہ کے دن قبولیت دعا کا وقت (دیکھئے مادہ دعا نمبر۲ کا جز الف)

جمل (اونٹ) دیکھئے مادہ ابل

جنابۃ (جنابت' ناپاکی)

۱۔ تعریف: جنابت اس معنوی نجاست کو کہتے ہیں جو ہمبستری یا انزال یا حیض یا نفاس کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے۔

۲۔ جنابت کے آثار

الف۔ جنبی شخص کا پسینہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جنبی کا پسینہ پاک ہوتا ہے آپ کو جنابت کی حالت میں پسینہ آتا اور پھر آپ ان ہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے اور انہیں دھونے کی ضرورت محسوس نہ کرتے[20]۔

جنبی کا پسینہ اس لئے پاک ہے کہ اس کا جسم پاک ہوتا ہے۔ جب اس کا جسم پاک ہوتا ہے تو اسے چھولینے سے پاکی حاصل کرنا واجب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ کی لونڈیاں حیض کی حالت میں آپ کے پاؤں دھوتیں اور کھجور کی چٹائی آپ کو پکڑا دیتیں[21]۔ آپ اپنی بیوی سے ہمبستری کر کے بیوی سے پہلے ہی غسل جنابت کر لیتے اور واپس آکر بیوی کے ساتھ لیٹ جاتے جب کہ بیوی ابھی جنابت میں ہوتی۔ آپ نے اپنے بارے میں یہ بات خود بیان کرتے ہوئے فرمایا: "مجھے یہ بات پسند تھی کہ ہمبستری سے فراغت کے بعد بیوی سے پہلے نہالوں چنانچہ میں نہالیتا اور واپس آکر اس کے ساتھ لیٹ جاتا اور اس طرح مجھے حرارت حاصل ہو جاتی پھر میں اسے نہانے کے لئے کہتا اور وہ نہالیتی"[22]۔

ب۔ جنبی کا ہاتھ لگنے سے پانی طہوریت کی صفت سے نکل جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر جنبی شخص طاہر اور مطہر پانی کے اندر اپنا ہاتھ ڈبوئے تو اس کی وجہ سے پانی کی طہوریت کی صفت زائل ہو جاتی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ: "جو شخص جنابت کی حالت میں پانی سے اپنی چلو بھر لے تو اس کی نجاست باقی نہیں رہتی"[23]۔ اس سے آپ کی مراد معنوی نجاست ہے۔ آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ کوئی شخص حائضہ عورت اور جنبی کے استعمال شدہ پانی کے باقیماندہ پانی سے غسل کرے[24]۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ آپ عورت کے جوٹھے پانی میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے الا یہ کہ عورت جنبی یا حائضہ ہو[25]۔

ہم نے کہا ہے کہ مذکورہ نجاست سے معنوی نجاست مراد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جنبی شخص کے جسم اور پسینے کے پاک ہونے کے قائل تھے۔ آپ سے اس پانی کی نجاست صرف غسل اور وضو یعنی معنوی نجاست کے بارے میں منقول ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حائضہ اور جنبی کا ہاتھ پانی میں پڑنے کی وجہ سے پانی نجس نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: "اگر جنبی مرد اور عورت ایک ہی برتن کے پانی سے غسل کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے"[۲۶]۔ نیز فرماتے ہیں: "حضور ﷺ کے عہد میں ہم اور ہماری بیویاں ایک ہی برتن کے پانی سے نہایا کرتے تھے۔[۲۷]"

ج۔ وضو کا استحباب: حضرت ابن عمرؓ کھانے پینے، سونے اور دوبارہ ہمبستری کے ارادے کے وقت وضو کرلینا مستحب سمجھتے تھے۔ آپ سے منقول ہے کہ جنابت کی حالت میں اگر آپ کھانے پینے یا سونے کا ارادہ کرتے تو چہرہ نیز کہنیوں تک دونوں بازو دھولیتے اور سر کا مسح کرتے اور پھر کھا پی لیتے یا سو جاتے[۲۸]۔ اسی طرح جب آپ بیوی سے ہمبستری کرنے کے بعد دوبارہ اس کا ارادہ کرتے تو چہرہ اور بازو دھولیتے اور فرماتے: "جب تم دوبارہ اس کا ارادہ کرو تو وضو کرلو"[۲۹]۔

د۔ قرآن کی تلاوت نیز ذکر الٰہی اور سلام کا جواب: جنبی کے لئے قرآن کی تلاوت جائز نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ طہارت کی حالت میں ہی قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور ذکر الٰہی کرتے[۳۰]۔ آپ فرماتے: "صرف طاہر شخص ہی قرآن کی تلاوت کرے"[۳۱]۔

ھ۔ قرآن کو ہاتھ لگانا: جنبی کے لئے قرآن کو ہاتھ لگانا اور اسے اٹھانا جائز نہیں ہے[۳۲]۔

و۔ روزہ رکھنا: جنبی کے لئے جنابت کی حالت میں ہی روزے کے ساتھ صبح کرنا جائز ہے۔ اس سے اس کے روزے کو کوئی نقصان نہیں ہوگا[۳۲-ب]۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہیں رمضان کی ایک رات احتلام ہوگیا اور صبح ہونے کے بعد آنکھ کھلی۔ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ملے اور ان سے فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے کہا روزہ نہیں ہوا کیونکہ حضور ﷺ اس صورت میں روزہ نہ ہونے کا حکم دیتے تھے جب کوئی شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے۔ یہ سن کر عبیداللہ اپنے والد حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور آپ کو حضرت ابو ہریرہؓ کے فتوے کے بارے میں بتایا۔ آپ نے سن کر فرمایا: "اگر تم روزہ توڑو گے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری

زبردست پٹائی کروں گا۔ اپنا روزہ پورا کرو۔ البتہ اگر تم کسی اور دن اس کے بدلے روزہ رکھنا چاہو تو ایسا کرسکتے ہو"[۳۳]۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: "اگر موذن فجر کی اذان اس حالت میں دے دے کہ عبداللہ (یعنی میں) اپنی بیوی کے دونوں ٹانگوں کے درمیاں ہو اور وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کر رہا ہو تو بھی وہ اپنا روزہ پورا کرے گا"[۳۴]۔

ز۔ نماز اور طواف: جنبی شخص پر نماز اور طواف کعبہ بالاجماع حرام ہے۔

۳۔ جنابت کا ازالہ: غسل کے ذریعے جنابت دور کی جاتی ہے یا غسل متعذر ہونے کی صورت میں تیمم کے ذریعے اسے دور کیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر۲ کا جزی)

جنازۃ (جنازہ)

میت کو نیز تابوت کو جس پر میت کو لٹایا جائے جنازہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ موت)

نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴۰)

جنایۃ (فوجداری جرم)

۱۔ تعریف: کسی پر جان لیوا یا جان لینے سے کم تر واقع شدہ ممنوع تصرف کو جنایت کہتے ہیں۔

۲۔ ظلم اور زیادتی کے تحت ہونے والے قتل کا گناہ: حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: "حرمت والے خون کو ناجائز طریقے سے بہانا ان امور میں سے ہے جن کے بھنور میں اگر ایک دفعہ انسان اپنے آپ کو پھنسا بیٹھے تو اس کے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی"[۳۵]۔

۳۔ چور کو قتل کر دینا۔ شاید ابن عمر کی رائے یہ تھی کہ مال یا عزت یا جان پر حملہ آور شخص کو اپنے دفاع میں قتل کر دینا جائز ہے' کیونکہ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اپنے گھر میں داخل ہونے والے ایک چور کو پکڑ لیا اور اس پر تلوار سونت لی۔ اگر ہم آپ کو نہ روکتے تو آپ اسے قتل کر دیتے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر ہم آپ کا ہاتھ نہ پکڑ لیتے تو آپ اسے قتل کر دیتے۔[۳۶]

۴۔ جنایت کی انواع: جنایت کی تین قسمیں ہیں۔ عمد۔ شبہ عمد۔ خطاء

الف۔ جنایت عمد وہ جنایت ہے جس میں جنایت کا قصد اور ارادہ پایا جائے قتل کے قصد کی نشانی یہ ہے کہ انسان جنایت کے اندر ایسا آلہ استعمال کرے جس کے ذریعے اکثر حالات میں قتل کا وقوعہ ہو جاتا ہے۔ قتل کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے (دیکھئے مادہ کبیرۃ نمبر ۲)
جنایت عمد کے اندر بالاجماع قصاص واجب ہوتا ہے بشرطیکہ قصاص ممکن ہو۔

ب۔ جنایت خطاء

(۱) یہ وہ جنایت ہے جس میں جنایت کا قصد اور ارادہ نہ پایا جاتا ہو

(۲) اس میں دیت واجب ہوتی ہے اور قصاص ممتنع ہوتا ہے۔

اگر یہ جنایت کسی کی جان پر واقع ہو تو اس کے بدلے پوری دیت واجب ہوتی ہے
بکیر بن الاشج نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص نے کسی نابالغ بچے کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور پھر بچہ گر کر مرگیا تو وہ جرمانہ یعنی دیت بھر دے گا" [۳۷]

اگر جنایت خطا کے نتیجے میں جان تو نہ جائے لیکن جان جانے سے کم تر نقصان ہو مثلاً کوئی عضو چلا جائے تو اس میں ارش یعنی دیت لازم ہوگی

اعضاء کے ارش کا تعین اس طرح ہوگا کہ دیت کو انسانی جسم کے متماثل اعضاء کی تعداد پر تقسیم کیا جائے گا مثلاً انگلیاں، آنکھیں وغیرہ۔ اور پھر ہر عضو کے حصے میں جتنی دیت آئے گی اسے اس عضو کا ارش تصور کرلیا جائے گا۔

اگر جسم کے ایک سے زائد متماثل اعضاء ایک ہی کام سرانجام دیتے ہوں مثلاً دونوں آنکھیں دیکھنے کا کام سرانجام دیتی ہیں اور ایک عضو مکمل طور پر بے کار ہو اور ایک عضو باقی رہ گیا ہو اور جنایت اسی عضو پر واقع ہوئی ہو تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی کیونکہ مذکورہ عضو کے تلف ہوجانے سے جنس منفعت ہی فوت ہوجائے گی۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ نے یک چشم انسان کی درست آنکھ پھوڑ دینے پر پوری دیت کی ادائیگی کا فیصلہ سنایا تھا۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک کانے شخص کی درست آنکھ خطا پھوڑ دی گئی ہے، یہ سن کر عبداللہ بن صفوان نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے پوری دیت کی ادائیگی کا فیصلہ سنایا تھا۔ یہ سن

کر سائل نے کہا: "میں آپ سے مسئلہ نہیں پوچھتا' میں تو یہ مسئلہ ابن عمرؓ سے پوچھ رہا ہوں" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ابن صفوان تمہیں عمرؓ کا فیصلہ بیان کر رہے ہیں اور پھر بھی تم مجھ سے پوچھتے ہو؟" [۳۸]۔ یعنی آپ نے اس مسئلے میں اپنے والد محترم کی رائے سے موافقت کی

ایسے زخم جن کے بارے میں کوئی متعین دیت وارد نہ ہوئی ہو ان کے ارش کا تعین تحکیم کے طریقے سے کیا جائے گا۔

تمام احوال کے اندر اگر عورت پر واقع شدہ جنایت جان لیوا ہونے سے کم تر ہو اور اس کا ارش تہائی دیت سے کم ہو تو یہ مرد کے ارش کی طرح ہوگا یعنی برابر برابر اگر ارش تہائی دیت سے متجاوز ہو تو اس صورت میں عورت کا ارش مرد کے ارش سے نصف ہوگا۔ [۳۹]

ج۔ شبہ عمد جنایت وہ جنایت ہے جس میں ضرب لگانے اور قتل کرنے کا ارادہ نہ کیا گیا ہو اس میں دیت مغلظہ واجب ہوگی جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

۵۔ جنایات کی سزا: جنایت کی سزا یا تو قصاص کی صورت میں ہوتی ہے یا دیت یعنی خوں بہا کی شکل میں۔ تاہم مخصوص حالات کے اندر اس کے ساتھ دیگر سزاؤں کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا۔

الف۔ اگر سزا قصاص کی شکل میں ہو تو اسے حرم کے اندر جاری کرنا جائز نہیں ہوگا۔ خواہ جنایت کا ارتکاب حرم کے اندر ہوا ہو یا حرم سے باہر ہوا ہو اور پھر مجرم نے حرم میں پناہ حاصل کرلی ہو [۴۰]۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر میں اپنے والد کے قاتل کو حرم کے اندر پکڑ لوں تو اسے قتل نہیں کروں گا" [۴۱]۔

ب۔ اگر سزا دیت کی شکل میں ہو تو:۔

ا۔ تو قتل شبہ عمد کی صورت میں مذکورہ دیت کو مخصوص شکل کے تحت مغلظہ بنا دیا جائے گا یہ عمل حدیث شریف کے مضمون کی مطابقت میں کیا جائے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ: "شبہ عمد کی دیت کے تین حصے ہوں گے' تینتیس حقہ (چوتھے سال میں داخل

اونٹنی) تینتیس جذعہ (پانچویں سال میں داخل اونٹنی) اور چونتیس ثنیہ (چھٹے سال میں داخل اونٹنی) تاایک سالہ بازل یعنی نو سال عمر تک کی جو سب کی سب گابھن ہوں" [۴۲]

ب۔
اگر قتل کا وقوعہ حدود حرم میں یا حرمت والے مہینے میں ہوا ہو یا مقتول قاتل کا محرم رشتہ دار ہو تو تہائی کی نسبت سے (یعنی پوری دیت اور اس کے ساتھ تہائی دیت) دیت کو مغلظہ بنا دیا جائے گا [۴۳]۔

۲۔ اگر دیت شبہ عمد یا خطا کی دیت ہو تو اس کا وجوب عاقلہ پر ہو گا اور تین سالوں کے اندر ان سے قسطوں کی شکل میں وصول جائے گی [۴۴]۔ (دیکھئے مادہ عاقلہ)

ج۔ کفارہ: قتل غیر عمد کی صورت میں کفارہ واجب ہو گا۔ وہ کفارہ یہ ہے ایک مومن غلام آزاد کرنا۔ جسے یہ میسر نہ ہو وہ مسلسل دو مہینے روزے رکھے گا جیسا کہ سورہ نساء آیت نمبر ۹۲ میں ارشاد باری ہے (ومن قتل مومنا خطا فتحریر رقبه مومنه ودیه مسلمه الی اهله الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وهو مومن فتحریر رقبه مومنه وان کان من قوم بینکم وبینهم میثاق فدیه مسلمه الی اهله و تحریر رقبه مومنه فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبه من الله۔ وکان الله علیما حکیما اگر کوئی شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا دے الا یہ کہ وہ خوں بہا معاف کر دیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے ہو جس سے تمہاری دشمنی چل رہی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہو گا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے)

د۔ میراث سے قاتل کی محرومی (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۳)

جنون (دیوانگی)

۱۔ تعریف: کسی آفت یعنی بیماری وغیرہ کی وجہ سے عقل کا بالکلیہ زائل ہو جانا جنون کہلاتا ہے۔

۲۔ جنون کے آثار و احکام

دیوانے کے تصرفات پر بالاجماع پابندی ہے۔

دیوانے پر مترتب ہونے والے مالی فرائض مثلاً زکوۃ وغیرہ پر جنون کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔(دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ جز الف)

دیوانے کا عدم احصان (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کا جز الف)

دیوانے کے ولی کا اس کی بیوی کو طلاق دینا(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز ھ)

جنین (رحم میں موجود حمل)

۱۔ تعریف: بچہ جب تک رحم مادر میں رہے اس وقت تک جنین کہلائے گا۔

۲۔ جنین کے احکام

اگر جنین زندہ پیدا ہو تو وہ میراث کا مستحق قرار پائے گا(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کا جز ب)

اگر جنین زندہ پیدا ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا خواہ پیدائش کے بعد اس نے آواز نکالی ہو یا آواز نہ نکالی ہو (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۰ کا جز الف) جنین کی طرف سے قربانی نہیں دی جائے گی (دیکھئے (مادہ اضحیہ نمبر ۳) ماں کی ذبح جنین کی ذبح ہوتی ہے خواہ اس کے بال نمودار ہو چکے ہوں یا نمودار نہ ہوئے ہوں (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴ کا جز ھ)

جہاد (جہاد)

۱۔ تعریف: میدان جنگ میں کافر دشمن کے خلاف قتال جہاد کہلاتا ہے

۲۔ جہاد کا حکم: حضرت ابن عمرؓ صرف اسی صورت میں جہاد فرض سمجھتے تھے جب دشمن کے حملے کی وجہ سے مسلمانوں کا دفاع ضروری ہو جائے یا مسلمانوں کے اندر کمزوری ہو۔ البتہ اگر جہاد سلطنت اسلامی کی توسیع کی خاطر کیا جائے اور مسلمانوں کے اندر قوت اور غلبہ کی کیفیت موجود ہو تو ایسی صورت میں یہ جہاد مندوب یعنی مستحب ہو گا۔ [۴۵]

عراق کا ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: "ابن عمرؓ آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟" یہ سن کر آپ خاموش رہے اور اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی آپ خاموش رہے اور منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اسلام کی عمارت چار ستونوں پر استوار ہے۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، ان دونوں کے درمیاں کوئی فرق نہیں ہے، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھنے والے پر بیت اللہ کا حج کرنا۔ جہاد اور صدقہ عمدہ اعمال میں سے ہیں" ایک روایت کے مطابق: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔" اس روایت کے مطابق آپ نے شہادتین (کلمہ شہادت) کا اضافہ کیا تھا[46]۔

جس صورت کے اندر جہاد مندوب یعنی مستحب ہو وہاں کسب حلال جہاد سے افضل ہوگا اس لئے کہ جہاد کا قیام کسب حلال کے ذریعے ہوتا ہے (دیکھئے مادہ کسب نمبر ۳)

سمندر کے اندر جہاد کا فریضہ سرانجام دینا خشکی پر اس فریضے کے سرانجام دینے کی بہ نسبت زیادہ اجر کا حامل ہوگا کیونکہ سمندر کے اندر خطرات زیادہ ہوتے ہیں اور وہاں اللہ کے لئے اپنی جان کے سودے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "سمندر میں ایک دفعہ جہاد کے لئے جانا مجھے اللہ کی راہ میں ڈھیروں مقبول بارگاہ مال خرچ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے"[47]۔ (دیکھئے مادہ بحر نمبر ۲)

۳۔ مجاہد کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "جہاد پر جانے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے میدان جہاد کی طرف کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کی یاد میں مصروف ہو کر نکلتے ہیں اور اپنی رفتار کھوٹی کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنے رفقاء کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آتے اور ان کی خبرگیری کرتے ہیں اور اپنے بہترین اموال خرچ کرتے ہیں۔ ان کا مال خرچ کرنا درہم و دینار کی صورت میں انہیں حاصل ہونے والے مال غنیمت سے زیادہ قابل رشک ہوتا ہے۔ جب وہ میدان جنگ میں ہوتے ہیں تو اس موقع پر وہ اللہ سے شرماتے رہتے ہیں کہ کہیں اللہ ان کے دل کے کسی کھوٹ سے آگاہ نہ ہو جائے یا مسلمانوں کا ساتھ چھوڑنے کے کسی جذبے کی اطلاع اسے نہ ہو جائے۔ اگر انہیں مال

غنیمت میں غلول کا کوئی موقعہ ہاتھ آتا ہے تو وہ اس سے اپنے دلوں اور اپنے اعمال کو پاک رکھتے ہیں (مال غنیمت میں سے کوئی چیز چرا کر رکھ لینا غلول کہلاتا ہے) اس طرح شیطان انہیں کسی برائی میں ڈال نہیں سکتا اور نہ ہی ان کے دلوں میں کسی بدی اور برائی کا زخم لگا سکتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عنایت کرتا اور اپنے دشمن کو ناکام بنادیتا ہے دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو جہاد کے لئے گھر سے نکل پڑتے ہیں لیکن وہ نہ تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی اسے یاد کرتے ہیں' نہ ہی فساد سے اپنا دامن پاک رکھتے ہیں اور جب اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو بڑی بے دلی سے اور مجبوری کے تحت خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں' شیطان ان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے۔ پھر جب میدان جنگ میں ہوتے ہیں تو سب سے آخر میں ہوتے ہیں اور بھاگنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں اور پہاڑوں کی بلندیوں پر پناہ لے کر دیکھتے رہتے ہیں کہ میدان جنگ میں لوگوں کا کیا بننے والا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتحیاب کرتا ہے تو بڑھ بڑھ کر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ اگر انہیں غلول کا کوئی موقعہ ہاتھ آجاتا ہے تو بڑی جرات سے وہ غلول کرتے اور اللہ سے نہیں ڈرتے' شیطان انہیں پڑھاتا ہے کہ یہ غلول غنیمت کا مال ہے۔ اگر انہیں کوئی فراخی پیش آجاتی ہے تو شیطان انہیں فتنے میں مبتلا کردیتا ہے۔ ایسے لوگوں کا اہل ایمان کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بس صرف اتنا ہوتا ہے کہ ان کے جسم اہل ایمان کے جسموں کے ساتھ ہوتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں جب کہ ان کی نیتیں اور ان کے اعمال مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ انہیں قیامت کے دن جمع کرے گا اور پھر اہل ایمان سے انہیں الگ کردے گا"[۴۸]۔

۴۔ مال کے ساتھ جہاد:

الف۔ جہاد کے اندر انفاق: جیسا کہ (مادہ جہاد نمبر۲) میں بیان ہوچکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں جہاد مندوب یعنی مستحب ہے۔ اسی طرح جہاد کے لئے مال خرچ کرنا بھی آپ کی رائے میں مستحب ہے الا یہ کہ جہاد بصورت فرض عائد ہوجائے۔ بنا بریں آپ کی رائے تھی کہ قرآن کریم کی تلاوت جہاد میں مال خرچ کرنے سے افضل ہے۔ آپ

فرماتے ہیں: "اگر ایک شخص رات بھر ایک ایک درہم اور ایک ایک دینار خرچ کرتا رہے اور عمدہ گھوڑوں پر لوگوں کو سوار کرا کے جہاد میں بھیجتا رہے اور دوسرا شخص رات بھر قرآن کی تلاوت کرتا رہے اور جب صبح ہو تو اس کی یہ تلاوت قبول ہو چکی ہو اور میں رات بھر تلاوت کرتا رہوں اور جب صبح ہو تو میری یہ تلاوت قبول ہو چکی ہو تو میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرے اس عمل کے بدلے مجھے مال خرچ کرنے والے کا عمل مل جائے" [۴۹]۔

آپ کے درج بالا قول کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ گھٹا دینا چاہتے تھے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ نفس جب روح قرآن سے سیر ہو جاتا ہے تو پھر جان و مال کے ساتھ جہاد پر نکل کھڑا ہوتا ہے اور کوئی چیز اسے اس سے باز نہیں رکھ سکتی ہے لیکن جب انسان کا نفس روح قرآن سے خالی ہوتا ہے یا اس کے اندر قرآن کی روح کمزور ہوتی ہے اور پھر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے نکل پڑتا ہے تو اپنے سامنے مخالف آندھیاں چلتی دیکھ کر فوراً ہی انفاق فی سبیل اللہ سے ہاتھ روک لیتا ہے کیونکہ اس کے اندر نہ تو اتنی ایمانی قوت ہوتی ہے اور نہ ہی روح قرآن جو اسے ان آندھیوں کو مقابلہ کرنے یا ان سے آگے بڑھ جانے کی قوت بہم پہنچا سکے۔

ب۔ مجاہد کی اعانت: حضرت ابن عمرؓ مجاہد فی سبیل اللہ کی کثرت سے اعانت کرتے تھے اور اس سلسلے میں اس طرح بے دریغ خرچ کرتے کہ گویا آپ کو فقر و فاقہ کا کوئی خوف ہی نہ ہوتا۔ مجاہد نے آپ سے کہا کہ میں جہاد پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کا ایک حصہ تمہیں دے دوں" مجاہد نے عرض کیا کہ اللہ نے مجھے وسعت دی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "تمہاری دولت مندی تمہیں مبارک ہو، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا مال بھی اس راستے پر لگ جائے" [۵۰]۔ اس واقعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن عمر مجاہد فی سبیل اللہ کی اعانت کو جائز سمجھتے تھے خواہ یہ مجاہد خود مالدار کیوں نہ ہوتا۔

اگر آپ مجاہد کو کوئی مال یا گھوڑا دیتے تو اس پر شرط عائد کر دیتے کہ وہ اسے جہاد میں صرف کرے گا اگر وہ مذکورہ مال یا گھوڑا لے کر جہاد پر چلا جاتا تو اسے اختیار ہوتا

کہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور اگر جہاد پر نہ جاتا تو اسے واپس کر دیتا۔
سعید بن منصور وغیرہ نے روایت کی ہے کہ اگر حضرت ابن عمر جہاد پر جانے والے کسی مجاہد کو سواری کا کوئی اونٹ دیتے تو اگر اسے شام کے محاذ پر جانا ہوتا تو آپ اس سے فرماتے "جب شام کے راستے میں تم وادی القریٰ میں پہنچ جاؤ تو اس اونٹ کے اندر تم اس طرح تصرف کرو جس طرح اپنے مال کے اندر کرتے ہو"

اگر مجاہد مصر کے محاذ کی طرف جانے کا ارادہ کرتا تو آپ اسے فرماتے: "جب تم مصر کے راستے میں کسی آبی گزر گاہ پر پہنچ جاؤ تو اس اونٹ کے اندر اسی طرح تصرف کرلو جس طرح اپنے مال کے اندر کرتے ہو" [۵۱]۔

ج۔ جہاد پر جانے کی اجرت اور مزدوری: مجاہد کی اعانت اور اس امر کے درمیان بڑا فرق ہے کہ ایک شخص خود تو جہاد پر جانے سے کنی کترائے اور اعلان کردے کہ جو شخص میری جگہ جہاد پر جائے گا اسے اتنی اجرت دی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ جہاں ایک طرف مجاہدین کی اعانت پر لوگوں کو ابھارتے اور خود بھی اس معاملہ میں پیچھے نہیں رہتے تھے وہاں جہاد پر جانے کی اجرت کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ یہ کام جہاد کی بیع کے مترادف ہوتا (دیکھئے مادہ اجارہ نمبر۲ کے جز ب کا جز ۲) اور (مادہ جعالہ نمبر۲)

۵۔ ہر شخص کو ہتھیار مہیا کرنا: حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ کے اس طریق کار پر یقین رکھتے تھے کہ تمام مسلمانوں کو مسلح کیا جائے کیونکہ ہر مسلمان پر خواہ وہ جہاد پر جائے یا نہ جائے، اسلحہ ذخیرہ رکھنا فرض ہے اور اس میں وہ کوئی کوتاہی نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اسلحہ کی موجودگی اس کے دل میں جذبہ جہاد کو بیدار رکھتی ہے۔ نیز ایسی صورت میں مسلمانوں پر دشمن کے حملے کی مصیبت کے وقت ہر مسلمان کے پاس اسلحہ کا اتنا ذخیرہ موجود ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنا دفاع کرنے کے قابل ہوتا ہے [۵۲]

حضرت ابن عمرؓ کے پاس چمڑے کی بنی ہوئی ایک ڈھال تھی جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: "اگر میرے والد مجھے یہ حکم نہ دے گئے ہوتے کہ: "اپنے ہتھیار سنبھال رکھو" تو میں یہ ڈھال اپنے کسی بیٹے کو دے دیتا" [۵۳]۔

۶۔ فاسق امیر یعنی حکمران کے ساتھ جہاد پر جانا: امیر چاہے جتنا برا ہو، مومن ہونے کی

صورت میں کافر دشمن سے بہرحال بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فاسق امیر کا ختم ہو جانا اور اس کی جگہ صالح امیر کا آجانا ممکن ہوتا ہے جبکہ کافر دشمن کو جب کبھی مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے وہ ان کا دین برباد کر دیتا ہے۔ ان کی فصلیں اجاڑ ڈالتا اور ان کی نسل تباہ کر دیتا ہے اسی نظریے کے تحت حضرت ابن عمرؓ نے مجاہد بن جبر کو انکے اس سوال کا کہ: "آپ جہاد پر جانے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں' کیونکہ حکمرانوں کی کارستانیاں آپ کے سامنے ہیں" یہ جواب دیا تھا کہ: "میری رائے ہے کہ تم جہاد پر جاؤ' حکمرانوں کے برے افعال کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے" [۵۴]۔

آپ کا یہ جواب حضور ﷺ کی اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ: "تم پر ہر امیر یعنی حکمران یا سپہ سالار کے ساتھ مل کر جہاد واجب ہے خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار' تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نماز فرض ہے خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار اور خواہ وہ کبائر کا مرتکب کیوں نہ ہو' اور نماز ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار اور خواہ وہ کبائر کا مرتکب کیوں نہ ہو" [۵۵]۔

۷۔ جہاد سے بیٹھ رہنا: اگر ایک شخص کا ظن غالب یہ ہو کہ مسلمان کافروں پر غالب آجائیں گے تو اس صورت میں اس کے لئے جہاد سے بیٹھ رہنا جائز ہو جائے گا لیکن اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مسلمان شکست کھاجائیں گے تو پھر مجاہدین کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہونا اس پر واجب ہو جائے گا۔ [۵۶]۔

اگر چہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلمانوں کی فتحیابی کے احتمال اور ظن کی صورت میں جہاد مندوب و مستحب ہوتا ہے نیز مسلمانوں کی پے در پے فتوحات نے اس تصور کو اور بھی موکد کر دیا تھا تاہم اس کے باوجود آپ کی نظروں میں جہاد تقرب الٰہی حاصل کرنے کا افضل ترین ذریعہ تھا' جبکہ دوسری طرف آپ اپنے آخری زمانے میں جہاد ترک کر کے گھر بیٹھ رہے تھے۔ آپ کے اس طرز عمل سے مسلمانوں کی صفوں میں بہت سے سوالات نے سر اٹھایا جن سے متاثر ہو کر عبداللہ بن عون نے آپ کے قریب ترین رفیق اور آزاد کردہ غلام نافع کو خط لکھ کر حضرت ابن عمرؓ کے اس رویے کے بارے میں استفسار کیا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ: "مجھے نافع نے جواب لکھ کر درج ذیل اسباب بیان کئے"

اول۔ آپ اپنے بیٹوں کو جہاد پر بھیج دیا کرتے تھے

دوم۔ آپ مجاہدین کی سواری کے لئے اونٹ اور گھوڑے مہیا کردیتے تھے

سوم۔ حضرت عمرؓ کی وصیتیں پوری کرنے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی پرورش اور تربیت کے کاموں میں مصروف رہنے کی وجہ سے جہاد پر نہیں جاسکتے تھے۔

چہارم۔ آپ کی رائے میں نماز کے بعد جہاد افضل الاعمال تھا[۵۷]۔ (یعنی فرض نہیں تھا)

۸۔ میدان جنگ سے فرار: حضرت ابن عمرؓ میدان جنگ سے فرار کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے آپ کا قول ہے: "میدان جنگ سے فرار کبائر میں سے ہے"[۵۸]۔

۹۔ باغیوں کے خلاف جہاد: (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر۵ اور ۶)

۱۰۔ جنگ کے اندر نماز کی ادائیگی کا طریقہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۱۱)

جہالتہ (جہالت)

۱۔ تعریف: عدم معرفت کو جہالت کہتے ہیں

۲۔ جہالت کو رفع کردینے والا وصف (دیکھئے مادہ بیع نمبر۷ کے جز ب کے جز۲ کا جز الف)

بیع کے اندر ثمن کا مجہول ہونا (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کے جز ب کا جز۱)

نرخوں کے بارے میں جہالت کی وجہ سے غبن یعنی گاہکوں کے ہاتھ نقصان اٹھانا (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

جوار (پڑوس)

۱۔ تعریف: آفاقی (حدود حرم سے باہر رہنے والے شخص) کا حرم مکی میں اقامت گزیں ہو جانا جوار کہلاتا ہے۔

۲۔ جوار کا حکم: جوار مندوب و مستحب ہے کیونکہ اس کے ذریعے ایک انسان کعبہ شریف سے قریب ہو کر اپنے نیک اعمال کا کئی گنا اجر حاصل کرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے۔ عطاء کہتے ہیں کہ "میں نے حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت ابن عمراور حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا تھا کہ حج کرنے کے بعد جوار اختیار کرلیتے"[۵۹]۔

یہاں عطاء نے شاید حضرت ابو سعید خدری ؓ کا بھی ذکر کیا تھا۔ ابو سفیان سے مروی ہے کہ: "میں نے ابن عمرؓ کے ساتھ چھ ماہ تک مکہ مکرمہ میں جوار اختیار کئے رکھا" [۶۰]
ہے

جورب (پائتابہ' جراب)

۱۔ تعریف: جورب لمبی پنڈلی والے اس موزے کو کہتے ہیں جو سوت یا اون یا بالوں وغیرہ کا بنا ہوتا ہے۔

۲۔ وضوء کے اندر جورب پر مسح: حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر جوربین پر مسح کی اباحت کے قائل تھے اور اپنی جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے [۶۱]۔

آپ فرماتے: "جرابوں پر مسح موزوں (خفین) پر مسح کی طرح ہے" [۶۲]۔

جورب پر مسح کے احکام خف پر مسح کے احکام کی طرح ہیں (دیکھئے مادہ خف نمبر ۶)

حرف الجیم میں مذکورہ حوالہ جات

[۱] ۔ سنن بیہقی ص ۶ ج ۱۰' المجموع ص ۶۹ ج ۹

[۲] ۔ عبدالرزاق ص ۵۳۹ ج ۴' المجموع ص ۷۰ ج ۹

[۳] ۔ عبدالرزاق ص ۵۴۰ ج ۴' المجموع ص ۶۹ ج ۹

[۴] ۔ سنن بیہقی ص ۲۲۸ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۲۳ ج ۱' عبدالرزاق ص ۱۶۲ ج ۱' المغنی ص ۲۷۷ ج ۱' کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۱

[۵] ۔ سنن بیہقی ص ۲۲۸ ج ۱' المغنی ص ۲۸۰ ج ۱' المحلی ص ۶۷ ج ۲' کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۱

[۶] ۔ سنن بیہقی ص ۲۲۸ ج ۱ المجموع ص ۳۵۳ ج ۲

[۷] ۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۵

[۸] ۔ حوالہ درج بالا نیز سنن بیہقی ص ۲۷ ج ۹

[۹] ۔ عبدالرزاق ص ۵۲۱ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۵۴ ج ۱۱' المغنی ص ۵۹۴ ج ۸

[۱۰] ۔ عبدالرزاق ص ۵۲۲ ج ۴' طبقات ابن سعد ص ۱۴۸ ج ۴

[۱۱] ۔ عبدالرزاق ص ۵۲۲ ج ۴

[۱۲] ۔ عبدالرزاق ص ۵۲۲ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۵۳ ج ۱۱' نیل الاوطار ص ۲۹۳ ج ۸' المغنی ص ۵۹۴ ج ۸ شرح منتہی الارادات ص ۳۹۹ ج ۳

[۱۳] ۔ ابوداؤد' ترمذی فی الاطعمہ باب الجلالہ

[۱۴] ۔ صحاح ستہ ماسوائے ابن ماجہ' نیل الاوطار ص ۸۷' ص ۴۷ ج ۱' المغنی ص ۶۶ ج ۱' المجموع ص ۲۷۴ ج ۱

[۱۵] ۔ تہذیب الآثار للطبری ص ۲۸۵ ج ۲

[۱۶] ۔ احکام القرآن للجصاص ص ۱۲۲ ج ۱

[۱۷] ۔ عبدالرزاق ص ۲۳ ج ۱۱' کشف الغمہ ص ۱۴۵ ج ۱

[۱۸] ۔ بخاری 'مسلم' نسائی' ترمذی' الموطا فی الجمعہ باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ

[۱۹] ۔ المغنی ص ۲۵۵ ج ۲

[۲۰] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۸۷ ج ۱ ' معرفۃ السنن والآثار ص ۴۳۹' ۴۴۰ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۱ ج ۲' المغنی ص ۲۱۲ ج ۱' الموطا ص ۸۷ ج ۱

[۲۱] ۔ الموطا ص ۸۸ ج ۱

[۲۲] ۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷ ج ۱

[۲۳] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۱' کشف الغمہ

ص ۵۸ ج ۱

۲۴۔ عبدالرزاق ص ۱۰۷ ج ۱' الموطا ص ۸۶ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۸ ج ۲' الام ص ۲۴۷ ج ۷' معرفتہ السنن والآ ثار ص ۴۵۰ ج ۱' استذکار ص ۲۱۵' ۱۷۳ ج ۱' طرح التثریب ص ۴۰ ج ۲' المغنی ص ۲۱۴ ج ۱' سنن دارمی ص ۲۴۵ ج ۱

۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ ب' ج ۱

۲۶۔ عبدالرزاق ص ۲۷۰ ج ۱

۲۷۔ عبدالرزاق ص ۱۱۰ ج ۱

۲۸۔ عبدالرزاق ص ۲۷۹ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۰ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۰۰ ج ۱' الموطا ص ۸۷ ج ۱' کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۱' المغنی ص ۲۲۹ ج ۱

۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ب ا ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۷۶ ج ۱

۳۰۔ المحلی ص ۸۸ ج ۱

۳۱۔ عبدالرزاق ص ۳۳۸ ج ۱

۳۲۔ المجموع ص ۸۰ ج ۲

۳۲ - ب۔ المغنی ص ۱۳۷ ج ۳' الاعتبار ص ۱۳۷' المجموع ص ۳۴۵ ج ۶

۳۳۔ المحلی ص ۲۱۸ ج ۶

۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ ب ' ج ۱' عبدالرزاق ص ۱۸۲ ج ۴

۳۵۔ سنن بیہقی ص ۲۱ ج ۸' المحلی ص ۳۴۳ ج ۱۰

۳۶۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۱۱۰' المحلی ص ۱۳ ج ۱۱' المغنی ص ۳۲۹ ج ۸

۳۷۔ المحلی ص ۱۴ ج ۱۱

۳۸۔ المحلی ص ۴۱۸ ج ۱۱۰ المغنی ص ۵ ج ۸

۳۹۔ المغنی ص ۷۹۷ ج ۷

۴۰۔ احکام القرآن للجصاص ص ۲۱ ج ۲

۴۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۲' عبدالرزاق ص ۱۵۳ ج ۵' کشف الغمہ ص ۱۲۲ ج ۲ المحلی ص ۴۹۳ ج ۱۰

۴۲۔ ابو داؤد فی الدیات باب الخطا شبہ العمد

۴۳۔ المغنی ص ۳۷۷ ج ۷

۴۴۔ عبدالرزاق ص ۴۲۱ ج ۹' المغنی ص ۷۶۷ ج ۷

۴۵۔ احکام القرآن للجصاص ص ۱۱۳' ۱۱۴ ج ۳

۴۶۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳' ص ۱۷۳ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب' ج ۱' احکام القرآن للجصاص ص ۱۱۳'۱۱۶ ج ۳

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۱ ب' ج ۱

۴۸۔ کنزالعمال نمبر ۱۱۳۴۷

۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱ ج ۲

۵۰۔ شرح السنہ ص ۱۸ ج ۱۱

۵۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۲/۱۳۹؛ ج ۳، عبدالرزاق ۲۹۷ ج ۵، الموطا ص ۴۴۹ ج ۲، المغنی ص ۳۷۰ ج ۸

۵۲۔ موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، مادہ جہاد نمبر ۳ کا جزب

۵۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۲/۱۸۱ ج ۳

۵۴۔ شرح السیر الکبیر ص ۱۵۸ ج ۱

۵۵۔ ابوداؤد فی الجہاد باب الغزو مع ائمۃ الجور

۵۶۔ احکام القرآن للجصاص ص ۱۱۴ ج ۳

۵۷۔ سنن بیہقی ص ۴۰ ج ۹

۵۸۔ المحلی ۲۹۴ ج ۷

۵۹۔ عبدالرزاق ص ۲۲ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ ج ۱

۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ ج ۱

۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۹۹ ج ۱، المحلی ص ۸۴ ج ۲

۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۰ ب، ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۹۹ ج ۱، المحلی ص ۸۵ ج ۲، المغنی ص ۲۹۵ ج ۱، المجموع ص ۵۴۰ ج ۱

حرف الحاء

حامل (حاملہ عورت) دیکھئے مادہ حمل

حج (حج کرنا)

ہم درج ذیل نقاط میں حضرت ابن عمرؓ کی نسبت سے حج کے موضوع پر بحث کریں گے۔

۱۔ حضرت ابن عمرؓ حج کے مسائل کے سب سے بڑھ کر عالم تھے۔
۲۔ حج ارکان اسلام میں سے ہے
۳۔ فرض حج کا مقدم ہونا
۴۔ حج کی وصیت
۵۔ حج کے لئے جانا اللہ کی راہ میں جانا ہے
۶۔ حج کے لئے ذہنی طور پر تیار ہونا
۷۔ حج کے مہینے
۸۔ حج کا حکم
۹۔ حج کس پر واجب ہوتا ہے؟
۱۰۔ حج میں کمائی کرنا
۱۱۔ حج کی نیت
۱۲۔ حج کا احرام
۱۳۔ حج میں تلبیہ کہنا
۱۴۔ مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا
۱۵۔ طواف قدوم
۱۶۔ التزام کعبہ
۱۷۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا
۱۸۔ یوم عرفہ سے پہلے منیٰ میں رات گزارنا

۱۹۔ وقوف عرفات

۲۰ مزدلفہ میں

۲۱۔ وادی محسر میں تیز چلنا

۲۲۔ جمرہ عقبہ کی رمی

۲۳۔ احرام کھلنے کی ابتداء

۲۴۔ ہدی ذبح کرنا

۲۵۔ حلق یا تقصیر

۲۶۔ طواف افاضہ

۲۷۔ احرام کھلنے کی انتہاء

۲۸۔ منیٰ سے واپسی

۲۹۔ منیٰ میں نماز کی ادائیگی

۳۰۔ ایام تشریق میں رمی جمار

۳۱۔ منیٰ سے کوچ میں تعجیل

۳۲۔ تحصیب

۳۳۔ طواف وداع

۳۴۔ گھر کی طرف واپسی کے دوران راستے میں تکبیر کہنا

۳۵۔ زیارت رسول ﷺ

۳۶۔ میقات میں اترنا اور وہاں نماز کی ادائیگی

۳۷۔ حج کی انواع

۳۸۔ حج فاسد کردینا

۳۹۔ حج فوت ہوجانا

۴۰۔ حج میں واجب ہونے والا ہدی

۱۔ حضرت ابن عمرؓ حج کے مسائل کے سب سے بڑھ کر عالم تھے:

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ آپ حج کے احکام کے سب سے بڑے عالم تھے حتیٰ کہ ابن سیرین کا قول ہے کہ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ مناسک کے بارے میں حضرت عثمانؓ بن عفان کو اور پھر حضرت ابن عمرؓ کو سب سے زیادہ علم تھا[1]۔ بنابریں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف الثقفی کو مراسلہ بھیجا تھا کہ حج کے معاملات میں عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرنا[2]۔

۲۔ حج ارکان اسلام میں سے ہے: حج اسلام کا ایک رکن ہے جس کے بغیر اسلام قائم نہیں رہ سکتا (دیکھئے مادہ اسلام نمبر۲) جو شخص حج کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اس کا تارک ہو وہ کافر ہے' حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: "جو شخص فراخی کی حالت میں مرجائے اور اس نے حج نہ کیا ہو تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان "کافر" کا لفظ لکھا ہوگا[3]۔

ایک روایت میں ہے کہ: "جس شخص کو بیت اللہ تک جانے کے لئے راستہ یعنی زادِراہ ایک سال میسر ہو پھر ایک سال اور پھر ایک سال اور پھر وہ حج کئے بغیر مرجائے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ یہودی ہوکر مرا ہے یا نصرانی ہوکر"[4]۔

۳۔ فرض حج کو دیگر حج پر مقدم کیا جائے گا: اگر کوئی مسلمان حج کرنے کی نذر مان کر چل پڑے یا نفلی حج کی نیت کر کے نکل پڑے جبکہ اس نے فرض حج ادا نہ کیا ہو تو اس کی نذر کا یہ حج یا اس کا نفلی حج اس کے فرض حج کے طور پر ادا ہوجائے گا اور اس کے بعد وہ اپنی نذر کا حج قضا کرے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس پر فرض حج اور نذر کا حج ہو تو یہ فرض حج ہوگا اور پھر اسے چاہئے کہ اپنی نذر کے حج کی قضا کا اہتمام کرے"[5]۔

ایک عورت نے آپ سے پوچھا: "میں نے حج کرنے کی نذر مانی ہے لیکن ابھی میں نے فرض حج ادا نہیں کیا ہے" آپ نے جواب دیا: "پہلے حجۃ الاسلام (فرض حج) ادا کرو" اس نے کہا: "میں فقیر اور مسکین ہوں میرے لیے دعا کیجئے آپ نے اس کے لئے دعا کی کہ اللہ اسے فراخی عطا کرے"[6]۔

۴۔ حج کرنے کی وصیت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جس شخص پر حج واجب ہوچکا

ہو اور وہ حج کیے بغیر دنیا سے چلا جائے اور حج کی وصیت کرجائے تو اس کی یہ وصیت درست نہیں ہوگی [۷]۔ اس لئے کہ جو شخص جان بوجھ کر گناہ کرے تو کسی غیر کا فعل اس کا یہ گناہ دھو نہیں سکتا۔

۵۔ حج پر جانا اللہ کے راستے میں جانے کے مترادف ہے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ "فی سبیل اللہ" کا کلمہ جہاد، حج اور عمرہ تینوں کو شامل ہے [۸]۔ بنابریں آپ سے جب پوچھا گیا کہ ایک عورت نے تیس درہم اللہ کے راستے میں لگانے کی وصیت کی ہے کیا وہ یہ رقم حج میں لگا دے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "آگاہ رہو، حج بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہے" [۹]۔

ایک شخص نے پوچھا: "ایک شخص نے میرے ساتھ دوستی کی اور ایک اونٹنی اللہ کے راستے میں دے دی، آج کل جہاد پر جانے کا زمانہ نہیں تو کیا میں اس پر سوار ہوکر حج پر نہ چلا جاؤں؟" آپ نے جواب دیا: "حج اور عمرہ فی سبیل اللہ ہی ہے" [۱۰]۔

انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: "مجھے کچھ رقم بھیجی گئی ہے تاکہ میں اسے اللہ کے راستے میں لگاؤں اور حاجیوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو راستے میں رہ گئے ہیں اور ایسے بھی جن کے پاس زادراہ نہیں ہے تو میں رقم ان لوگوں کو دے دوں کیونکہ یہ لوگ بھی تو اللہ کی راہ میں ہیں تاہم مجھے خدشہ ہے کہ رقم دینے والے نے شاید مجاہدین کا ارادہ کیا ہو" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "یہ رقم انہیں دے دو کیونکہ یہ بھی اللہ کی راہ میں ہیں" میں نے پھر عرض کیا کہ "میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اس بات کی خلاف ورزی نہ کر بیٹھوں جس کے کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ کو غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا: "تم پر افسوس! کیا یہ اللہ کی راہ نہیں ہے؟" [۱۱]۔

۶۔ حج کے لئے ذہنی طور پر تیار ہونا: حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات پسند تھی کہ حج کا ارادہ کرنے والا شخص ایک عرصہ پہلے ہی ذہنی طور پر اس کی تیاری کرلے۔ ذہنی طور پر تیاری کی ایک صورت یہ ہے کہ مذکورہ شخص احرام باندھنے والوں کی مشابہت اختیار کرے۔ حضرت ابن عمرؓ جب رمضان کے روزوں سے فارغ ہوتے اور آپ کا ارادہ

حج پر جانے کا ہوتا تو پھر سر اور داڑھی کے بال کترنا بند کردیتے حتی کہ حج کرلیتے [۱۲]۔

۷۔ حج کے مہینے: حج کے مہینے یہ ہیں 'شوال' ذیقعدہ' اور ذی الحج کے دس دن [۱۳]۔

ان مہینوں کے اندر جو شخص حج کا احرام باندھ لے اس کا احرام درست ہوگا اور جو ان مہینوں میں عمرہ کرلے وہ متمتع کہلائے گا۔

۸۔ حج کا حکم:

الف۔ حج فرض ہے اور یہ اسلام کا ایک رکن ہے (دیکھئے مادہ اسلام نمبر۲) جو شخص قدرت کے باوجود اس کا تارک ہوگا وہ کفر کا مرتکب قرار پائے گا (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر۳)

ب۔ حج کے اندر نیابت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حج ایک بدنی عبادت ہے اور بدنی عبادتوں کا قاعدہ ہے کہ ان کے اندر کسی کو کسی کا نائب بننا جائز نہیں اس لئے حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حج ایسا فرض عین ہے جس کے اندر کسی کی کسی کی طرف سے نیابت درست نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے: "کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے" [۱۴]۔

آپ حج کرنے کی وصیت کو بھی جائز قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے مادہ حج نمبر۴)

ج۔ حج کا علی الفور وجوب: حج علی الفور واجب ہوتا ہے یعنی واجب ہونے کے ساتھ ہی اس کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے۔ ابن قدامہ نے حضور ﷺ کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ: "جو شخص حجۃ الاسلام (فرض حج) ادا کئے بغیر مرجائے جبکہ کوئی بیماری یا ظالم سلطان یا ظاہری حاجت اس کے لئے رکاوٹ نہ بنی ہو تو وہ یہودی ہوکر یا نصرانی ہوکر' خواہ جس حالت میں چاہے مرجائے" اس کے بعد ابن قدامہ نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کے کلام سے بھی اس کی روایت کی گئی ہے [۱۵]۔

۹۔ حج کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے؟: جن لوگوں کے اندر درج ذیل شرائط پائی جائیں ان پر حج فرض ہوجاتا ہے۔

الف۔ اسلام' عقل اور بلوغ: اس پر سب کا اجماع ہے اور کسی صحابی سے اس بارے میں کوئی اختلاف رائے منقول نہیں ہے۔

ب۔ حج کرنے کی قدرت: یعنی زادراہ اور سواری کا حصول' نیز راستے کا پرامن ہونا اور صحت وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "کون سی چیزیں حج واجب کردیتی ہیں؟" آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "زادراہ اور سواری" [۱۶]۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۷ میں قول باری (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے ان لوگوں کے لئے جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو) میں حج کی استطاعت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "استطاعت یہ ہے کہ پیٹ بھر خوراک میسر ہو اور سواری کے لئے جانور مہیا ہو" [۱۷]

۔

ج۔ عورت کے لئے محرم کا ہونا شرط ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: "عورت محرم مرد کی معیت کے بغیر تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے" [۱۸]۔ لونڈی کا مالک اس کے لئے محرم کی حیثیت رکھتا ہے حضرت ابن عمرؓ اپنی لونڈیوں کے ساتھ حج کا سفر کرتے اور ان لونڈیوں کا کوئی محرم مرد ساتھ نہ ہوتا [۱۹]۔ آپ نے اپنی ایک لونڈی کو جس نام صافیہ تھا اپنے اونٹ پر پیچھے بٹھا کر حج کا سفر کیا تھا [۲۰]

۔

۱۰۔ حج کے دوران کمائی کرنا: حج کے دوران کمائی کرنا جائز ہے۔ خواہ تجارت کے ذریعے یہ کمائی کی جائے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جو حج پر تجارتی سامان لے کر گیا تھا۔ آپ نے جواب میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۸ تلاوت فرمائی جس میں ارشاد ہے (لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم' تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو) یعنی حج کے دوران تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں [۲۱]۔ یا خواہ یہ کمائی حاجیوں کے لانے لیجانے کے لئے اونٹ کرائے پر دے کر کی جائے۔ ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ جانور کرائے پر دیتے ہیں 'کیا ہمارا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا" کیا تم بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے' عرفات میں نہیں جاتے' رمی نہیں کرتے اور سر نہیں مونڈتے؟" میں نے کہا: "کیوں

نہیں!" آپ نے فرمایا: "ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے وہی سوال کیا جو تم نے مجھ سے کیا ہے آپ ﷺ نے اس کوئی جواب نہیں دیا حتی کہ جبریلؑ سورہ بقرہ کی یہ آیت لے کر نازل ہوئے (یعنی درج بالا آیت) پھر آپ نے فرمایا: "تم سب حاجی ہو" [۲۲]۔

یا خواہ یہ کمائی کوئی شخص کسی شخص کی خدمت اور اس کے کام سرانجام دینے کے لئے اپنے آپ کو اس کے ہاتھ اجارے اور مزدوری پر دے کر کرے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "جو مزدور کسی کے ساتھ مزدور بن کر حج پر جاتا ہے اس کا حج ہو جاتا ہے" [۲۳]۔

۱۱۔ حج کی نیت: حج ایک عبادت ہے اور عبادت نیت ہی کے ذریعے سے درست ہوتی ہے اس لئے حج کی صحت کے لئے نیت شرط ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ نیت کے اندر حج کی نوعیت کا بھی تعین کردیا جائے یعنی یہ حج حج افراد ہے یا حج تمتع یا حج قران۔ ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالنا اور اس کا شعار کرنا نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۴) البتہ حضرت ابن عمرؓ حج کے اندر اشتراط کو جائز قرار نہیں دیتے تھے [۲۴]۔ وہ یہ کہ کوئی شخص کہے: "اے اللہ میں حج کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تو میرے لئے اسے آسان کردے تو فبہا ورنہ پھر عمرہ ہوگا" آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "میں یہ بات نہیں جانتا" [۲۵]۔

اگر ایک شخص حج کی نیت کرکے اس کا احرام باندھ لے اور پھر احصار کی زد میں آکر حج سے رہ جائے تو یہ حج عمرہ میں تبدیل ہو جائے گا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کے جز ب کا جزا)

۱۲۔ حج کا احرام: احرام باندھنے کی جگہ اور اس کا وقت، احرام کی وجہ سے حرام ہو جانے والی باتیں اور حلال رہ جانے والی باتیں اور واجب ہونے والے جرمانے (دیکھئے مادہ احرام)

۱۳۔ حج میں تلبیہ کہنا (دیکھئے مادہ تلبیہ)

۱۴۔ مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا: حج پر جانے والا احرام باند کر آگے بڑھے گا

حتی کہ جب حدود حرم پر پہنچ جائے گا تو غسل کر کے دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہو گا حضرت ابن عمرؓ مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرتے اور پھر دن کے وقت مکہ میں داخل ہوتے آپ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے [۲۶]۔

آپ حج یا عمرہ کے لئے ذی طوی کے مقام پر غسل کئے بغیر مکہ میں داخل نہیں ہوتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے [۲۷]۔

۱۵۔ طواف قدوم

الف۔ طواف قدوم کے ساتھ ابتداء کرنا: جب حج کرنے والا مکہ مکرمہ میں داخل ہو گا تو سیدھے مسجد حرام کی طرف جائے گا اور سب سے پہلا کام یہ کرے گا کہ بیت اللہ کا سات چکر لگا کر طواف کرے گا [۲۸]۔

اگر حاجی اہل مکہ میں سے ہو یا حدود حرم سے باہر کا رہنے والا آفاقی ہو اور حج تمتع کی وجہ سے مکہ ہی سے احرام باندھے تو وہ طواف نہیں کرے گا [۲۹]۔ کیونکہ اس پر طواف قدوم نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ قادم (مکہ میں وارد ہونے والا) نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ احرام کے کپڑے پہن کر منیٰ کی طرف نکل پڑے گا

ب۔ طواف کے لئے باوضو ہونا: حضرت ابن عمرؓ طواف کی صحت کے لئے اسی طرح باوضو ہونے کی شرط عائد کرتے تھے جس طرح نماز کے لئے باوضو ہونا شرط ہے۔ آپ بے وضو مناسک کا کوئی حصہ ادا نہیں کرتے [۳۰]۔ بنابریں حائضہ عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد ہی طواف کرے گی۔ اگر حیض کی وجہ سے طواف قدوم اس سے رہ جائے تو وہ اسے قضا نہیں کرے گی۔ مستحاضہ چونکہ پاک عورت کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے طواف کرنا اس کے لئے جائز ہوگا (دیکھئے مادہ استحاضہ نمبر ۳)

طواف کے لئے جوتے اتار دینا شرط نہیں ہے بلکہ جوتے پہن کر طواف کرنا بھی جائز ہے حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے۔ شریک کہتے ہیں کہ: "میں نے ابن عمرؓ کو جوتوں سمیت طواف کرتے دیکھا تھا" [۳۱]۔

ج۔ طواف کا وقت: طواف کرنے والا جس وقت چاہے طواف کر سکتا ہے۔ جن اوقات میں نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے ان اوقات کے اندر بھی طواف مکروہ نہیں ہے [۳۲]

حضرت ابن عمرؓ نے فجر کی نماز کے بعد [۳۳]۔ اور عصر کی نماز کے بعد طواف کیا تھا [۳۴]۔

د۔ طواف کی ابتداء اور حجرِاسود کا استلام: حاجی طواف کی ابتداء حجرِاسود سے کرے گا اور جب بھی ایک چکر مکمل کرلے گا تو حجرِاسور کے پاس سے گذرتے ہوئے اسے ہاتھ لگائے گا اور جب مسجد سے باہر جانے کا ارادہ کرے گا اس وقت بھی حجرِاسود کا استلام کرے گا خواہ وہ طواف کی حالت میں ہو یا طواف کی حالت میں نہ ہو [۳۵]۔ وہ جب بھی رکن یمانی کے پاس سے گذرے گا اس کا بھی استلام کرے گا۔ وہ ان دونوں ارکان کے علاوہ کعبہ کے کسی اور رکن کا استلام نہیں کرے گا کیونکہ یہ دونوں ارکان وہ ہیں جن کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قواعد پر ہے۔ باقی دو غربی رکن جو حجرِاسود کے متصل ہیں انہیں قواعد ابراہیم پر نہیں بنایا گیا ہے۔ اس لئے کہ عرب کے لوگ جب کعبہ کی تعمیر سے عاجز رہے تو انہوں نے مغرب کی جہت سے اس میں کمی کردی عطا کہتے ہیں کہ :"میں نے ابن عمرؓ کو دونوں غربی رکنوں کا استلام کرتے نہیں دیکھا لیکن آپ دونوں شرقی رکنوں سے استلام کئے بغیر آگے نہیں بڑھتے [۳۶]۔ اور فرماتے :"میں نے حضور ﷺ کو دونوں یمانی رکنوں کے استلام کے سوا کسی اور رکن کا استلام کرتے نہیں دیکھا" [۳۷]۔

حاجی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذکورہ دونوں رکنوں کے استلام کا پورا اہتمام کرے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں :"میں نے جب سے حضور ﷺ کو ان دونوں رکنوں کا استلام کرتے دیکھا اس وقت سے نہ تو نرمی کی حالت میں اور نہ ہی سختی کی حالت میں کبھی ان کا استلام ترک نہیں کیا" [۳۸]۔

حجرِاسود اور رکن یمانی پر لوگوں کے درمیان راستہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ حاجی کو اس کے لئے تکلیف برداشت کرنا کیوں نہ پڑجائے بشرطیکہ وہ کسی مسلمان کو ایذا نہ دے۔ حضرت ابن عمرؓ حجرِاسود پر بھیڑ میں راستہ بناتے حتیٰ کہ آپ کی نکسیر پھوٹ جاتی پھر واپس آتے اور نکسیر دھولیتے [۳۹]۔ اور فرماتے :"ان دونوں ارکان کو

ہاتھ لگانا گناہوں کا کفارہ ہے"[۴۰]۔

عبیداللہ بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ دونوں رکنوں پر لوگوں کی بھیڑ میں راستہ بناتے تھے میں نے کہا "ابو عبدالرحمٰن' آپ دونوں رکنوں پر لوگوں کی بھیڑ میں راستہ بناتے ہیں' میں نے کسی صحابی کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا" آپ نے جواب دیا: "اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: "ان دونوں رکنوں کو ہاتھ لگانا گناہوں کا کفارہ ہے""[۴۱]۔

حجر اسود کا بوسہ لینا سنت ہے۔ اگر حاجی حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکے تو اپنے ہاتھ سے اسے چھونے پر اکتفا کرلے اور پھر اپنا ہاتھ چوم لے۔ حضرت ابن عمرؓ جب حجر اسود کا استلام کرتے تو اپنا ہاتھ چوم لیتے[۴۲]۔

اگر حاجی کا ہاتھ حجر اسود تک نہ پہنچ سکے تو عصا کے ذریعے اس کا لمس کرے اور پھر عصا کا بوسہ لے لے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص اگر حجر اسود تک نہ پہنچ سکتا تو اپنی لاٹھی سے اسے مس کرتا اور آگے بڑھ جاتا اور پھر لاٹھی چوم لیتا[۴۳]۔

رکن کو استلام کرتے وقت دعا کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جب استلام رکن کرتے تو یہ کہتے: "بسم الله والله اکبر"[۴۴]۔ اللهم ایمانا بک' و تصدیقا بکتابک' و وفاء بعهدک' واتباعا" لسنه نبییک محمد ﷺ "[۴۵]۔

(اللہ کے نام سے' اللہ سب سے بڑا ہے' اے اللہ تجھ پر ایمان لاتے ہوئے' تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے' تیرے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے میں یہ کر رہا ہوں)

ھ۔ طواف کے دوران کلام اور دعا: حضرت ابن عمرؓ طواف کو نماز کے مشابہ قرار دیتے تھے دونوں کے اندر مشترک بات یہ ہے کہ دونوں ہی بدنی عبادات ہیں۔ اس لئے طواف کے دوران آپ لوگوں کی گفتگو والی کوئی بات منہ سے نہیں نکالتے تھے' عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے پیچھے پیچھے طواف کعبہ کیا ہے میں نے ان دونوں کو طواف کے دوران کوئی کلام کرتے ہوئے نہیں سنا[۴۶]۔

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے :"طواف کے اندر باتیں کم سے کم کرو کیونکہ تم نماز کے اندر ہوتے ہو" [۴۷]۔ عروہ کہتے ہیں کہ :"میں نے ابن عمرؓ کو آپ کی بیٹی کے لئے پیغام نکاح دیا جب کہ ہم دونوں طواف کر رہے تھے' آپ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ابن عمرؓ اس پیغام نکاح پر رضامند ہوتے تو جواب ضرور دیتے' خدا کی قسم اب میں آپ سے ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا' پھر ایسا ہوا کہ آپ مجھ سے پہلے مدینے چلے گئے' پھر میں مدینہ منورہ آیا اور سیدھے مسجد نبوی چلا گیا وہاں آپ مجھے مل گئے' میں نے سلام کہا' آپ نے مجھے مرحبا کہا اور پوچھا کہ کب آئے؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی آیا ہوں' اس پر آپ نے فرمایا:"تم نے مجھ سے ایک بات کی تھی جب ہم طواف کر رہے تھے اور اپنی آنکھوں کے سامنے اللہ کی ذات کی موجودگی کے تصور میں مصروف تھے حالانکہ تم اس مقام کی بجائے کسی اور مقام پر مجھ سے ملنے کی قدرت رکھتے تھے" میں نے عرض کیا"جو ہوگیا سو ہوگیا" آپ نے پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا"میں اپنی رائے پر پہلے سے زیادہ قائم ہوں" یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں بیٹوں سالم اور عبداللہ کو بلایا اور اپنی بیٹی سے میرا نکاح کرا دیا [۴۸]۔ اس طرح حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران گفتگو کرنے سے باز رہے (دیکھئے مادہ تکلم نمبر۲)

طواف کرنے ولا طواف کے دوران قرآن کی تلاوت نہیں کرے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا۔ یحیی البکاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران تلاوت کو ناپسند کرتے اور فرماتے کہ:" ایسا کرنا ایک محدث یعنی نوایجاد امر ہے" [۴۹]۔

طواف کے دوران حاجی تلبیہ بھی نہیں کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ طواف کرتے ہوئے تلبیہ نہیں کہتے تھے [۵۰]۔ (دیکھئے مادہ تلبیہ نمبر۴)

طواف کے دوران دعائیں کرنا مستحب ہے۔ ابو شعبہ البکری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اس وقت آپ یہ کہہ رہے تھے " لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ' لہ الملک ولہ الحمد ' بیدہ الخیر وھو علی کل شیئی

قدیر" اس کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی " ربنا اتنا فی الدنیا حسنہ و فی الاخرۃ حسنہ و قنا عذاب النار" [۵۱]۔

ایک دفعہ آپ نے طواف کے دوران یہ دعا مانگی تھی:" اللھم اعصمنی بدینک وطواعیتک وطواعیہ رسولک' اللھم جنبنی حدودک' اللھم اجعلنی ممن یحبک و یحب ملائکتک و یحب رسلک و یحب عبادک الصالحین ' اللھم حببنی الیک والی ملائکتک والی رسلک و الی عبادک الصالحین ' اللھم یسرنی للیسری و جنبنی العسری واغفرلی من الاخرۃ والاولی ' واجعلنی من ائمہ المتقین' اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم و انک لا تخلف المیعاد' اللھم اذا ھدیتنی للاسلام فلا تنزعنی منہ ولا تنزعہ منی حتی تقبضنی وانا علیہ" [۵۲]۔

(اے اللہ مجھے اپنے دین پر' اپنی اطاعت پر اور اپنے رسول کی اطاعت پر محفوظ رکھ' اے اللہ' تم مجھے اپنے حدود سے بچا کر رکھ' اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کردے جو تجھ سے' تیرے فرشتوں سے' تیرے رسولوں سے اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ' مجھے اپنا' اپنے فرشتوں کا' اپنے رسولوں کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنادے' اے اللہ' راحت کی چیز میرے لئے آسان کردے اور مصیبت کی چیز سے مجھے بچالے اور دنیا اور آخرت میں میری بخشش فرما اور مجھے پرہیز گاروں کے اماموں میں شامل کردے' اے اللہ تونے فرمایا ہے کہ "مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا"۔ اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے اللہ' جب تونے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے تو اب اسلام کو مجھ سے نہ چھین اور مجھے اس سے الگ نہ کر یہاں تک کہ تو مجھے اسلام پر ہی اس دنیا سے اٹھالے)

و۔ قطع طواف: کسی امر عارض مثلاً نماز اور استراحت وغیرہ کے لئے طواف قطع کردینا طواف کو فاسد نہیں کرتا۔ حضرت ابن عمرؓ طواف کررہے تھے کہ اتنے میں جماعت کھڑی ہوگئی آپ نماز میں شامل ہوگئے اور نماز سے فراغت کے بعد طواف کا باقیماندہ حصہ مکمل کرلیا [۵۳]۔ آپ نے ایک گرم دن میں طواف کے تین پھیرے لگائے اور پھر حطیم میں بیٹھ کر آرام کیا اور پھر اٹھ کر باقیماندہ طواف مکمل کیا [۵۴]۔

ز۔ طواف قدوم کے اندر رمل: یہ طواف دیگر طوافوں سے رمل کی وجہ سے مختلف ہے اس طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کا عمل ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں وارد ہوتے تو طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور باقیماندہ چار چکروں میں قدموں پر چلتے[۵۵]۔

دو قسم کے لوگ رمل نہیں کریں گے۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو مکہ سے احرام باندھیں خواہ وہ اہل مکہ میں سے ہوں یا حدود حرم سے باہر رہنے والے یعنی آفاقی ہوں اور حج تمتع کی بنا پر انہوں نے مکہ سے احرام باندھا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ جب مکہ سے احرام باندھتے تو بیت اللہ کا طواف نہ کرتے اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے حتیٰ کہ منیٰ سے آپ کی واپسی ہو جاتی۔ مکہ سے احرام باندھنے کی صورت میں آپ جب طواف کرتے تو رمل نہ کرتے[۵۶]۔

آپ سے ایک اور روایت کے مطابق اہل مکہ پر بھی رمل کا ایجاب ہے۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے اس کا حکم دیا تھا حالانکہ وہ مکہ میں سکونت پذیر تھے[۵۷]۔

دوسری قسم عورتوں کی ہے۔ عورتیں رمل نہیں کریں گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عورتوں پر بیت اللہ کے طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر رمل نہیں ہے"[۵۸]۔

ح۔ سنت طواف کے طور پر دو رکعتیں پڑھنا:

ا۔ طواف کرنے والا سنت طواف کے طور پر مقام ابراہیم کے پیچھے اور باب کعبہ کے سامنے دو رکعتیں ادا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب طواف سے فارغ ہوتے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھتے۔[۵۹] کعبہ کے اندرونی حصے میں بھی یہ دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی اسی طرح کیا تھا[۶۰]۔

اگر حاجی سات چکروں سے زائد طواف کرے تو ہر سات چکروں کے لئے دو رکعتیں پڑھے گا۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر سات چکروں کے لئے دو رکعتیں پڑھتے تھے[۶۱]۔

افضل طریقہ یہ ہے کہ طواف کے سات چکر مکمل ہونے پر دو رکعتیں پڑھ لے اور

پھر اگر طواف کے سات چکر لگائے تو اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لے اور اسی طرح حساب رکھے' حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ طواف کرنے والا طواف کے تمام چکروں کو جمع کر کے کہے کہ "ہر سات کے بدلے دو رکعتیں ہیں۔" آپ دو دفعہ کئے ہوئے سات سات چکروں کو یکجا نہیں کرتے تھے[۶۲]۔

۲۔ طواف کرنے والا جو نماز بھی پڑھے گا وہ ان دو رکعتوں کی قائم مقام بن جائے گی۔ مسلم بن مرہ الجعی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ غروب شمس سے پہلے طواف کیا تھا' وہ کہتے ہیں کہ :"ہم نے طواف پورا کرلیا اور مغرب کی نماز کھڑی ہوگئی ہم نے نماز ادا کی پھر حضرت ابن عمرؓ کھڑے ہوگئے اور کوئی نماز نہیں پڑھی بلکہ اگلے سات چکر شروع کردیئے' میں نے عرض کیا کہ :"آپ نے پہلے طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھیں؟" آپ نے جواب دیا:" کیا ہم نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے؟" پھر فرمایا :"فرض نماز طواف کی دو رکعتوں کے لئے کافی ہوجاتی ہے" [۶۳]۔

۳۔ جن اوقات میں نماز کی ادیگی سے روکا گیا ہے ان کے اندر طواف کی دو رکعتیں مکروہ نہیں ہیں [۶۴]۔ اگر ان رکعتوں کا سبب موجود ہوجائے۔ حضرت ابن عمرؓ عصر کی نماز کے بعد طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور پھر اس طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھ لیتے [۶۵]۔ آپ نے فجر کی نماز کے بعد طواف کی اور طلوع شمس سے پہلے دو رکعتیں ادا کرلیں [۶۶]۔ تاہم ایسی صورت کے اندر اگر یہ دو رکعتیں طلوع شمس کے بعد تک موخر کردی جائیں تو بھی جائز ہے۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الآثار" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کے سات چکر لگائے اور پھر واپس آگئے۔ جب سورج بلند ہوکر روشن ہوگیا تو آپ نے دو رکعتیں ادا کیں [۶۷]۔

۴۔ اگر نابالغ کا ولی اسے طواف کرائے تو وہ اس کی طرف سے دو رکعتیں ادا نہیں کرے گا [۶۸]۔

۱۶۔ التزام کعبہ: حضرت ابن عمرؓ طواف کے بعد بیت اللہ کی کسی چیز کے ساتھ نہیں چمٹتے بلکہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے ہوکر دعائیں کرتے [۶۹]۔

۱۷۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا:

الف۔ سعی کا حکم: حج اور عمرہ کے اندر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے حج اور عمرہ کرنے والا جب تک سعی نہیں کرلے گا اس وقت تک اس کا احرام نہیں کھلے گا ۔[۷۰]

ب۔ سعی کا وقت: حج اور عمرہ کرنے والا طواف قدوم کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ بنا بریں مکہ مکرمہ کے باہر سے آنے والا آفاقی مکہ وارد ہوتے ہی طواف قدوم کرے گا اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ البتہ مکہ سے احرام باندھنے والے خواہ وہ مکی ہوں یا حج تمتع ادا کرنے والے' صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو موخر کردیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ جب مکہ سے احرام باندھتے تو بیت اللہ کا طواف نہ کرتے اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے حتی کہ منیٰ سے آپ کی واپسی ہوجاتی'[۷۱]۔ البتہ مکہ سے احرام باندھنے والا جب منیٰ کی طرف جانے کے لئے طواف وداع کرے تو اس کے لئے منیٰ کی طرف خروج پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو مقدم کردینا جائز ہوگا۔ وہ طواف وداع کرنے کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا[۷۲]۔

ج۔ صفا اور مروہ پر کھڑے ہونا: جب حاجی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا چاہے تو صفا سے ابتدا کرے اور اس پر قبلہ رخ ہوکر کھڑا ہوجائے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے' پھر تین دفعہ تکبیر کہے اور پھر یہ کہے " لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر' لا الہ الا اللہ ' لا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون" پھر اس طرح دعا مانگے" اللھم اعصمنی بدینک وطواعتیک وطواعیہ رسولک اللھم اجعلنی ممن یحبک و یحب ملائکتک وانبیاء ک ورسلک وعبادک الصالحین' اللھم یسرنی للیسری وجنبنی العسری' واغفرلی فی الاخرۃ والاولی واجعلنی من ائمہ المتقین واجعلنی من ورثہ جنہ النعیم' واغفرلی خطیئتی یوم الدین' اللھم قلت' وقولک الحق (ادعونی استجب لکم) وانک لا تخلف المیعاد' اللھم اذھدیتنی للاسلام فلا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم' اللھم لا تقدمنی الی العذاب ولا توخرنی لسوء الفتن [۷۳]

۔ اللھم اغفر وارحم وانت الاعز الاکرم [۷۴]۔
پھر مروہ پر کھڑے ہو کر اسی طرح کرے (درج بالا دعا کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں دیکھیے)۔
عورت صفا اور مروہ پر نہیں چڑھے گی بلکہ دونوں پہاڑیوں کے زیریں حصے میں کھڑی ہو گی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عورت صفا اور مروہ پر نہیں چڑھے گی" [۷۵]۔

د۔ سعی کے اندر رمل: حدود حرم سے باہر کا شخص یعنی آفاقی جس نے میقات سے احرام باندھا ہو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے دوران پہلے تین چکروں میں بطن وادی کے اندر رمل کرے گا۔ لیکن مکہ سے احرام باندھنے والا آفاقی جو حج تمتع کر رہا ہو یا جو اہل مکہ میں سے ہو اس پر بطن وادی یعنی میلین اخضرین کے درمیان رمل نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بطن وادی کے اندر پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور باقی چار چکر قدموں پر چل کر پورا کرتے [۷۶]۔
اسی طرح عورت بھی بطن وادی کے اندر رمل نہیں کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عورت پر نہ تو بیت اللہ کے طواف کے دوران رمل ہے اور نہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر" [۷۷]۔

ھ۔ سعی کے لئے طہارت یعنی باوضو ہونے کی شرط: حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ کے طواف کے لئے نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لئے باوضو ہونے کی شرط عائد کرتے تھے آپ نے فرمایا: "حاجی مناسک کا کوئی حصہ یعنی بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ادائیگی باوضو ہوئے بغیر نہیں کرے گا [۷۸]۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: "حائضہ عورت طواف اور سعی کے سوا دیگر تمام مناسک ادا کرے گی" [۷۹]۔
نیز فرمایا: "حائضہ عورت جب چاہے حج اور عمرے کا احرام کا باندھ لے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گی' وہ لوگوں کے ساتھ تمام مناسک ادا کرے گی البتہ جب تک حیض سے پاک نہ ہو جائے اس وقت تک نہ تو طواف کرے گی اور نہ ہی سعی' نہ ہی مسجد حرام کے قریب جائے گی" [۸۰]۔
البتہ اگر بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اسے حیض آجائے تو اس کے لئے صفا اور

مروہ کے درمیان سعی کرنا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر عورت بیت اللہ کا طواف کرلے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے اسے حیض آجائے تو وہ سعی کرلے"[۸۱]۔

و۔ سعی قطع کرنا: صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر متابعت شرط نہیں ہے بلکہ وہ استراحت کے لئے یا قضائے حاجت یا نماز وغیرہ کی خاطر اپنی سعی قطع کرسکتا ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے درمیان میں سعی قطع کرکے نماز ادا کی اور پھر واپس آکر اپنی سعی مکمل کرلی[۸۲]۔ آپ نے پیشاب کرنے کے لئے بھی سعی قطع کردی تھی۔ آپ سعی کر رہے تھے کہ پیشاب کی حاجت پیش آگئی' آپ نے ایک طرف ہو کر پیشاب کیا پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور اس کے بعد باقیماندہ سعی مکمل کرلی[۸۳]۔

۱۸۔ یوم عرفہ سے پہلے منیٰ میں رات گذارنا: جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہوتی تو حضرت ابن عمرؓ منیٰ کی طرف چل پڑتے اور وہاں قیام کرکے ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور فجر کی نماز ادا کرتے اور پھر سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف چل پڑتے[۸۴]۔

۱۹۔ وقوف عرفات:

الف۔ وقوف عرفات کا حکم: وقوف عرفات حج کا ایک رکن ہے۔ جس شخص سے وقوف عرفات رہ جائے اس سے حج رہ جائے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۹)

ب۔ وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ جب عرفات کی طرف چلتے تو غسل کرلیتے[۸۵]۔

ج۔ عرفات کو روانگی: نویں ذی الحجہ کو جب سورج طلوع ہوجائے تو حاجی منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوجائے گا۔ طلوع شمس سے پہلے وہ منیٰ سے نہیں نکلے گا۔ نافع کہتے ہیں: "میں نے ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز ادا کی' آپ کی سواری کی اونٹنی کھڑی تھی' جب آپ نے سورج کو پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا تو سواری پر سوار ہو کر عرفات کی طرف روانہ ہوگئے[۸۶]۔

بعض دفعہ آپ اپنی کوچ کو زوال شمس کے مابعد تک موخر کردیتے[۸۷]۔

د۔ وقوف عرفات کا وقت: حاجی عرفات میں ٹھہرا رہے گا حتی کہ اس دن کا سورج

غروب ہو جائے یعنی نویں ذی الحجہ کا سورج۔

اگر حاجی کسی سبب کی وجہ سے عرفات کی طرف اپنی روانگی موخر کردے تو اس کا وقوف عرفات مقبول ہو گا بشرطیکہ اس نے دسویں ذی الحجہ یعنی عیدالاضحیٰ کے طلوع فجر سے پہلے وقوف کرلیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس حاجی کو لیلتہ النحر (دسویں ذی الحجہ کی رات) مل جائے اور وہ عرفات کی پہاڑیوں میں طلوع فجر سے پہلے وقوف کرلے اس کا حج ہو جائے گا' لیکن جس شخص سے طلوع فجر سے قبل وقوف عرفہ فوت ہو جائے اس کا حج فوت ہو جائے گا"[۸۹]۔

ھ۔ عرفات میں وقوف کا مقام: حاجی میدان عرفات میں جس جگہ چاہے وقوف کرلے تاہم وادی عرنہ کے بطن میں وقوف نہ کرے کیونکہ یہ عرفات کا حصہ نہیں ہے اور وہاں وقوف کرنا درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عرفات سارے کا سارا موقف (جائے وقوف) ہے سوائے بطن عرنہ کے"[۹۰]۔

و۔ حاجی عرفات میں کیا کرے؟

ا۔ نماز: امام عرفات میں پہنچتے ہی لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز میں جمع تقدیم (عصر کی نماز کو اس کے وقت سے مقدم کرکے) کی صورت میں پڑھائے گا اور انہیں خطبہ حج دے گا جس میں انہیں اللہ کی یاد دلائے گا اور مناسک سکھائے گا۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ خطبہ حج مختصر رکھا جائے تاکہ لوگ اس دن دعائیں مانگنے کے لئے فارغ ہو جائیں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو مراسلہ لکھ کر اسے حکم دیا تھا کہ: "حج کے کسی معاملے میں تم عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرنا" جب یوم عرفہ آگیا تو حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں حجاج کے پاس گئے اس وقت سورج ڈھل چکا تھا اور میں (راوی یعنی حضرت ابن عمرؓ کے بیٹے سالم) آپ کے ساتھ تھا' آپ نے اس کے خیمے کے پاس پہنچ کر اسے آواز دی' وہ ایک زرد رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے خیمے سے باہر آیا اور کہنے لگا: "ابو عبدالرحمان کیا بات ہے؟" آپ نے فرمایا: "اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو یہاں سے روانہ ہو جاؤ" حجاج نے کہا: "کیا اس وقت؟" آپ نے فرمایا: "ہاں اسی وقت" یہ سن کر حجاج نے کہا: "میرا انتظار کیجئے تاکہ میں اپنے جسم پر پانی بہالوں اور پھر

روانہ ہو جاؤں گا" یہ سن کر آپ سواری سے اتر پڑے اور پھر حجاج غسل سے فارغ ہو کر باہر آگیا اور میرے اور میرے والد کے درمیان چل پڑا' میں نے حجاج سے کہا کہ: "اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ مختصر کرو اور نماز میں تعجیل کرو" یہ سن کر حجاج میرے والد کی طرف دیکھنے لگا تاکہ یہ بات وہ آپ کی زبان سے بھی سنے' جب میرے والد نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: "سالم نے سچ کہا ہے" [۹۱]۔

اگر حاجی امام کی نماز کے بعد عرفات پہنچے تو بھی وہ جمع بین الصلوتین کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ کی نماز اگر جماعت سے رہ جاتی تو آپ اپنی چھولداری کے اندر ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرلیتے [۹۲]۔

حاجی نماز کو وقوف یعنی دعا پر مقدم کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حج کیا' آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں اور پھر دعا کے لئے وقوف کیا [۹۳]۔

۲۔ دعا کے لئے وقوف: یوم عرفہ کو حاجی دعا کے لئے نیز اللہ کے سامنے گڑگڑانے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلے گا۔ وہ دعا کے دوران قبلہ رخ کھڑا ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ عرفات کے اندر وقوف کے دوران قبلہ رخ کھڑے ہوتے تھے [۹۴]۔ پھر یہ الفاظ کہے گا: " اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' وللہ الحمد' اللہ اکبر' اللہ اکبر'اللہ اکبر وللہ الحمد' لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد' اللہم اھدنی بالھدی' وقنی بالتقوی' واغفرلی فی الاخرۃ والاولی " پھر وہ اپنے ہاتھ اتنی دیر تک کے لئے نیچے لے آئے گا جتنی دیر میں ایک شخص سورہ فاتحہ کی تلاوت کرلیتا ہے۔ پھر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر اسی طرح دعا کرے گا اور یہی عمل عرفات سے روانہ ہونے تک دہراتا رہے گا۔ [۹۵]۔

۳۔ یوم عرفہ کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ حج کے اندر یوم عرفہ کو روزہ نہیں رکھتے تھے تاکہ جسمانی طور پر اس دن دعائیں کرنے اور اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی انہیں پوری قوت حاصل رہے [۹۶]۔ تاہم آپ اس دن روزہ رکھنے سے منع کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ نے اس بارے میں حضور ﷺ کی کوئی نہی نہیں سنی تھی۔ آپ فرماتے: "میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا' آپ نے عرفہ کے دن روزہ

نہیں رکھا' پھر میں نے ابو بکرؓ کے ساتھ حج کیا انہوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا' میں عمرؓ کے ساتھ بھی حج کیا انہوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا' میں نے عثمانؓ کے ساتھ حج کیا انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا' اس لئے میں یہ روزہ نہیں رکھوں گا اور نہ ہی اس کا حکم دوں گا نہ ہی اس سے روکوں گا"[۹۷]۔

اگر کوئی حاجی یوم عرفہ کا روزہ رکھ کر اسے توڑ دے تو اس پر اس کی قضا لازم آئے گی کیونکہ روزہ شروع کرلینے کے بعد یہ روزہ اس پر واجب ہو جائے گا[۹۸]۔

ز۔ عرفات سے افاضہ یعنی روانگی: حاجی عرفات کے اندر اس دن کے غروب آفتاب تک رہے گا۔ غروب آفتاب کے بعد اس کے لئے وہاں سے نکلنا جائز ہو جائے گا اور وہ مزدلفہ کی طرف چل پڑے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے غروب آفتاب پر حضرت ابن الزبیرؓ سے کہا کہ: "اب چل پڑیں" نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ افاضہ اس وقت درست سمجھتے تھے جب رات واضح ہو جاتی اور روزہ دار کا روزہ کھل جاتا[۹۹]۔

حاجی کے لئے جائز ہے کہ وہ افاضہ کے اندر امام سے سبقت کر جائے۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ امام سے پہلے ہی عرفات سے روانہ ہوگئے تھے[۱۰۰]۔

امام کے ساتھ نکلنا بھی حاجی کے لئے جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ امام کے ساتھ عرفات سے چلے تھے[۱۰۱]۔

۲۰۔ مزدلفہ میں:

الف۔ ہم نے اوپر جو وقت بیان کیا ہے اس کے اندر حاجی عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوگا۔ اور وہاں پہنچتے ہی مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع تاخیر (مغرب کو اس کے وقت سے موخر کرکے) کی صورت میں ادا کرے گا۔ ان دونوں نمازوں کے لئے اذان اور اقامت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ روایتیں مختلف ہیں۔

ایک روایت کے مطابق دونوں نمازیں اذان کے بغیر ادا کی جائیں گی۔

دوسری روایت کے مطابق دونوں کے لئے ایک اذان دی جائے گی۔

اقامت کے بارے میں ایک روایت ہے کہ دونوں کی ایک ہی اقامت کہی جائے گی

دوسری روایت کے مطابق دونوں کے لئے دو اقامتیں کہی جائیں گی۔

تیسری روایت کے مطابق یہ دونوں نمازیں بلا اذان و اقامت پڑھی جائیں گی [۱۰۲]۔

ب۔ مزدلفہ میں رات گذارنا: حاجی مزدلفہ میں رات گذارے گا۔ یہ بات مستحب ہے کہ حاجی نماز فجر کے بعد قزح پر کھڑے ہو کر اللہ سے دعائیں کرے۔ حضرت ابن عمرؓ مزدلفہ میں قزح پر کھڑے ہوتے اور جب تک وہاں پہنچ نہ جاتے نہیں رکتے پھر وہاں پہنچ کر وقوف کرتے [۱۰۳]۔

اگر حاجی کے لئے قزح پر جاکر وقوف کرنا ممکن نہ ہو تو پھر مزدلفہ مین جس جگہ چاہے وقوف کرلے کیونکہ پورا مزدلفہ موقف یعنی جائے وقوف ہے سوائے وادی محسر کے [۱۰۴]

حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ قزح پر وقوف کے لئے ایک دوسرے کو دھکیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: "یہ لوگ دھکم پیل کیوں کر رہے ہیں' سارا مزدلفہ مشعر یعنی موقف ہے" [۱۰۵]۔

یہ مستحب ہے کہ حاجی کا قزح پر وقوف فجر کی نماز کے بعد ہو۔ وہ وہاں دن کا اجالا پوری طرح پھیل جانے تک وقوف کرے گا اور دعاؤں میں مصروف رہے گا اور طلوع شمس سے قبل منیٰ کی طرف چل پڑے گا۔

ج۔ مشعر حرام: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سارا مزدلفہ مشعر حرام ہے جس کا ذکر اللہ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۸ کے اندر فرمایا ہے کہ (فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام اور جب تم عرفات سے چل پڑو تو مشعر حرام کے نزدیک اللہ کو یاد کرو)

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے مشعر حرام کے متعلق پوچھا۔ آپ خاموش رہے پھر جب ہماری سواریاں مزدلفہ پہنچ گئیں تو آپ نے فرمایا: "مشعر حرام کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ یہ ہے مشعر حرام" [۱۰۶]۔

د۔ مزدلفہ سے کنکریاں اٹھانا: حضرت ابن عمرؓ مزدلفہ سے جمرہ عقبہ کی رمی کے لئے کنکریاں اٹھالیتے تھے تاکہ سواری سے اترنا نہ پڑے [۱۰۷]۔

ھ۔ مزدلفہ سے منیٰ کی طرف خروج:

۱۔ گذشتہ سطور میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ مرد حاجی فجر کی نماز کے بعد مزدلفہ میں وقوف کرکے اللہ سے دعائیں مانگے گا اور دن کا اجالا پھیل جانے تک نیز اونٹوں کو اپنے قدموں کی جگہ نظر آنے تک وہ یہ عمل جاری رکھے گا۔ پھر وہ مزدلفہ چھوڑ کر منیٰ روانہ ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے[۱۰۸]۔

یہ بات مکروہ ہے کہ حاجی مزدلفہ سے روانگی کو طلوع شمس تک موخر کردے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیرؓ مزدلفہ میں کھڑے رہے حتی کہ سورج نکلنے کے قریب ہوگیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کیا طلوع شمس کا انتظار کیا جارہا ہے' کیا زمانہ جاہلیت کے فعل کو اپنایا جارہا ہے؟" یہ کہہ کر آپ چل پڑے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل پڑے[۱۰۹]۔

۲۔ البتہ عورتیں اور بچے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف نصف رات کے بعد روانہ ہو جائیں گے اس میں ان کے لئے سہولت رکھی گئی ہے اور انہیں بھیڑ بھاڑ سے بچایا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی خواتین اور بچوں کو مزدلفہ سے منیٰ پہلے بھیج دیتے تھے تاکہ وہ فجر کی نماز منیٰ میں جاکر پڑھیں اور منیٰ میں لوگوں کے پہنچنے سے پہلے رمی سے فارغ ہو جائیں[۱۱۰]۔

۲۱۔ وادی محسر میں تیز قدموں سے چلنا: حاجی جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو گا تو اپنے قدموں پر چل کر جائے گا لیکن جب وادی محسر پہنچے گا جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے تو اپنی رفتار تیز کردے گا۔ حضرت ابن عمرؓ وادی محسر میں تیز قدموں سے چلتے تھے[۱۱۱]۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ جب وادی محسر پہنچتے تو رفتار تیز کردیتے اور یہ شعر پڑھتے

الیک تعدو قلقا و ضینها مخالفا" دین النصاری دینها
معترضا فی بطنها جنینها

"میری یہ اونٹنی اے اللہ تیری طرف صبح صبح چل پڑی ہے اور اس پر رکھا ہوا

پالان ہل رہا ہے۔ اس کا دین نصاری کے دین کے خلاف ہے اور اس کے پیٹ میں اس کا بچہ ترچھا پڑا ہوا ہے"۔

۲۲۔ جمرہ عقبہ کی رمی:

الف۔ اس کا وقت: حاجی جس وقت مزدلفہ سے منیٰ پہنچے گا جمرہ عقبہ کی طرف جائے گا اور اسے وہ کنکریاں مارے گا جنہیں وہ اپنے ساتھ مزدلفہ سے لے کر آیا تھا۔ اگر اسے رات تک تاخیر ہو جائے تو اس کے لئے رات کے وقت رمی کرنا جائز ہوگا اور اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ اور بیوی کی ایک بھتیجی جب اسے حیض آنے کی وجہ سے دیر سے مزدلفہ سے روانہ ہوئیں تو آپ نے انہیں رات کے وقت رمی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی وضاحت آگے آئے گی۔

ب۔ رمی کے لئے باوضو ہونے کی شرط نہیں ہے: رمی جمار کرنے کے لئے باوضو ہونا شرط نہیں ہے۔ بنا بریں حیض یا نفاس والی عورت بھی رمی جمار کر سکتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ کے بھائی کی ایک بیٹی نے روایت کی ہے کہ اسے مزدلفہ میں حیض آگیا جس کی وجہ سے وہ اور صفیہ دونوں پیچھے رہ گئیں اور دسویں ذی الحجہ کو غروب شمس کے بعد منیٰ پہنچیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے انہی اسی وقت رمی جمرہ کرنے کا حکم دیا اور ان پر کوئی جرمانہ عائد نہیں کیا۔ "[۱۱۲]

ج۔ جمار (جمرہ کی جمع): اصول تو یہ ہے کہ سات کنکریوں کے ذریعے جمرہ عقبہ کی رمی مکمل کی جائے یہ مستحب ہے کہ ہر کنکری خذف ریزوں یا بکریوں کی مینگنیوں کے برابر ہو۔ [۱۱۳]

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر سات کنکریاں مارنے میں ایک آدھ کنکری کی غلطی لگ جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ آپ فرماتے :" مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ چھ کنکریاں ماروں یا سات" [۱۱۴]

رمی کے بارے میں یا کنکریوں کی تعداد کے بارے میں شک کی حالت کے اندر رمی کا اعادہ جائز ہے۔ ابو مجلز کہتے ہیں :"میں نے رمی جمار کی لیکن مجھے یاد نہیں رہا کہ کتنی کنکریاں ماری ہیں میں نے ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میرے پاس سے ابن الحنفیہ گذرے' میں نے ان سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا

:"اللہ کے بندے' نماز سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی عبادت اہم نہیں ہے اور نماز میں جب شک ہو جائے تو اس کا اعادہ کرلیا جاتا ہے" میں نے یہ بات حضرت ابن عمرؓ کو بتائی جسے سن کر آپ نے فرمایا: "یہ لوگ اہل بیت ہیں اور انہیں مسئلوں کی سمجھ ہے"[۱۱۵]۔

یہ بات مستحب ہے کہ رمی جمار کرنے سے پہلے کنکریاں دھو ڈالے۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے انہیں دھو ڈالا تھا[۱۱۶]۔

د۔ سوار ہو کر رمی جمار کرنا: حاجی کے لئے جائز ہے کہ وہ پیدل یا سوار ہو کر جمرہ عقبہ پر آئے اور اسی حالت میں اسے رمی کرے۔ نافع کہتے ہیں کہ: "حضرت ابن عمرؓ دسویں ذی الحجہ کو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کرتے تھے"[۱۱۷]۔

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو جمرہ کے نزدیک ایک گدھے پر کھڑا دیکھا تھا[۱۱۸]۔

ھ۔ رمی کرتے وقت دعا: حاجی ہر کنکری کی رمی کے ساتھ اللہ اکبر کہے گا حضرت ابن عمرؓ ہر کنکری کے ساتھ ایک تکبیر کہتے تھے[۱۱۹]۔

آپ نے لوگوں کو جمرہ کے نزدیک تکبیر و تہلیل کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "رب کعبہ کی قسم بالکل یہی بات ہے" جب آپ واپس آئے تو اس قول کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:" یہی تقویٰ کا کلمہ ہے اور یہ لوگ اس کلمہ کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل ہیں"[۱۲۰]۔

جب حاجی جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو جائے گا تو اس کے سامنے آکر اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگے گا " اللهم اجعله حجا مبرورا و ذنبا مغفورا و عملا مشكورا"[۱۲۱]۔

(اے اللہ' اسے مقبول حج بنادے' اسے گناہ بخشوانے کا ذریعہ بنا دے اور اس عمل کو قدردانی کے قابل بنادے)

اس دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے تھے اور دوسری روایت کے مطابق ہاتھ بلند نہیں کئے تھے[۱۲۲]۔

و۔ رمی کرنے کے لئے نیابت: اگر حاجی کے ساتھ چھوٹے بچے بھی حج کریں تو ان میں سے جسے رمی کرنے کی استطاعت ہو وہ رمی کرلے اور جسے اس کی استطاعت نہ ہو اس کی طرف سے اس کا ولی رمی کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے بچوں کے ساتھ حج پر جاتے اور آپ کا جو بچہ رمی کرنے کی استطاعت رکھتا وہ رمی کرلیتا اور جو بچہ اس کی استطاعت نہ رکھتا اس کی طرف سے آپ رمی کرتے [۱۲۳]۔

۲۳۔ احرام کھلنے کا پہلا مرحلہ: جب حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کرلے تو بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے کے سوا اس پر حرام شدہ ہر کام حلال ہوجائے گا۔ طواف افاضہ کرنے تک اس کے لئے بیوی سے ہمبستری حرام رہے گی [۱۲۴]۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حاجی قربانی کرکے سر مونڈلے تو بیویوں کے سوا ہر چیز اس کے لئے حلال ہوجائے گی [۱۲۵]۔

اس قاعدے سے حج تمتع کرنے والا حاجی جس نے طواف اور سعی موخر کردی ہو مستثنیٰ رہے گا کیونکہ اس کے لئے صرف سر کے بال کترنا حلال ہوگا اور وہ جب تک طواف اور سعی نہیں کرلے گا اس تک نہ اپنے ناخن ترشوائے گا اور نہ ہی مونچھوں کے بال کتروائے گا [۱۲۶]۔

اگر حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کرنے اور سر مونڈنے کے بعد طواف زیارت سے پہلے بیوی کے ساتھ ہمبستری کرلے تو اس پر فدیہ دینا اور سر مونڈنا لازم ہوگا [۱۲۷]۔

۲۴۔ ہدی ذبح کرنا: اگر حاجی کے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور ہو یا متمتع ہو یا قارن ہونے کی وجہ سے اس پر ہدی واجب ہوا ہو یا اس نے ایسے فعل کا ارتکاب کرلیا ہو جو کسی دم یعنی جانور ذبح کرنے کا موجب بن گیا ہو تو ان صورتوں میں وہ جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد اپنا ہدی ذبح کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنا جانور منیٰ کے اندر منحر (جائے ذبح) کے پاس ذبح کرتے یا مکہ میں مروہ کے پاس اسے ذبح کرتے [۱۲۸]۔

۲۵۔ حلق (سر مونڈنا) یا تقصیر (بال چھوٹے کروانا):

الف۔ حاجی اپنا ہدی ذبح کرنے کے بعد اپنے سر کے بال مونڈ لے گا یا انہیں چھوٹے کروائے گا اور اپنے ناخن بھی ترشوائے گا۔ ہدی ذبح کرنے سے پہلے اس کے لئے حلق

یا تقصیر جائز نہیں ہوگی۔ "الموطا" کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ: "احرام والی عورت جب تک اپنی زلفیں چھوٹی نہیں کرائے گی اس وقت تک بالوں میں کنگھی نہیں کرے گی اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو ہدی ذبح کرنے سے پہلے اپنے بال چھوٹے نہیں کرائے گی"[۱۲۹]۔

ب۔ حاجی کے لئے حلق سے پہلے اپنا سر دھولینا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر حاجی رمی جمرہ کرلے تو سر مونڈنے سے پہلے خطمی (بال صاف کرنے والی اشیاء) کے ساتھ سر دھولینے میں کوئی حرج نہیں ہے"[۱۳۰]۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے[۱۳۱]۔

ج۔ حج یا عمرہ کرنے والے پر حلق یا تقصیر واجب ہے[۱۳۱-ب]۔ لیکن اگر اس نے احرام کے اندر اپنے بالوں پر گوند وغیرہ چپکالئے ہوں تو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس پر حلق واجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: جس شخص نے احرام کے لئے اپنے بالوں پر گوند وغیرہ چپکالئے ہو تو اس پر حلق واجب ہوگا" نیز فرمایا: "جس شخص نے اپنے بالوں پر گوند چپکالئے ہوں یا بال گوندھ لئے ہوں یا ان کی مینڈھیاں بنالی ہوں وہ اپنے بال مونڈلے"[۱۳۲]۔

د۔ حضرت ابن عمرؓ جب حج یا عمرے کے اندر اپنے سر مونڈتے تو کنپٹی تک مونڈتے آپ بال مونڈنے والے سے کہتے کہ ہڈی تک مونڈ دو[۱۳۳]۔ آپ اپنی داڑھی اور مونچھوں کے بال کتروا کر انہیں سنوار دیتے[۱۳۴]۔

اگر حاجی بال چھوٹے کرائے تو انگلی کے ایک پور کے برابر چھوٹے کرائے گا[۱۳۵]۔

اسی طرح عورت ایک پور کے برابر بال چھوٹے کرائے گی اور حلق نہیں کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "احرام والی عورت اپنے سر کے بال اکٹھا کر کے انگلی کے پور کے برابر کاٹ دے گی"[۱۳۶]۔ بیہقی کی ایک روایت کے مطابق انگشت شہادت کے برابر چھوٹے کرائے گی[۱۳۷]۔

ھ۔ گنجا حاجی اپنے سر پر استرہ پھیرے گا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ گنجے تھے، آپ حج یا عمرہ کے اندر اپنے سر پر استرہ پھیرلیتے تھے[۱۳۸]۔

۲۶۔ طواف افاضہ:

الف۔ پھر حاجی کعبہ کی طرف چل پڑے گا اور سات چکر لگا کر طواف کعبہ مکمل کرے گا۔ اس طواف میں وہ رمل نہیں کرے گا[۱۳۹]۔ اسے طواف زیارت یا طواف افاضہ کہتے ہیں یہ طواف فرض ہے اور اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا کیونکہ سورہ حج کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد باری ہے (ثم لیقضوا تفثهم ولیوفوا نذورهم ولیطوفوا بالبیت العتیق پھر وہ اپنے میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر یعنی بیت اللہ کا طواف کریں) حضرت ابن عمرؓ یوم النحر کو چلتے اور طواف زیارت کر کے پھر منیٰ کی طرف لوٹ آتے اور ظہر کی نماز پڑھتے[۱۳۹-ب]۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ طواف افاضہ کرنے میں تعجیل کرتے تھے حتیٰ کہ آپ اس دن کے تمام افعال پے درپے کرتے اور انہیں پورا کرنے میں تعجیل سے کام لیتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد جانور کی قربانی کرتے پھر سر مونڈتے پھر بیت اللہ کی طرف چل پڑتے اور اہل خانہ کی طرف جانے سے پہلے طواف زیارت کرتے۔[۱۴۰]

ب۔ حلق پر طواف افاضہ کی تقدیم: اگر حاجی حلق پر طواف افاضہ کو مقدم کردے تو وہ حلق کے بعد طواف افاضہ کا اعادہ کرے گا۔ کیونکہ اس دن کے افعال کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کی جائے پھر جانور ذبح کیا جائے پھر حلق کرایا جائے۔ اور پھر طواف افاضہ کیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک افعال کی یہ ترتیب واجب تھی آپ نے اپنے خاندان کے شخص المجبر کو دیکھا کہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے حلق یا تقصیر سے پہلے طواف افاضہ کرلیا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ جاکر حلق یا تقصیر کرائے اور پھر بیت اللہ واپس جاکر طواف افاضہ کرے[۱۴۱]۔

طبری نے "تہذیب الآثار" کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رمی جمرہ کرنے کے بعد اسی حالت میں جاکر طواف افاضہ کرلیا۔ حضرت ابن عمرؓ جب جانور ذبح کرنے کے بعد حلق کرالیتے تو کوئی شخص طواف افاضہ کرنے کے لئے بیت اللہ پہنچنے میں آپ سے سبقت نہ لے سکتا۔ آپ نے منحر (جائے قربانی) میں جانور ذبح کیا اور پھر بیت اللہ کی طرف چل پڑے۔ وہاں آپ نے مذکورہ شخص کو دیکھا اور

اسے دیکھ کر متعجب ہوئے اور پوچھا: "بھتیجے، تم نے کس طرح تمام افعال سرانجام دیئے ہیں" اس نے جواب میں کہا کہ میں رمی جمرہ کیا اور پھر یہاں آکر طواف افاضہ کرلیا یہ سن کر آپ نے فرمایا: "واپس جاؤ اور حلق یا تقصیر کراؤ پھر واپس آکر بیت اللہ کا طواف کرو" [۱۴۲]۔

۲۷۔ احرام کھلنے کا دوسرا مرحلہ: جب حاجی طواف افاضہ کرلے تو اس پر حرام شدہ تمام امور بشمول بیوی کے ساتھ ہمبستری حلال ہوجائیں گے [۱۴۳]۔

۲۸۔ منیٰ کی طرف دوبارہ آنا: جب حاجی طواف افاضہ کرچکے تو منیٰ کی طرف دوبارہ آئے گا اور وہاں تین دن قیام کرے گا اور وہیں رات گزارے گا حضرت ابن عمرؓ نے منیٰ کے ایام میں منیٰ کے سوا کسی اور جگہ جاکر رات گذارنے کو مکروہ قرار دیا ہے تاہم ایسا کرنے پر کوئی فدیہ لازم نہیں کیا ہے۔ [۱۴۴]۔ آپ طواف افاضہ کے بعد جلد از جلد منیٰ واپس آجاتے اور ظہر کی نماز یہیں آکر پڑھتے یہ بات (مادہ حج نمبر ۲۶ کے جز الف) میں بیان ہوچکی ہے۔

۲۹۔ منیٰ میں نماز: مسافر منیٰ کے اندر نماز میں قصر کرے گا البتہ اگر وہ مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو امام کی طرح پوری نماز پڑھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ حج کے اندر منیٰ میں جب امام کے پیچھے نماز ادا کرتے تو چار رکعتیں پڑھتے اور جب تنہا پڑھتے تو دوگانہ پڑھتے [۱۴۵]۔

۳۰۔ ایام تشریق میں رمی جمار:

الف۔ رمی کے لئے غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ رمی جمار کے لئے غسل کرتے [۱۴۶]۔

ب۔ رمی کے لئے پیدل جانا: حاجی رمی کرنے کے لئے پیدل جائے اور پیدل واپس آئے۔ کیونکہ ان ایام میں نہ تو کسی مشقت کا سامنا ہوتا ہے اور نہ ہی تھکاوٹ کا حضرت ابن عمرؓ یوم النحر کے بعد ایام تشریق کے ان تین دنوں میں رمی جمار کے لئے پیدل جاتے اور پیدل واپس آتے [۱۴۷]۔

ج۔ رمی کا وقت: ایام تشریق کے تمام دنوں میں حاجی زوال شمس کے بعد ہی رمی جمار کرے گا۔ وبرہ بن عبدالرحمن نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: "میں کب رمی جمار کروں؟" آپ نے جواب دیا: "جب تمہارا امام رمی کرے تو تم بھی رمی کرو" جب

وبرہ نے اپنا یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا: "ہم وقت کے انتظار میں رہتے' پھر جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے"[۱۴۸]۔ آپ زوال شمس کے بعد رمی کرتے[۱۴۹]۔

اگر حاجی زوال شمس سے پہلے رمی کرلے تو اسے دوبارہ رمی کرنا ہوگی[۱۵۰]۔

اس قاعدے سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے نہ تو چرواہے اور نہ دیگر لوگ۔

حضرت ابن عمرؓ اونٹوں کے چرواہوں کے لئے رمی جمار کے سلسلے میں باری مقرر کردیتے' جو چرواہے آپ کے پاس ہوتے انہیں آپ زوال شمس کے بعد رمی کرنے کا حکم دیتے پھر یہ لوگ اونٹوں کے پاس چلے جاتے اور اونٹوں کے پاس موجود چرواہے آکر رمی کرلیتے اور یہیں ٹھہرے رہتے حتی کہ اگلے دن زوال شمس کے بعد رمی کرلیتے[۱۵۱]۔

د۔ رمی جمرات کی کیفیت اور اس موقعہ پر دعا: حضرت ابن عمرؓ سب سے قریب کے جمرہ (الجمرۃ الدنیا) کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے پھر آگے چلے جاتے یہاں تک کہ وادی کے نرم حصے میں پہنچ جاتے اور پھر دیر تک قبلہ رخ کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے رہتے۔ پھر جمرہ وسطیٰ کو کنکریاں مارتے پھر شمال کی طرف بڑھتے اور نرم زمین میں پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے رہتے۔ آپ دیر تک کھڑے رہتے اور پھر بطن وادی کے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارتے۔ یہاں آپ کھڑے نہ ہوتے پھر واپس ہوتے اور فرماتے: "میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا"[۱۵۲]۔

آپ کی دعا کے الفاظ کے لئے دیکھئے (مادہ حج نمبر۲۲ کا جزھ)

۳۱۔ منیٰ سے کوچ میں تعجیل کرنا: سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۳ میں ارشاد باری ہے (واذکرواالله فی ایام معدودات ' فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تاخر فلا اثم علیه لمن اتقی' واتقواالله واعلموا انکم الیه تحشرون اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو جو شخص دو دنوں کے اندر تعجیل سے کام لے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر سے کام لے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں' ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہوں ' اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم سب اسی کے پاس اٹھائے جاؤ گے) یہ آیت اس بات کی اطلاع دیتی ہے کہ جو شخص ایام تشریق کے دوسرے دن تینوں جمرات کی رمی کے بعد

منیٰ چلے جانا پسند کرے وہ گناہوں سے بخشش کے ساتھ واپس جائے گا اور جو شخص ایام تشریق کے تیسرے دن تینوں جمرات کی رمی کے بعد واپس جانا چاہے وہ بھی گناہوں سے بخشش کے ساتھ واپس جائے گا [۱۵۴]۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ احرام کی کسی خلاف ورزی کے مرتکب شخص کے لیے یہ بات پسند کرتے تھے کہ وہ ایام تشریق کے تیسرے دن تینوں جمرات کی رمی کے لئے منیٰ میں ٹھہرا رہے کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ پہلے دو دنوں کے اندر واپسی ان لوگوں کے لئے ہے جو متقی ہوں یعنی احرام کی ہر خلاف ورزی سے بچے ہوئے ہوں لیکن اگر حاجی ایام تشریق کے دوسرے دن تینوں جمرات کی رمی کر لے اور پھر منیٰ سے غروب آفتاب سے پہلے روانہ نہ ہو تو اس پر اگلے دن تک قیام کرنا واجب ہو گا وہ اگلے دن زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے گا پھر منیٰ سے کوچ کرے گا آپ نے فرمایا: ”جو شخص ایام تشریق کے درمیان والے دن میں منیٰ کے اندر ہو اور اسی حالت میں سورج غروب ہو جائے تو جب تک اگلے دن رمی جمار نہ کر لے اس وقت تک منیٰ سے ہرگز کوچ نہ کرے“ [۱۵۵]۔

۳۲۔ تحصیب: جو شخص منیٰ سے روانہ ہو اس کے لئے محصب میں جانا مستحب ہے یہ ابطح (آبی گذرگاہ جس میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے ہوں) ہے اس کی حد دونوں پہاڑوں کے درمیان سے مقبرہ تک ہے حاجی وہاں اتر کر ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے گا اور پھر تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جائے گا اور پھر رات کے وقت مکہ میں داخل ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے اور حضور ﷺ سے اس کی روایت کرتے تھے [۱۵۶]۔

۳۳۔ طواف وداع: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ طواف وداع ایسا فریضہ ہے جسے ترک کرنا جائز نہیں۔ آپ فرماتے: ”کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کئے بغیر نہ جائے کیونکہ مناسک کا آخری حصہ بیت اللہ کا طواف ہے“ [۱۵۷]۔

آپ فرماتے: ”حائضہ عورت جب تک طواف وداع نہ کر لے کوچ نہ کرے“ لیکن جلد ہی آپ نے اپنی یہ رائے بدل لی اور فرمایا: ”اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو رخصت دی ہے“ [۱۵۸]۔ بنا بریں طواف وداع واجب ہے اور اسے ترک

کرنے کی رخصت کسی کو حاصل نہیں البتہ اگر عورت کو طواف افاضہ کے بعد حیض آجائے تو اسے طواف وداع ترک کرنے کی رخصت ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی مسلک تھا۔

۳۴۔ گھر واپس جاتے ہوئے راستے میں تکبیر کہنا: حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات پسند تھی کہ جو شخص حج یا عمرہ سے فارغ ہوکر اپنے گھر کی طرف چل پڑے وہ راستے میں جب کسی اونچی جگہ پر پہنچے تو تکبیر کہے۔ آپ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ہر اونچی جگہ مثلاً ٹیلے وغیرہ پر پہنچ کر تین دفعہ تکبیر کہتے اور پھر فرماتے: " لا اله الاالله وحده لا شریک له ' له الملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر' ائبون ' تائبون ' عابدون ساجدون' لربنا حامدون صدق الله وعده ونصر عبده و هزم الاحزاب وحده (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہت اسی کی ہے اور تمام حمد وثنا اسی کے لئے ہے' وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم واپس آرہے ہیں' ہم توبہ کر رہے ہیں' ہم عبادت گذار ہیں' ہم سجدہ ریز ہیں' ہم اپنے رب کی حمد وثنا کر رہے ہیں' اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا' اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا کافروں کے گروہوں کو شکست دی) [۱۵۹]۔

۳۵۔ زیارت رسول ﷺ: حضرت ابن عمرؓ یہ بات پسند کرتے تھے کہ حاجی جب حج سے فارغ ہوجائے تو مدینہ منورہ میں زیارت رسول ﷺ کے لئے چل پڑے۔ آپ اس بارے میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے تھے کہ: "جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ جفا سے کام لیا" [۱۶۰]۔

۳۶۔ میقات میں اتر کر نماز کی ادائیگی: حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات پسند تھی کہ حاجی جب اپنے وطن کو لوٹے تو میقات سے گذرتے ہوئے وہاں اتر کر نماز ادا کرے آپ جب حج یا عمرے سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ جاتے تو ذوالحلیفہ میں بطحاء (چھوٹے چھوٹے سنگریزوں والی آبی گذرگاہ) کے مقام پر اپنی اونٹنی بٹھا دیتے تھے۔ اس مقام پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم بھی اپنی اونٹنی بٹھا دیا کرتے تھے [۱۶۱]۔

۳۷۔ حج کی انواع: عمرے کے ساتھ حج کی تین انواع ہیں' افراد ' تمتع ' قران

الف۔ حج افراد یہ ہے کہ احرام باندھنے والا صرف حج کی نیت کرے جب کہ اشہرحج کے اندر اس نے پہلے عمرہ نہ کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق افراد حج کی افضل ترین نوع ہے [۱۶۲]۔ اس لئے کہ یہ اس حیثیت سے حج کی اکمل ترین صورت ہے کہ اس میں میقات سے احرام کی تکمیل کی جاتی ہے اور اس کے مناسک میں سے کسی چیز میں کمی نہیں کی جاتی۔

ب۔ حج تمتع یہ کہ حج پر جانے والا اشہرحج کے اندر عمرہ کرلے اور پھر عمرے کا احرام کھول دے اور بعد میں حج کے لئے احرام باندھے۔

۱۔ حج تمتع کی فضیلت: حضرت ابن عمرؓ سے منقول ایک روایت کے مطابق حج تمتع افراد اور قران سے افضل ہے۔ آپ حج تمتع کرنے کی غرض سے مکہ میں وارد ہوتے [۱۶۲ - ب]۔ اور فرماتے: "بخدا' حج سے پہلے عمرہ کرلینا اور ہدی لانا مجھے حج کے بعد ذی الحجہ میں عمرہ کرنے سے زیادہ" پسند ہے [۱۶۳]۔

۲۔ اس کی شرطیں: حج تمتع کرنے والے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد اپنے گھر واپس نہ آئے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: "جو شخص حج کے مہینوں یعنی شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ میں حج سے پہلے عمرہ کر کے مکہ میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ حج کا وقت آجائے اور پھر وہ حج بھی کرلے تو وہ حج تمتع کرنے والا (متمتع) کہلائے گا" لیکن اگر وہ اشہرحج میں عمرہ کرکے واپس اپنے گھر آجائے تو وہ متمتع نہیں ہوگا [۱۶۴]۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حج تمتع کرنے والا حدود حرم میں رہنے والا نہ ہو بلکہ حدود حرم سے باہر کا باشندہ یعنی آفاقی ہو۔

۳۔ متمتع حج کا احرام کب باندھے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳ کا جز ھ)

۴۔ متمتع کا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو طواف افاضہ کے بعد تک کے لئے موخر کردینا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ جز ب)

۵۔ متمتع پر واجب ہونے والا امر: اگر ایک شخص حج کا وقت آنے تک عمرے کا فائدہ

اٹھالے یعنی حج تمتع کرلے تو اس پر ہدی واجب ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ واجب شدہ ہدی بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ہے۔ آپ نے فرمایا: "متمتع پر بدنہ یعنی اونٹ یا گائے واجب ہے" ۱۶۵؎

غیلان بن جریر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے لوگوں نے ہدی تمتع کے بارے میں پوچھا وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ بکری ہدی تمتع ہے۔ ان کی بات سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "بکری!! بکری!!" آپ نے چلا کر یہ بات کہی اور پھر فرمایا: "نہیں، گائے یا اونٹنی" ۱۶۶؎

اگر متمتع کو گائے یا اونٹ میسر نہ ہو تو اس صورت میں بکری سے بھی کام چل جائے گا۔ ایک یمنی شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے اپنے سر کے بال گوندھ رکھے تھے اور آپ سے پوچھا کہ میں صرف عمرہ کرنے کا احرام باندھ کر آیا ہوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا یا تم مجھ سے پہلے ہی پوچھ لیتے تو میں تمہیں حج قران کرنے کا حکم دیتا" یہ سن کر اس شخص نے کہا: "ایسا ہی ہوا ہے" اس پر آپ نے فرمایا: "تمہارے سر کے جو بال بکھرے ہوئے رہ گئے ہیں انہیں کاٹ دو اور ہدی قربانی دو" یہ سن کر ایک عراقی خاتون نے پوچھا: "اس کا ہدی کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس کا ہدی" عورت نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا: "اگر مجھے ذبح کرنے کے لئے صرف بکری ہی میسر ہوتی تو روزہ رکھنے کی بجائے مجھے یہ عمل زیادہ پسند ہوتا" ۱۶۷؎

اگر متمتع کو ہدی میسر نہ ہو تو اس پر حج کے دوران تین روزے اور گھر واپس جاکر سات روزے واجب ہوں گے۔ ان روزوں کے بغیر اس کا حج تمتع مکمل نہیں ہو گا۔ ۱۶۸؎

وہ مذکورہ تین روزے حج کا احرام باندھنے پر رکھے گا اور آخری یعنی تیسرا روزہ یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کو ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "متمتع محرم ہونے کی حالت میں ہی روزے رکھے گا۔ وہ صرف اسی طرح یہ روزہ رکھے گا" ۱۶۹؎۔ نیز فرمایا: "روزے اس شخص کے لئے ہیں جو حج کا وقت آنے تک عمرہ کرنے کا فائدہ اٹھائے

اور اسے ہدی میسر نہ ہو۔ وہ حج کا احرام باندھنے سے لے کر یوم عرفہ کے درمیان یہ روزے رکھے گا"[۱۷۰]۔ آپ نے سورہ بقرہ میں قول باری (فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی ' فمن لم یجد فصیام ثلثه ایام فی الحج و سبعه اذا رجعتم جو شخص حج آنے تک عمرہ کا فائدہ حاصل کرے تو جو ہدی میسر ہو اس کی قربانی دے۔ جس شخص کو یہ میسر نہ ہو وہ حج میں تین دن روزے رکھے اور سات دن روزے رکھے جب تم واپس ہو جاؤ) کی تفسیر میں فرمایا: "حج میں تین دن' اور آخری دن یوم عرفہ ہو"[۱۷۱]۔

نووی نے "المجموع" کے اندر بڑی دور کی کوڑی لائی ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا کہ عمرہ کی حالت میں حج کا احرام باندھنے سے پہلے تین دنوں کے یہ روزے جائز ہیں[۱۷۲]۔

اگر متمتع کسی سبب کی وجہ سے ہمارے مذکورہ ایام میں روزے نہ رکھ سکے تو اس کے لیے ایام منیٰ یعنی ایام تشریق میں یہ روزے رکھنا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر متمتع سے ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں روزے فوت ہو جائیں یعنی وہ ان دنوں میں روزے نہ رکھ سکے تو ایام تشریق کے دوران روزے رکھے گا کیونکہ ایام تشریق بھی حج میں شمار ہوتے ہیں"[۱۷۳]۔ باقیماندہ سات روزے وہ اپنے گھر واپس جاکر رکھے گا[۱۷۴]۔

ج۔ حج قران یہ ہے کہ ایک شخص نیت اور عمل دونوں کے ذریعے حج اور عمرہ کو جوڑدے حج قران اہل آفاق (حدود حرم سے باہر رہنے والوں) کے ساتھ خاص ہے' اہل مکہ حج قران نہیں کریں گے کیونکہ ارشاد باری ہے (ذلک لمن لم یکن حاضری المسجد الحرام یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مسجد حرام کے قریب بسنے والے نہ ہوں)[۱۷۵]

ا۔ حج قران کرنے والے پر صرف وہی افعال لازم ہوں گے جو حج افراد کرنے والے پر لازم ہوتے ہیں یعنی اسکے حج اور عمرے کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص نے حج اور عمرے کا احرام باندھ لیا اس کے لئے

ایک طواف کافی ہو گا"[۱۷۶]۔

حضرت ابن عمرؓ فتنہ یعنی خانہ جنگی کے ایام میں عمرے کا احرام باندھ کر مکہ کی طرف چل پڑے اور فرمایا: "اگر ہمیں بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو ہم وہی کریں گے جو ہم نے حضور ﷺ کی معیت میں کیا تھا" آپ نے عمرے کا احرام اس لئے باندھا تھا کہ حضور ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال عمرے کا احرام باندھا تھا' پھر حضرت ابن عمرؓ نے حالات کا جائزہ لیا اور فرمایا: "حج اور عمرے کا معاملہ ایک ہی ہے" پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "دونوں کا معاملہ ایک ہی ہے' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرے کے ساتھ حج لازم کر لیا" پھر آپ چل پڑے اور بیت اللہ پہنچ کر ایک طواف کیا اور اسے کافی سمجھا اور پھر ہدی کی قربانی دی[۱۷۷]۔

۲۔ اگر حاجی حج اور عمرے کا قران کرے تو اس پر بدنہ لازم ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ایک شخص حج اور عمرے کے درمیان قران کرے تو اس پر بدنہ لازم ہو گا۔" آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ بکری لازم ہو گی یہ سن کر آپ نے فرمایا: "بکری کی بہ نسبت روزے رکھ لینا مجھے زیادہ پسند ہو گا"[۱۷۸]۔

۳۔ حج قران کی فضیلت: حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے کے مطابق قران افراد سے افضل ہے۔ کثیر بن جہان کہتے ہیں کہ میں نے چند دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص قران کا احرام باندھ لیتا ہے' اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: "اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دو اجر لے کر واپس ہو گا اور تم صرف ایک اجر کے ساتھ واپس جاؤ گے"[۱۷۹]۔

۳۸۔ حج فاسد کر دینا: حج کو صرف یہ بات فاسد کر دیتی ہے کہ حاجی طواف افاضہ مکمل کرنے سے قبل اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے۔ جو شخص ایسا کرے اس پر اپنا حج مکمل کرنا اور بدنہ قربانی کرنا واجب ہو گا اور پھر وہ اگلے سال اپنے حج کا اعادہ کرے گا[۱۸۰]۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایسے ہی شخص کے بارے میں فرمایا: "وہ اپنا حج مکمل کرے گا اور پھر اگلے سال حج کرے گا اور ہدی قربانی کرے گا"[۱۸۱]۔

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: "میں نے تمام مناسک ادا کر لئے تھے

صرف بیت اللہ کا طواف رہتا تھا کہ میں نے اپنی بیوی سے ہمبستری کرلی" آپ نے جواب دیا: "تم باقیماندہ اعمال ادا کرو اور ایک جانور کی قربانی دو اور اگلے سال تم پر حج کرنا لازم ہوگا" وہ شخص کہنے لگا: "میں دور دراز کے علاقے سے آیا ہوں" آپ نے اپنی پہلی بات پھر دہرادی[۱۸۲]۔

۳۹۔ حج فوت ہوجانا: وقوف عرفات کا وقت فوت ہوجانے کی صورت میں حج فوت ہوجاتا ہے۔ اگر ایک شخص حج کا احرام باندھ لے لیکن اس سے وقوف عرفات رہ جائے تو وہ اپنے حج کو عمرے میں تبدیل کردے گا اور اس پر اگلے سال حج اور ہدی کا لزوم ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس حاجی کو لیلۃ النحر (دسویں ذی الحجہ کی رات) مل جائے اور وہ طلوع فجر سے پہلے پہلے عرفات کی پہاڑیوں میں وقوف کرلے اس کا حج ہوجائے گا اور جو شخص طلوع فجر سے پہلے وقوف عرفات نہ کرے اس کا حج رہ جائے گا۔ اسے چاہئے کہ بیت اللہ آکر طواف کے سات چکر لگائے اور صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر سعی کے کاٹے اور پھر حلق کرالے یا اگر چاہے تو تقصیر یعنی بال چھوٹے کرالے۔ اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو حلق سے پہلے اسے ذبح کرلے اور پھر اپنے گھر واپس چلا جائے۔ پھر اگر اگلے سال حج کا موسم آجائے تو اگر استطاعت رکھتا ہو تو حج کرلے اور ہدی بھی لائے۔ اگر ہدی میسر نہ ہو تو حج کے دوران تین دن روزے رکھے اور گھر واپس جاکر سات روزے رکھے"[۱۸۳]۔

۴۰۔ حج میں واجب ہونے والا ہدی (دیکھئے مادہ ہدی)

حجاب (پردہ)

۱۔ تعریف: یہاں حجاب سے مراد محجوب ہے یعنی عورت کے جسم کے وہ حصے جنہیں پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔

۲۔ اجنبی مرد سے عورت کا پردہ

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ آزاد عورت اجنبی مرد کے سامنے اپنے چہرے

اور دونوں کف دست کے سوا جسم کے تمام حصے پوشیدہ رکھے گی[۱۸۴]
بنا بریں آپ سورہ النور آیت نمبر۳۱ میں قول باری (ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا اور وہ اپنی زینت ظاہر نہیں کریں گی مگر جو اس میں سے ظاہر ہو) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے :"چہرہ اور دونوں کف دست اور ہتھیلیوں میں لگی ہوئی مہندی اور آنکھوں میں لگا ہوا سرمہ"[۱۸۵]

ب۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک لونڈی کے جسم کے مستور حصے ناف سے لے کر گھٹنے تک ہیں - بنا بریں اس پر صرف اپنے جسم کے مذکورہ بالا حصوں کو مستور رکھنا واجب ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا بالغ لونڈی صرف ایک ازار میں نکل سکتی ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا میں نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ آپ نے جواب دیا:"اس زمانے میں لوگوں کے اندر تنگدستی تھی" میں نے پھر پوچھا:"اللہ نے اب ہمارے لئے فراخی پیدا کردی ہے" یہ سن کر آپ نے فرمایا:"اب میرا پیچھا چھوڑ بھی دو"[۱۸۶]

ج۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے جسم کے جن حصوں کو ظاہر کرنا جائز ہے' انہیں زیب و زینت کے ساتھ بھی ظاہر کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس اظہار سے مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود نہ ہو۔ اگر عورت اپنا چہرہ ظاہر کرے تو اس کے لئے اسے ایسی حالت میں بھی ظاہر کرنا جائز ہوگا جب آنکھوں میں سرمہ لگا ہو اور رخسار پر سرخی لگی ہو۔ اگر عورت اپنے دونوں کف دست ظاہر کرے تو انگلی میں انگوٹھی پہن کر یا ہتھیلیوں میں مہندی لگا کر انہیں ظاہر کرنا جائز ہوگا۔ ہم نے یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے اخذ کی ہے جس کا ذکر درج بالا آیت کی تفسیر میں ہوچکا ہے۔

۳۔ عورت کا پردہ کس طرح ہوگا؟

عورت کا پردہ دو کپڑوں کے ذریعے ہوتا ہے یعنی دوپٹہ اور لمبی چادر کے ذریعے

الف۔ دوپٹے کے ذریعے اپنا سر' گردن اور کان ڈھانپے گی اور دوپٹے کا باقی حصہ اپنے سینے کے اس حصے کو پوشیدہ رکھنے میں استعمال کرے گی جو قمیص کے گلے کے طور پر کھلا

رہ جاتا ہے سورہ نور آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد باری ہے (ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈال رکھیں)

ب۔ جلباب یعنی لمبی چادر عورت اپنے لباس پر اوڑھ لے گی۔ لباس میں چونکہ زیب و زینت کی اکثر رعایت کی جاتی ہے اس لئے یہ لمبی چادرد زیب و زینت والے لباس کو اجنبی مردوں کی نظروں سے پوشیدہ کردے گی۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد باری ہے (یایھا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنیں یدنین علیھن من جلا بیبھن اے نبی اپنی بیویوں' اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی خواتین سے کہو کہ وہ اپنے اوپر لمبی چادریں اوڑھے رکھیں)

بوڑھی عورت کے لئے جس کی ذات میں مردوں کو کوئی دل چسپی نہ ہو رخصت ہے کہ وہ مردوں کے سامنے اپنی لمبی چادر اتار دے نیز یہ کہ ان کے سامنے اپنے لباس میں آئے۔ کیونکہ اس عمر میں عام طور پر اس کا لباس زیب و زینت سے عاری ہوتا ہے اور اس لباس کی وجہ سے دیکھنے والوں کے دلوں میں کوئی غلط خیال پیدا نہیں ہوتا۔

بوڑھی عورت عام طور پر یہ لباس جسم چھپانے اور سردی سے بچنے کے لئے پہنتی ہے۔ سورہ نور آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد باری ہے (والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینہ وان یستعففن خیرلھن واللہ سمیع علیم اور جو عورتیں جوانی سے گذری بیٹھی ہوں نکاح کی امیدوار نہ ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھدیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے) حضرت ابن عمرؓ نے آیت کی تفسیر میں فرمایا: "اگر وہ اپنی چادر اتار کر رکھدے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے"[۱۸۷]۔

حجامتہ (سینگی لگانا)

۱۔ تعریف: زخم سے خون یا پیپ چوسنا حجامت کا عمل کہلاتا ہے

۲۔ حجامت کے ذریعے علاج کی مشروعیت: حجامت کے ذریعے علاج مشروع ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور آپ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ اپنایا تھا سینگی لگانے کا عمل اس شخص کو کرنا چاہئے جو اس میں ماہر ہو اور اسے اس میں دسترس حاصل ہو۔ بچے کے اندر عموماً یہ مہارت نہیں ہوتی نیز بوڑھے شخص کے اندر بھی جس کے ہاتھ کانپ رہے ہوں یہ مہارت کمزور ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے نافع سے فرمایا: "میرے خون کا دباؤ بڑھ گیا ہے کوئی حجام تلاش کرو، لیکن یہ حجام نہ تو کوئی کم عمر لڑکا ہو اور نہ ہی بوڑھی عمر والا ہو، کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: "نہار منہ سینگی لگوانے میں شفاء اور برکت ہوتی ہے۔ اس سے عقلمندی اور قوت حافظہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس سے حافظ کا حافظہ اور بڑھ جاتا ہے۔[۱۸۸]

۳۔ حجامت کے آثار:

الف۔ اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں جسم سے خون کے اخراج کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ بنا بریں حجامت سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ آپ نے فرمایا: "سینگی لگوانے والے پر صرف اپنے محاجم (سینگی لگنے کے مقامات) کو دھو لینا لازم ہے"[۱۸۹]۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر۳)

ب حجامت کی وجہ سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ بھی تھی کہ سینگی لگوانے کا عمل روزے کو فاسد نہیں کرتا[۱۹۰]۔ اس لئے آپ روزے کی حالت میں بھی سینگی لگوایا کرتے تھے[۱۹۱]۔ لیکن جلد ہی آپ نے یہ طریقہ ترک کر دیا اور پھر رات کے وقت سینگی لگواتے[۱۹۲]۔ کیونکہ حجامت کی وجہ سے روزہ دار کے اندر کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۷ کے اجزاء ر اور ز)

ج۔ حالت احرام میں سینگی لگوانا: حضرت ابن عمرؓ محرم کے لئے سینگی لگوانے کو مکروہ قرار دیتے تھے البتہ ضرورت کے تحت اس کی اباحت ہو جاتی ہے، اس لئے کہ حجامت کا عمل کمزوری پیدا کر دیتا ہے۔ البتہ اگر محرم اس عمل کے لئے مجبور ہو جائے تو پھر سینگی لگوالے۔ فرمایا: "محرم سینگی نہیں لگوائے گا الا یہ کہ وہ مجبور ہو جائے اور اس کے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہ ہو"[۱۹۳]۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ط)

حجر (حطیم کعبہ)

۱۔ تعریف: حجر اس جگہ کو کہتے ہیں جو کعبہ کی شمالی دیوار اور اس دیوار کے درمیان محصور ہے جو آڑ بنی ہوئی ہے، یعنی حطیم' اور شمال کی جانب سے میزاب رحمت کے ساتھ متصل مقام میں اس کے ساتھ متصل ہے۔ بالفاظ دیگر حجر وہ جگہ ہے جس پر حطیم مشتمل ہے۔

۲۔ حجر کے احکام:

الف۔ حجر کعبہ کا حصہ ہے اس لئے اس کے پیچھے سے طواف واجب ہے۔

ب۔ حجر سے متصل ارکان یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ کعبہ اولی کے ارکان میں سے نہیں ہیں جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم کیا تھا۔ بخلاف رکن یمانی اور رکن اسود کے ' ان کا استلام ہو گا کیونکہ یہ کعبہ کے ارکان ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کو حضرت عائشہؓ کا یہ قول سنایا گیا کہ "حجر کا بعض حصہ بیت اللہ میں سے نہیں ہے" آپ نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ اگر عائشہؓ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میرے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ارکان کا استلام اس لئے ترک کیا تھا کہ یہ بیت اللہ کی بنیادوں پر نہیں ہیں اور لوگ بھی اسی وجہ سے حجر کے پیچھے سے طواف نہیں کرتے تھے [۱۹۴]۔

الحجر الاسود (حجر اسود)

۱۔ تعریف: وہ مشہور پتھر جو باب کعبہ سے قریب ترین رکن میں لگا ہوا ہے۔

۲۔ اس کے احکام: طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کا استلام سنت ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جزء د)

حد (حد والی سزا)

۱۔ تعریف: متعین جرائم کی شرعی طور پر مقررہ سزا کو حد کہتے ہیں۔

۲۔ حدود کے اندر سفارش: حدود حق اللہ ہیں' اور اس حیثیت سے امام المسلمین کو انہیں معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے بارے میں کسی کو سفارش

کرنے کا حق ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص کی سفارش اللہ کی کسی حد کے آڑے آگئی اس نے گویا اللہ کے حکم کے اندر اس کا مقابلہ کیا"[۱۹۵]۔

۴۔ حدود کون قائم کرے گا؟

الف۔ آقا کا اپنے غلام پر حد جاری کرنا: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین اس امر میں کوئی اختلاف رائے نہیں کہ سلطان ان لوگوں پر حدود جاری کرے گا جو ان کے مستوجب قرار پائیں۔ تاہم غلام پر اس کے آقا کی طرف سے حد جاری کرنے کے سلسلے میں صحابہؓ کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ حضرت ابن عمر اس کے جواز کے قائل تھے بشرطیکہ مذکورہ غلام اپنے آقا ہی کا غلام ہو اور کسی اور کا حق اس کے اندر نہ ہو یعنی شریک یا شوہر کا حق۔ اگر غلام کے اندر شریک یا شوہر کا حق ہو تو اس پر حد جاری کرنا ممتنع ہوگا۔ اور اس پر حد جاری کرنا سلطان کا کام ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر لونڈی کسی کی زوجیت میں نہ ہو اور وہ زنا کی مرتکب ہوجائے تو اسے آزاد عورت کو ملنے والی سزا کا نصف دیا جائے گا اور یہ سزا اس کا آقا کوڑے لگا کر دے گا۔ اور اگر لونڈی شادی شدہ ہو تو اس کا معاملہ سلطان کے حوالے کردیا جائے گا"[۱۹۶]۔

اگر غلام اپنے آقا کے لئے خالص ہو یعنی اس میں کسی اور کا حق نہ ہو تو اس صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک آقا کی طرف سے اس پر حد جاری کرنے کے جواز میں اس سے کوئی فرق نہیں ہوگا کہ حد کوڑوں کی شکل میں ہے یا کسی اور صورت میں[۱۹۷]۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو شراب پینے کی بنا پر حد کی سزا دی تھی[۱۹۸]۔

آپ کی ایک لونڈی نے زنا کا ارتکاب کیا تو آپ نے اسے کوڑے لگا کر اس پر حد جاری کی۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے اس لونڈی کے بارے میں روایت کی ہے جس پر حد زنا جاری ہوئی تھی کہ جب اس پر حد جاری ہونے لگی تو آپ نے کوڑے لگانے والے کو لونڈی کی ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ذرا ہاتھ ہلکا رکھنا" یہ سن کر میں نے عرض کیا: "پھر اللہ کا یہ ارشاد کہاں گیا کہ (ولا تاخذکم بھما رافہ فی دین اللہ ان دونوں (زانی مرد اور زانیہ عورت) کے سلسلے میں

اللہ کے دین کے اندر تمہارے دلوں میں نرمی پیدا ہونے نہ پائے) یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تو کیا وہ اسے قتل کردیتا" [۱۹۹]۔

آپ کے ایک بھاگے ہوئے غلام نے چوری کی تو گورنر حضرت سعیدؓ بن العاص نے اس کا ہاتھ کاٹنے سے انکار کردیا لیکن آپ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس واقعہ کا ذکر (مادہ اباق نمبر ۳) میں گذر چکا ہے۔

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت ابن عمرؓ کی ہمشیرہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کردیا اور بعد میں اس کا اعتراف بھی کرلیا۔ حضرت حفصہؓ نے عبدالرحمن بن زید کو حکم دیا اور انہوں نے مذکورہ لونڈی کو قتل کردیا یہ خبر امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کو پہنچی۔ انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے کہا: "آپ کو ام المومنین کی دی ہوئی سزا کیوں ناپسند ہے۔ ام المومنین نے یہ سزا اس عورت کو دی ہے جس نے ان پر جادو کرکے اس کا اعتراف بھی کرلیا تھا" یہ سن کر حضرت عثمان خاموش رہے [۲۰۰]۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے اس عمل کو اس لئے ناپسند کیا تھا کہ ان کے خیال میں حدود قائم کرنا حکومت کا کام تھا۔ حضرت ابن عمر نے حضرت عثمان کی ناپسندیدگی کو اس لئے ناپسند کیا تھا کہ آپ کے خیال میں آقا کو اپنے غلام پر حد جاری کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

جصاص رازی نے یہ کہہ کر بڑی عجیب بات کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تمام حدود کا اجراء حکومت کا کام ہے [۲۰۱]۔

ب۔ باغیوں کے ہاتھوں حدود کا اجراء: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر مسلمان باغی مجرموں پر حدود جاری کردیں تو ان کا یہ فعل باموقعہ ہوگا اور حدود کا اجراء ہوجائے گا (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۳ کا جز الف)

۴۔ حرم میں حدود کا اجراء: اللہ سبحانہ نے حرم کو امن کی جگہ قرار دیا ہے وہاں نہ تو خون بہایا جائے گا اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا اور نہ ہی حد جاری کی جائے گی حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: "اگر مجھے حرم کے اندر میرے والد حضرت عمرؓ کا قاتل مل جاتا تو

بھی میں اسے نہ ڈانٹتا" یعنی کچھ نہ کہتا' ایک روایت میں ہے: "تو بھی میں اسے قتل نہ کرتا" [۲۰۲]۔

۵۔ حدود جاری کرنے کی شرائط: مجرم پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک چند شرطیں وجود میں نہ آجائیں' ہمیں ان شرطوں کا سراغ حضرت ابن عمرؓ کے اقوال سے لگا ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔

الف۔ حد کا مستوجب مجرم عاقل بالغ ہو۔ اگر وہ بالغ نہیں ہوگا تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر لڑکا حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے اور تمہیں شک ہو کہ یہ بالغ ہے یا نابالغ تو اس کی شرمگاہ کو دیکھو" [۲۰۳]۔

یعنی اگر موئے زیر ناف موجود ہو تو حد جاری کردی جائے گی بصورت دیگر جاری نہیں ہوگی۔

ب۔ اختیار۔ جس شخص کو حد والے جرم کے ارتکاب پر مجبور کردیا گیا ہو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک غلام پیش کیا گیا جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ آپ نے غلام کو کوڑے لگا کر اسے جلاوطن کردیا لیکن لونڈی کو اس لئے کوڑے نہیں لگائے کہ اسے زنا پر مجبور کردیا گیا تھا [۲۰۴]۔

(دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۳ کا جز ج)

ج۔ حد قذف کے اندر مقذوف (جسے قذف کیا گیا ہو) محصن ہو۔ اگر وہ محصن نہیں ہوگا تو اس کے قاذف پر حد جاری نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲)

د۔ شبہ سے خالی ہونا: اس لئے مشترکہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے والے پر حد زنا جاری نہیں ہوگی اگر مذکورہ لونڈی کے اندر اس کی شراکت ہو اس لئے کہ اس میں ملکیت کا شبہ ہوگا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ب) اسی طرح چور کا ہاتھ اس صورت میں کاٹا نہیں جائے گا جبکہ مسروقہ مال کے اندر اس کا ادنی ساحق ہو (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۲ کا جز ج)

۶۔ رقیق یعنی غلام یا لونڈی پر حد کا اجراء: حدود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو تنصیف قبول کرتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو تنصیف قبول نہیں کرتی۔

الف ۔ تنصیف قبول کرنے والی حد کوڑوں کی سزا ہے۔ یہ سزا غلام کو آزاد کی سزا سے نصف ملے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے زنا کا ارتکاب کرنے والی لونڈی کے بارے میں فرمایا کہ اسے آزاد عورتوں کو ملنے والی سزا سے نصف سزا ملے گی[۲۰۵]۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو جس نے شراب پی لی تھی آزاد شخص کی حد سے نصف حد لگائی تھی (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۴)

ب۔ جو حد تنصیف قبول نہیں کرتی مثلاً قطع ید غلام پر اس کا پورا اجراء ہوگا حضرت ابن عمرؓ نے چوری کرنے والے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ یہ واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ رقیق یعنی غلام اور لونڈی پر حد رجم جاری نہیں ہوگی بلکہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

۷۔ حد کے اندر جسم کے جن حصوں پر ضرب لگانا جائز نہیں وہ یہ ہیں :۔ اگر کسی کو کوڑے لگانے کا فیصلہ سنا دیا جائے تو کوڑے لگانے والے کے لیے اس کے سر اور چہرے پر ضرب لگانا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ جلد)

۸۔ وہ جرائم جو حد کے موجب ہیں: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں حد کے موجب یہ جرائم ہیں۔ ارتداد (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز ب)' زنا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز الف)' جادو (دیکھئے مادہ سحر)' سرقہ (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۲)' شراب نوشی (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۴)' رہزنی (دیکھئے مادہ قطع الطریق نمبر ۲)' قذف (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۴ کا جز ب)

حداد (سوگ)

۱۔ تعریف: عدت گذارنے والی عورت کا عدت کے دوران زیب و زینت ترک رکھنا حداد کہلاتا ہے۔

۲۔ حداد کس طرح کیا جائے؟

جسم اور لباس میں تزین ترک کرکے حداد ہوتا ہے مثلاً سرمہ نہ لگایا جائے اور ایسے رنگدار کپڑے نہ پہنے جائیں جنہیں لوگ عام طور پر زینت کی خاطر پہنتے ہیں۔ البتہ

ایسے رنگدار کپڑے جنہیں لوگ زینت کی خاطر نہ پہنتے ہوں انہیں حداد والی عورت پہن سکتی ہے۔ خوشبو لگانا ترک کرکے بھی حداد ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس عورت کا شوہر وفات پا جائے وہ عدت کے دوران اپنے مرحوم شوہر کے گھر کے سوا کسی اور گھر میں رات نہیں گذارے گی' نہ خوشبو لگائے گی' نہ مہندی استعمال کرے گی اور نہ ہی سرمہ لگائے گی نیز رنگدار کپڑے نہیں پہنے گی البتہ ثوب عصب پہن سکتی ہے (یہ یمن کا بنا ہوا ایک قسم کا کپڑا ہے۔ اس کے سوت کو رنگ دے کر پھر اسے بنا جاتا ہے) وہ اس کپڑے کو چادر کے طور پر استعمال کر سکتی ہے"[۲۰۶]۔ کیونکہ یہ لباس زینت نہیں ہے۔

۳۔ حداد کب واجب ہوتا ہے: حداد اس عورت پر واجب ہے جس کا شوہر وفات پا جائے۔ وہ جب تک عدت میں رہے گی اس پر حداد واجب ہوگا۔ تین طلاق یافتہ عورت پر حداد نہیں ہے۔ عدت وفات گذارنے والی عورت کے حداد کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول اوپر گذر چکا ہے۔

حدث (حدث لاحق ہونا)

حدث اس حکمی نجاست کو کہتے ہیں جو انسان کو لاحق ہو جاتی اور غسل یا وضو واجب کر دیتی ہے (دیکھئے مادہ غسل) نیز (مادہ وضوء)

حدیث (حدیث شریف)

حضور ﷺ کی حدیث بیان کرنا (دیکھئے مادہ علم)

حرابہ (دیکھئے مادہ قطع الطریق)

حرز (چیزیں محفوظ کرنے کی جگہ)

حرز اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں عادۃً چیزیں محفوظ کی جاتی ہوں یا خود اس شخص کو حرز کہتے ہیں جو چیزوں کی حفاظت کر رہا ہو۔

سرقہ کے اندر قطع ید کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ مسروقہ مال حرز سے اٹھایا گیا ہو (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۲ کا جزد)

حرفہ (حرفت) دیکھئے مادہ احتراف

حرم (حرم)

۱۔ حرم مکہ

الف۔ حرم مکہ کے حدود: حرم مکہ زمین کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو کعبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ مکہ اور اس کے اردگرد کے علاقے پر مشتمل ہے۔ اس کے حدود تنعیم' جعرانہ' ثنیہ رجل' طرف عرنہ' اضاۃ لبن اور حدیبیہ سے گذرتے ہیں۔ مدینہ کی جہت میں حدود حرم مکہ سے تین میل تک' عراق کی جہت میں سات میل تک' طائف کی جہت میں دس میل تک' جدہ کی جہت میں دس میل تک جعرانہ کی جہت میں نو میل تک' اور یمن کی جہت میں سات میل تک پھیلے ہوئے ہیں (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳)

نوٹ۔ (اصل کتاب میں احرام اور حرم کے منطقہ کا ایک نقشہ دیا گیا ہے۔ ناظرین یہ نقشہ اصل کتاب میں دیکھ سکتے ہیں۔ مترجم)

ب۔ حرم مکہ کے احکام: حرم مکہ کے متعدد احکام ہیں حضرت ابن عمرؓ کی نسبت سے ہم درج ذیل احکام نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ حرم مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ آپ خود حج یا عمرہ کرنے کے لئے حرم مکی میں داخل ہونے سے پہلے مقام ذی طوی میں غسل کرتے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے[۲۰۷]۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۴)

۲۔ دن کے وقت داخل ہونا: حضرت ابن عمرؓ دن کے وقت حرم مکی میں داخل ہونا پسند کرتے تھے تاکہ داخل ہونے کے فورا بعد اطمینان سے طواف قدوم وغیرہ مشاعر ادا کر سکیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۴)

۳۔ احرام کے ساتھ داخل ہونا: بہتر بات یہی ہے کہ ایک شخص حرم مکی میں احرام باندھ کر داخل ہو۔ لیکن اگر احرام کے بغیر داخل ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ مکہ میں مقیم رہے پھر مدینہ جانے کے ارادے سے نکل پڑے لیکن جب مقام قدید پہنچے تو

پتہ چلا کہ مدینہ میں مخالف دھڑے (بنی امیہ) کی فوجیں داخل ہو گئی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے مدینہ منورہ جانا پسند نہیں کیا اور واپس مکہ آگئے اور احرام کے بغیر حرم مکی میں داخل ہو گئے[۲۰۸]۔

آپ اپنے غلاموں کو احرام کے بغیر حرم مکی کے اندر لے جاتے اور ان سے کام کراتے[۲۰۹]۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۲)

۴۔ حرم کے اندر نماز کا ثواب کئی گنا ہوتا ہے: حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے"[۲۱۰]۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "سارا حرم مسجد ہے"[۲۱۱]۔ یعنی حرم مکی کے اندر نماز کا اتنا ہی ثواب ہے جتنا مسجد حرام کے اندر نماز کا ہے۔

۵۔ حرم مکی کی مٹی یا پتھر باہر لے جانے کی ممانعت: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ حرم کی مٹی یا پتھر حل (حدود حرم سے باہر کے علاقہ) کی طرف لے جایا جائے[۲۱۲]۔ اس لئے کہ عربوں نے بت پرستی اس وقت شروع کی تھی جب لوگ حرم کی مٹی حل کی طرف لے جانے لگے پھر لوگ اس مٹی کے گرد اس طرح طواف کرتے جس طرح کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ پھر ان کا یہ طریق کار ترقی کے مراحل طے کرتا گیا حتی کہ اس نے بت پرستی کی شکل اختیار کرلی۔

۶۔ حرم میں ہدی ذبح کرنا: جس حاجی پر قارن یا متمتع ہونے کی وجہ سے ہدی یعنی قربانی لازم ہو یا اس سے حج کے کسی حکم کی خلاف ورزی ہو گئی ہو اور اس کے نتیجے میں اس پر دم لازم ہو گیا ہو یا اس نے بیت اللہ میں دم یعنی قربانی کی نذر مانی ہو اس کے لیے حرم کے سوا کسی اور مقام پر ہدی ذبح کرنا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ھدی)

۷۔ حرم کو خونریزی سے پاک رکھنا: حرم کے اندر حد جاری نہیں کی جائے گی (دیکھئے مادہ حد نمبر۴)، قصاص نہیں لیا جائے گا (دیکھئے مادہ جنایہ۔ نمبر۵ کا جز الف)، شکار کو ہلاک نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ن) نیز (مادہ صید نمبر۴ کا جز الف) اور اس میں قتال اور جنگ و جدل حلال نہیں ہے۔

۸۔ حرم میں قتل ہونے والے شخص کی دیت کو مغلظہ بنایا جائے گا: جو شخص حرم میں قتل ہوجائے خواہ غلطی سے کیوں نہ ہوا ہو اس کی دیت تہائی کی مقدار مغلظہ ہوگی یعنی پوری ایک دیت اور تہائی دیت واجب ہوگی (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر ۵ کا جز الف)

۹۔ حرم میں ہتھیار لے کر نہ چلنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حرم مکی کے اندر ہتھیار لے کر چلنا حلال نہیں ہے [۲۱۳]۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے حرم کے اندر امن و امان کو فرض کردیا ہے سورہ قصص آیت نمبر ۵۷ میں ارشاد باری ہے (اولم نمکن لهم حرما امنا يجبی اليه ثمرات كل شئی کیا ہم نے انہیں امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں) نیز سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۷ میں ارشاد ہے (اولم يروا انا جعلناه حرما امنا ويتخطف الناس من حولهم کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے امن و امان والا حرم بنادیا۔ جبکہ ان کے اردگرد لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے)اسحق بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حجاج بن یوسف حضرت ابن عمرؓ کی عیادت کے لئے آپ کے پاس آیا میں بھی اس وقت وہاں موجود تھا' حجاج نے پوچھا کہ طبیعت کیسی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔ پھر حجاج نے پوچھا :"آپ کی ٹانگ کس نے زخمی کی ہے؟" آپ نے جواب میں فرمایا :"میری ٹانگ اس شخص نے زخمی کی ہے جس نے ایسے دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا جس دن ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے" یہ سن کر حجاج نے کہا :"اگر ہمیں اس شخص کا پتہ چل جاتا تو ہم اسے ضرور سزا دیتے" زخمی ہونے کا واقعہ اس طرح پیش آیا تھا کہ کوچ کی صبح لوگوں نے کوچ کیا۔ اس دوران حجاج کے باڈی گارڈ کے دستے کا ایک سپاہی ہاتھ میں اپنا نیزہ ترچھے رخ لئے کھڑا تھا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ کے قدم کی پشت پر نیزہ مار کر اسے زخمی کردیا [۲۱۴]۔

۱۰۔ حرم کے درختوں کی کٹائی نہ کرنا: حرم کے کسی درخت کو کاٹنا حلال نہیں ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے :" حرم کا کوئی درخت کاٹا نہیں جائے گا" [۲۱۵]۔

۱۱۔ مکہ کے مکانات کرائے پر نہ چڑھانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں مکہ کے مکانات کرائے پر چڑھانا حلال نہیں تھا کیونکہ سارا حرم مسجد ہے [۲۱۶]۔

اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے :" جو شخص مکہ کے مکانات کا کرایہ کھاتا ہے وہ

اپنے پیٹ میں آگ کھا کر ڈالتا ہے" [۲۱۷]۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جز الف)

۱۲۔ حرم کا لقطہ: حضرت ابن عمرؓ حرم کے لقطہ اور غیر حرم کے لقطہ میں احکام کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کرتے تھے [۲۱۸]۔ الحربن الصباح کہتے ہیں کہ میں مکہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: "مجھے یہ یمنی چادر ایک جگہ پڑی ہوئی ملی ہے، میں نے اس کی تشہیر کرائی اور اعلان کرایا لیکن کوئی شخص اسے اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ آج یوم الترویہ ہے اور آج لوگ بکھر جائیں گے" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو اس کی ایک منصفانہ قیمت لگا لو اور پھر اسے اپنے استعمال میں لے آؤ اور اس کے ضامن رہو پھر جب اس کا مالک آجائے تو اس کا ثمن اس کے حوالے کردو اور اگر اس کا کوئی طلبگار نہ آئے تو یہ تمہاری ہوگی اگر تم چاہو" [۲۱۹]۔

۱۳۔ حرم کے اندر جوار (دیکھئے مادہ جوار)

۲۔ حرم مدینہ منورہ

الف۔ اس حرم کے حدود: مدینہ منورہ کا حرم وہ قطعہ ہے جو طولاً اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان اور عرضاً اس کے دونوں سنگلاخوں کے درمیان ہے۔

ب۔ حرم مدنی کے احکام: مدینہ منورہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح درختوں کی شاخیں اس طرح ہلانا بھی جائز نہیں ہے کہ پتے گر کر بکھر جائیں اگر کوئی شخص یہ حرکت کر رہا ہو تو اس کا آلہ اس سے چھین لینا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ جب کسی شخص کو حرم مدنی کے اندر کوئی درخت وغیرہ کاٹتے دیکھتے تو اس کی آری اور رسی اس سے چھین لیتے [۲۲۰]۔

حریر (ریشم)

۱۔ تعریف: حریر ان دھاگوں کو کہتے ہیں جنہیں ریشم کے کیڑے تیار کرتے ہیں اور پھر ان دھاگوں سے قیمتی کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔

۲۔ ریشم پہننے کا حکم

الف۔ مردوں پر اس کی تحریم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ خالص ریشمی دھاگوں سے تیار شدہ کپڑا مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے خواہ ان دھاگوں سے پورا کپڑا تیار کیا گیا ہو یا کپڑے کی کناری میں یہ دھاگے لگے ہوں۔ عقبہ بن وشاح اور علی بن عبداللہ البارقی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمرؓ سے ریشم اور سونے کے بارے میں پوچھا آپ نے جواب دیا کہ یہ مردوں کے لیے مکروہ یعنی ناجائز ہیں اور عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہیں"[۲۲۱]۔ آپ اپنی خواتین کو ابریشم پہنایا کرتے تھے[۲۲۲]۔

(ابریشم ریشم کی بہترین قسم ہے)

ب۔ بچوں کو ریشم پہنانا: حضرت ابن عمرؓ بچوں کو ریشم پہنانا مکروہ تصور کرتے تھے تاکہ انہیں اللہ کے احکام پر چلنا سکھایا جائے۔ جو شخص اپنے بچوں کو ریشم پہنائے گا وہ گنہگار ہوگا۔ عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ "میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ چار افراد میں سے چوتھا یا پانچ افراد میں سے پانچواں فرد تھا کہ آپ کا ننھا بیٹا آپ کے پاس آیا اس نے ریشمی قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ قمیص تمہیں کس نے پہنائی ہے۔ اس نے کہا کہ میری امی نے' یہ سن کر آپ نے قمیص پکڑ کر اسے پھاڑ دیا"[۲۲۳]۔

ج۔ آپ خالص ریشمی دھاگوں سے کپڑے کی کناری اور گوٹے کو مکروہ سمجھتے تھے عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ریشمی دھاگوں سے کپڑے کی کناری اور گوٹے کو مکروہ قرار دیتے تھے[۲۲۴]۔

د۔ ایسا کپڑا جو ریشمی دھاگوں کے ساتھ دیگر دھاگوں سے تیار کیا گیا ہو مثلاً سوتی یا اونی دھاگوں سے یا کتان وغیرہ کے دھاگوں سے' تو حضرت ابن عمرؓ مردوں کے لئے ایسے کپڑے کے استعمال کو جائز قرار دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب "مصنف عبدالرزاق" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے بیٹوں کو خز کے کپڑے پہنے دیکھتے اور کوئی گرفت نہ کرتے[۲۲۵]۔

(خز اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشمی دھاگے کے ساتھ دیگر دھاگے بھی استعمال ہوئے ہوں) وہب بن کیسان کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے پانچ صحابہ کو خز پہنے

دیکھا تھا یعنی سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ کو[۲۲۶]۔

اسی مفہوم پر وہ روایت محمول کی جائے گی کہ جس کا ذکر ابوداؤد نے کیا ہے کہ بیس یا اس سے زائد صحابہ کرام نے ریشم پہنا ہے، ان میں حضرت انسؓ اور حضرت براءؓ بن عازب شامل ہیں[۲۲۷]۔

ھ۔ عورتوں کو ریشم پہننے سے اجتناب کرنا مستحب ہے: بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے دنیا کے اندر ریشم پہن لیا وہ آخرت میں اسے پہن نہیں سکے گا"[۲۲۸]۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب ریشم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ہم نے سنا ہے کہ جو شخص اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت میں اسے پہن نہیں سکے گا"[۲۲۹]۔

نسائی نے علی البارقی سے روایت کی ہے کہ: "ایک عورت میرے پاس فتوی پوچھنے کے لئے آئی میں نے اس سے کہا کہ ابن عمرؓ کے پاس جاکر ان سے فتوی پوچھو، پھر میں بھی اس عورت کے پیچھے پیچھے چلا گیا تاکہ ابن عمرؓ جو کچھ کہیں میں بھی سن لوں، عورت نے جاکر آپ سے کہا کہ "مجھے ریشم کے بارے میں فتوی دیجئے" آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ نے ریشم سے منع فرمایا ہے"[۲۳۰]۔ اس روایت کی بنا پر بعض حضرات نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ریشم کی تحریم کے قائل تھے[۲۳۱]۔

میرے خیال میں بات اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کا درج بالا قول کراہت تنزیہی سے آگے نہیں جاتا جس کی طرف آپ اپنے ورع و تقوی کی بنا پر نیز ہر معاملہ میں احتیاط برتنے کے میلان کی وجہ سے مائل ہوگئے تھے ہمارے اس تاویل کو اس بنا پر ترجیح حاصل ہے کہ آپ سے عورتوں کے لئے ریشم کی حلت کا قول بھی منقول ہے جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ نیز ابن جریر طبری نے "تہذیب الآثار" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی ایک بیٹی گھر سے باہر آئی اس نے ریشمی کپڑا پہن رکھا تھا۔ لوگوں

نے آپ سے کہا: "آپ لوگ ریشم پہننے سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود اسے پہنتے ہیں" آپ نے جواب دیا: "مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بڑی بات بھی معاف کردے گا" [۲۳۲]

آپ کا یہ قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ معاملہ کراہت کی حد سے آگے نہیں جاتا ہے ورنہ آپ کبھی بھی اپنی بیٹی کو اسے پہننے نہ دیتے۔

و۔ ریشمی دھاگے سے مخلوط کپڑا پہننے سے مردوں کا اجتناب: جس طرح حضرت ابن عمرؓ اپنے ورع و تقویٰ کی بنا پر عورتوں کو ریشم پہننے سے منع کرتے تھے اسی طرح مردوں کو بھی ورع و تقویٰ کی بنا پر ریشمی دھاگے سے مخلوط کپڑا پہننے سے روکتے تھے۔ آپ فرماتے: "ایسے کپڑے کے استعمال سے گریز کرو جس میں ریشمی دھاگے کی ملاوٹ ہو" [۲۳۳]

حلف (قسم) دیکھئے مادہ یمین

حلق (مونڈنا)

جلد سے بالوں کے ازالے کو حلق کہتے ہیں

احرام کھولنے کے لئے حلق کی کیفیت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۲۵ کا جز د)

حلی (زیورات)

۱۔ تعریف: حلی ان دھاتی یا پتھر وغیرہ کے بنے ہوئے زیورات کو کہا جاتا ہے جنہیں عورتیں آرائش و زینت کے لئے پہنتی ہیں۔

۲۔ زیور پہننے کا حکم: زیور یا تو سونے کے ہوں گے یا کسی اور چیز کے۔

الف۔ کسی اور چیز کے بنے ہوئے زیورات پہننا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جائز ہے۔ اس بارے میں صحابہ کرام کے مابین کسی اختلاف رائے کا ہمیں علم نہیں ہے۔

ب۔ سونے کے زیوارات پہننا عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے حرام ہے۔ عقبہ بن وشاح اور علی البارقی نے حضرت ابن عمرؓ سے ریشم اور سونے کے بارے میں مسئلہ پوچھا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ: "مردوں کے لئے مکروہ یعنی ناجائز ہیں

اور عورتوں کے لیے مکروہ نہیں ہیں"[۲۳۴]۔

آپ اپنی بیٹیوں کو سونے کے زیورات پہنایا کرتے تھے[۲۳۵]۔

آپ اگر اپنی کسی بیٹی کا نکاح کراتے تو دس ہزار مہر پر نکاح کراتے جس میں سے چار ہزار کے زیورات ہوتے[۲۳۶]۔

زیورات پہننے کے سلسلے میں آپ حج یا عمرے کا احرام باندھنے والی عورت اور دیگر عورتوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے آپ نے حالت احرام میں عورت کو زیوارت پہننے کی اجازت دی تھی (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ھ کا جز ۱)

ج۔ مردوں کا زیور: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مردوں اور عورتوں کے زیورات کے درمیان تمیز واجب ہے۔ بالیاں عورتیں پہنیں گی، مرد نہیں پہنیں گے۔ اگر کوئی مرد اپنے کانوں میں بالیاں ڈال لے تو یہ بات مکروہ ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ اگر قریب البلوغ لڑکوں کے کانوں میں بالیاں دیکھ لیتے تو ان کے کانوں سے یہ بالیاں اتار لیتے اور فرماتے: "اب تم اس قسم کی چیز پہننے سے بڑے ہو چکے ہو"[۲۳۷]۔

د۔ تلوار وغیرہ کو سونے سے مزین کرنا: تلوار کو سونے سے مزین کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے اندر آلہ جہاد کی عظمت کا پہلو ہے نیز اس کے ذریعے دشمن کو بے حوصلہ کرنے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ جس دن حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اس دن حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی تلوار گلے میں ڈال رکھی تھی یہ تلوار سونے سے مرصع تھی اور اس سونے کی قیمت چار سو درہم تھی[۲۳۸]۔

۳۔ زیورات کی زکوۃ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ زیورات کی زکوۃ نہیں ہے بشرطیکہ عورت یہ زیورات پہنتی ہو یا کسی کو عاریت کے طور پر دیتی ہو[۲۴۰]۔ آپ اپنی بیٹیوں کے زیورات کی زکوۃ نہیں نکالتے تھے[۲۴۱]۔ آپ فرماتے: "زیورات میں زکوۃ نہیں ہے"[۲۴۲]۔ (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر۳)

حمار (گدھا)

پالتو گدھے کے گوشت کے استعمال کی ممانعت (دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ کے جز واؤ کا جز ۶)

گدھے کے جوٹھے پانی سے وضوء نہ کرنا (دیکھئے مادہ سور نمبر۲ کا جز ج)
نمازی کے آگے سے اگر گدھا گزر جائے تو نماز منقطع ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کا جزھ)

حمام (حمام)

۱۔ تعریف: حمام اس کمرے کو کہتے ہیں جہاں گرم پانی کے ذریعے غسل کر کے میل کچیل اتارا جاتا ہے۔

۲۔ حمام میں داخل ہونے کا حکم: حمام کے اندر آگ جلائی جاتی ہے۔ حمام میں گرم پانی ڈالا جاتا ہے تاکہ اس کا درجہ حرارت بڑھ جائے اور اس کے اندر داخل ہونے والا اپنے کپڑے اتار کر ٹھنڈ محسوس نہ کرے۔

جو شخص حمام میں داخل ہوتا ہے اس کی دو میں سے ایک حالت ہوتی ہے۔

اول یہ کہ وہاں غسل کرنے کے لئے اور اپنے میل کچیل دور کرنے کے لئے جاتا ہے اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ غسل سے فارغ ہو کر وہاں سے نکل کر اپنے کام پر چلا جاتے ہے۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کے داخل ہونے میں شرمگاہ نہ کھلے اور نہ دوسروں کی شرمگاہوں پر اس کی نظر پڑے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حمام بڑی اچھی جگہ ہے۔ یہاں میل کچیل دور ہوتا ہے اور یہاں کی حرارت سے جہنم کی آگ کی یاد تازہ ہوتی ہے" [۲۴۳]

لیکن اگر حمام میں جانے والا اپنی شرمگاہ ننگی کر دے یا داخل ہو کر اس کی نظر لوگوں کی شرمگاہوں پر پڑے تو ان صورتوں میں اس کا حمام میں داخل ہونا جائز نہیں ہوگا بنا بریں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ حمام میں داخل نہ ہوتے اور نہ ہی موئے زیر ناف کرنے کے لیے چونا یعنی بال صفا پاؤڈر استعمال کرتے [۲۴۴] کیونکہ اس طرح بال صاف کرنے میں تنعم کا پہلو ہے جس کا عادی ہونا مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ ایک دفعہ آپ حمام میں داخل ہوئے۔ آپ نے ازار باندھ رکھی تھی۔ آپ جب وہاں داخل ہوگئے تو برہنہ لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے دیوار کی طرف اپنا چہرہ کر کے نافع سے کہا کہ میرے کپڑے لاؤ' جب نافع کپڑے لے آئے تو آپ نے اپنا چہرہ ان

کپڑوں سے ڈھانپ لیا اور اپنا ہاتھ نافع کو تھما دیا۔ نافع آپ کو پکڑ کر باہر لے آئے[۲۴۵]۔

دوسری حالت یہ ہے کہ ایک شخص حمام کے اندر وہاں موجود حرارت سے لطف اندوز ہونے اور اپنے جسم کے کچھ کپڑے اتار کر جسم کو آرام پہنچانے کی خاطر جائے۔ اس بات کو حضرت ابن عمرؓ مکروہ قرار نہیں دیتے تھے بلکہ آپ صرف یہ فرماتے: "حمام میں نہ جاؤ کیونکہ یہ لوگوں کی ایجاد کردہ راحت و آرام کا ذریعہ ہے"[۲۴۶]۔

۳۔ حمام کے اندر نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ز)

حمام کے پانی سے غسل کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ح)

حمل (حمل)

۱۔ تعریف: ماں کے پیٹ میں موجود جنین کو حمل کہتے ہیں۔

۲۔ حمل کے احکام

الف۔ رمضان کے روزے نہ رکھنا: روزہ رکھنے کی صورت میں اگر حاملہ عورت کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہوگا۔ اگر وہ روزہ نہ رکھے تو ہر دن کے روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادے جو ایک مد (ایک پیمانے کا نام جس کی مقدار دو رطل ہوتی ہے) گندم سے کم نہ ہو۔ اس پر ان روزوں کی قضا نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حاملہ عورت کو اگر اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو اور روزہ اس پر گراں ہو جائے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو حضور ﷺ کے مد میں ایک مد گندم کھلادے"[۲۴۷]۔

ایک قریشی حاملہ خاتون نے حضرت ابن عمرؓ سے روزوں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے جواب دیا کہ: "روزہ نہ رکھو اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دو اور روزوں کی قضا نہ کرو"[۲۴۸]۔

آپ سے ایک اور روایت کے مطابق اگر حاملہ عورت روزہ نہ رکھے تو اس پر اس کی قضا واجب ہوگی نیز وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی[۲۴۹]۔

تاہم پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

ب۔ حاملہ عورت کی عدت (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کا جز الف)

عدت گذارنے والی حاملہ عورت کا نفقہ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز واؤ)

تین طلاق یافتہ مطلقہ عورت کی رہائش اگر وہ حاملہ ہو (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز الف)

حیض (حیض)

۱۔ تعریف: حیض اس خون کو کہتے ہیں جو ایسی عورت کے رحم سے جاری ہو جو بالغ ہو' جسے کوئی بیماری نہ ہو' جسے حمل بھی نہ ہو اور جو سن ایاس کو نہ پہنچی ہو۔

۲۔ حیض کی وجہ سے عورت کو لاحق ہونے والی نجاست کی حقیقت

مادی جہت سے عورت پر حیض کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ پاک ہوتی ہے اور جس چیز کو وہ ہاتھ لگائے وہ ناپاک نہیں ہوتی خواہ یہ چیز خشک ہو یا تر۔ حضرت ابن عمرؓ کی لونڈیاں حیض کی حالت میں آپ کو وضو کراتیں اور آپ کے پاؤں دھوتیں[۲۵۰]۔

آپ کی حائضہ لونڈیاں آپ کے لئے کھجور کی چٹائی مسجد میں بچھادیتیں[۲۵۱]۔

آپ سے پوچھا گیا کہ اگر حائضہ عورت مسجد میں جا کر کسی کو وضو کا پانی یا کوئی اور چیز پکڑا دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "اس کا حیض اس کے ہاتھ میں نہیں ہوتا"[۲۵۲]۔

حائضہ کا لباس پاک ہوتا ہے' صرف خون آلود کپڑا ناپاک ہوتا ہے۔ یہ کپڑا بھی خون لگی ہوئی جگہ دھو دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیویاں اور ام ولد لونڈیاں حیض گذارتیں اور حیض سے پاک ہو کر حیض کے دوران پہنے ہوئے لباس کو نہ دھوتیں۔ آپ فرمایا کرتے: "اگر تم اپنے کپڑوں پر خون لگا ہوا دیکھو تو اسے دھو ڈالو"[۲۵۳]۔

بنابریں حائضہ عورت کو لاحق ہونے والی نجاست معنوی نجاست ہوتی ہے مادی نجاست نہیں ہوتی۔ اس لئے اس نجاست پر مرتب ہونے والے امور معنوی ہوتے ہیں مادی نہیں ہوتے۔

۳۔ حیض کے آثار: حیض پر درج ذیل امور مرتب ہوتے ہیں۔

الف۔ حیض والی عورت روزہ اور نماز سے بالاجماع باز رہے گی۔ اس بارے میں ہمیں صحابہؓ کے کسی اختلاف کا کوئی علم نہیں ہے۔

ب۔ مسجد میں ٹھہرنا بھی اس کے لئے ممنوع ہوگا۔ البتہ اگر ٹھہرنے کی نیت کے بغیر وہ کسی ضرورت کے تحت مسجد میں داخل ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی لونڈیاں حیض کی حالت میں آپ کے لئے مسجد میں کھجور کی چٹائی بچھا دیتی تھیں۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ اگر حائضہ عورت مسجد میں جاکر کسی کو وضوء کا پانی یا اور کوئی چیز پکڑا دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "اس کا حیض اس کے ہاتھوں میں نہیں ہوتا" یعنی حائضہ عورت کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے البتہ حائضہ عورت کا مسجد میں جاکر ٹھہرنا تو اس کی اباحت کے لئے کوئی روایت حضرت ابن عمرؓ سے منقول نہیں ہے۔

ج۔ حائضہ عورت کا قرآن کو ہاتھ لگانا بالاجماع ممنوع ہے[۲۵۴]۔

حضرت ابن عمرؓ قرآن کو صرف اس وقت ہاتھ لگاتے جب باوضو ہوتے[۲۵۵]۔

حائضہ عورت کے لئے تلاوت بھی جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ جنابہ نمبر۲ کا جز د)

د۔ حائضہ عورت پر طواف کعبہ حرام ہے کیونکہ طواف نماز کے معنوں میں ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنابہ نمبر۲ کا جز ز) حائضہ عورت طواف اور سعی کے سوا تمام مناسک حج ادا کرے گی البتہ اگر طواف کے بعد اسے حیض جاری ہوجائے تو سعی کرنا اس کے لئے جائز ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۵) نیز (مادہ حج نمبر۱۶ کا جز ھ) اگر حائضہ عورت حج کے تمام مشاعر ادا کرلے اور صرف طواف وداع باقی رہ جائے تو اس کے لئے یہ طواف ترک کردینا جائز ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر۳۳)

ھ۔ جس پانی کے اندر حائضہ عورت ہاتھ ڈبودے اس سے وضو نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حائضہ عورت کی نجاست معنوی نجاست ہوتی ہے اس لئے پانی بھی معنوی طور پر نجس ہوجائے گا اور پھر اس کے ذریعے معنوی نجاست یعنی حدث دور نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ جنابہ نمبر۲ کا جز ب)

و۔ حائضہ عورت کے جسم سے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصے سے ماتحت

الازار یعنی کپڑا ہٹا کر لذت اندوز ہونا حرام ہے خواہ یہ لذت اندوزی ہمبستری کی شکل میں ہو یا چھیڑ چھاڑ کی صورت میں[۲۵۶]۔

اگر لذت اندوزی حرام ہے تو پھر ہمبستری بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔

ز۔ عورت کا استبراء رحم حیض کے ذریعے ہوگا (دیکھئے مادہ استبراء) طلاق یافتہ عورت کی عدت بھی حیض کے ذریعے ہوگی (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز الف)

ح۔ حیض کے اندر طلاق دینا بدعت ہے اور ایسی حرکت کرنے والا گنہگار ہوگا ایسی طلاق واقع ہو جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات مختلف ہیں اس کی تفصیل ہم (مادہ طلاق نمبر ۴ کے جز ج) میں بیان کریں گے۔

ط۔ اگر حائضہ عورت کو طویل عرصے تک خون آتا رہے تو وہ اس کا علاج کرا سکتی ہے (دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۲)

ی۔ حیض کے اختتام پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے' (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ک)

حیلہ (حیلہ)

۱۔ تعریف: حیلہ ایسا عمل پیش کرنے کا نام ہے جو ظاہری طور پر جائز ہو لیکن اس سے کسی شرعی حکم کا ابطال مقصود ہو۔

۲۔ حیلہ اختیار کرنے کا حکم: حیلے اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ حیلہ اختیار کرنے والا اللہ کا ہاں گنہگار ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص اللہ کو دھوکا دے اللہ اسے دھوکا دیتا ہے"[۲۵۷]۔

زکوۃ کے اسقاط کے لئے حیلہ کرنا (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۲)

حیوان (جانور)

۱۔ حل اور حرم میں کن جانوروں کو ہلاک کرنا جائز ہے؟ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ن)

حضرت ابن عمرؓ نے مینڈک کو ہلاک کرنے سے روکا ہے۔ آپ نے فرمایا: "مینڈک کو ہلاک نہ کرو۔ اس کی جو آواز تم سنتے ہو وہ تسبیح و تقدیس ہے"[۲۵۸]۔

آپ نے مینڈک کو ہلاک کرنے سے اس لئے روکا کہ یہ موذی جانور نہیں ہے اور نہ ہی حشرات الارض یعنی زہریلے کیڑے مکوڑوں میں سے ہے۔

۲۔ کن جانوروں کا شکار جائز ہے؟ (دیکھئے مادہ صید نمبر۴ کا جز ج کا جز ا)

۳۔ کن جانوروں کو کھانا جائز ہے اور کن جانوروں کو کھانا ناجائز ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ کا جز واؤ) نیز(مادہ بحر نمبر۴) نیز(مادہ جلالہ نمبر۲)

۴۔ جانوروں کے ساتھ نرمی برتنا: جانور کی تعذیب کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے ایک صورت یہ ہے کہ تیر اندازی سیکھنے کے لئے جانور کو ہدف بنایا جائے۔ ایسا کرنا حلال نہیں ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جنھوں نے ایک مرغی کو ہدف بنا کر اس پر تیر چلانا شروع کرر کھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ایسا کرنے والے پر خدا کی لعنت ہو' حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو کسی ذی روح کو ہدف بنالے"[۲۵۹]۔

آپ کا گذر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو اپنی بکریوں کی ٹانگوں کو داغ رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "داغ کو اس کے گوشت تک نہ پہنچاؤ' داغ کو اس کے گوشت تک نہ پہنچاؤ"[۲۶۰]۔ کیونکہ اس سے جانور کو اذیت ہوتی ہے۔

۵۔ جانور کا علاج کرنا: اگر جانور بیمار ہوجائے تو اس کا علاج کرنا مستحب ہے البتہ شراب کے ذریعے اس کا علاج جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ تداوی نمبر۳ کا جز الف) نیز (مادہ اشربہ نمبر۳ کا جز د) اسی طرح اسے علاج کے سوا کسی اور غرض کے لئے شراب پلانا بھی جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر۳ جز ھ)

۶۔ جانور کو خصی کرنا: حضرت ابن عمرؓ جانور کی نسل باقی رکھنے اور اس کی تعداد بڑھانے کو اس کا گوشت عمدہ بنانے کی بہ نسبت اولیٰ سمجھتے تھے۔ بنا بریں آپ خصی کرنے کے عمل کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے: "خصی نہ کرنے کے عمل میں نسل بڑھانے کا پہلو ہے" آپ نے بکروں کو خصی کرنے سے منع فرمایا تھا اور گوشت کو عمدہ بنانے کی طرف کوئی التفات نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "نسل کشی تو نر جانوروں کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے"[۲۶۱]۔

۷۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنا: انسان کا کسی جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والے پر واجب ہونے والی سزا کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر حد جاری کی جائے گی' دوسری روایت کے مطابق اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی [۲۶۲]۔ تیسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا تھا کہ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والا اگر مجھے مل جائے تو میں اسے قتل کردوں" [۲۶۳]۔
(دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۲)

۸۔ جانور کو اسی جنس کے جانور کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز ج کا جز ۲)

گوشت حلال ہونے کے لئے کن جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور کن جانوروں کو ذبح کرنے کی ضروت نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳)

اضحیہ اور ہدی کے جانوروں کی صفات (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ۴)

کن جانوروں کی کھالوں کا استعمال جائز ہے (دیکھئے مادہ جلد)

جانور کے اتلاف کا تاوان (دیکھئے مادہ اتلاف نمبر ۲)

جلالہ یعنی گندگی خور جانوروں کے گوشت کا استعمال اور ان کی سواری کرنا (دیکھئے مادہ جلالہ)

جانور کے اندر بیع سلم (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۲ کا جز الف)

حرف الحاء کا اندر مذکورہ

حوالہ جات

۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ب، ج ۱

۲۔ جامع الاصول ص ۲۴۵ ج ۳، الموطا ص ۳۹۹ ج ۱

۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ب، ج ۱

۴۔ الدر المنثور ص ۵۶ ج ۲

۵۔ سنن بیہقی ص ۳۳۹ ج ۴، المحلی ص ۲۶۷ ج ۷، المغنی ص ۲۴۷ ج ۳، ص ۲۰ ج ۸، المجموع ص ۱۰۱ ج ۷

۶۔ سنن بیہقی ص ۳۳۹ ج ۴

۷۔ المحلی ص ۳۴۰ ج ۹

۸۔ احکام القرآن للجصاص ص ۱۲۷ ج ۳

۹۔ الاموال ص ۶۰۹

۱۰۔ سنن دارمی ص ۴۲۸ ج ۲، شرح السنہ ص ۹۴ ج ۶، المغنی ص ۴۳۷ ج ۶

۱۱۔ سنن بیہقی ص ۱۷۴ ج ۶

۱۲۔ الموطا ص ۳۹۶ ج ۱، کتاب الام ص ۲۵۳ ج ۷

۱۳۔ بخاری فی الحج باب الحج اشھر معلومات، المحلی ص ۶۹ ج ۷، المغنی ص ۲۹۵ ج ۳، المجموع ص ۱۳۲ ج ۷

۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۱، المحلی ص ۶۰ ج ۷

۱۵۔ المغنی ص ۲۴۲ ج ۳

۱۶۔ ترمذی فی الحج باب ایجاب الحج، الدر المنثور ص ۵۵ ج ۲

۱۷۔ الدر المنثور ص ۵۵ ج ۲

۱۸۔ بخاری تقصیر الصلوۃ باب رابع

۱۹۔ المحلی ص ۴۸ ج ۷، سنن بیہقی ص ۲۲۶ ج ۵

۲۰۔ سنن بیہقی ص ۲۲۶ ج ۵

۲۱۔ تفسیر طبری ص ۱۲۱ ج ۲، تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۰ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹ ج ۱

۲۲۔ تفسیر طبری ص ۱۶۴ ج ۲ المغنی ص ۴۶۸ ج ۵

۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ج ۱

۲۴۔ الاعتبار ص ۱۵۳

۲۵۔ المحلی ص ۱۱۵ ج ۷

۲۶۔ ترمذی فی الحج باب الاغتسال لدخول مکہ، المغنی ص ۳۶۸ ج ۳

۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱

۲۸۔ المغنی ص ۳۷۰ ج ۳

۲۹۔ الموطا ص ۳۶۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۰۳ ج ۷

۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ب، ج ۱

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ج ۱
۳۲۔ المجموع ص ۶۵ ج ۸
۳۳۔ کنزالعمال نمبر ۱۲۵۳۷
۳۴۔ عبدالرزاق ص ۶۲ ج ۵' المحلی ص ۱۸۱ ج ۷' کنزالعمال نمبر ۱۲۵۳۸
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱' المغنی ص ۳۸۵ ج ۳
۳۶۔ عبدالرزاق ص ۴۵ ج ۵' حلیہ الاولیاء ص ۲۸۴ ج ۳
۳۷۔ بخاری اور مسلم فی الحج باب استلام الرکنین
۳۸۔ عبدالرزاق ص ۳۵ ج ۵' المغنی ص ۳۸۰ ج ۳' المجموع ص ۴۳ ج ۸' آثار ابی یوسف نمبر ۵۳۲
۳۹۔ عبدالرزاق ص ۳۵ ج ۵' سنن بیہقی ص ۸۱ ج ۵' سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۶ ج ۳
۴۰۔ شرح السنہ ص ۱۱۲ ج ۷
۴۱۔ ترمذی فی الحج باب استلام الرکنین' نسائی فی الحج باب فضل الطواف
۴۲۔ عبدالرزاق ص ۴۰ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱' سنن بیہقی ص ۷۵ '۵' المجموع ص ۳۸ ص ۶۵ ج ۸' المغنی ص ۳۸۰ ج ۳' شرح السنہ ص ۱۱۳ ج ۷
۴۳۔ تہذیب الآثار للطبری ص ۲۸۵ ج ۱' مجمع الزوائد ص ۲۴۱ ج ۳' شرح السنہ ص ۱۱۷ ج ۷
۴۴۔ عبدالرزاق ص ۳۳' ج ۵' المجموع ص ۳۴ ج ۸
۴۵۔ عبدالرزاق ص ۵۰ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۸۵ ج ۵' المجموع ص ۵۲ ج ۸
۴۶۔ جامع الاصول ص ۱۹۱ ج ۳' شرح السنہ ص ۱۲۷ ج ۷
۴۷۔ حوالہ درج بالا
۴۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۶ ج ۳
۴۹۔ عبدالرزاق ص ۴۹۵ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷' ج ۱
۵۰۔ الموطا ص ۳۳۸ ج ۱
۵۱۔ عبدالرزاق ص ۵۱ ج ۵
۵۲۔ کنزالعمال نمبر ۱۲۹۰۴
۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ ج ۱' المغنی ص ۳۹۵ ج ۳' المجموع ص ۶۸ ج ۸
۵۴۔ عبدالرزاق ص ۵۶ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۱۹۳ ج ۱' المحلی ص ۲۰۳ ج ۷
۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵'۱۹۲ ج ۱' الموطا ص ۳۶۵ ج ۱' المحلی ص ۹۶ ج ۷' المغنی ص ۳۷۴'۳۷۶ ج ۳' المجموع ص ۶۶' ج ۸
۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ب ج ۱' الموطا

ص ۳۶۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۵'
شرح السنہ ص ۱۰۳ ج ۷

۵۷۔ المحلی ص ۹۶ ج ۷

۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱' سنن بیہقی
ص ۴۸ ج ۵' شرح السنہ ص ۱۲۰ ج ۷

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ب ج ۱'
کنزالعمال نمبر ۱۳۵۳۶

۶۰۔ عبدالرزاق ص ۶۰ ج ۵ شرح السنہ
ص ۱۳۲ ج ۷

۶۱۔ بخاری فی الحج باب صلوۃ النبی لسبوعہ
رکعتیں

۶۲۔ عبدالرزاق ص ۶۴ ج ۵' المغنی ص
۳۸۵ ج ۳' المجموع ص ۷۱ ج ۸

۶۳۔ عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۵

۶۴۔ المجموع ص ۶۵ ج ۸

۶۵۔ عبدالرزاق ص ۶۲ ج ۵' المحلی ص ۱۸۱
ج ۷' کنزالعمال نمبر ۱۲۵۳۸

۶۶۔ کنزالعمال نمبر ۱۲۵۳۷

۶۷۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۳۱

۶۸۔ المجموع ص ۷۱ ج ۸

۶۹۔ عبدالرزاق ص ۶۷ ج ۵

۷۰۔ شرح السنہ ص ۱۴۰ ج ۷

۷۱۔ الموطا ص ۳۶۵ ج ۱' سنن بیہقی ص
۸۴ ج ۵' شرح السنہ ص ۱۰۳ ج ۷

۷۲۔ المجموع ص ۸۱ ج ۸

۷۳۔ المغنی ص ۳۸۵ ج ۳' ابن ابی شیبہ
ص ۲۰۳ ب' ص ۱۸۵ب ج ۱' الموطا ص
۳۷۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۹۴ ج ۵' المجموع
ص ۷۶ ج ۸' الدرالمنثور ص ۱۶۱ ج ۱

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱

۷۵۔ سنن بیہقی ص ۴۶ ج ۵

۷۶۔ احکام القرآن ص ۹۸ ج ۱' المحلی ص
۹۶ ج ۷' المغنی ص ۳۸۸ ج ۳

۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱' شرح السنہ
ص ۱۲۰ ج ۷' سنن بیہقی ص ۸۴' ج ۵

۷۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ب ج ۶

۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ب ج ۱

۸۰۔ الموطا ص ۳۴۲ ج ۱

۸۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ب' ج ۱

۸۲۔ المجموع ص ۸۸ ج ۸

۸۳۔ المجموع ص ۷۳ ج ۸

۸۴۔ سنن بیہقی ص ۱۱۲ ج ۵' الموطا ص
۴۰۰ ج ۱

۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱' الموطا ص
۳۲ ج ۱' شرح السنہ ص ۴۴ ج ۸

۸۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱' کتاب الام
ص ۲۵۴ ج ۷

۸۷۔ ابوداؤد فی المناسک باب الرواح الی

عرفہ

[۸۸] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ب ج ۱ ' المحلی ص ۱۲۴ ج ۷

[۸۹] ۔ سنن بیہقی ص ۱۶۷ ج ۵ ' الموطا ص ۳۹۰ ج ۱ ' احکام القرآن ص ۳۱۱ ج ۱

[۹۰] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۶ ج ۱ ' کنز العمال نمبر ۱۲۵۴۶

[۹۱] ۔ بخاری فی الحج باب التھجیر بالرواح یوم عرفہ ' الموطا ص ۳۹۹ ج ۱ ' سنن ابی داؤد ' نسائی ' ابن ماجہ فی الحج باب الرواح الی عرفہ

[۹۲] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ ب ج ۱ ' المغنی ص ۴۰۳ ج ۳

[۹۳] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ج ۱

[۹۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ ب ج ۱

[۹۵] ۔ المغنی ص ۴۱۱ ج ۳

[۹۶] ۔ عبدالرزاق ص ۲۸۴ ج ۴ ' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹ ب ج ۱

[۹۷] ۔ عبدالرزاق ص ۲۸۴ ج ۴ ' المغنی ص ۴۱۶ ج ۳ ' المحلی ص ۱۸ ج ۷

[۹۸] ۔ شرح معانی الآثار ص ۳۵۶ ج ۱

[۹۹] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ب ج ۱

[۱۰۰] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ ب ج ۱

[۱۰۱] ۔ کنز العمال نمبر ۱۲۶۱۹

[۱۰۲] ۔ المحلی ص ۱۲۶ ' ۱۲۷ ج ۷ ' المغنی ص ۴۱۸ ج ۳ ' ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹ ج ۱ ' الموطا ص ۴۰۱ ج ۱ ' المجموع ص ۱۳۶ ج ۸ ' تفسیر قرطبی ص ۴۲۳ ج ۲

[۱۰۳] ۔ الدر المنثور ص ۲۲۴ ج ۱

[۱۰۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۶ ب ج ۱ ' الدر المنثور ص ۲۲۴ ج ۱

[۱۰۵] ۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۲ ج ۱ ' الدر المنثور ص ۲۲۴ ج ۱

[۱۰۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۰ ج ۱ ' الدر المنثور ص ۲۲۴ ج ۱

[۱۰۷] ۔ سنن بیہقی ص ۱۲۸ ج ۵ ' المغنی ص ۴۲۴ ج ۳ ' المجموع ص ۱۴۹ ج ۸

[۱۰۸] ۔ المغنی ص ۴۲۳ ج ۳

[۱۰۹] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۸ ب ج ۱ ' المغنی ص ۴۲۳ ج ۳

[۱۱۰] ۔ بخاری فی الحج باب من قدم ضعفہ اھلہ ' مسلم فی الحج باب استحباب تقدیم دفع الضعفہ ' الموطا ص ۳۹۱ ج ۱ ' ابن ابی شیبہ ص ۱۷۴ ' ص ۱۸۷ ج ۱ ' سنن بیہقی ص ۱۲۳ ج ۵ ' المحلی ص ۱۳۲ ج ۷ ' شرح السنہ ص ۱۷۳ ج ۷ ' المجموع ص ۱۳۷ ج ۸

[۱۱۱] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱ ' المغنی ۴۲۴ ج ۳ ' المجموع ص ۱۳۷ ج ۸ ' کنز العمال نمبر ۱۲۶۱۹

[۱۱۲]۔ الموطا ص ۴۰۹ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۵۰ ج ۵

[۱۱۳]۔ المجموع ص ۱۴۹ ج ۸' المغنی ص ۴۲۰ ج ۳

[۱۱۴]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۰ ج ۱' المحلی ص ۱۳۴ ج ۷' المغنی ص ۴۵۳ ج ۳

[۱۱۵]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹ ج ۱' المحلی ص ۱۳۴ ج ۷

[۱۱۶]۔ المغنی ص ۴۲۶ ج ۳

[۱۱۷]۔ المغنی ص ۴۲۸ ج ۳

[۱۱۸]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۴ ب ج ۱

[۱۱۹]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۴۹ ج ۵

[۱۲۰]۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۵۶

[۱۲۱]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ج ۱' المغنی ص ۴۲۷'۴۵۱ ج ۳' جامع الاصول ص ۲۸۸ ج ۳

[۱۲۲]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۸۸ ج ۳' تاہم حضرت ابن عمرؓ سے صحیح روایت یہ ہے کہ آپ ہاتھ اٹھاتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں کتاب الحج باب رفع الیدین عند الجمرۃ الدنیا والوسطی کے اندر مذکور ہے۔

[۱۲۳]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ب ج ۱' تفسیر قرطبی ص ۱۲ ج ۳' المغنی ص ۲۵۴ ج ۳

[۱۲۴]۔ المحلی ص ۱۳۹ ج ۷

[۱۲۵]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ج ۱

[۱۲۶]۔ المغنی ص ۳۹۱ ج ۳

[۱۲۷]۔ شرح السنہ ص ۲۸۳ ج ۷' المحلی ص ۱۹۷ ج ۷' المغنی ص ۳۳۴ ج ۳

[۱۲۸]۔ سنن بیہقی ص ۱۰۲' ۲۳۲' ۲۴۰ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۲۰۱ ب ج ۱

[۱۲۹]۔ الموطا ص ۳۸۷ ج ۱

[۱۳۰]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۲ ب ج ۱

[۱۳۱]۔ حوالہ درج بالا

[۱۳۱ - ب]۔ المجموع ص ۱۶۴ ج ۸

[۱۳۲]۔ سنن بیہقی ص ۱۳۵ ج ۵

[۱۳۳]۔ سنن بیہقی ص ۱۰۳ ج ۵' شرح السنہ ص ۲۰۶ ج ۷' المغنی ص ۴۳۸ ج ۳

[۱۳۴]۔ الموطا ص ۳۹۶ ج ۱' الام ص ۲۵۳ ج ۷' المجموع ص ۱۵۶'۱۶۴ ج ۸' المغنی ص ۴۳۷ ج ۳' شرح السنہ ص ۲۰۳ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ب ج'

[۱۳۵]۔ المغنی ص ۳۹۳ ج ۳

[۱۳۶]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱' تفسیر قرطبی ص ۳۸۱ ج ۲' المغنی ص ۴۴۰ ج ۳' المجموع ص ۱۶۲ ج ۸

[۱۳۷]۔ سنن بیہقی ص ۱۰۴ ج ۵

[۱۳۸]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ج ۱' سنن بیہقی

ص ۱۰۳ ج ۵' المغنی ص ۴۳۷ ج ۳

۱۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ج ۱

۱۳۹۔ب۔ بخاری' مسلم فی الحج باب طواف الافاضہ' شرح السنہ ص ۲۰۷ ج ۷' فتح الباری ص ۴۵۲ ج ۳

۱۴۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ج ۱

۱۴۱۔ الموطا ص ۳۹۷ ج ۱' المحلی ص ۱۸۱ ج ۷' شرح السنہ ص ۲۱۴ ج ۷

۱۴۲۔ تہذیب الآثار ص ۳۸۳ ج ۱

۱۴۳۔

احکام القرآن للجصاص ص ۲۴۰ ج ۳

۱۴۴۔ المحلی ص ۱۸۵ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ج ۱

۱۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ب' ج ۱ شرح معانی الآثار ص ۲۴۴ ج ۱

۱۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ب' ج ۱

۱۴۷۔ ترمذی' ابوداؤد فی الحج باب رمی الجمار' ابن ابی شیبہ ص ۱۷۴ ج ۱' شرح السنہ ص ۱۸۰ ج ۷' المجموع ص ۱۵۰ ج ۸' المغنی ۴۲۸ ج ۳

۱۴۸۔ سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۵' المغنی ص ۴۵۲ ج ۳

۱۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۴۹ ج ۵' شرح السنہ ص ۲۲۳ ج ۷' المجموع ص ۳۳۶ ج ۸

۱۵۰۔ المغنی ص ۴۵۲ ج ۳

۱۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ج ۱

۱۵۲۔ بخاری فی الحج باب رمی الجمرتین' نسائی فی الحج باب الدعاء' بعد رمی الجمار' شرح السنہ ص ۲۲۴ ج ۷' الموطا ص ۴۰۷ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۴۹ ج ۵' المغنی ص ۴۵۱ ج ۳

۱۵۳۔ الدرالمنثور ص ۲۳۶ ج ۱

۱۵۴۔ حوالہ مذکورہ بالا

۱۵۵۔ الموطا ص ۴۰۷ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۵' الدرالمنثور ص ۲۳۶ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۲۶ ج ۷' احکام القرآن للجصاص ص ۳۱۷ ج ۱' المغنی ص ۴۲۹ ج ۳' المجموع ص ۲۲۸ ج ۸

۱۵۶۔ الموطا ص ۴۰۵ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۳۰ ج ۷' المغنی ص ۴۵۷ ج ۳' المجموع ص ۱۹۵ ج ۸' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ب' ج ۱

۱۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱

۱۵۸۔ ترمذی فی الحج باب افاضہ - الحائض' المغنی ص ۴۶۱ ج ۳' المجموع ۲۲۹ ج ۸

۱۵۹۔ الدرالمنثور ص ۲۳۷ ج ۱

۱۶۰۔ حوالہ درج بالا

۱۶۱۔ سنن بیہقی ص ۲۴۰ ج ۵' الموطا ص

۴۰۵ ج ا

۱۶۲۔ المغنی ص ۲۷۶ ج ۳' المجموع ص ۱۴۰ ج ۷

۱۶۲ - ب ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ج ا' المغنی ص ۲۷۶ ج ۳

۱۶۳۔ الموطا ص ۳۴۴ ج ا

۱۶۴۔ الموطا ص ۳۴۴ ج ا' المحلی ص ۱۵۹ ج ۷' سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۵' المغنی ص ۴۷۱ ج ۳

۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ب' ج ا' المحلی ص ۱۵۱ ج

۱۶۶۔ المحلی ص ۱۵۰ ج ۷

۱۶۷۔ الموطا ص ۳۸۶ ج ا

۱۶۸۔ سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ب' ج ا الموطا ص ۳۴۴ ج ا' المحلی ص ۱۶۰ ج ۷

۱۶۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ب' ج ا' المحلی ص ۱۴۳ ج ۷

۱۷۰۔ الموطا ص ۴۲۶ ج ا' احکام القرآن ص ۲۹۳ ج ا' ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ج ا

۱۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ج ا

۱۷۲۔ المجموع ص ۱۸۹ ج ۷

۱۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ب' ج ۲' سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۵' احکام القرآن ص ۲۹۵' ج ا' المحلی ص ۱۴۳ ج ۷' المغنی ص ۴۷۸' ۴۷۹ ج ۳

۱۷۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۴ ج ا' احکام القرآن ص ۲۹۸ ج ا' تفسیر قرطبی ص ۴۰۱ ج ۳

۱۷۵۔ المغنی ص ۳۶۸ ج ۳

۱۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ج ا' المجموع ص ۶۹ ج ۸' المغنی ص ۴۶۵ ج ۳' المحلی ص ۱۷۴ ج ۷

۱۷۷۔ الموطا ص ۳۶۰ ج ا' بخاری فی الحج باب طواف القارن' مسلم فی الحج باب جواز القارن' ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ا' المحلی ص ۱۷۳ ج ۷

۱۷۸۔ المحلی ص ۱۷۱ ج ۷

۱۷۹۔ المحلی ص ۱۷۰ ج ۷

۱۸۰۔ المحلی ص ۱۸۹' ۱۹۰' ۱۹۷ ج ۷' المغنی ص ۵۴۵ ج ۳' شرح السنہ ص ۲۸۳ ج ۷

۱۸۱۔ حوالہ درج بالا

۱۸۲۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۷۵ ج' سنن بیہقی ص ۱۶۷ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۱۹۲ ب ج ا' المجموع ص ۳۸۰ ج ۷' المغنی ص ۳۳۴ ج ۳

۱۸۳۔ سنن بیہقی ص ۱۶۷ ج ۵' الدر المنثور ص ۲۲۵ ج ا' ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ب ج

۱، المغنی ص ۵۲۷ ج ۳، المجموع ص ۲۳۵ ج ۸

[۱۸۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ ج ۲، المحلی ص ۲۲۲ ج ۳

[۱۸۵] ۔ احکام القرآن ص ۳۱۵ ج ۳، تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۳

[۱۸۶] ۔ سنن سعید بن منصور ص ۲/۷۵ ج ۳

[۱۸۷] ۔ الدرالمنثور ص ۵۷ ج، ۵ تفسیر ابن کثیر ص ۳۰۴ ج ۲

[۱۸۸] ۔ تہذیب الآثار ص ۱۱۴ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۱۵۳ ج ۲، المستدرک ص ۲۱۱ ج ۴

[۱۸۹] ۔ شرح السنہ ص ۳۳۲ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۸ ج ۱، المجموع ص ۵۸ ج ۲، کشف الغمہ ص ۵۱ ج ۱

[۱۹۰] ۔ المحلی ص ۲۰۵ ج ۶، المجموع ص ۴۰۲ج ۶، الاعتبار ص ۱۴۱

[۱۹۱] ۔ الموطا ص ۲۹۸ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۰۱ ج ۶

[۱۹۲] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۱۱ ج ۴، الموطا ص ۲۹۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۶۹ ج ۴

[۱۹۳] ۔ الموطا ص ۳۵۰ ج ۱، المحلی ص ۲۵۷ ج ۷، المجموع ص ۳۶۱ ج ۷

[۱۹۴] ۔ ابوداؤد فی المناسک باب استلام الارکان، شرح السنہ ص ۱۱۱ ج ۷

[۱۹۵] ۔ عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۲۳ب ج ۲

[۱۹۶] ۔ عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۷، المعنی ص ۱۷۸ ج ۸، کشف الغمہ ص ۱۳۵ ج ۲، کنزالعمال نمبر ۱۳۵۷۲، الدرالمنثور ص ۱۴۲ ج ۲، المحلی ص ۱۶۵ ج ۱۱

[۱۹۷] ۔ شرح السنہ ص ۲۹۸ ج ۱۰، تفسیر قرطبی ص ۱۴۴ ج ۵

[۱۹۸] ۔ عبدالرزاق ص ۳۸۳ ج ۷، المغنی ص ۱۷۶ ج ۸

[۱۹۹] ۔ عبدالرزاق ص ۳۷۶ ج ۷، احاکام القرآن ص ۲۵۶ ج ۳

[۲۰۰] ۔ عبدالرزاق ص ۱۸۰ ج ۱۰، المحلی ص ۱۶۴، ص ۳۹۴ ج ۱۱، المغنی ص ۱۷۸ ج ۸، کنزالعمال ص ۷۵ ج ۴، احکام القرآن ص ۵۰ ج ۱

[۲۰۱] ۔ احکام القرآن ص ۲۸۳ ج ۳

[۲۰۲] ۔ عبدالرزاق ص ۱۵۳ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۲، المحلی ص ۴۹۳ ج ۱۰، کشف الغمہ ص ۱۲۲ ج ۲

[۲۰۳] ۔ سنن بیہقی ص ۵۸ ج ۶

[۲۰۴] ۔ کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۲

[۲۰۵] ۔ عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۷

[۲۰۶] ۔ عبدالرزاق ص ۴۴ ج ۷، ابن ابیشیبہ ص ۲۵۳ ج ۱، سنن سعید بن منصور ص ۸۵/۲ ج ۳، سنن بیہقی ص ۴۴۰ ج ۷، المحلی ص ۲۷۷ ج ۱۰، المغنی ص ۵۱۸ ج ۷، کنزالعمال نمبر ۲۷۱۸۴

[۲۰۷] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱

[۲۰۸] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۵، شرح السنہ ص ۳۰۵ ج ۷، المحلی ص ۲٦٦ ج ۷، المغنی ۲٦۹ ج ۳، المجموع ص ۱۵ ج ۷

[۲۰۹] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ج ۱

[۲۱۰] ۔ بخاری فی التطوع باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکہ، مسلم فی الحج باب فضل الصلوۃ فی مسجدی مکہ و المدینہ

[۲۱۱] ۔ الاموال ص ٦۷

[۲۱۲] ۔ سنن بیہقی ص ۲۰۲ ج ۵، اختلاف ابی حنفیہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۳۹

[۲۱۳] ۔ المغنی ص ۳۰٦ ج ۳

[۲۱۴] ۔ سنن بیہقی ص ۱۵۴ ج ۵

[۲۱۵] ۔ بخاری شریف، مسلم شریف فی الحج باب لایعضد شجرالحرم

[۲۱٦] ۔ الاموال ص ٦۷

[۲۱۷] ۔ احکام القرآن للجصاص، ص ۲۲۹ ج ۳

[۲۱۸] ۔ المغنی ص ٦۴۱ ج ۵، شرح منتھی الارادات ص ۴۷۷ ج ۲

[۲۱۹] ۔ المغنی ص ٦۴۱ ج ۵

[۲۲۰] ۔ عبدالرزاق ص ۲٦۳ ج ۹، المحلی ص ۲٦۳ ج ۷

[۲۲۱] ۔ المحلی ص ۸٦ ج ۱۰، کنزالاعمال نمبر ۴۱۸۵۱

[۲۲۲] ۔ عبدالرزاق ص ٦۹ ج ۱۱، شرح السنہ ص ۷۰ ج ۱۲

[۲۲۳] ۔ المغنی ص ۵٦۲ ج ۱

[۲۲۴] ۔ عبدالرزاق ص ۷۵ ج ۱۱، شرح السنہ ص ۳۳ ج ۱۲

[۲۲۵] ۔ عبدالرزاق ص ۷٦ ج ۱۱، طبقات ابن سعد ص ۱۷۲ ج ۴

[۲۲٦] ۔ عبدالرزاق ص ۷۷ ج ۱۱

[۲۲۷] ۔ ابو داؤد شریف فی اللباس

[۲۲۸] ۔ بخاری شریف، مسلم شریف فی اللباس

[۲۲۹] ۔ عبدالرزاق ص ۵۴۱ ج ۱۴ المحلی ص ۸۲ ج ۱۰، ص ۴۰ ج ۴، نیل الاوطار ص ۷۲ ج ۲

[۲۳۰] ۔ النسائی فی اللباس باب التشدید فی لبس الحریر

[۲۳۱] ۔ فتح الباری ص ۲۳۳ ج ۱۰

[۲۳۲] ۔ کنزالعمال نمبر ۴۱۸۵۲

۲۳۳۔ المحلی ص ۴۰ ج ۴

۲۳۴۔ المحلی ص ۸۶ ج ۱۰، کنزالعمال نمبر ۴۱۸۵۱

۲۳۵۔ عبدالرزاق ص ۶۹ ج ۱۱ الموطا ص ۲۵۰ ج ۱، احکام القران ص ۳۸۷ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۸۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۷۰ ج ۱۳

۲۳۶۔ الاموال ص ۴۴۲، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۲۰

۲۳۷۔ کشف الغمہ ص ۱۵۰ ج ۱

۲۳۸۔ سنن بیہقی ص ۱۴۳ ج ۴

۲۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱، المحلی ص ۷۶ ج ۶، احکام القرآن ص ۱۰۷، ۱۳۲ ج ۳، شرح السنہ ص ۴۹ ج ۶، المجموع ص ۳۲ ج ۶، سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۴

۲۴۰۔ المغنی ص ۹ ج ۳، سنن بیہقی ص ۱۴۰ ج ۴

۲۴۱۔ الموطا ص ۲۵۰ ج ۱، الاموال ص ۴۴۲، کشف الغمہ ص ۱۸۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۴

۲۴۲۔ عبدالرزاق ص ۸۲ ج ۴، سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۳

۲۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱

۲۴۴۔ عبدالرزاق ص ۲۹۲ ج ۱

۲۴۵۔ عبدالرزاق ص ۲۲۹ ج ۱

۲۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱

۲۴۷۔ الموطا ص ۳۰۸ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۱۸ ج ۴، الام ص ۲۵۱ ج ۷، شرح السنہ ص ۳۱۶ ج ۶، حلیۃ العلما، ص ۱۴۷ ج ۳، المغنی ص ۱۴۰ ج ۳، المجموع ص ۲۹۵ ج ۶

۲۴۸۔ المحلی ص ۲۶۱ ج ۶، عبدالرزاق ص ۲۱۷ ج ۴

۲۴۹۔ احکام القرآن ص ۱۸۰ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۱۶ ج ۶، المغنی ص ۱۳۹ ج ۳، سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۴

۲۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۱، عبدالرزاق ص ۳۲۷ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۲ ج ۱

۲۵۱۔ عبدالرزاق ص ۴۱۶ ج ۱

۲۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ب ج ۱

۲۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷ ج ۱

۲۵۴۔ نیل الاوطار ص ۲۰۶ ج ۱

۲۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ب ج ۱، المجموع ص ۸۰ ج ۲، کنزالعمال نمبر ۲۸۳۰، المغنی ص ۱۴۷ ج ۱

۲۵۶۔ شرح السنہ ص ۱۳۰ ج ۲

۲۵۷۔ المغنی ص ۳۲۶ ج ۵

٢٥٨۔ عبدالرزاق ص ٤٥٢ ج ٤

٢٥٩۔ المحلی ص ٣٧٦ ج ١٠، عبدالرزاق ص ٤٥٤ ج ٤

٢٦٠۔ ابن ابی شیبہ ص ٢٧٠ ج ١

٢٦١۔ عبدالرزاق ص ٤٥٦ ج ٤، الموطا ص ٩٤٨ ج ٢، سنن بیہقی ص ٢٤ ج ١٠، کشف الغمہ ص ٥٢ ج ٢

٢٦٢۔ احکام القرآن ص ٢٦٣ ج ٣

٢٦٣۔ المحلی ص ٣٨٦ ج ١١

حرف الخاء

خاتم (انگوٹھی)

۱۔ تعریف: آرائش یا مہر لگانے کی خاطر انگلی میں پہنی جانے والی انگوٹھی کو خاتم کہتے ہیں۔

۲۔ انگوٹھی پر نقش: انگوٹھی پر نقش مشروع ہے خاص کر جبکہ انگوٹھی کا مقصد مہر لگانا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کی انگوٹھی کا نقش "عبداللہ بن عمرؓ" تھا[1]۔

۳۔ انگوٹھی کے احکام: اگر انگوٹھی پر اسمائے الٰہی میں سے کوئی اسم منقش ہو تو ایسی انگوٹھی نہ پہننا مستحب ہوگا۔ کیونکہ اس کے پہننے سے اسم الٰہی کی بے حرمتی کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے کہ اسے پہن کر بعض دفعہ انسان بیت الخلا میں چلا جاتا ہے یا وہ اپنا ہاتھ کسی گندی چیز میں ڈال دیتا ہے۔ وغیر ذلک یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی انگوٹھی پہنتے نہیں تھے۔ بلکہ اسے بعض دفعہ اپنی بیوی صفیہ کے پاس اور بعض دفعہ اپنے بیٹے عبیداللہ کے پاس رکھوا دیتے تھے۔ اگر کسی خط وغیرہ پر مہر لگانے کی ضرورت ہوتی تو انگوٹھی منگوا کر مہر لگاتے اور پھر اسے واپس کر دیتے[2]۔

خراج (خراج)

۱۔ تعریف: ایسی زرعی زمینوں پر جنہیں مسلمانوں نے کافروں سے مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا ہو یا ان پر ان کے ساتھ صلح کر لی ہو، امام المسلمین کی طرف سے عائد کردہ مالیہ وغیرہ خراج کہلاتا ہے۔

۲۔ مسلمان باغیوں کو خراج کی رقم دینا جائز ہے (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۳ کا جزب)
اہل الذمہ سے مسلمانوں کی خراجی زمین کی خریداری مکروہ ہے (دیکھئے مادہ ارض نمبر ۱)
خراجی زمین کو اس شرط پر اجارے پر حاصل کرنا مکروہ ہے کہ مستاجر خراج کی رقم

ادا کرے گا (دیکھئے مادہ ارض نمبر۲)

خصاء (خصی کرنا)

۱۔ تعریف: نر جانور کے خصیے اس غرض سے نکال دینا کہ وہ تناسل کے قابل نہ رہے خصاء کہلاتا ہے۔

۲۔ خصاء کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جانور کو نر اور مادہ بنا کر اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کے ذریعے تناسل یعنی نسل کشی جاری رہے اور اس تناسل کو قطع کرنے والا ہر عمل ایسا عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس لئے آپ جانوروں کو خصی کردینے کے عمل کو مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے: "اللہ کی مخلوق کی نسلی نشوونما کو قطع نہ کرو" [۳]۔

آپ نے بکروں کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ: "نسلی نشوونما تو صرف نر جانوروں کے ذریعے ہو سکتی ہے" [۴]۔

خضاب (خضاب لگانا)

بالوں کو خضاب یعنی مہندی وغیرہ لگانا (دیکھئے مادہ شعر)

خطبہ (خطبہ)

۱۔ تعریف: لوگوں کے سامنے پیش کئے جانے والے نثری کلام کو خطبہ کہتے ہیں۔

۲۔ خطبہ کن مواقع پر مشروع ہے؟ خطبہ درج ذیل مواقع پر مشروع ہے۔
جمعہ اور عیدین کے مواقع پر بالاجماع' حج کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۹ کے جز داؤ کا جز ا) اور نکاح کے موقعہ پر جیسا کہ اگلے فقرے میں بیان ہو گا۔

۳۔ نکاح کے موقعہ پر خطبہ: نکاح کے موقعہ پر خطبہ مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کو جب نکاح کے موقعہ پر بلایا جاتا تو آپ فرماتے: "لوگ ہمارے پاس سے بکھرنے نہ پائیں 'الحمدللہ' وصلی اللہ علی محمد ﷺ' فلاں شخص نے تمہیں فلاں خاتون کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ اگر تم اس کے ساتھ اس کا نکاح کردو تو الحمدللہ اور اگر اسے رد

کردو تو سبحان اللہ"[۵]۔

عروہ بن الزبیر نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے ساتھ آپ کی بیٹی کے نکاح کا پیغام دیا' آپ نے فرمایا: "ابو عبداللہ کا بیٹا اس امر کا اہل ہے کہ اسے یہ رشتہ دے دیا جائے' وہ اللہ کی تعریف کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے' لو ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق نکاح کرادیا' اب اپنی بیوی کو اچھے طریقے سے رکھو یا پھر اسے عمدہ طریقے سے چھوڑ دو"[۶]۔

۴۔ خطبہ سننا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جب امام منبر پر پہنچ جائے تو خاموشی اختیار کرلینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور نماز نیز کلام ترک کردینا ضروری ہوتا ہے۔ آپ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور جب امام کے نکلنے کا وقت ہوتا تو اس کے نکلنے سے پہلے ہی بیٹھ جاتے[۷]۔

جب امام برآمد ہوجائے تو نماز اور کلام دونوں مکروہ ہوتے ہیں۔ امام کے برآمد ہونے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو حضرت ابن عمرؓ مکروہ تصور کرتے تھے[۸]۔

جمعہ کے دن آپ نے امام کے خطبے کے دوران ایک شخص کو باتوں میں مصروف دیکھ کر اسے کنکریاں ماریں' جب اس نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا[۹]۔

آپ نے جمعہ کے دن امام کے خطبے کے دوران دو آدمیوں کو باتیں کرتے دیکھا آپ نے انہیں کنکریاں مار کر چپ ہوجانے کا اشارہ کیا[۱۰]۔

آپ نے جمعہ کے دن خطبے کے دوران ایک سائل کو مانگتے ہوئے دیکھا آپ نے اسے کنکریاں ماریں[۱۱]۔

علقمہ بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ وہ مکے میں تھے۔ انہیں سواری کے لئے جانور کرائے پر دینے والا جمعہ کے خطبے کے دوران ان سے آکر کہنے لگا: "آپ نے تمام لوگوں کو سفر شروع کرنے سے روک لیا ہے' وہ لوگ کوچ کرچکے ہیں" علقمہ نے اس سے کہا: "جلدی نہ کرو' ہمیں نماز سے فارغ ہوجانے دو" جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا: "تمہارا یہ شخص گدھا ہے۔ اور تمہارا جمعہ نہیں

ہوا"[۱۲]۔

ہم نے دیکھ لیا کہ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے خطبے کے دوران بات کرنے والے شخص کو اگر روکنا چاہتے تو اشارے سے اسے روکتے اپنی زبان سے نہیں روکتے[۱۳]۔

خطبے کے دوران ایک شخص کے لئے سلام کا جواب دینا یا چھینک مارنے والے کو "یرحمک اللہ" کہنا بھی مکروہ ہے[۱۳-ب]۔ (دیکھئے مادہ تکلم نمبر۴) نیز (مادہ عطاس نمبر۲)

۵۔ خطبے سے پہلے اور خطبے کے بعد کلام کرنا: بات کرنے کی کراہت خطبے کے وقت ہوتی ہے خطبہ شروع ہونے سے پہلے اور خطبہ ختم ہوجانے کے بعد کلام کرنا مکروہ نہیں ہے[۱۴]۔

۶۔ خطبہ سننے والا کس طرح بیٹھے: خطبہ سننے کے لئے امام یعنی خطیب کی طرف منہ کرکے بیٹھنا سب سے بہتر وضع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن امام کی طرف منہ کرکے بیٹھتے تھے[۱۵]۔ دونوں بازوؤں کو گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر (احتباء) کی شکل میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ امام کے خطبے کے دوران احتباء بھی کرلیتے تھے[۱۶]۔ (دیکھئے مادہ احتباء نمبر۲)

اگر خطیب صاحب خطبہ طویل کردیں اور سننے والا تھک جائے تو وہ ٹیک لگا سکتا یا لیٹ بھی سکتا ہے بشرطیکہ ایسا کرنے کی وجہ سے خطبہ کی آواز کانوں تک پہنچنے میں کوئی خلل پیدا نہ ہو نیز اس سے نمازیوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ عبدالرزاق نے نافع سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ " امام اگر خطبہ طویل کردیتا تو حضرت ابن عمرؓ میرے سہارے بیٹھ جاتے"[۱۷]۔

ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے خطبہ کے دوران احتباء کرتے۔ اگر امام کا خطبہ طویل ہوجاتا تو اپنا سر میری گود میں رکھ دیتے"[۱۸]۔

خطبہ (پیغام نکاح دینا)

۱۔ تعریف: کسی خاتون سے نکاح کے پیغام کو خطبہ کہتے ہیں۔

۲۔ خطبہ کے احکام

الف۔ غیر کے دیئے ہوئے پیغام پر پیغام دینا۔ اگر ایک شخص کسی خاتون کو پیغام نکاح بھیجے تو جب تک وہ اپنے اس پیغام سے دستبردار نہ ہوجائے اس وقت تک کسی اور شخص کے لئے مذکورہ خاتون کو پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے کتاب البیوع کے اندر حضور ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بعض بعض کی بیع پر بیع نہ کریں اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے دیئے ہوئے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ دے"[19]۔

حضرت ابن عمرؓ نے ابوجہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دینا چاہا ایک اور شخص نے بھی پیغام نکاح دیا تھا۔ آپ اس کے پاس گئے اس نے جواب دیا: "ہاں، بھیجا تھا لیکن اب میں اسے چھوڑ چکا ہوں" آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے اس کا خیال چھوڑ دیا ہے اور تمہیں اب اس کی ذات میں کوئی دل چسپی نہیں ہے؟" اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "میں اسے پیغام نکاح بھیجنا چاہتا ہوں" اس شخص نے کہا: "بڑی خوشی سے اسے پیغام بھیجیں" چنانچہ آپ نے اس خاتون کو پیغام نکاح بھیج دیا لیکن پھر کچھ سوچ کر اس سے دست کش ہوگئے[20]۔

ب۔ حالت احرام میں پیغام نکاح دینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو واجب قرار دیتے تھے کہ حالت احرام میں محرم ہمبستری سے، عقد نکاح سے اور نکاح کا پیغام دینے سے باز رہے خواہ وہ اپنے لئے یا کسی اور کے لئے یہ پیغام دے، اور خواہ اپنے لئے عقد کرے یا کسی کا عقد نکاح کرائے، وجوب کے اس حکم میں اس سے کوئی فرق نہیں ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "محرم نہ تو خود نکاح کرے اور نہ ہی کسی کا نکاح کرائے، نہ تو اپنے لئے پیغام نکاح دے اور نہ ہی کسی اور کے لئے"[21]۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جزل)

ج۔ عدت وفات گزارنے والی بیوہ کو پیغام نکاح دینا: کسی کے لئے بالا جماع یہ جائز نہیں کہ وہ عدت وفات گزارنے والی بیوہ کو نکاح کا پیغام بھیجے۔ البتہ نکاح کی تصریح کے بغیر تعریض یعنی اشارے اور کنائے میں مذکورہ بیوہ سے نکاح کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ میں ارشاد باری ہے (ولا جناح علیکم

فیماعرضتم بہ من خطبۃ النکاح اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم تعریض کے طور پر پیغام نکاح دو)

د۔ اگر پیغام نکاح دیا جائے تو اسے قبول کرلینے کا حکم: اگر پیغام دینے والا متعلقہ خاتون کا ہم کفو ہو اور اخلاق نیز دینداری کے اعتبار سے اس پر کوئی انگشت نمائی نہ کی جاتی ہو تو اس کے پیغام کو قبول کرلینا مستحب ہو گا۔ ابوبکر بن حفص کہتے ہیں کہ میں نے عروہ بن الزبیرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ: "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو آپ کی بیٹی کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "ابوعبداللہ کا بیٹا اس بات کا اہل ہے کہ اس کے ساتھ رشتہ داری قائم کی جائے وہ اللہ کی تعریف کرتا اور حضور ﷺ پر درود بھیجتا ہے' لو ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق تمہارا نکاح کرادیا۔ اب اس کے بعد تم اپنے بیوی کو یا تو معروف طریقے سے اپنی زوجیت میں رکھو یا بھلے طریقے سے چھوڑ دو"[۲۲]

خف (موزہ)

۱۔ تعریف: چمڑے وغیرہ کے بنے ہوئے موزے جنہیں پاؤں میں پہنا جاتا ہے اور وہ ٹخنوں کے لئے ساتر ہوتے ہیں خف کہلاتے ہیں۔

۲۔ موزوں پر مسح کی مشروعیت

الف۔ ابتداء میں حضرت ابن عمرؓ کی نظروں سے موزوں پر مسح کی مشروعیت مخفی رہی[۲۳]

حتی کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو اس سے آگاہ کیا۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت سعد بن مالکؓ کے پاس آئے اور انہیں موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم لوگ یہ کرتے ہو؟" حضرت سعدؓ نے جواب دیا: "ہاں" نافع کہتے ہیں کہ پھر ہم سب حضرت عمرؓ کے پاس اکٹھے ہوئے' حضرت سعدؓ نے کہا: "امیرالمومنین' میرے بھتیجے (حضرت ابن عمرؓ) کو موزوں پر مسح کے بارے میں فتوی دیجئے" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ہم حضور ﷺ کی معیت میں

ہوتے اور موزوں پر مسح کرتے' اور اس میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے کہا: "خواہ ایک شخص پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر کیوں نہ آیا ہو؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ہاں خواہ پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر کیوں نہ آیا ہو" نافع کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ جب تک موزے نہ اتارتے ان پر مسح کرتے رہتے اور مسح کے لئے کسی مدت کا تعین نہ کرتے" [۲۴]۔ اور جو شخص بھی موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھتا اسے یہی جواب دیتے کہ: "میں تو ان پر مسح کرتا ہوں" [۲۵]۔

ایک مرتبہ آپ نے بازار کے اندر ایک مقام پر پیشاب کیا اور پھر وضوء کے لئے اپنا چہرہ اور بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا اور جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے کہا گیا۔ آپ نے موزوں پر مسح کر کے نماز جنازہ پڑھادی [۲۶]۔

ب۔ حضرت ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ بلا ضرورت رخصت پر عمل نہیں کرتے کیونکہ ایسی صورت میں آپ کے نزدیک عزیمت پر عمل افضل ہوتا۔ یعنی دنوں پاؤں دھولینا موزوں پر مسح کرنے سے افضل تھا [۲۷]۔

ایک دفعہ آپ نے لوگوں کو تو موزوں پر مسح کرلینے کا حکم دیا اور خود اپنے موزے اتار کر وضوء کیا اور فرمایا: "مجھے وضوء بہت پسند ہے" نیز فرمایا: "میں تو اپنے دونوں ہاتھ پاؤں دھونے کا گرویدہ ہوں تم لوگ میری پیروی نہ کرنا" [۲۸]۔ (دیکھئے مادہ رخصہ۔ نمبر ۲ جز ب)

۳۔ موزوں پر مسح کی شرطیں

الف۔ حضرت ابن عمرؓ موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے خواہ موزوں نے ٹخنوں کو ڈھانپ نہ بھی رکھا ہو یعنی خواہ وہ جوتوں کی شکل میں کیوں نہ ہوتے اگر آپ جوتے پہن کر وضوء کرتے تو اپنے قدموں کے ظاہری حصوں پر مسح کرلیتے اور فرماتے: "حضور ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے" [۲۹]۔

نعل یعنی جوتا اس موزے کو کہتے ہیں جس کی پنڈلی نہیں ہوتی۔ شاید اسی بات نے طبری کو یہ گمان کرنے پر مجبور کردیا کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر قدموں پر مسح کو

جائز قرار دیتے تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نعلین پر مسح کو جائز قرار دیتے تھے' قدموں پر مسح کو نہیں۔ آپ موزوں کو پھٹن سے خالی ہونے کی شرط بھی نہیں لگاتے تھے کیونکہ حضرات مہاجرین کے موزے پھٹن سے خالی نہ ہوتے اور یہ حضرات ان پر مسح کرتے [۳۰]۔

ب۔ اگر موزے طہارت کی حالت میں پہنے گئے ہوں تو وضوء کے ساتھ ان پر مسح کی تکمیل کی شرط نہیں ہوگی حتی کہ اگر مسح کو وضو سے موخر کردیا جائے تو بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بازار کے اندر ایک جگہ پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور اپنا چہرہ اور بازو دھو کر سر کا مسح کیا پھر جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا' آپ نے اپنے موزوں پر مسح کرنے کے بعد جنازہ کی نماز پڑھا دی [۳۱]۔ کیونکہ آپ وضوء میں موالات یعنی پے در پے وضوء کے افعال سرانجام دینے کی شرط نہیں لگاتے تھے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۶)

۴۔ موزوں پر مسح کی کیفیت: حضرت ابن عمرؓ موزوں کے بالائی حصوں اور زیریں حصوں پر ایک ہی مسح کے قائل تھے۔ آپ نے اپنے موزوں کے بالائی اور زیریں حصوں پر اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک ہی مسح کیا [۳۲]۔

۵۔ موزوں پر مسح کی مدت: ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ مقیم کے لئے مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن ہے [۳۳]۔

جمہور نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نہ تو مقیم کے لئے اور نہ ہی مسافر کے لئے موزوں پر مسح کی کسی مدت کا تعین کرتے تھے [۳۴]۔ ایک شخص نے آپ سے موزوں پر مسح کی مدت کے بارے میں پوچھا آپ نے جواب دیا: "موزے جب تک نہ اتارو ان پر مسح کرتے رہو [۳۵]۔

۶۔ جوربین (جرابوں) پر مسح: مشروعیت نیز احکام کے اندر جرابوں پر مسح موزوں پر مسح کی طرح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے نعلین اور جرابوں پر مسح کرتے تھے یعنی جرابوں پر نعلین کے اوپر سے مسح کرتے اور فرماتے جرابوں پر مسح کرنا نعلین پر مسح

کرنے کی طرح ہے[۳۶]۔

۷۔ محرم موزے نہیں پہن سکتا: حج یا عمرے کا احرام باندھنے والا محرم موزے پہننے سے باز رہے گا۔ اگر اس نے موزے پہن لئے تو اس پر دم یعنی جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز الف کا جز ۲)

خل (سرکہ)

۱۔ تعریف: انگور کا رس نیز اس جیسے دیگر شیرے اگر کھٹے ہو جائیں تو انہیں خل یعنی سرکہ کہا جاتا ہے

۲۔ سرکہ بطور سالن استعمال کرنا اور اسے پینا مباح ہے (دیکھئے مادہ اشربہ)

خلع (خلع کرنا)

۱۔ تعریف: کسی عوض کے بالمقابل نکاح کی ملکیت کے ازالے کا نام خلع ہے

۲۔ خلع کی حقیقت: خلع کی حقیقت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے یعنی آیا خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق ہے' ایک روایت کے مطابق خلع طلاق ہے[۳۷]۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے[۳۸]۔

۳۔ سلطان کے بغیر خلع کا جواز: خلع کا اجراء خواہ قاضی کے سامنے ہوا ہو یا قاضی کے وجود کے بغیر اس کا اجراء ہوا ہو دونوں صورتوں میں اس کا وقوع ہو جائے گا[۳۹]۔ کیونکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ قاضی کے سامنے اس کے اجراء کی شرط ہے۔

۴۔ خلع کا بدل یعنی معاوضہ: جو چیز بیع کے اندر ثمن یا نکاح کے اندر مہر بن سکتی ہو اس کا خلع کے اندر بدل بننا درست ہوتا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر یا اداشدہ مہر سے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ کی لونڈی نے اپنے شوہر سے زرہ کے سوا اپنی ہر چیز کے بدلے خلع کا اجراء کرالیا۔ آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا[۴۰]۔

۵۔ خلع پر مرتب ہونے والے آثار و احکام: ہم نے زیر بحث مادہ کے فقرہ نمبر۲ میں

دیکھا ہے کہ خلع کی حقیقت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کی روایات میں اختلاف ہے یعنی آیا خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق ہے۔ اسی اختلاف کے نتیجے میں خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت کے بارے میں نیز خلع کی وجہ سے مرد کو حاصل شدہ تین طلاقوں کے حق کے کم ہوجانے کے بارے میں اختلاف ہے۔

الف۔ طلاق پر خلع کا اثر: خلع فسخ نکاح تسلیم ہونے کی صورت میں اس پر یہ اثر مرتب ہوگا کہ خلع کی وجہ سے مرد کو اپنی بیوی پر حاصل شدہ تین طلاقوں کے حق میں کوئی کمی نہیں آئے گی [۴۱]۔ حتی کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دے چکا ہو اور پھر اس کے ساتھ خلع کرلے اور پھر وہ اس کی زوجیت میں آجائے تو ایسی صورت میں مذکورہ شوہر کو ابھی دو طلاقوں کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ خلع کی وجہ سے طلاقوں کی تعداد نہیں گھٹتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے۔

ب۔ عدت پر خلع کا اثر: خلع فسخ نکاح ہونے کی صورت میں خلع حاصل کرنے والی عورت پر کوئی عدت واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کافی ہوگا [۴۲]۔

نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نے شوہر کے ساتھ خلع کا معاملہ کرلیا آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ایک حیض تک انتظار کریں اور پھر اپنے خاندان میں واپس چلی جائیں [۴۳]۔

اسی طرح نافع نے کہا ہے کہ انہوں نے معوذ بن عفراء کی بیٹی الربیع کو حضرت ابن عمرؓ سے کہتے سنا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے اپنے شوہر سے خلع کا معاملہ کرلیا تھا، پھر ان کے چچا حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان سے مسئلہ پوچھا، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ الربیع اپنے باپ کے گھر منتقل ہوجائے اور اسے اپنے شوہر کی میراث میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ اور نہ ہی اسے عدت گذارنا پڑے گی البتہ جب تک حیض نہ آجائے اس وقت تک نکاح نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اسے حمل ہو۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عثمانؓ ہم میں سب سے زیادہ عالم اور باخبر شخص

تھے"[۴۴]۔

حضرت ابن عمرؓ سے ایک اور روایت کے مطابق خلع حاصل کرنے والی عورت مطلقہ کی طرح تین حیض کی عدت گزارے گی۔ امام مالک نے "الموطا" کے اندر روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت مطلقہ کی عدت کی طرح تین حیض ہے"[۴۴-ب]۔ امام مالک اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے جب الربیع کا واقعہ سنا تو اس پر کوئی تعجب نہیں کیا بلکہ الربیع سے فرمایا: "تمہاری عدت مطلقہ کی عدت کی طرح ہے"[۴۵]۔ ابن قدامہ نے "المغنی" کے اندر کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

یہ بات دراصل دو میں سے ایک امر پر مبنی ہے۔

اول یہ کہ حضرت ابن عمرؓ خلع کو طلاق قرار دیتے تھے یا دوم یہ کہ آپ فسخ نکاح کے اندر عدت کو واجب قرار دیتے تھے، استبراء کو نہیں۔ میرا میلان دوسری بات کی طرف ہے۔ واللہ اعلم

خلوۃ (تنہائی)

۱۔ تعریف: کسی مرد کا کسی عورت کے ساتھ ایسی جگہ ہونا جہاں کسی اور کے لئے ان کے متعلق باخبر ہونا ممکن نہ ہو خلوت کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی تحریم: اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں شیطان اس مجلس کا تیسرا رکن ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص ایسی عورت کے پاس جا کر جس کا شوہر گھر پر موجود نہ ہو اور اس کے بستر پر بیٹھ کر اس کے ساتھ باتیں کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جسے جنگل کے شیر نوچ رہے ہوں"[۴۶]۔

۳۔ خلوت کی وجہ سے مہر لازم اور عدت ضروری ہو جاتی ہے۔ اگر ایک شخص کسی عورت سے عقد نکاح کے بعد اس کے ساتھ خلوت اختیار کرے تو یہ خلوت دخول (تعلق زن و شو) کے حکم میں ہوگی خواہ عملی طور پر دخول یعنی ہمبستری کا عمل نہ بھی ہوا

ہو اور پھر پورا مہر واجب ہو جائے گا اور اگر دخول سے پہلے شوہر اسے طلاق دے دے تو اس پر عدت لازم ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب شوہر نے پردے لٹکا دیئے یا خلوت اختیار کرلی تو مہر واجب ہو گیا اور عورت پر عدت لازم ہو گئی"[47]۔

خمار (دوپٹہ)

۱۔ تعریف: جس کپڑے کے ساتھ عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے اسے خمار کہتے ہیں۔

۲۔ وضو کے اندر دوپٹے پر مسح: ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر دوپٹے پر مسح مباح نہیں سمجھتے تھے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ کو وضو کے دوران سر سے دوپٹہ اتار کر پانی سے سر پر مسح کرتے دیکھا تھا' اس زمانے میں نافع نابالغ تھے[48]۔

ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ صفیہ نے حضرت ابن عمرؓ کے کہنے پر یہ طریقہ اختیار کیا ہوگا۔ اگر آپ کے نزدیک دوپٹے پر مسح جائز ہوتا تو صفیہ اپنا دوپٹہ نہ اتارتیں بلکہ دوپٹے پر مسح کو کافی سمجھتیں۔

عورت کے لئے اپنے سر پر دوپٹہ رکھنا واجب ہے (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کا جز الف)۔

خمر (شراب)

ہر نشہ آور مشروب شراب ہے (دیکھئے مادہ اشربہ)

جس دستر خوان پر شراب موجود ہو اس پر کھانے کے لئے نہ بیٹھنا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ھ)

خنزیر (سور)

سور کے گوشت کی تحریم (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز داؤ کا جز ۱)

خوف (خوف)

صلوۃ الخوف (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱)

خیار (خیار)

۱۔ تعریف: کسی سودے کو ختم کر دینے یا اسے باقی رکھنے کے حق کو خیار کہتے ہیں۔ خیار کی کئی صورتیں ہیں۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ سے مروی صورتوں کا ذکر درج ذیل ہے۔

۲۔ خیار مجلس

الف۔ خیار مجلس یہ ہے کہ عقد کرنے والے طرفین میں سے ہر ایک کو اس وقت تک عقد فسخ کر دینے یا اسے باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے جب تک وہ دونوں مجلس عقد کے اندر موجود رہیں اور جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں۔ اگر جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں تو اس کے بعد ان میں سے کسی کو بھی عقد فسخ کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرت ابن عمرؓ جب کوئی پسندیدہ چیز خرید لیتے اور اسے اپنے لئے محفوظ کرلینا چاہتے تو فوری طور پر بائع سے علیحدہ ہو جاتے۔ اکثر دفعہ آپ کچھ دیر کے لئے ادھر ادھر ہو جاتے اور پھر واپس آجاتے تاکہ اس کے بعد بائع کو فسخ کرنے کا اختیار نہ رہے [۴۹]۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ جان بوجھ کر ایسا کرتے تھے۔ آپ کہتے ہیں: "میں نے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ وادی میں موجود اپنا مال خیبر میں موجود ان کے مال کے بدلے فروخت کیا۔ جب ہم بیع کر چکے تو میں اپنے پیروں پر واپس ہو گیا اور ان کے گھر سے اس خوف سے باہر آگیا کہ کہیں وہ میرے ساتھ کی ہوئی بیع ختم نہ کر دیں" [۵۰]۔

ب۔ خیار مجلس متعاقدین میں سے ہر ایک کے لئے یکساں طور پر ثابت ہوتا ہے [۵۱]۔

۳۔ خیار شرط: خیار شرط یہ ہے کہ عقد کے طرفین میں سے کوئی شخص یہ شرط عائد کردے کہ اسے ایک معین مدت کے دوران فسخ عقد کا حق حاصل رہے گا۔ غبن یعنی دھوکے اور نقصان اٹھانے یا نقصان پہنچانے سے بچنے کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اس بارے میں بنیاد وہ روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں کہ منقذ بن حبان کو زمانہ جاہلیت میں سر پر چوٹ لگی تھی جس کا اثر دماغ تک پہنچ گیا تھا اور اس کے نتیجے

میں ان کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے جب وہ خرید و فروخت کرتے تو ٹھگے جاتے' ان سے حضور ﷺ نے فرمایا :" خرید و فروخت کرو اور کہہ دیا کہ کہ " لا خلابہ " (کوئی فریب نہیں) اور پھر تمہیں تین دن کا اختیار حاصل ہو جائے گا" حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں انہیں (زبان میں لکنت کی وجہ سے)"لاخذابہ' لاخذابہ" کہتے سنا کرتا تھا" ۵۲ے

بنابریں حضرت ابن عمرؓ اس بیع کے بارے میں' جس کے اندر آپ فرماتے کہ :"میں نے تمہیں یہ چیز فروخت کردی اور شرط یہ کہ تم تین دنوں کے اندر یا فلاں معلوم مدت کے اندر مجھے اس کا ثمن لاکر دے دو ورنہ ہمارے درمیان کوئی بیع نہیں" فرماتے کہ یہ بیع درست ہے۔ ۵۳ے

سلیمان بن البرصاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک سودا کیا' آپ نے مجھ سے فرمایا :"اگر ہمارا خرچہ تین دنوں تک ہمیں مل گیا تو ہماری بیع باقی رہے گی اور اگر تین دنوں تک خرچہ نہیں آیا تو ہمارے درمیان بیع باقی نہیں رہے گی اور تم اپنی چیز واپس لے لوگے" ۵۴ے

ایک صیغہ (ان رضیت اگر میں رضامند رہا) بھی خیار شرط کا فائدہ دیتا ہے لیکن حضرت ابن عمرؓ کو اس کے متعلق آگاہی نہیں تھی اور جب آگاہی ہوئی تو اس صیغے کو آپ کی فوری طور پر نافذ العمل خرید و فروخت کے اندر کوئی جگہ نہیں ملی۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو یہ کہتے سنا تھا کہ :"میں "ان رضیت" کے لفظ کے ساتھ خرید و فروخت کیا کرتا تھا' حتی کہ عبداللہ بن مطیع نے ایک بختی اونٹنی (اونٹوں کی ایک نسل کا نام) خریدی اور رضامندی کی شرط لگادی اور کہا کہ :"ایک شخص رضامند ہو جاتا ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے" انہوں نے یہ کہہ کر گویا مجھے بیدار کردیا" اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ کا طریقہ یہ ہو گیا کہ جب کوئی چیز خریدتے تو فرماتے :"لو' میں نے یہ چیز لے لی" ۵۵ے

۴۔ خیار عیب:

الف۔ اگر بائع کو اپنے مال میں کسی عیب کا علم ہو تو مشتری کے سامنے اس کا اظہار اس پر

ضروری ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ حضور ﷺ کا گذر بازار میں اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا' آپ ﷺ نے ڈھیر کے اندر اپنا دست مبارک داخل کردیا تو آپ کی انگلیاں بھیگ گئیں۔ آپ نے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بارش ہوگئی تھی' یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تم نے اناج کا گیلا حصہ اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟" پھر فرمایا: "جس نے ہم سے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے"[۵۶]۔

ب۔ ہر عیب سے برات کی شرط: عیب والے مال کو ہر عیب سے پاک ہونے کی شرط کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں بائع کے لئے جائز ہے کہ وہ مشتری کو مبیع کے اندر موجود عیب سے آگاہ نہ کرے' یہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی لیکن بعض صحابہؓ نے آپ کی اس رائے سے اختلاف کیا تھا۔ سالم کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت کے ہاتھ آٹھ سو درہم میں ایک غلام فروخت کردیا اور ہر عیب سے برات کی شرط بیان کردی۔ حضرت زید کو مذکورہ غلام کے اندر کوئی بیماری نظر آگئی' انہوں نے میرے والد سے کہا کہ غلام کے اندر ایک بیماری ہے تم نے مجھے اس کی خبر نہیں دی' پھر دونوں امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے پاس اپنا جھگڑا لے کر چلے گئے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ انہوں نے میرے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا جس کے اندر ایک بیماری موجود ہے اور انہوں نے مجھے اس بیماری سے آگاہ نہیں کیا میرے والد نے کہا کہ میں نے ہر عیب سے برات کی شرط کے ساتھ غلام فروخت کیا تھا' حضرت عثمانؓ نے فیصلہ سنایا کہ میرے والد یہ قسم اٹھائیں کہ "خدا کی قسم' یہ غلام میں نے فروخت کیا تھا اور مجھے اس کی کسی بیماری کا علم نہیں تھا" لیکن میرے والد نے قسم اٹھانے سے انکار کردیا اور غلام واپس ہوگیا۔ اس کے بعد میرے والد نے یہ غلام پندرہ سو درہم میں فروخت کیا"[۵۷]۔

ج۔ عیب کی بنا پر مبیع کی واپسی: اگر مشتری کو مبیع کے اندر ایسے عیب کا پتہ چل جائے جو بائع کے پاس موجودگی کے دوران اس کے اندر پیدا ہوگیا تھا لیکن عقد کے دوران مشتری کو اس کا پتہ نہ چل سکا تھا تو اسے مبیع واپس کردینے کا حق حاصل ہوگا۔ نیز یہ حق

بھی حاصل ہو گا کہ اگر وہ چاہے تو مذکورہ عیب کے بالمقابل بائع سے کوئی رقم وصول کئے بغیر مبیع کو اپنے پاس رہنے دے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک اونٹ خریدا اور اس میں آپ کو ایک بیماری نظر آگئی۔ آپ اس بیماری کے باوجود مذکورہ اونٹ اپنے پاس رکھنے پر رضامند رہے۔ امام بخاری نے عمروبن دینار سے روایت کی ہے کہ نواس نامی ایک شخص تھا اس کے پاس اونٹ تھے جنھیں پیاس لگنے کی بیماری تھی۔ حضرت ابن عمرؓ نے جاکر مذکور شخص کے شریک سے وہ اونٹ خرید لئے۔ جب اس کا شریک آیا تو دوسرے شریک نے اس سے کہا کہ ہم نے وہ اونٹ فروخت کردیئے' نواس نے پوچھا کہ کس کے ہاتھ فروخت کئے' اس نے جواب دیا کہ: "اس شکل کے فلاں شیخ یعنی معمر آدمی کے ہاتھ" یہ سن کر نواس نے جواب دیا کہ: "تمہارا برا ہو' یہ تو عبداللہ بن عمرؓ ہیں" پھر وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ "میرے شریک نے آپ کے ہاتھ پیاس کی بیماری والے اونٹ فروخت کئے ہیں۔ وہ آپ کو جانتا نہیں تھا" آپ نے فرمایا: "پھر انہیں ہانک لے جاؤ" جب نواس انہیں ہانک کر لے جانے لگا تو آپ نے فرمایا: "انہیں رہنے دو' ہم حضور ﷺ کے اس فیصلے پر رضامند ہیں کہ "لا عدوی" [۵۸] یعنی کوئی چھوت چھات نہیں۔

د۔ عیب کی بنا پر کون سی چیز مبیع کی واپسی کے لئے مانع ہوتی ہیں؟

عیب کی بنا پر مبیع کی واپسی کے لئے جو باتیں مانع ہوتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ مبیع کے اندر موجود عیب کا پتہ چل جانے کے بعد مشتری کا مبیع کے اندر مالکانہ تصرف۔ کیونکہ یہ تصرف عیب پر رضامندی شمار ہوگا۔ اگر عیب کا پتہ لگنے سے پہلے اس قسم کا تصرف کرلیا جائے تو یہ بات اس وقت تک مبیع کی واپسی کے لئے مانع نہیں ہوگی جب تک اس تصرف نے مبیع کو بدل کر نہ رکھ دیا ہو۔ مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک پگڑی خرید لی' اور اس پر رضامند ہو کر اسے قبول کرلیا اور اپنے سر پر باندھ لی۔ پھر آپ نے پگڑی میں سرخ دھاگہ دیکھا تو اسے واپس کردیا [۵۹]۔

۲۔ مشتری کے پاس مبیع کے اندر کسی نئے عیب کا پیدا ہو جانا۔ جبلہ بن سحیم کہتے ہیں

کہ "میں حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے ایک قمیص خرید کر اسے زیب تن کر لیا۔ پھر اسے واپس کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کی داڑھی کی زردی قمیض کو لگ گئی آپ نے اس زردی کی وجہ سے قمیض واپس نہیں کی[۶۰]۔

۵۔ خیار تدلیس

(الف) تدلیس عیب مخفی رکھنے کو کہتے ہیں۔

ب: تدلیس اس شخص کے حق میں خیار کی موجب بن جاتی ہے جس کے ساتھ تدلیس کی گئی ہو۔ پہلے یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے پیاس کی بیماری والے اونٹ خریدے تھے اور آپ کو حق تھا کہ تدلیس کی وجہ سے آپ ان اونٹوں کو واپس کر دیتے لیکن آپ اس عیب کے ساتھ ان اونٹوں کو اپنے پاس رکھنے پر رضامند ہو گئے (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۴ کا جزج)

۶۔ خیار تغریر:

تغریر یہ ہے کہ مبیع کو مشتری کے سامنے قولاً یا فعلاً اس کی حقیقی صفت کے بغیر کسی اور صفت میں پیش کیا جائے۔ تغریر فسخ بیع کے خیار اور مبیع کو واپس کر دینے کی موجب ہوتی ہے۔ تغریر کی ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً بکری کے تھنوں کو خوب پھیلا کر مشتری کے سامنے پیش کیا جائے ۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں :" جو شخص پھولے ہوئے تھنوں والی بکری خریدے اور اسے اس کا پتہ نہ ہو تو اسے بکری واپس کر دینے یا رکھ لینے کا خیار حاصل ہو گا"[۶۱]۔

۷۔ خیار عتق:

الف۔ اگر لونڈی کسی غلام کی زوجیت میں ہو اور پھر اسے آزاد کر دیا جائے تو اسے زوجیت میں رہنے یا نکاح فسخ کر دینے کا خیار حاصل ہو گا۔ البتہ اگر وہ کسی آزاد کی زوجیت میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے فسخ نکاح کا خیار حاصل نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ آزاد عورت کا شوہر اگر غلام ہو تو اسے اس سلسلے میں عار دلایا جا سکتا ہے ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :" اگر لونڈی آزاد کر دی جائے اور وہ کسی غلام کی زوجیت میں ہو تو

اسے خیار حاصل ہو گا۔ اسے یہ خیار صرف اس وقت حاصل ہو گا جب وہ کسی غلام کی زوجیت میں ہو"[۶۲]۔

ب۔ مذکورہ لونڈی کا خیار دو میں سے ایک امر کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔

ا۔ اسے خیار حاصل ہونے سے پہلے اس کا شوہر آزاد کر دیا جائے"[۶۳]۔

۲۔ اگر وہ یہ جان لینے کے بعد کہ آزاد ہو جانے کی وجہ سے اسے خیار حاصل ہو گیا ہے اپنے غلام شوہر کو ہمبستری کا موقع فراہم کرے تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر آزاد شدہ لونڈی کو معلوم ہو کہ اسے خیار حاصل ہو گیا ہے اور اس کے بعد بھی اس کا غلام شوہر اس سے ہم بستری کر لے تو پھر اس کا خیار باقی نہیں رہے گا۔ اگر اسے خیار کی بات معلوم نہ ہو اور اس کا مذکورہ شوہر اس سے ہم بستری کر لے تو خیار کی بات معلوم ہو جانے پر اسے خیار حاصل ہو جائے گا خواہ غلام شوہر نے اس کے ساتھ ہزار مرتبہ ہمبستری کیوں نہ کر لی ہو' البتہ اگر ایک عادل شخص مذکورہ لونڈی کے خلاف گواہی دے کہ اسے خیار کی بات معلوم تھی اور اس کے باوجود اس نے شوہر کو ہمبستری کرنے کا موقعہ دیا تو ایسی صورت میں اس کا خیار ساقط ہو جائے گا"[۶۴]۔ کیونکہ لونڈی کے سلسلے میں اصل بات جہالت یعنی عدم علم ہوتی ہے۔ اگر علم کے باوجود شوہر اس سے ہمبستری کر لے تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کے لئے خیار باقی نہیں رہے گا"[۶۵]۔

۸۔ ایسی عورت کا خیار جسے شوہر کی طرف سے اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار دیا گیا ہو (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز واؤ)

خیل (گھوڑے)

گھوڑوں میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ زکوۃ نمبر ۹ کا جز واؤ)

گھوڑوں کا جوٹھا پاک ہوتا ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ب)

جہاد کے اندر مال غنیمت میں سے گھوڑے والے کے دو حصے ہوتے ہیں (دیکھئے مادہ غنیمتہ نمبر ۳)

حرف الخاء میں مذکورہ حوالہ جات

[۱]۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳ طبقات ابن سعد ص ۱۷۶ ج ۴

[۲]۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۶ ج ۴

[۳]۔ الموطا ص ۹۴۸ ج ۲ ' سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۱۰ ' کشف الغمہ ص ۵۲ ج ۲ ' عبدالرزاق ص ۴۵۶ ج ۴

[۴]۔ عبدالرزاق ص ۴۵۶ ج ۴

[۵]۔ سنن بیہقی ص ۱۸۱ ج ۷

[۶]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱

[۷]۔ عبدالرزاق ص ۲۱۰ ج ۳

[۸]۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ب' ۷۹ ج ۱' شرح معانی الآثار ص ۲۱۷ ج ۱' المغنی ص ۳۲۰' ۳۲۴ ج ۲

[۹]۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ب ج ۱

[۱۰]۔ الموطا ص ۱۰۴ ج ۱' المحلی ص ۶۳ ج ۵

[۱۱]۔ عبد الرزاق ص ۲۲۵ ج ۳' المحلی ص ۶۳ ج ۱۵ المغنی ص ۳۲۶ ج ۲

[۱۲]۔ المحلی ص ۶۳ ج ۵

[۱۳]۔ عبدالرزاق ص ۲۲۵ ج ۳' المحلی ص ۶۴ ج ۵

[۱۳ب]۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲

[۱۴]۔ حوالہ درج بالا

[۱۵]۔ عبدالرزاق ص ۲۱۷ ج ۳' المغنی ص ۳۰۳ ج ۲

[۱۶]۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ب ' ج ۱ سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۳' المحلی ص ۶۷ ج ۵ ' المغنی ص ۳۲۶ ج ۲' المجموع ص ۴۵۹ ج ۴

[۱۷]۔ عبد الرزاق ص ۲۲۹ ج ۳

[۱۸]۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ب ' ج ۱

[۱۹]۔ بخاری فی البیوع باب النھی عن تلقی الرکبان' مسلم فی البیوع باب تحریم بیع الرجل علیٰ بیع اخیہ

[۲۰]۔ سنن بیہقی ص ۱۸۰ ج ۷

[۲۱]۔ سنن بیہقی ص ۶۵ ج ۵' ص ۲۱۳ ج ۷' المحلی ص ۱۹۸ ج ۷

[۲۲]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱

[۲۳]۔ المحلی ص ۱۴۳ ج ۴

[۲۴]۔ عبدالرزاق ص ۱۹۶ ج ۱' ابن ابی شیبہ ۱۸۰ ج ۱

[۲۵]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۹ ج ۱

[۲۶]۔ الموطا ص ۴۳ ج ۱ ' الام ص ۲۵۰ ج ۷

[۲۷]۔ المجموع ص ۵۱۵ ج ۱

[۲۸]۔ المغنی ص ۲۸۲ ج ۱

۲۹۔ شرح معانی الآثار ص ۲۱ ج ۱

۳۰۔ کشف الغمہ ص ۵۵ ج ۱

۳۱۔ الموطا ص ۴۳ ج ۱' الام ص ۲۵۰ ج ۷' الاستذکار ص ۲۷۷ ج ۱

۳۲۔ عبدالرزاق ص ۲۱۹ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۹۱ ج ۱' الاستذکار ص ۲۸۴ ج ۱' شرح السنہ ص ۴۶۳ ج ۱۱ المغنی ص ۲۹۷ ج ۱

۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱

۳۴۔ عبدالرزاق ص ۱۹۶ ج ۱ سنن بیہقی ص ۲۸۰ ج ۱' الاستذکار ص ۲۷۷ ج ۱' المجموع ص ۵۲۱ ج ۱' کشف الغمہ ص ۵۵ ج ۱

۳۵۔ عبدالرزاق ص ۲۰۸ ج ۱

۳۶۔ عبدالرزاق ص ۱۹۹ ج ۱' المحلی ص ۸۵ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۳۰ ب' ج ۱' المغنی ص ۲۹۵ ج ۱' المجموع ص ۵۴۰ ج ۱

۳۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۵ ج ۱

۳۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۵ ج ۱' شرح السنہ ص ۱۹۶ ج ۹' المحلی ص ۲۳۷ ج ۱۰

۳۹۔ احکام القرآن ص ۳۹۵ ج ۱ بدائع الصنائع ص ۱۴۵ ج ۲

۴۰۔ عبدالرزاق ص ۵۰۵ ج ۶' ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ ج ۱' الموطا ص ۵۶۵ ج ۲' الدرالمنثور ص ۲۸۲ ج ۱' تفسیر قرطبی ص ۱۴۱ ج ۳' سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۶' المحلی ص ۲۴۱ ج ۱۰' احکام القرآن ص ۳۹۳ ج ۱' المغنی ص ۵۲ ج ۷

۴۱۔ شرح السنہ ص ۱۹۶ ج ۹

۴۲۔ تفسیر قرطبی ص ۱۴۵ ج ۳' تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۶ ج ۱' الدرالمنثور ص ۲۸۲ ج ۱' المحلی ص ۲۳۷ ج ۱۰' المغنی ص ۴۴۹ ج ۷

۴۳۔ سنن نسائی فی الطلاق باب عدۃ المختلعہ

۴۴۔ المحلی ص ۲۳۷ ج ۱۰

۴۴ب۔ الموطا ص ۵۶۵ ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۱۶' ۴۵۰ ج ۷ تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۶ ج ۱' کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲' المغنی ص ۴۴۹ ج ۷' سنن ابوداؤد فی الطلاق باب الخلع

۴۵۔ الموطا ص ۵۶۵ ج ۱ الدرالمنثور ص ۲۸۲ ج ۱

۴۶۔ کنزالعمال نمبر ۱۳۶۲۱

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۸ ج ۱' المغنی ص ۴۳۷ ج ۶' ص ۴۵۱ ج ۷' احکام القرآن ص ۴۳۶ ج ۱

۴۸۔ سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۱

۴۹۔ بخاری فی البیوع باب البیعان بالخیار'

عبدالرزاق ص ۵۱ ج ۸' المحلی ص ۳۵۳ ج ۸' شرح السنہ ص ۳۹'۴۰ ج ۸' المجموع ص ۱۸۴ ج ۹' المغنی ص ۵۶۵ ج ۳' کشف الغمہ ص ۱۰ ج ۳

۵۰۔ بخاری فی البیوع باب کم یجوز الخیار' المحلی ص ۳۵۲ ج ۲' کشف الغمہ ص ۱۰ ج ۲

۵۱۔ المجموع ص ۱۹۶ ج ۹

۵۲۔ نیل الاوطار ص ۲۸۷ ج ۵ نقلا عن الحمیدی

۵۳۔ المغنی ص ۵۹۳ ج ۳

۵۴۔ المحلی ص ۳۷۳ ج ۸

۵۵۔ عبد الرزاق ص ۵۳ ج ۸' المحلی ص ۳۷۳ ج ۸

۵۶۔ مسلم فی الایمان باب "من غشنا فلیس منا" ترمذی فی البیوع باب الغش' ابوداؤد فی الاجارات باب الغش' ابن ماجہ فی التجارات باب الغش

۵۷۔ المحلی ص ۴۲ ج ۹' کنز الحمال نمبر ۹۹۴۸' کشف الغمہ ص ۱۱ ج ۲' شرح السنہ ص ۱۴۸ ج ۸' المغنی ص ۱۷۸ ج ۴

۵۸۔ بخاری فی البیوع باب شراء الابل الھیم' سنن بیہقی ص ۳۲۱ ج ۵

۵۹۔ المحلی ص ۷۸ ج ۹

۶۰۔ عبدالرزاق ص ۱۵۵ ج ۸' المحلی ص ۷۸ ج ۹' طبقات ابن سعد ص ۱۷۳ ج ۴

۶۱۔ تکملہ - المجموع ص ۱۶ ج ۱۲' المغنی ص ۱۳۵ ج ۴

۶۲۔ عبدالرزاق ص ۲۵۱'۲۵۴ ج ۷' سنن سعید بن منصور ص ۲۹۷/۱ ج ۳' سنن بیہقی ص ۲۲۲ ج ۷' المحلی ص ۱۵۳ ج ۱۰' المغنی ص ۶۵۹ ج ۶' کشف الغمہ ص ۶۶ ج ۲

۶۳۔ المغنی ص ۶۶۰ ج ۶

۶۴۔ عبدالرزاق ص ۲۵۲ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۱۶ ج ۱

۶۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۰۰/۱ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۲۱۵ ب ج ۱' الموطا ص ۵۶۲ ج ۲' شرح السنہ ص ۱۱۱ ج ۹' عبدالرزاق ص ۲۵۱ ج ۷' المغنی ص ۶۶۱ ج ۶

حرف الدال

دابتہ (جانور) دیکھیے مادہ حیوان۔

دباغتہ (دباغت دینا)

کچی کھالوں سے رطوبات دور کرنے کو دباغت کہتے ہیں۔
دباغت کے ذریعے کھالیں پاک ہو جاتی ہیں (دیکھیے مادہ جلد)

دبر (مقعد)

انسان یا جانور کے اس مقام کو دبر کہتے ہیں جہاں سے پاخانہ خارج ہوتا ہے۔ مذکریا
مونث کے دبر میں وطی کرنے کا حکم (دیکھیے مادہ وطوء نمبر۲ کا جز واؤ)
خارج ہونے والی نجاست سے دبر کی تطہیر(دیکھیے مادہ استنجاء نمبر۲)

دعاء (دعا کرنا)

۱۔ تعریف: تذلل اور عاجزی کے ساتھ نیز گڑگڑا کر بندے کی اللہ سے درخواست کو دعا کرتے ہیں۔

۲۔ دعا کی قبولیت کے اوقات: کچھ اوقات ایسے ہیں جن کے اندر اللہ سبحانہ کی اپنے بندوں پر تجلیات نازل ہوتی ہین اور دوسرے اوقات کی بہ نسبت ان کے اندر دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ان اوقات کے بارے میں منقولہ روایات کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ جمعہ کا دن: حضرت ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اس گھڑی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو تو اللہ سے مانگی ہوئی ہر چیز اللہ اسے دے دیتا ہے"[۱]۔ پھر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ایک دن کے اندر حاجت طلب کرنا تو بڑا آسان ہے۔[۲]"

ب۔ اذان کے وقت: حضرت ابن عمرؓ موذن کی اذان کے وقت دعا مانگنے کا حکم دیتے تھے۔[۳] آپ مغرب کی اذان کے وقت دعا مانگنا بہت پسند کرتے اور فرماتے کہ یہ دعا

کی قبولیت کی گھڑی ہے [۴]۔

ج۔ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، عیدین کی دو راتیں
حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے "پانچ راتیں ایسی ہیں جن کے اندر دعا رد نہیں ہوتی، یعنی جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات اور عیدین کی دو راتیں" [۵]۔

د۔ علاوہ ازیں قدر کی رات اور یوم عرفہ کی رات جن کے اندر دعا کی قبولیت پر سب کا اتفاق ہے۔

۳۔ نماز کی جگہ بیٹھ کر دعا مانگنا:

جب کوئی شخص اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو مستحب ہے کہ وہ اسی جگہ بیٹھ کر اللہ سے دعائیں مانگے۔ حضرت ابن عمرؓ جس جگہ نماز ادا کرتے اسی جگہ بیٹھ کر دعائیں مانگا کرتے [۶]۔

۴۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا:

دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کعبہ نظر آنے پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے اور اسے مستحب سمجھتے [۷]۔ نیز رمی جمرات کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲ کا جزھ)

۵۔ باواز بلند دعا مانگنا:

بلند آواز سے دعا مانگنا مکروہ ہے۔ افضل دعا وہ ہے جس کے الفاظ انسان صرف اپنی ذات کو سنائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کچھ لوگوں کو بلند آواز کے ساتھ دعائیں مانگتے دیکھا تو فرمایا: "لوگو! تم کسی بہری ذات یا کسی غائب کو نہیں پکار رہے ہو" [۸]۔

۶۔ کھڑے ہو کر دعا مانگنا:

حضرت ابن عمرؓ یہ بات مکروہ سمجھتے تھے کہ ایک شخص نماز پڑھنے کے بعد کھڑے ہو کر دعا مانگے۔ یعنی دعا کرنے کی خاطر کھڑا ہو جائے کیونکہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت کا پہلو ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے

کے بعد کھڑا ہو گیا اور دعا مانگنے لگا۔ آپ نے اسے بہت برا بھلا کہا[۹]۔

اس قاعدے سے کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنا مستثنیٰ ہے کیونکہ یہاں مذکورہ بالا مشابہت نہیں پائی جاتی' حسیل بن زید کہتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ کعبہ میں داخل ہوئے' دو رکعتیں پڑھیں پھر مڑے اور رکن کے متصل دو رکعتیں پڑھیں میں تو باہر آگیا اور آپ کو اس حالت میں چھوڑ آیا کہ آپ کھڑے کر دعائیں مانگ رہے تھے اور تکبیریں کہہ رہے تھے"[۱۰]۔

۷۔ دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا:

دعا مانگنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کیونکہ ایسی صورت میں قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ گذشتہ فقرہ نمبر۶ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کعبہ کی طرف رخ کرکے اللہ سے دعائیں مانگتے رہے' نیز عرفات کے اندر بھی آپ قبلہ رخ ہو کر دعائیں کرتے (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۹ کے جز واؤ کا جزا) صفا اور مروہ پر وقوف کے دوران بھی کعبہ کی طرف منہ کرکے دعا کرتے (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جز ج)

۸۔ کافر کے لئے بد دعا کرنا:

حضرت ابن عمرؓ کافر کے حق میں بد دعا کو جائز قرار دیتے تھے آپ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا اور اسے سلام کہا۔ آپ کے رفقاء نے کہا کہ یہ شخص کافر ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس شخص سے کہا: "میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو" اس نے سلام واپس کر دیا۔ پھر آپ نے کہا: "اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے" اور پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "جزیہ کے لئے اس کے مال اور اولاد کو اللہ زیادہ کرے"[۱۱]۔ یعنی آپ نے اس کے حق میں ایک طرح سے بد دعا کی۔

۹۔ حضرت ابن عمرؓ کی بعض دعائیں:

آپ سے بہت سی دعائیں منقول ہیں۔ ان میں کچھ دعائیں درج ذیل ہیں۔

الف۔ طلوع فجر کے وقت آپ کی دعا: مجاہد کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کی صحبت میں رہا ہوں' جب طلوع فجر ہوتا تو آپ بلند آواز سے یہ دعا کرتے: "ایک سننے والے نے اللہ

کی حمد اور اس کی نعمت نیز ہمارے ساتھ اس کے حسن سلوک کی بات سن لی' اے اللہ تو ہمارے ساتھ رہ اور ہم پر اپنا فضل فرما' اے اللہ میں جہنم سے تیری پناہ میں آتا ہوں"[۱۲]۔

ب۔ سنت طواف کی دو رکعتوں کے بعد نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے دوران آپ کی دعا۔ آپ یہ دعا کرتے :" اے اللہ' مجھے اپنے دین' اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ بچائے رکھ' اے اللہ' مجھے اپنے حدود سے بچا کے رکھ' اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو تجھ سے' تیرے فرشتوں' تیرے رسولوں اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ مجھے اپنا' اپنے فرشتوں کا اور اپنے رسولوں کا محبوب بنا دے' اے اللہ مجھے دنیا اور آخرت میں وہ بھلائیاں عطا کر جو تو اپنے نیک بندوں کو عطا کرتا ہے۔ اے اللہ' میرے لئے راحت کی چیز آسان کر دے اور مصیبت کی چیز سے مجھے بچائے رکھ اور دنیا و آخرت میں مجھے بخش دے' اے اللہ میرے دل میں یہ بات ڈال دے کہ میں اس عہد کو پورا کروں جو تو نے مجھ سے لیا ہے' اے اللہ مجھے پرہیز گاروں کا امام بنا دے اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثین میں سے بنا دے اور قیامت کے دن میرے گناہ بخش دے"[۱۳]۔

ج۔ جنازہ پر آپ کی دعا:

جب آپ کسی کا جنازہ پڑھتے تو یہ دعا مانگتے :"اے اللہ اس میت کو برکت عطا کر' اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور اسے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر پہنچا"[۱۴]۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴۰ کا جزھ)

د۔ سجدے کے اندر آپ کی دعا:

سجدے کی حالت میں آپ یہ دعا کرتے:" اے میرے رب' مجھے اس دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھ جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا"[۱۵]۔ بعض دفعہ آپ یہ دعا کرتے :" اے میرے رب' تو نے مجھ پر جو انعام کیا ہے' میں مجرموں کا ہرگز مددگار نہیں بنوں گا"[۱۶]۔ (دیکھئے مادہ سجود نمبر۲ کا جز واؤ)

ھ۔ نماز کے بعد کی دعا:

نماز کے بعد آپ اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد دعا کرتے :" اللھم انت السلام ومنک السلام ' تبارکت یا ذاالجلال والاکرام "[۱۷]۔

و۔ آپ یہ دعا بھی کرتے۔

" اے اللہ ' میں تجھ سے وہ تمام بھلائی مانگتا ہوں جسے مانگنا میرے مجھے چاہئے اور میں اس تمام برائی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جس سے تیری پناہ طلب کرنا مجھے چاہئے "[۱۸]۔ یہ دعا بھی کرتے :"اے اللہ ' مجھ سے ایمان نہ چھین لے جس طرح تو نے اسے مجھے عطا کیا ہے "[۱۹]۔

نماز کے افتتاح کی دعا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کا جزج)

حجر اسود کے استلام کے وقت دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۵ کا جز د)

طواف کے دوران دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۵ کا جز ھ)

صفا پر دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جز ج)

رمی جمار کے وقت دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۲ کا جز ھ) نیز (مادہ حج نمبر۳۰ کا جز د)

قبر پر دعا (دیکھئے مادہ قبر نمبر۲ کا جز ج)

دعوۃ (کھانے پر بلانا)

۱۔ تعریف: شادی وغیرہ کے موقع پر کھانے پر بلانے کو دعوت کہتے ہیں۔

۲۔ دعوت قبول کرنا۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کھانے کی دعوت قبول کرنا واجب سمجھتے تھے ' ایک دن آپ کو کھانے پر بلایا گیا۔ آپ کے رفقاء میں سے ایک شخص نے کہا:" مجھے تو اس دعوت سے معاف رکھئے" آپ نے فرمایا:" اس سے کوئی معافی نہیں ' اٹھو "[۲۰]۔

ب۔ دعوت قبول کرنا صرف کھانا کھانے کی خاطر نہیں ہوتا بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں تالیف قلوب ' معاشرتی ارتباط اور حسن سلوک کی اشاعت کا پہلو ہوتا ہے ' اسی لئے روزہ دار کے لئے بھی غیر روزہ دار کی طرح دعوت قبول کرلینا لازم ہے۔ حضرت ابن

عمرؓ روزے کی حالت میں شادی اور غیر شادی والی دعوت میں چلے جاتے"[۲۱]۔ ایک دفعہ آپ کو دعوت پر بلایا گیا۔ آپ وہاں گئے اور ہاتھ بڑھا کر بسم اللہ کہا اور پھر ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا:" تم لوگ کھاؤ میں روزے سے ہوں"[۲۲]۔ ایسی صورت میں یہ مستحب ہے کہ وہ میزبان کے لئے دعا کرے۔ حضرت ابن عمرؓ کو جب کھانے پر بلایا جاتا اور آپ روزے سے ہوتے تو میزبان کے گھر جاتے اور اس کے لئے دعا کرکے واپس ہو جاتے"[۲۴]۔

ج۔ ناپسندیدہ بات دیکھ کر دعوت سے واپس آجانا:

اگر کسی کو کھانے پر بلایا جائے اور وہ وہاں کوئی منکر یعنی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اس کے لئے وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہوگا بلکہ واپس آجانا اس پر لازم ہوگا۔ حضر ابو ایوب انصاریؓ کو حضرت ابن عمرؓ کے مکان پر کھانے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے وہاں دیوار پر پردے دیکھے، یہ بات انہیں ناپسند لگی اور واپس آگئے، حضرت ابن عمرؓ نے ان کی واپسی پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی (دیکھئے مادہ زینہ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۴)

دم۔ (خون)

۱۔ تعریف: رگوں میں جاری سرخ سیال مادے کو دم کہتے ہیں۔

۲۔ خون کا نجس ہونا: خون کی نجاست پر حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اتفاق ہے آپ جب سینگی لگواتے تو اس جگہ کو دھو ڈالتے[۲۵]۔ ابن حزم نے روایت کی ہے کہ آپ مذکورہ جگہ تو پانی سے دھونے کی بجائے سنگریزوں کے ذریعے خشک کرکے پاک کر لینے کو جائز قرار دیتے تھے۔[۲۶]۔ جس طرح سنگریزوں کے ذریعے استنجاء کی تطہیر کی جاتی ہے (دیکھئے مادہ استنجاء نمبر ۲) آپ اگر نماز کے اندر ہوتے اور کپڑے پر خون کا دھبہ نظر آجاتا تو اگر مذکورہ کپڑا اتار ڈالنا ممکن ہوتا تو اسے اتار دیتے۔ اگر اتار نہ سکتے تو نماز چھوڑ کر چلے جاتے اور خون دھو کر واپس آتے اور نماز کا باقیماندہ حصہ پورا کر لیتے"[۲۷]۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنے کپڑے پر خون دیکھا اس پر تھوک کرا سے

تھوک کے ساتھ مل دیا۔[۲۸] اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ خون قلیل مقدار میں تھا جس کی وجہ سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں پڑ سکتا تھا یا اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ ہر ایسی چیز کے ذریعے نجاست سے تطہیر کے جواز کے قائل تھے جو نجاست کو زائل کر دیتی ہو' خواہ وہ پانی کے سوا کوئی او چیز کیوں نہ ہوتی۔ اس لئے جب تھوک کے ذریعے نجاست کا نشان زائل ہو گیا تو کپڑا پاک ہو گیا۔

بیہقی نے "معرفۃ السنن والآثار" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے چہرے پر موجود ایک پھنسی کو دبا دیا اور اس سے تھوڑا سا خون نکلا جسے آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان مل دیا اور پھر ہاتھ دھوئے بغیر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے[۲۹]۔

ائمہ حدیث نے اس اثر کی روایت ان الفاظ میں کی ہے: " آپ نے اپنے چہرے پر موجود پھنسی کو دبایا اور اس سے کچھ مواد نکلا' ایک روایت میں ہے کہ خون نکلا اور انگلیوں سے اسے مسل دیا اور پھر وضو کئے بغیر نماز پڑھ لی' اس کی تفصیل آگے آئے گی مذکورہ بالا اثر کے اندر دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وضوء نہیں ٹوٹا اس لئے کہ خون دبانے کی وجہ سے نکلا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ اثر خون کے پاک ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے وضوء کئے بغیر نماز پڑھ لی" اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ پاک نہیں کیا۔

۴۔ خون کا ناقض وضو ہونا:

یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خون کو ناقض وضوء سمجھتے تھے اگر وہ جسم سے از خود نکلے خواہ قلیل ہو یا کثیر' ہم نے یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے اس عمل سے استنباط کی ہے کہ اگر نماز کے اندر آپ کی نکسیر پھوٹ جاتی تو جا کر وضو کرتے اور پھر واپس آکر باقی ماندہ نماز ادا کر لیتے بشرطیکہ اس دوران کلام نہ کیا ہو[۳۰]۔ ایک اور روایت کے مطابق تھوڑا یا بہت خون نکلنے کی بنا پر آپ نماز چھوڑ کر چلے جاتے اور پھر وضوء کرکے باقیماندہ نماز ادا کر لیتے البتہ اگر کلام کر لیتے تو پھر پوری نماز کا اعادہ کرتے[۳۱]۔

جو خون اپنا زور لگا کر نکالا جائے وہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ناقض وضوء نہیں

ہے۔ یہی بات ظاہر ہے۔ خواہ یہ خون قلیل ہو یا کثیر۔ قلیل کے بارے میں تو ثابت ہو چکا ہے کہ چہرے پر موجود پھنسی دبا کر آپ نے ایک روایت کے مطابق خون نکال دیا اور اسے دونوں انگلیوں کے درمیان مل کر وضوء کئے بغیر نماز پڑھ لی [۳۲]۔ کثیر مقدار کے بارے میں آپ کا قول ہے کہ جو شخص سینگی لگوائے وہ صرف سینگی والے مقامات دھو ڈالے۔ [۳۳]

۴۔ خون کا کھانا اور پینا حرام ہے

(دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ کا جز ۳)

۵۔ نومولود کا ساتویں دن عقیقہ کر کے عقیقہ کا خون اس کے سر پر لگانا

(دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲)

دین (دین)

۱۔ تعریف: جو مال کسی کے ذمہ ثابت ہو اسے دین کہتے ہیں۔

۲۔ یتیم کا مال دین کے طور پر لینا: اصول تو یہ ہے کہ ولی کے لئے یتیم کے مال میں کوئی ایسا تصرف جائز نہیں جو اس کے لئے ضرر رساں ہو۔ دین کو سابق میں یتیم کے حق میں فائدہ مند تصرف تصور سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ اگر مال ولی کے ہاتھ میں ہوتا تو بطور امانت ہوتا اور ولی کی زیادتی یا کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جانے کی صورت میں یتیم کے حساب سے ضائع شدہ شمار ہوتا۔ اور ولی کو اس کا کوئی تاوان بھرنا نہ پڑتا۔ لیکن اگر ولی مذکورہ مال کسی ثقہ شخص کو قرض کے طور پر دے دے تو گویا اس نے اسے ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا اس لئے کہ ضائع ہونے کی صورت میں وہ قرض لینے والے کے حساب سے ضائع شدہ شمار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے یتیم کا مال قرض لینے کو جائز قرار دیا تھا۔" [۳۴]

۳۔ دین ادا کرنا واجب ہے:

جو شخص دین کے طور پر کوئی مال حاصل کرے اس پر اس کی جلد از جلد ادائیگی واجب ہو جاتی ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ: "جو شخص دین کا

بوجھ لے کر اس دنیا سے جائے گا اس کی نیکیوں میں سے وصولی کی جائے گی نہ تو کسی دینار کی وصولی کی جائے گی اور نہ ہی کسی درھم کی"[۳۵]۔ آپ نے حمران سے فرمایا:" حمران' اللہ سے ڈرو اور اپنے اوپر دین کا بوجھ لے کر اس دنیا سے نہ جاؤ کہ پھر تمہاری نیکیوں سے وصولی کرلی جائے نہ کہ دینار سے اور نہ ہی درہم سے"[۳۶]۔

۳۔ جس نقد یعنی سکے میں دین حاصل کیا ہو کسی اور نقد یعنی سکے میں اس کی ادائیگی کرنا:۔ اس کے جواز کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات میں اختلاف ہے مثلاً سونے کے سکے میں قرض لے کر اس کی ادائیگی چاندی کے سکے میں کرنا یا اس کے برعکس کرنا نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص دیناروں کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار نہ لے[۳۷]۔ سعید بن جبیر نے آپ سے روایت کی ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[۳۸]۔ دونوں روایتوں میں یہ کہہ کہ تطبیق دی جاسکتی ہے کہ دیناروں کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار لینا جائز ہے تاہم اسے افضل طریقے سے کنارہ کشی نہ کہا جائے گا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کی ممانعت ورع و تقوی پر مبنی تھی تحریم پر مبنی نہیں ہے۔ اس پر دوسری روایت کے الفاظ (لاباس کوئی حرج نہیں) دلالت کرتے ہیں یہ کلمہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ بہتر صورت اس کے خلاف ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جزج)

قرض خواہ اگر چاہے تو مقروض سے اپنی نقد رقم کے بدلے سامان کی صورت میں بھی اپنا حق یعنی قرض وصول کرسکتا ہے[۳۹]۔

۴۔ وصول شدہ قرض سے افضل کی ادائیگی۔

الف۔ قرض خواہ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ قرضدار پر یہ شرط عائد کردے کہ وہ وصول شدہ قرض سے افضل کی ادائیگی کرے کیونکہ یہ بعینہ ربوا یعنی سود ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا:" میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور اس پر افضل چیز کی واپسی کی شرط عائد کردی ہے" آپ نے جواب میں فرمایا:" یہی تو ربوا ہے" اس نے پوچھا "ابوعبدالرحمٰن پھر اس سلسلے میں آپ مجھے کونسا طریقہ اختیار کرنے

کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا" قرض کی تین صورتیں ہیں ایک قرض جس میں تم صرف اللہ کی خوشنودی چاہو' تمہیں اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی۔ ایک قرض جس میں تم اپنے دوست یعنی قرض لینے والے کی خوشنودی چاہو' تمہیں تمہارے دوست کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی اور ایک قرض جس میں تم گھٹیا چیز دے کر عمدہ چیز لینا چاہو یہ ربوا یعنی سود ہے' وہ کہنے لگا:" اب آپ کا کیا حکم ہے؟" آپنے جواب دیا:" میرا خیال ہے کہ تم قرض کا صحفہ پھاڑ ڈالو اگر وہ تمہیں قرض کی مثل واپس کر دے تو قبول کر لو اور اگر اس سے کم تر واپس کرے تو اسے لے لو تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ خوشی سے بہتر چیز دے تو یہ اس کا شکریہ ہوگیا جو اس نے تمہارے حق میں ادا کیا ہے اور تم نے اسے اتنی مہلت دی اس کا تمہیں اجر ملے گا"[۴۰]۔ آپ نے فرمایا:" جو شخص کسی کو قرض دے تو صرف اس کی ادائیگی کی شرط لگائے"[۴۱]۔

ب۔ گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر قرض دار قرض لی ہوئی چیز سے افضل چیز اپنی خوشی سے اور سابقہ شرط کے بغیر ادا کرے تو قرض خواہ کے لئے اسے لے لینا جائز ہو گا۔ القاسم بن بزہ نے یعقوب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے کوئی چیز فراخی حاصل ہونے کی مدت تک ثمن کی ادائیگی کی شرط پر خریدی تھی' پھر آپ اپنے ذمہ واجب الادا سکوں سے افضل سکے لے کر یعقوب کے پاس گئے۔ یعقوب نے کہا"یہ سکے تو میرے سکوں سے افضل ہیں"۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:" یہ میری طرف سے عطیہ ہے' ایک روایت میں ہے کہ "مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن میں یہ بخوشی دے رہا ہوں 'کیا تم اسے قبول کر لو گے؟" یعقوب نے اس کا جواب اثبات میں دیا[۴۲]۔ اگر کسی شخص نے کسی کو سیاہ رنگ کے درہم قرض دیئے ہوں تو ان کے بدلے سفید رنگ کے درہم وصول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کی شرط نہ لگائی ہو[۴۳]۔ ابن سباع کے آزاد کردہ غلام عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دو ہزار درہم قرض کے طور پر دیئے' آپ نے میری طرف دو ہزار بڑے درہم بھیج دیئے' میں نے انہیں وزن کیا تو وزن کے حساب سے دو ہزار درہم زائد نکلے' میں نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت ابن عمرؓ مجھے آزمانا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس رقم

میں دو ہزار درہم زائد ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ تمہارے ہو گئے" [۴۴]۔

ج۔ قرض خواہ کے لئے قرض دار سے ہدیہ وصول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں یہ قرض فائدہ کھینچ لانے والا قرض بن جائے گا اور ہر ایسا قرض ربوا ہوتا ہے اگر دائن مدیون کا یہ ہدیہ قبول کرلے تو اس پر اس کے بدلے اسی قسم کا ہدیہ دینا لازم ہو جائے گا یا پھر وہ اس ہدیے کی قیمت کا حساب دین میں کرے گا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ: "میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اس نے مجھے ہدیہ بھیجا ہے" آپ نے فرمایا: "اسے ہدیہ بھیج کر اس کا بدلہ دو' یا اپنے قرض میں اس کا حساب کرو یا پھر اسے واپس کردو" [۴۵]۔

۵۔ قرض کی معجل ادائیگی کے بالمقابل دین کی رقم میں کمی کرنا:

یہ جائز نہیں ہے کہ مدیون دائن پر یہ شرط عائد کردے کہ اس کی طرف سے دین کی معجل ادائیگی کے بالمقابل دائن دین کی رقم میں سے کچھ کمی کردے۔ ابن یامین کے آزادہ کردہ غلام قیس نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ تجارت کی غرض سے بصرہ اور شام کی طرف جاتے ہیں اور وہاں ادھار پر مال فروخت کردیتے ہیں۔ پھر ہم جب جلد واپس آنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ادھار پر مال لینے والے کہتے ہیں کہ ہماری ادھار رقم میں کمی کردو تو ہم نقدادائیگی کردیتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: "یہ شخص مجھے حکم دے رہا ہے کہ میں اسے سود کھانے کا فتوی دے دوں اور اس کا گاہک اسے سود کھلائے" یہ کہہ کر آپ نے میرا بازو پکڑ کر تین دفعہ ہلایا میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے صرف فتوی پوچھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "نہیں تم ایسا نہیں کرسکتے" [۴۶]۔ آپ کے پاس عبدالرحمٰن بن مطعم آئے اور کہا: "فلاں شخص کے ذمہ میرا ایک واجب الادا حق یعنی دین ہے جس کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر ہے میں نے اس سے کہا کہ: "تم مجھے فوری ادائیگی کردو' میں رقم میں کمی کردوں گا" آپ نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: "ہمیں امیر المومنین نے اس بات سے روک دیا ہے کہ ہم دین کے بدلے عین فروخت کریں" [۴۷]

۔ آپ نے فرمایا: "جس شخص کا کسی پر حق ہو اور اس حق کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر ہو اور پھر وہ فوری طور پر حق کا ایک حصہ وصول کرے اور ایک حصہ چھوڑ دے تو یہ ربوا یعنی سود ہوگا"[۴۸]۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنے غلام کو چاندی یا سونے کے سکوں کے بدلے مکاتب بنا دے اور ادائیگی کی قسطیں مقرر کر دے، فرمایا کہ یہ بات مکروہ ہے کہ آقا مذکورہ غلام سے کہے کہ: "تم اتنی رقم مجھے فوری ادائیگی کرو تو باقیماندہ رقم تمہاری ہوگی"[۴۹]۔ اسے مقاطعہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج) البتہ آقا کے لئے اپنے غلام سے مقاطعہ کی یہ صورت جائز ہے کہ وہ نقود کی بجائے عروض یعنی اشیاء مقرر کر دے آپ نے اس بات سے روک دیا تھا کہ مکاتب غلاموں سے مقاطعہ کیا جائے البتہ صرف عروض کے ذریعے مقاطعہ ہو سکتا ہے۔[۵۰]

۶- دین کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکوۃ نمبر ۴)

بیع سلم کے اندر دین کو ثمن قرار دینا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۳)

دین کے اندر اجل (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۲)

دیۃ (خوں بہا)

جان کے بدلے کے طور پر واجب ہونے والے مال کو دیت کہتے ہیں۔

جنایات کی دیت (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ب)۔

حرف الدال کے اندر مذکورہ حوالہ جات

[1] ۔ بخاری مسلم 'نسائی فی الجمعہ' باب الساعہ التی فی یوم الجمعہ' الموطا ص ۱۰۸ ج ۱

[2] ۔ المغنی ص ۳۵۵ ج ۲

[3] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۲ ج ۱

[4] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ب' ج ۱

[5] ۔ عبدالرزاق ص ۳۱۷ ج ۴

[6] ۔ سنن بیہقی ص ۱۹۱ ج ۲

[7] ۔ شرح السنہ ص ۹۹ ج ۸' المجموع ص ۱۰ ج ۹' المغنی ص ۳۶۹ ج ۳

[8] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ ج ۱

[9] ۔ حوالہ مذکورہ بالا

[10] ۔ حوالہ مذکورہ بالا

[11] ۔ المغنی ص ۵۳۶ ج ۸' شرح منتہی الارادات ص ۱۳۳ ج ۲' شرح السنہ ۲۶۹ ج ۱۲' عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر کی زبان سے یہ کلمات نکل گئے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لئے وجہ تلاش کی ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ آپ کوتاہ نظر تھے اور سیاست سے ناواقف تھے

[12] ۔ عبدالرزاق ص ۴۳۴ ج ۱۱' ص ۱۵۷ ج ۵

[13] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ب' ج ۲

[14] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۵ب' ج ۲

[15] ۔ عبدالرزاق ص ۱۵۸ ج ۲

[16] ۔ عبدالرزاق ص ۱۵۹ ج ۲

[17] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ج ۱

[18] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ ج ۲

[19] ۔ حوالہ درج بالا

[20] ۔ عبدالرزاق ص ۴۴۸ ج ۱۰' سنن بیہقی ص ۲۶۲ ج ۷' المحلی ص ۴۵۱ ج ۹

[21] ۔ المحلی ص ۴۵۰ ج ۹' شرح السنہ ص ۱۴۲ ج ۹' کشف الغمہ ص ۷۳ ج ۲

[22] ۔ المغنی ص ۴ ج ۷

[23] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ج ۱

[24] ۔ المحلی ص ۳۳ ج ۷

[25] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۸' ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۴۰ ج ۱' نیل الاوطار ص ۲۳۸ ج ۱' معرفہ السنن والآثار ص ۳۶۷ ج ۱' بخاری شریف ص ۲۹۳ ج ۱

[26] ۔ المحلی ص ۱۰۷ ج ۱

[27] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۴۰۳ ج ۲' شرح السنہ ص ۹۶ ج ۲' کشف الغمہ ص ۸۶ ج ۱

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ب، ج ۱

۲۹۔ معرفۃ السنن والآثار ص ۳۶۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۴۱ ج ۱

۳۰۔ الموطا ص ۴۶ ج ۱، نیل الاوطار ص ۲۳۶ ج ۱، الاستذکار ص ۲۸۷، ۲۹۱ ج ۱، المحلی ص ۲۵۹ ج ۱

۳۱۔ عبدالرزاق ص ۲۷۳ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، المغنی ص ۷۹ ج ۲

۳۲۔ عبدالرزاق ص ۱۴۵ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۲۳ ب، ج ۱، المحلی ص ۲۶۰ ج ۱، ص ۱۹۸ ج ۳، نیل الوطار ص ۲۳۸ ج ۱، المغنی ص ۱۸۵ ج ۱، ص ۸۷ ج ۲، کشف الغمہ ص ۵۰ ج ۱

۳۳۔ بخاری ص ۲۹۳ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۲۹ ج ۱، المحلی ص ۱۹۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۱ ج ۱، المجموع ص ۵۸ ج ۲

۳۴۔ المحلی ص ۳۲۴ ج ۸

۳۵۔ عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱

۳۶۔ عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۱۱

۳۷۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۸

۳۸۔ حوالہ درج بالا

۳۹۔ عبدالرزاق ص ۴۳، ۴۷ ج ۸

۴۰۔ سنن بیہقی ص ۳۵۱ ج ۵، عبدالرزاق ص ۱۴۶ ج ۸ کنزالعمال نمبر ۱۰۱۴۴، کشف الغمہ ص ۱۴، ج ۲، الموطا ص ۶۸۱ ج ۲

۴۱۔ الموطا ص ۶۸۲ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۵۰ ج ۵

۴۲۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۸، سنن بیہقی ص ۳۵۲ ج ۵، المغنی ص ۳۲۱ ج ۴، الموطا ص ۶۸۱ ج ۲

۴۳۔ احکام القرآن ص ۴۵۹ ج ۱

۴۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳، طبقات ابن سعد ص ۱۶۶ ج ۴

۴۵۔ عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۸، المحلی ص ۸۶ ج ۸، کنزالعمال نمبر ۱۰۱۴۳، کشف الغمہ ص ۱۴ ج ۲

۴۶۔ عبدالرزاق ص ۴۷ ج ۸، آثار ابن یوسف نمبر ۸۴۰، ۸۴۱

۴۷۔ عبدالرزاق ص ۲۷ ج ۸، سنن بیہقی ص ۲۸ ج ۶، المغنی ص ۴۹۰ ج ۴، الموطا ص ۶۷۲ ج ۲، موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، مادہ دین نمبر ۵ کا جز ب

۴۸۔ عبدالرزاق ص ۷۱ ج ۸

۴۹۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۱۰

۵۰۔ عبدالرزاق ص ۴۳، ۴۷، ۴۲۸، ۴۲۹ ج ۸، المحلی ص ۲۴۴ ج ۹

حرف الذال

ذبح (ذبح)

۱۔ تعریف: گردن کی دونوں رگیں کاٹ دینا ذبح کا عمل کہلاتا ہے۔

۲۔ ذبح کرنے والا: ذبح کرنے ولا یا تو مسلمان ہوگا یا اہل کتاب یا دیگر ادیان کے پیروکاروں میں سے کوئی ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک یا تو آزاد ہوگا یا غلام' اگر غلام ہو تو یا تو بھاگا ہوا ہوگا یا بھاگا ہوا نہیں ہوگا۔

الف۔ مسلمان کا ذبیحہ: مسلمان کا ذبیحہ بلاخلاف چند شرطوں کے ساتھ جن کا ہم آگے ذکر کریں گے' کھایا جائے گا۔ اسی طرح مسلمانوں کے بازاروں میں موجود ذبح شدہ جانوروں کا گوشت کھایا جائے گا' اسی طرح مسلمانوں کے پیش کردہ ذبیحہ کا گوشت سوال کئے بغیر کھایا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ: "ہم لوگ دوسرے علاقوں میں سفر کرتے ہیں۔ ہمیں بدوی لوگ نیز بچے ملتے ہیں اور ہمیں گوشت کھانے کے لئے دیتے ہیں جس کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا" آپ نے فرمایا" مسلمان جو گوشت کھلائے اسے کھالو"۔[۱]

ب۔ اہل کتاب کا ذبیحہ: اہل کتاب چاہے یہودی ہوں یا نصرانی اس کے ذبیحہ کا گوشت کھایا جائے گا۔[۲] کیونکہ قول باری ہے سورہ مائدہ آیت ۵ (وطعام الذین اوتواالکتاب حل لکم اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے)۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں (احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتواالکتاب حل لکم تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے)۔ (نیز ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ ۔ اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو)۔ نیز (وما اھل لغیر اللہ بہ اور جسے غیر اللہ کے نام پر نامزد کیا گیا ہو) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا' اس پر آپ نے فرمایا "یہود و نصاری نیز کافر عربوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اس شخص اور اس کے ساتھیوں نے مجھ سے سوال کیا' جب میرا

جواب ان کے خیال کے مطابق نہ ہوا تو اب یہ آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں" [۳]۔

ج۔ مسلمانوں اور اہل کتاب کے سوا دیگر لوگوں کا ذبیحہ:

ایسے لوگوں کا ذبیحہ کھانا بالا جماع حلال نہیں ہے کیونکہ سورۃ انعام آیت نمبر ۱۲۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (ولا تاکلو امما لم یذکر اسم الله علیه اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو)۔ مذکورہ لوگ اللہ کے نام کا ذکر نہیں کرتے۔

د۔ بھاگے ہوئے غلام کا ذبیحہ: حضرت ابن عمرؓ نے بھاگے ہوئے غلام (آبق) کا ذبیحہ کھانا مکروہ قرار دیا ہے۔ ب[۳]۔ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۴)

۳۔ ذبح شدہ جانور:

حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ ایسے حیوانات جن سے بہنے والا خون نکلتا ہو اور ایسے حیوانات جن سے بہنے والا خون نہ نکلتا ہو۔

الف۔ ایسے جانور جن سے بہنے والا خون نہ نکلتا ہو خواہ وہ خشکی کا جانور ہو یا پانی کا' انہیں ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی [۴]۔ مثلاً مچھلی اور ٹڈی وغیرہ۔

ب۔ اگر جانور سے بہنے والا خون نکلتا ہو اور وہ خشکی کا جانور ہو تو شرعی ذبح کے بغیر اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہو گا۔

۴۔ ذبح کرنے کی کیفیت:

جانور کے حال کے اعتبار سے ذبح کی کیفیت مختلف ہوتی ہے کیونکہ جانور یا تو پالتو ہو گا اور ٹھہرا ہوا ہو گا یا وحشی یعنی جنگلی ہو گا یا پالتو ہو گا اور وحشی بن گیا ہو گا یا پالتو ہو گا لیکن اسے شرعی طور پر ذبح کرنے سے عجز اور لاچاری پیدا ہو گئی ہو گی۔

الف۔ اگر جانور وحشی ہو یعنی پالتو نہ ہو یا پالتو ہو اور وحشی بن گیا ہو یا پالتو ہو لیکن شرعی طور پر اسے ذبح کرنے میں لاچاری پیش آگئی ہو تو ان صورتوں میں وہ شکار کے حکم میں ہو گا' اس کے جسم کے کسی حصے کو بھی زخمی کر دینے کی بنا پر جب اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کا گوشت حلال ہو جائے گا [۵]۔ ایک اونٹ کنویں میں گر پڑا' حضرت ابن عمرؓ موجود تھے۔ ایک شخص اسے ذبح کرنے کے لئے کنویں میں اترا لیکن پھر کہنے لگا کہ

میں اسے نحر یعنی ذبح کرنے کی قدرت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا: "اس پر اللہ کا نام لو اور اس پر وہی عمل کرو جس کے ذریعے اس جیسے جانوروں کو ہلاک کیا جاتا ہے" اس نے ایسا ہی کیا اور پھر مذکورہ اونٹ ٹکڑوں کی شکل میں کنویں سے نکالا گیا' آپ نے اس کا دسواں حصہ دو یا چار درہموں میں خریدا[6]۔

ب۔ اگر جانور پالتو اور مانوس ہو تو اس کی گردن سے ذبح کرکے ہی اسے کھانا حلال ہوگا۔ لمبی گردن والے جانور مثلاً اونٹ کے لبہ کے اندر نحر کیا جائے گا یعنی نیزے کے ذریعے اس کے سینے کے بالائی حصے پر کچو کے لگائے جائیں گے کیونکہ اس کی جان نکلنے کے لئے یہ طریقہ زیادہ سہل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو کھڑے کرکے اور اگلا دایاں پاؤں باندھ کر[7]۔ ان کے سینوں کے اوپر نیزے سے کچو کے لگا کر نحر کرتے تھے۔[8]۔ اگر جانور لمبی گردن والا نہ ہو مثلاً گائے بکری وغیرہ تو اسے ذبح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۸ کا جز الف)

ج۔ اگر حلق سے ذبح کرنے کی ابتداء ہی میں جانور کا سر اس کے دھڑ سے الگ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت کھایا جائے گا لیکن جان بوجھ کر سر دھڑ سے جدا کر دینا مکروہ ہے[9]۔ ابو مجلز نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ذبیحہ کا سر دھڑ سے جدا کر دیا گیا آپ نے اس کا گوشت کھا لینے کا حکم دیا۔[10]۔

د۔ اگر جانور کو اس کی گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو اسے کھایا نہیں جائے گا خواہ سر دھڑ سے الگ کر دیا گیا ہو یا الگ نہ کیا گیا ہو[11]۔ کیونکہ اس میں احتمال ہو گا کہ چھری گردن کی رگوں تک پہنچنے سے پہلے نخاع شو کی کٹ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو۔

میں اسے نحر یعنی ذبح کرنے کی قدرت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا: "اس پر اللہ کا نام لو اور اس پر وہی عمل کرو جس کے ذریعے اس جیسے جانوروں کو ہلاک کیا جاتا ہے" اس نے ایسا ہی کیا اور پھر مذکورہ اونٹ ٹکڑوں کی شکل میں کنویں سے نکالا گیا' آپ نے اس کا دسواں حصہ دو یا چار درہموں میں خریدا[6]۔

ب۔ اگر جانور پالتو اور مانوس ہو تو اس کی گردن سے ذبح کرکے ہی اسے کھانا حلال

ہو گا۔ لمبی گردن والے جانور مثلاً اونٹ کے لبہ کے اندر نحر کیا جائے گا یعنی نیزے کے ذریعے اس کے سینے کے بالائی حصے پر کچوکے لگائے جائیں گے کیونکہ اس کی جان نکلنے کے لئے یہ طریقہ زیادہ سہل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو کھڑے کرکے اور اگلا دایاں پاؤں باندھ کر [۷]۔ ان کے سینوں کے اوپر نیزے سے کچو کے لگا کر نحر کرتے تھے [۸]۔ اگر جانور لمبی گردن والا نہ ہو مثلاً گائے بکری وغیرہ تو اسے ذبح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ اضحیتہ نمبر ۸ کا جز الف)

ج۔ اگر حلق سے ذبح کرنے کی ابتداء ہی میں جانور کا سر اس کے دھڑ سے الگ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت کھایا جائے گا لیکن جان بوجھ کر سر دھڑ سے جدا کر دینا مکروہ ہے [۹]۔ ابو مجلز نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ذبیحہ کا سر دھڑ سے جدا کر دیا گیا آپ نے اس کا گوشت کھا لینے کا حکم دیا۔ [۱۰]۔

د۔ اگر جانور کو اس کی گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو اسے کھایا نہیں جائے گا خواہ سر دھڑ سے الگ کر دیا گیا ہو یا الگ نہ کیا گیا ہو [۱۱]۔ کیونکہ اس میں احتمال ہو گا کہ چھری گردن کی رگوں تک پہنچنے سے پہلے نخاع شو کی کٹ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو۔

ھ۔ جنین کی ذبح: اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس کی ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں اگر وہ ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے [۱۲]۔ بیہقی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا اگے نہ ہوں [۱۳]۔

و۔ قبلہ رخ ہونا؛ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو' آپ اس ذبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذابح ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو [۱۴]۔ البتہ اسے تحریم قرار نہیں دیتے تھے۔ یعنی ذبیحہ حرام نہیں ہوتا تھا۔

ز۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کرکے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دنیار

بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے"[۱۵]۔

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے' ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے[۱۶]۔ وہ کھڑے ہوتے اور آپ انکے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچو کے لگاتے[۱۷]۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا:

حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو تا یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سہواً ترک کیا ہو یا عمداً[۱۸]۔

زیر بحث مادہ (ذبح نمبر۲ کے جزب) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا' آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی (احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم) نیز (ولا تاکلوا ممالم یذ کراسم اللہ علیہ) نیز (وما اھل لغیر اللہ بہ) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب پر' یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں" آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں[۱۸ب]۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہدو کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے[۱۹]۔ گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ لیکن آپ نے صرف یہ بات معلوم کرا دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے جسے

کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا ہو

تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: "بسم اللہ واللہ اکبر"[۲۰]۔

(دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۸ کا جز ب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثنا کو تقرب الٰہی کی غرض سے زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے باوضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ذکر الٰہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور ذکر الٰہی کرتے[۲۱]۔ (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جزو)

۳۔ ذکر الٰہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی کا عمل ذکر کرنے والے کے لیئے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ: "تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کیوں نہیں پڑھا کرتے - یہ دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں، ایک جملے کے بدلے دس نیکیاں، دس نیکیوں کی سو نیکیاں اور سو نیکیوں کی ہزار نیکیاں، اور جو شخص زیادہ کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا"[۲۲]۔

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شہری بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

الف۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جزیہ واجب ہو جاتا ہے اور

اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد' ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا احترام لازم ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ذمی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں"[۲۳]۔

ایک ذمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلوار سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: "ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی کہ تم ہمارے نبی کو گالیاں دو"[۲۴]۔

ب۔ ذمی کو سلام کہنا: ذمی کے ساتھ سلام کہنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذمی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: "میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو" چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: "اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے" پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "جزیہ کے لئے کثیر کر دے"[۲۵]۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی انواع: گناہوں کی دو انواع ہیں۔ صغائر اور کبائر

کبائر گنتی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقیماندہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ

"میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ گن دیں'"۔ یہ سن کر آپ نے سات یا آٹھ کبائر گن دئے جو یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' ناحق کسی کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت لگانا' ایسی گذری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی یمین غموس۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:" اسے کھانا کھلاؤ' اسے کے ساتھ نرمی سے کلام کرو' خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے"[26]

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور; درج ذیل امور میں سے کوئی بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

الف۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا: کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:" جو شخص کوئی ایسا جرم کرلے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے"[27]۔

ب۔ توبہ اور استغفار' حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر۹)

ج۔ نیک اعمال کرنا: کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر۱۱۴ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذھبن السیات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبائر کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ:"کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ:" والدہ کو کھانا کھلاؤ' اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو' خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے"[28]۔

معاصی کے لیئے اجارے پر لینا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزب کا

جز ۱) معاصی کو پیشے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲ کا جز ج)

ذھب (سونا)

سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز الف) جس چیز پر سونے کی پتری وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کے جز الف کا جز ۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تختم نمبر ۲ کا جز الف)

سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۲ کا جز ب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ح)

سونے کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کا جز ب)

ذوی الارحام (ذوی الارحام)

۱۔ تعریف: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد

۲۔ ذوی الارحام کی عدم توریث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف)

حرف الذال میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴

۲۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱' المحلی ص ۴۵۵ ج ۷

۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ ج ۶

۳ب۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۷

۴۔ کشف الغمۃ ص ۲۴۰ ج ۱

۵۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲' المجموع ص ۱۳۱ ج ۹

۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ب ج ۱' المحلی ص ۴۴۷ ج ۷' المغنی ص ۵۶۶ ج ۸

۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱

۸۔ سیرالاعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

۹۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح المجموع ص ۹۴ ج ۹' المغنی ص ۵۸۰ ج ۸

۱۰۔ المحلی ص ۴۴۳ ج ۷

۱۱۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۲۱ ج ۱۱' المجموع ص ۹۴ ج ۹

۱۲۔ الموطا ص ۴۹۰ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۳۶ ج ۹' تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۲' احکام القرآن ص ۱۱۱ ج ۱' شرح السنۃ ص ۲۲۹ ج ۱۱' المغنی ص ۵۷۹ ج ۸' کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱

۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹

۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۹' المحلی ص ۴۵۴ ج ۷' المغنی ص ۴۳۲ ج ۳' ص ۵۷۶ ج ۸

۱۵۔ المغنی ص ۴۳۲ ج ۳' تفسیر قرطبی ص ۶۲ ج ۱۳

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱

۱۷۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲' تفسیر قرطبی ص ۷۵ ج ۸' المجموع ص ۸۰ ج ۹

۱۸ب۔ المحلی ص ۴۱۱ ج ۷

۱۹۔ المغنی ص ۴۳۱'۵۴۱ ج ۳' المجموع ص ۳۲۳ ج ۸' احکام القرآن ص ۲۳۵ ج ۳

۲۰۔ المحلی ص ۴۱۴ ج ۷

۲۱۔ المحلی ص ۸۸ ج ۱

۲۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱

۲۳۔ المحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱

۲۴۔ حوالہ درج بالا

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰' شرح السنتہ ص ۲۶۹ ج ۱۲' المغنی ص ۵۳۶ ج ۸' شرح منتہی الارادات ص ۱۳۳ ج ۱

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات بلا قصد نکل پڑے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو تاہ نظر قرار پاتے

[26]۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱۰

[27]۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ماجاء لایزنی الزانی وھو مومن

[28]۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱

حرف الراء

راس (سر)

سر پر نہ مارنا(دیکھئے مادہ تادیب نمبر۳) نیز (مادہ جلد)
وضو میں سر کا مسح کرنا(دیکھئے مادہ وضوء نمبر۴ کا جزھ)
احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانپنا(دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ب کا جز۱)
سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)
عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر۲)

ربا(سود)

۱۔ تعریف: مشروع عوض سے خالی زائد مال کی شرط کو ربا کہتے ہیں

۲۔ ربوا کی انواع اور ربوا کا حکم

حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا النسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لانا ان کبائر گناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر۲)

۳۔ ربوا النسیہ(ادھار پر مبنی سود)

الف۔ اس کی تعریف: ربوا النسیہ اس زائد مال کو کہتے ہیں جس کی شرط اجل یعنی مدت کے بالمقابل لگائی گئی ہو

ب اس کی انواع ۔ اس کی پانچ انواع ہیں

۱۔ پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالمقابل زائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سو درہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر۴ کے جزالف) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے زائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:" یہ تو سود ہے" اس نے کہا:"

آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں " : " آپ نے فرمایا" میری رائے ہے کہ تم قرض کا یہ صفحہ پھاڑ دو' اگر وہ تمہیں اتنی رقم واپس کر دے جو تم نے اسے دی ہے تو اسے قبول کرلو' اگر وہ کم رقم واپس کرے تو اسے لے لو اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ تمہاری دی ہوئی رقم سے زائد رقم اپنی خوشی سے دیدے تو یہ اس کا شکریہ ہو گا جسے وہ تمہارے لئے ادا کر رہا ہے اور تم نے جو اسے مہلت دی تھی اس کا تمہیں اجر مل پہنچنے سے پہلے شو کی کٹ جانے کی سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو

ھ۔ جنین کی ذبح:اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال آئے ہوں اگر ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے [۱۲]۔

۔ بیہقی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا اگے نہ ہوں [۱۳]۔

و۔ قبلہ رخ ہونا ;حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو' آپ اس زبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذابح ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو [۱۴]۔

البتہ اسے تحریم قرار نہیں دیتے تھے ۔یعنی ذبیحہ حرام نہیں ہو تا تھا۔

ز۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کرکے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دینار بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا:"اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے" [۱۵]۔

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے' ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے [۱۶]۔

وہ کھڑے ہوتے اور آپ اگلے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچھ کے

لگاتے [۱۷]۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہوتا یا غیر مسلمان ہوتا یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سہواً ترک کیا ہو عمداً [۱۸]۔

زیر بحث مادہ (ذبح نمبر۲ کے حزب) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا' آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی(احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا ا لکتاب حل لکم) نیز (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) نیز (وما اھل بغیر اللہ بہ) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاری اور کفار عرب پر' یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں" آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں [۸۱]۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں ۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہدو کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے [۱۹]۔

گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے ۔ لکین آپ نے صرف یہ بات معلوم کرا دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا ہو

تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: "بسم اللہ واللہ اکبر"[۲۰]۔
(دیکھئے مادہ اضحیتہ نمبر۸ کا جز ب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثنا کو تقریب الٰہی کی غرض سے زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے باوضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ذکر الٰہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے 'سلام کا جواب دیتے اور ذکر الٰہی کرتے[۲۱]۔
(دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر۲ کا جزو)

۳۔ ذکر الٰہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی کا عمل ذکر کرنے والے کے لیئے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرتِ ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ: " تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کیوں نہیں پڑھا کرتے ۔ یہ دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں' ایک جملے کے بدلے دس نیکیاں' دس نیکیوں کی سو نیکیوں کی ہزار نیکیاں ' اور جو شخص زیادہ کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا"[۲۲]۔

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شہری بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

ا۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جزیہ واجب ہو جاتا ہے اور اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد' ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا

احترام لازم ہو جاتا ہے اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ذمی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں "[۲۳]۔

ایک ذمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلوار سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: "ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی تم ہمارے نبی کو گالیاں دو "[۲۴]۔

ب۔ ذمی کو سلام کہنا: ذمی کے ساتھ سلام کہنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذمی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: "میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو" چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: "اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے" پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "جزیہ کے لئے کثیر کر دے "[۲۵]۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی ازاع: گناہوں کی دو ازاع ہیں۔ صغائر اور کبائر

کبائر گنتی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقیماندہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ "میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ گن دیں"۔ یہ سن کر آپ نے

سات یا آٹھ کبائر گن دے جو یہ ہیں ۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت لگانا، ایسی گذری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی یمین غموس۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: " اسے کھانا کھلاؤ، اسے کے ساتھ نرمی سے کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے "[۲۶]

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور ; درج ذیل امور میں سے کوئی بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

ا۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا; کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے : " جو شخص کوئی ایسا جرم کرلے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے "[۲۷]

ب ۔ توبہ اور استغفار ، حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاد نمبر۹)

ج ۔ نیک اعمال کرنا; کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر۱۱۴ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذھبن السیات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبائر کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ :"کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ: " والدہ کو کھانا کھلاؤ، اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے "[۲۸]

معاصی کے لیئے اجارے پر لینا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزب کا جزا) معاصی کو پیشے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ج)

ذھب (سونا) سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر۷ کا جزا) جس

چیز پر سونے کی پتری وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر۷ کے جز ا کا جز ۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تختم نمبر۲ کا جز ا)

سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر۲ کا جز ب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر۳ کا جز ح)

سونے کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۷ کا جز ب)

ذووالارحام (ذوی الارحام)

۱۔ تعریف: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد

۲۔ ذوی الارحام کی عدم توریث (دیکھئے مادہ ارث نمبر۳ کا جز ا)

[1] ۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴

[2] ۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج۱' المحلی ص ۴۵۵ ج ۷

[3] ۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ج ۶

[3ب] ۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۷

[4] ۔ کشف الغمتہ ص ۲۴۰ ج۱

[5] ۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲' المجموع ص ۱۳۱ ج ۹

[6] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ب ج۱' المحلی ص ۴۴۷ ج ۷' المغنی ص ۵۶۶ ج ۸

[7] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ج ۱

[8] ۔ سیرالسلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

[9] ۔ بخاری فی الن بائح باب النحر والن بح المجموع ص ۹۴ ج۹' المغنی ص ۵۷۰ ج ۸

[10] ۔ المحلی ص ۴۴۳ ج ۷

[11] ۔ بخاری فی الن بائح باب النحر والن بح عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴ 'شرح السنتہ ص ۲۲۱ ج ۱۱' المجموع ص ۹۴ج ۹

[12] ۔ الموطا ص ۴۹۰ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۴' سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۹' تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۲' احکام القرآن ص ۱۱۱ ج ۱' شرح السنتہ ص ۲۲۹ ج ۱۱' المغنی ص ۵۷۹ ج ۷ 'کشف الغتمص ۲۴۰ ج۱

[13] ۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹

[14] ۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۹' المحلی ص ۴۵۴ ج ۷' المغنی ل ۴۳۲ ج ۳' ص ۵۷۶ ج ۸

[15] ۔ المغنی ص ۴۳۲ ج ۳' تفسیر قرطبی ص ۶۲ ج ۱۳

[16] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱

[17] ۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

[18] ۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲' تفسیر قرطبی ص ۷۵ ج ۸' المجموع ص ۸۰ ج ۹

[18ب] ۔ المحلی ص ۴۱۱ ج ۷

[19] ۔ المغنی ص ۴۳۱' ۵۴۱ ج ۳' المجموع ص ۳۲۳ ج ۸' احکام القرآن ص ۳۳۵ ج ۳

[20] ۔ المحلی ص ۴۱۴ ج ۷

[21] ۔ المحلی ص ۸۸ ج۱

[22] ۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱

[23] ۔ المحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱

[24] ۔ حوالہ درج بالا

[25] ۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰' شرح السنتہ ص ۲۶۹ ج ۱۶' المغنی ص ۵۳۶ ج ۸' شرح منتہی الارادات ص ۱۳۳ ج۱ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات بلا قصہ نکل پڑے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو تاہ نظر قرار

پائے

[۲۶]۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱۰

[۲۷]۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ماجاء

لایزنی الزانی وھو مومن

[۲۸]۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱

حرف الراء

راس (سر) سر پر نہ مارنا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر۳) نیز (مادہ جلد)
وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۴ کا جزھ)
احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ب کا جز۱)
سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)
عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر۲)

ربا (سود)

۱۔ تعریف: مشروع عوض سے خالی زائد مال کی شرط کو ربا کہتے ہیں

۲۔ ربوا کی انواع اور ربوا کا حکم

حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا النسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لانا ان کبائر گناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر۲)

۳۔ ربوا النسیہ (ادھار پر مبنی سود)

۱۔ اس کی تعریف: ربوا النسیہ اس زائد مال کو کہتے ہیں جس شرط اجل یعنی مدت کے بالمقابل لگائی گئی ہو

ب اس کی انواع ۔ اس کی پانچ انواع ہیں

۱۔ پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالمقابل زائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سو درہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر ۴ کے جز۱) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے زائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "یہ تو سود ہے" اس نے کہا: "آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں"

ھ۔ جنین کی ذبح: اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس کی ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں اگر وہ ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے [۱۲]۔ بیہقی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا اگے نہ ہوں [۱۳]۔

و۔ قبلہ رخ ہونا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو، آپ اس ذبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذابح ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو [۱۴]۔ البتہ اسے تحریم قرار نہیں دیتے تھے۔ یعنی ذبیحہ حرام نہیں ہوتا تھا۔

ز۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کرکے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دینار بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے" [۱۵]۔

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے، ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے [۱۶]۔ وہ کھڑے ہوتے اور آپ انکے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچو کے لگاتے [۱۷]۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا:

حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہوتا یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سہواً ترک کیا ہو یا عمداً [۱۸]۔

زیر بحث مادہ (ذبح نمبر ۲ کے جزب) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا، آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی (احل لكم الطيبات وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم) نیز (ولا تاكلوا ممالم يذكراسم الله عليه) نیز (وما اهل لغير الله به) لیکن

سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاری اور کفار عرب پر' یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں" آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں [۱۸ب]۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں ۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہدو کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے [۱۹]۔ گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے ۔ لیکن آپ نے صرف یہ بات معلوم کرا دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے جسے کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا ہو

تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: "بسم اللہ واللہ اکبر" [۲۰]۔
(دیکھئے مادہ اضحیتہ نمبر۸ کا جزب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثنا کو تقرب الٰہی کی غرض سے زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے باوضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ذکر الٰہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے 'سلام کا جواب دیتے اور ذکر الٰہی کرتے [۲۱]۔ (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر۲ کا جزو)

۳۔ ذکر الٰہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی کا عمل ذکر کرنے والے کے

لیئے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ: "تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کیوں نہیں پڑھا کرتے۔ یہ دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں' ایک جملے کے بدلے دس نیکیاں' دس نیکیوں کی سو نیکیاں اور سو نیکیوں کی ہزار نیکیاں' اور جو شخص زیادہ کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا" [۲۲]

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شہری بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

الف۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جزیہ واجب ہو جاتا ہے اور اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد' ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا احترام لازم ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ذمی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں" [۲۳]

ایک ذمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلوار سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: "ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی کہ تم ہمارے نبی کو گالیاں دو" [۲۴]

ب۔ ذمی کو سلام کہنا: ذمی کے ساتھ سلام کہنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذمی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت

ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: "میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو" چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: "اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے" پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "جزیہ کے لئے کثیر کر دے[۲۵]۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی انواع: گناہوں کی دو انواع ہیں۔ صغائر اور کبائر

کبائر گنتی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقیماندہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ "میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ گن دیں": "یہ سن کر آپ نے سات یا آٹھ کبائر گن دئے جو یہ ہیں ۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' ناحق کسی کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت لگانا' ایسی گذری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی یمین غموس۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اسے کھانا کھلاؤ' اسے کے ساتھ نرمی سے کلام کرو' خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے[۲۶]۔

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور: درج ذیل امور میں سے کوئی بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

الف۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا; کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص کوئی

ایسا جرم کر لے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے" [۲۷]

ب۔ توبہ اور استغفار ' حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر۹)

ج۔ نیک اعمال کرنا: کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر۱۱۴ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذھبن السیات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبائر کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ :"کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ:" والدہ کو کھانا کھلاؤ' اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو' خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے" [۲۸]

معاصی کے لیئے اجارے پر لینا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزب کا جزا) معاصی کو پیشے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ج)

ذھب (سونا)

سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر۷ کا جزالف) جس چیز پر سونے کی پتری وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر۷ کے جزالف کا جز۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا(دیکھئے مادہ تختم نمبر۲ کا جز الف)

سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر۲ کا جزب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا(دیکھئے مادہ طعام نمبر۳ کا جز ح)

سونے کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۷ کا جزب)

ذوی الارحام (ذوی الارحام)

۱۔ تعریف: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد

۲۔ ذوی الارحام کی عدم توریث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف)

حرف الذال میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴

۲۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱' المحلی ص ۴۵۵ ج ۷

۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ ج ۶

۳ب۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۷

۴۔ کشف الغمتہ ص ۲۴۰ ج ۱

۵۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲' المجموع ص ۱۳۱ ج ۹

۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ب ج ۱' المحلی ص ۴۴۷ ج ۷' المغنی ص ۵۶۶ ج ۸

۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱

۸۔ سیرالاعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

۹۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح المجموع ص ۹۴ ج ۹' المغنی ص ۵۸۰ ج ۸

۱۰۔ المحلی ص ۴۴۳ ج ۷

۱۱۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۲۱ ج ۱۱' المجموع ص ۹۴ ج ۹

۱۲۔ الموطا ص ۴۹۰ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۴' سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۹' تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۲' احکام القرآن ص ۱۱۱ ج ۱' شرح السنتہ ص ۲۲۹ ج ۱۱' المغنی ص ۵۷۹ ج ۸' کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱

۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹

۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۹' المحلی ص ۴۵۴ ج ۷' المغنی ص ۴۳۲ ج ۳' ص ۵۷۶ ج ۸

۱۵۔ المغنی ص ۴۳۲ ج ۳' تفسیر قرطبی ص ۶۲ ج ۱۳

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱

۱۷۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲' تفسیر قرطبی ص ۷۵ ج ۸' المجموع ص ۸۰ ج ۹

۱۸ب۔ المحلی ص ۴۱۱ ج ۷

۱۹۔ المغنی ص ۴۳۱' ۵۴۱ ج ۳' المجموع ص ۳۲۳ ج ۸' احکام القرآن ص ۲۳۵ ج ۳

۲۰۔ المحلی ص ۴۱۴ ج ۷

۲۱۔ المحلی ص ۸۸ ج ۱

۲۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱

۲۳۔ المحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱

۲۴۔ حوالہ درج بالا

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰' شرح السنتہ ص ۲۶۹ ج ۱۲' المغنی ص ۵۳۶ ج ۸' شرح منتھی الارادات ص ۱۳۳ ج ۱

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات بلا قصہ نکل پڑے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو تاہ نظر قرار پاتے

[۲۶] ۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱۰

[۲۷] ۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ماجاء لایزنی الزانی وھو مومن

[۲۸] ۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱

حرف الراء

راس (سر)

سر پر نہ مارنا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر۳) نیز (مادہ جلد)
وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۴ کا جزھ)
احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ب کا جزا)
سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)
عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر۲)

ربا (سود)

۱۔ تعریف: مشروع عوض سے خالی زائد مال کی شرط کو ربا کہتے ہیں

۲۔ ربوا کی انواع اور ربوا کا حکم

حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا النسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لانا ان کبائر گناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر۲)

۳۔ ربوا النسیہ (ادھار پر مبنی سود)

الف۔ اس کی تعریف: ربوا النسیہ اس زائد مال کو کہتے ہیں جس کی شرط اجل یعنی مدت کے بالمقابل لگائی گئی ہو

ب اس کی انواع۔ اس کی پانچ انواع ہیں

۱۔ پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالمقابل زائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سو درہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر ۴ کے جزالف) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے زائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "یہ تو سود ہے" اس نے کہا: "

آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں "؛" آپ نے فرمایا" میری رائے ہے کہ تم قرض کا یہ صفحہ پھاڑ دو' اگر وہ تمہیں اتنی رقم واپس کر دے جو تم نے اسے دی ہے تو اسے قبول کر لو' اگر وہ کم رقم واپس کرے تو اسے لے لو اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ تمہاری دی ہوئی رقم سے زائد رقم اپنی خوشی سے دیدے تو یہ اس کا شکریہ ہو گا جسے وہ تمہارے لئے ادا کر رہا ہے اور تم نے جو اسے مہلت دی تھی اس کا تمہیں اجر مل پہنچنے سے پہلے شو کی کٹ جانے کی سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو

ھ۔ جنین کی ذبح: اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال آئے ہوں اگر ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے [۱۲]۔

۔ بیہقی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا اگے نہ ہوں [۱۳]۔

و۔ قبلہ رخ ہونا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو' آپ اس ذبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذابح ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو [۱۴]۔

البتہ اسے تحریم قرار نہیں دیتے تھے ۔یعنی ذبیحہ حرام نہیں ہوتا تھا۔

ز۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کرکے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دنیار بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے" [۱۵]۔

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے' ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے [۱۶]۔

وہ کھڑے ہوتے اور آپ انکے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچھ کے

لگاتے[17]۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہوتا یا غیر مسلمان ہوتا یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سہواً ترک کیا ہو عمداً[18]۔

زیر بحث مادہ (ذبح نمبر۲ کے حزب) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا' آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی (احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا ا لکتاب حل لکم) نیز (ولا تاکلوا مما لم ین کر اسم اللہ علیہ) نیز (وما اھل بغیر اللہ بہ) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاری اور کفارِ عرب پر' یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں" آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں[81]۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہدو کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے[19]۔

گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ لیکن آپ نے صرف یہ بات معلوم کرا دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا ہو

تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: "بسم اللہ واللہ اکبر"[۲۰]۔
(دیکھئے مادہ اضحیتہ نمبر۸ کا جز ب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثنا کو تقریب الٰہی کی غرض سے زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے باوضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ذکر الٰہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ باوضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے' سلام کا جواب دیتے اور ذکر الٰہی کرتے[۲۱]۔
(دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر۲ کا جزو)

۳۔ ذکر الٰہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی کا عمل ذکر کرنے والے کے لیئے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ: "تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کیوں نہیں پڑھا کرتے۔ یہ دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں' ایک جملے کے بدلے دس نیکیاں' دس نیکیوں کی سو نیکیوں کی ہزار نیکیاں' اور جو شخص زیادہ کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا"[۲۲]۔

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شہری بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

ا۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جزیہ واجب ہو جاتا ہے اور اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد' ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا

احترام لازم ہو جاتا ہے اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ذمی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں"[۲۳]۔

ایک ذمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کیئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلوار سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: "ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی تم ہمارے نبی کو گالیاں دو"[۲۴]۔

ب۔ ذمی کو سلام کہنا: ذمی کے ساتھ سلام کہنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذمی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: "میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو" چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: "اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے" پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "جزیہ کے لئے کثیر کر دے"[۲۵]۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی ازاع: گناہوں کی دو ازاع ہیں۔ صغائر اور کبائر

کبائر گنتی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقیماندہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ "میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ گن دیں"۔ یہ سن کر آپ نے

سات یا آٹھ کبائر گن دے جو یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت لگانا، ایسی گذری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی یمین غموس۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اسے کھانا کھلاؤ، اسے کے ساتھ نرمی سے کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے"[۲۶]

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور: درج ذیل امور میں سے کوئی بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

ا۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا: کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص کوئی ایسا جرم کرلے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے"[۲۷]

ب۔ توبہ اور استغفار، حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر۹)

ج۔ نیک اعمال کرنا: کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر۱۱۴ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذھبن السیات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبائر کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ: "کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ: "والدہ کو کھانا کھلاؤ، اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے"[۲۸]

معاصی کے لیئے اجارے پر لینا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز ب کا جزا) معاصی کو پیشے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ج) ذھب (سونا) سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر۷ کا جزا) جس

چیز پر سونے کی پتری وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبرے کے جز ا کا جز ۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ ترشم نمبر۲ کا جز ا)

سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر۲ کا جز ب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر۳ کا جز ح)

سونے کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبرے کا جز ب)

ذووالارحام (ذوی الارحام)

۱۔ تعریف: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہونے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد

۲۔ ذوی الارحام کی عدم توریث (دیکھئے مادہ ارث نمبر۳ کا جز ا)

[۱] ۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴
[۲] ۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ا' المحلی ص ۴۵۵ ج ۷
[۳] ۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ ج ۶
[۳ب] ۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۷
[۴] ۔ کشف الغمتہ ص ۲۴۰ ج ا
[۵] ۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲' المجموع ص ۱۳۱ ج ۹
[۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ ب ج ا' المحلی ص ۴۴۷ ج ۷' المغنی ص ۵۶۶ ج ۸
[۷] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ا
[۸] ۔ سیرالسلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
[۹] ۔ بخاری فی الن بائع باب النخر والن بع المجموع ص ۹۴ ج ۹' المغنی ص ۵۷۰ ج ۸
[۱۰] ۔ المحلی ص ۴۴۳ ج ۷
[۱۱] ۔ بخاری فی الن بائع باب النخر والن بع عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴ 'شرح السنتہ ص ۲۲۱ ج ۱۱' المجموع ص ۹۴ ج ۹
[۱۲] ۔ الموطا ص ۴۹۰ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۴' سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۹' تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۲' احکام القرآن ص ۱۱۱ ج ا' شرح السنتہ ص ۲۲۹ ج ۱۱' المغنی ص ۵۷۹ ج ۷ 'کشف الغتمس ۲۴۰ ج ا
[۱۳] ۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹
[۱۴] ۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۹' المحلی ص ۴۵۴ ج ۷' المغنی ل ۴۳۲ ج ۳' ص ۵۷۶ ج ۸
[۱۵] ۔ المغنی ص ۴۳۲ ج ۳' تفسیر قرطبی ص ۶۲ ج ۱۳
[۱۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ا
[۱۷] ۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
[۱۸] ۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲' تفسیر قرطبی ص ۵۷ ج ۸' المجموع ص ۸۰ ج ۹
[۱۸ب] ۔ المحلی ص ۴۱۱ ج ۷
[۱۹] ۔ المغنی ص ۴۳۱' ۵۴۱ ج ۳' المجموع ص ۳۲۳ ج ۸' احکام القرآن ص ۳۳۵ ج ۳
[۲۰] ۔ المحلی ص ۴۱۴ ج ۷
[۲۱] ۔ المحلی ص ۸۸ ج ا
[۲۲] ۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱
[۲۳] ۔ المحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱
[۲۴] ۔ حوالہ درج بالا
[۲۵] ۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰' شرح السنتہ ص ۲۶۹ ج ۱۲' المغنی ص ۵۳۶ ج ۸' شرح منتہی الارادات ص ۱۳۳ ج ا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات بلا قصہ نکل پڑے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو تاہ نظر قرار

پائے

۲۶۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱۰

۲۷۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ماجاء لایزنی الزانی وھو مومن

۲۸۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ا

حرف الراء

راس (سر) سر پر نہ مارنا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر۳) نیز (مادہ جلد)

وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۴ کا جزھ)

احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ب کا جزا)

سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)

عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر۲)

ربا (سود)

۱۔ تعریف: مشروع عوض سے خالی زائد مال کی شرط کو ربا کہتے ہیں

۲۔ ربوا کی انواع اور ربوا کا حکم

حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا النسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لانا ان کبائر گناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر۲)

۳۔ ربوا النسیہ (ادھار پر مبنی سود)

ا۔ اس کی تعریف: ربوا النسیہ اس زائد مال کو کہتے ہیں جس شرط اجل یعنی مدت کے بالمقابل لگائی گئی ہو

ب اس کی انواع۔ اس کی پانچ انواع ہیں

ا۔ پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالمقابل زائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سو درہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر۴ کے جزا) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے زائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "یہ تو سود ہے" اس نے کہا: "آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں" اگر وہ تمہیں اتنی رقم واپس کر دے جو تم نے اسے دی

ہے تو اسے قبول کرلو' اگر وہ کم رقم واپس کرے تو اسے لے لو اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ تمہاری دی ہوئی رقم سے زائد رقم اپنی خوشی سے دیدے تو یہ اس کا شکریہ ہو گا جسے وہ تمہارے لئے ادا کر رہا ہے اور تم نے جو اسے مہلت دی تھی اس کا تمہیں اجر ملے گا"[1]۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص کسی کو قرض کے طور پر رقم دے وہ صرف اس کی ادائیگی کی شرط عائد کرے"[2]۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر قرض لینے والا پیشگی شرط کے بغیر اپنی خوشی سے زائد رقم دے دے تو قرض خواہ کے لئے اسے لے لینا جائز ہو گا۔ قاسم بن ابی بزہ نے یعقوب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے کوئی چیز خریدی اور فراخی کے حصول تک ثمن کی ادائیگی کی شرط عائد کردی۔ پھر آپ اس کے پاس نقد رقم کی شکل میں چاندی کے سکے لے کر آئے جو یعقوب کے متعین کئے ہوئے چاندی کے سکوں سے افضل تھے' یعقوب نے کہا کہ یہ سکے میرے مقررہ سکوں سے افضل ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ میری طرف سے عطیہ ہے" ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا "مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن میں بخوشی تمہیں یہ سکے دے رہا ہوں' کیا تم انہیں قبول کرلو گے؟" یعقوب نے اس کا جواب اثبات میں دیا[3]۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کے جز ۶ کا جز ب)

اگر کوئی شخص سیاہ درہموں کا کسی کو قرض دے تو اسکے بدلے سفید درہم وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر اس نے اس کی شرط نہ لگائی ہو[4]۔

۲۔ دوسری نوع: ایک چیز کی اسکی مثل کے بدلے بیع کے اندر مبیع اور ثمن میں سے کسی ایک پر قبضے کے اندر تاخیر کرنا خواہ یہ نقد کی صورت میں ہو یعنی درہم و دینار یا خوردنی چیز ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو مثلاً سونے کے بدلے سونے کی' گندم کے بدلے گندم کی اور اونٹ کے بدلے اونٹ کی فروخت۔ یہ سب نسیہ ہے۔

نقود اور مطعومات (اشیائے خوردنی) ان ربوی (سودی) اصناف میں سے ہیں جن کا ذکر حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "سونے کے بدلے سونا' چاندی کے بدلے چاندی' جو کے بدلے جو' خشک کھجوروں (خرما) کے بدلے خشک کھجوریں نمک کے بدلے نمک برابر

سرابر، دست بدست، جس شخص نے زائد دیا یا زائد طلب کیا اس نے ربوا کا ارتکاب کیا، اس کے اندر لینے والا اور دینے والا دونوں یکساں ہیں"[۵]۔

ان کے سوا دیگر اصناف کو ہر ایک کے اندر مثلیت کی علت کی بنا پر ان پر قیاس کیا جائے گا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ دو اونٹوں کے بدلے مہلت کے ساتھ ایک اونٹ کی بیع کیسی ہے "آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا[۶]۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ "مجھ سے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ کی دست بدست بیع کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو میں نے اس کا جواب نفی میں دیا" حضرت ابن عمرؓ نے میرے جواب کو پسند نہیں کیا[۷]۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عمرؓ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ کی فروخت کو مباح قرار دیتے تھے لیکن اس میں نساء یعنی ادھار سے منع کرتے اور مبیع اور ثمن پر طرفین کے قبضے کو ضروری قرار دیتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ بازار میں کھڑے ہو جاتے اور آواز لگاتے کہ "کوئی ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ فروخت کرے؟ کوئی ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹنی فروخت کرے؟"[۸]۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے چار اونٹوں کے بدلے سواری کی ایک اونٹنی خریدی اور بائع سے اس بات کی ضمانت لی کہ وہ مذکورہ اونٹنی ربذہ کے مقام پر آپ کے حوالے کریے گا[۹]۔

یہ روایت اس بات کا وہم پیدا کرتی ہے کہ ایک چیز کو اس کی مثل کے بدلے بیع کے اندر نساء یعنی ادھار حلال ہے۔ ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ کے اندر اس بیع کا ایجاب نہیں کیا تھا کہ اس سے نساء لازم آتا بلکہ بیع کا ایجاب ربذہ میں ہوا تھا اور قبضے کی تکمیل بھی یہیں ہوئی تھی۔ اس کی تصریح نافع سے ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہوئی ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ربذہ کے مقام پر چار اونٹوں کے بدلے ایک اونٹنی خریدی اور پھر بائع سے فرمایا: "جاؤ جا کر سوچ

بچار کرلو' اگر تم رضامند ہو گئے تو پھر سمجھو کہ بیع پکی ہو گئی" [۱۰]۔

۳۔ تیسری نوع: ایک چیز کی اس کی جنس کے بدلے بیع کے اندر مبیع اور ثمن میں سے کسی ایک پر قبضے میں تاخیر کرنا۔ تمام اثمان (جمع ثمن) ایک ہی جنس شمار ہوتے ہیں اسی طرح تمام مطعومات (اشیائے خوردنی) ایک ہی جنس شمار ہوتی ہیں۔ بنا بریں چاندی کے بدلے سونے کی فروخت کے اندر نیز جو کے بدلے گندم کی فروخت کے اندر تقابض (مبیع اور ثمن پر طرفین کا قبضہ) شرط ہے۔ سالم بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کیل یعنی ناپ کے تحت آنے والی اشیائے خوردنی کی دو کے بدلے ایک کی دست بدست فروخت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے بشرطیکہ ان کے رنگ مختلف ہوں [۱۱]۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جن مطعومات کے رنگ مختلف ہوں ان کی دست بدست فروخت میں کوئی حرج نہیں' خشک کھجوروں کے بدلے گندم' جو کے بدلے زبیب (منقیٰ)" آپ نے اس میں نسیہ یعنی ادھار کو مکروہ قرار دیا [۱۲]۔

۴۔ چوتھی نوع: ادائیگی میں تعجیل کے بالمقابل دین میں کمی کر دینا (دیکھئے مادہ دین نمبر۵)

۵۔ پانچویں نوع: حضرت ابن عمرؓ ہر اس قرض کو سود میں شمار کرتے تھے جو کوئی فائدہ کھینچ لائے۔ بنا بریں قرضدار اگر اپنے ذمہ قرض کے وجود کے دوران قرض خواہ کو تحفے تحائف بھیجے تو اسے سود شمار کیا جائے گا الا یہ کہ قرض خواہ بھی اتنی ہی قیمت کے تحفے قرضدار کو بھیج دے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ "میں نے ایک شخص کو قرض دیا' اس نے مجھے ایک ہدیہ بھیجا ہے" آپ نے جواب میں فرمایا: "اس کے ہدیے کے بدلے تم بھی ہدیہ بھیجو یا مذکورہ ہدیے کا حساب اس پر واجب الادا اپنے قرض کی رقم میں کرلو یا اس کا ہدیہ اسے واپس کردو" [۱۳]۔

۴۔ ربوا الفضل

الف۔ اس کی تعریف: ربوی اموال (اثمان اور مطعومات) میں سے کوئی مال اس کی مثل کے بدلے تفاضل یعنی (غیر مساوی) صورت میں فروخت کرنا ربوا الفضل کہلاتا ہے۔

ب۔ اس کی تحریم: حضرت ابن عباسؓ کی طرح حضرت ابن عمرؓ بھی کہا کرتے تھے کہ

"ربوا صرف نساء یعنی ادھار کے اندر ہے" یعنی جب ایک چیز اس کی مثل کے بدلے فروخت کی جائے تو اس میں صرف نساء کی صورت میں سود ہو گا۔ نیز قرضوں کے اندر فضل (زائد رقم) کے ساتھ نساء کی صورت میں بھی سود ہو گا۔ لیکن اگر تفاضل یعنی مقدار میں کمی بیشی نساء سے خالی ہو تو یہ حلال ہے [۱۴]۔

لیکن دونوں حضرات نے اپنے اس قول سے رجوع کر کے تحریم کا قول اختیار کر لیا۔

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ "میں نے عبداللہ بن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے بیع صرف یعنی سونے کے بدلے سونے کی دست بدست متفاضل بیع کے بارے میں سوال کیا' ان حضرات نے ایسی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ان سے میں نے بیع صرف کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ زائد مقدار سود ہے۔ میں نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے مذکورہ بالا قول کی بنا پر حضرت ابو سعیدؓ کے اس قول کو پسند نہیں کیا' اس پر حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ :"میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے' وہ یہ کہ ایک شخص جو کھجور کے درخت کا مالک تھا ایک صاع (ایک پیمانے کا نام) عمدہ خشک کھجوریں لے کر آیا۔ حضور ﷺ کی کھجوریں بھی اسی قسم کی تھیں' آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کھجوریں تمہیں کہاں سے ملیں؟ اس نے جواب دیا کہ "میں دو صاع کھجوریں لے کر گیا اور ان کے بدلے ایک صاع یہ کھجوریں خرید لیں' بازار میں ان کھجوروں کا نرخ یہ ہے اور دوسری کھجوروں کا نرخ یہ ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:" افسوس ہے' تم نے تو سود کا ارتکاب کر لیا' اگر تم اس طرح کی خرید و فروخت چاہو تو اپنی کھجوریں کسی سامان کے بدلے فروخت کر دو اور پھر اپنے اس سامان کے بدلے جس طرح کی کھجوریں چاہو خرید لو" پھر حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا :"کھجوروں کے بدلے کھجوروں کی بیع ربوا بننے کی زیادہ اہلیت رکھتی ہے یا چاندی کے بدلے چاندی کی بیع؟"

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ابن عمرؓ کے پاس آیا اور آپ نے مجھے ایسی بیع سے روک دیا۔ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس نہیں گیا' مجھے ابوالصہباء نے بتایا کہ انہوں نے مکہ میں حضرت ابن عباسؓ سے ایسی بیع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے

اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا[15]۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ "ہم لوگ بعض دفعہ کسی علاقے میں جاتے ہیں' ہمارے پاس چاندی کے ہلکے سکے ہوتے ہیں جو بازار میں چل جاتے ہیں لیکن مذکورہ علاقے کے لوگوں کے پاس چاندی کے بھاری سکے ہوتے ہیں جو بازار میں نہیں چلتے تو کیا ہم اپنے سکے دے کر ان کے سکے خرید سکتے ہیں؟" حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب نفی میں دے کر فرمایا: "تم اپنے چاندی کے سکوں کو دیناروں کے بدلے فروخت کرو اور پھر ان دیناروں کے بدلے ان کے مذکورہ چاندی کے سکے خرید لو اور جب تک اس پر قبضہ نہ کرلو اس وقت تک دوسرے فریق سے علیحدہ نہ ہو' اگر وہ کسی مکان کی چھت پر چڑھ جائے تو تم بھی اس چھت پر چڑھ جاؤ' اور اگر وہ وہاں سے نیچے چھلانگ لگادے تو تم بھی اس کے ساتھ چھلانگ لگادو"[16]۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عمرؓ بیع مزابنہ کو مکروہ قرار دیتے تھے' یعنی خشک کھجوروں کے بدلے تر کھجوریں ناپ کر اور زبیب یعنی خشک انگوروں (کشمش) کے بدلے تر انگور ناپ کر فروخت کرنا۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں نوعیت کی یکسانیت کے ساتھ مقدار میں مساوات کا عدم تحقق ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے بیع مزابنہ کی ممانعت روایت کی ہے[17]۔

درج بالا وضاحت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کرلیا تھا اور ربوا الفضل کی تحریم کے قائل ہوگئے تھے[18]۔

اگر اثمان اور مطعومات کے اندر نوعیت میں اختلاف ہو تو پھر تفاضل جائز ہوگا اور نساء حرام ہوگا مثلاً چاندی کے بدلے سونے کی بیع اور جو کے بدلے گندم کی بیع وغیر ذلک[19]۔

حضرت ابن عمرؓ کیل یعنی ناپ کے تحت آنے والی اشیائے خوردنی کی دو کے بدلے ایک کی دست بدست بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اگر ان کے رنگ مختلف ہوتے[20]۔

۵۔ سودی کاروبار کرنے والے سے کچھ لے کر کھانا: حضرت ابن عمرؓ سودی کاروبار

کرنے والے سے کچھ لے کر کھالینے میں حرج نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ حرام دو افراد تک متعدی نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ "میرا ایک پڑوسی ہے جو سود خوری کرتا ہے یا جس کی کمائی خبیث کمائی ہے اور وہ بعض دفعہ مجھے کھانے پر بلا لیتا ہے تو کیا میں اس کے پاس جاکر اس کا کھانا کھالیا کروں؟" آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا[۲۱]۔

رجعہ (رجعت)

۱۔ تعریف: رفع طلاق کے ذریعے عورت کو زوجیت میں واپس لے آنا رجعت ہے۔

۲۔ رجعت کی انواع: رجعت کی تین انواع ہیں' طلاق رجعی سے رجعت' طلاق بائن سے رجعت۔ طلاق مغلظہ سے رجعت

۳۔ طلاق رجعی سے رجعت کی صورت

الف۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک رجعی طلاق دے دے یا دوسری رجعی طلاق دے دے تو وہ اسے عدت کے اندر زوجیت میں واپس لاسکتا ہے۔ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل یعنی ولادت کے ساتھ ہی اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی۔ اگر وہ حاملہ نہ ہو بلکہ اسے حیض آتا ہو اور اسے طہر کے اندر طلاق دی گئی ہو تو تیسرے حیض کا خون دیکھتے ہی اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب مطلقہ تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو وہ بائن ہو جائے گی" [۲۲]۔

اگر اسے حیض کے دوران طلاق دی گئی ہو تو چوتھے حیض کا خون دیکھتے ہی اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی [۲۳]۔ اس لئے کہ جس حیض کے اندر اسے طلاق دی گئی ہو وہ حیض اس کی عدت میں شمار نہیں ہو گا۔ اگر اسے ایک یا دو حیض آجائے اور پھر اس کا حیض مرتفع ہو جائے تو وہ نو ماہ کی مدت تک انتظار کرے گی اگر اس مدت میں کوئی حمل ظاہر نہ ہو تو وہ تین ماہ عدت گزارے گی اور پھر اپنے شوہر سے بائن ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس عورت کو طلاق مل جائے اور اسے ایک یا دو حیض آجائے اور پھر اس کا حیض مرتفع ہو جائے تو وہ نو ماہ تک انتظار کرے گی' اگر اس

دوران حمل ظاہر ہو جائے تو فبہا ورنہ وہ نو ماہ کے بعد تین ماہ کی عدت گزارے گی اور پھر آزاد ہو جائے گی"[۲۴]۔

ب۔ رجعت کا طریقہ: طلاق رجعی کے اندر رجعت قول کے ذریعے ہو گی مثلاً شوہر اس سے کہے: "میں نے تم سے رجعت کر لی" یا اسی قسم کا کوئی اور فقرہ یا رجعت فعل کے ذریعے ہو گی مثلاً وہ اس کے ساتھ ہمبستری کر لے۔ اس بارے میں صحابہؓ کے درمیان کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے۔ اگر زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو عدت کے دوران دوسرے کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں بھی رجعت ہو جائے گی (دیکھئے مادہ عدہ نمبر ۴ کا جزء ھ)

ج۔ رجعت پر گواہ بنانا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ رجعت پر گواہ بنانے کے وجوب کے قائل تھے کیونکہ سورۃ طلاق آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری ہے (فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوفارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل منکم اگر یہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں معروف طریقے سے زوجیت میں روک لو یا معروف طریقے سے ان سے علیحدہ ہو جاؤ' اور اپنوں میں سے دو عادل افراد کو گواہ بنالو) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو ایک یا دو طلاقیں دی تھیں' پھر آپ اجازت لے کر ان کے پاس جاتے' پھر جب ان سے رجعت کر لی تو اس پر گواہ بنائے اور پھر ان کے پاس گئے[۲۵]۔ (دیکھئے مادہ اشہاد نمبر ۳)

د۔ رجعت پر عورت کی رضامندی: طلاق رجعی کے اندر مطلقہ بیوی کی طرف سے رجعت پر رضامند ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر شوہر اس سے رجعت کر لے جبکہ وہ اس رجعت پر رضامند نہ ہو تو یہ رجعت بالاجماع درست ہو گی۔

۴۔ طلاق بائن سے رجعت کی صورت: اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو رجعی طلاق دیدے اور عدت کے دوران رجعت نہ کرے حتیٰ کہ اس کی عدت گزر جائے تو عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور پھر نئے مہر نیز نئے عقد کے ذریعے ہی اس کی زوجیت میں واپس آ سکے گی۔ اور تین میں سے باقی ماندہ طلاقوں کے ساتھ اس کی طرف واپس ہو گی' اگر وہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور وہ اسے طلاق دیدے یا اس کی وفات ہو

جائے اور پھر وہ اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں آ جائے تو ایسی صورت میں وہ تین طلاقوں کے ساتھ واپس ہو گی اس لئے کہ اس کا دوسرا شوہر اسے ملنے والی طلاقوں کو ختم کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور مطلقہ بیوی کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور اس کے بعد طلاق لے کر پہلے شوہر کی طرف واپس آجائے تو تین طلاقوں کے ساتھ اس کی زوجیت میں واپس آئے گی [۲۶]

۵۔ طلاق مغلظہ میں رجعت کی صورت: جس عورت کو طلاق مغلظہ ہو گئی ہو اس کے لئے اپنے شوہر کی زوجیت میں اس وقت تک آنا حلال نہیں ہو گا جب تک وہ کسی اور مرد سے درست نکاح نہ کر لے جو تحلیل (حلالہ کرنے) کی نیت سے خالی ہو اور دخول صحیحہ بھی ہو جائے' یہ بات سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۲۲۹' ۲۳۰ پر عمل کرتے ہوئے کی جائے گی۔ ان آیات میں ارشاد باری ہے (الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان .... طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے پھر یا تو معروف طریقے سے روک رکھا جائے یا اچھے طریقے سے جانے دیا جائے.........) پھر ارشاد ہوا (فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره' پھر اس کے بعد اگر وہ اسے طلاق دیدے تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے) اگر دوسرا مرد اس کے ساتھ پہلے مرد کے لئے حلال کرنے کی نیت سے نکاح کرے گا تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو گی اور نہ ہی اس کی زوجیت میں واپس آئے گی (دیکھئے مادہ تحلیل)

باکرہ کو اگر اس کا شوہر طلاق دیدے تو اس کا حکم بھی طلاق مغلظہ پانے والی عورت کی طرح ہو گا یعنی وہ اپنے پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کسی اور مرد کے ساتھ اس کا نکاح نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے باکرہ کے متعلق جس کا شوہر اسے طلاق دیدے فرمایا: "وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے: " [۲۷]

اگر شوہر اسے اپنے نکاح میں لانا چاہے تو اس رجعت کو نیا نکاح تصور کیا جائے گا اور

اس کے لئے طرفین کی نیز ولی کی رضامندی کی ضرورت ہو گی اور نئے مہر کی بھی ضرورت ہو گی اور نئے عقد کی بھی۔ نکاح ہو جانے کے صورت میں یہ عورت تین طلاقوں کے ساتھ پہلے شوہر کی زوجیت میں واپس آئے گی۔

رجم (سنگسار کرنا)

پتھروں سے مارنے کو رجم کہتے ہیں حتیٰ کہ مضروب مرجائے

زانی کو رجم کرنے کی شرطیں (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۱)

رحم (قرابت داری)

۱۔ تعریف: رحم کے دو معنی ہیں۔ اول وہ قرابت داری جس کا سبب ولادت ہو دوم وہ شخص جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہو۔

۲۔ بیع اور تقسیم کے اندر ذوی الارحام غلاموں اور لونڈیوں کے درمیان عدم تفریق (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ط)

اگر کوئی شخص اپنے ذورحم کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کا جز ج)

اگر مقتول کا قاتل اس کا ذورحم محرم ہو تو مقتول کی دیت مغلظہ لازم آئے گی (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۱)

ایسے رشتہ دار جن کے ساتھ نکاح حرام ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۱)

ذوی الارحام کی وراثت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف)

رخصہ (رخصت، اجازت)

۱۔ تعریف: کسی مشقت کو دور کرنے کے لئے مشروع اباحت کو رخصت کہتے ہیں

۲۔ رخصت پر عمل:

الف۔ دین اسلام کا معاملہ آسانی پر مبنی ہے، تنگی اور سختی پر نہیں۔ قرآن و سنت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی انسان کے لئے ایک معاملہ تنگی کا سبب بن

جائے تو شریعت اس کے لئے اس تنگی سے نکلنے کی خاطر کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیتی ہے۔ یہ بات اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہے جس کا شکر واجب ہے جو شخص اس شریعت کے احکام پر غور کرے اور ان کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ مشقت کے توقع اور اس کے وجود کے بارے میں غلبہ ظن کی بنا پر رخصت مشروع ہو جاتی ہے۔ بنا بریں ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت سفر کے اندر رخصتوں کا ایک مجموعہ مہیا کرتی ہے اس لئے کہ سفر کے اندر مشقت واقع ہونے کی توقع ہوتی ہے اور اس کے وجود کے بارے میں غلبہ ظن ہوتا ہے۔

قدیم سے اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آیا رخصت پر عمل افضل ہے یا عزیمت یعنی اصلی حکم پر عمل بہتر ہے؟ بعض علماء نے پہلی صورت کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسری صورت کو۔

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ رخصت ترک کرنے اور شدت کا اپنانے کے قائل تھے۔ تاہم ہمارے نزدیک یہ بات علی الاطلاق درست نہیں ہے۔ ہم آگے چل کر اس کی وضاحت کریں گے۔

ب۔ رخصت کی انواع: حضرت ابن عمرؓ رخصت کی دو قسمیں کرتے تھے۔

۱۔ رخصت واجبہ: ایسی رخصت جو شکل کے اعتبار سے رخصت نظر آئے لیکن حقیقت میں رخصت نہ ہو بلکہ ایک خاص شرع یعنی حکم ہو مثلاً سفر میں دوگانہ ادا کرنا حضرت ابن عمرؓ سے منقول دو میں سے ایک روایت کے مطابق آپ اس قصر کو واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کا جز ۲)

۲۔ رخصت غیر واجبہ: اس قسم کی رخصت پر بندے کا عمل اللہ کو پسند ہوتا ہے۔ بنا بریں مسلمان کے لئے اس رخصت پر علی العموم عمل کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "سفر کے اندر اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتے ہوئے روزہ نہ رکھنا مجھے روزہ رکھنے سے زیادہ پسند ہے" [۲۸]۔

پھر یہ رخصت صدقہ کی طرح ہے کہ جسے ضرورت ہو وہ اسے لے سکتا ہے۔

ضرورت کے درجے کے اعتبار سے اس رخصت پر عمل کا حکم استحباب سے لیکر وجوب تک کے درجوں میں متناسب ہوتا ہے۔ آپ سے سفر کے اندر روزہ رکھنے کا حکم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم کسی شخص کو صدقہ کے طور پر کوئی چیز دو اور وہ اسے واپس کردے تو کیا تمہیں غصہ نہیں آئے گا؟ یہ رخصت تو صدقہ ہے جسے اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے"[۲۹]۔ حتی کہ اگر حاجت ضرورت سے قریب درجے تک پہنچ جائے اور پھر حاجتمند انسان اس دی ہوئی رخصت پر عمل نہ کرے تو وہ گنہگار قرار پائے گا۔ اسی بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہ کرے اس پر عرفات کے پہاڑ جیسا گناہ لازم آئے گا"[۳۰]۔

ج۔ رخصت کی خصوصیت: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ رخصت کو شخصی حق تصور کرتے تھے جس پر عمل اس کی اپنی ذات تک محدود ہے۔ اور کسی اور تک اس کا تجاوز جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے کی رخصت پر عمل نہیں کیا (دیکھئے مادہ ادخار) کیونکہ اس گوشت کے ساتھ غیر کا حق بھی متعلق تھا۔

د۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک بعض ثابت شدہ رخصتیں: جو شخص حضرت ابن عمرؓ کے فقہ کا استقراء کرے اسے معلوم ہو جائے گا کہ آپ بہت سی رخصتوں کے قائل تھے' ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے اور اسے پی لینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ج)

مسافر کے لئے جمعہ کے دن غسل نہ کرنے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ج)

فجر کی اذان کے سوا مسافر کے لئے سفر میں اذان نہ دینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ز)

سفر میں ظہر اور عصر نیز مغرب اور عشاء کی نمازوں کو یکجا کر دینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ح کا جز ۴)

سفر میں نفل نمازیں ترک کر دینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر' نمبر ۳ کے جز ح کا جز

۵) سفر میں سواری پر قبلہ رخ ہوئے بغیر نفل نماز پڑھنے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جزح کے جز ۵ کا جز د) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ج)
موزوں پر مسح کرنے کی رخصت (دیکھئے مادہ خف نمبر ۲ کا جز ب)
عورت کے لئے یہ رخصت کہ وہ حیض یا جنابت کے غسل کے لئے اپنے سر کے بال نہ کھولے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز ب)

ردۃ (ارتداد)

۱۔ تعریف: مسلمان کا اپنے قول یا اعتقاد یا فعل یا ترک فعل کے ذریعے کوئی ایسا عمل کرنا جو اسے ایمان سے خارج کر دے ارتداد کہلاتا ہے۔

۲۔ ارتداد کا تعلق حدود سے ہے اور یہ خالص اللہ کا حق ہے اور اس میں ان تمام باتوں کی رعایت کی جائے گی جن کا ذکر ہم نے حدود کے اندر کیا ہے (دیکھئے مادہ حد)

۳۔ کون سی باتیں ارتداد کہلاتی ہیں؟

الف۔ دین کے کسی ایسے امر کا انکار جو معلوم بالضرورت ہو مثلاً نماز، حج، زکوۃ وغیرہ کی فرضیت۔ یہ صورت بالاجماع ارتداد شمار ہوتی ہے۔

ب۔ حج کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنا حتی کہ موت آجائے ارتداد شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص حج کرسکتا ہو اور وہ خوش الحال نیز صحت مند ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" کا نشان لگا ہوگا" پھر آپ نے سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۷ کی تلاوت کی (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا، ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین اور اللہ کے لئے اس شخص پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جسے وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جو انکار کرے تو اللہ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے)[۳۱]۔

آپ نے فرمایا: "جس شخص کو ایک سال حج کرنے کی استطاعت ہو پھر اگلے سال پھر اگلے سال اور وہ پھر بھی حج نہ کرے اور مرجائے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا اور

یہ معلوم نہیں ہو گا کہ آیا وہ یہودی ہو کر مرا ہے یا نصرانی ہو کر" [۳۲]۔
یہاں یہ احتمال یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی مراد شاید یہ ہے کہ جو شخص حج کی فرضیت کا منکر ہو کر اس کا تارک بنا ہو اس کے لئے درج بالا حکم ہے۔ اس شخص کے لئے نہیں جو کنجوسی یا سستی کی وجہ سے حج کا تارک بن گیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ جو شخص کسی بھی وجہ سے حج کا تارک ہوتا ہے اس کا یہ فعل دراصل حج کی فرضیت کے انکار پر مبنی ہوتا ہے خواہ وہ کنجوسی کی بنا پر حج نہ کرے یا سستی کی بنا پر یا اسی طرح کی کسی اور وجہ کی بنا پر واللہ اعلم:

۴۔ ارتداد کے اثرات: ارتداد پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

الف۔ توبہ کرنے کا مطالبہ: مرتد سے تین مرتبہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ ارتداد سے توبہ کرلے [۳۳]۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ سے یہ منقول نہیں ہے کہ توبہ کے پہلے اور دوسرے مطالبہ نیز دوسرے اور تیسرے مطالبہ کے درمیان حد فاصل کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتد سے اس کے ارتداد کا سبب پوچھا جائے گا اور اس کا شبہ دور کیا جائے گا اور ارتداد پر اس کے اصرار سے مرتب ہونے والی سزا بیان کردینے کے بعد اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اسے اگلے دن تک کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر دوسرے دن یہی عمل دہرایا جائے گا اور پھر تیسرے دن یہی عمل کیا جائے گا۔

ب۔ حد قائم کرنا: اگر مرتد اسلام کی طرف لوٹ آئے تو فبہا اور اگر تین مرتبہ توبہ کے مطالبہ کے باوجود ارتداد پر اڑا رہے تو اسے تلوار سے قتل کردیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص ایمان لانے کے بعد اپنی خوشی سے کافر ہوجائے اسے قتل کردیا جائے گا" [۳۴]۔ نیز فرمایا: "مرتد سے توبہ کرنے کا تین مرتبہ مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کرلے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اگر انکار کردے تو قتل کردیا جائے گا" [۳۵]۔

سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے (انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی سعی کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں

خوب قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا ان کے کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں زمین سے جلاوطن کردیا جائے) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور ان کا تعلق قبیلہ عرینہ سے تھا[۳۶]۔

اس واقعہ کی روایت بخاری اور مسلم نے حضرت انسؓ بن مالک سے کی ہے کہ بنو عکل کے آٹھ افراد حضور ﷺ کے پاس آئے اور اسلام پر آپ کی بیعت کی لیکن مدینہ کی آب و ہوا انہیں راس نہ آئی اور وہ بیمار پڑگئے۔ انہوں نے آپ سے اپنی بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم لوگ ہمارے چرواہے کے ساتھ وہاں چلے جاؤ جہاں ہمارے اونٹ چر رہے ہیں اور پھر ان اونٹوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پیو" انہوں نے آپ کی تجویز پر صاد کیا اور چرواہے کے ساتھ جاکر مذکورہ جانوروں کا پیشاب اور دودھ پیا اور انہیں صحت یابی ہوگئی۔ پھر انہوں نے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے جب یہ خبر حضور ﷺ کو ملی تو آپ نے ان کے پیچھے اپنے آدمی بھیج دیئے، انہیں پکڑ لیا گیا اور آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیردی گئیں اور پھر انہیں دھوپ میں ڈال دیا گیا حتی کہ وہیں مرگئے۔ ایک روایت کے مطابق وہ تندرست ہوکر مرتد ہوگئے اور چرواہے کو قتل کردیا یہاں ایک اشکال پیدا ہوگیا ہے وہ یہ کہ حضرت ابن عمرؓ سے معروف بات یہی منقول ہے کہ مرتد کو قتل کردیا جائے گا جبکہ مذکورہ بالا آیت اس پر نص ہے کہ جلاوطنی بھی مرتدین کو دی جانے والی سزاؤں میں سے ایک سزا ہے دونوں باتوں کا تناقض بالکل واضح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو امام المسلمین سے بغاوت کرجائیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا مرتد اگرچہ آیت کا سبب نزول مذکورہ واقعہ تھا جس میں عرنیین نے ارتداد اختیار کر کے اس کے ساتھ چرواہے کے قتل اور اونٹ ہانک لے جانے کا جرم بھی کیا تھا۔ اس لئے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص سبب کا نہیں۔

ج۔ ارتداد کی وجہ سے زوجین کے درمیان علیحدگی کردی جاتی ہے حتی کہ مرتد فریق اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔

رسالہ (مکتوب)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مکتوب کی ابتدا بسم اللہ سے کرنا سنت ہے پھر مرسل کا نام لکھا جائے اور پھر مرسل الیہ کا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب مکتوب کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتے تو اس کے بعد لکھتے "اما بعد' من عبداللہ بن عمر"[۳۶ ب]۔

آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا تھا کہ وہ جب آپ کو مکتوب تحریر کریں تو پہلے اپنے نام لکھیں ورنہ ان کے مکتوب کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا[۳۷]۔

آپ نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو مکتوب تحریر کیا تو پہلے اپنا نام لکھا[۳۸]۔

اگر کوئی شخص مکتوب کی ابتداء بسم اللہ سے کرکے مرسل الیہ کا نام لکھ دے تو یہ بھی جائز ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بعض خطوط میں مکتوب الیہ کا نام پہلے لکھا تھا[۳۹]۔ ابن حجر کی اس سے مراد وہ مکتوب ہے جسے حضرت ابن عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کو تحریر کیا تھا۔ ذہبی نے ابن عون سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو حضرت معاویہؓ سے کوئی ضرورت پیش آگئی تھی' آپ نے انہیں خط لکھنا چاہا اور اپنا نام پہلے لکھا لیکن لوگوں کے اصرار پر آپ نے سرنامہ اس طرح تحریر کیا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم' الی معاویہ........"[۴۰]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنا (دیکھئے مادہ اثر)

ذمی شخص کا حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنا (دیکھئے مادہ ذمہ نمبر ۲ کا جز الف)

سفر پر نکلنے سے پہلے اور سفر سے واپس آنے کے بعد حضور ﷺ کی قبر مبارک کی

زیارت کرنا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز واؤ)

حج کے بعد آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۵)

رشوۃ (رشوت) دیکھئے مادہ مصانعہ۔

رضاع (رضاعت)

۱۔ تعریف: شیر خوار بچے کا عورت کے پستان کو چوسنا اور دودھ نکلنے پر اسے نگل جانا رضاع کہلاتا ہے۔

۲۔ رضاعت کے سال: جس رضاعت پر ان شرعی احکام کا ترتب ہوتا ہے جن کا ذکر ہم فقرہ نمبر ۵ میں کریں گے، اس کا ثبوت صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب دودھ پینے والا صغیر ہو۔ اگر وہ کبیر ہو تو اس رضاعت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "رضاعت صرف اس بچے کے لئے ثابت ہوتی ہے جسے بچپن میں دودھ پلایا گیا ہو۔ کبیر کے لئے کوئی رضاعت نہیں ہوتی"[۴۱]۔

رضاعت کے اندر بچپن کی حد دو سال ہے۔ اگر دو سال کے بعد اسے دودھ پلایا گیا ہو تو وہ کبیر شمار ہوگا اور اس رضاعت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے دو سال بعد واقع شدہ رضاعت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ تلاوت کی (والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعہ۔ اور مائیں اپنی اولاد کو دو سالوں تک دودھ پلائیں گی ان لوگوں کی خاطر جو رضاعت مکمل کرنا چاہیں) نیز فرمایا: "ہم نہیں سمجھتے کہ دو سال کے بعد کی رضاعت کسی چیز کو حرام کرتی ہے"[۴۲]۔

۳۔ رضاعت کی مقدار: نکاح کی تحریم کے اثبات کے سلسلے میں رضاعت کے آثار و احکام قلیل اور کثیر رضاعت سے ثابت ہو جاتے ہیں خواہ پستان سے چوسنے کا عمل ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہوا ہو اور خواہ دودھ کا ایک ہی قطرہ پیٹ میں گیا ہو[۴۳]۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ مجھے عطاء نے ایک اور شخص کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ کے پاس بھیجا۔ ہم نے آپ سے اس مرضعہ کے بارے میں دریافت کیا جس نے گود کے بچے

یا بچی کو اپنا ایک گھونٹ دودھ پلایا ہے' آپ نے جواب میں فرمایا :" یہ اس پر حرام ہو گئی" میں نے عرض کیا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کا خیال ہے کہ دو یا تین گھونٹ سے اسے حرام نہیں کرتے' یہ سن کر آپ نے فرمایا :"اللہ کی کتاب ان کے قول سے زیادہ سچی ہے" اور پھر آیت رضاعت تلاوت فرمائی [۴۴]۔ یعنی(و امھاتکم اللاتی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعہ" اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں بھی) اور فرمایا :"اللہ نے ایک یا دو مرتبہ دودھ پلانے کا ذکر نہیں کیا" [۴۵]۔

عمرو بن دینار نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے رضاعت کا مسئلہ پوچھا گیا آپ نے جواب میں فرمایا :"میں اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ اللہ نے رضاعی بہن کو حرام کردیا ہے" میں نے عرض کیا :"امیرالمومنیں ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک یا دو مرتبہ رضاعت سے یا ایک دو دفعہ دودھ چوسنے سے تحریم نہیں ہوتی" یہ سن کر آپ نے فرمایا :"اللہ کا فیصلہ (ایک روایت کے مطابق اللہ کی کتاب)تمہارے فیصلے سے نیز امیرالمومنین کے فیصلے سے بہتر ہے" [۴۶]۔

۴۔ لبن الفحل (مرضعہ کا شوہر جسے کی وجہ سے مرضعہ کا دودھ اترا ہو)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ رضاعت کا تعلق مرضعہ اور دودھ پینے والے بچے سے ہوتا ہے۔ دودھ مرضعہ کا ہوتا ہے' مرضعہ کے شوہر کا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعض صحابہ کرام کی رائے ہے۔ بنا بریں اگر ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور ان میں سے ایک نے کسی بچے کو اپنا دودھ پلایا ہو تو اس پر دوسری بیوی کی اولاد حرام نہیں ہوگی اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے رضاعت کی نسبت مرضعات کی طرف کی ہے ان کے شوہروں کی طرف نہیں کی ہے۔ اور سورہ نساء آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا (وامھاتکم اللاتی ارضعنکم) سالم نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ "لبن فحل" میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [۴۷]۔ یعنی لبن فحل حرام نہیں کرتا۔

۵۔ رضاعت کا اثبات: گواہی کے ذریعے رضاعت کا اثبات ہوجاتا ہے لیکن آیا اس

سلسلے میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے نیز آیا صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہوگی: "کنز العمال" کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ رضاعت کے سلسلے میں کس قدر گواہی جائز ہوگی؟ آپ نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں"[۴۸]۔

اگر یہ روایت درست ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ رضاعت کے بارے میں گواہی دوسرے معاملات میں گواہی کی طرح ہے حضرت ابن عمرؓ اس معاملہ میں اپنے والد محترم حضرت عمرؓ کی متابعت کرتے ہیں۔ عورتوں کے ساتھ مختص گواہی کے ساتھ رضاعت کی گواہی کو ملحق نہ کرنے کی وجہ حضرت عمرؓ کے الفاظ میں یہ ہے کہ: "اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں تو پھر ایک عورت میاں بیوی کے جس جوڑے کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہے گی ڈال دے گی"[۴۹]۔

۶۔ رضاعت کے اثرات

الف۔ نکاح کی تحریم: اگر کسی بچے نے سن رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پیا ہو تو یہ عورت اس پر حرام ہوجائے گی کیونکہ وہ اس کی رضاعی ماں بن جائے گی' اسی طرح اس کی نسبی یا رضاعی اولاد (یعنی ہر وہ فرد جس نے اس کا دودھ پیا ہو) اس پر حرام ہوجائے گی کیونکہ مذکورہ اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن ہوگی' سورہ نساء آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد باری ہے (وامھاتکم اللاتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعہ) اس پر ہر وہ فرد حرام ہوجائے گا جو مرضعہ پر حرام ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے "رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو ولادت کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں"[۵۰]۔

اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرلے تو اس پر اس کی بیوی کی ہر نسبی یا رضاعی ماں حرام ہوجائے گی[۵۱]۔

ب۔ رمضان میں روزہ نہ رکھنا: اگر مرضعہ کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لئے رمضان کے روزے نہ رکھنا جائز ہوجائے گا۔ اگر وہ روزے نہ رکھے تو ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی اور اس کے بعد اس پر ان روزوں کی

قضا لازم نہیں ہو گی [۵۲]

حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق وہ یہ روزے قضا کرے گی اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی [۵۳]

شاید پہلی روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایتوں میں سب سے صحیح ہے۔

ج۔ رضاعت کا خرچہ: اگر شیر خوار کا کوئی مال نہ ہو تو اس صورت میں رضاعت کا خرچہ باپ ادا کرے گا کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر۲۳۳ میں ارشاد باری ہے (وعلی المولو دله رزقهن وکسوتهن بالمعروف اور بچے کے باپ کے ذمہ دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا معروف طریقے سے لازم ہو گا)

رعاف (نکسیر پھوٹنا)

۱۔ تعریف: ناک کے اندر سے بہہ کر آنے والے خون کو رعاف کہتے ہیں۔

۲۔ رعاف کی نجاست نیز اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جانا (دیکھیے مادہ دم نمبر۲ اور ۳) نیز مادہ وضو نمبر۸ کا جز ب)

رعاف کی وجہ سے وضوء کرنے کے بعد نماز کا باقیماندہ حصہ ادا کیا جائے گا یعنی (بناء علی الصلوۃ)

دیکھیے مادہ دم نمبر۳ نیز مادہ صلاۃ نمبر۵ کے جز الف کا جز ا

رق (غلامی)

۱۔ تعریف: رق اس عجز حکمی کو کہتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے کفر کے ساتھ جنگ میں کافروں کی سزا کے طور پر مشروع کیا گیا تھا۔

۲۔ غلامی کے مصادر: زمانہ جاہلیت میں غلامی کے بہت سے مصادر تھے' اور پھر اسلام نے ان تمام مصادر کو کالعدم قرار دے دیا اور صرف ایک مصدر باقی رہنے دیا یعنی اسیران جنگ اللہ سبحانہ نے سورہ محمد کی آیت نمبر۴ میں فرمایا (حتی اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منابعد واما فداء یہاں تک کہ جب ان کی خوب خونریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا محض احسان رکھ کر چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر

چھوڑ دو) اس پر سب کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

۳۔ غلامی کی انواع :اس کی کئی انواع ہیں۔ مکمل غلامی ایسے غلام کو قن کہتے ہیں۔ اور ناقص غلامی۔ اس کے تحت مکاتب' مدبر اور ام ولد آتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بحث کریں گے۔

۴۔ قن: قن سے مراد وہ غلام ہے جس کی غلامی مکمل ہو۔ یعنی یہ نہ تو مکاتب ہو' نہ مدبر اور نہ ہی ام ولد ہو' نہ ہی اس کا ایک حصہ آزاد کر دیا گیا ہو۔ قن اصل میں اسیر جنگ یا جنگی قیدی ہوتا ہے جس پر غلامی ڈالدی جاتی ہے یا یہ اس عورت کا بیٹا ہوتا ہے جو خود رقیقہ یعنی لونڈی ہو اس لئے کہ بچہ آزادی اور غلامی کے اندر اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے۔

۵۔ مکاتب

الف۔ تعریف: مکاتبت یہ ہے کہ مملوک غلام کو کسی رقم کے بدلے آزاد کر دینے پر اتفاق رائے ہو جائے اور وہ یہ رقم اپنے مالک کو ادا کرے۔

ب۔ ایسے غلام کی مکاتبت جسے کوئی ہنر نہ آتا ہو: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک شخص اپنے بے ہنر غلام کو مکاتب بنا دے' اس کی دو وجہیں تھیں پہلی وجہ یہ تھی کہ مذکورہ غلام اپنا پیٹ پالنے کی خاطر کہیں بے راہروی اختیار نہ کر بیٹھے دوسری وجہ یہ تھی کہ مذکورہ غلام بدل کتابت ادا کرنے کے لئے خبیث کسب کی طرف مجبور ہو جائے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ بے ہنر غلام کو مکاتب بنانا مکروہ تصور کرتے تھے اور فرماتے کہ :" تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلاؤ گے" [۵۴]۔

نافع نے آپ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ آپ کا ایک مکاتب غلام کتابت کی قسط لے کر آیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ رقم تم کہاں سے لائے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں سے مانگ مانگ کر یہ رقم جمع کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:"تم میرے پاس لوگوں کا میل کچیل لے کر آئے ہو اور مجھے یہ میل کچیل کھلانا چاہتے ہو" یہ کہہ کر آپ نے مذکورہ رقم اسے واپس کر دی اور پھر اسے آزاد کر دیا [۵۵]

ج۔ بدل کتابت

۱۔ بدل کتابت کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے وصف بیان کر دینے سے اس کا علم ہو جائے گا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کتابت علی الوصف میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے [۵۶]۔

۲۔ بدل کتابت کی اقساط: بدل کتابت کو اقساط میں تقسیم کر دینا مستحب ہے کیونکہ اس میں مکاتب کے لئے آسانی اور سہولت کا پہلو ہے۔ اگر آقا قسطیں مقرر کر دے تو پھر اس کے لئے جائز نہیں ہو گا کہ وہ قسط کی رقم میں کمی کر دینے کو عوض مکاتب سے اس کی معجل ادائیگی کا کا مطالبہ کر دے ۔ اسے مقاطعہ کہتے ہیں۔ عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ربوا یعنی سود کا شبہ ہو تا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے کہ ایک شخص اپنے غلام کو سونے یا چاندی کے سکوں کی قسطوں پر مکاتب بنا کر اس سے کہے کہ: "مجھے اتنی رقم فوری طور پر ادا کردو اور باقی ماندہ رقم تمہاری ہو گی" [۵۷]۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر۵) البتہ اس کے لئے یہ جائز ہے کہ سکوں کی بجائے عروض یعنی سامان وغیرہ مقرر کر کے اس کے اندر مقاطعہ کر لے ۔ حضرت ابن عمرؓ نے عروض کے سوا کسی اور چیز یعنی نقود کے اندر مکاتب کے ساتھ مقاطعہ کرنے سے منع فرمایا ہے [۵۸]۔

۳۔ مکاتب کے مالک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مکاتب سے متفق علیہ رقم وغیرہ کی بجائے مکاتب کی پیش کردہ کوئی اور چیز بدل کتابت کے طور پر قبول کر لے کیونکہ اس میں مکاتب کے لئے آسانی پیدا کرنے کا پہلو ہوتا ہے مثلاً دراہم کی بجائے دینار لے لے یا نقود کی بجائے عروض یعنی سامان واسباب قبول کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ایک شخص کا دوسرے شخص پر بدل کتابت کی صورت میں حق ہو تو اس کے بدلے عروض لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے" [۵۹]۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر۳)۔

۴۔ بدل کتابت میں سے کچھ چھوڑ دینا: بدل کتابت کے سلسلے میں آقا کی طرف سے مکاتب کی اعانت مستحب ہے۔ یہ اعانت بمنزلہ صدقہ ہو گی جسے آقا اپنے مکاتب کو عطا

کرے گا کیونکہ سورہ نور آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے والذین یبتغون الکتاب مماملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا و اتوھم من مال اللہ الذی اتاکم تمھاری ملکیت میں موجود غلاموں میں سے جو مکاتب بننے کی خواہش کا اظہار کریں تو انہیں مکاتب بنا دو اگر تمہیں ان کے اندر خیر نظر آئے اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے) یہ بات مستحب ہے کہ مذکورہ اعانت بدل کتابت کی آخری اقساط میں سے کچھ چھوڑ دینے کی صورت میں کی جائے۔ اس لئے کہ اگر ابتدائی اقساط میں سے کچھ چھوڑ دیا جائے اور پھر بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو جانے کی وجہ سے اسے مکمل غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے تو اس کا مال اس کے مالک کی طرف لوٹ جائے گا اور اس طرح مالک کا کیا ہو صدقہ پھر اس کی طرف ہی لوٹ آئے گا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مکروہ تھی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر اپنے مکاتب کی ابتدائی اقساط میں سے اس خطرے کے پیش نظر کچھ رقم نہ چھوڑتے کہ مکاتب کہیں بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز نہ ہو جائے اور اس طرح آپ کا صدقہ آپ کی طرف لوٹ نہ آئے تو جب مکاتب اپنی آخری اقساط پر پہنچ جاتا تو جس قدر رقم چاہتے چھوڑ دیتے[۶۰]۔

بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کو پینتیس ہزار کی رقم پر مکاتب بنادیا اور اس سے تیس ہزار کی رقم وصول کرلی اور پھر آخری اقساط سے پانچ ہزار کی رقم چھوڑ دی[۶۱]۔

د۔ بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو جانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مکاتب اس وقت تک غلام رہتا ہے جب تک اس کے ذمہ بدل کتابت کی کوئی بھی رقم باقی رہتی ہے اور جب تک وہ پوری رقم ادا نہیں کردیتا اس وقت تک آزاد نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے: "مکاتب اس وقت تک غلام رہتا ہے جب تک اس کے ذمہ بدل کتابت کی کوئی بھی رقم باقی رہے"[۶۲]۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو ایک ہزار دینار پر مکاتب بنادیا۔ اس نے نو سو دینار ادا کردیئے اور سو دینار ادا کرنے سے عاجز ہوگیا۔ آپ نے اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا

[۶۳]

مکاتب جس گھڑی بدل کتابت کی ادائیگی سے اپنی عاجزی کا اعلان کردے اسی گھڑی اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا [۶۴]۔

ھ۔ بدل کتابت کی ادائیگی سے عجز کے آثار و احکام: اس عجز پر درج ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں۔

مکاتب کو مملوک بنالیا جاتا ہے۔ پھر اگر اس کا آقا چاہے تو اسے اپنی غلامی میں رکھے اور اگر چاہے تو اسے آزاد کردے۔ حضرت ابن عمرؓ کا ایک غلام بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہوگیا آپ نے اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا اور اس سے جو رقم وصول کی تھی وہ بھی رکھ لی [۶۵]۔ آپ نے اپنے غلام کو جس کا نام شرف تھا چالیس ہزار کی رقم پر مکاتب بنادیا۔ وہ کوفہ کی طرف نکل گیا اور وہاں گدھے لے کر ان پر باربرداری کا کام کرنے لگا اور پندرہ ہزار کی ادائیگی کردی۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم تو پاگل ہو' تم یہاں اپنی جان کھپا رہے ہو اور وہاں ابن عمرؓ دائیں بائیں سے غلام خرید کرکے انہیں آزاد کر رہے ہیں۔ تم ابن عمرؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ "میں عاجز ہوگیا ہوں" چنانچہ مذکورہ مکاتب اپنا پروانہ لے کر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ: "ابو عبدالرحمن' میں عاجز ہوگیا ہوں' یہ میرا پروانہ ہے اسے مٹادیجئے" آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر مکاتب نے کہا: "اگر آپ چاہیں تو میں اسے مٹا دیتا ہوں" یہ کہہ کر اس نے پروانے کی تحریر مٹادی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: "جاؤ تم آزاد ہو" اس نے عرض کیا: "اللہ آپ کا بھلا کرے' میرے دونوں بیٹوں کے سلسلے میں بھی میرے ساتھ احسان کیجئے" آپ نے فرمایا: "جاؤ وہ دونوں بھی آزاد ہیں" اس نے پھر عرض کیا: "میری ماں اور میری ام ولد کے سلسلے میں بھی مجھ پر احسان کردیجئے' اللہ آپ کا بھلا کرے!" آپ نے فرمایا: "وہ دونوں بھی آزاد ہیں" اس طرح ایک مجلس میں آپ نے ان پانچوں کو آزاد کردیا [۶۶]

۔

آپ نے اپنے ایک غلام' اس کے بیٹے اور اس کی ام ولد کو مکاتب بنادیا۔ وہ آپ

کے پاس آکر کہنے لگا: "میں عاجز آگیا ہوں۔ میری کتابت قبول کرلیجئے" آپ نے فرمایا: "جب تک تم سب کو لے کر نہیں آؤ گے میں تمہاری کتابت قبول نہیں کروں گا" یہ سن کر وہ دوسروں کو بھی لے آیا۔ آپ نے سب کو غلامی کی طرف لوٹا دیا اور اس کے بعد جب ایک یا دو دن گذر گئے تو سب کو آزاد کردیا [۶۷]۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنادیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ آکر کہنے لگا کہ میں عاجز ہوگیا ہوں آپ نے فرمایا: "اپنی کتابت کو مٹادو" چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد آپ نے اسے آزاد کردیا۔ پھر دوسرا مکاتب آیا جس کا نام ابوعاتکہ تھا' اس نے آکر کہا کہ "میں عاجز ہوگیا ہوں" آپ نے فرمایا: "تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں بھی اسی طرح آزاد کردوں جس طرح تمہارے ساتھی کو آزاد کیا ہے" اس نے عرض کیا' "نہیں میں یہ نہیں چاہتا' لیکن میں عاجز ہوچکا ہوں" اس پر آپ نے قسم کھالی کہ اگر اس نے اپنی کتابت کے پروانے کو مٹادیا تو اس کو ہرگز آزاد نہیں کریں گے۔ پھر مذکورہ مکاتب نے اپنا پروانہ مٹادیا اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے اس کی بیٹی کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ ابوعاتکہ کی بیٹی ہے آپ نے اپنی بیوی صفیہ سے پوچھا کہ تم ان کے بارے میں کیا کہتی ہو؟ بیوی نے عرض کیا کہ آپ نے انہیں آزاد نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "یہ بیٹی میری قسم کے کفارہ میں آزاد ہے" اور پھر دوسروں کو بھی آزاد کردیا [۶۸]۔

ا۔ اگر مکاتب بدل کتابت مکمل طور پر ادا کرنے سے پہلے وفات پاجائے اور کچھ مال بھی چھوڑ جائے تو کوئی شخص اس مال کا وارث نہیں ہوگا بلکہ یہ سارا مال اس کے آقا کا ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر مکاتب بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کرنے کے بعد وفات پاجائے اور اپنے پیچھے اتنا مال چھوڑ جائے جو اس کے باقیماندہ بدل کتابت سے افضل اور زائد ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اس کا سارا متروکہ مال اس کے آقا کا ہوگا اور اس مال میں سے اس کے ورثا کو کچھ نہیں ملے گا [۶۹]۔

حضرت ابن عمرؓ کا ایک مکاتب تھا اور آپ کی ایک لونڈی سے اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ اس نے بدل کتابت میں سے پندرہ ہزار کی ادائیگی کی تھی کہ اس کی وفات ہوگئی۔

حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سارا مال اپنے قبضے میں کرلیا اور اس کے بیٹے کو کچھ نہیں دیا بلکہ اسے غلام بنا لیا اور مال پر قبضہ کرلیا[۷۰]۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۲)

۲۔ مکاتب کے مال میں زکوۃ کے ایجاب کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایت میں اختلاف ہے کیونکہ غلام کے مال میں ایجاب زکوۃ کے بارے میں روایت کے اندر اختلاف ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز ب)

۳۔ مکاتب پر صدقہ فطر واجب نہیں اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کے آقا پر اس کا وجوب ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۳ کا جز ج)

۴۔ مکاتب پر اگر بدل کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہو تو اس کی گواہی جائز نہیں ہوگی [۷۱]۔ کیونکہ وہ غلام ہے اور غلام گواہی دینے کا اہل نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۵ کا جز الف)

۶۔ مدبر

الف۔ تعریف: مدبر وہ ہے جس کی آزادی کو اس کے مالک کی موت پر معلق کردیا گیا ہو۔

ب۔ مدبر کرنے کی حقیقت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے پر تدبیر یعنی مدبر قرار دینے کی حقیقت ایک وصیت جیسی تھی اس لئے اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو وصیت پر جاری ہوتے ہیں۔ بنابریں مدبر کو تہائی مال سے آزاد کیا جائے گا[۷۲]۔

البتہ اسے دیگر تمام وصیتوں پر مقدم رکھا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر عتاقہ اور وصیت دونوں یکجا ہوجائیں تو عتاقہ سے ابتدا کی جائے گی" [۷۳]۔

ج۔ مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری: اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو مدبرہ قرار دیدے تو اس کے لئے اس سے ہمبستری حلال ہوگی۔ حضرت ابن عمر نے اپنی دو لونڈیاں مدبرہ قرار دی تھیں اور پھر آپ ان سے ہمبستری بھی کرتے رہے [۷۴]۔ آپ نے فرمایا "اگر کوئی شخص چاہئے تو اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے" [۷۵]۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ز)

د۔ مدبرہ لونڈی کی بیع: ہم نے (مادہ تسری نمبر ۳ کے جز الف) میں حضرت ابن عمرؓ کا قول یہ بیان کیا تھا: "ایک شخص کسی لونڈی سے سوائے اس لونڈی کے ہمبستری نہیں

کر سکتا ہے اگر وہ چاہے تو فروخت کردے اور اگر چاہے تو ہبہ کردے اور اگر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ لے اور اس کے ساتھ جو چاہے کرے" اس سے ابن حزم نے استنباط کیا ہے کہ مدبرہ لونڈی کی بیع جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہمبستری جائز ہے [۷۶]

۔

یہ بات حضرت ابن عمرؓ کی اس رائے سے مطابقت رکھتی ہے کہ مدبر قرار دینا ایک طرح کی وصیت ہے اور وصیت سے رجوع کرلینا جائز ہوتا ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کے قول میں مطابقت ہوگی اور کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: "مدبر کو فروخت نہیں کیا جائے گا" [۷۷]۔ شاید اس سے آپ کی مراد بیع کی کراہت ہے، ممانعت نہیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزج)

ھ۔ مدبرہ لونڈی کا بچہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے مابین اس امر پر اتفاق ہے کہ مدبرہ کی اولاد اپنی ماں کی طرح ہے۔ ماں کی غلامی کی بنا پر اولاد غلام ہوگی اور ماں کے آزاد ہوجانے پر اولاد بھی آزاد ہوجائے گی۔ آپ فرماتے تھے کہ "مدبرہ کی اولاد اپنی ماں کی بمنزلہ ہے" [۷۸]۔

۷۔ ام ولد:

الف۔ تعریف: ام ولد وہ لونڈی ہے جس کے ساتھ اس کے آقا نے ہمبستری کی ہو اور اس سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا ہو خواہ یہ بچہ سقط کیوں نہ ہو (اگر حمل کا اسقاط ہوجائے تو پیدا ہونے والے ناتمام بچے کو سقط کہتے ہیں)

ب۔ ام ولد کب آزاد ہوگی؟: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر آقا اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرلے اور پھر اس کے بطن سے بچہ پیدا ہوجائے خواہ زندہ پیدا ہو یا مردہ تو آقا کی زندگی تک وہ اس کی لونڈی رہے گی، وہ اس کے ساتھ ہمبستری کرسکے گا اور کسی کے ساتھ اس کا نکاح بھی کرسکے گا۔ پھر آقا کی موت کے ساتھ وہ آزاد ہوجائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ کو ابواء کے مقام پر ایک قافلہ ملا، انہوں نے آپ سے امہات اولاد کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا: "تم لوگ عمر بن الخطاب کو جانتے ہو؟" انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ آپ نے فرمایا: "ان کا فیصلہ یہ تھا کہ

امہات اولاد سے ان کے مالکان جنسی تلذذ حاصل کریں گے اور پھر آقا کی وفات پر نہ ان کی بیع ہوگی اور نہ ہی ان کے اندر میراث جاری ہوگی"[۷۹]۔

یوں ظاہر ہوتا ہے کہ ام ولد کی آزادی بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی وجود میں آجاتی ہے۔ تاہم آقا کی وفات تک یہ آزادی موقوف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا کے لئے اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج)

ج۔ ام ولد کی اولاد: ام ولد کی اولاد یا تو آقا کے نطفے سے ہوگی یا اس شخص کے نطفے سے جس کے ساتھ آقا نے اس کا نکاح کرادیا ہو۔

آقا کے نطفے سے پیدا ہونے والی اولاد پیدا ہوتے ہی آزاد ہوجائے گی اس لئے کہ یہ اولاد اگرچہ ایک لونڈی کی اولاد ہوگی اور لونڈی کی اولاد اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے لیکن یہ اپنی ماں کے آقا کی ملکیت ہوگی اور ان کی ماں کا آقا ان کا باپ ہوگا اس لئے ذو رحم ہونے کی وجہ سے یہ اولاد اس پر آزاد ہوجائے گی کیونکہ جو شخص اپنے کسی ذو رحم کا مالک بن جائے تو ملکیت میں آنے کے ساتھ ہی وہ اس پر آزاد ہوجائے گا۔

آقا کے سوا کسی اور کے نطفے سے پیدا ہونے والی اولاد۔ یعنی اس شخص کی اولاد جس کے ساتھ آقا نے اپنی ام ولد لونڈی کا نکاح کرادیا تھا' تو یہ اولاد اپنی ماں کے آقا کی اس کی زندگی میں غلام رہے گی۔ جب آقا وفات پا جائے گا تو ماں کی آزادی کے ساتھ یہ اولاد بھی آزاد ہوجائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر لونڈی کے بطن سے اس کے آقا کا بچہ پیدا ہوجائے اور پھر اس کا نکاح ہوجائے اور اس کے نتیجے میں اس کے مزید بچے پیدا ہوجائیں تو جب تک آقا زندہ رہے گا یہ بچے غلام رہیں گے پھر آقا کی وفات پر یہ بچے آزاد ہوجائیں گے"[۸۰]۔

آپ نے فرمایا: "اگر ایک شخص اپنی ام ولد لونڈی کا نکاح کسی کے ساتھ کرادے اور پھر اس کے ہاں بچے پیدا ہوں تو ماں آزاد ہوجانے پر یہ بھی آزاد ہوجائیں گے"[۸۱]

د۔ ام ولد کی عدت: اگر ام ولد کا مالک وفات پاجائے تو وہ ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ام ولد کا آقا اگر فوت ہوجائے تو

وہ ایک حیض کی عدت گذارے گی" [۸۲]۔ البتہ اگر اس کا آقا اسے اپنے مرض الموت میں آزاد کردے اور پھر ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم سے پہلے اس کی وفات ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ تین حیض کی عدت گزارے گی [۸۳]۔

ھ۔ ام ولد پر زنا کا بہتان لگانا یعنی اسے قذف کرنا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے مابین اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص عفیفہ اور پاکدامن ام ولد کو قذف کرے گا اس پر حد جاری کی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی شخص کی ام ولد کو قذف کرتا ہے تو آپ نے فرمایا: "اسے رسوا کرنے کے لئے اس پر حد جاری کی جائے گی" ایک روایت کے مطابق مذکورہ ام ولد کے بارے میں معلومات حاصل کئے جائیں گے اگر اس کی پاکدامنی پر کوئی انگشت نمائی نہ ہوتی ہو تو اس کے قاذف کو حد لگائی جائے گی [۸۴]۔ (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کے جز ب کا جز ھ)

۸۔ غلام آزاد کرنا:

الف۔ تعریف: غلامی کا زائل ہو جانا اور آزادی کی طرف واپس آجانا عتق کہلاتا ہے۔

ب۔ عتق کن باتوں سے وجود میں آتا ہے؟ ایک غلام درج ذیل صورتوں کے ذریعے آزاد شدہ تصور ہوتا ہے۔ اس کا آقا اسے آزاد کردے مثلاً وہ اس سے کہے "تم آزاد ہو" یا اس کا کوئی حصہ آزاد کردے اس لئے کہ ایک حصہ آزاد کرنے پر وہ پورا آزاد ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا: "میرا ایک غلام تھا میں نے اس کا تہائی حصہ آزاد کر دیا" آپ نے فرمایا: "وہ سارے کا سارا آزاد ہو گیا' اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے" [۸۵]۔

اگر غلام دو یا اس سے زائد افراد کے درمیان مشترک ہو اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کردے تو سارا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر آزاد کرنے والا شریک خوش حال ہو گا تو وہ دیگر شرکاء کو مذکورہ غلام کے حصوں کا تاوان بھر دے گا اور اگر تنگدست ہو گا تو مذکورہ سے غلام سعی کرائی جائے گی تاکہ وہ دیگر شرکاء کے حصے انہیں ادا کردے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کرتے: "اگر ایک شخص کسی غلام کے اندر اپنا حصہ آزاد کردے تو خوش حال ہونے کی صورت میں وہ دیگر

حصہ داروں کے حصے بھر دے گا اور تنگدست ہونے کی صورت میں غلام سے سعی کرائی جائے گی [۸۶]۔ یعنی اسے کام کرنے کے لیے کہا جائے گا تاکہ کمائی کرکے وہ دیگر حصہ داروں کے حصے ادا کر سکے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک غلام تین اشخاص کے درمیان مشترک ہے اور پھر دو شریک اپنے حصے آزاد کر دیں تو آپ نے فرمایا: "وہ دونوں تیسرے شریک کو اس کا حصہ بھر دیں گے اگر ان دونوں کے پاس مال نہ ہو تو غلام کی متوسط قیمت لگائی جائے گی اور پھر مذکورہ غلام اس قیمت کے حصول کے لیے سعی کرے گا اور کمائی کرکے اس کی ادائیگی کرے گا [۸۷]۔

"سنن بیہقی" کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے ایک شاذ روایت موجود ہے کہ آپ سے اس غلام کے متعلق پوچھا گیا جس کا نصف حصہ آزاد کر دیا گیا ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ: "اس کے احکام اس وقت تک غلام کے احکام ہوں گے جب تک وہ سارے کا سارا آزاد نہ ہو جائے" [۸۸]۔

۲۔ ذو رحم کا ملکیت میں آنا: گذشتہ سطور میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ آقا کے نطفے سے اس کی لونڈی یعنی ام ولد کے ہاں پیدا ہونے والے بچے پیدا ہوتے ہی آزاد ہو جاتے ہیں (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کا جز ج)

۳۔ نذر وغیرہ: اگر ایک شخص اپنے غلام سے کہے کہ: "اگر آج میرے والد آجائیں تو تم آزاد ہو" اور پھر مذکورہ والد غروب شمس سے پہلے آجائے تو غلام آزاد ہو جائے گا لیکن غروب شمس کے بعد آنے پر آزاد نہیں ہو گا [۸۹]۔

ذی اصبح کے خاندان کی ایک عورت نے قسم کھائی کہ اگر اس کا شوہر فلاں کام نہ کرے تو میرا سارا مال اللہ کی راہ میں چلا جائے گا اور میری لونڈی آزاد ہو جائے گی ادھر شوہر نے مذکورہ کام نہ کرنے کی قسم کھائی۔ یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا تو دونوں نے فتویٰ دیا کہ لونڈی آزاد ہو جائے گی اور رہ گیا عورت کا یہ قول کہ "میرا سارا مال اللہ کی راہ میں چلا جائے گا" تو وہ اپنے مال کی زکوۃ صدقہ کرے گی [۹۰]۔

۴۔ مدبرہ اور ام ولد کے مالک کی وفات (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶،۷)

۵۔ بدل کتابت کے اندر آخری قسط کی ادائیگی (دیکھئے مادہ رق نمبر۵ کا جز د)

۶۔ کفارات کے اندر غلام آزاد کرنا(دیکھئے مادہ کفارہ نمبر۳ کے جز الف کا جز ھ)

۷۔ غلام کے ساتھ بدسلوکی مثلاً بری طرح اس کی پٹائی کرنا یا اس پر لعنت بھیجنا وغیرہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جو شخص اپنے غلام کے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔ زاذان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے غلام کو بلایا اور اس کی پشت پر ضرب کے نشانات دیکھ کر اس سے پوچھا: "کیا میں نے تمہاری سخت پٹائی کی ہے؟" غلام نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ جسے سن کر آپ نے فرمایا: "تم آزاد ہو" اور پھر کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ: "جو شخص اپنے غلام کو کسی ناکردہ گناہ کی سزا دے یا اسے طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے"[۹۱]۔

لعنت کرنا پٹائی کرنے کے حکم میں ہے کیونکہ دونوں صورتوں کے اندر غلام کے ساتھ ناحق بدسلوکی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کسی خادم پر لعنت نہیں کی۔ صرف ایک پر کی تھی اور اسے آزاد کر دیا تھا[۹۲]۔

۸۔ عتق کے اندر استثناء جائز نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ: "انشاء اللہ تم آزاد ہو" تو وہ آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ استثناء نمبر۳ کا جز ب)

ج۔ عتق تبرع ہے: حضرت ابن عمرؓ واجب عتق مثلاً کفارات وغیرہ اور ام ولد کے عتق کے سوا دیگر صورتوں کو تبرع یعنی نیکی شمار کرتے تھے۔ بشرطیکہ مذکورہ عتق فی الجملہ تبرعات کی عمومی شرائط کے تابع ہو۔ بنابریں جو شخص اپنے مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کر دے تو یہ عتق اس کے تہائی مال سے جاری ہو گا۔ اگر غلام کی قیمت تہائی مال سے زائد ہو تو اس زائد رقم کی ادائیگی کے لئے مذکورہ غلام کمائی کرے گا اور یہ رقم ورثاء کو ادا کرے گا اور پھر سارا غلام آزاد ہو جائے گا[۹۳]۔

د۔ آزاد کیا جانے والا غلام:

ا۔ ولد الزنا کا عتق: حضرت ابن عمرؓ کفارات وغیرہ کے اندر ولدالزنا کے عتق کے جواز کے قائل تھے۔ یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے ایک ولد زنا غلام اور اس کی ماں کو آزاد

کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ:" اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان لوگوں پر بھی احسان کریں جو اس ولد زنا غلام سے بھی بدتر ہیں' ارشاد باری ہے (فاما منا بعد واما فداء پھر اسیران جنگ پر محض احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو) [۹۴]۔ یعنی برسرپیکار کافروں کو

۴۔ کافر کا عتق: حضرت ابن عمرؓ آزاد کرنے کے اندر مسلمان غلام کو آزاد کرنا غیر مسلم غلام کو آزاد کرنے سے افضل سمجھتے تھے کیونکہ ایک مسلمان کے ساتھ دوسرے مسلمان کی اخوت کی وہ بندھن ہوتی ہے جس کا ذکر اللہ سبحانہ نے سورہ حجرات آیت نمبر۱۰ میں فرمایا ہے (انما المومنون اخوۃ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) یہی وجہ ہے کہ آپ سے خاص حالات کے تحت صرف ایک کافر غلام آزاد کرنے کے سوا کسی اور کافر غلام کو آزاد کرنے کی روایت ثابت نہیں ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی ایک کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نہ تو کسی یہودی غلام کو آزاد کرتے تھے اور نہ ہی کسی نصرانی غلام کو' البتہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے پر ایک نصرانی غلام صدقہ کردیا تھا۔ پھر آپ کا یہ بیٹا وفات پاگیا اور آپ اس نصرانی غلام کے وارث بن گئے۔ آپ نے پھر اسے اس وجہ سے آزاد کردیا تھا کہ یہ آپ کا صدقہ تھا [۹۵]۔ آپ اس بات کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص کا کیا ہوا صدقہ اس کی طرف لوٹ آئے۔

ھ۔ عتق کے اندر شرط: مالک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا غلام آزاد کرے اور اس پر کچھ شرطیں عائد کردے۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ان شرائط میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ خدمت کی شرط: آپ نے اپنا ایک غلام آزاد کیا اور اس پر دو سال تک خدمت کرتے رہنے کی شرط عائد کر دی۔ اس نے سال کا کچھ حصہ حضرت ابن عمرؓ کی مویشی چرانے میں گذاردی اور پھر حج یا عمرے کے دوران آپ کے پاس آیا' آپ نے اس سے فرمایا:"میں نے تم پر جو شرط عائد کی تھی وہ شرط ترک کردی اور اب تم آزاد ہو' تمہارے ذمہ اب کوئی کام نہیں ہے" [۹۶]۔

۲۔ حمل کا استثناء: حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت صحیح ہے کہ آپ نے اس شخص کے

متعلق فرمایا تھا جس نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس کے حمل کا استثناء کردیا تھا: "اس نے جس چیز کا استثناء کیا ہے وہ چیز اس کی ہوگی" آپ نے اپنی ایک لونڈی آزاد کی تھی اور اس کے بطن میں موجود حمل کا استثناء کردیا تھا [۹۷]۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۲ کا جز الف)

و۔ اگر عتق اور وصیت دونوں یکجا ہوجائیں تو وصیت پر عتق کو مقدم کیا جائے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶ کا جز ب)

ز۔ لونڈی کے عتق کو اس کا مہر قرار دینا: حضرت ابن عمرؓ اس امر کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص عورت کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے بلکہ اس کے لئے مہر مقرر کرے [۹۸]۔ آپ اس شخص کے بارے میں جو لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کے ساتھ نکاح کرلے فرمایا کرتے کہ: "وہ اپنی اونٹنی پر سواری کرنے والے کی طرح ہے" [۹۹]۔

لونڈی آزاد کرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کرلینے والے کے بارے میں آپ فرماتے: "وہ اس کے عتق کے سوا اس کے لئے کوئی اور مہر مقرر کرے" [۱۰۰]۔

ح۔ آزاد شدہ غلام کا مال: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کا کوئی غلام ہو اور غلام کے ہاتھ میں اس کا کسب شدہ یا اسے ہبہ کیا ہوا کوئی مال ہو تو آقا کو اس سے یہ مال لینے کا حق ہوگا۔ اگر آقا اس کے ہاتھ میں یہ مال رہنے دے اور پھر اسے آزاد کردے تو یہ مال آزاد شدہ غلام کا ہوگا [۱۰۱]۔

آپ جب اپنا کوئی غلام آزاد کردیتے تو اس کے پاس موجود مال سے کوئی تعرض نہ کرتے [۱۰۲]۔

ط۔ خیار عتق (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۷)

۹۔ رقیق یعنی غلام کے احکام

غلام کا بھاگ جانا (دیکھئے مادہ اباق)

غلام کا عدم احصان (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کا جز ب)

مکاتب یا غیر مکاتب غلام کا میراث سے محروم ہونا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۲)

جس غلام کو بطور سائبہ یعنی ولاء کے بغیر آزاد کردیا گیا ہو اس کا آقا اس کا وارث نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ج) نیز (مادہ ترکہ نمبر ۲ کا جز د)

غلام کا امان دینا (دیکھئے مادہ امان نمبر ۲)

غلام کا اپنے آقا کے پاس اندر جانے کی اجازت طلب کرنا (دیکھئے مادہ استیذان کا جز د)

آزاد شدہ لونڈی اور ام ولد کا استبراء رحم (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کے جز ج کا جز ا)

شراب نوشی پر غلام کی حد (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۴)

غلام کا اقرار (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۲)

بیع یا تقسیم کے اندر ذوی الارحام غلاموں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ط)

فروخت کے لئے پیش ہونے والی لونڈی کے جسم کے پر گوشت حصوں کو چھونے کا جواز (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ھ) نیز (مادہ عورۃ نمبر ۲ کا جز ھ)

غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں کوئی تبرع نہیں کرسکتا (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز الف)

لونڈیوں کے ساتھ تسری' نیز غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر تسری کرنا (دیکھئے مادہ تسری)

لونڈی کی ستر پوشی (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲ کا جز ب)

قابل تنصیف حدود کا غلام کے حق میں نصف ہونا (دیکھئے مادہ حد نمبر ۶)

آقا کا اپنے غلام پر حد جاری کرنا (دیکھئے مادہ حد نمبر ۳ کا جز الف)

غلام کا کوئی لین دین کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جز ب کا جز ے)

مال پر غلام کی ملکیت اور اس پر زکوۃ کا وجوب (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز ب)

غلام کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۳ کا جز ج)

آزاد شخص کی ملکیت میں موجود غلاموں کی زکوۃ نہیں (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۹ کا جز واؤ)

غلام پر حد زنا نیز آقا کا اپنی غیر شادی شدہ لونڈی پر حد جاری کرنا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز الف کا جز ۳)

غلام پر حد سرقہ (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۲ کا جز الف)

غلام کی گواہی (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۵ کا جز الف)

غلام کی نماز میں امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ب کا جز ۲)

غلام کی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ٦ کا جز ب) نیز (مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز د)

لونڈی کی فروخت اس کے لئے طلاق نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱۲)

لونڈی سے ظہار کرنا (دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۲)

لونڈی کی عدت آزاد عورت کی عدت کا نصف ہوتی ہے (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

ہمبستری کے اندر لونڈی سے عزل کرنا (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

آزاد عورت زوجیت میں ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۹)

غلام کا اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز ج)

رقیہ (تعویذ) دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۳ کا جز ب

رکن (رکن)

کعبہ شریف کی دو دیواروں کے اتصال کے مقام کو رکن کہتے ہیں۔

رکن یمانی اور رکن اسود کا استلام کیا جائے گا۔ دیگر ارکان کا استلام نہیں کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز د)

رکوع (رکوع کرنا)

ایک شخص کا اس قدر جھک جانا رکوع کہلاتا ہے کہ اس کے دو ہاتھ اس کے گھٹنوں کو چھولیں۔ نماز کے اندر رکوع (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ھ)

رمضان (رمضان کا مہینہ)

رمضان کے روزوں کی فرضیت (دیکھئے مادہ صیام نمبر۳)

رمل (رمل کرنا)

۱۔ تعریف: دونوں کندھوں کو ہلاتے ہوئے تیز چلنے کو رمل کہتے ہیں۔

۲۔ رمل کب مسنون ہے؟ رمل دو مقامات پر مسنون ہے۔

اول۔ ہر ایسے طواف کے پہلے تین چکروں کے اندر جس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۵ کا جز ز)

دوم۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے پہلے تین چکروں کے اندر میلین اخضرین کے درمیان یعنی بطن وادی کے اندر (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جز د)

عورت کے لئے رمل مشروع نہیں ہے' نہ تو کعبہ کے گرد طواف کے دوران اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے دوران (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۵ کا جز ب) نیز (مادہ حج نمبر۱۷ کا جز د)

جماعت کی نماز کی طرف رمل کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کے جز ج کا جز ۲)

رھن (رہن)

۱۔ تعریف: عین کے ذریعے دین کی توثیق کو رہن کہتے ہیں۔

۲۔ ایسے دیون جن میں رہن رکھنا جائز ہے اور جن میں رہن رکھنا جائز نہیں۔

تمام دیون کی توثیق کے لئے رہن کی شرط جائز ہے۔ مگر بیع سلم کے اندر مسلم فیہ یعنی مبیع کے سلسلے میں رہن کی شرط جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بائع کو مشکل میں پھنسا دینے کا پہلو ہے' اس کی وضاحت ہم نے (مادہ بیع نمبر۶ کے جز ب کے جز ۲) کے اندر نیز (مادہ شرط نمبر۲ کے جز ب کے جز ۲) کے اندر کردی ہے۔

۳۔ رہن کے اندر شرط: "حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مرتہن کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ راہن یعنی مدیون پر یہ شرط عائد کردے کہ جب دین کی ادائیگی کا وقت آجائے اور تم میرا دین ادا نہ کرو تو اس دین کے بدلے مرہون میرا ہو جائے گا یا تم پر عائد شدہ میرے دین کے بدلے مرہون میرا مبیع بن جائے گا۔ اگر مرتہن ایسی شرط عائد

کردے تو یہ شرط فاسد ہوگی کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "رہن کو بند نہیں کیا جائے گا"[۱۰۳]۔

۴۔ مرہون کا تلف ہوجانا: اگر مرہون کسی بھی وجہ سے تلف ہوجائے یعنی خواہ مرتہن کی زیادتی کی وجہ سے یا اس کی زیادتی کے بغیر تو وہ اپنی قیمت کے تحت تلف شدہ تصور ہوگا۔ یعنی اگر مرہون کی قیمت دین کی مقدار سے زائد ہوگی تو مرتہن یہ زائد رقم راہن یعنی مدیون کو واپس کردے گا اور اگر دین کی قیمت یعنی مقدار مرہون کی قیمت سے زائد ہوگی تو مرتہن راہن سے یہ زائد رقم وصول کرلے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے تلف ہوجانے والے رہن کے بارے میں فرمایا کہ: "طرفین زائد رقم ایک دوسرے کو واپس کریں گے"[۱۰۴]۔

حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ مرہون اگر مرتہن کے فعل کے نتیجے میں تلف ہوجائے تو وہ قیمت کے تحت قابل تاوان ہوگا خواہ قیمت جتنی بھی ہو اور اگر مرتہن کے فعل کے بغیر تلف ہوجائے تو وہ قیمت اور دین میں سے جو رقم کم ہوگی اس کے تحت قابل تاوان ہوگا۔ یعنی اگر رہن کی قیمت دین کی قیمت سے زائد یا اس کی مثل ہوگی تو ان صورتوں میں پورا دین باطل ہوجائے گا اور دین کی قیمت سے رہن کی قیمت کی جو مقدار زائد ہوگی مرتہن سے اس کا کوئی تاوان بھروایا نہیں جائے گا کیونکہ یہ زائد رقم اس کے ہاتھ میں امانت ہوگی۔ اگر رہن کی قیمت دین کی قیمت سے کم ہوگی تو دین سے رہن کی قیمت کی مقدار رقم ساقط ہوجائے گی اور پھر راہن اپنے دین کی باقیماندہ رقم مرتہن کو ادا کردے گا[۱۰۵]۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس رائے کی روایت درست نہیں ہے۔

حرف الراء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ الموطا ص ۶۸۱ ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۵۱ ج ۵' عبدالرزاق ص ۱۴۲ ج ۸ کنزالعمال نمبر ۱۰۱۴۴' کشف الغمہ ص ۱۴ ج ۲

۲۔ الموطا ص ۶۸۲ ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۵۰ ج ۵

۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۸' سنن بیہقی ص ۳۵۲ ج ۵' الموطا ص ۶۸۱ ج ۲' المغنی ص ۳۲۱ ج ۴

۴۔ احکام القرآن ص ۴۵۹ ج ۱

۵۔ مسلم شریف فی المساقاۃ باب الربا

۶۔ عبدالرزاق ص ۲۱ ج ۸

۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ب' ج ۱

۸۔ حوالہ درج بالا

۹۔ بخاری فی البیوع باب بیع العبد الموطا ص ۶۵۲ ج ۲' الام ص ۲۵۶ ج ۷' سنن بیہقی ص ۲۲ ج ۶' المحلی ص ۴۲۰ ج ۸' المجموع ص ۴۵۴ ج ۹ شرح السنہ ص ۷۵ ج ۸

۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ب' ج ۱

۱۱۔ المحلی ص ۴۸۵' ۴۹۲ ج ۸

۱۲۔ عبدالرزاق ص ۳۰ ج ۸' المحلی ص ۴۷۶ ج ۸

۱۳۔ عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۸' المحلی ص ۸۶ ج ۸' کنزالعمال نمبر ۱۰۱۴۳' کشف الغمہ ص ۱۴ ج ۲

۱۴۔ نیل الاوطار ص ۲۹۸ ج ۵' المجموع ص ۲۳ ج ۱۰' موسوعہ فقہ ابن عباس مادہ ربا نمبر ۳ کا جز ب

۱۵۔ مسلم شریف فی المساقاۃ باب بیع الطعام مثلا بمثل' موسوعہ فقہ ابن عباس مادہ ربا

۱۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۸۴۷

۱۷۔ بخاری شریف فی البیوع باب المزابنہ مسلم شریف فی البیوع باب بیع الرطب بالتمر' المحلی ص ۴۶۰' ۴۶۵ ج ۸

۱۸۔ المجموع ص ۲۳' ۳۵' ۴۵ ج ۱۰' نیل الاوطار ص ۲۹۸ ج ۵

۱۹۔ المجموع ص ۷۰ ج ۱۰

۲۰۔ المحلی ص ۴۸۵' ۴۹۲ ج ۸

۲۱۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۵

۲۲۔ عبدالرزاق ص ۳۱۹ ج ۶' ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ ب' ج ۱' سنن بیہقی ص ۴۱۵ ج ۷' المحلی ص ۲۵۷ ج ۱۰' شرح السنہ ص ۲۰۸ ج ۹' کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲

۲۳۔ المغنی ص ۴۵۷ ج ۷

۲۴۔ کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲
۲۵۔ سنن بیہقی ص ۳۷۳ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ب، ج ۱
۲۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۵۸/۱ ج ۳، المغنی ص ۲۶۲ ج ۷
۲۷۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱، ۳۳۲ ج ۶
۲۸۔ تہذیب الآثار ص ۳۲۳ ج ۱
۲۹۔ تہذیب الآثار ص ۳۲۰، ۳۲۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱، تفسیر طبری ص ۸۸ ج ۲، الدر المنثور ص ۱۹۱ ج ۱، المحلی ص ۲۵۷ ج ۶
۳۰۔ فتح الباری ص ۱۸۳ ج ۴
۳۱۔ الدرالمنثور ص ۵۶ ج ۲
۳۲۔ حوالہ درج بالا
۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ ج ۲
۳۴۔ سنن بیہقی ص ۲۰۴ ج ۸
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ ج ۲
۳۶۔ المغنی ص ۲۸۷ ج ۸، الدرالمنثور ص ۲۷۷ ج ۲
۳۶-ب۔ عبدالرزاق ص ۴۲۸ ج ۱۱
۳۷۔ عبدالرزاق ص ۴۲۹ ج ۱۱
۳۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۴
۳۹۔ فتح الباری ص ۳۷ ج ۱۱
۴۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۰ ج ۴
۴۱۔ الموطا ص ۶۰۳ ج ۲، عبدالرزاق ص ۴۶۵ ج ۷ المحلی ص ۱۷ ج ۱۰، کنزالعمال نمبر ۱۵۷۰۸، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ ب ج ۱، سنن سعید بن منصور ص ۲۳۹/۱ ج ۳، احکام القرآن ص ۴۱۰، ۴۱۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۶۱ ج ۷
۴۲۔ الدر المنثور ص ۲۸۸ ج ۱، ص ۱۳۵ ج ۲، تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۱، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۸۷، المغنی ص ۵۴۲ ج ۷
۴۳۔ الدر المنثور ص ۱۳۵ ج ۲، المحلی ص ۱۲ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۸۲ ج ۹
۴۴۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۷
۴۵۔ عبدالرزاق ص ۴۶۶ ج ۷، الدر المنثور ص ۱۳۵ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۱۰ ج ۲
۴۶۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۷
۴۷۔ عبدالرزاق ص ۴۷۴ ج ۷، المحلی ص ۳ ج ۱۰
۴۸۔ کنزالعمال نمبر ۱۵۷۰۷
۴۹۔ موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ رضاع نمبر ۳
۵۰۔ بخاری فی النکاح، مسلم فی الرضاع
۵۱۔ المغنی ص ۵۶۹ ج ۶
۵۲۔ حلیتہ العلماء ص ۱۴۷ ج ۳، المغنی ص

۱۴۰ ج ۳، المجموع ص ۲۹۵ ج ۶

۵۳۔ احکام القرآن ص ۱۸۰ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۱۶ ج ۶، المغنی ص ۱۳۹ ج ۳، سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۴

۵۴۔ عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۸، سنن بیہقی ص ۳۱۸ ج ۱۰، المغنی ص ۴۱۲ ج ۹، الدرالمنثور ص ۴۵ ج ۵، تفسیر قرطبی ص ۲۴۶ ج ۱۲

۵۵۔ عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۸

۵۶۔ سنن بیہقی ص ۳۲۲ ج ۱۰

۵۷۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۸

۵۸۔ عبدالرزاق ص ۷۴، ۴۲۸، ۴۲۹ ج ۸، المحلی ص ۲۴۴ ج ۹

۵۹۔ عبدالرزاق ص ۷۳ ج ۸

۶۰۔ عبدالرزاق ص ۳۷۷ ج ۸، تفسیر طبری آیت (وآتوھم من مال اللہ الذی آتاکم)، الدر المنثور ص ۴۶ ج ۵، تفسیر قرطبی ص ۲۵۲ ج ۱۲

۶۱۔ سنن بیہقی ص ۳۳۰ ج ۱۰، المغنی ص ۴۲۵ ج ۹، تفسیر قرطبی ص ۲۵۲ ج ۱۲

۶۲۔ بخاری فی العتق باب بیع المکاتب، الموطا ص ۷۸۷ ج ۲، عبدالرزاق ص ۴۰۶ ج ۸، سنن بیہقی ص ۳۴۴ ج ۱۰، المحلی ص ۲۲۹ ج ۹، احکام القرآن ص ۳۲۶ ج ۳، شرح السنہ ص ۳۷۳ ج ۹

۶۳۔ اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۹۹، المغنی ص ۴۱۹، ۴۶۹ ج ۹، المحلی ص ۲۴۱ ج ۹

۶۴۔ المحلی ص ۲۴۱ ج ۹

۶۵۔ سنن بیہقی ص ۳۴۱ ج ۱۰

۶۶۔ سنن بیہقی ص ۳۴۱ ج ۱۰، سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۷ ج ۳

۶۷۔ سنن بیہقی ص ۳۴۱ ج ۱۰

۶۸۔ عبدالرزاق ص ۴۰۷ ج ۸

۶۹۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۳۹۱ ج ۸، احکام القرآن ص ۳۲۶ ج ۳، المحلی ص ۲۳۸ ج ۹

۷۰۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰، المغنی ص ۲۶۷ ج ۶

۷۱۔ المحلی ص ۴۱۲ ج ۹

۷۲۔ سنن دارمی ص ۴۲۲ ج ۲، المغنی ص ۳۸۷ ج ۹

۷۳۔ عبدالرزاق ص ۱۵۸ ج ۹، ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲، المحلی ص ۳۳ ج ۹

۷۴۔ الموطا ص ۸۱۴ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۱۵ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۱۴۷ ج ۹، المحلی ص ۳۷ ج ۹، المغنی ص ۴۰۱ ج ۹

۷۵۔ عبدالرزاق ص ۱۴۷ ج ۹
۷۶۔ المحلی ص ۳۷ ج ۹
۷۷۔ سنن بیہقی ص ۳۱۳ ج ۱۰' المغنی ص ۳۹۳ ج ۹
۷۸۔ عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۹' المحلی ص ۳۷' ۳۹ ج ۹' کشف الغمہ ص ۱۹۶ ج ۲' المغنی ص ۳۹۸'۳۹۹ ج ۹
۷۹۔ سنن سعید بن منصور ص ۲/ ۶۵ ج ۳' المغنی ص ۵۴۰ ج ۹
۸۰۔ سنن بیہقی ص ۳۴۹ ج ۱۰
۸۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۱/ ۱۱۴ ج ۳' عبدالرزاق ص ۲۹۸ ج ۷' سنن بیہقی ص ۳۴۸ ج ۱۰
۸۲۔ سنن بیہقی ص ۴۴۷' ۳۵۰ ج ۷' المحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰' الموطا ص ۵۹۳ ج ۲' عبدالرزاق ص ۲۳۳ ج ۷' تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۵ ج ۱' شرح السنۃ ص ۳۱۷ ج ۹' المغنی ص ۵۰۰ ج ۷' کشف الغمہ ص ۱۰۷ ج ۲
۸۳۔ المحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰
۸۴۔ تفسیر قرطبی ص ۱۷۵ ج ۱۲' المغنی ص ۵۴۹ ج ۹' عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۷
۸۵۔ عبدالرزاق ص ۱۴۹ ج ۹' المغنی ص ۳۴۴ ج ۹
۸۶۔ المحلی ص ۱۹۴ ج ۹
۸۷۔ المحلی ص ۱۹۵ ج ۹' کشف الغمہ ص ۱۹۶' ج ۹
۸۸۔ سنن بیہقی ص ۲۸۰ ج ۱۰
۸۹۔ المحلی ص ۲۴۱ ج ۹
۹۰۔ عبدالرزاق ص ۴۸۵ ج ۸
۹۱۔ المحلی ص ۲۰۹ ج ۹' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱ ب' ج ۱
۹۲۔ عبدالرزاق ص ۴۱۳ ج ۱۰
۹۳۔ المحلی ص ۲۰۰ ج ۹
۹۴۔ عبدالرزاق ص ۴۵۶ ج ۷' سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۱۰
۹۵۔ عبدالر ص ۱۱۹ ج ۹' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ب' ج ۱
۹۶۔ عبدالرزاق ص ۳۸۱ ج ۸' سنن بیہقی ص ۲۹۱ ج ۱۰' المحلی ص ۱۸۵ ج ۹
۹۷۔ المحلی ص ۱۸۸'۴۰۰ ج ۹' المغنی ص ۱۰۳ ج ۴ ص ۵۰۷ ج ۹
۹۸۔ سنن بیہقی ص ۱۲۸ ج ۷
۹۹۔ سنن سعید بن منصور ص ۱/ ۲۲۲ ج ۳' المحلی ص ۵۰۳ ج ۹
۱۰۰۔ عبدالرزاق ص ۲۷۲ ج ۷
۱۰۱۔ المحلی ص ۲۱۳ ج ۹
۱۰۲۔ المغنی ص ۳۷۴ ج ۹

[۱۰۳] ۔ المغنی ص ۳۸۳ ج ۳، الموطا ص ۷۲۸ ج ۲

[۱۰۴] ۔ احکام القرآن ص ۵۲۷ ج ۱، المحلی ص ۹۶ ج ۸

[۱۰۵] ۔ المحلی ص ۹۷، ۹۸ ج ۸

حرف الزاء

زرع (فصل)

۱۔ تعریف: انسانی عمل کے نتیجے میں زمین سے پیدا ہونے والی فصل کو زرع کہتے ہیں۔

۲۔ عمدہ خوشبو والی فصل کو احرام والا شخص سونگھ نہیں سکتا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ی) فصلوں اور پھلوں کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکوۃ نمبر۹ کا جزھ)

فصل کاٹتے وقت اس میں سے صدقہ کرنا (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر۲)

زکاۃ (زکوۃ)

۱۔ تعریف: مالدار شخص کا اپنے مال میں سے ایک معین حصہ متعین مصارف میں صرف ہونے کے لئے نیت کے ساتھ الگ کر دینے کو زکوۃ کہتے ہیں۔

۲۔ زکوۃ کی فرضیت۔

الف۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سورۃ بقرہ آیت نمبر۴۳ میں زکوۃ کی فرضیت بیان کر دی ہے چنانچہ ارشاد ہے (واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)۔ قرآن کریم کے اندر ان معنوں پر مشتمل آیات کثرت سے ہیں۔ زکوۃ اسلام کا ایک رکن ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد چار ستونوں پر ہے' اقامت صلوۃ' ادائے زکوۃ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ رمضان کے روزے اور استطاعت رکھنے والے پر بیت اللہ کا حج"[۱]۔ (دیکھئے مادہ اسلام نمبر۲)

بلکہ حضرت ابن عمرؓ نے زکوۃ کی ادائیگی سے باز رہنے کو دین کی عملی تکذیب کی ایک صورت قرار دیا ہے۔ آپ نے قول باری (ارایت الذی یکذب بالدین۔ فذلک الذی یدع الیتیم ــــــ ویمنعون الماعون۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے' یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ــــــ اور یہ لوگ برتنے کی عام چیزوں سے بھی روکتے ہیں)۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ: "یہ زکوۃ ہے"[۲]۔

ب۔ زکوۃ کی فرضیت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ مال حاصل کرنے کی صحت کی یہ

شرط ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس کنز کے متعلق پوچھا گیا جس کا ذکر سورہ توبہ آیت نمبر ۳۴ میں ہوا ہے (والذین یکنزون الذهب والفضه ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں ایک دردناک عذاب کی بشارت دیجئے)۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "یہ وہ مال ہے جس کی زکوۃ ادا نہیں کی جاتی" [۳]۔ آپ نے فرمایا: "ہر ایسا مال جس کی زکوۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں ہے خواہ وہ مدفون کیوں نہ ہو' اور ہر وہ مال جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا ہے' اس مال سے اس کے مالک کو داغا جائے گا خواہ وہ مدفون یعنی دفینہ نہ بھی ہو" [۴]۔
(دیکھئے مادہ اکتناز نمبر۲)

۳۔ کن لوگوں پر زکوۃ واجب ہوتی ہے؟

الف۔ نابالغ کے مال کی زکوۃ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ زکوۃ اموال کا ٹیکس ہے اس لئے جب مال وافر ہو جائے تو زکوۃ واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس کا مالک مسلمان ہو خواہ یہ مالک نابالغ ہو یا بالغ' عاقل ہو یا دیوانہ' اس کی طرف سے اس کا ولی زکوۃ نکالے گا [۵]۔ آپ خود یتیم کے مال کی زکوۃ نکالا کرتے تھے [۶]۔ آپ کے پاس یتیموں کے اموال ہوتے آپ یہ اموال قرض کے طور پر دے دیتے تاکہ انہیں تلف ہونے سے محفوظ کردیں اور پھر ان کے اموال سے ان کی زکوۃ نکالتے [۷]۔ سالم بن عبداللہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس دو یتیموں کا مال تھا آپ اس مال کی زکوۃ نکالتے' میں نے عرض کیا: "ابا جان' اگر آپ اس مال سے تجارت نہ کریں اور نہ ہی اسے مضاربہ پر دیں تو یہ بات یعنی زکوۃ کی ادائیگی اس مال کو بہت جلد ختم کردے گی" آپ نے جواب دیا: "خواہ ایک درہم بھی باقی نہ رہے میں اس کی زکوۃ ضرور نکالوں گا" سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے بعد میں اس مال سے دونوں یتیموں کے لئے ایک مکان خرید لیا [۸]۔

آپ سے ایک یتیم کے مال کی سرپرستی کے لئے کہا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم

چاہو تم میں اس مال کا ولی بن جاؤں گا لیکن شرط یہ ہے کہ سال بسال اس کی زکوۃ نکالتا رہوں گا"[۹]۔

ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن السائب سے ایک شاذ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک یتیم کا مال تھا جسے آپ نے قرض کے طور پر دوسروں کو دے دیا تھا تاکہ اس کی زکوۃ نہ دینی پڑے"[۱۰]۔ اس حقیقت میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت ابن عمر کے پاس ایک یتیم کا مال تھا جسے آپ نے قرض کے طور پر دوسروں کو دے دیا تھا لیکن آپ نے یہ کیوں کیا تھا؟ کیا مذکورہ مال محفوظ کرنے کی خاطر ایسا کیا تھا یا زکوۃ سے جان چھڑانے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا؟ حضرت ابن عمرؓ سے منقول تمام روایات میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ یتیم کے مال کی زکوۃ نکالتے تھے لیکن ابن السائب نے وہ نتیجہ اخذ کیا جو اس صراحت کے خلاف ہے۔ دراصل اس استنتاج کے اندر ابن السائب سے غلطی ہوگئی ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ نہیں ہے کہ دین کی زکوۃ نہ نکالی جائے' اس کا ذکر آگے آئے گا۔

ب۔ غلام کے مال کی زکوۃ: غلام کے مال میں زکوۃ کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ یہ اختلاف غلام کی ملکیت کے بارے میں آپ سے منقول روایات کے اندر اختلاف کے تابع ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق غلام مالک نہیں ہوتا' آپ نے فرمایا: "غلام اور اس کا مال اس کے آقا کا ہوتا ہے"[۱۱]۔ اور جب غلام مالک نہیں ہوتا تو اس کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی' آپ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ: "غلام کے مال میں اس وقت تک زکوۃ نہیں جب تک وہ آزاد نہ کردیا جائے"[۱۲]۔ مکاتب بھی اس وقت تک غلام ہوتا ہے جب تک وہ پورا بدل کتابت ادا نہ کردے اس کے ہاتھ میں موجود مال کے اندر بھی زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ: "مکاتب کے مال میں کوئی زکوۃ نہیں"[۱۳]۔

جب ہماری مذکورہ بالا بات ثابت ہوگئی کہ زکوۃ اموال کا ٹیکس ہے' سروں کا ٹیکس نہیں نیز جب مسلمان کے پاس مال وافر ہوجائے گا اس پر زکوۃ واجب ہوجائے گی اس

لئے غلام کے ہاتھ میں موجود مال کی زکوۃ اس کے آقا پر واجب ہوگی کیونکہ غلام کے قبضے میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہوتا ہے [۱۴]۔

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ایک اور روایت کے مطابق غلام کو ملکیت حاصل ہوتی ہے [۱۵]۔ بنا بریں اس کے ہاتھ میں موجود مال کی زکوۃ اس پر واجب ہوگی۔ جابرالخداء نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا غلام کے مال میں زکوۃ ہے؟ آپ نے جواب میں پوچھا: "آیا وہ مسلمان ہے؟" جابر نے عرض کیا کہ ہاں وہ مسلمان ہے' یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اس پر ہر دوسو درہموں میں پانچ درہم واجب ہوں گے اور اس سے زائد رقم پر اسی حساب سے درہم واجب ہوں گے" [۱۶]۔

میرے خیال میں ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تناقض نہیں ہے ان دونوں میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ ہم یہ کہیں کہ غلام جو کچھ کمائے گا یا اس کے ہاتھ میں جو مال آئے گا وہ اس مال کا صرف اس وقت مالک بنے گا جب اس کا آقا اس پر اس کی ملکیت برقرار رہنے دے گا۔ اس صورت میں وہ مذکورہ مال کا مالک بن جائے گا اور اس کے بعد آقا کو مذکورہ مال غلام کے ہاتھ سے لے لینے کا اختیار نہیں ہوگا۔ ہماری اس توجیہ پر ابن حزم کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کی رائے یہ تھی کہ جس شخص کا کوئی غلام ہو اور غلام کے ہاتھ میں کوئی مال ہو یا اسے ہبہ کردیا گیا ہو یا اس نے کوئی مال کمایا ہو تو آقا کو مذکورہ مال اس سے لے لینے کا اختیار ہوگا۔ اگر آقا وہ مال اس سے نہ لے حتیٰ کہ اسے آزاد کردے تو پھر مذکورہ مال غلام کا ہوجائے گا [۱۷]۔

ابن قدامہ نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ جب اپنے کسی غلام کو آزاد کردیتے تو اس کے مال سے کوئی تعرض نہ کرتے [۱۸]۔

۴۔ دین کی زکوۃ: دین کی دو قسمیں ہیں' کسی کا دین اور کسی پر واجب الادا دین۔

الف۔ اگر کسی کا کسی پر دین ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

پہلی صورت یہ ہے کہ دین ایسے مدیون کے ذمہ ہو جو اس دین کا اقرار کرتا ہو اور اس کی ادائیگی کے لئے تیار ہو۔ ایسے دین کی صورت میں دائن پر ہر سال اس کی زکوۃ

واجب ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تمہارے قبضے میں جو مال ہے اس کی زکوۃ ادا کرو نیز اپنے اس مال کی بھی زکوۃ نکالو جو دین کی صورت میں کسی ثقہ شخص کے ذمہ واجب الادا ہو' یہ مال بھی تمہارے قبضے میں ہونے کے مترادف ہے" ابن قدامہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ دین پر اس وقت تک زکوۃ نہیں ہوگی جب تک دائن اس پر قبضہ نہ کرلے کیونکہ یہ غیر تام ہوگا اور اس کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی جس طرح عروض قنیہ (کمائے ہوئے عروض یعنی سامان و اسباب) کی کیفیت ہے [19]۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دین ایسا ہو جس کے متعلق غلبہ ظن یہ ہو کہ مدیون اس کی ادائیگی نہیں کرے گا۔ ایسے دین پر جب تک دائن کا قبضہ نہ ہوجائے وہ اس کی زکوۃ نہیں نکالے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس دین کی ادائیگی مظنون یعنی مشکوک ہو اس پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہوگی جب تک اس کا مالک یعنی دائن اس پر قبضہ نہ کرلے" [20]۔

اس دین کے حکم میں ہر وہ مال ہے جو مالک کے بس سے باہر ہے مثلاً مغصوب مال نیز وہ مال جس کے مالک اور اس کے درمیان رکاوٹ پیدا کردی گئی ہو [21]۔

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ قبضے میں آنے کے بعد دائن ایسے دین کے صرف ایک سال کی زکوۃ ادا کرے گا یا گذرے ہوئے تمام سالوں کی؟ اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عمرؓ سے منقول کوئی روایت ہاتھ نہیں لگی۔

ب۔ اگر کسی کے ذمہ واجب الادا دین ہو تو وہ اس زکوۃ نہیں نکالے گا' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "دین میں زکوۃ نہیں ہے" [21ب]۔ زکوۃ کے سقوط کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ دین اس مال کی جنس میں سے ہو جو اس کے قبضے میں موجود ہو بلکہ غیر جنس میں سے ہونے کی صورت میں بھی اس سے زکوۃ ساقط ہوجائے گی۔ مثلاً ایک شخص کو اپنی فصل سے آمدنی ہوجائے جب کہ دوسری طرف اس پر دین ہو اور یہ دین اس نے خود اس فصل کے سلسلے میں حاصل کیا ہو یعنی بیج کی قیمت نیز مزارع کی اجرت کی ادائیگی وغیرہ دین حاصل کرکے کی ہو' یا اس نے مذکورہ فصل کے سوا کسی اور مقصد کے لئے مثلاً اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے قرض لیا ہو' یا اس طرح کسی کے مویشیوں

پر زکوۃ واجب ہوگئی ہو اور اس نے ان مویشیوں یا اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے دین لیا ہو تو ان صورتوں میں وہ مذکورہ دین پہلے الگ کر لے گا اور پھر باقیماندہ مال کی زکوۃ نکالے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ایک شخص قرض لے کر اپنے اہل و عیال پر اور اپنی زمین پر خرچ کرے تو وہ خرچ شدہ رقم کی پہلے ادائیگی کرے گا اور پھر باقیماندہ مال کی زکوۃ نکالے گا" [۲۲]۔ یہی کیفیت اس کے مویشیوں کی زکوۃ کی ہے [۲۳]۔

۵۔ حولان حول (سال گزر جانا)

اگر مال نصاب کو پہنچ جائے خواہ یہ مال نقود کی شکل میں ہو یا سامان تجارت یا مویشیوں کی صورت میں تو اس پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہوگی جب تک مذکورہ نصاب پر سال گزر نہ جائے۔ حضرت ابن عمرؓ: "تمہارے اموال کی زکوۃ سال سے لے کر سال تک ہے" [۲۴]۔ اگر سال کے دوران اس کے ہاتھ کوئی مال آجائے تو اس پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہوگی جب تک ہاتھ آنے کے وقت سے ایک سال پورا نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص کو کوئی مال ہاتھ آئے تو جب تک اس پر سال نہ گزر جائے اس وقت تک اس کی زکوۃ نہ نکالے [۲۵]۔ البتہ فصلوں پر زکوۃ کے وجوب کے لئے سال گزرنے کے بالا جماع شرط نہیں ہے۔ کیونکہ فصلوں کے اندر اللہ کے شکر کا پہلو ہوتا ہے۔

۶۔ زکوۃ کا نصاب

الف۔ کسی مسلمان پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہوتی جب تک اس کی ملکیت میں موجود زکوۃ والے اموال نصاب کو نہ پہنچ جائیں اور یہ نصاب دین سے خالی ہو۔ زکوۃ والے اموال کے نصاب کی مقدار کے بارے میں تفصیل آگے آرہی ہے۔

ب۔ اگر مسلمان کے پاس نصاب سے زائد مال ہو جائے تو وہ اس زائد کی بھی زکوۃ نکالے گا بشرطیکہ مذکورہ مال نقود یا سامان تجارت یا فصل کی صورت میں ہو۔ اگر مال مویشیوں کی صورت میں ہو تو دو نصابوں کے درمیان والے مال یعنی اوقاص کی اس پر کوئی زکوۃ واجب نہیں ہوگی [۲۶]۔ پہلے گزر چکا ہے کہ جابر الحذاء نے حضرت ابن عمر

رضہ سے غلام پر زکوٰۃ کے وجوب کے بارے میں دریافت کیا تھا، آپ نے استفسار کیا تھا کہ آیا مذکورہ غلام مسلمان ہے، جابر نے جواب اثبات میں دیا تھا اور آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اس پر ہر دو سو درھموں کے اندر پانچ درھم واجب ہوں گے اور اس سے زائد رقم پر اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جزب)

۷۔ نقود کی زکوٰۃ

الف۔ نقد رقم اگر چاندی کی صورت میں ہو تو اس میں زکوٰۃ کے وجوب کا نصاب دو سو درہم ہے یعنی پانچ اوقیہ (نصف رطل کا چھٹا حصہ) اس رقم پر پانچ درہم (چالیسواں حصہ) واجب ہونگے۔ اگر نصاب سے یہ رقم بڑھ جائے تو اس اضافے کی نسبت سے زکوٰۃ میں بھی اضافہ ہو جائے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "دو سو درہم میں پانچ درہم ہیں اور اس سے زائد پر اسی حساب سے ہے"[۲۷]۔ اگر دو سو درہم سے کم رقم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی"[۲۸]۔

ب۔ اگر نقد رقم سونے کی شکل میں ہو تو اس کا نصاب بیس مثقال ہوگا۔ اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ بیس مثقال سونے کے اندر نصف مثقال زکوٰۃ ہوگی یعنی چالیسواں حصہ۔ اس سے زائد پر اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی جس طرح چاندی کے اندر ہے۔

ج۔ اگر سونا اور چاندی عورتوں کے زیورات کی شکل میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ عورتیں یہ زیور پہنتی ہوں یا عاریت کے طور پر دیتی ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں کو چار سو دینار کے زیورات پہناتے تھے اور زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے[۲۹]۔ (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۳) نیز (مادہ اعارۃ نمبر ۳)

۸۔ سامان تجارت کی زکوٰۃ

حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ عروض یعنی اسباب اور سامان پر صرف اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی جب یہ بغرض تجارت ہوں۔ آپ نے فرمایا: "عروض کے اندر زکوٰۃ نہیں الا یہ کہ وہ تجارت کے لئے ہوں"

۳۰۔ نیز فرمایا: "غلام، جانور اور کپڑا اگر بغرض تجارت ہوں تو ان پر ہر سال زکوۃ واجب ہوگی" ۳۱۔ اس بارے میں متفق علیہ امر یہ ہے کہ عروض تجارت کا نصاب چاندی کا نصاب ہے اور چاندی کی طرح ان کے اندر بھی چالیسواں حصہ زکوۃ کے طور پر واجب ہوگا۔

۹۔ مویشیوں کی زکوۃ

الف۔ مویشیوں سے مراد بکریاں، اونٹ اور گائیں ہیں۔ ان کے اندر صرف اس صورت میں زکوۃ واجب ہوگی جب یہ سائمہ یعنی چرنے والی ہوں اور ان سے نسل کشی مطلوب ہو۔ اگر سائمہ نہ ہوں تو اس میں زکوۃ نہیں ہوگی ۳۲۔ اگر ان مویشیوں سے کام لیا جاتا ہو تو بھی ان کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ کام کرنے والے جانوروں کا کوئی صدقہ نہیں ہوتا۔ اگر یہ مویشی تجارت کے لئے ہوں تو ان میں اموال تجارت کی زکوۃ واجب ہوگی۔ مویشیوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ دونوں صورتوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ مویشیوں کی زکوۃ میں بوڑھا جانور قبول نہیں کیا جائے گا نہ ہی عیب دار جانور اور نہ ہی نر جانور الا یہ کہ صدقات جمع کرنے والا اس کی اجازت دے دے ۳۳

ب۔ بکریوں کی زکوۃ: حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ جب چرنے والی بکریاں چالیس ہو جائیں تو ایک بکری واجب ہوگی یہاں تک کہ اس کی تعداد ایک سو بیس ہو جائے اس سے زائد بکریوں پر دو سو تک دو بکریاں واجب ہوں گی اور پھر اس سے زائد پر تین سو تک تین بکریاں اور پھر اس سے زائد پر ہر سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔ ۳۴

ج۔ اونٹوں کی زکوۃ: حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات اس امر پر متفق ہیں کہ ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری واجب ہوگی یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد پچیس ہو جائے اس سے زائد تعداد پر پینتیس تک ایک بنت مخاض (دوسرے سال کی مادہ اونٹ بچھیا) واجب ہوگی۔ اگر بنت مخاض نہ ہو تو ایک ابن لبون (تیسرے سال کا نر اونٹ بچہ)

واجب ہوگا۔ پھر اس سے زائد تعداد پر پینتالیس تک ایک بنت لبون (تیسرے سال کی مادہ اونٹ بچھیا) واجب ہوگی۔ اس سے زائد تعداد پر ساٹھ تک ایک حقہ (چوتھے سال کی مادہ اونٹ بچھیا) واجب ہوگی جس کے ساتھ نر اونٹ جفتی کر چکا ہو۔ اس سے زائد تعداد پر پچھتر تک ایک جذعہ (پانچویں سال کی اونٹنی) کا وجوب ہوگا۔ اس سے زائد پر نوے تک دو بنت لبون واجب ہوں گی۔ اس سے زائد پر ایک سو بیس تک دو حقہ واجب ہوں گی جن کے ساتھ نر اونٹ جفتی کر چکا ہو۔ اس سے زائد کا حساب یہ ہے کہ ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ واجب ہوگی [۳۵]۔ بنا بریں اگر اس کے پاس ایک سو اکیس اونٹ ہو جائیں تو تین بنت لبون واجب ہوں گی اور اگر اس کے پاس ایک سو تیس اونٹ ہو جائیں تو دو بنت لبون اور ایک حقہ واجب ہوں گی [۳۶]۔

د۔ گائیوں کی زکوٰۃ: ہر تیس گائے پر ایک تبیع یا تبیعہ (دوسرے سال کا بچھڑا یا بچھیا) کا وجوب ہوگا اور ہر چالیس پر ایک مسنہ (تیسرے سال کی بچھیا) واجب ہوگی۔ یہ مسئلہ بالا جماع ہے [۳۷]۔

ھ۔ فصلوں کی زکوٰۃ:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ گندم، جو، سلت (جو کی ایک قسم) خشک کھجور اور زبیب یعنی خشک انگور (کشمش یا منقی) کے سوا کسی اور فصل یا پھل پر واجب نہیں ہوگی [۳۸]۔ آپ نے پھلوں اور فصلوں کے صدقہ یعنی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا: "کھجوروں، انگوروں، گندم یا جو پر زکوٰۃ واجب ہے" [۳۹]۔ اور تمام سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں [۴۰]۔

۲۔ جن فصلوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان کے اندر پانچ وسق (ایک وسق ساٹھ صاع، ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر) سے کم مقدار پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "پانچ وسق سے کم پر کوئی صدقہ یعنی زکوٰۃ نہیں" [۴۱]۔

۳۔ فصلوں اور پھلوں پر واجب ہونے والی زکوٰۃ کا حساب یہ ہے کہ ان کی سینچائی کا کام

کلفت اور مشقت سے کیا گیا ہو تو پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہو گا اور اگر یہ کام مشقت اور کلفت کے بغیر سرانجام پایا گیا ہو تو پیدوار کا دسواں حصہ واجب ہو گا۔ البتہ زکوۃ نکالنے سے پہلے مالک پر عائد ہونے والے دیون ادا کئے جائیں گے خواہ یہ دیون فصلوں کی خاطر حاصل کئے گئے ہوں یا اہل و عیال کے اخراجات کی خاطر جیسا کہ (مادہ زکوۃ نمبر۴ جز ب) میں گزر چکا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کھجوروں' انگوروں 'گندم' جو یا سلت (جو کی ایک قسم)' کی زمین اگر بارانی ہو یا نہر یا چشمہ سے اس کی آب پاشی کی گئی ہو یا وہ عشری زمین ہو اور بارش کے ذریعے سیراب ہوئی ہو تو اس میں فصلوں اور پھلوں کی زکوۃ پیداوار کا دسواں حصہ ہو گی یعنی ہر دس پر ایک اور جس زمین کی آب پاشی' اونٹوں پر لاد کر لائے ہوئے پانی کے ذریعے کی گئی ہو اس کی پیدوار کا بیسواں حصہ زکوۃ کے طور پر ادا کیا جائے گا یعنی ہر بیس پر ایک "[۴۲]۔

ہ۔ فصلوں کی زکوۃ میں سال گزرنے کی بالاجماع شرط نہیں ہے۔ فصلوں کی زکوۃ کے بارے میں نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت سورہ انعام کی آیت نمبر۱۴۱ ہے۔ جس میں ارشاد ہے (کلوامن ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ جب وہ پھل دے تو اس کے پھل میں سے کھاؤ اور کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو)۔ اس ادائیگی کے لئے کوئی مقدار فرض نہیں کی گئی تھی پھر اس کی مقدار دسویں یا بیسویں حصے کی صورت میں فرض کر دی گئی جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ تاہم فصلوں کی کٹائی کے دن مالکان کے پاس آنے والے فقیر و مساکین کو کچھ دے دینا فرض رہا اور اس کے لئے کوئی معین مقدار فرض نہیں ہوئی [۴۲]۔ ب حضرت ابن عمرؓ نے درج بالا آیت تلاوت کر کے اس کی تفسیر میں فرمایا: "اس دن تمہارے پاس جو آئیں انہیں چند مٹھیاں دے دو' یہ زکوۃ نہیں ہے "[۴۳]۔ نیز فرمایا: "صحابہ کرام اپنے پاس آنے والوں کو زکوۃ کے سوا کچھ نہ کچھ دے دیتے تھے "[۴۴]۔

و۔ گھوڑوں' غلاموں اور شہد میں زکوۃ نہیں اگر یہ بغرض تجارت نہ ہوں۔[۴۵]۔ حضرت عمرؓ نے گھوڑوں اور غلاموں کے سلسلے میں جو کچھ وصول کیا تھا وہ فرض نہیں تھا بلکہ لوگوں نے اپنی خوشی سے اس کی ادائیگی کی تھی [۴۶]۔

اسی طرح شہد میں سے جو حصہ وصول کیا تھا وہ حفاظت کے بالمقابل تھا' زکوۃ نہیں تھی [۴۷]۔

۱۰۔ سلطان کو زکوۃ کی ادائیگی۔

الف۔ پہلے تین خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکرصدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں لوگ اپنے اموال کی زکوۃ حکام یعنی حکومت کے حوالے کر دیتے تھے اور اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے تو اس کے بعد بعض صحابہؓ زکوۃ کی ادائیگی حکام کو کرنے لگے اور بعض اپنی زکوۃ اللہ کے ذکر کردہ مصارف میں خود صرف کرنے لگے [۴۸]۔ حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے جو ہر حال میں حکام سلطنت کو زکوۃ کی ادائیگی کے قائل تھے جب تک وہ اسلام پر رہ کر نماز قائم رکھتے 'خواہ وہ اسے اس کے مصارف میں صرف کرتے یا صرف نہ کرتے ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "زکوۃ امراء یعنی حکام سلطنت کے حوالے کردو" ایک شخص نے عرض کیا: "یہ لوگ زکوۃ کی رقم اس کے مصارف میں نہیں لگاتے" آپ نے جواب دیا: "خواہ نہ بھی لگائیں" [۴۹]۔ نیز فرمایا: "ان لوگوں کو اپنی زکوۃ کی ادائیگی کرو جنہیں اللہ نے تم پر والی بنایا ہے' پھر جو نیکی کرے گا وہ اپنی ذات کے فائدے کے لئے کرے گا اور جو گناہ کرے گا اس کا بوجھ اس پر عائد ہوگا" ۔ [۵۰]۔ ابن مطیع نے آپ سے کہا کہ: "میں اپنی زکوۃ ابن الزبیرؓ کے حوالے نہیں کروں گا۔ وہ یہ زکوۃ اپنے گھوڑوں کو چارے کے طور پر اور اپنے غلاموں کو کھلا دیں گے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے ابن مطیع کو پیغام بھیج کر فرمایا: "اگر تم اپنی زکوۃ کی ادائیگی ان لوگوں کو نہیں کرو گے تو درست نہیں کرو گے کیونکہ تمہیں صرف ان لوگوں کو زکوۃ حوالے کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ یہ نیکی کریں یا بدی" [۵۱]۔ نیز فرمایا: "انہیں اپنی زکوۃ کی ادائیگی کردو خواہ وہ زکوۃ کی اس رقم سے شراب خوری کیوں نہ کریں" [۵۲]۔ نیز فرمایا: "انہیں اپنی زکوۃ کی ادائیگی کرو خواہ یہ اپنے دستر خوانوں پر کتوں کی بوٹیاں کیوں نہ توڑیں" [۵۳]۔ قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن

عمرؓ سے عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے' میں اس کی زکوۃ کس کے حوالے کروں؟ آپ نے جواب دیا:" اسے ان لوگوں یعنی حکام کے حوالے کردو" میں نے عرض کیا:" یہ لوگ زکوۃ کی اس رقم سے کپڑے اور خوشبو خریدیں گے" آپ نے جواب دیا:" خواہ یہ لوگ اس سے کپڑے اور خوشبو کیوں نہ خریدیں' تاہم تم یہ بات بھی یاد رکھو کہ زکوۃ کے علاوہ بھی تمہارے مال کے اندر اللہ کا حق ہے" [۵۴]۔ سہیل بن صالح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ "میرے پاس مال جمع ہوگیا میں حضرت ابن عمرؓ ' حضرت ابوھریرۃؓ ' حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ میں سے ہر ایک کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میرے پاس مال جمع ہوگیا ہے اور حکام سلطنت زکوۃ جس طرح صرف کرتے ہیں اسے آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں مجھے اس کا ایک مصرف مل گیا ہے' کیا میں یہ زکوۃ اس مصرف میں لگا دوں ؟ سب نے مجھے یہی جواب دیا کہ اسے ان لوگوں یعنی حکام کے حوالے کر دو" [۵۵]۔ حضرت ابن عمرؓ خود اپنی زکوۃ حضرت ابن الزبیرؓ یا نجدہ حروری کے کارندوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے حالانکہ یہ لوگ آپ کی نظروں میں باغی تھے۔ (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۳ کا جز ب) بلکہ آپ کا طریق کار یہ تھا کہ جو بھی امیر مقرر ہوتا اس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور اپنے مال کی زکوۃ اس کے حوالے کر دیتے" [۵۶]۔

ب۔ اگر حکام کافر ہوں تو انہیں زکوۃ کی ادائیگی جائز نہیں ہوگی کیونکہ سورہ نساء آیت نمبر ۱۴۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا" اور اللہ مومنوں پر کافروں کے لئے ہرگز کوئی راہ پیدا نہیں کرے گا۔) ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور اپنے مال کی زکوۃ کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا:" زکوۃ سلطان کو ادا کر دو" :"اس نے کہا:" ہمارے امراء یعنی حکام دہقان ہیں" آپ نے پوچھا:" دہقان کون ہوتے ہیں؟" اس نے جواب دیا:" یہ مشرک ہیں" یہ سن کر آپ نے فرمایا:" اپنی زکوۃ مشرکین کے حوالے نہ کرو" [۵۷]۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ "میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم اپنی زکوۃ اپنے حکام کے حوالے کر دیں" آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔

اس نے عرض کیا: "ہمارے حکام کافر ہیں"
(ابن سیرین کہتے ہیں کہ گورنر زیاد کافروں کو بھی بطور حکام متعین کر دیا کرتا تھا) یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اپنے صدقات کافروں کے حوالے نہ کرو"[۵۸]۔

اگر حکام نمازیں ضائع کریں یا انہیں ان کے اوقات سے موخر کر کے ادا کریں یعنی اس وقت ادا کریں جب وقت فوت ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں انہیں زکوۃ حوالے کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جابر بن خیثمہ کہتے ہیں کہ "میں نے حضرت ابن عمرؓ سے زکوۃ کا مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا کہ " زکوۃ حکام یعنی والیوں کے حوالے کردو" پھر کچھ عرصے کے بعد آپ سے یہی سوال پوچھا تو آپ نے فرمایا: " زکوۃ ان کے حوالے نہ کرو کیونکہ انہوں نے نمازوں کو ضائع کردیا ہے"[۵۹]۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ کا اپنی پہلی رائے سے رجوع

حضرت ابن عمرؓ نے جلد ہی اپنی پہلی رائے سے رجوع کرلیا یعنی اس رائے سے کہ زکوۃ حکومت کے حکام کے حوالے کردی جائے خواہ وہ اسے اسکے صحیح مصارف میں نہ بھی لگائیں اور پھر یہ رائے قائم کرلی کہ زکوۃ صرف اس وقت حکام کے حوالے کرنا درست ہوگا جب وہ اسے اس کے صحیح مصارف میں لگائیں۔ پہلی رائے سے آپ کا رجوع آپ کے ساتھ ایک شخص کے مناقشہ کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ اس مناقشہ کی حکایت کرنے والے میمون بن مہران ہیں۔ جعفر بن برقان نے روایت کی ہے کہ میں نے میمون سے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ: "زکوۃ حکام کے حوالے کردو خواہ وہ شرابی کیوں نہ ہوں" یہ سن کر میمون نے کہا: "تم فلاں نصیبی شخص کو جانتے ہو' وہ حضرت ابن عمرؓ کا دوست ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں نے ابن عمرؓ پوچھا کہ آپ زکوۃ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ یہ حکام زکوۃ اس کے مصارف میں نہیں لگاتے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "زکوۃ ان کے حوالے کردو" میں نے کہا: "آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر یہ حکام نمازوں کو اوقات صلوۃ سے موخر کریں تو کیا پھر بھی آپ ان کے ساتھ نماز پڑھیں گے؟" حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اس پر میں نے کہا: "کیا نماز زکوۃ کی طرح نہیں ہے؟" یہ سن کر

آپ نے فرمایا :"ان لوگوں نے ہم پر التباس پیدا کردیا ہے اللہ ان پر التباس پیدا کردے "[۶۰]۔

اس نصیبی شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے سامنے زکوۃ اس کے غیر مصارف میں صرف کرنے کے معاملہ کو نماز کو اس کے غیر اوقات میں ادا کرنے پر قیاس کیا۔ نیز یہ کہ جس طرح نماز کو اس کے غیر اوقات میں ادا کرنے کی صورت کے اندر ان حکام کی متابعت نہیں کی جاسکتی اسی طرح زکوۃ کو اس کے اصل مصارف میں لگانے کے معاملہ کے اندر ان کی متابعت جائز نہیں' اس دن سے حضرت ابن عمرؓ نے یہ فتوی دینا شروع کردیا کہ زکوۃ ایسے حاکم کے حوالے کرنا جائز نہیں جو اسے اس کے درست مصارف میں نہ لگاتا ہو۔ حبان بن ابی جبلہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے سلطان کو زکوۃ حوالے کرنے کے سلسلے میں اپنے پہلے قول سے رجوع کرلیا تھا اور فرمایا تھا کہ :"زکوۃ کو اس کے مصارف میں لگاؤ"[۶۱]۔

سلطان کو زکوۃ حوالے کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کا اپنے قول سے رجوع کرلینے کا سبب یعنی مذکورہ بالا مناقشہ حسن بصری کی نظروں سے مخفی رہا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ سلطان کی گرفت کے خوف سے سلطان کو زکوۃ حوالہ کرنے کا فتوی دیتے تھے' پھر جب یہ خوف جاتا رہا تو آپ نے لوگوں کو یہ فتوی دینا شروع کردیا کہ زکوۃ کو اس کے صحیح مصارف میں لگایا جائے اگر سلطان اسے اس کے درست مصارف میں نہ لگاتا ہو۔ عبدالرزاق نے "مصنف عبدالرزاق" کے اندر محمد بن راشد سے روایت کی ہے کہ مجھے ابان نے بتایا کہ وہ حسن بصری کے پاس گئے ان دنوں حجاج کی حکومت تھی اور حسن بصری ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش تھے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا میں اپنی زکوۃ امراء یعنی حکام کے حوالے کردوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا :"اپنی زکوۃ فقراء اور مساکین کو دے دو" یہ سن کر حسن بصری نے کہا :"میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ ابن عمرؓ جب اس شخص یعنی حجاج کی طرف سے مامون ہوگئے تو پھر فتوی دیا کہ زکوۃ فقراء اور مساکین کے حوالے کرو"[۶۲]۔

ہمارے نزدیک یہ معاملہ اس طرح نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ کا درجہ اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ سلطان کی گرفت کے خوف سے اللہ کے حکم کو چھپا جائیں۔

امام ابو حنیفہ کے شیخ حماد بن ابی سلیمان نے بھی اس امر کو مستبعد تصور کیا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ یہ فرمائیں کہ: "زکوۃ حکام کے حوالے کردو خواہ وہ اپنے دسترخوانوں پر کتوں کی بوٹیاں کیوں نہ توڑتے ہوں" اس موقعہ پر حماد نے کہا تھا کہ: "معاذ اللہ، حضرت ابن عمرؓ کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتے" [۶۳]۔

۱۱۔ زکوۃ کے مصارف

الف۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ آیت نمبر ۶۰ میں ان مصارف کا ذکر فرمایا ہے جن میں زکوۃ صرف کی جائے۔ ارشاد ہے (انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل، فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے) اس طرح زکوۃ کے یہ آٹھ مصارف ہیں جن کی تحدید اللہ تعالیٰ نے کردی ہے۔ ذیل میں ہم اس سلسلے کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کا جائزہ لیں گے

ب۔ فقراء اور مساکین: فقیر وہ شخص نہیں جسے کسی کسب سے یومیہ خرچ حاصل ہوتا ہو یا کسی غیر منقولہ مال کی آمدنی یا مویشی چرانے کی اجرت یا اسی طرح کا کوئی ذریعہ ہو جس پر اس کا گذارہ چل رہا ہو [۶۴]۔ بلکہ وہ فقیر شخص ہے جسے اس طرح کا کوئی ذریعہ حاصل نہ ہو۔ یہ وہ فقر ہے جو انسان کو ذلیل کر کے رکھ دے اور اسے بے بس کر کے زمین پر گرا دے [۴۶ - ب]۔

فقیر اور مسکین میں فرق یہ ہے کہ فقیر فقر کی درج بالا صورت کے باوجود دست سوال دراز کرنے سے پرہیز کرتا ہے جبکہ مسکین دست سوال دراز کردیتا ہے حضرت

ابن عمرؓ نے فرمایا: "فقیر وہ شخص نہیں ہو جو ایک درہم کو دوسرے درہم کے ساتھ اور ایک کھجور کو دوسری کھجور کے ساتھ یکجا کردے' فقیر تو وہ شخص ہے جو اپنا لباس اور اپنی ذات صاف ستھری رکھے' اسے دولت حاصل کرنے کی قدرت نہ ہو اور سوال کی ذلت سے بچنے کی بنا پر ناواقف شخص اسے مالدار سمجھے"[۶۵]۔

ج۔ صدقات کے کام پر مامور لوگ: زکوۃ کی وصولی کا کام کرنے والوں کو زکوۃ کی رقم سے اجرت دی جائے گی۔ انہیں زکوۃ سے ان جیسے کارکنوں کی اجرت کی مقدار کے برابر اجرت دی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ سے زکوۃ کے مال کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ بدترین مال ہے۔ یہ ہاتھ پاؤں سے معذور افراد اور نابیناؤں کا مال ہے اور ہر اس شخص کا مال ہے جو مال سے لاچار ہوچکا ہو" آپ سے کہا گیا کہ کیا زکوۃ کے کام پر مامور لوگوں کا نیز اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا بھی اس میں حق ہے؟۔ آپ نے جواب دیا: "اس کام پر مامور لوگوں کے لئے ان کی کارکردگی کے مطابق زکوۃ کے مال سے اجرت ہے۔ رہ گئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے تو اللہ نے ان کے لئے زکوۃ کا مال حلال کردیا ہے۔ صدقہ یعنی زکوۃ کا مال نہ تو کسی غنی کے لئے حلال ہے اور نہ ہی کسی تندرست وتوانا کے لئے"[۶۶]۔

د۔ قرض دار یعنی غارمین: غارمین وہ لوگ ہیں جو کسی تباہ کن جرمانے کے چکر میں پھنس گئے ہوں اور اس کا بوجھ اٹھانا ان کے بس سے باہر ہو۔ غرم اس ضرر اور نقصان کو کہتے ہیں جو ایک انسان کی کسی جنایت (فوجداری جرم) یا خیانت کے بغیر اس کے مال کو لاحق ہوجائے مثلاً کسی مقتول کی دیت کی ادائیگی' کسی مکان کا جل کر تباہ ہوجانا' کسی آفت سماوی کی بنا پر ایک شخص کا سارا مال ضائع ہوجانا اور اسی طرح کی کوئی اور صورت حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم کسی خوں بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں یا کسی تباہ کن جرمانے یا لاچار کردینے والے فقر کے چکر میں پھنس کر دست سوال دراز کرو تو تمہارا حق واجب ہوجائے گا"[۶۷]۔

ھ۔ راہ خدا: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک "سبیل اللہ" اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو شامل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس بارے میں منقول نص کا ذکر گزشتہ

فقرے میں ہو چکا ہے جس کے اندر "غارمین" کے بارے میں بحث کی گئی ہے "سبیل اللہ" حج اور عمرے کو بھی شامل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حج اور عمرہ فی سبیل اللہ ہے" [۶۸]۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۵)

و۔ حکومت کی جانب سے وصول کئے جانے والے ٹیکس : حکومت لوگوں سے جو مال وصول کرتی ہے مثلاً ٹیکس وغیرہ حضرت ابن عمرؓ اسے زکوۃ میں شمار نہیں کرتے تھے۔ اس لئے تاجر لوگ اس مال کو اپنی زکوۃ میں شمار نہیں کریں گے جس کی اذائیگی وہ اس وقت کرتے ہیں جب وہ اسلامی حکومت کی حدود کے اندر اپنا تجارتی مال لے کر عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گزرتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایک شخص سے جو مال عشر وصول کرنے والا وصول کرے وہ اسے اپنے مال کی زکوۃ میں شمار نہ کرے" [۶۹]۔

۱۲۔ زکوۃ کے اسقاط کے لئے حیلہ کرنا:

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ :" زکوۃ کے خوف سے متفرق کو یکجا نہیں کیا جائے گا اور یکجا کو متفرق نہیں کیا جائے گا اور شریکین کی طرف سے جو زکوۃ نکالی جائے تو دونوں شریک ایک دوسرے سے مساوی طور پر اس کی وصولی کریں گے" [۷۰]۔ حضرت ابن عمرؓ اس امر کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے حضرت امام مالک (متفرق کو یکجا نہیں کیا جائے گا اور یکجا کو متفرق نہیں کیا جائے گا) کی تفسیر اس طرح کرتے تھے کہ مثلا تین افراد ہوں اور ان میں سے ہر فرد کی چالیس بکریاں ہوں تو اس صورت میں ہر فرد پر اسکی بکریوں کی زکوۃ واجب ہو گی۔ لیکن جب زکوۃ وصول کرنے والا ان کے پاس آئے تو وہ اپنی تمام بکریاں یکجا کر دیں تاکہ انہیں زکوۃ میں صرف ایک بکری دینی پڑے۔ لوگوں کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا ہے ۔ دوسرے فقرے "یکجا کو متفرق نہیں کیا جائے گا" کی تفسیر یہ ہے کہ مثلا دو شریک ہوں اور ان میں سے ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں ہوں۔ ایسی صورت میں دونوں پر تین بکریاں واجب ہوں گی لیکن جب زکوۃ وصول کرنے والا آئے تو وہ اپنی بکریاں الگ الگ کر

لیں اور اس کے نتیجے میں ان میں سے ہر ایک پر صرف ایک ایک بکری واجب ہو جائے [۷۱]۔

یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ بالا جملے میں خطاب زکوۃ دینے والے اور زکوۃ وصول کرنے والے دونوں میں سے ہر ایک کو شامل ہو اور مفہوم یہ ہو کہ ان میں سے کوئی بھی فریق زکوۃ کے خوف سے جمع و تفریق کا کوئی عمل نہ کرے۔ مال کا مالک یہ عمل اس خوف سے کرے گا کہ کہیں اس پر زکوۃ کی زیادہ مقدار عائد نہ ہو جائے اور زکوۃ وصول کرنے والا یہ عمل اس خوف سے کرے گا کہ کہیں زکوۃ کی مقدار کم نہ ہو جائے۔ تاہم ظاہر یہی ہے کہ مذکورہ فقرے کو مال کے مالک پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا "اور شریکین کی طرف سے جو زکوۃ نکالی جائے تو دونوں شریک ایک دوسرے سے مساوی طور پر اس کی وصولی کریں گے" یعنی شرکاء میں سے کسی ایک پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہوگی جب تک اس شراکت کے اندر اس کا مخصوص حصہ نصاب کو نہ پہنچ جائے۔ جب اس کا مذکورہ حصہ نصاب کو پہنچ جائے گا تو وہ اپنے مال کی مقدار کے حساب سے اس کی زکوۃ نکالے گا۔

۱۳۔ ایک شخص کی طرف سے زکوۃ میں دیئے ہوئے مال کا اس کی ملکیت میں لوٹ آنا: حضرت ابن عمر کی رائے یہ تھی کہ جب ایک مسلمان اپنی کوئی چیز صدقہ کر دے تو پھر خریداری یا کسی اور ذریعے سے مذکورہ چیز کو اپنی ملکیت میں واپس لانا اس کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں اونٹوں کی زکوۃ کا حساب کر کے زکوۃ کے جانوروں کو ساعی (زکوۃ وصول کرنے والے) کے لئے الگ کر کے انہیں باندھ دیتا ہوں' کیا میں یہ جانور خرید سکتا ہوں؟" حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان جانوروں میں تمہیں برکت نہ دے' اپنے مال کو پاک کرنے والی چیز ہرگز نہ خریدو" [۷۲]۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز واؤ)

اس مسئلے کی بنیاد وہ روایت ہے جسے زید بن اسلم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ایک مجاہد کو ایک گھوڑا سواری کرنے کے لئے دے دیا' گھوڑا اس کے پاس رہ کر

ضائع ہونے لگا' میں نے اسے خرید لینا چاہا اور یہ خیال کیا کہ وہ مجھے یہ گھوڑا سستے داموں فروخت کردے گا۔ پھر میں نے اس کے متعلق حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اسے مت خریدو اور اپنے صدقہ کیطرف نہ لوٹو خواہ وہ تمہیں یہ گھوڑا ایک درہم میں کیوں نہ دے دے۔ اس لئے کہ اپنے صدقہ کی طرف لوٹنے والا شخص اپنے قے کو چاٹ لینے والے کی طرح ہوتا ہے" [۷۳]۔

اگر صدقہ کیا ہوا مال صدقہ کرنے والے کی طرف عوض کے بدلے مثلاً بیع کے ذریعے لوٹ آئے یا عوض کے بغیر مثلاً وراثت' وصیت یا ہبہ کے ذریعے لوٹ آئے تو وہ اس کا صدقہ کردے۔ یہ بات مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صدقہ کے طور پر دی ہوئی اپنی کوئی چیز اگر خرید لیتے تو اسے اپنے پاس رہنے نہ دیتے بلکہ اس کا صدقہ کردیتے [۷۴]۔

اسی طرح اگر صدقہ کی ہوئی چیز میراث کے ذریعے آپ کی طرف لوٹ آتی تو اس کا بھی صدقہ کردیتے۔ آپ نے ایک دفعہ اپنا نصرانی غلام اپنے بیٹے پر صدقہ کردیا۔ پھر بیٹا وفات پاگیا اور آپ مذکورہ غلام کے وارث بن گئے آپ نے اسے اس بنا پر آزاد کردیا کہ اسے صدقہ کے طور پر دے چکے تھے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جز د کا جز ۲)

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی والدہ پر ایک غلام صدقہ کردیا پھر آپ کا گذر بازار سے ہوا جہاں ایک دودھ والی بکری فروخت ہو رہی تھی آپ نے غلام سے کہا: "تم اپنی گرہ سے یہ بکری خرید لو" چنانچہ اس نے مذکورہ بکری خرید لی۔ آپ کو دودھ کے ساتھ صبح کا ناشتہ بہت پسند تھا۔ چنانچہ ناشتے کے وقت مذکورہ بکری کا دودھ آپ کے سامنے پیش کیا گیا' آپ نے فرمایا: "یہ بکری کا دودھ ہے اور بکری غلام کی گرہ سے خریدی گئی ہے اور غلام کو میں نے اپنی والدہ پر صدقہ کردیا تھا" پھر آپ نے حکم دیا کہ: "یہ دودھ میرے سامنے سے ہٹالیا جائے مجھے اس دودھ کی کوئی حاجت نہیں ہے" [۷۵]۔

آپ یہ فتوی دیا کرتے تھے کہ ایک شخص کی طرف سے صدقے میں دی ہوئی چیز کا اس کی طرف لوٹ آنا جائز نہیں ہے [۷۶]۔

آپ کے اس فتوے کے اندر ایک عظیم روحانی پہلو موجود ہے۔ وہ یہ کہ صدقہ میں دی ہوئی چیز کو نہ صرف اپنے مال سے الگ کردیا جائے بلکہ اسے اپنے دل سے بھی نکال دیا جائے۔

زکاۃ الفطر (صدقہ فطر)

۱۔ تعریف: صدقہ فطر یہ ہے کہ مالدار شخص اپنے مال کا ایک مت عین حصہ رمضان کے اندر نیت کے ساتھ مقرون کر کے فقیر کو دیدے۔

۲۔ صدقہ فطر کی مشروعیت کی حکمت: جب مسلمان روزے رکھتا ہے تو اس کے روزوں کو بعض ایسی باتیں لاحق ہوجاتی ہیں جو روزوں کی فضیلت کو گھٹا دیتی ہیں مثلاً فضول گوئی، فضول حرکتیں، بے جا اور حرام نظربازی وغیرہ۔ ان باتوں سے اس کے روزوں کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر مشروع فرمایا تاکہ یہ صدقہ فطر ان نقائص اور خلاف شرع باتوں سے اس کے روزوں کا کفارہ بن جائے۔ اس سے بڑھ کر صدقہ فطر کے اندر یہ پہلو بھی ہے کہ عید کے دن یہ فقیر کو مستغنی کردیتا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں سے لطف اندوز ہوسکے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اللہ کے رسول ﷺ نے صدقہ فطر اس لئے فرض کردیا کہ یہ فضول حرکتوں اور لغو باتوں سے روزہ دار کے لئے طہارت بن جائے اور مسکینوں کے لئے پیٹ بھرنے کا ذریعہ ہوجائے"[۷۷]۔

۳۔ ایک شخص صدقہ فطر کن لوگوں کی طرف سے ادا کرے گا:

الف۔ ایک شخص صدقہ فطر اپنی طرف سے اور ہر اس شخص کی طرف سے ادا کرے گا جو اس کے عیال میں ہو یعنی اپنی نابالغ اور بالغ اولاد کی طرف سے۔ اپنی بیوی کی طرف سے، اور بیوی کے غلام کی طرف سے جو بیوی کی خدمت کرتا ہو اور شوہر کے عیال میں ہو نیز اپنے غلاموں کی اولاد کی طرف سے[۷۸]۔ اس سلسلے میں وہ اپنے غلاموں کے درمیان فرق نہیں کرے گا خواہ ان میں سے بعض غلام اس کی اراضی میں کام کرتے ہوں یا کسی اور کی اراضی میں یا خواہ ان میں سے بعض غلام حاضر ہوں اور بعض غائب۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ اپنے حاضر یا غائب یا کھیتوں میں کام

کرنے والے غلاموں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ آپ اپنے ان غلاموں کی طرف سے بھی اس کی ادائیگی کرتے جو وادی قریٰ اور خیبر میں ہوتے [۷۹]۔ اور ان غلاموں کی طرف سے بھی جو آپ کی زمینوں یا دیگر افراد کی زمینوں میں کام کرتے نیز ہر اس فرد کی طرف بھی سے جو آپ کے عیال میں ہوتا خواہ بالغ ہوتا یا نابالغ نیز اپنی بیویوں کی طرف سے اور بیویوں کے غلاموں اور لونڈیوں کی طرف سے [۸۰]۔

آپ اپنے آزاد کردہ غلام نافع کی اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرتے [۸۱]۔

ب۔ کافر کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی: اگر صدقہ فطر کی غرض و غایت یہ ہے کہ روزوں کو پیش آنے والے خلاف شرع افعال سے جو مفسد صوم نہ ہوں، پاک کردیا جائے تو پھر یہ کہنا مناسب ہوگا کہ غیر مسلم کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا کیونکہ اس پر روزہ فرض نہیں ہوتا۔ اس لئے ایک مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر نہیں نکالے گا لیکن حضرت ابن عمرؓ سے یہ منقول ہے کہ آپ اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ "مصنف ابن ابی شیبہ" کے اندر اوزاعی سے ان کا یہ قول منقول ہے کہ "مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے نصرانی غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے" [۸۲]۔

نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنے کنبہ کے تمام افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام، نابالغ ہوں یا بالغ، مسلمان غلام ہوں یا کافر غلام [۸۳]۔

غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر نفلی طور پر نکالتے تھے، فرض کے طور پر نہیں کیونکہ آپ نے خود حضور ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: "اللہ کے رسول نے صدقہ فطر کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مسلمانوں کے ہر فرد پر فرض کردیا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مذکر ہو یا مونث" [۸۴]۔

ج۔ مکاتب پر صدقہ فطر کا وجوب: مکاتب کے اندر دو باتیں قابل غور ہوتی ہیں اول یہ کہ وہ اس وقت تک غلام رہتا ہے جب تک وہ اپنے بدل کتابت کی آخری رقم ادا نہ

کردے۔ اس اعتبار سے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا یعنی اپنی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ وہ مالی اعتبار سے اپنے آقا سے آزاد ہوتا ہے' اس اعتبار سے اس کے آقا پر اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے دو مکاتب غلام تھے اور آپ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا نہیں کرتے تھے [۸۵]۔ آپ مکاتب پر صدقہ فطر کے وجوب کے قائل نہیں تھے [۸۶]۔

۴۔ صدقہ فطر کی مقدار: (مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۳ کے جز ب) کے اندر حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول گذر چکا ہے کہ حضور ﷺ نے صدقہ فطر کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض کردیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اس چیز کو مقدم رکھتے جسے حضور ﷺ نے مقدم رکھا ہے اور کھجوروں سے صدقہ فطر کی ادائیگی کو پسند کرتے کیونکہ کھجور میں بیک وقت خوراک اور سالن ہوتی ہیں۔ اگر کھجوریں میسر نہ آتیں تو جو نکالتے' جو صرف خوراک ہے۔ "مصنف عبدالرزاق" میں مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کھجوریں دینا پسند کرتے تھے [۸۷]۔

"الموطا" کے اندر مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صدقہ فطر کے طور پر صرف کھجوریں نکالا کرتے تھے صرف ایک مرتبہ آپ نے جو ادا کئے تھے [۸۸]۔ پھر جب لوگوں میں خوشحالی آگئی اور گندم بکثرت ہونے لگی۔۔۔۔۔۔ جبکہ یہ بات واضح ہے کہ گندم جو سے بہتر اور زیادہ مہنگی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ تو حضرت معاویہ نے ایک صاع جو کو نصف صاع گندم کے مساوی قرار دے دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو پسند نہیں کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض کردہ جنس بطور صدقہ فطر نکالنے پر قائم رہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مد (ایک پیمانے کا نام) کے مطابق چار مد صدقہ فطر نکالتے رہے۔ [۸۹]۔ چار مد ایک صاع کے مساوی ہوتے ہیں۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا کر دی ہے اور گندم کھجوروں سے افضل ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: میرے رفقاء ایک راہ پر چلے ہیں میں بھی اسی راہ پر چلنا پسند کرتا ہوں" [۹۰]۔

۵۔ صدقہ فطر نکالنے کا وقت: عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا "اللہ کے رسول نے صدقہ فطر فضول حرکتوں اور لغو باتوں سے روزہ دار کو پاک کرنے اور مساکین کے لئے پیٹ بھرنے کے ذریعہ کے طور پر فرض کیا ہے۔ اس لئے جو شخص نماز عید سے پہلے اس کی ادائیگی کر دے گا اس کا یہ صدقہ مقبول ہو گا اور جو شخص نماز عید کے بعد اس کی ادائیگی کرے گا اس کے حق میں یہ دیگر صدقات کی طرح ایک صدقہ ہو گا"[۹۱]۔

آپ نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیتے تھے[۹۲]۔ اور اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ عید سے دو یا تین دن قبل صدقہ فطر فقراء تک پہنچا دیا جائے تاکہ وہ بھی عید کے لئے کچھ نہ کچھ سامان کرلیں۔ جس شخص کے پاس صدقہ فطر جمع ہوتا آپ اس کی طرف عید سے دو یا تین پہلے اپنا صدقہ فطر بھیج دیتے[۹۳]۔

زنا (زناکاری)

۱۔ تعریف: زناکاری یہ ہے کہ ایک مکلف اور تحریم سے باخبر شخص اپنے اختیار سے ایسے فرج میں وطی کرے جو حرام ہو اور ملکیت نیز ملکیت کے شبہ سے خالی ہو

۲۔ حد زنا قائم کرنے کی شرطیں:

الف۔ ہم نے (مادہ حد نمبر ۵) کے اندر ذکر کردیا ہے کہ کسی انسان پر اس وقت تک حد قائم نہیں جائے گی جب تک وہ عاقل' بالغ اور بااختیار نہ ہو یہاں ہم چند دیگر شرائط کا ذکر کریں گے جن کی موجودگی حد زنا قائم کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ب۔ ملکیت کے شبہ سے خالی ہونا: اس لئے کہ اگر زانی کو زنا کی زد میں آنے والی عورت کی ذات میں اپنی ملکیت کا شبہ ہو تو اس صورت میں اس سے حد ساقط ہوجائے گی مثلاً اگر ایک شخص اس لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرلے جس کے اندر کسی اور کے ساتھ اس کا اشتراک ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ وہ مذکورہ لونڈی زانی کے گلے ڈال دے ۔ ایسی صورت میں لونڈی کی قیمت لگائی جائےگی اور ہمبستری کرنے والا شریک یہ قیمت دے کر مذکورہ لونڈی حاصل کرلے گا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ب) بنا بریں اگر ایک

شخص اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرلے یا اپنی ماں کی لونڈی کے ساتھ یہ فعل کرلے تو وہ زانی قرار پائے گا اور اس پر حد زنا جاری ہوگی۔ خواہ ماں یا بیوی نے مذکورہ لونڈی اس کے لئے حلال قرار دی ہو یا حلال قرار نہ دی ہو اس سے مذکورہ حکم کے اندر کوئی فرق نہیں پڑے گا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز د)

ج۔ احصان: رجم یعنی سنگسار کردینے کی حد صرف محصن زانی پر جاری ہوگی (دیکھئے مادہ احصان) اگر زانی محصن نہیں ہوگا تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور رجم نہیں کیا جائے گا اس پر سب کا اتفاق ہے۔

د۔ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلینے والے غلام کو حضرت ابن عمرؓ زانی قرار دے کر اس پر حد جاری کرتے تھے۔ آپ کے ایک غلام نے آپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تھا۔ آپ نے زوجین کے درمیان علیحدگی کردی اور مہر کو باطل قرار دے کر غلام پر حد جاری کردی [۹۴]۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۱)

ھ۔ تحلیل یعنی حلالہ کرنے کی نیت سے ہونے والے نکاح کو حضرت ابن عمرؓ زناکاری تصور کرتے تھے تاہم ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آیا آپ ایسی صورت میں حد واجب کردیتے تھے یا عقد کے شبہ کی بنا پر اس کا اسقاط کردیتے تھے (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۲)

و۔ رضامندی: زناکاری پر اکراہ کو حضرت ابن عمرؓ حد کے اسقاط کا سبب قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۳ کا جز ج)

۳۔ زناکاری پر مرتب ہونے والے آثار و احکام

الف۔ حد کا اجراء:

۱۔ محصن اور آزاد زناکار کی حد رجم ہے اور رجم یہ ہے کہ اسے پتھر مارے جائیں یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوجائے۔ غیر محصن آزاد زناکار نیز غلام زانی کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

۲۔ کوڑے اس طرح لگائے جائیں گے کہ اس کی موت واقع نہ ہو۔ کوڑے اس کے پورے جسم پر لگائے جائیں گے۔ عبیداللہ نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کہ آپ کی ایک لونڈی پر حد زنا جاری کی گئی آپ نے کوڑے لگانے والے کو لونڈی کی ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ذرا ہاتھ ہلکا رکھنا" یہ سنکر میں نے نے عرض

کیا: "پھر اللہ کا یہ ارشاد کہاں گیا کہ (ولا تاخذکم بھما رافہ" فی دین اللہ۔ اللہ کے دین کے اندر ان دونوں کے سلسلے میں تمہارے اندر نرمی کا جذبہ پیدا نہ ہونے پائے)" آپ نے فرمایا: "تو پھر کیا وہ اسے قتل کر دے!" [۹۵]۔

۳۔ اگر لونڈی شادی شدہ نہ ہو تو آقا کے لئے جائز ہوگا کہ اس پر خود حد جاری کر دے یا حد لگانے کا کام کسی اور کے سپرد کر دے۔ لیکن اگر لونڈی شادی شدہ ہو تو آقا کو اس پر حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اس لئے کہ مذکورہ لونڈی کے اندر اس کے شوہر کا بھی حق ہو گا' بلکہ آقا اس کا معاملہ سلطان کے سامنے پیش کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر لونڈی شوہر والی نہ ہو اور پھر وہ زنا کا ارتکاب کر لے تو آزاد عورتوں کو ملنے والی حد کا نصف اس پر جاری کیا جائے گا اور اس کا آقا اسے کوڑے لگائے گا۔ اگر وہ شوہر والی ہو تو اس کا معاملہ سلطان نے سامنے پیش کر دے گا(دیکھئے مادہ حد نمبر ۳ کا جز الف)

۴۔ جلا وطنی کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ایک لونڈی کو زنا کاری کی بنا پر کوڑے لگائے اور اسے فدک کی طرف جلاوطن کر دیا [۹۶]۔

جصاص رازی حنفی نے اپنے مسلک کی حمایت میں حضرت ابن عمرؓ نے نقل کیا ہے کہ آپ نے زنا کی مرتکب اپنی ایک لونڈی کو کوڑے لگائے اور اسے جلاوطن نہیں کیا [۹۷]۔

ب۔ : زانیہ کے ساتھ نکاح:

ا۔ حضرت ابن عمرؓ دو شرطوں کے ساتھ زانیہ کے ساتھ نکاح کے جواز کے قائل تھے اول یہ کہ اگر زانیہ کے ساتھ نکاح کا خواہشمند زانی کے سوا کوئی اور شخص ہو تو اس صورت میں زانیہ کے استبراء رحم کی تکمیل ہو چکی ہو (دیکھئے مادہ استبراء) یہ استبراء واجب ہے خواہ مذکورہ شخص زانیہ کے ساتھ نکاح کی ابتداء کرنا چاہتا ہو یا وہ اس کی بیوی یا لونڈی ہو اور اس کے ساتھ ہمبستری کے استمرار کا خواہشمند ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی یا اپنی ام ولد کو زنا کاری میں ملوث پائے تو اس کی قربت ہرگز اختیار نہ کرے" [۹۸]۔ یعنی اس کے قریب اس وقت تک نہ

جائے جب تک وہ اپنا استبراء رحم نہ کر لے دوسری شرط یہ ہے کہ زانیہ زنا کاری سے توبہ کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی توبہ کا علم کیسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا: "اگر زانی اس کے ساتھ دوبارہ یہ فعل بد کرنا چاہے اور وہ اس کے لئے رضامند ہو جائے تو سمجھو کہ اس نے توبہ نہیں کیا اور اگر رضامند نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس نے توبہ کر لی[99]۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ اس امر میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے کہ زانیہ کے ساتھ نکاح کا خواہشمند وہی شخص ہو جس نے اس کے ساتھ زنا کاری کی ہے یا کوئی اور شخص ہو۔ دوسری صورت کے اندر اگر زانیہ زناکاری سے توبہ کر لے اور اپنا استبراء رحم بھی کر لے تو مذکورہ خواہشمند کے لئے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہو جائے گا۔"[100]۔

اگر نکاح کے خواہشمند نے ہی مذکورہ زانیہ کے ساتھ فعل بد کیا ہو اور اس کے بعد زانیہ نے توبہ کر لی ہو تو اس کے لئے اس زانیہ کے ساتھ نکاح کر لینا حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی عورت کے ساتھ منھ کالا کرتا ہے تو کیا وہ اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: "ہاں بشرطیکہ دونوں توبہ کر لیں اور اپنا کردار درست کر لیں:"[101]۔

آپ سے زانیہ کے ساتھ زانی کے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اس کا اول سفاح یعنی بدکاری ہے اور اس کا آخر نکاح ہے"[102]۔

حضرت ابن عمرؓ کی ایک لونڈی تھی اور ایک غلام تھا جو اس کے پاس آتا جاتا تھا' ایک روز آپ نے لونڈی کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ "کیا تو حاملہ ہے؟" اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا' آپ نے پھر پوچھا کہ یہ کس کا حمل ہے' اس نے کہا کہ "فلاں کا" آپ نے فرمایا: "کیا اس کا جو تمہارے پاس آتا جاتا ہے" لونڈی نے اثبات میں جواب دیا: "آپ نے جب غلام سے استفسار کیا تو وہ صاف مکر گیا۔ اس غلام کی ایک زائد انگلی تھی' آپ نے اس سے کہا کہ "اگر بچہ ایک زائد انگلی لے کر پیدا ہو تو پھر" اس نے کہا کہ: "پھر یہ میرے نطفے سے ہو گا" پھر ایسا ہوا کہ کہ لونڈی کے ہاں زائد انگلی والا بچہ پیدا ہوا' آپ نے دونوں پر حد زنا جاری کی اور اس کے بعد مذکورہ لونڈی

کے ساتھ اس غلام کا نکاح کردیا اور پھر اس غلام کو آزاد کر دیا[۱۰۳]۔

ج۔ ولد زنا (دیکھئے مادہ ولد الزنا)

کفارہ کے اندر زانیہ لونڈی اور اس کے ولد کو آزاد کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر۸ کا جزد)

زوجہ (بیوی)

عورت کے اندر کن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ اس کے لئے کسی مرد کی بیوی کا بننا درست ہو جائے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳)

بیوی پر زنا کی تہمت لگانا (دیکھئے مادہ قذف نمبر۲ کا جزالف)

زوجین کے درمیان لعان (دیکھئے مادہ لعان)

بیوی کا نان و نفقہ (دیکھئے مادہ نفقہ نمبر۲ کا جزالف)

زیارۃ (زیارت یا ملاقات کے لئے جانا)

۱۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

حج کی ادائیگی کے بعد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت (دیکھئے حج نمبر۳۵)

۲۔ مریض کی زیارت: مریض کی عیادت کے لئے جانا اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب مریض کو اس کی ضرورت ہو اور وہ بلا بھیجے (دیکھئے مادہ مرض نمبر۲)

۳۔ مختلف مقامات کی زیارت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ تین مقامات کے سوا کسی اور مقام کی زیارت کے قصد سے جانا جائز نہیں ہے۔ وہ تین مقامات ہیں۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ آپ کے پاس عرفجہ آئے اور کہا کہ "میں کوہ طور پر جانا چاہتا ہوں" آپ نے فرمایا" صرف تین مسجدوں کے زیارت کے لئے کجاوے کسے جا سکتے ہیں یعنی سفر کیا جا سکتا ہے وہ تین مسجدیں یہ ہیں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ تم طور پر جانے کا ارادہ ترک کر دو اور وہاں نہ جاؤ"[۱۰۴]۔

قبر کی زیارت (دیکھئے مادہ قبر نمبر۲ کا جزج)

زینہ (آرائش و تزیین)

۱۔ تعریف: زینت وہ چیز ہے جس کے ذریعے آرائش و تزیین کی جائے۔ یہاں زینت سے ہماری مراد تزین بمعنی تجمل ہے۔ اور یہ زیادہ دقیق معنوں میں اس تجمل اور خوبصورتی کا نام ہے جو ایسی منفصل یا متصل اضافی چیزوں سے حاصل کی جائے جو اصل چیز سے پیدا نہ ہوئی ہو[105]۔

۲۔ زینت کا حکم

الف۔ اصل کے اعتبار سے تزین مستحب ہے اور کسی امر عارضی کی بنا پر اس کی ممانعت ہوتی ہے۔ اس بارے میں بہت سے احادیث منقول ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اپنی جوتیاں اور اپنے کجاوے درست حالت میں رکھو تاکہ لوگوں کے درمیان تمہاری حیثیت چہرے پر تل کی طرح نمایاں ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو فحش پسند ہے اور نہ ہی تفحش" یعنی ظاہری قباحت اور بدکلامی

تزین کا استحباب جمعہ' عیدین اور اجتماعات کے موقعوں پر موکد ہوتا ہے اسی طرح بیوی کا اپنے شوہر کے لئے تزیین و آرائش کرنا بھی موکد طرز پر مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ عیدین میں اپنے بہترین لباس زیب تن کرتے تھے[106]۔

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والی خاتون کے لئے زیورات وغیرہ کے ذریعے تزین کرنا مباح ہے۔ احرام باندھنے والے مرد کے لئے سرمہ لگا کر تزین اختیار کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جزھ)

ب۔ عارض ہونے والے درج ذیل امور کے تحت زینت یا تو مکروہ ہوتی ہے یا حرام

۱۔ عدت: عدت گزارنے والی عورت پر زیب و زینت حرام ہے (دیکھئے مادہ حداد نمبر۲)

۲۔ فتنہ سامانی: عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں انکے ساتھ متصل زیب و زینت کی حالت میں ظاہر کرے بشرطیکہ اس سے اس کا مقصد اجنبی مردوں کے سامنے بن ٹھن کر نکلنا نہ ہو (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۲ کا جز الف)

۳۔ تزین حاصل کرنے کے ذریعے کی تحریم مثلاً شراب نیز دیگر محرمات کے ذریعے بالوں کو کنگھی کرنا (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر۳ کا جز ج)

۴۔ اسراف مثلاً کعبہ شریف کی تزیین: حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم قریش کو

دیکھو کہ انہوں نے بیت اللہ کو گرا کر اس کی از سر نو تعمیر کی ہے اور پھر اس کی تزیین و آرائش کر دی ہے تو ایسی صورت میں اگر تم مرسکو تو مرجاؤ"[۱۰۷]۔

یا مثلاً دیواروں پر پردے لٹکانا: سالم بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ: "میں نے اپنے والد محترم کے زمانے میں دلہن لانے کے سلسلے میں ایک دعوت کا اہتمام کیا' میرے والد نے لوگوں کو بلایا۔ حضرت ابوایوب ؓ جلد آگئے انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو گھر کو سبز رنگ کے پردوں میں چھپا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: "عبداللہ! کیا تم لوگ دیواروں پر پردے لگاتے ہو؟" میرے والد نے کچھ خجالت کے ساتھ جواب دیا: "ابو ایوب' ہم کیا کریں' گھر کی عورتیں ہم پر غالب آگئیں" یہ سن کر حضرت ابو ایوب ؓ نے فرمایا: "کسی اور کے بارے میں خطرہ ہو سکتا تھا کہ کہیں عورتیں اس پر غالب نہ آجائیں لیکن آپ پر عورتوں کے غلبہ کا مجھے خطرہ نہیں تھا" پھر کہا: "میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا اور نہ ہی تمہارے کسی گھر میں داخل ہوں گا یہ کہہ کر حضرت ابوایوب ؓ واپس چلے گئے[۱۰۸]۔

۵۔ غیر مرئی زیب و زینت کے اندر مبالغہ سے کام لینے کے بارے میں حضرت ابن عمر ؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے مثلاً بالوں میں کنگھی کرنا اور تیل لگانا ایک روایت کے مطابق آپ ہر روز بالوں کو کنگھی کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے[۱۰۹]۔

دوسری روایت کے مطابق آپ ہر روز دو مرتبہ سر میں تیل ڈالتے تھے[۱۱۰]۔

دونوں روایتوں میں تطبیق کی ـــــ واللہ اعلم ـــ یہ صورت ہو سکتی ہے کہ آپ بلا ضرورت زیب و زینت میں مبالغہ کو مکروہ سمجھتے تھے البتہ ضرورت کے موقعہ پر اس کی رخصت دیتے تھے۔

۶۔ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تختم نمبر۲ کا جزب)

فروخت کے لئے پیش کی جانے والی لونڈی کی آرائش و تزئین۔ یہ تزئین مبیع میں داخل سمجھی جاتی ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جزج)

عید کے لئے تزئین (دیکھئے مادہ عید نمبر۲)

ہر جمعہ کو انسان کا اپنی مونچھیں صاف کرنا (دیکھئے مادہ شارب نمبر۲)

بالوں کو خضاب یعنی انسان کا اپنی داڑھی سنوارنا (دیکھئے مادہ لحیہ نمبر۲) مہندی لگانا (دیکھئے مادہ شعر نمبر۱)

احرام باندھنے سے پہلے سر پر تیل لگانے کی اباحت اور احرام کے بعد اس کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ھ کا جز ۳)

دیواروں کو پردوں سے آراستہ کرنا (دیکھئے مادہ ستارۃ نمبر۲)

اجنبی مردوں کے سامنے عورتوں کو اپنی کونسی زیب و زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔(دیکھئے مادہ حجاب نمبر کا جز ج)

حرف الزاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳، ص ۱۷۳ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب، احکام القرآن ص ۱۱۳، ۱۱۴ ج ۳

۲۔ الدر المنثور ص ۴۰۱ ج ۶، المغنی ص ۲۰۴ ج ۵

۳۔ سنن بیہقی ص ۸۳ ج ۴، الموطا ص ۲۵۶ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۸ ج ۱، المجموع ص ۱۳ ج ۶

۴۔ تفسیر طبری ص ۸۳ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۱۰۶ ج ۴، احکام القرآن ص ۱۰۶ ج ۳

۵۔ المغنی ص ۶۲۲ ج ۲، بدائع الصنائع ص ۴ ج ۲، المجموع ص ۲۹۷، ۲۹۹ ج ۵

۶۔ عبدالرزاق ص ۶۹ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۴ب، ج ۱ الاموال ص ۴۵۱ سنن بیہقی ص ۱۰۸ ج ۴

۷۔ عبدالرزاق ص ۷۰ ص ۹۸ ج ۴ سنن بیہقی ص ۳ ج ۶، المحلی ص ۱۰۰ ج ۶، الاموال ص ۴۵۱

۸۔ سنن بیہقی ص ۳ ج ۶

۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۴ب، ج ۱

۱۰۔ حوالہ درج بالا

۱۱۔ المجموع ص ۲۹۹ ج ۵، سنن بیہقی ص ۳۲۷ ج ۵

۱۲۔ سنن بیہقی ص ۱۰۸ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱ المغنی ص ۶۲۳ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۷۹ ج ۱

۱۳۔ عبدالرزاق ص ۷۲ ج ۴، سنن بیہقی ص ۱۳۵ب، ج ۱

۱۴۔ کشف الغمہ ص ۱۷۹ ج ۱

۱۵۔ المحلی ص ۵۸۴ ج ۸

۱۶۔ عبدالرزاق ص ۷۲ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ب، ج ۱ المحلی ص ۲۰۳ ج ۵، الاموال ص ۴۶۰، احکام القرآن ص ۱۵۰ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۷۹ ج ۱

۱۷۔ المحلی ص ۲۱۳ ج ۹

۱۸۔ المغنی ص ۳۷۴ ج ۹

۱۹۔ سنن بیہقی ص ۱۵۰ ج ۴، المحلی ص ۹۴، ۱۰۰، ۱۰۴ ج ۶، المغنی ص ۴۶ ج ۳، الاموال ص ۴۳۱ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ب، ج ۱

۲۰۔ حوالہ جات درج بالا

۲۱۔ المحلی ص ۹۴ ج ۹

۲۱ب۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۴، المغنی

ص ۴۶ ج ۳

۲۲۔ الاموال ص ۵۰۹' خراج یحییٰ بن آدم ص ۱۶۲' المحلی ص ۲۵۸ ج ۵ ' المغنی ص ۴۲ ج ۳' ص ۲۷ ج ۲ سنن بیہقی ص ۱۴۸ ج ۴

۲۳۔ الاموال ص ۵۱۰

۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ب' ج ۱' المغنی ص ۲۹ ج ۳

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۸۷ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱' الموطا ص ۲۴۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۰۳' ۱۰۹ ج ۴' المحلی ص ۲۳۵' ۲۷۶ ج ۵' ص ۸۳' ۸۵' ۱۰۴ ج ۶' الاموال ص ۴۱۱' شرح السنہ ص ۲۸ ج ۶' المغنی ص ۶۲۶ ج ۲' المجموع ۲۲۴ ج ۵

۲۶۔ شرح السنہ ص ۵۰۱ ج ۵' المغنی ص ۶ ج ۳

۲۷۔ عبدالرزاق ص ۸۸' ۹۰ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱ ب ج ۱ المحلی ص ۶۱ ج ۶' الاموال ص ۴۲۱' احکام القرآن ص ۱۵۰ ج ۳' سنن بیہقی ص ۸۷ ج ۴' المجموع ص ۱۷ ج ۶

۲۸۔ المحلی ص ۸۳ ج ۶

۲۹۔ سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۴

۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷' ج' سنن بیہقی ص ۱۴۷ ج ۴ ' المحلی ص ۲۳۴ ج ۵' الاموال ص ۴۲۵ شرح السنہ ص ۶۵۲ ج ۵' المغنی ص ۲۹ ج ۳

۳۱۔ عبدالرزاق ص ۹۷ ج ۴' الاموال ص ۴۲۵

۳۲۔ سنن بیہقی ص ۸۷ ج ۴

۳۳۔ حوالہ مذکورہ بالا

۳۴۔ حوالہ مذکورہ بالا نیز عبدالرزاق ص ۸ ج ۴

۳۵۔ سنن بیہقی ص ۸۷ ج ۴' المحلی ص ۲۳ ج ۶

۳۶۔ المحلی ص ۳۳ ج ۶

۳۷۔ مراتب الاجماع لابن حزم ص ۳۶

۳۸۔ المغنی ص ب ۶۹۱ ج ۲' المحلی ص ۱۱۲ ج ۵

۳۹۔ المحلی ص ۲۲۱ ج ۵ الاموال ص ۴۶۹

۴۰۔ خراج ابو یوسف ص ۶۵

۴۱۔ سنن بیہقی ص ۱۲۱ ج ۴' المغنی ص ۶۹۵ ج ۲۔ایک وسق۔ ۶۰ صاع۔۱۶۵ لٹر

۴۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳۵ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۴ ج ۱' الاموال ص ۴۷۶' خراج یحییٰ بن آدم ' ۱۵۲

۴۲ب۔ احکام القرآن ص ۹ ج ۳

۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ ب' ج ۱

۴۴- سنن بیہقی ص ۱۳۲ج ۴' الدر المنثور ص ۴۹ج ۳' المحلی ص ۲۱۷ ج ۵' خراج یحیی بن آدم ص ۱۲۸ احکام القرآن ص ۴۱۱ج ۳

۴۵- الاموال ص ۴۶۴' ۴۹۹' المجموع ص ۳۰۷ج ۵

۴۶- موسوعہ فقہ عمر مادہ زکوۃ نمبر ۴ کے جزد کا جزء ے نیز مادہ زکوۃ نمبر ۴ کا جزداؤ

۴۷- حوالہ درج بالا

۴۸- الاموال ص ۵۶۸

۴۹- عبدالرزاق ص ص ۴۴' ۴۶ الاموال ص ۵۶۹

۵۰- سنن بیہقی ص ۱۱۵ج ۴' الاموال ص ۵۷۰ المجموع ص ۱۶۳ ج ۶

۵۱- عبدالرزاق ص ۴۵ج ۴

۵۲- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱ سنن بیہقی ص ۱۱۵ج ۴' ص ۱۶۳ ج ۶' المغنی ص ۶۴۲ج ۲

۵۳- عبدالرزاق ص ۴۹ج ۴' الاموال ص ۵۷۰' المغنی ۶۴۲ج ۲

۵۴- ابن ابی شیبہ ص ص ۱۳۵' ۱۳۸ج ۱

۵۵- عبدالرزاق ص ۴۶ج ۴' الاموال ص ۵۶۸' المغنی ص ۶۴۳ج ۲' المجموع ص ۱۶۳ج ۶

۵۶- البدایہ والنھایہ ص ۵ج ۹

۵۷- عبدالرزاق ص ۴۶ج ۴

۵۸- الاموال ص ۵۶۹

۵۹- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ج ۱

۶۰- الاموال ص ۵۷۲

۶۱- حوالہ درج بالا

۶۲- عبدالرزاق ص ۴۷ج ۴

۶۳- عبدالرزاق ص ۴۹ج ۴

۶۴- المغنی ص ۴۲۲ج ۶

۶۴ب- المحلی ص ۱۵۸ج ۶' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۹ج ۱ الاموال ص ۵۴۸

۶۵- الدرالمنثور ص ۲۵۱ج ۳

۶۶- الدرالمنثور ص ۲۵۲ج ۳' احکام القرآن ص ۱۲۳ج ۳

۶۷- ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹ج ۱' الاموال ص ۵۴۸' المحلی ص ۱۵۸ج ۶

۶۸- مسند داری ص ۴۲۸ج ۲' المجموع ص ۲۲۵ج ۶

۶۹- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ج ۱

۷۰- سنن بیہقی ص ۸۷ج ۴

۷۱- الموطا ص ۲۶۴ج ۱

۷۲- عبدالرزاق ص ۳۸ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ج ۱' المغنی ص ۶۵۲ ج ۲

۷۳- بخاری شریف باب "عل شیئری

صدقہ"

۷۴۔ فتح الباری ص ۳۵۳ ج ۳

۷۵۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۰ ج ۴

۷۶۔ المحلی ص ۱۰۸ ج ۶' المغنی ص ۶۵۲ ج ۲' عبدالرزاق ص ۱۱۹ ج ۹' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ ب ج ۱

۷۷۔ سنن ابی داؤد ابن ماجہ فی الزکوۃ باب زکوۃ الفطر

۷۸۔ کشف الغمہ ص ۱۸۴ ج ۱

۷۹۔ عبدالرزاق ص ص ۳۲۸ ج ۳' الموطا ص ۲۸۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۴

۸۰۔ سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۴' عبدالرزاق ص ۳۲۷ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ب ج ۱' المجموع ص ۱۰۶ ج ۶

۸۱۔ سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۴

۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ب' ج ۱

۸۳۔ فتح الباری ص ۳۷۱ ج ۳

۸۴۔ بخاری فی الزکوۃ باب صدقہ۔ الفطر علی العبد وغیرہ من المسلمین

۸۵۔ عبدالرزاق ص ۳۲۳ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۴' المحلی ص ۱۳۵ ج ۶' المجموع ص ۱۳۶ ج ۶

۸۶۔ المحلی ص ۱۳۵ ج ۶

۸۷۔ عبدالرزاق ص ۳۱۷ ج ۳' المجموع ص ۱۲۵ ج ۶

۸۸۔ الموطا ص ۲۸۴ ج ۱' المغنی ص ۶۱ ج ۳' المحلی ص ۱۲۷ ج ۶

۸۹۔ بخاری فی الایمان والنذور باب صاع المدینہ' المحلی ص ۲۴۴ ج ۵

۹۰۔ المحلی ص ۱۲۷ ج ۶ المغنی ص ۶۱ ج ۳

۹۱۔ سنن ابی داؤد' ابن ماجہ فی زکوۃ باب' زکوۃ الفطر' بخاری فی الزکوۃ باب صدقہ۔ الفطر علی العبد وغیرہ' شرح السنہ ص ۷۰ ج ۶

۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱

۹۳۔ عبدالرزاق ص ۳۲۹ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ ج ۱' الموطا ص ۲۸۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۱۲ ج ۴' الام ص ۲۵۸ ج ۷' شرح السنہ ص ۷۶ ج ۶' کشف الغمہ ص ۱۸۴ ج ۱

۹۴۔ عبدالرزاق ص ۲۴۴ ج ۷' سنن سعید بن منصور ص ۱/۱۹۷ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۲۲۰ ج ۲' سنن بیہقی ص ۱۰۰ ج ۷' المحلی ص ۴۶۷' ۴۹۳ ج ۹' تفسیر قرطبی ص ۱۴۱ ج ۵' المغنی ص ۵۱۶ ج ۶

۹۵۔ عبدالرزاق ص ۳۷۶ ج ۷' سنن بیہقی ص ۲۴۵ ج ۸

۹۶۔ عبدالرزاق ص ۳۱۲ ج ۷' المحلی ص ۱۸۴ ج ۱۱' المغنی ص ۱۶۷' ۱۷۵ ج ۸

۹۷۔ احکام القرآن ص ۲۵۶ ج ۳

۹۷ب۔ المحلی ص ۷۶ ۴ ج ۹' احکام القرآن ص ۲۶۵ ج ۳

۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۳ ج ۱' المحلی ص ۴۷۸ ج ۹

۹۹۔ المغنی ص ۶۰۳ ج ۶

۱۰۰۔ احکام القرآن ص ۲۶۵ ج ۳

۱۰۱۔ المحلی ص ۴۷۵ ج ۹

۱۰۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۹ ج ۲

۱۰۳۔ عبدالرزاق ص ۲۰۵ ج ۷

۱۰۴۔ عبدالرزاق ص ۱۳۲' ۱۳۵ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱

۱۰۵۔ موسوعہ الفقہ الاسلامی بحث "التحسین"

۱۰۶۔ سنن بیہقی ص ۲۸۱ ج ۳

۱۰۷۔ کنزالعمال نمبر ۳۱۴۱۷

۱۰۸۔ المغنی ص ۹ ج ۷' شرح السنہ ص ۱۴۸ ج ۹

۱۰۹۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ ج ۴

۱۱۰۔ حوالہ درج بالا

حرف السین

سائبہ (سائبہ)

سائبہ وہ غلام ہے جسے اس شرط کے ساتھ آزاد کیا جائے کہ آقا کی اس پر کوئی ولاء نہیں ہوگی۔

سائبہ کے ترکہ سے آقا وارث نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ج) نیز مادہ ترکہ نمبر ۲ کا جز د)

سائمتہ (چرنے والے جانور)

سائمہ مویشی وہ چوپائے ہیں جو سال کا اکثر حصہ مفت چرتے رہیں۔

سائمہ مویشیوں پر زکوۃ کا وجوب (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۹ کا جز الف)

سوال (سوال کرنا)

ہبہ کا سوال (دیکھئے مادہ ہبہ نمبر ۴)

اللہ سے حاجت روائی کا سوال (دیکھئے مادہ دعا)

سور (جوٹھا پانی)

۱۔ تعریف: پینے سے بچ رہنے والے پانی کو سور کہتے ہیں۔

۲۔ سور کا طاہر ہونا: جوٹھا پانی یا تو انسان کا ہوگا یا جانور کا پھر جانور یا تو حلال جانور ہوگا یا حرام جانور۔

الف۔ انسان کا جوٹھا پانی بالاتفاق پاک ہے اسے پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ مذکورہ انسان جنبی نہ ہو۔ جنبی ہونے کی صورت میں اس کے جوٹھے پانی سے وضوء کرنا حلال نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ حیض نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ح)

ب۔ حلال جانور کا جوٹھا بھی بالاتفاق پاک ہے اسے پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ گھوڑے کے جوٹھے پانی کو استعمال

کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔[1]

ج۔ حرام جانور کا جوٹھا پانی نجس ہے اور اس سے وضو کرنا سرے سے جائز نہیں حضرت ابن عمرؓ گدھے اور کتے کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے[2]۔

بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایت کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس روایت کا طریق استدلال یہ ہے کہ بلی کا گوشت حلال نہیں ہے اور جانور کا جوٹھا اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو اس کے گوشت کا حکم ہے۔ اس لئے بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا درست نہیں ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا اور اسے پی لینا مباح ہے کیونکہ بلی وہ جانور ہے جس سے بچ کر رہنا ممکن نہیں ہے۔ یہ ان میں سے ہے جو گھر کے اندر بار بار آنے جانے والے یا آنے جانے والیاں ہیں۔ اس علت کی بنا پر اس کے جوٹھے پانی کے بارے میں رخصت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس وضو کا پانی رکھ دیا گیا۔ ایک بلی آئی اور اس میں سے کچھ پانی پی گئی۔ آپ اس پانی سے وضو کرنے لگے تو آپ سے کہا گیا کہ بلی نے اس میں سے پی لیا ہے آپ نے فرمایا: "بلی اہل بیت یعنی کنبہ کے افراد میں سے ہے"[3]۔

سب (گالی دینا)

کسی کو ایسے وصف سے موصوف کرنا سب کہلاتا ہے جس میں اس کی بے عزتی یا تحقیر کا پہلو موجود ہو۔

اگر ذمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب وشتم کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا (دیکھئے مادہ ذمتہ نمبر ۲ کا جز الف)

سبی (جنگی قیدی)

برسرپیکار کافروں کی جو عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ آجائیں انہیں سبی کہا جاتا ہے۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانا (دیکھئے مادہ رق نمبر۲)

جنگ میں قید ہونے والی عورت کا استبراء (دیکھئے مادہ استبرا نمبر۲ کا جز ب)

سبیل اللہ (راہ خدا)

حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک "فی سبیل اللہ" کی تعبیر کافر دشمن کے خلاف جہاد کو شامل ہے اور حج نیز عمرہ کو بھی شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو فی سبیل اللہ دینے کی نذر مان لے تو اس کے لئے مذکورہ چیز حج یا عمرہ میں لگا دینا جائز ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵) نیز (مادہ عمرہ نمبر۲)

ستائر (پردے)

۱۔ تعریف: دروازوں اور کھڑیوں پر لٹکائے جانے والے پردوں کو ستائر کہا جاتا ہے تاکہ اندر نظر نہ جائے اسی طرح دیواروں کو نظروں سے چھپانے کے لئے ان پر آویزاں کئے جانے والے پردے بھی ستائر کہلاتے ہیں۔

۲۔ ان کا حکم: پردوں کا استعمال اس غرض سے مشروع ہے کہ پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہونے سے غیروں کو روکا جائے اور گھر کے راز گھر کی چار دیواری تک محدود رہیں لیکن تزیین و آرائش کے لئے پردوں کا استعمال اسراف میں داخل ہے اور حلال نہیں ہے (مادہ زینہ نمبر۲ کے ب جز کے جز۴) میں سالم بن عبداللہ کی روایت گزر چکی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں شب عروسی کے سلسلے میں دعوت کا انتظام کیا' میرے والد نے لوگوں کو بلایا۔ حضرت ابوایوب بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ میری کوٹھڑی کو سبز پردوں سے سجایا گیا۔ حضرت ابو ایوب ذرا جلد آ گئے انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ کوٹھڑی سبز پردوں سے سجی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا: "عبداللہ تم لوگ دیواروں پر پردے لٹکاتے ہو؟" میرے والد نے کچھ شرمساری سے جواب دیا: "ابو ایوب' ہم کیا کریں' گھر کی عورتیں ہم پر غالب آ گئیں" یہ سن کر انہوں نے کہا: "کسی اور پر عورتوں کے غالب آنے کا مجھے خطرہ ہو سکتا تھا لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ خطرہ نہیں تھا" پھر کہا "تمہارا کوئی کھانا نہیں کھاؤں گا

اور نہ ہی تمہاری کسی کوٹھڑی میں داخل ہوں گا" اور پھر وہاں سے چلے گئے [۴]۔
حضرت ابن عمرؓ نے ان کی اس بات کا برا نہیں منایا۔

سترۃ (سترہ)

۱۔ تعریف: نماز پڑھنے والا اپنے سامنے جو لاٹھی وغیرہ آڑ کے طور پر کھڑی کر دیتا ہے اسے سترہ کہتے ہیں۔

۲۔ سترہ قائم کرنے کا حکم: مصلی کے لئے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو یا آبادی میں۔ حضرت ابن عمرؓ ہمیشہ سترہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے [۵]۔
اگر آپ مسجد میں نماز پڑھتے اور کسی ستون کو سترہ نہ بنا سکتے تو نافع سے فرماتے: "اپنی پشت میری طرف کر کے بیٹھ جاؤ" [۶]۔ اور اس طرح نافع کو سترہ بنا لیتے۔ مقتدی کے لئے اپنی خاطر سترہ قائم کرنا مسنون نہیں ہے بلکہ امام کا سترہ اس کے لئے کافی ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے سترہ ہے [۷]۔

۳۔ کس چیز کو سترہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے؟

ہر ایسی چیز کا سترہ بننا جائز ہے جو نمازی کی نماز کا احساس دلائے اور سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کر دے۔ بنا بریں بے جان چیز مثلاً لاٹھی وغیرہ کا سترہ بننا جائز ہے۔ اگر بے جان چیز سترہ بنے تو مستحب ہے کہ وہ ایک گز کی مقدار ہو کیونکہ اس سے کم مقدار کی چیز متنبہ نہیں کر سکتی۔ حضرت ابن عمرؓ کے سترہ کی مقدار کجاوے کے پچھلے حصے یعنی گز بھر کی تھی [۸]۔

ہم پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ آپ مسجد کے ستون کو سترہ بنانے کی کوشش کرتے تاکہ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔ جانور کو بھی سترہ بنانا جائز ہے حضرت ابن عمرؓ اپنے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے اور اونٹ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آڑ بن جاتا [۹]۔

انسان کا سترہ بننا بھی جائز ہے۔ ہم پہلے جان چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نافع کو اپنے آگے بٹھا دیتے اور ان سے فرماتے: "اپنی پشت میری طرف کر لو" [۱۰]۔

اور نہ ہی تمہاری کسی کوٹھڑی میں داخل ہوں گا" اور پھر وہاں سے چلے گئے [۴]۔
حضرت ابن عمرؓ نے ان کی اس بات کا برا نہیں منایا۔

سترۃ (سترہ)

۱۔ تعریف: نماز پڑھنے والا اپنے سامنے جو لاٹھی وغیرہ آڑ کے طور پر کھڑی کر دیتا ہے اسے سترہ کہتے ہیں۔

۲۔ سترہ قائم کرنے کا حکم: مصلی کے لئے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو یا آبادی میں۔ حضرت ابن عمرؓ ہمیشہ سترہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے [۵]۔
اگر آپ مسجد میں نماز پڑھتے اور کسی ستون کو سترہ نہ بنا سکتے تو نافع سے فرماتے: "اپنی پشت میری طرف کر کے بیٹھ جاؤ" [۶]۔ اور اس طرح نافع کو سترہ بنا لیتے۔ مقتدی کے لئے اپنی خاطر سترہ قائم کرنا مسنون نہیں ہے بلکہ امام کا سترہ اس کے لئے کافی ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے سترہ ہے [۷]۔

۳۔ کس چیز کو سترہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے؟

ہر ایسی چیز کا سترہ بننا جائز ہے جو نمازی کی نماز کا احساس دلائے اور سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کر دے۔ بنا بریں بے جان چیز مثلاً لاٹھی وغیرہ کا سترہ بننا جائز ہے۔ اگر بے جان چیز سترہ بنے تو مستحب ہے کہ وہ ایک گز کی مقدار ہو کیونکہ اس سے کم مقدار کی چیز متنبہ نہیں کر سکتی۔ حضرت ابن عمرؓ کے سترہ کی مقدار کجاوے کے پچھلے حصے یعنی گز بھر کی تھی [۸]۔

ہم پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ آپ مسجد کے ستون کو سترہ بنانے کی کوشش کرتے تاکہ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔ جانور کو بھی سترہ بنانا جائز ہے حضرت ابن عمرؓ اپنے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے اور اونٹ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آڑ بن جاتا [۹]۔

انسان کا سترہ بننا بھی جائز ہے۔ ہم پہلے جان چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نافع کو اپنے آگے بٹھا دیتے اور ان سے فرماتے: "اپنی پشت میری طرف کر لو" [۱۰]۔

سجود (سجدہ کرنا)

ا۔ تعریف: سات اعضاء (پیشانی' دونوں ہتھیلیاں ' دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں) زمین پر رکھنا سجود کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنے چہرے کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ بھی زمین پر رکھے کیونکہ دونوں ہاتھ بھی اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جس طرح چہرہ سجدہ کرتا ہے اور جب اپنا سر اٹھائے تو اس کے ساتھ دونوں ہاتھ بھی اٹھالے"[11]۔

۲۔ سجدہ کرنے کی کیفیت

الف۔ سجدہ کرنے کے لئے اعضاء کو زمین پر رکھنے کی ترتیب: جب انسان نماز میں کھڑا ہو اور پھر سجدے میں جانا چاہے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے گا حضرت ابن عمرؓ اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھتے تھے[12]۔

سجدے سے قیام کی حالت کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے کہ آیا گھٹنے اٹھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے گا یا ہاتھوں سے پہلے گھٹنے اٹھائے گا؟ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سجدے سے اٹھتے تو گھٹنے اٹھانے سے پہلے ہاتھ اٹھالیتے[13]۔

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھانے سے پہلے ان کے سہارے قیام کی حالت میں واپس آتے[14]۔

میری رائے ہے --- واللہ اعلم--- کہ جب آپ جوان تھے تو گھٹنے اٹھانے سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھالیتے' لیکن جب بوڑھے ہوگئے تو آپ کے لئے ایسا کرنا مشکل ہوگیا پھر آپ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے اٹھاتے اور ہاتھوں کے سہارے قیام کی حالت میں واپس آتے۔

ب۔ پگڑی کے کنارے پر سجدہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ پگڑی کے کنارے پر سجدہ کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ جب سجدے میں جاتے تو پگڑی اوپر کر دیتے اور اپنی پیشانی زمین پر

رکھتے[15]۔

اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز بچھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ ہے حضرت ابن عمرؓ جب کسی چیز پر نماز پڑھتے تو سجدہ بھی اس پر کرتے[16]۔

ج۔ سجدے کے اندر ناک کو پیشانی کے ساتھ ملانا: سجدہ کرتے وقت ناک کو پیشانی کے ساتھ ملانے کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق سجدہ صرف اس وقت مکمل ہوتا ہے جب پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کیا جائے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب تمہاری ناک زمین سے لگ جائے تو گویا تم نے سجدہ کر لیا"[17]۔

آپ جب سجدہ کرتے تو اپنی پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھتے[18]۔

دوسری روایت میں ہے کہ سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک کو ملانا مسنون نہیں ہے ابوالشعثاء نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے سجدہ کیا اور اپنی ناک زمین پر نہیں رکھی۔ میں نے آپ سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے جواب دیا کہ: "میری ناک میرے چہرے کی ابھری ہوئی جگہ ہے اور میں اپنے چہرے کو بدنما کرنا پسند نہیں کرتا"[19]۔

اس روایت کی حیثیت جو بھی ہو ہم حضرت ابن عمرؓ سے اسے مستبعد سمجھتے ہیں کیونکہ مذکورہ فقرہ آپ کے کلام سے مشابہت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس سے آپ کے فکر کی عکاسی ہوتی ہے تاہم آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب انسان اپنی پیشانی زمین پر رکھدے تو اس کے لئے اتنا ہی کرنا کافی ہو جائے گا"[20]۔

د۔ سجدے میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا: یہ مستحب ہے کہ نمازی سجدہ کرنے کے لئے اپنے چہرے کی خاطر کوئی چیز مخصوص نہ کرے کہ چہرہ تو اس چیز کے ساتھ لگے اور اس کے باقی اعضاء اس کے ساتھ نہ لگیں بلکہ وہ جس چیز پر اپنا چہرہ رکھے اس پر اپنے ہاتھ بھی رکھے۔ حسن کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب سجدہ کرتے تو اپنی ہتھیلیاں بھی اس چیز پر رکھتے جس پر اپنا چہرہ رکھتے، میں نے آپ کو شدید سردی کے دن دیکھا تھا کہ آپ نے اپنے دونوں کف دست اپنے برنس (ایسا لباس جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی جگہ کام

دے) سے باہر نکال کر انہیں کنکریوں کے فرش پر رکھا[۲۱]۔

یہ بات مستحسن ہے کہ نمازی سجدے کے اندر اپنے دونوں کف دست اپنے کانوں کے برابر زمین پر رکھے۔ حضرت ابن عمرؓ سجدہ کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر رکھتے[۲۲]۔ لیکن اگر نمازی انہیں اپنے کانوں سے دور رکھے تو بھی جائز ہے اسود بن یزید نخعی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ نمازی سجدہ کرتے وقت اپنے ہاتھ کہاں رکھے؟ آپ نے جواب دیا: "ہاتھ جہاں بھی پڑ جائیں انہیں وہیں ٹیکدو"[۲۳]۔

سجدے کے اندر نمازی اپنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ نہیں کرے گا بلکہ انہیں پھیلادے گا حضرت ابن عمرؓ کسی شخص کو نماز کے اندر اپنی انگلیاں کشادہ کئے ہوئے اگر دیکھتے تو اسے اس سے روکتے۔ آپ اپنی انگلیوں کو ملا کر انہیں پھیلا دیتے[۲۴]۔

نمازی اپنے ہاتھ کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب کوئی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھ قبلہ رخ رکھے کیونکہ ہاتھ بھی چہرے کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔[۲۵]۔ حضرت ابن عمرؓ خود اسی طرح کرتے تھے۔ طاؤس بن کیسان کہتے ہیں کہ: "میں نے کسی نمازی کو حضرت ابن عمرؓ کی ہیئت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا جو آپ سے بڑھ کر اپنا چہرہ' اپنے کف دست اور اپنے قدموں کو قبلہ رخ کرتا ہو"[۲۶]۔

نمازی اپنے دونوں بازوؤں کو زمین پر نہیں بچھائے گا۔ جب وہ انہیں زمین سے دور رکھے گا تو پھر وہ انہیں جہاں کہیں بھی رکھے اس سے اس کی نماز کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آدم بن علی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا میں اپنے بازوؤں کو زمین سے دور نہیں رکھتا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا: "بھتیجے' درندے کی طرح اپنے بازو زمین پر نہ پھیلاؤ' اپنی ہتھیلیوں پر زور ڈالو اور اپنے بازوؤں کو ظاہر کرو' اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارا ہر عضو سجدہ کرلے گا"[۲۷]۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "کیا میں سجدہ کرتے وقت اپنی کہنی ران پر رکھ لوں؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے لئے ایسی صورت میں سجدہ کرنا کس طرح ممکن ہو گا"

۲۸ ـ

آپ جب سجدہ کرتے تو بازوؤں کو زمین سے دور رکھتے اور انہیں اپنے پہلو کے ساتھ ملا لیتے [۲۹] ـ

ھ ـ ضرورت کی حالت میں سجدہ : اگر نمازی کے لئے کسی سبب مثلاً بیماری یا بھیڑبھاڑ کی وجہ سے سجدہ کرنا متعذر ہو جائے تو وہ ممکن حد تک اشارے سے سجدہ کرے گا ابوالاسود کو فالج ہو گیا۔ وہ صرف اسی صورت میں سجدہ کر سکتے جب ان کے سامنے چھوٹا تکیہ بلند کر دیا جاتا۔ وہ اس تکیے پر سجدہ کر لیتے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: " اگر وہ زمین پر سجدہ کر سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ اشارے سے سجدہ کر لیں۔ ان کی پیشانی کے سامنے کوئی چیز بلند نہ کی جائے " [۳۰] ـ

حضرت ابن عمرؓ اگر بھیڑبھاڑ کی وجہ سے زمین پر سجدہ نہ کر سکتے تو اشارے سے سجدہ کرتے [۳۱] ـ

اگر نمازی کے سامنے سجدے کے لئے کوئی چیز بلند کر دی جائے تو یہ بات مکروہ ہو گی لکڑی پر سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: " میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دونگا کہ تم اللہ کے سوا بت بنالو " [۳۲] ـ

آپ صفوان بن المعطل کے پاس گئے وہ ایک تکیے پر سجدہ کر رہے تھے آپ نے انہیں تکیے یا کنکریوں پر سجدہ کرنے سے روک دیا اور اشارے سے سجدہ کرنے کا حکم دیا

۳۳ ـ

و ـ سجدے کے اندر دعا: حضرت ابن عمرؓ سجدے میں یہ دعا مانگا کرتے " " " اے اللہ ' میرے جسم نے تیرے لئے سجدہ کیا' میرا دل تجھ پر ایمان لایا' اے اللہ مجھے ایسا علم عطا کر جو میرے لئے نافع ہو اور ایسا عمل عطا کر جو میرا درجہ بلند کر دے " [۳۴] ـ

۳ ـ سجدے کا نشان: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ انسان کی پیشانی پر سجدے کی علامت نظر آئے۔ آپ شاید اسے ایک قسم کی ریاکاری تصور کرتے تھے البتہ اگر اس میں انسان کا اپنا کوئی ہاتھ نہ ہو تو یہ اور بات ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا

کہ "میں فلاں شخص ہوں جو تمہیں گود میں لے کر کھلایا کرتا تھا" آپ نے اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کا سیاہ نشان دیکھا تو فرمایا: "تمہاری دونوں آنکھوں کے درمیان یہ نشان کیسا ہے؟ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی صحبت میں رہ چکا ہوں، تمہیں میری پیشانی پر یہ نشان نظر آتا ہے" ایک روایت کے مطابق آپ نے اس سے فرمایا: "اللہ کے بندے، انسان کی صورت اس کا چہرہ ہے تم اپنی صورت کو بدنما نہ بناؤ"[۳۵]۔

شاید آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ مذکورہ شخص نے جان بوجھ کر یہ نشان بنایا ہے۔

سجود التلاوۃ (سجدہ تلاوت)

۱۔ تعریف: سجدہ تلاوت وہ سجدہ ہے جسے قرآن کریم کی آیات سجدہ تلاوت کرنے یا سننے پر ادا کرنا مسنون ہے۔

۲۔ قرآن کریم میں آیات سجدہ: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قرآن کریم کی جن آیات پر سجدہ کرنا مسنون ہے وہ گیارہ آیتیں ہیں[۳۶]۔ ان کا ذکر سعید بن جبیر نے آپ سے کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباس کو آیات سجدہ شمار کرتے سنا تھا۔ ان دونوں نے فرمایا: "اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، حج، فرقان، طس، آلم تنزیل، ص اور حم السجدہ۔ یہ کل گیارہ ہوئیں"[۳۷]۔

سورہ اعراف میں یہ آیت ہے (ان الذین عند ربک لایستکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون)

سورہ رعد میں یہ آیت ہے (وللہ یسجد من فی السماوات والارض طوعا وکرھا)۔

سورہ نحل کی آیت (وللہ یسجد مافی السماوات ومافی الارض)

سورہ بنی اسرائیل کی آیت (یخرون للاذقان سجدا ویقولون سبحان ربنا)۔

سورہ مریم کی آیت (اذا تتلی علیھم آیات الرحمن خروا سجدا وبکیا)

سورہ حج کی دو آیتوں پر حضرت ابن عمرؓ سجدہ کرتے تھے۔[۳۸]۔ پہلی آیت یہ ہے (الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السماوات ومن فی الارض) دوسری آیت یہ ہے

(یایها الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون)
حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ دوسری آیات پر سجدہ پہلی آیت کی بہ نسبت زیادہ لازم ہے۔ آپ فرماتے "اگر سورہ حج میں میں ایک سجدہ کرتا تو دوسری آیات پر سجدہ مجھے زیادہ پسند ہوتا"[۳۹]۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی آیت اخبار ہے اور دوسری آیات امر ہے اور امر بجالانا اولیٰ ہوتا ہے۔

سورہ فرقان کی آیت یہ ہے (واذا قیل لهم اسجدوا للرحمن قالو اوماالرحمن انسجد لما تامرنا وزادهم نفورا)۔

سورہ طس، النمل میں یہ آیت ہے (الایسجدو لله الذی یخرج الخب ء فی السماوات والارض)۔

سورہ آلم تنزیل، السجدہ کی آیت (انما یومن بایاتنا الذین اذاذکروا بهاخروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم وهم لایستکبرون)۔

سورہ ص میں یہ آیت ہے (فاستغفر ربه وخرراکعا واناب)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سورہ ص میں ایک سجدہ ہے[۴۰]۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کہ تم سورہ ص میں سجدہ کرتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا، آپ نے فرمایا:" سورہ ص میں سجدہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اولئک الذین هدی الله فبهدا هم اقتده یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی پس ان کی ہدایت کی اقتداء کرو)۔[۴۱]

سورہ حم السجدہ، فصلت میں یہ آیت ہے (فان استکبروا فالذین عند ربک یسبحون له باللیل والنهار وهم لایسامون[۴۲]۔

یہ بھی وارد ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سورہ نجم نماز کے اندر پڑھتے تو سجدہ کرتے اگر سجدہ نہ کرتے تو رکوع کر لیتے[۴۳]۔ اس میں سجدہ کی آیت یہ ہے (فاسجدوالله واعبدوا)۔

یہ بھی وارد ہے کہ آپ سورہ انشقاق کی اس آیت پر سجدہ کرتے[۴۴]۔ (واذاقری علیهم القران لایسجدون)۔

یہ بھی وارد ہے کہ آپ سورہ علق میں بھی سجدہ کرتے۔ اگر نماز کے اندر اس کی تلاوت کرتے تو

تکبیر کہتے اور رکوع نیز سجدہ کرتے اور اگر نماز کے بغیر اس کی تلاوت کرتے تو سجدہ کرتے [۴۵]۔
سجدے کی آیت یہ ہے (کلا لا تطعہ واسجد واقترب)۔

۳۔ سجدہ تلاوت کا حکم:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سجدہ تلاوت سنت موکدہ ہے۔ واجب نہیں ہے [۴۶]۔ آپ فرماتے: "ہم پر سجدہ فرض نہیں ہے البتہ ہمیں سجدہ کرنا چاہئے" [۴۷]۔

۴۔ سجدہ تلاوت کس کے لئے مسنون ہے:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سجدہ تلاوت اس کے لئے مسنون ہے جو آیت سجدہ تلاوت کرے یا اسے سن لے خواہ وہ اس کی سماعت کے لئے بیٹھا ہو یا قصد کے بغیر اسے سن لیا ہو۔ آپ فرماتے کہ سجدہ اس شخص پر ہے جو اسے سن لے۔ [۴۸]

۵۔ سجدہ تلاوت کا وقت:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ نماز کے مکروہ اوقات میں سجدہ تلاوت ادا کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ [۴۹]

المغیرہ بن حکیم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا کہ ایک قصہ گو نے صبح کے بعد آیت سجدہ پڑھی۔ آپ نے اسے چلا کر ٹوکا اس نے سجدہ کر لیا لیکن آپ نے سجدہ نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے کنکریاں ماریں اور فرمایا: "انہیں سمجھ نہیں ہے" پھر جب سورج طلوع ہوگیا تو آپ نے سجدے کی قضا کی [۵۰]۔

ابو تمیمہ الہجیمی کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز کے بعد قصے بیان کرتا اور سجدہ تلاوت ادا کرتا۔ مجھے حضرت ابن عمرؓ نے روکا لیکن میں تین مرتبہ کہنے پر بھی نہ رکا آپ نے پھر مجھ سے فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ان حضرات نے اس وقت تک سجدہ نہیں کیا جب تک سورج طلوع نہ ہوگیا" [۵۱]۔

ب۔ اگر کوئی شخص نماز سے باہر سجدہ تلاوت پڑھے تو اس کے لئے جائز ہے کہ تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعد میں سجدہ کر لے۔ اولی یہ ہے کہ

سجدہ کرنے میں جلدی کی جائے بشرطیکہ کراہت کا وقت نہ ہو۔ ہم سابقہ فقرے میں دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے سجدہ تلاوت کو طلوع شمس تک موخر کر دیا تھا کیونکہ یہ کراہت کا وقت تھا۔

ج۔ اگر کوئی شخص نماز کے اندر آیت سجدہ تلاوت کرے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہوگا۔

اول یہ کہ تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کر لے اور پھر قیام کر کے اپنی قرات مکمل کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے رفقاء کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اور اس میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی کی [۵۲]۔ اگر آپ نماز میں سورہ نجم پڑھتے تو نماز کے اندر سجدہ کر لیتے اگر سجدہ نہ کرتے تو رکوع کر لیتے [۵۳]۔

دوم یہ کہ وہ نماز کے لئے رکوع اور سجدہ کرے۔ ایسی صورت میں رکوع سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہو جائے گا یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے درج بالا قول میں واضح ہے کہ اگر سجدہ نہ کرتے تو رکوع کر لیتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سورہ نجم اور سورہ اقراء میں سجدہ کرتے البتہ اگر آپ یہ آیتیں فرض نماز میں پڑھتے تو سجدہ نہ کرتے بلکہ رکوع کر لیتے [۵۴]۔

۶۔ سجدہ تلاوت کی جگہ:

اگر ایک شخص زمین پر آیت سجدہ تلاوت کرے تو اس پر سجدہ تلاوت کی ادائیگی زمین پر ضروری ہوگی خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر [۵۵]۔ اگر وہ سواری پر آیت سجدہ پڑھے تو اس کے لئے سواری پر ہی سجدہ کر لینا جائز ہوگا۔ وہ اشارے سے سجدہ کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص سواری پر آیت سجدہ تلاوت کرے تو اشارے سے سجدہ کرے" [۵۶]۔

۷۔ سجدہ تلاوت کے لئے طہارت کی شرط:

حضرت ابن عمرؓ سجدہ تلاوت کی صحت کے لئے طہارت یعنی وضو کی شرط عائد نہیں کرتے تھے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سواری سے اتر کر پیشاب کرتے

اور پھر سوار ہو کر آیت سجدہ تلاوت کرتے اور وضو کے بغیر سجدہ کر لیتے [۵۷]۔ بیہقی نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت کی ہے کہ: "کوئی شخص طہارت کے بغیر سجدہ نہ کرے" [۵۸]۔ تو اس سے مراد جنابت سے طہارت ہے۔ ابن حجر نے "فتح الباری" میں یہی لکھا ہے [۵۹]۔

سجود السھو (سجدہ سہو)

سجدہ سہو وہ دو سجدے ہیں جنہیں نماز کے آخر میں وہ نمازی ادا کرتا ہے جسے اپنی نماز میں کوئی شک ہوگیا ہو یا کوئی ایسا حصہ بھول گیا ہو جو نماز پر اثر انداز نہ ہوتا ہو۔

۲۔ سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے: سجدہ سہو چند صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔

الف۔ شک میں مبتلا نمازی کو جب یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو ایسی صورت میں وہ یقین پر اپنی نماز کی بنا کرے گا اور نماز کے آخر میں دو سجدے کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کے اندر شک میں مبتلا ہو جائے تو سوچے حتی کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے نماز پوری کر لی ہے اور پھر بیٹھ کر دو سجدے کر لے" [۶۰]۔

اگر نمازی کو پہلی دفعہ شک ہوا ہو اور اسے شک میں پڑنے کی عادت نہ ہو تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کرے گا [۶۱]۔ عاصم بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے اپنی نماز میں شک ہوگیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "لوگ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں تم بیٹھ کر دو سجدے کر لو" میں نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اپنی نماز دھرا لو تاکہ تمہیں یاد رہے" [۶۲]۔

ب۔ نماز کی واجبات میں سے کسی واجب کو بھول کر ترک دینا: مثلاً یہ کہ نمازی قعدہ اولیٰ کرنا بھول جائے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیر کر دو سجدے کرے اور پھر تشہد کرے۔ اس طرح وہ دو مرتبہ تشہد کرے [۶۳]۔

واجب سے یہاں ہماری مراد وہ فعل ہے جو سنت سے ارفع اور فرض سے ادنیٰ ہو۔

نماز کی کوئی سنت ترک کرنے پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں جہری قرات کرلی اور پھر سجدہ سہو نہیں کیا [۶۴]۔ اگر نمازی کسی فرض کو ترک کردے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر بالاتفاق نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

ج۔ مسبوق کا امام کے ساتھ قعدہ کرلینا جبکہ ابھی اس نے دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں:
حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر مقتدی سے ایک رکعت فوت ہو جائے اور وہ ایک رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ قعدہ کرلے جبکہ امام دو رکعتیں پڑھ چکا ہو تو امام جب سلام پھیر لے تو مقتدی اٹھ کر فوت شدہ رکعت پڑھ لے اور سجدہ سہو کرلے" [۶۵]۔
بعض راویوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اگر مقتدی سے نماز باجماعت کا کچھ حصہ رہ جائے تو اس سے اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے [۶۶]۔
لیکن بات اس طرح نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی صلوٰۃ الخوف کے اندر سجدہ سہو نہیں ہے [۶۷]۔
کیونکہ صلوۃ الخوف کا معاملہ تخفیف اور تسامح پر مبنی ہوتا ہے۔

سحر (جادو)

۱۔ تعریف: جادو وہ طریق کار ہے جس کے تحت شیاطین سے ایسی چیز کے حصول کے لئے مدد لی جاتی ہے جسے انسان تنہا حاصل نہیں کرسکتا۔

۲۔ جادوگر کی سزا: حضرت ابن عمرؓ کے رائے تھی کہ جادوگر کی سزا قتل ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ کی ہمشیرہ اور ام المومنین حضرت حفصہؓ پر ان کی ایک لونڈی نے جادو کردیا اور پھر مذکورہ لونڈی نے اس کا اعتراف بھی کرلیا حضرت حفصہؓ نے عبدالرحمان بن زید کو اسے قتل کردینے کا حکم اور انہوں نے اسے قتل کردیا۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کو ان کا یہ فعل پسند نہیں آیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے امیرالمومنین سے کہا "آپ کو ام المومنین کا ایک لونڈی کے ساتھ یہ سلوک کیوں پسند نہیں آیا حالانکہ اس نے جادو کیا تھا اور اس کا اعتراف بھی کرلیا تھا؟"

یہ سن کر حضرت عثمان غنیؓ خاموش ہو گئے [۶۸]۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس امر پر اعتراض نہیں کیا تھا کہ لونڈی قتل کی سزا کی مستحق تھی بلکہ اس پر انہیں اعتراض تھا کہ اقامت حدود حکومت کا کام تھا جسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

سحور (سحری کھانا)

(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کا جز ب)

سرقۃ (چوری کرنا)

۱۔ تعریف: سرقہ یہ ہے کہ مکلف شخص کسی محفوظ مقام سے خفیہ طور پر نصاب کی مقدار ایسا مال لے لے جس پر اس کا کوئی حق نہ ہو۔

۲۔ حد سرقہ قائم کرنے کی شرائط: حد سرقہ یہ ہے کہ چور کا ہاتھ اس کے گٹے یعنی پہنچے سے کاٹ دیا جائے۔ اس لئے کہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۸ میں ارشاد باری ہے (والسارق والسارقہ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو' یہ بدلہ ہے ان کے برے عمل کا) کسی انسان پر حد سرقہ اس وقت تک جاری نہیں ہوگی جب تک اس کے اندر درج ذیل شرطیں نہ پائی جائیں۔

الف۔ چور مکلف یعنی عاقل بالغ اور خود مختار ہو (دیکھئے مادہ حد نمبر ۵ کے جز الف کا جز ب) اس کے بعد اس کے مرد یا عورت ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اسی طرح آزاد یا غلام ہونے کا بھی کوئی فرق نہیں ہوگا خواہ یہ غلام بھاگا ہوا ہو یا بھاگا ہوا نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تھا جس نے چوری کی تھی [۶۸-ب]۔ (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۳)

ب۔ مسروقہ مال نصاب کو پہنچ گیا ہو' نصاب سرقہ ڈھال کا ثمن ہے۔ اس ثمن سے کم مالیت کا مال چرانے پر قطع ید نہیں ہوگا۔ ڈھال کا ثمن تین درہم تھا [۶۹]۔

ج۔ مسروقہ مال میں چور کا کوئی حق نہ ہو۔ اگر اس میں چور کا کوئی حق ہوگا تو اس کا ہاتھ

نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "غلام اور اس کا مال آقا کا ہوتا ہے اس لئے اگر آقا اس کا کوئی مال لے لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں" ۷۰۔

د۔ مسروقہ مال محفوظ مقام میں ہو' اگر محفوظ مقام میں نہیں ہوگا تو قطع ید نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "پھلوں کی چوری پر قطع ید نہیں البتہ جو پھل کھلیان میں محفوظ کردیئے گئے ہوں انہیں چرانے پر قطع ید ہوگا۔ اسی طرح چرنے والے جانوروں کو چرانے پر قطع ید نہیں ہوگا البتہ باڑے میں بند جانوروں کو چرانے پر قطع ید ہوگا" ۷۱۔ اس لئے کہ درخت پر موجود پھل اور چراگاہ میں موجود مویشی محفوظ مقام پر نہیں ہوتے۔ اگرچہ اس قسم کی چوری پر قطع ید نہیں ہے تاہم اس میں گناہ ہے اور تعزیر بھی ہے' اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نے لقاط (فصل کی کٹائی اور سنبھال کے بعد زمین پر فصل کی رہ جانے والی بالیاں اور خوشے) کو مکروہ قرار دیا تھا ۷۲۔ (دیکھئے مادہ لقاط)

چور جب تک مسروقہ مال کو محفوظ مقام سے باہر نہ آئے اس وقت تک اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا۔ اگر اس نے سامان جمع کرلیا ہو اور پھر سرقہ سے منہ موڑ لیا ہو یا مال کو محفوظ مقام سے باہر لانے سے پہلے ہی پکڑا گیا ہو تو ان صورتوں میں اس کا قطع ید نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "چور کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا جب تک وہ مسروقہ مال محفوظ مقام سے باہر نہ لے آئے" ۷۳۔

ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ کوئی چور المطلب بن ابی وداعہ کے گودام میں نقب لگا کر اندر گھس گیا۔ اس نے مال سمیٹ لیا لیکن اسے لے کر گودام سے باہر نکلنے سے پہلے ہی پکڑا گیا اسے حضرت ابن الزبیرؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اتنے میں حضرت ابن عمرؓ وہاں سے گذرے۔ آپ کو ساری بات بتائی گئی۔ آپ حضرت ابن الزبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ پھر پوچھا "اس کو کوڑے کیوں لگائے گئے؟" حضرت ابن الزبیرؓ نے جواب دیا کہ مجھے غصہ آگیا تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "جب تک وہ مسروقہ مال گودام سے باہر نہ لے جائے اس وقت تک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا' آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آپ ایک شخص کو کسی

اجنبی عورت کی دونوں ٹانگوں کے درمیان صرف بیٹھا دیکھ لیں جبکہ ابھی اس نے فعل بد نہ کیا ہو تو کیا آپ اس پر حد زنا جاری کردیں گے؟" حضرت ابن الزبیر نے اس کے جواب نفی میں دیا اور کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ منہ کالا کرنے سے پہلے ہی توبہ کرجائے۔ یہ سن حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "چوری کا یہ معاملہ بھی اسی طرح ہے' آپ کو کیا پتہ کہ وہ تائب ہوکر مسروقہ چھوڑ مال جاتا"[۷۴]۔

۳۔ سرقہ کا اثبات: سرقہ گواہی کی بنا پر بالاجماع ثابت ہو جاتا ہے اور اس اقرار کی بنا پر بھی جو اکراہ سے خالی ہو۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ثعلبہ شامی نے طارق شامی کو مدینہ کا گورنر مقرر کردیا۔ اس کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا طارق نے اس کی پٹائی کی تو وہ چوری کا اقرار کرگیا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آپ کو پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "اس کا ہاتھ مت کاٹو کیونکہ اس نے تمہاری پٹائی کے بعد چوری کا اقرار کیا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے طارق سے کہا کہ: "اگر یہ چور مسروقہ مال لے آئے تو پھر اس پر حد سرقہ جاری کردو"[۷۵]۔ (دیکھئے مادہ اقرار نمبر۴)

۴۔ چور کے ساتھ قتال: حضرت ابن عمرؓ چور کے ساتھ قتال کرنے کے جواز کے قائل تھے۔ سالم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے مکان میں ایک چور کو گھسا ہوا دیکھا۔ آپ اس پر تلوار سونت کر دوڑ پڑے' وہ ادھر ادھر بھاگنے لگا' سالم کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کو پکڑ پکڑ کر نہ روکتے تو آپ اسے ضرور تلوار مار دیتے[۷۶]۔ (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۳)

السعی بن اصفا والمروۃ (صفار اور مروہ کے درمیان سعی)

دیکھئے مادہ حج نمبر۷' ۱' نیز نمبر۷ ۳ کے جزج کا جز ۱)

سفر (سفر کرنا)

۱۔ تعریف: سفر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے سکونتی شہر کی آبادی سے ایسی جگہ جانے کے قصد سے نکل جائے جس کی مسافت اتنی ہو کہ اس مسافت کی وجہ سے نماز میں قصر کرنا

درست ہو۔

۲۔ وہ سفر جس کے ساتھ احکام کا تعلق ہے۔

الف۔ جس سفر کے ساتھ شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں وہ نماز کے اندر قصر کا موجب سفر ہے۔ اس سے کم سفر کے ساتھ احکام کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ب۔ سفر کی مسافت: قصر والی نماز کے سفر کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے کئی روایات منقول ہیں۔

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جس کم سے کم مسافت میں نماز قصر کرتے تھے وہ یہ تھی کہ آپ اپنے مال کی دیکھ بھال کے لئے جب خیبر جاتے تو قصر کرتے۔ اس کی مسافت تین قواصد تھی یعنی تین دن کا ایسا سفر جس میں کوئی تھکاوٹ وغیرہ نہیں ہوتی تھی۔ اس سے کم فاصلے کے لئے آپ قصر نہیں کرتے تھے[۷۷]۔

خیبر مدینہ منورہ سے چھیانوے میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ جب طائف جاتے تو قصر کرتے[۷۸]۔

یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے سویداء کا سفر کیا جو بہتر میل کے فاصلے پر ہے تو آپ نے قصر کیا[۷۹]۔

آپ نے فرمایا: "بہتر میل سے کم فاصلے کے سفر میں نماز قصر نہیں کی جائے گی"[۸۰]۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ ذات النصب کی طرف نکلے تو قصر نماز پڑھی۔ ذات النصب مدینہ سے چار برد کے فاصلے پر ہے[۸۱]۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ ریم کی طرف نکلے تو قصر نماز پڑھی۔ امام مالک نے کہا ہے کہ ریم تقریباً چار برد کے فاصلے پر ہے[۸۲]۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ پورے دن کے سفر میں قصر کرتے[۸۳]۔

آپ نے ایک شخص سے ایک اونٹنی خریدی اسے دیکھنے کے لئے گئے اور قصر نماز پڑھی یہ پورے دن کا سفر تھا یعنی چار برد کا[۸۴]۔

اسی سے بعض لوگوں نے آپ سے علی الاطلاق یہ بات منسوب کردی کہ چار برد سفر میں قصر نماز پڑھی جائے گی[۸۵]۔

چار برد اڑتالیس میل کے مساوی ہے۔ آپ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ تیس میل کے سفر میں قصر کرتے یہ فاصلہ آپ اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے طے کرتے [۸۶]۔

آپ سے اٹھارہ میل کے فاصلے کے اندر قصر منقول ہے [۸۷]۔ نیز یہ روایت بھی ہے کہ چار میل کے سفر میں نماز قصر کی جائے گی [۸۸]۔

تین میل کے فاصلے کی صورت میں بھی آپ سے قصر منقول ہے۔ [۸۹]۔ ایک گھنٹے کی مسافت کے اندر بھی آپ سے قصر منقول ہے۔ آپ نے فرمایا تھا: "میں دن کے وقت ایک گھنٹے کے سفر میں بھی قصر نماز پڑھتا ہوں" ایک گھنٹے میں کم سے کم مسافت دو سے لے کر تین میل تک طے ہوتی ہے [۹۰]۔

جبلہ ابن سحیم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ "اگر میں ایک میل کے لئے بھی نکلوں تو قصر پڑھوں گا" [۹۱]۔

اس کے بالمقابل نافع نے روایت کی ہے کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک برید یعنی بارہ میل سفر کرتے اور نماز قصر نہ کرتے [۹۲]۔

آپ غابہ کی طرف جاتے تو نہ روزہ چھوڑتے اور نہ ہی قصر کرتے [۹۳]۔

پہلی روایات کا مقتضا یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو اس بات کے قائل تھے کہ سفر کے اسم کا جس صورت پر اطلاق ہو اس میں قصر نماز پڑھی جائے گی اور مسافت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ آخری دو روایتوں کا مقتضا یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو اس بات کے قائل تھے کہ ایک معین مسافت کا اعتبار ہوگا یعنی بارہ میل سے زائد کا۔ قصر نماز کے لئے یہ مسافت ضروری ہے۔ دونوں باتوں میں واضح تناقض ہے۔ اس لئے یہ کہنا ضروری ہوگا کہ حضرت ابن عمرؓ ان دونوں قول میں سے پہلے ایک کے قائل تھے اور پھر دوسرے قول کی طرف راجع ہوگئے۔ تاہم ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ ان دونوں میں سے آخری قول کون سا تھا جسے آپ نے اختیار کرلیا تھا۔ اغلب ظن یہی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ پہلے سفر کے لئے مسافت کی تحدید کے قائل رہے تاکہ اس کے ساتھ

شرعی احکام کا تعلق ہوجائے اور پھر اس مسافت سے آزاد ہوگئے اور اس بات کے قائل ہوگئے کہ جس صورت پر سفر کے اسم کے اطلاق ہو اس کے ساتھ احکام سفر کا تعلق ہوجائے گا خواہ مسافت طویل ہو یا قصیر خاص طور پر جبکہ آپ کے والد ماجد حضرت عمرؓ بھی یہی رائے رکھتے تھے [۹۴]۔ واللہ اعلم

مکہ میں مقیم شخص جب حج کے اندر منیٰ جائے گا تو قصر نماز پڑھے اس بارے میں حضرت ابن عمر سے منقول روایات کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے آپ مکہ میں قیام کرتے پھر جب منیٰ کی طرف نکلتے تو قصر کرتے [۹۵]۔

ج۔ سفر کی کیفیت: سفر کے ساتھ شرعی احکام کے تعلق کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ یہ سفر حج کے لئے کیا جائے یا عمرہ کے لئے یا جہاد کے لئے بلکہ ہر مشروع سفر کے ساتھ احکام کا تعلق ہوجاتا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے مال کی دیکھ بھال کے لئے خیبر جاتے تو قصر کرتے۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنی خریدی ہوئی اونٹنی دیکھنے کے لئے سفر کیا اور قصر نماز پڑھی۔

د۔ سفر سے اقامت:

ا۔ مسافر سفر کے احکام سے اس وقت سے مستفید ہونا شروع کردے گا جب وہ اتنی مسافت طے کرلے جس کے تحت اس کو مسافر شمار کرلیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ اس وقت تک قصر نہ کرتے جب تک اتنی مسافت طے نہ کرلیتے جتنی مسافت کے اندر نماز قصر ہوجاتی ہے [۹۶]۔

مسافر کی مسافرانہ حیثیت اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک وہ کسی شہر میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرلے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب پندرہ دن کی اقامت کا ارادہ کرلیتے تو کمر کھول دیتے اور پوری نماز پڑھتے [۹۷]۔

آپ آذربائیجان میں چھ ماہ تک رہے اور قصر کرتے رہے۔ آپ فرماتے: "اگر تم اقامت کا پکا ارادہ کرلو تو پوری نماز پڑھو" [۹۸]۔

مورق العجلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں ایک تاجر

شخص ہوں اور اہواز آکر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں چلتا پھرتا ہوں۔ اس دوران میں ایک ماہ یا اس سے زائد عرصہ قیام کرتا ہوں آپ نے پوچھا: "کیا تم اقامت کی نیت کرتے ہو؟" میں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "میں تو تمہیں مسافر ہی قرار دوں گا۔ تم مسافروں والی نماز پڑھا کرو" [۹۹]۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں مدینہ منورہ اپنی ضرورت کی خاطر آتا ہوں اور یہاں سات آٹھ مہینے قیام کرتا ہوں، میں کس طرح نماز ادا کروں؟ آپ نے فرمایا: "دو دو رکعت نماز پڑھو" [۱۰۰]۔ یعنی مذکورہ شخص مدینہ میں اقامت کی نیت کے بغیر قیام کرتا۔

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے اس پیدائشی شہر میں داخل ہو جائے جہاں سے وہ کسی اور جگہ منتقل ہو گیا تھا تو وہ وہاں اقامت کی نیت کے بغیر مقیم تصور نہیں ہوگا۔ عبدالرزاق نے اسماء بن عبید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حجاج کے زمانے میں عامر شعبی سے مسئلہ پوچھا کہ میں کوفہ آتا ہوں یہاں میری نانی اور خاندان کے دوسرے لوگ رہتے ہیں۔ یہ سن کر شعبی نے پوچھا کہ کون سا شہر افضل ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ کیا مدینہ افضل نہیں ہے؟ میں نے کہا "کیوں نہیں" اس پر شعبی نے فرمایا کہ میں نے یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ: "میں اس شہر یعنی مکہ میں آتا ہوں جہاں میری پیدائش ہوئی تھی۔ میں یہاں دو رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتا" [۱۰۱]۔

۳۔ سفر کے احکام

الف۔ عورت کا سفر: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے [۱۰۲]۔ لونڈی کا آقا اس کے لئے محرم کے قائم مقام ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۹ کا جز ج)

ب۔ جمعہ کے دن سفر: حضرت ابن عمرؓ اس شخص کو جسے اپنے رفقاء کے چلے جانے کا خطرہ نہ ہو جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے [۱۰۳]۔

کسی مسلمان کی مدد کے لئے جمعہ کے دن سفر کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ تمریض نمبر ۳)

ج۔ سفر کے اندر غسل جمعہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ غسل جمعہ اس پر واجب ہوتا ہے جس پر جمعہ واجب ہو۔ جس پر جمعہ واجب نہیں اس پر غسل جمعہ بھی نہیں۔ آپ فرماتے: "غسل تو اس پر ہے جس پر جمعہ واجب ہے"[۱۰۴]

چونکہ جمعہ کی نماز مسافر پر واجب نہیں ہوتی اس لئے اس پر غسل جمعہ بھی لازم نہیں۔ بنا بریں یہ مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر جمعہ کے دن غسل نہیں کرتے[۱۰۵]

د۔ سفر میں اذان: سفر کے اندر صبح کی نماز کے لئے اذان کے سوا کسی اور نماز کے لئے اذان نہیں دی جائے گی (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۳ کا جز ج)

ھ۔ مسافر سے اقامت صلوۃ کا عدم سقوط (دیکھئے مادہ اقامتہ نمبر ۴ کا جز ب)

و۔ مساجد کی زیارت کے لئے سفر: حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے مروی ارشاد کے مطابق یہ رائے رکھتے تھے کہ صرف تین مسجدوں کے لئے کجاوے کسے جائیں یعنی سفر کیا جائے۔ مسجد حرام کے لئے، مسجد نبوی کے لئے اور مسجد اقصی کے لئے۔ عرفجہ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں کوہ طور پر جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "کجاوے صرف تین مسجدوں کے لئے کسے جائیں، مسجد حرام کے لئے، مسجد نبوی کے لئے اور مسجد اقصی کے لئے، تم کوہ طور کا خیال چھوڑ دو اور وہاں نہ جاؤ"[۱۰٦]

ز۔ سفر میں روزہ رکھنا: سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

ا۔ ایک رویت میں ہے کہ مسافر کو اختیار ہے کہ اگر چاہے روزہ رکھ لے اور اگر چاہے روزہ نہ رکھے۔ اس لئے کہ روزہ نہ رکھنا ایک رخصت ہے جس کے ذریعے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے آسانی مہیا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور رخصت پر عمل افضل ہے۔ طبری نے "تہذیب الآثار" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے سفر میں روزہ رکھنے کا مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "میں نہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے روکتا ہوں، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل

کرتا ہوں' اگر چاہو تو روزہ رکھ لو اور اگر چاہو تو روزہ چھوڑ دو"[۱۰۷]۔

آپ فرماتے: "سفر کے اندر رمضان کا روزہ نہ رکھنا مجھے روزہ رکھنے سے زیادہ پسند ہے"[۱۰۸]۔

مجاہد نے روایت کی ہے کہ مجھے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تم سفر کرو تو روزہ نہ رکھو کیونکہ اگر تم ایسا کروگے تو لوگ کہیں گے: "روزہ دار کے لئے انتظام کرو" اور جب وہ کچھ کھائیں گے تو کہیں گے: "روزہ دار کے لئے بھی کچھ رہنے دو" اور طرح وہ تمہارا اجر خود لے جائیں گے"[۱۰۹]۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ مجھے سفر کے اندر روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: "جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہ کرے اس پر جبل عرفات جیسا گناہ ہوگا"[۱۱۰]۔

آپ سے سفر کے اندر روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم کسی پر کوئی چیز صدقہ کردو اور وہ تمہارا صدقہ تمہیں واپس کردے تو کیا اس سے تمہیں غصہ نہیں آئے گا؟ روزے کی رخصت اللہ کی طرف سے تم پر صدقہ ہے"[۱۱۱]۔

حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ سفر میں ایک خاتون بھی تھی۔ کھانا رکھا گیا تو آپ نے اس سے کھانا کھانے کے لئے کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں روزے سے ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "پھر ہمارے ساتھ سفر نہ کرو"[۱۱۲]۔

ایوب کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ کوئی شخص ایسا بھی ہوتا جو سفر میں روزہ رکھتا؟ نافع نے جواب دیا کہ فلاں لیثی شخص آپ کے ساتھ سفر پر تھا وہ روزہ رکھتا آپ روزہ کھولنے تک اس کی دیکھ بھال کرتے اور مجھے اس کے لئے سحری تیار کرنے کا حکم دیتے[۱۱۳]۔

بلال بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ افریقہ کی طرف نکل جاتے ہیں پھر ہم محفلوں میں جاتے ہیں اور ہم پر شامیانے لگائے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اگر تمہارے ساتھ طعام کے پہاڑ اور مشروبات کی

نہریں بھی چلیں تو بھی تم سفر میں روزہ نہ رکھو"[۱۱۴]۔

خود آپ سفر میں روزہ نہیں رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ نے شام میں دو رمضان گذارے اور روزے نہیں رکھے[۱۱۵]۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ میں ارشاد باری ہے (فمن شھد منکم الشھر فلیصمه تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ دیکھ لے وہ اس ماہ کے روزے رکھے) حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں یہ آیت بعد کی آیت کی بنا پر منسوخ ہوگئی تھی جس میں ارشاد باری ہے (فمن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے)[۱۱۶]۔

۲۔ بعض حضرات نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ سفر میں افطار یعنی روزہ نہ رکھنا عزیمت ہے' جو روزہ رکھے گا تو اس کا روزہ درست نہیں ہوگا اور اس پر قضا لازم ہوگی[۱۱۷]۔ تاہم میں نے یہ قول حضرت ابن عمرؓ کے کلام میں نہیں پایا۔ آپ کے مسلک کی جو حکایت کی گئی ہے اس کے اندر مجھے یہ بات ملی تھی۔ میرا خیال ہے کہ یہ استنتاج ہے بعض علماء نے اجتہاد کے اندر اپنے اصولوں کے مطابق یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ خاص طور پر جبکہ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر افطار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :"جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہیں کرے گا اس پر جبل عرفات جیسا گناہ لازم آئے گا"[۱۱۸]۔ یہ بات اس شخص پر محمول ہوگی جو رخصت سے بحیثیت رخصت منہ موڑ لے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ :" جو شخص میری سنت سے منہ موڑے گا وہ مجھ سے نہیں ہے"[۱۱۹]۔ اگر وہ روزہ رکھ کر گنہگار ہوگا تو اس کا یہ روزہ اس کے لئے کافی نہیں ہوگا اس لئے کہ کافی ہوجانے کا لازمہ ثواب ہے نہ کہ گناہ۔ یہ ظاہریہ فرقے کا اصول ہے اور جمہور کے نزدیک بات اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک گناہ کے ساتھ کافی ہوجانا یکجا ہوسکتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ گناہ کراہت کا گناہ ہوگا ترک کا گناہ نہیں۔ دونوں باتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک بھی بات اسی طرح تھی۔ اس پر اس سے بڑھ کر کوئی اور بات دلالت نہیں کرتی کہ حضرت ابن عمرؓ جب سفر کے اندر دن کے وقت

اقامت کے کسی مقام میں داخل ہوجانے کی توقع رکھتے تو وہ روزہ رکھ لیتے۔ اگلے فقرے میں اس کا ذکر آئے گا۔

۳۔ اگر مسافر کو دن کے وقت اقامت کے کسی مقام میں داخل ہوجانے کی توقع ہو تو اس کے لئے روزہ رکھ لینا مستحب ہوگا تاکہ وہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ روزے میں شریک ہوجائے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو سفر کے اندر صرف ایک دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے شام کے وقت روزہ افطار کیا میں نے پوچھا کہ کیا آپ روزے سے تھے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا: "میرا خیال تھا کہ آج میں مکہ میں داخل ہوجاؤں گا۔ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ لوگ تو روزے سے ہوں اور میرا روزہ نہ ہو" [120]

۴۔ سعید بن منصور نے قول باری (فمن شهد منكم الشهر فليصمه کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص پر اپنے اہل و عیال کے ساتھ اقامت کی حالت میں رمضان آجائے اور پھر وہ سفر کا ارادہ کرے تو روزہ رکھے" [121]

۵۔ قرطبی نے حضرت ابن عمرؓ سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "جو شخص روزے کی حالت میں صبح کرے اور پھر سفر پر روانہ ہوجائے وہ اس دن کا روزہ اگر چاہے تو نہ رکھے" [122]

ح۔ سفر میں نماز کی ادائیگی:

ا۔ سفر میں نماز کے تمام احکام سنت کے اندر وارد ہوئے ہیں اور کوئی حکم قرآن کے اندر وارد نہیں ہوا۔ اس لئے ان احکام پر عمل واجب ہوگیا کیونکہ جو احکام سنت سے ثابت ہوں وہ قران سے ثابت شدہ احکام کی طرح ہوتے ہیں۔ امیہ بن عبداللہ بن خالد کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ ہم قرآن کے اندر صلوۃ الخوف اور صلوۃ الحضر (مقیم ہونے کی حالت کی نماز) تو پاتے ہیں لیکن ہمیں اس کے اندر صلوۃ السفر کہیں نظر نہیں آتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: "بھتیجے' اللہ نے ہماری طرف اپنا نبی ﷺ مبعوث فرمایا' ہمیں تو کچھ معلوم نہیں ہم تو بس اسی طرح کرتے

ہیں جس طرح ہم نے اللہ کے نبی ﷺ کو کرتے دیکھا ہے"[۱۲۳]۔

احکام سفر کی پوری تفصیل درج ذیل ہے۔

۲۔ چار رکعتوں والی نماز میں قصر

الف۔ مسافر ہر چار رکعتوں والی فرض نماز دو رکعت پڑھے گا۔ اس قصر کے حکم کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔

شوافع اور حنابلہ نے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں آپ سے یہ روایت کی ہے کہ مسافر کے لئے اتمام صلوۃ جائز ہے اور اس کے لئے قصر بھی جائز ہے[۱۲۴]۔ اس لئے کہ قصر رخصت ہے تاہم قصر افضل ہے۔ جمہور علماء حدیث نے آپ سے ایک اور روایت کی ہے کہ سفر کے اندر قصر واجب ہے[۱۲۵]۔ اسی بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :" سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں اور جو شخص سنت ترک کردے وہ کفر کے قریب پہنچ گیا"[۱۲۶]۔ بشر بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ سفر کے اندر نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا :"اگر تم اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا چاہو تو میں تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا اور اگر اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی نہ کرنا چاہو تو میں تمہیں نہیں بتاتا" ہم نے عرض کیا کہ اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کے اندر بھلائی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا :"حضور ﷺ جب مدینہ سے باہر جاتے تو مدینہ واپس آنے تک دو رکعتوں سے زائد نہ پڑھتے"[۱۲۷]۔

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ یہی دو رکعتیں سفر کی نماز کا تمام ہیں یہ حضر کی نماز کا قصر نہیں ہیں آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا :"دو رکعتیں سفر کی نماز کا تمام ہیں قصر نہیں ہیں"[۱۲۸]۔ آپ خود یہ نماز دو رکعتیں پڑھتے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

ب۔ قصر کی ابتداء کب ہوگی: ہمارے سامنے حضرت ابن عمرؓ سے منقول دو روایتیں ہیں پہلی روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ جب اپنے گھر سے روانہ ہوتے تو گھر واپس آنے تک قصر پڑھتے[۱۲۹]۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسافر سفر شروع کرتے ہی قصر شروع کردے گا دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن عمر اس وقت تک قصر نہ کرتے جب

تک اتنی مسافت طے نہ کرلیتے جتنی مسافت میں نماز قصر کی جاتی ہے۔[۱۳۰]۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسافر اس وقت تک قصر شروع نہ کرے جب تک وہ اتنی مسافت طے نہ کرلے جس کے تحت اسے مسافر شمار کیا جائے۔ مذکورہ مسافت طے کرنے سے پہلے وہ پوری نماز پڑھتا رہے گا ظاہری طور پر ان دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ تاہم ان دونوں روایتوں میں یہ کہہ کر تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مسافر اتنی مسافت طے کرنے کے بعد قصر شروع کرے جس کے تحت اسے مسافر شمار کیا جائے اور اس طرح اس وقت تک قصر جاری رکھے جب تک وہ کسی شہر میں اقامت کی نیت نہ کرلے نیز جب تک وہ اس شہر میں واپس نہ آجائے جہاں سے چلا تھا۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ کے قول "جب مسافر اپنے گھر سے روانہ ہو" کا مفہوم ہو گا "جب سفر کرے" ایسی صورت میں وہ سفر کی مسافت طے کرنے سے پہلے مسافر نہیں بنے گا۔

ج۔ مسافر کی مقیم کے پیچھے نماز کی ادائیگی: ہم دیکھ چکے ہیں کہ مسافر چار رکعتوں والی نماز دو رکعتوں کی صورت میں ادا کرے گا لیکن اگر کوئی مسافر کسی مقیم کی اقتداء میں نماز ادا کرے گا تو وہ اپنے امام کی نماز پڑھے گا یعنی چار رکعتیں۔ حضرت ابن عمرؓ جب سفر کی حالت میں کسی مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کرتے تو چار رکعتیں پڑھتے اور جب تنہا پڑھتے تو مزدلفہ اور دیگر مقامات میں دو رکعتیں پڑھتے[۱۳۱]۔

ہم نے کہا ہے کہ "مسافر اپنے امام کی نماز پڑھے گا" یعنی اگر امام چار رکعتوں والی نماز پڑھا رہا ہو اور مسافر مقتدی سے پہلی دو رکعتیں رہ جائیں تو امام کے ساتھ پڑھی ہوئی دو رکعتیں اس کے لئے کافی نہیں ہوں گی بلکہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ کر وہ کھڑا ہوجائے گا اور امام کے ساتھ فوت شدہ دو رکعتیں قضا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی کو جماعت سے دو رکعتیں مل جائیں تو کیا یہی دو رکعتیں اس کے لئے کافی ہوجائیں گی یا وہ لوگوں کی نماز پڑھے گا؟ آپ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: "وہ لوگوں کی طرح نماز پڑھے گا"[۱۳۲]۔

اگر مقیم کسی مسافر کی اقتداء کرے تو اس صورت میں مسافر امام دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے گا اور مقیم مقتدی اٹھ کر دو رکعتیں پوری کرلے گا۔ صفوان بن عبداللہ

کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ عبداللہ بن صفوان کی عیادت کے لئے آئے آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر نماز ختم کردی اس کے بعد ہم اٹھے اور اپنی نماز پوری کرلی [۱۳۳]۔

۳۔ نماز کی تخفیف: سفر کے اندر نماز میں تخفیف مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے آپ سے منقول ہے کہ آپ نے سفر کی حالت میں صبح کی نماز کے اندر (اذا الشمس کورت........) کی قرات کی [۱۳۴]۔ آپ سے بھی منقول ہے کہ آپ سفر کے اندر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ اور قصار مفصل (قرآن کی آخری چھوٹی سورتوں) میں سے ایک سورت پڑھ لیتے [۱۳۵]۔

۴۔ دو نمازوں کو یکجا کرنا: مسافر کے لئے جائز ہے کہ وہ سفر کے اندر جمع تقدیم یا جمع تاخیر کے طور پر ظہر اور عصر کو نیز مغرب اور عشاء کو یکجا کردے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے [۱۳۶]۔ جمع تقدیم کے سلسلے میں بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر کو جب جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کھڑی کردیتے اور تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے پھر جلد ہی عشاء کی نماز کھڑی کردیتے اور دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے اور دونوں نمازوں کے درمیان ایک رکعت بھی سنت نہ پڑھتے اور عشاء کے بعد سنت کا ایک سجدہ نہ کرتے' پھر رات کو اٹھ کر قیام کرتے [۱۳۷]۔

جمع تاخیر کے سلسلے میں یحیی بن سعید نے حضرت ابن عمرؓ کے بیٹے سالم سے کہا کہ: "تم نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ کو سفر کے اندر مغرب کی نماز میں زیادہ سے زیادہ کس قدر تاخیر کرتے دیکھا ہے؟" سالم نے کہا: "میرے والد سفر میں تھے ذات الجیش کے مقام پر سورج غروب ہوگیا اور پھر آپ نے عقیق کے مقام پر جاکر یہ نماز ادا کی" ایک روایت میں ہے کہ: "رات کا تہائی یا چوتھائی حصہ گذر گیا تھا" [۱۳۸]۔

حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ کے راستے پر سفر میں تھا' آپ کو اپنی بیوی صفیہ کے سخت درد کی خبر ملی آپ نے رفتار تیز کردی۔ آپ کے بیٹے سالم نے کہا "نماز کا وقت ہوگیا ہے" آپ نے فرمایا "چلتے رہو" حتی کہ دو یا تین میل کا فاصلہ طے کرلیا پھر سواری سے اتر کر مغرب اور

عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کیں' اس وقت تک شفق غروب ہو چکا تھا اور پھر فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا کہ اگر رفتار میں تیزی ہوتی تو آپ ﷺ مغرب کی نماز موخر کر کے دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتے" ۱۳۹ ۔

۵۔ سفر میں نفل نماز:

الف ۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سفر کے اندر صبح کی سنت کے سوا دیگر کوئی بھی سنن رواتب (سنن موکدہ) مسنون نہیں اسی بنا پر آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ سفر کے اندر فرض نماز سے پہلے کوئی سنت نہ پڑھتے اور نہ ہی فرض نماز کے بعد کوئی سنت پڑھتے ۱۴۰ ۔

آپ رات کو نفل پڑھتے اور دن کے وقت نفل نہ پڑھتے ۱۴۱ ۔ اس کی دو وجہیں تھیں۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ آپ کے سلف یعنی حضور ﷺ اور پھر کبار صحابہ سفر کے اندر نفل نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں حضرت ابن عمرؓ نے دن کی کوئی نماز پڑھی اور اپنے بعض رفقائے سفر کو سنت راتبہ پڑھتے دیکھا تو فرمایا: "یہ کیا کرتے ہیں؟" کہا گیا کہ یہ سنت پڑھ رہے' یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر میں سنت پڑھنے والا ہوتا تو پوری نماز نہ پڑھ لیتا' میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا۔ آپ ﷺ دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حج کیا تھا وہ بھی دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے اور میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا تھا وہ بھی دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے اور میں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ بھی حج کیا تھا وہ بھی دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے" اس کے بعد آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے) ۱۴۲ ۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ شارع حکیم کی طرف سے لوگوں پر تخفیف کی غرض سے سفر کی نماز کو دو رکعت قرار دینے کا جو مقصد ہے سنت راتبہ کی ادائیگی اس مقصد کی ضد ہے اور اس سے ٹکراتی ہے۔ یہی بات حضرت ابن عمرؓ نے اپنے سابقہ قول میں یہ کہہ کر واضح کر دی تھی کہ "اگر میں سنت پڑھنے والا ہوتا تو پوری نماز ادا نہ کرلیتا" امام

بخاری' امام مسلم اور دیگر حضرات نے یزید بن زریع سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں بیمار پڑگیا اور حضرت ابن عمرؓ میری عیادت کے لئے تشریف لائے' میں نے آپ سے سفر کے اندر سنت کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا آپ نے جواب میں فرمایا: "میں حضور ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے آپ ﷺ کو سنت پڑھتے نہیں دیکھا۔ اگر مجھے سنت پڑھنا ہوتی تو میں چار رکعتیں پوری نہ کرلیتا" حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر سنن رواتب نہیں پڑھتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ "میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ سفر میں ہوتا آپ دو فرض رکعتوں سے زائد نماز ادا نہ کرتے" تاہم آپ فجر کی سنت ترک نہ کرتے کیونکہ یہ سنت واجب سے زیادہ قریب ہے۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ فجر کی سنت پڑھتے تھے' انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو نہ تو سفر میں اور نہ ہی حضر میں فجر کی سنت ترک کرتے نہیں دیکھا ۔[۱۴۳]

ب۔ مسافر کے لئے رات کے وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ مسافر جب رات کو بیدار ہو تو نفلیں پڑھ لے اگر زمین پر پڑھنا میسر ہو تو زمین پر پڑھ لے اور اگر یہ میسر نہ ہو تو سواری پر نفلیں پڑھ لے اور جس طرف سواری کا رخ ہو اسی طرف منہ کرکے پڑھ لے حضرت ابن عمرؓ رات کے وقت اپنے اونٹ کی پشت پر نفلیں پڑھتے خواہ اونٹ کا رخ جس طرف بھی ہوتا ۔[۱۴۴]

ج۔ اس سلسلے میں وتر کی حیثیت دیگر تمام نوافل کی طرح ہے جو رات کے وقت پڑھے جاتے ہیں اگر مسافر چاہے تو وہ وتر زمین پر پڑھ لے اور اگر چاہے تو سواری پر پڑھ لے۔ عبیداللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا کہ حضرت ابن عمرؓ کس طرح وتر پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کبھی اپنی سواری پر وتر پڑھتے اور کبھی سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے ۔[۱۴۵]

سفر کے اندر وتر میں تخفیف کرتے ہوئے ایک رکعت پڑھی جائے گی۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سفر کے اندر وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "رات کے آخری حصے میں ایک رکعت" ۔[۱۴۶]

د۔ مسافر اپنی سواری پر نفل نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھے گا۔ فرض نمازوں کے لئے وہ سواری سے اترے گا اور زمین پر ان کی ادائیگی کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر اپنے بیمار رفقاء کو زمین پر اتار دیتے تاکہ وہ زمین پر فرض نماز کی ادائیگی کریں[۱۴۷]۔

ھ۔ سفر میں اپنی سواری پر نفل ادا کرنے والے مسافر کے لئے قبلہ رخ ہونے کی شرط نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جزج)

ط۔ جمعہ کی نماز اور نماز باجماعت: مسافر پر نماز جمعہ نہیں ہے وہ اس کی بجائے ظہر ادا کرے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "مسافر پر جمعہ نہیں ہے"[۱۴۸]۔

مسافر پر نماز باجماعت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے مقام ضجنان میں اذان دی۔ اس مقام اور مکہ کے درمیان پچیس میل کا فاصلہ ہے۔ اذان دینے کے بعد فرمایا کہ اپنے اپنے کجاووں میں نماز ادا کرلو[۱۴۹]۔

ی۔ اگر کوئی شخص سفر پر ہو اور پھر سفر سے واپس آئے تو اس کے لئے رات کے وقت اپنے گھر جانا جائز نہیں ہے اور گھر اطلاع دیئے بغیر رات کے وقت نہ جائے تاکہ اس کی بیوی ایسی حالت میں اس کے سامنے نہ آئے جو اسے پسند نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ ایک غزوہ سے واپس ہوئے جب جرف کے مقام پر پہنچے تو فرمایا: "اپنی بیویوں کے پاس رات کے وقت نہ جاؤ اور انہیں فریب نہ دو" پھر آپ نے ایک سوار مدینہ بھیج دیا جس نے وہاں جاکر اطلاع دی کہ لوگ مدینہ میں صبح کے وقت داخل ہوں گے۔[۱۵۰]

ک نماز جمعہ سے پہلے سفر پر جانا (دیکھئے مادہ تمریض نمبر ۳)

سقط (حمل جو مردہ صورت میں گر جائے)

سقط وہ جنین ہے جسے اس کی ماں مردہ حالت میں گرا دے (دیکھئے مادہ جنین)

سقط کی نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ۱)

سکر (نشہ)

کسی معین مشروب کو پینے کے نتیجے میں ذہن کے اندر معاملات کا خلط ملط ہو جانا اور

عقل کا ان کے ادراک سے عاجز ہو جانا سکر کہلاتا ہے
نشہ آور مشروبات کے احکام اور ان پر مرتب ہونے والے آثار (دیکھئے مادہ اشربتہ نمبر ۳'۴'۵)

سلام (السلام علیکم کہنا)

۱۔ تعریف: السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ تحیت کو سلام کہتے ہیں۔

۲۔ سلام کو عام کرنا: حضرت ابن عمرؓ سلام کو عام کرنے کے بڑے دلدادہ تھے سلام کے ذریعے دو ہدف پورے ہوتے ہیں:۔

اول یہ کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کے اصول کے تحت سلام کرنے والے کو دس گنا سلام واپس مل جاتا ہے اور دوم یہ کہ لوگوں کے ساتھ اس کی الفت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ جب بازار میں جاتے تو جو بھی چھوٹا یا بڑا یا کباڑیا یا کاروباری ملتا اسے سلام کہتے [۱۵۱]۔ آپ لوگوں کو سلام کہنے کے لئے بازار جاتے اس کے سوا وہاں جانے کا اور کوئی مقصد نہ ہوتا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ میرا ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر مجھے لے کر بازار کی طرف نکل جاتے اور فرماتے: "میں بازار آیا ہوں یہاں مجھے اس کے سوا اور کوئی ضرورت درپیش نہیں ہے کہ لوگوں کو میں سلام کروں اور لوگ اس کے جواب میں مجھے سلام کہیں اور اس طرح ایک نیکی دے کر دس نیکیاں حاصل کروں' مجاہد! سلام کا لفظ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس لئے جو شخص کثرت سے سلام کرے گا وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرے گا۔ [۱۵۲]۔ طفیل بن ابی بن کعب حضرت ابن عمرؓ کے پاس آتے' آپ ان کے ساتھ بازار چلے جاتے۔ جب دونوں بازار پہنچ جاتے تو حضرت ابن عمرؓ جس کسی کے پاس سے گزرتے اسے سلام کرتے خواہ وہ کباڑیا ہوتا یا کاروباری یا مسکین ہوتا یا کوئی اور طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کے پاس آیا آپ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے میں نے پوچھا کہ "آپ بازار جا کر کیا کریں گے جب کہ آپ نہ تو کسی دکان پر کھڑے ہوتے ہیں' نہ ہی کسی چیز کا بھاؤ پوچھتے ہیں' نہ ہی مول تول کرتے ہیں اور نہ ہی بازار کی

مجلسوں میں بیٹھتے ہیں" (یعنی جب میں کہتا کہ آئیے یہاں بیٹھ کر باتیں کریں تو آپ نہ بیٹھتے) یہ سن کر آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے ابو بطن! (طفیل کا پیٹ ذرا نکلا ہوا تھا) ہم تو بازار میں صرف سلام کرنے کی خاطر نکلتے ہیں جس سے ملیں اسے سلام کہیں۔

۳۔ وہ شخص جسے سلام کہا جائے:

الف۔ کافر کو سلام کہنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کسی مسلمان کے لئے کافر کو سلام میں پہل کرنا حلال نہیں ہے۔ اگر مسلمان اسے سلام کہے تو اس پر اپنا سلام واپس لے لینا لازم ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے خود اس طرح کیا تھا۔ آپ ایک یہودی کے پاس سے گزرے جسے آپ پہچانتے نہ تھے۔ آپ نے اسے سلام کیا آپ سے کہا گیا کہ یہ تو کافر ہے آپ واپس ہوئے اور یہودی سے کہا کہ میرا سلام مجھے واپس کر دو' چنانچہ اس نے یہ سلام واپس کر دیا [۱۵۳]۔

ب۔ فاسق کو سلام کرنا: آپ کی رائے تھی کہ بدعتی اور کھلم کھلا فسق کرنے والے کو سلام کرنا پسندیدہ فعل نہیں ہے مثلاً وہ فاسق شرابی ہو یا اسی قسم کی اور خلاف شریعت حرکتیں کرتا ہو۔ آپ فرماتے: "شرابی کو سلام نہ کرو" [۱۵۴]۔

ج۔ نمازی کو سلام کرنا: نماز پڑھنے والے کو سلام کہنا جائز ہے [۱۵۵]۔ حضرت ابن عمرؓ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو نماز میں مصروف تھا آپ نے اسے سلام کہا [۱۵۶]۔

د۔ کسی کے پاس سے گزرنے پر اسے سلام کہنا: ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بازار کی طرف نکل جاتے اور گزرتے ہوئے ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرتے۔

ھ۔ جس شخص کے پاس انسان جائے اسے سلام کرے: اگر کوئی شخص لوگوں کے پاس جائے تو داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے سے پہلے انہیں سلام کہنا اس پر لازم ہوگا۔ ایک دن حضرت ابن عمرؓ گرمی سے تنگ آگئے آپ ایک قریشی خاتون کے خیمے کے پاس گئے اور کہا: "السلام علیکم' کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" خاتون نے کہا: "سلامتی کے ساتھ اندر آجاؤ" آپ نے پھر اپنا فقرہ دہرایا خاتون نے بھی اپنا فقرہ دہرایا۔ آپ نے اس سے فرمایا "کہو کہ اندر آجاؤ" خاتون نے جب یہ کہا تو آپ اندر گئے [۱۵۷]۔ (دیکھیے مادہ

استیذان نمبر۲) ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگتے ہوئے کہا کہ میں اندر آجاؤں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ پہلے سلام کہو۔ اس نے سلام کہا تو آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی[۱۵۸]۔

حضرت ابن عمرؓ اپنی والدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کی والدہ کا غلام رکانہ اندر آیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ والدہ نے بتایا کہ یہ میرا غلام ہے۔ اس پر آپ نے رکانہ سے فرمایا: "باہر جاؤ تمہاری ماں مرے! پھر اجازت طلب کرو اور کہو "السلام علیکم کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" چنانچہ غلام نے اسی طرح کیا[۱۵۹]۔

(دیکھئے مادہ استیذان نمبر۲)

و۔ مردوں کو سلام کہنا: جو شخص کسی مقبرہ میں داخل ہو یا کسی میت کے پاس جائے اس کے لئے اسے سلام کہنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اہل قبور کو سلام کہا کرتے تھے[۱۶۰]۔

آپ جب سفر پر روانہ ہوتے تو پہلے حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبروں کے پاس جاکر سلام کہتے ۔ جب سفر سے واپس آتے تو اسی طرح کرتے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد نبوی میں داخل ہوتے، نماز پڑھتے اور پھر حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آتے اور کہتے: " السلام علیک یا رسول الله، السلام علیک یا ابابکر، السلام علیک یا ابتاہ، (اللہ کے رسول، السلام علیک، ابوبکر السلام علیک، اباجان السلام علیک) پھر سفر پر نکل جاتے، جب سفر سے واپس آتے تو گھر جانے سے پہلے اسی طرح کرتے[۱۶۱]۔

ز۔ ملائکہ کو سلام کہنا: حضرت ابن عمرؓ جب کسی ایسے مکان میں داخل ہوتے جس میں کوئی نہ ہوتا تو کہتے: " السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین" اس سے آپ کی مراد فرشتے ہوتے[۱۶۲]۔

۴۔ سلام کرنے کی کیفیت

سلام کے الفاظ:

الف۔ سلام کہنے کے لئے مشروع لفظ "السلام علیکم" ہے حضرت ابن عمرؓ اس فقرے کو

ایسے الفاظ کے ساتھ موکد بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے جو سنت میں وارد نہ ہوتے۔ روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ سے ملا کرتا اور آپ کو ان الفاظ میں سلام کہتا: "السلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ و معافاتہ" ایک روایت بھی ہے کہ وہ یہ اضافہ بھی کرتا: "والغادیات والرائحات" وہ شخص اس طرح کثرت سے کرتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: "تم پر سو مرتبہ' اگر تم نے دوبارہ اس طرح کہا تو میں تمہارے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا" ۔[۱۶۳]

ب۔ باآواز بلند سلام کہنا: بلند آواز سے اس طرح سلام کہنا مستحب ہے کہ جسے سلام کہا گیا ہو وہ اسے سن لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تم جب سلام کہو تو دوسرے کو سنادو" ۔[۱۶۴]

۵۔ سلام کا جواب دینا:

الف۔ جب کسی مسلمان کو سلام کہا جائے تو اس پر زبان سے سلام کا جواب دینا لازم ہوگا۔ البتہ اگر نماز کے اندر ہو تو زبان سے جواب نہ دے بلکہ اشارے سے جواب دے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اسے سلام کہا اس نے سلام کا جواب دے دیا آپ نے اس سے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے اندر ہو اور اسے سلام کہا جائے تو وہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ اشارہ کردے' یہی اشارہ سلام کا جواب ہوجائے گا" ۔[۱۶۵]

اگر کوئی شخص واجب خطبے مثلاً جمعہ یا عیدین وغیرہ کے خطبے کی سماعت میں مصروف ہو تو وہ سلام کا جواب نہ دے ۔[۱۶۶]

ب۔ امام کے سلام کا جواب دینا: حضرت ابن عمرؓ جب نماز سے سلام پھیر لیتے تو امام کے سلام کا جواب دیتے ۔[۱۶۷]

ج۔ سلام کا جواب اونچی آواز میں دینا: سلام کا جواب اتنی اونچی آواز میں دینا مستحب ہے کہ سلام کرنے والا اس جواب کو سن لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تم سلام کرو تو دوسرے کو سنادو اور جب جواب دو تو دوسرے کو سنادو" ۔[۱۶۸]

د۔ سلام کا جواب باوضو دینا: ابن حزم نے نافع سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ

باوضو ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے' سلام کا جواب دیتے اور اللہ کا ذکر کرتے [۱۶۹]۔
سلام کا جواب دینے کے لئے باوضو ہونے کا التزام کرنا شاید حضرت ابن عمرؓ کے تقویٰ پر مبنی تھا۔

سلب (جنگ کرنے والے کا سامان جنگ)

۱۔ تعریف: جنگ کرنے والا جس جانور پر سوار ہو' جو ہتھیار اٹھائے ہوئے ہو اور جو جنگی لباس پہنے ہوئے اسے سلب کہا جاتا ہے۔

۲۔ سلب کا مستحق کون ہے؟: ظاہری طور پر حضرت عمرؓ کی رائے یہ نظر آتی ہے کہ مجاہد اپنے مقتول کے سلب کا اسی وقت مستحق ہوتا ہے جب امیر لشکر اسے یہ سلب دے دے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میں نے ایک دہقان (مشرک) کا مقابلہ کیا اور اسے قتل کردیا۔ امیر لشکر نے مجھے اس کا سلب دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے برقرار رکھا" [۱۷۰]۔

سلم (بیع سلم)

معجل ثمن کے بدلے فی الذمہ عائد وصف شدہ چیز کو فروخت کرنا بیع سلم کہلاتا ہے
(دیکھئے مادہ بیع نمبر۷ کا جز ب)

سماع (سماع)

۱۔ تعریف: کان جن عمدہ آوازوں سے لطف اندوز ہوں انہیں سماع کہتے ہیں۔

۲۔ سماع کا حکم:

الف۔ جس چیز کا سماع مباح ہو اگر اس کا سماع کیا جائے تو یہ مباح ہوگا مثلاً بلبل کے نغموں کا سماع نیز اچھی آواز میں قرآن تلاوت کرنے والے کا سماع۔ اس پر اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ جس چیز کا سماع حرام ہو اگر اس کا سماع کیا جائے تو یہ حرام ہوگا مثلاً میراثیوں کے گانے اور آلات موسیقی کی آوازوں کا سماع۔ حضرت ابن عمرؓ اس بارے میں بہت سخت رویہ اختیار کرتے تھے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ایک شخص کچھ لونڈیوں کے

ساتھ مدینہ منورہ آیا اور عبداللہ بن جعفر کے سامنے انہیں پیش کیا۔ ایک لونڈی نے اس کے حکم سے عبداللہ کے سامنے دف پر یا بانسری پر گانا پیش کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے دیکھ لیا اور عبداللہ سے فرمایا کہ "آج دن بھر کے لئے یہ شیطانی آلہ موسیقی تمہارے لئے کافی ہے"۔ ابن جعفر نے مول تول کرنے کے بعد وہ لونڈی اس سے خرید لی۔ پھر وہ شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے اس سودے میں سات سو درہم کا نقصان ہوا ہے۔ آپ ابن جعفر کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ مذکورہ شخص کو سات سو درہم کا نقصان ہوا ہے اب یا تو تم یہ سات سو درہم اسے دے دو یا یہ بیع رد کردو۔ ابن جعفر نے کہا کہ ہم یہ رقم اس کو ادا کردیں گے[۱۷۱]۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب) نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ راستے پر جارہا تھا۔ آپ نے بانسری کی آواز سنی اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے اور راستے کی دوسری جانب ہوگئے جب ہم دور چلے گئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: "کیا تم کوئی آواز سن رہے ہو" میں نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے کانوں سے ہاتھ ہٹا لئے اور فرمایا: "میں حضور ﷺ کے ساتھ جارہا تھا کہ آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی اور پھر آپ نے وہی کچھ کیا جو میں نے ابھی کیا ہے"[۱۷۲]۔

سمر (رات کے وقت باتیں کرنا)

۱۔ تعریف: عشاء کے بعد جاگنا اور باتیں کرنا سمر کہلاتا ہے۔

۲۔ سمر کا حکم: عشاء کے بعد سمر مکروہ ہے کیونکہ اس سے صحت پر اثر پڑتا ہے اور واجبات کی ادائیگی میں انسان سے کوتاہی ہوجاتی ہے اور قیام اللیل سے محروم رہتا ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ عشاء کے بعد سمر سے منع فرماتے تھے[۱۷۳]۔ آپ فرماتے: "عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سوجاؤ"[۱۷۴]۔

سمسرۃ (دلالی)

بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ بننا سمسرہ کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو مکروہ تصور کیا ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۵ کا جز ب)

سنۃ (سنت)

۱۔ تعریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور قول یا فعل یا توثیق یا صفت کو سنت کہتے ہیں۔

۲۔ سنت پر عمل: حضرت ابن عمرؓ سنت کی دو قسمیں کرتے تھے۔

الف۔ فعلی سنت: اس سے مراد وہ بات ہے جس کا حضورت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا یا اسے خود کیا یا اسے برقرار رکھا یا اس کے ساتھ اپنے آپ کو متصف کیا یعنی قابل تعریف عمدہ فعلی صفات۔ اس نوع کی سنت پر عمل اس کے درجے کے تفاوت کے اعتبار سے واجب یا مندوب یا مستحب ہوتا ہے۔

ب۔ ترک پر مشتمل سنت: اس سے مراد وہ بات ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کر دیا لیکن اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس نوع کی سنت کو عمل میں لانے یا اسے ترک دینے کا اختیار ہوتا ہے یعنی ایک شخص اگر چاہے تو اس پر عمل کر لے اور اگر چاہے تو اسے ترک کر دے۔ جسم مثلاً سینے اور ہاتھوں کے بال مونڈ دینا اسی نوع کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسا نہیں کیا ورنہ ہی اس سے روکا۔ حضرت ابن عمرؓ ایسا کرتے تھے اس بارے میں روایت کا ذکر ہم نے (مادہ شعر نمبرا کے جز ج) میں کر دیا ہے۔

سہر (رات کو بیدار رہنا) دیکھئے مادہ سمر۔

سہو (بھول جانا)

۱۔ تعریف: نسیان یعنی بھول جانے کو سہو کہتے ہیں۔

۲۔ سہو کے آثار و احکام: نماز کے اندر سہو کے آثار: اگر نمازی نماز کا کوئی فرض بھول جائے اور نماز سے فارغ ہوجانے کے کافی دیر بعد اسے یہ فرض یاد آئے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ اگر نماز کو اندر یا سلام پھیرنے کے فوراً بعد اسے یہ فرض یاد آجائے تو وہ اس کی قضا کر کے سجدہ سہو کریگا۔ اگر فرض سے کمتر اور مستحب سے برتر کوئی فعل بھول جائے تو نماز کے اندر یاد آنے پر اسے سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ (دیکھئے مادہ سجود السہو)

مسواک (مسواک کرنا) دیکھئے مادہ استیاک

حرف السین میں مذکورہ حوالہ جات

[1] - ابن ابی شیبہ ص ۶ ب' ج ۱

[2] - ابن ابی شیبہ ص ۶ ج ۱' عبدالرزاق ص ۹۸' ۱۰۵ ج ۱' المغنی ۴۸ ج ۱

[3] - ابن ابی شیبہ ص ۶ ب' ج ۱' المحلی ص ۱۱۸ ج ۱' الاستذکار ص ۲۰۸ ج ۱

[4] - شرح السنۃ - ص ۱۴۸ ج ۹' المغنی ص ۹ ج ۷

[5] - عبدالرزاق ص ۹ ج ۲

[6] - ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ب' ج ۱' المغنی ص ۲۴۰ ج ۷

[7] - عبدالرزاق ص ۱۸ ج ۲' المغنی ص ۲۳ ج ۲' کشف الغمہ - ص ۹۳ ج ۱

[8] - عبدالرزاق ص ۹ ج ۲

[9] - ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ب' ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۶۹ ج ۲' عبدالرزاق ص ۹ ج ۲' الموطا ص ۱۵۷ ج ۱' المغنی ص ۲۴۰ ج ۲

[10] - ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ب' ج ۱ المغنی ص ۲۴۰ ج ۷

[11] - عبدالرزاق ص ۲۷۱ ج ۱۲' سنن بیہقی ص ۱۰۱ ج ۲' کشف الغمہ ص ۱۰۵ ج ۱

[12] - ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ ج ۱

[13] - حوالہ درج بالا

[14] - عبدالرزاق ص ۱۷۸ ج ۲

[15] - ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ ب' ج ۱' عبدالرزاق ص ۱۰۴ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۰۵ ج ۲' المغنی ص ۵۱۸ ج ۱' کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱' المحلی ص ۲۶۷ ج ۳

[16] - ابن ابی شیبہ ص ۶۱ ج ۱

[17] - احکام القرآن ص ۲۱۰ ج ۳

[18] - ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ ج ۱

[19] - شرح السنہ - ص ۱۴۰ ج ۳' احکام القران ص ۲۰۹ ج ۳

[20] - ابن ابی شیبہ ص ۳۰۹ ج ۱

[21] - الام ص ۲۵۱' ۲۶۰ ج ۷' سنن بیہقی ص ۱۰۷ ج ۲' شرح السنہ - ص ۱۴۰ ج ۳' کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱' الموطا ص ۱۶۳ ج ۱

[22] - عبدالرزاق ص ۱۷۵ ج ۲' المغنی ص ۵۱۸ ج ۱

[23] - عبدالرزاق ص ۱۷۵ ج ۲' کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱

[24] - عبدالرزاق ص ۱۷۲ ج ۲' کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱

[25] - ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ ج ۱ عبدالرزاق ص

۲۷۲ ج ۲' سنن بیہقی ص ۱۱۳ ج ۲' المجموع ص ۴۰۶ ج ۳

۲۶۔ عبدالرزاق ص ۲۷۲ ج ۲

۲۷۔ عبدالرزاق ص ۲۷۰ ج ۲' کشف الغمہ ص ۴۰ ج ۱

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۰ ب' ج ۱

۲۹۔ حوالہ درج بالا

۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۲ ب' ج ۱ سنن بیہقی ص ۳۰۶ ج ۲' الموطا ص ۱۶۸ ج ۱' کشف الغمہ ص ۱۰۵ ج ۱' المغنی ص ۱۴۸ ج ۲' المحلی ص ۲۶۸ ج ۳

۳۱۔ المجموع ص ۴۴۶ ج ۴

۳۲۔ عبدالرزاق ص ۴۷۶ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۴۲ ب' ج ۱

۳۳۔ عبدالرزاق ص ۴۷۵ ج ۲

۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۶ ج ۱

۳۵۔ سنن بیہقی ص ۴۴۶ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ب ج ۱

۳۶۔ المغنی ص ۶۱۷ ج ۱

۳۷۔ عبدالرزاق ص ۳۳۵ ج ۳

۳۸۔ الموطا ص ۲۰۶ ج ۱' الام ص ۲۶۷ ج ۷ ابن ابی شیبہ ص ۳۱۷ ج ۲' احکام القرآن ص ۲۲۵ ج ۳' المجموع ص ۵۵۷ ج ۳

۳۹۔ عبدالرزاق ص ۳۴۱ ج ۳' المحلی ص ۱۰۶ ج ۵ المغنی ص ۶۱۸ ج ۱

۴۰۔ عبدالرزاق ص ۳۳۹ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۶۴ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۲۰ ج ۲ المغنی ص ۶۱۸ ج ۱

۴۱۔ سنن بیہقی ص ۳۲۰ ج ۲

۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۴ ب ج ۱

۴۳۔ عبدالرزاق ص ۳۴۲ ج ۳' المحلی ص ۱۰۶ ج ۵

۴۴۔ عبدالرزاق ص ۳۴۲ ج ۳' المحلی ص ۱۱۱ ج ۵ شرح معانی الآثار ص ۲۰۹ ج ۱

۴۵۔ عبدالرزاق ص ۳۴۲ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۶۴ ج ۱' المحلی ص ۱۱۱ ج ۵' شرح معانی الآثار ص ۲۰۹ ج ۱

۴۶۔ المغنی ص ۶۲۳ ج ۱

۴۷۔ عبدالرزاق ص ۳۴۱ ج ۳

۴۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ب ج ۱' احکام القرآن ص ۲۱۸ ج ۳' المغنی ص ۶۲۴ ج ۱

۴۹۔ المجموع ص ۵۶۸ ج ۳

۵۰۔ عبدالرزاق ص ۳۵۰ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۶۵ ج ۱' المغنی ص ۶۲۳ ج ۱' کشف الغمہ ص ۱۲۳ ج ۱

۵۱۔ سنن بیہقی ص ۳۲۶ ج ۲' المغنی ص ۶۲۳ ج ۱' کشف الغمہ ص ۱۲۳ ج ۱

۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۶ ج ۱

۵۳۔ عبدالرزاق ص ۳۴۲ ج ۳
۵۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۴ ج ۱
۵۵۔ المغنی ص ۶۲۶ ج ۱
۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، المغنی ص ۶۲۶ ج ۱
۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۵ ج ۱، بخاری (تعلیق باب سجود المسلمین مع المشرکین)
۵۸۔ سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۲۳ ج ۱، نیل الاوطار ص ۱۲۷ ج ۳
۵۹۔ فتح الباری ص ۵۵۴ ج ۲
۶۰۔ عبدالرزاق ص ۳۰۶ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۶۶ ب ج ۱، الموطا ص ۹۵ ج ۱، المجموع ص ۳۴ ج ۴، سنن بیہقی ص ۳۲۳ ج ۲، شرح معانی الآثار ص ۲۵۲ ج ۱، المغنی ص ۱۵ ج ۲، المحلی ص ۱۷۵ ج ۴
۶۱۔ نیل الاوطار ص ۱۴ ج ۳
۶۲۔ عبدالرزاق ص ۳۰۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۶۷ ج ۱
۶۳۔ المحلی ص ۱۷۴ ج ۴
۶۴۔ کشف الغمہ ص ۱۲۵ ج ۱
۶۵۔ عبدالرزاق ص ۲۱۰ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۲۵ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۷۰ ب ج ۱
۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸ ج ۱، المجموع ص ۷۶ ج ۴

۶۷۔ کشف الغمہ ص ۱۵۳ ج ۱
۶۸۔ عبدالرزاق ص ۱۸۰ ج ۱۰، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ ج ۲، المحلی ص ۱۶۴، ۳۹۴ ج ۱۱، کنزالعمال ص ۷۵ ج ۴، احکام القرآن ص ۵۰ ج ۱، المغنی ص ۱۵۳، ۱۷۸ ج ۸
۶۸ب۔ سنن بیہقی ص ۲۴۵ ج ۸
۶۹۔ احکام القرآن ص ۴۱۵ ج ۲
۷۰۔ سنن بیہقی ص ۳۲۷ ج ۵
۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰ ج ۲، المغنی ص ۲۵۸ ج ۸
۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۶ ج ۱
۷۳۔ سنن بیہقی ص ۲۶۶ ج ۸، الاوسط لابن منذر ص ۵ ج ۱، احکام القرآن ۴۳۱ ج ۲، المحلی ص ۳۲۰ ج ۱۱
۷۴۔ عبدالرزاق ص ۱۹۶ ج ۱۰، المحلی ص ۳۲۰ ج ۱۱
۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ج ۲، عبدالرزاق ص ۲۴۳ ج ۱۰، المحلی ص ۳۳۹ ج ۱۱
۷۶۔ عبدالرزاق ص ۱۹۸ ج ۱۰، المحلی ص ۱۳ ج ۱۱، المغنی ص ۳۲۹ ج ۸
۷۷۔ عبدالرزاق ص ۵۲۶، ۵۲۳ ج ۱۲، الموطا ص ۱۴۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۶ ج ۳، المحلی ص ۵ ج ۱۱، ص ۲۴۴ ج ۶، احکام القرآن ص ۱۷۶ ج ۱

۷۸۔ احکام القرآن ۱۷٦ ج۱' عبدالرزاق ص ۵۲۱ ج ۲

۷۹۔ المحلی ص ۲۴۴ ج٦' ص ۱۱ ج ۵ فتح الباری ص ۵٦۷ ج۲

۸۰۔ حوالہ درج بالا

۸۱۔ سنن بیہقی ص۱۳٦ ج ۳' الموطا ص ۱۴۷ ج۱ فتح الباری ص ۵٦٦ ج ۲

۸۲۔ سنن بیہقی ص ۱٦۳ ج ۳' الموطا ص ۱۴۷ ج۱' شرح السنۃ۔ ص ۲۷۳ ج ۴

۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ج۱' سنن بیہقی ص ۱۳۷ ج ۳' شرح السنۃ۔ ص ۲۷۱ ج ۴ کشف الغمۃ۔ ص ۱۳۸ ج۱' المحلی ص ۱۱ ج ۵' ص ۲۴۴ ج٦

۸۴۔ عبدالرزاق ص ۵۲۳ ج ۲

۸۵۔ المجموع ص ۲۱٦' ۲۱۷ ج ۴' المغنی ص ۲۵۷ ج۲

۸٦۔ المحلی ص ۱۱ ج ۵' ص ۲۴۴ ج٦' المغنی ص ۲۵۵ ج ۲

۸۷۔ المحلی ص ۱۱ ج ۵

۸۸۔ حوالہ درج بالا

۸۹۔ المحلی ص ۱۱ ص ج ۵' ص ۲۴۴ ج٦' ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ج۱

۹۰۔ المحلی ص ۱۱ ج ۵' ص ۲۴۴ ج٦' شرح السنۃ۔ ص ۱۷۱ ج ۴' فتح الباری ص ۵٦۷ ج ۲

۹۱۔ فتح الباری ص ۵٦۷ ج ۲' المحلی ص ۱۱ ج ۵

۹۲۔ عبدالرزاق ص ۵۲۳ ج ۲' الموطا ص ۱۴۷ ج۱

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج۱ (مطبوع نسخہ میں یہ مذکورہ نہیں)

۹۴۔ موسوعہ فقہ عمرمادہ سفر نمبر ۹ کا جز الف

۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۳ ج۱

۹٦۔ المحلی ص ۲۴٦ ج٦

۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۵۵ ج ۲ مطبوعہ ہند

۹۸۔ عبدالرزاق ص ۳۳۲ ج ۲' المغنی ص ۲۹۲ ج ۲' سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۳

۹۹۔ المغنی ص ۲۹۲ ج ۲

۱۰۰۔ عبدالرزاق ص ۵۳۸ ج ۲

۱۰۱۔ حوالہ درج بالا

۱۰۲۔ المحلی ص ۷۴ ج ۷

۱۰۳۔ المجموع ص ۳٦۸ ج ۴' المغنی ص ۳٦۳ ج ۲

۱۰۴۔ سنن بیہقی ص ۱۷۵ ج ۳

۱۰۵۔ عبدالرزاق ص ۲۷۱ نیز ص ۲۰۲ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۷٦ ج۱ المغنی ص ۳۴۸ ج ۲' المجموع ص ۴۱۱ ج ۴

۱۰٦۔ عبدالرزاق ص ۱۳۲' ۱۳۵ ج ۵ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج۱

۱۰۷ـ تہذیب الآثار ص ۳۱۴ ج ۱

۱۰۸ـ سنن بیہقی ص ۲۴۵ ج ۴، شرح السنہ ص ۳۰۷ ج ۶، المغنی ص ۱۵۰ ج ۲، المجموع ص ۲۶۲ ج ۶

۱۰۹ـ تہذیب الآثار ص ۳۲۱ ج ۱، فتح الباری ص ۱۸۳ ج ۴

۱۱۰ـ فتح الباری ص ۱۸۳ ج ۴

۱۱۱ـ تہذیب الآثار ص ۳۲۰، ۳۲۳ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱، تفسیر طبری ص ۸۸ ج ۲، الدر المنثور ص ۱۹۱ ج ۱، المحلی ص ۲۵۷ ج ۶

۱۱۲ـ المحلی ص ۲۵۷ ج ۶، عبدالرزاق ص ۵۶۷ ج ۲

۱۱۳ـ تہذیب الآثار ص ۳۲۱ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۴۸ ج ۴، عبدالرزاق ص ۵۶۸ ج ۲، المحلی ص ۲۴۸ ج ۶

۱۱۴ـ تہذیب الآثار ص ۳۲۲ ج ۱

۱۱۵ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۶۴ ج ۲، الموطا ص ۲۹۵ ج ۱، تفسیر طبری ص ۸۹ ج ۲، تہذیب الآثار ص ۳۱۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۲۰۴ ج ۱

۱۱۶ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ب، ج ۱، المحلی ص ۲۴۸ ج ۶

۱۱۷ـ شرح السنہ ص ۳۰۷ ج ۶، المجموع ص ۲۹۰ ج ۶

۱۱۸ـ فتح الباری ص ۱۸۳ ج ۴

۱۱۹ـ بخاری شریف، مسلم شریف فی النکاح

۱۲۰ـ عبدالرزاق ص ۵۶۵ ج ۲، تہذیب الآثار ص ۳۲۱ ج ۱، المطالب العالیہ ص ۲۸۳ ج ۱

۱۲۱ـ الدر المنثور ص ۱۹۰ ج ۱

۱۲۲ـ تفسیر القرطبی پ ۲۷۹ ج ۲

۱۲۳ـ الموطا ص ۱۴۵ ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۱۸ ج ۲، سنن نسائی کتاب تقصیر الصلوۃ

۱۲۴ـ المغنی ص ۲۶۷ ج ۲، المجموع ص ۲۲۳ ج ۴

۱۲۵ـ شرح السنہ ص ۱۶۲ ج ۴

۱۲۶ـ سنن بیہقی ص ۱۴۰ ج ۳، المحلی ص ۲۶۶ ج ۴، المغنی ص ۲۶۸ ج ۲، نیل الاوطار ص ۲۴۵ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ب ج ۱

۱۲۷ـ المغنی ص ۲۷۰ ج ۲

۱۲۸ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ب، ج ۱

۱۲۹ـ عبدالرزاق ص ۵۳۲ ج ۲

۱۳۰ـ المحلی ص ۲۴۶ ج ۶

۱۳۱ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ب ج ۱، الموطا ص ۱۴۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۵۷ ج ۳، الام ص ۲۴۸ ج ۷، الاستذکار ص ۸۱ ج ۱، المغنی ص ۲۸۴ ج ۲، المجموع ص ۲۳۹ ج ۴، کشف

الغمہ ص ۱۳۸ ج ۱

۱۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۳' عبدالرزاق ص ۵۴۲ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ب ج ۱

۱۳۳۔ سنن بیہقی ص ۱۵۷ ج ۲

۱۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۳

۱۳۵۔ الموطا ۸۲ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۰' ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۸۹ ج ۲' کشف الغمہ ص ۱۰۰ ج ۱

۱۳۶۔ المغنی ص ۲۷۱ ج ۱ المجموع ص ۲۵۴ ج ۴

۱۳۷۔ سنن بیہقی ص ۱۶۵ ج ۳

۱۳۸۔ حوالہ درج بالا نیز المغنی ص ۲۷۲' ج ۲

۱۳۹۔ بخاری باب الجمع فی السفر' مسلم باب جواز الجمع فی السفر' الموطا ص ۱۴۴ ج ۱ نیز اصحاب السنن' عبدالرزاق ص ۵۴۶ ج ۲

۱۴۰۔ الموطا ص ۱۵۰ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۵۸' ص ۱۶۵' ج ۳' تہذیب الآثار ص ۱۲۹ ج ۲' کتاب الام ص ۲۴۸ ج ۷' المجمو ص ۲۸۹ ج ۴

۱۴۱۔ عبدالرزاق ص ۵۵۷ ج ۲

۱۴۲۔ عبدالرزاق ص ۵۵۷ ج ۲' المغنی ص ۲۹۴ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۵۸' ۵۹ ج ۱

۱۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۹ ب ج ۱

۱۴۴۔ سنن بیہقی ص ۱۵۸ ج ۲' الام ص ۲۴۸ ج ۷' تہذیب الآثار ص ۱۲۹ ج ۲' الموطا ص ۱۵۰ ج ۱' المحلی ص ۵۸ ج ۲' المغنی ص ۲۹۳ ج ۲' شرح معانی الآثار ص ۲۴۹ ج ۱' المغنی ص ۵۷۵ ج ۲

۱۴۵۔ عبدالرزاق ص ۵۷۵' ۵۷۸ ج ۲''' شرح معانی الآثار ص ۲۴۹ ج ۱' تہذیب الآثار ص ۱۲۹' ۱۳۱ ج ۲' عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۱۴ ج ۷' المجموع ص ۵۱۷ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱' سنن بیہقی ص ۴ ج ۲' المحلی ص ۲۳۰ ج ۲' ص ۵۲ ج ۳' شرح السنہ ص ۱۹۰ ج ۴

۱۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱

۱۴۷۔ سنن بیہقی ص ۷ ج ۲' المغنی ص ۶۰۰ ج ۱

۱۴۸۔ سنن بیہقی ص ۱۸۴ ج ۳' عبدالرزاق ۱۷۲ ج ۳

۱۴۹۔ المحلی ص ۱۶۲ ج ۳

۱۵۰۔ عبدالرزاق ص ۴۹۵ ج '

۱۵۱۔ الموطا ص ۹۶۲ ج ۲' شرح السنہ ص ۲۶۰ ج ۱۲' عبدالرزاق ص ۳۸۶ ج ۱۰' کشف الغمہ ص ۲۲۲ ج ۲

۱۵۲۔ شرح السنہ ص ۲۶۰ ج ۱۲' سیراعلام

النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳

۱۵۳۔ عبدالرزاق ص ص ۳۹۲ ج ۱۰ شرح السنہ۔ ص ۲۶۹ ج ۱۲' شرح منتھی الارادات ص ۳۳ ج ۲' المغنی ص ۵۳۶ ج ۸

۱۵۴۔ المجموع ص ۴۶۸ ج ۴

۱۵۵۔ المجموع ص ۳۸ ج ۴

۱۵۶۔ عبدالرزاق ص ۳۳۶ ج ۲' سنن بیہقی ص ۲۵۹ ج ۲' المغنی ص ۶۱ ج ۲

۱۵۷۔ تفسیر طبری ص ۸۷ ج ۱۸' تفسیر قرطبی ص ۳۱۵ ج ۱۱' عبدالرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰

۱۵۸۔ عبدالرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰' شرح السنہ ص ۲۸۴ ج ۱۲

۱۵۹۔ عبدالرزاق ص ۲۱۲ ج ۷

۱۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ ج ۱

۱۶۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ ب' ج ۱' الاستذکار ص ۲۳۳ ج ۱' عبدالرزاق ص ۵۷۶ ج ۳

۱۶۲۔ تفسیر قرطبی ص ۳۱۸ ج ۲' احکام القران ص ۳۳۶ ج ۳

۱۶۳۔ عبدالرزاق ص ۳۹۰ ج ۱۰ شرح السنہ۔ ص ۲۵۷ ج ۱۲

۱۶۴۔ کشف الغمہ۔ ص ۲۲۳ ج ۲

۱۶۵۔ عبدالرزاق ص ۳۳۶ ج ۲' سنن بیہقی ص ۲۵۹ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۲۷ب ج ۱ الموطا ص ۱۶۸ ج ۱' المحلی ص ۸۱ ج ۳' شرح السنہ۔ ص ۲۲۷' ج ۳' المغنی ص ۶۱ ج ۲' المجموع ص ۳۸ ج ۴' کشف الغمہ ص ۸۹ ج ۱

۱۶۶۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲

۱۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱

۱۶۸۔ کشف الغمہ۔ ص ۲۲۳ ج ۲

۱۶۹۔ المحلی ص ۸۸ ج ۱

۱۷۰۔ شرح السیر الکبیر ص ۶۱۴ ج ۲' طبقات ابن سعد ص ۱۷۰ ج ۴' سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۸ ج ۳

۱۷۱۔ المحلی ص ۴۴۰ ج ۸' ص ۶۳ ج ۹

۱۷۲۔ سنن ابی داؤد باب کراھیہ۔ الغناء' مسند احمد ص ۳۰۸ ج ۲' المحلی ص ۶۳ ج ۹' المغنی ص ۱۷۳' ۶ ج ۷' کشف الغمہ۔ ص ۵۷ ج ۲' طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۴

۱۷۳۔ احکام القران ص ۲۵۴ ج ۳

۱۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱

حرف الشین

شارب (مونچھیں)

۱۔ بالائی ہونٹ پر اگنے والے بالوں کو شارب کہتے ہیں اور دونوں کناروں کو شاربین کہتے ہیں۔

۲۔ مونچھیں مونڈنا: حضرت ابن عمر اپنی مونچھیں مونڈ کر انہیں جڑ سے ختم کر دیتے اور اسے مستحب سمجھتے۔ عثمان بن ابراہیم بن محمد الحاطبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنی مونچھیں اس طرح مونڈتے دیکھا تھا گویا وہ انہیں اکھیڑ رہے ہیں[1]۔ آپ ہر جمعہ یہ کام کرتے تھے۔[2]

شارع (سڑک)۔ دیکھئے لفظ طریق

شارۃ السجود (سجدے کی علامت)

حضرت ابن عمرؓ پیشانی پر سجدے کی علامت کو مکروہ سمجھتے تھے (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۳)

شبھۃ (شبہ)

۱۔ تعریف: شبہ یہ ہے کہ ایک چیز ثابت شدہ چیز کے ساتھ مشابہت رکھے اور ثابت شدہ نہ ہو۔

۲۔ شبہات کی بنا پر حدود کا سقوط (دیکھئے مادہ حد نمبر ۵ کا جز د) '(مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ب)' (مادہ سرقہ نمبر ۲ کا جز ج)

شتم (گالی دینا) دیکھئے مادہ سب

شجر (درخت)

حرم مکہ میں واقع درختوں کو کاٹنے کی ممانعت (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۱ کے جز ب کا جز ۱۰) حرم مدینہ کے درختوں کو کاٹنے کی ممانعت (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲ کا جز ب)

شحاذۃ (گداگری) دیکھئے مادہ استجداء

شرب (پینا)

انسان کے لئے بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر کوئی چیز پینا جائز ہے' اس میں سنت کی کوئی مخالفت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ دونوں طرح سے مشروب پیتے اور کسی طریقے میں کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے۔ "الموطا" کے اندر ابو جعفرالقاری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا تھا [۳]۔ اگر پانی کسی مشکیزے وغیرہ میں ہو تو اس سے منہ لگا کر پانی پی لینا جائز ہے۔ یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تھا [۴]۔ اگر پانی پیالے میں ہو تو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ بات مکروہ تھی کہ کوئی شخص پیالے کے شگاف سے پانی پئے یا اس کی ٹونٹی سے [۵]۔ کیونکہ اس طرح پانی پینے سے پینے والے کو پینے کے دوران پوری راحت نہیں ہوگی نیز یہ احتمال بھی ہوگا کہ کہیں پینے کے دوران پانی منہ سے باہر نکل کر نہ گرنے لگے۔

شرط (شرط عائد کرنا)

ا۔ تعریف ایک چیز کے وجود کو دوسری چیز کے وجود پر معلق کر دینا شرط کہلاتا ہے۔

۲۔ شرطوں کی انواع: شرطوں کی بہت سی انواع ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

الف۔ شرع کی طرف سے عائد کردہ شرطیں: ان شرطوں کو نظرانداز کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ بلکہ انہیں حقیقی طور پر بروئے کار لانا واجب ہے۔ مثلاً وارث کے لئے چند شرائط جن کا وجود وراثت کے استحقاق کے لئے اس کے اندر ضروری ہے (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴) اسی طرح اقامت حد کے لئے شرطیں (دیکھئے مادہ حد نمبر۵) اسی طرح کی دیگر شرائط جو لاتعداد ہیں۔

ب۔ بندوں کی طرف سے عائد ہونے والی شرطیں۔ ان کی بھی چند انواع ہیں

ا۔ اسقاطات پر وارد ہونے والی شرطیں۔ یہ شرطیں قابل اعتبار ہوں گی۔ سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیتی ہو۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ

نے اپنا ایک غلام آزاد کیا (ظاہر ہے کہ آزاد کردینا اسقاط ملکیت ہے) اور اس پر شرط عائد کردی کہ وہ تین برسوں تک آپ کا کام کرے گا۔ اس نے سال کا کچھ حصہ آپ کے مویشی چرائے اور پھر حج یا عمرے کے موقعہ پر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "تم نے وہ شرط ترک کردی ہے جو میں نے تم پر عائد کی تھی' اب جاؤ تم آزاد ہو اور تمہارے ذمہ اب میرا کوئی کام نہیں"۔ [۶]۔ اس قسم کی شرط اسقاطات کے سوا دیگر صورتوں میں جائز نہیں ہوتی۔ اسی طرح آپ نے یہ بات جائز قرار دی کہ ایک شخص اپنی لونڈی آزاد کردے اور اس آزادی سے اس کے حمل کو مستثنیٰ رکھے' اسی قسم کے ایک مسئلے میں آپ نے فرمایا۔" اس نے جس چیز کا استثناء کردیا ہے وہ چیز اس کی ہوگی۔" [۷]۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۶ کا جز الف) نیز (مادہ رق نمبر ۸ کا جز ھ اور نمبر ۸ کے جز ھ کا جز ا)

۲ معاوضات کے عقود پر وارد ہونے والی شرطیں۔ یہ شرطیں صرف اس وقت درست ہوں گی جب یہ عقود کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں مثلاً ثمن کے معجل یا موجل ہونے کی شرط یا ثمن کا کفیل لینے کی شرط یا رب المال کی طرف سے مضارب پر یہ شرط کہ اگر راس المال کم ہوجائے یا تلف ہوجائے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ (دیکھئے مادہ شرکہ نمبر ۲ کے جز ج کا جز ا) اس طرح بائع کی طرف سے ہر عیب سے مبیع کے پاک ہونے کی شرط (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۴ کا جز ب) نیز خیار کی شرط (دیکھئے مادہ خیار) حضرت ابن عمرؓ اپنی اراضی کرائے پر دیتے اور یہ شرط عائد کردیتے کہ اس میں انسانی فضلہ کھاد کے طور پر استعمال نہیں کیا جائے گا [۸]۔

۳۔ اگر شرط ایسی ہو جس کا عقد مقتضی نہ ہو تو ایسی شرط فاسد ہوگی اور عقد کو بھی فاسد کردے گی مثلاً اگر کوئی شخص ایک چیز فروخت کرے اور یہ شرط عائد کردے کہ مشتری اسے آگے فروخت نہیں کرے گا تو یہ شرط فاسد ہوگی اور یہ بیع باطل ہوگی [۹]۔ "سنن سعید بن منصور" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ لونڈی فروخت کی جائے اور عقد کے اندر اسے آگے فروخت یا ہبہ نہ کرنے کی شرط عائد کردی جائے [۹ب]۔ "الموطا" کے اندر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس غلام کے

بارے میں پوچھا گیا جسے کفارہ وغیرہ کے اندر آزاد کر دینا واجب ہو کہ آیا ایسا غلام آزاد کئے جانے کی شرط کے ساتھ خریدا جاسکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا [۱۰]۔ آپ نے اس کی نفی اس لئے کردی کہ یہ بیع باطل ہے اور جب بیع ہی باطل ہو تو مبیع یعنی خرید شدہ غلام کو آزاد کرنا کفارہ کے لئے کافی نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ غیر مملوکہ غلام کو آزاد کرنا قرار پائے گا (دیکھئے مادہ بیع نمبر۶ کے جز ب کا جز ۲) اسی طرح موجر کی طرف سے مستاجر پر عین مستاجرہ (اجارے پر حاصل شدہ چیز) کے تاوان کی شرط جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی شرط عقد اجارہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تاوان پر مبنی اجارہ درست نہیں ہوتا" [۱۱]۔

اسی طرح مرتہن کی طرف سے راہن پر یہ شرط عائد کرنا جائز نہیں کہ اگر راہن اس کے دین کی فلاں وقت تک ادائیگی نہیں کرے گا تو مرہون مال اس دین کے بدلے اس کا یعنی مرتہن کا ہوجائے گا۔ (دیکھئے مادہ رہن نمبر۳) اسی طرح دین کی اس سے افضل صورت میں واپسی کی شرط بھی جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۴ کا جز الف)

اسی طرح دین کی معجل ادائیگی کے بالمقابل دین کا کچھ حصہ کم کردینے کی شرط بھی جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ دین نمبر ۵)

بیع سلم کے اندر مسلم فیہ (مبیع) کے لئے رہن کی شرط اس عقد سے مناسبت رکھتی ہے یا نہیں اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق جسے ہم آپ سے منقولہ روایات میں ترجیح دیتے ہیں' ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کوئی شخص بیع سلم کرتا ہے اور رہن لیتا ہے۔ آپ نے اسے مکروہ قرار دیا اور فرمایا: "یہ سلم قابل تاوان ربوا ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ: "یہ قابل تاوان ربوا ہے" [۱۲]۔ اس لئے کہ اصل کے اعتبار سے بیع سلم کی مشروعیت اس لئے ہوئی ہے کہ کہ مال کے ضرورت مند بائع کی ضرورت پوری کی جائے اور اس کے ذمہ عائد شدہ مسلم فیہ (مبیع) کے سلسلے میں اس پر رہن رکھنے کی شرط عائد کرنا گویا اسے اپنی ضرورت پوری کرنے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ رہن رکھے جانے والے مال کا مالک ہوتا یعنی اگر اس کی قیمت بیع سلم کی

قیمت کے برابر ہوتی اور اسے مذکورہ مال کی ضرورت نہ ہوتی تو پھر اسے بیع سلم کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ بنا بریں مسلم فیہ کے بالمقابل رہن کی حوالگی کی شرط اس عقد کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق آپ نے بیع سلم کے اندر رہن رکھنے کے متعلق فرمایا: "اپنے مال کی توثیق کرلو"۔ [۱۳]۔ اس روایت کی وجہ یہ ہے کہ متعاقدین میں سے ہرایک کو دوسرے متعاقد سے ضمانت حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے جس کے تحت اس کے حق کی کفالت ہوجائے۔ بنا بریں بائع پر رہن رکھنے کی شرط کے اندر کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ بیع نمبر۶ کے جز ب کا جز ۲)

۳۔ حج کے اندر اشتراط (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۱)

شرک (شرک کرنا)

جب تک مشرک عورت ایمان نہ لے آئے اس وقت تک مسلمان پر اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کے جز ب کا جز ۵)

مشرکین کا ذبیحہ اور ان کا کیا ہوا شکار حرام ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ج) نیز (دیکھئے مادہ صید نمبر۴ کا جز ب)

شرکۃ (شراکت)

۱۔ تعریف: مختلف اشخاص کے اموال کو باہم مختلط کردینا شراکت ہے۔

۲۔ شراکت کی انواع: اس کی کئی انواع ہیں یعنی شراکت اموال، شراکت ابدان اور شراکت مضاربہ

الف۔ شراکت اموال یہ ہے کہ ہر شریک شراکت کے راس المال کا یک جز ادا کرے اور شرط یہ ہو کہ اسے منافع کا بھی ایک حصہ ملے گا اور وہ خسارے کا ایک حصہ بھی برداشت کرے گا۔ ایسی شراکت مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس قسم کی شراکت کرتے تھے۔ زہرہ ابن معبد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ہشامؓ انہیں لے کر بازار میں نکل جاتے اور طعام خرید لیتے، ان سے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ ملتے اور کہتے کہ: "ہمیں بھی شریک کرلو" کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت

کی دعا کی ہے۔" چنانچہ وہ انہیں شریک کر لیتے۔ بعض دفعہ وہ سامان سے لدا ہو جانور لے لیتے اور اسے گھر بھیج دیتے [۱۴]۔

ب۔ شراکت ابدان کے بارے میں مجھے حضرت ابن عمرؓ سے منقول کوئی روایت نہیں ملی۔ اس شراکت کا مفہوم یہ ہے کہ دو شخص جسمانی طور پر کام کریں اور حاصل شدہ کمائی دونوں کے درمیان ان کی طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہوجائے گی۔

ج۔ شراکت مضاربہ

۱۔ شراکت مضاربہ یہ ہے کہ مال ایک شریک کا ہو اور کام دوسرا شریک کرے اور حاصل شدہ منافع دونوں کے درمیان ان کی طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہوجائے البتہ خسارے کا پورا بوجھ رب المال پر ہوگا البتہ اگر دونوں کے درمیان اس کے سوا کوئی اور شرط طے پائی ہو تو معاملہ اسی شرط کے مطابق چلے گا۔ الشعرانی نے "کشف الغمہ" کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ جس شخص کے ساتھ عقد مضاربت کرتے تو اس سے پوچھتے کہ اگر راس المال کم ہوجائے یا تلف ہوجائے تو کیا تم اس کا تاوان بھر دوگے؟ اگر وہ اس کا جواب اثبات میں دیتا تو آپ اسے اپنا مال دے دیتے [۱۵]۔

۲۔ یتیم کا ولی یتیم کا مال مضاربہ پر لے سکتا ہے۔ وہ مذکورہ مال کسی کو مضاربہ پر بھی دے سکتا ہے اور منافع میں سے اسے ایک حصہ بھی حوالہ کرسکتا ہے۔ یہ بات مضاربہ پر مال نہ دینے سے اولیٰ ہے [۱۶]۔

۳۔ مضاربہ کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر دل چسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبیداللہ بن عمرؓ ایک لشکر کے ساتھ عراق کی طرف نکل گئے واپسی میں دونوں کا گذر بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ہوا انہوں نے دونوں کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ بڑی ہمدردی سے پیش آئے پھر کہا کہ "اگر میں تم دونوں کے لئے کوئی ایسا کام کرسکوں جس سے تمہیں فائدہ پہنچے تو میں ضرور کروں گا" پھر کہنے لگے: "ہاں، مجھے یاد آیا، میرے پاس اللہ کا کچھ مال ہے جسے میں امیرالمومنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، میں تمہیں یہ مال

سلف یعنی قرض کے طور پر دے دیتا ہوں تم اس کے بدلے عراقی سامان وغیرہ خرید لو اور پھر اسے جاکر مدینہ میں فروخت کردو' اور پھر راس المال امیرالمومنین کے حوالے کردو اور جو منافع ہوگا وہ تم دونوں کا ہو جائے گا۔ دونوں نے کہا: "ہمیں بھی یہ بات پسند ہے" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے امیرالمومنین ؓ کو لکھ بھیجا کہ مذکورہ مال ان دونوں سے وصول کرلیں۔ جب دونوں مدینہ میں وارد ہوئے تو مال فروخت کردیا اور نفع کمالیا۔ جب مال امیرالمومنین کے پیش کیا گیا تو انہوں نے پوچھا کہ "کیا ابو موسیٰ ؓ نے جتنا مال تم دونوں کو قرض کے طور پر دیا تھا اتنا ہی مال سارے لشکر کو بھی دیا تھا؟" دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر امیرالمومنین نے فرمایا: "اچھا' تم دونوں امیرالمومنین کے بیٹے تھے اس لئے انہوں نے یہ مال تمہیں قرض کے طور پر دے دیا؟ چلو' سارا مال بمعہ منافع جمع کرادو" یہ سن کر حضرت عبداللہ ؓ تو خاموش رہے لیکن عبیداللہ نے کہا: "امیرالمومنین' ایسا نہیں ہونا چاہئے' یہ مال اگر کم ہو جاتا یا تلف ہو جاتا تو ہمیں اس کا تاوان بھرنا پڑتا" حضرت عمر ؓ نے فرمایا: "بس مال بمعہ منافع جمع کراؤ" حضرت عبداللہ ؓ تو خاموش رہے لیکن عبیداللہ ؓ نے اپنی بات پھر دہرائی۔ یہ سن کر امیرالمومنین کے ایک جلیس نے عرض کیا: "امیرالمومنین' اگر آپ اس مال کو مضاربہ قرار دے دیں تو بہتر ہوگا" یہ سن کر حضرت عمر ؓ نے فرمایا: "چلو میں نے اسے مضاربہ قرار دے دیا" پھر حضرت عمر ؓ نے راس المال اور نصف منافع جمع کرالیا اور نصف منافع آپ کے دونوں بیٹوں نے لے لیا[۱۷]۔

شطرنج (شطرنج)

۱۔ تعریف: شطرنج ایک کھیل ہے جو چونسٹھ مربع خانوں کی بساط پر کھیلا جاتا ہے اس میں بتیس بتیس خانوں کے ساتھ دو متحارب حکومتوں کو پیش کیا جاتا ہے اور اس میں دو بادشاہ' دو وزیر' گھوڑ سوار' قلعے' ہاتھی بان اور لشکر ہوتے ہیں۔

۲۔ شطرنج کھیلنے کا حکم: حضرت ابن عمر ؓ کی رائے تھی کہ یہ کھیل حلال نہیں ہے آپ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ کھیل نرد (ایک کھیل کا نام) سے بھی زیادہ برا ہے"[۱۸]۔

شعر (بال)

۱۔ بالوں کو خضاب لگانا: سفید بالوں کو خضاب لگانا مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے بالوں کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ عبید بن جریج کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ " ابو عبدالرحمان' میں آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھتا ہوں جنہیں میں نے آپ کے رفقاء میں سے کسی کو بھی کرتے نہیں دیکھا" آپ نے پوچھا: " ابن جریج' یہ چار کام کون سے ہیں؟" میں نے عرض کیا کہ آپ صرف رکن یمانی اور رکن اسود کو ہاتھ لگاتے ہیں' آپ سبتیہ جوتے پہنتے ہیں (ایسے جوتے جن کے اوپر سے دباغت کے ذریعے بال صاف کردیئے گئے ہوں) آپ زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہیں اور آپ جب مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کو احرام باندھتے ہیں" [19]۔

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنی داڑھی خلوق (زرد رنگ کا ایک مرکب) سے زرد کرتے دیکھا تو میں نے عرض کیا: " ابو عبدالرحمان' آپ اپنی داڑھی خلوق سے زرد کرلیتے ہیں؟" آپ نے جواب دیا: " میں نے حضور ﷺ کو اپنی داڑھی مبارک خلوق کے ساتھ زرد کرتے دیکھا تھا اس بنا پر میرے لئے اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی اور خضاب نہیں ہے" [20]۔

۲۔ بال مونڈ دینا:

الف۔ ہر جمعہ کو اپنے سر اور مونچھوں کا حلق مستحب ہے (دیکھئے مادہ شارب نمبر ۲)

ب۔ موئے زیر ناف کا حلق مسنون ہے تاہم یہ بال جس ذریعے سے بھی مونڈ دیئے جائیں جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ یہ بال چونے کے ذریعے صاف کیا کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ چونا ملا کرتے تھے' مجھے چونا ملنے کا حکم دیتے اور جب ناف تک یہ عمل پہنچ جاتا تو آگے خود ملتے [21]۔

آپ فرماتے: "چونا ملنے کا طریقہ لوگوں کا ایجاد کردہ بہت اچھا طریقہ ہے" [22]۔

ج۔ جسم سے بال صاف کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں مرد کے لئے اپنے جسم یعنی

سینے اور بازوؤں وغیرہ سے بال صاف کرنا مباح ہے۔ آپ ان بالوں کو چونے کے ذریعے صاف کرنے کی بہ نسبت انہیں مونڈ دینا افضل قرار دیتے تھے اس لئے کہ چونا جلد کو نرم اور پتلا کردیتا ہے' اس سے بچنا ضروری ہے۔ یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ میں نے مروہ پر حضرت ابن عمرؓ کو اپنا سر حلق کراتے دیکھا تھا۔ آپ نے حلاق (نائی) سے کہا کہ میرے جسم پر بال بہت زیادہ ہیں اور ان بالوں کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوتی ہے' میں ان پر چونا نہیں ملتا' کیا تم یہ بال مونڈ دو گے" حلاق نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کھڑے ہوکر آپ کا سینہ مونڈنے لگا۔ لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے آپ نے فرمایا: "لوگو' یہ طریقہ سنت نہیں ہے میرے بال مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں" [۲۳]۔

ابو شعیب الاسدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو منیٰ میں اپنا سر حلق کراتے دیکھا تھا' سر کے بعد نائی نے آپ کے بازو بھی مونڈ دیئے' جب آپ نے لوگوں کو اپنی طرف نظر ڈالتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "آگاہ رہو' یہ سنت نہیں ہے' لیکن میں چونکہ حمام میں نہیں جاتا اس لیے ایسا کر رہا ہوں" [۲۴]۔

عبدالعزیز العبدی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک لونڈی آپ کے بال مونڈ رہی ہے' آپ نے فرمایا: "چونا جلد کو نرم اور پتلا کردیتا ہے" [۲۵]۔

و۔ سر کا حلق کراکے احرام کھولنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲)

ھ۔ جسم سے اتارے ہوئے بالوں کو دفن کردینا: بغلوں یا سر سے اتارے ہوئے بالوں یا موئے زیر ناف کو دفن کردینا مستحب ہے [۲۵-ب]۔ اس میں ابن آدم کی تکریم ہے جسے اللہ نے سورہ اسراء آیت نمبر ۷۰ میں یہ کہہ کر مکرم بنایا ہے کہ (ولقد کرمنا بنی ادم ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی)

۳۔ جو شخص حج کا ارادہ کرے وہ رمضان کا مہینہ گذارنے کے بعد اپنے سر اور داڑھی کے بال لینا بند کردے حتیٰ کہ حج سے فراغت حاصل کرلے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶)

محرم شخص جس نے حج یا عمرے کا احرام باندھا ہو اور وہ سر کا حلق کرانے سے باز رہے تو پھر سر کے بال صاف کراکے یا انہیں چھوٹا کراکے احرام کھولے (دیکھئے مادہ حج

نمبر۲۵)

جو شخص قربانی دینے کا ارادہ کرے وہ اپنے سر کا حلق نہ کرائے حتی کہ قربانی کا جانور ذبح کرلے (دیکھئے مادہ اضحیتہ نمبر۱۰)

نومولود بچے کے سر کے بال ساتویں دن مونڈ دیئے جائیں اور اس کے ہم وزن چاندی کا صدقہ دیا جائے (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر۲)

حیض یا جنابت سے غسل کے لئے عورت اگر اپنے سر کے بال نہ کھولے تو اسے اس کی اجازت ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر۳ کا جز ب)

شرمگاہ کے اردگرد سخت بالوں کے اگ آنے پر بلوغت ہوجاتی ہے (دیکھئے مادہ بلوغ نمبر۲ کے جز الف کا جز ۲)

داڑھی کے بالوں کی لمبائی کی مقدار (دیکھئے مادہ لحیتہ نمبر۲)

شفاعتہ (سفارش)

کسی دلیل کے بغیر معافی کی درخواست کو شفاعت کہتے ہیں۔

حدود کے اندر سفارش کی تحریم (دیکھئے مادہ حد نمبر۲)

شک (شک)

۱۔ تعریف: دو باتوں کے درمیان تردد پیدا ہوجائے اور کوئی ایک بات دوسری پر ترجیح نہ پاسکے' اس کیفیت کو شک کہتے ہیں۔

۲۔ شک کی صورت میں عمل کی کیفیت: شک کی صورت میں عمل کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ مظنون یعنی شک کی زد میں آئی ہوئی بات کی خاطر متیقن چیز پر عمل ترک نہیں کیا جائے گا۔ فقہاء اس مفہوم کی تعبیر ان الفاظ میں کرتے ہیں "یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا" اس کے انطباق میں حضرت ابن عمرؓ کو دیکھتے ہیں کہ آپ درج ذیل مسائل کے بارے میں اس طرح فتوی دیتے ہیں۔

الف۔ شک کے دن کا روزہ: شعبان کی تیسویں تاریخ یوم شک ہے اگر اس دن سے پہلے ہلال رمضان نظر نہ آئے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ اگر

شعبان کی انتیسویں تاریخ کو چاند نظر نہ آئے اور آسمان صاف ہو تو اگلے دن روزہ نہ رکھا جائے۔ کیونکہ یہ یقین ہوگا کہ مذکورہ دن شعبان کا دن ہے اور آسمان صاف ہونے کی بنا پر یہ ضعیف احتمال ہوگا کہ یہ دن شاید رمضان کا دن ہے اور یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ فرماتے: "اگر میں سارا سال روزہ رکھوں تو اس دن ہرگز روزہ نہیں رکھوں گا جس کے بارے میں شک ہو کہ یہ رمضان کا دن ہے"[۲۶]۔

اگر آسمان پر بادل ہوتے جو انتیسویں تاریخ کو رویت ہلال میں حائل ہوجاتے تو حضرت ابن عمرؓ اگلے دن کا روزہ رکھ لیتے' کیونکہ ایسی صورت میں تیسویں تاریخ کے بارے میں یہ احتمال قوی ہوتا کہ یہ رمضان کا دن ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ جب شعبان کی انتیسویں تاریخ ہوجاتی تو حضرت ابن عمرؓ کسی کو چاند دیکھنے کے لئے بھیج دیتے۔ اگر آسمان پر بادل یا گردوغبار کا کوئی ٹکڑا حائل ہوجاتا تو اگلے دن روزہ رکھ لیتے اور اگر چاند نظر نہ آتا جبکہ آسمان پر کوئی چیز رویت ہلال میں حائل نہ ہوتی تو اگلے دن روزہ نہ رکھتے[۲۷]۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۳)

ب۔ طلوع فجر کے بارے میں شک: اگر طلوع فجر کے بارے میں شک ہو تو ایسی صورت میں عدم طلوع کا حکم عائد کیا جائے گا حتی کہ طلوع کا یقین ہو جائے کیونکہ رات کا وجود متیقن ہوگا اور طلوع فجر مظنون ہوگا۔ اور یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر کسی شخص کو طلوع فجر کے بارے میں شک ہو اور وہ اس حالت کے اندر سحری کھالے اور اس کے سامنے معاملہ واضح نہ تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی وہ طلوع فجر کا تیقن حاصل ہونے تک کھاپی سکتا ہے[۲۸]۔

اگر کوئی شخص دو آدمیوں کو طلوع فجر دیکھنے کے لئے بھیجے اور ان میں سے ایک کہے کہ فجر طلوع ہوگیا ہے اور دوسرا کہے کہ فجر طلوع نہیں ہوا ہے تو وہ کھا پی سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ایک خبر کو دوسری خبر پر ترجیح نہیں دی جاسکتی اور یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔ یہ صورت حضرت ابن عمرؓ کو بھی پیش آئی تھی آپ نے خبر دینے والے دونوں افراد سے فرمایا: "تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا ہے" اور پھر

سحری کھالی[۲۹]۔

ج۔ نماز میں شک: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر نمازی کو اپنی نماز کے اندر شک لاحق ہو جائے اور اسے یہ شک پہلی دفعہ لاحق ہوا ہو تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کرے گا تاکہ شیطانی وساوس کی جڑ کٹ جائے۔ اگر اسے بار بار شک لاحق ہوتا ہو یعنی وہ شک کی بیماری میں مبتلا ہو جائے اور جب بھی نماز پڑھے اسے شک لاحق ہو جائے تو اس صورت میں وہ یقین پر اپنی نماز کی بنا کرے گا۔ اگر اسے شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ اس اساس پر نماز کی بنا کرے گا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں اگر اسے شک ہو جائے کہ اس نے سورہ فاتحہ کی قرات کی ہے یا قرات نہیں کی تو پھر وہ اس کی قرات کرے گا اور نماز کے اختتام پر سجدہ سہو کرے گا (دیکھئے مادہ سجود السہو نمبر ۲ کا جز الف)

شھادۃ (گواہی)

۱۔ تعریف: قاضی کی مجلس میں کسی غیر کے حق کی چشم دید کی بنیاد پر خبر دینا شہادت یعنی گواہی ہے۔

۲۔ کن باتوں پر گواہی قائم کرنا واجب ہے اور کن پر نہیں: (دیکھئے مادہ اشھاد نمبر۲)

۳۔ ادائے شہادت کا وجوب: جو شخص کسی گواہی کا تحمل کرے یعنی کسی واقعہ کا چشم دید گواہ بن جائے تو ضرورت پڑنے پر اس گواہی کو پیش کر دینا اس پر واجب ہو گا ورنہ وہ گنہگار قرار پائے گا کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۳ میں ارشاد باری ہے (ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ اور جو شخص گواہی چھپا جائے گا تو اس کا دل گنہگار ہو گا) ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ لوگ مجھے گواہی دینے کے لیے بلاتے ہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "جس بات کا تمہیں علم ہو اس کی گواہی دو"[۳۰]۔

۴۔ عورت کی گواہی

الف۔ حضرت ابن عمرؓ ان امور کے اندر جن کی اطلاع صرف عورتوں کو ہوتی ہے کسی

مرد کے بغیر صرف تنہا عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "صرف تنہا عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے الا یہ کہ معاملہ ایسا ہو جس کی اطلاع صرف عورتوں کو ہو سکتی ہو مثلاً عورتوں کے پوشیدہ امور اور ان کا حمل اور حیض وغیرہ"[۳۱]۔ ایسی صورتوں میں صرف ایک عورت کی گواہی جائز ہے[۳۲]۔

اس قاعدے سے صرف رضاعت کی گواہی مستثنٰی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضاعت کے اثبات کے لئے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کی شرط عائد کرتے تھے (دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۵)

ب۔ اموال کے اندر مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی جائز ہے کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲ میں ارشاد باری ہے (واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے گواہ ہو جائیں جن کی گواہی تمہیں قابل قبول ہو تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو ان میں سے دوسری عورت اسے یاد کرادے) جصاص حنفی نے حضرت ابن عمرؓ سے حکایت کی ہے کہ آپ نکاح کے اندر ایک مرد کے ساتھ عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے[۳۳]۔

۵۔ گواہ کے لیے شرطیں: گواہ کی گواہی اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک اس کے اندر چند شرطیں نہیں پائی جائیں گی۔ اس بارے میں ہمیں درج ذیل روایات حضرت ابن عمرؓ سے ملی ہیں۔

الف۔ آزاد ہونا: غلام کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ مکاتب کیوں نہ ہو، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا: "مکاتب کے ذمہ جب تک ایک درہم بھی باقی ہو اس وقت تک اس کی گواہی جائز نہیں ہوگی"[۳۴]۔

ب۔ عادل ہونا: حرام افعال کا ارتکاب مثلاً شطرنج وغیرہ کھیلنا[۳۵]۔ اور جھوٹی گواہی دینا ایک انسان کی عدالت کو مخدوش بنا دیتا ہے اور اسے ختم کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینے والے پر لعنت

کی ہے[۳۶]۔

گھٹیا حرفت اختیار کرنا بھی انسان کی عدالت کا خاتمہ کردیتا ہے[۳۷]۔

ہم نے گھٹیا حرفتوں کا ذکر (مادہ احتراف نمبر۲) میں کردیا ہے۔

جس شخص پر حد قذف جاری ہوچکی ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ اس نے توبہ کرکے اپنا کردار درست کیوں نہ کرلیا ہو۔ البتہ اگر وہ مقذوف پر لگائی گئی تہمت کے سلسلے میں اپنی تکذیب کردے تو پھر اس کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے سورہ نور آیت نمبر۵ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ قذف کرنے والوں کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جھٹلادیں۔ اگر وہ اپنی تکذیب کردیں تو ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی[۳۸]۔

آیت کے الفاظ یہ ہے (الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا.............. سوائے ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں.......)

۶۔ رضاعت کے بارے میں گواہی (دیکھئے مادہ رضاع نمبر۴)

رمضان کے اثبات کی گواہی (دیکھئے مادہ صیام نمبر۴ کے جز الف کا جزا نیز جز ۲)

شھر (مہینہ)

شرعی مہینہ انتیس دنوں سے کم اور تیس دنوں سے زائد نہیں ہوتا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کوئی مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے اور کوئی مہینہ تیس دنوں کا"[۳۹]۔

رمضان کے مہینے کا اثبات (دیکھئے مادہ صیام نمبر۴ کے جز الف کا جزا اور جز ۲)

اشہر حرم کا دروازہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۲ کا جز ج)

شیب (بڑھاپا، سفید بال)

انسان کے سفید ہوجانے والے بالوں کو شیب کہا جاتا ہے۔

سفید بالوں کو خضاب لگانا (دیکھئے مادہ شعر نمبر۱)

حرف الشین میں مذکور حوالہ جات

[۱]۔ احکام القرآن ص ۶۸ ج ۱، طرح التثریب ص ۷۶ ج ۲، سیراعلام النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳
[۲]۔ شرح السنہ ص ۳۱۴ ج ۱۲
[۳]۔ الموطا ص ۹۲۶ ج ۲، آثار ابی یوسف نمبر ۵۱۳
[۴]۔ المحلی ص ۵۱۹ ج ۷، آثار ابی یوسف نمبر ۵۱۳
[۵]۔ المحلی ص ۵۲۱ ج ۷
[۶]۔ عبدالرزاق ص ۳۸۱ ج ۸، ص ۱۶۸ ج ۹، المحلی ص ۱۸۵ ج ۹
[۷]۔ المحلی ص ۴۰۰ ج ۸، ص ۱۸۸ ج ۹، المغنی ص ۱۰۳ ج ۴، ص ۵۰۷ ج ۹
[۸]۔ تفسیر قرطبی ص ۱۲۲ ج ۷
[۹]۔ المجموع ص ۴۲۰ ج ۹
۹ - ب ۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۱۰/۲ ج ۳
[۱۰]۔ الموطا ص ۸۷۷ ج ۲
[۱۱]۔ المغنی ص ۴۸۹ ج ۵
[۱۲]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱، المحلی ص ۱۰۷ ج ۹، نیل الاوطار ص ۴۶ ج ۵
[۱۳]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶
[۱۴]۔ المغنی ص ۱۱۸ ج ۴
[۱۵]۔ کشف الغمہ ص ۲۲ ج ۲
[۱۶]۔ المغنی ص ۲۳۹ ج ۴
[۱۷]۔ الموطا شرح زرقانی کے ساتھ ص ۳۴۵ ج ۳
[۱۸]۔ سنن بیہقی ص ۲۱۲ ج ۱۰، المغنی ص ۱۷۱ ج ۹، تفسیر ابن کثیر ص ۹۲ ج ۲، الدرالمنثور ص ۳۱۹ ج ۲
[۱۹]۔ الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
[۲۰]۔ المحلی ص ۷۷ ج ۴، ص ۱۱۹ ج ۵، طبقات ابن سعد ص ۱۷۹ ج ۴، سیراعلام النبلاء ص ۲۰۸ ج ۳
[۲۱]۔ سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۱، المغنی ص ۸۶ ج ۱
[۲۲]۔ المغنی ص ۸۷ ج ۱
[۲۳]۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۴
[۲۴]۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۴ ج ۴
[۲۵]۔ حوالہ درج بالا
۲۵ - ب ۔ المجموع ص ۳۴۹ ج ۱
[۲۶]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۰۹ ج ۴، المحلی ص ۲۳ ج ۷، کشف الغمہ ص ۱۹۸ ج ۱

۲۷۔ المحلی ص ۲۴ ج ۷، عبدالرزاق ص ۱۶۱ ج ۴، شرح السنہ ص ۲۳۳، ۲۴۱ ج ۶، المغنی ص ۸۹ ج ۳، المجموع ص ۳۶۲ ج ۶، کشف الغمہ ص ۱۹۷ ج ۱

۲۸۔ المغنی ص ۱۳۶ ج ۳، المجموع ص ۳۴۳، ۳۴۴ ج ۶

۲۹۔ احکام القرآن ص ۲۳۰ ج ۱، المحلی ص ۲۳۳ ج ۶

۳۰۔ سنن بیہقی ص ۱۵۶ ج ۱۰

۳۱۔ عبدالرزاق، ص ۳۳۳ ج ۸، المحلی ص ۳۹۶، ۳۹۹ ج ۹، الدرالمنثور ص ۳۷۱ ج ۱، کنزالعمال نمبر ۱۷۷۸۰

۳۲۔ المحلی ص ۳۹۹ ج ۹

۳۳۔ احکام القرآن ص ۵۰۱ ج ۱

۳۴۔ المحلی ص ۴۱۲ ج ۹

۳۵۔ المغنی ص ۱۷۱ ج ۹

۳۶۔ کنزالعمال نمبر ۱۷۸۰۳

۳۷۔ المغنی ص ۱۶۹ ج ۹

۳۸۔ الدرالمنثور ص ۲۰ ج ۵

۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ ب، ج ۱

حرف الصاد

صبغ (رنگنا)

۱۔ تعریف: رنگنے کو صبغ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم: بالوں کو رنگنا مباح ہے خاص طور پر سفید بالوں کو۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی داڑھی خلوق سے رنگتے تھے یہ زرد رنگ کا ایک مرکب ہے۔ اس کے ذریعے آپ اپنی داڑھی زرد کرلیتے تھے (دیکھئے مادہ شعر نمبر۲) کپڑوں کو رنگنا بھی مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ گیروے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے خود پہنتے تھے اور اپنی خواتین کو بھی پہناتے تھے' آپ زعفران اور گیرو ملا کر کپڑے رنگنے کا حکم دیتے اور پھر یہ کپڑے پہن لیتے[1]۔

احرام والے کے لئے رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے اور اس کے لئے مہندی کے ذریعے اپنے ہاتھ رنگ لینا بھی جائز ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ھ نیز نمبر۶ کے جز د کا جز ۲)

صبی (بچہ) دیکھئے مادہ صغیر

صداق (مہر) دیکھئے مادہ مہر

صدقۃ (صدقہ)

۱۔ تعریف: اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر زندگی کے اندر کسی عوض کے بغیر کسی محتاج کو ایسی چیز کا مالک بنا دینا صدقہ کہلاتا ہے جس کا دینا فرض نہ ہو۔

۲۔ صدقہ کا حکم: صدقہ میں بنیاد یہ ہے کہ وہ رضاکارانہ اور نفلی ہو تاہم چند احوال کے اندر یہ واجب بھی ہو جاتا ہے۔

اول۔ فصل کی کٹائی کے وقت کیونکہ سورہ انعام آیت نمبر۱۴۱ میں ارشاد باری ہے (وکلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ اور اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھل دے اور اس کی کٹائی کے دن اس کے حق ادا کرو) حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ فصل کی کٹائی کے وقت زکوۃ کے علاوہ اس حق کی ادائیگی واجب ہے (دیکھئے مادہ زکوۃ نمبر۹ کے جز ھ کا جز ۴)

دوم ۔ جب محتاج شخص صدقہ طلب کرے ۔ اس پر بیہقی کی حضرت ابن عمرؓ سے روایت دلالت کرتی ہے ۔ وہ یہ کہ حضرت ابن عمرؓ بیمار پڑ گئے اور انگور کھانے کی خواہش ظاہر کی ۔ انگور ابھی نئے نئے آئے تھے ۔ آپ کی بیوی صفیہ نے ایک درہم دے کر انگوروں کا ایک گچھا خرید لیا' انگور لانے والے کے پیچھے پیچھے ایک سائل بھی آگیا جب دروازے پر پہنچا تو صدا دی کہ "سائل ہوں' سائل ہوں" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ گچھا اسے دے دو' چنانچہ اسے دے دیا گیا ۔ پھر ایک درہم بھیج کر ایک گچھا خریدا اور لانے والے کے پیچھے پیچھے سائل بھی آگیا اور اس نے حسب سابق صدا دی' آپ نے اسے سائل کو دے دینے کا حکم دیا' پھر صفیہ نے سائل کو پیغام بھیجا کہ اگر پھر آئے تو خدا کی قسم میری طرف سے تمہیں کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوگی' اس کے بعد انہوں نے ایک درہم بھیج کر انگور منگوائے [۲] ۔

سوم: اگر کوئی شخص صدقہ کے طور پر ایک چیز کا تعین کر دے تو اسے نکالنا اس پر واجب ہو جائے گا ۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر ۴)

۳ ۔ صدقہ کرنے والا: صدقہ تبرع کی ایک صورت ہے اس لئے صدقہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے تبرع کرنے کا اختیار حاصل ہو (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳)

۴ ۔ وہ شخص جس پر صدقہ کیا جائے یعنی متصدق علیہ: اس کا محتاج ہونا بالاتفاق شرط ہے ۔ اگر کوئی شخص صدقہ لے کر مسکین کو دینے گھر سے باہر آئے اور اس وقت مسکین جا چکا ہو تو وہ یہ صدقہ کسی اور مسکین کو دینے کے لئے الگ رکھے اور اسے مال کے ساتھ شامل نہ کرے [۳] ۔ اس کے لئے صدقہ کے اس مال سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہوگا ۔ حضرت ابن عمرؓ اس بارے میں بہت سختی کرتے تھے صدقہ طلب کرنا صرف اس شخص کے لئے جائز ہے جس پر کسی خون کی دیت لازم ہوگئی ہو یا وہ سخت جرمانے اور دین کی زد میں آگیا ہو یا ذلت آمیز تنگدستی سے دوچار ہوگیا ہو (دیکھئے مادہ استجداء) نیز (مادہ احتراف نمبر ۲ کا جزب)

۵ ۔ متصدق علیہ صدقہ کا کب مالک بنتا ہے؟

ہم نے گذشتہ فقرے میں کہا ہے کہ صدقہ کرنے والا جب صدقہ اپنے مال سے الگ

کرکے اس کا تعین کردے تو اس پر اس کا نکالنا لازم ہو جاتا ہے تاہم اس طرح علیحدہ اور متعین کردینے کی بنا پر فقیر اس صدقہ کا مالک نہیں بن جاتا بلکہ اس پر قبضہ کرکے ہی اس کا مالک بنتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کوئی صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک اس پر قبضہ نہ کرلیا جائے"[۴]۔

اس بارے میں صدقہ کی حیثیت وہی ہے جو دیگر تمام تبرعات کی ہے (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴)

٦۔ صدقہ میں دی جانے والی چیز: اگر کوئی شخص ایک چیز صدقہ میں دے دے اور پھر یہی چیز خریداری یا وراثت یا ہبہ کے ذریعے اس کی ملکیت میں دوبارہ آجائے تو وہ اسے اپنے پاس نہ رکھے بلکہ اس کا صدقہ کردے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۱۳) نیز (مادہ بیع نمبر۳ کا جز واؤ)

انسان کے اپنا سارا مال صدقہ کردینا (دیکھئے مادہ اسراف نمبر۲)

قربانی میں سے صدقہ میں دیا جانے والا گوشت (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۵ کا جز ب)

اپنی پسندیدہ ترین چیز کا صدقہ کرنا (دیکھئے مادہ صدقۃ نمبر۷)

٧۔ پسندیدہ چیز کا صدقہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۹۲ تلاوت فرماتے جس میں ارشاد باری ہے (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں پسند ہوں) اور یہ مفہوم اخذ کرتے کہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں موجود افضل ترین اشیاء صدقات کے لئے منتخب کرے خواہ یہ صدقات فرض ہوں یا نفل [۴-ب]۔ بلکہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی چیز دل کو بھاجاتی تو اس کا صدقہ کردیتے۔[۵]۔ اور یہ امید کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی پوری جزا دے گا۔ اس بارے میں آپ سے بہت سی روایتیں منقول ہیں۔ ایک دن آپ نے فرمایا: "میرا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے" آپ کے لئے مچھلی تلی گئی اور آپ کے سامنے رکھ دی گئی۔ اتنے میں ایک سائل آگیا اور آپ کے حکم سے وہ مچھلی اس کے حوالے کردی گئی[٦]۔

نافع روایت کرتے ہیں کہ آپ شکر خریدتے اور اس کا صدقہ کردیتے۔ ہم آپ

سے کہتے کہ اگر آپ اس کے ثمن سے طعام خرید کر صدقہ کرتے تو فقراء کے لئے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ آپ جواب میں فرماتے کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ مجھے معلوم ہے لیکن میں نے اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون) آپ شکر کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے [7]۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "یہ آیت (درج بالا آیت) ایک دفعہ میرے ذہن میں آئی میں نے اللہ کی دی ہوئی چیزوں کو شمار کیا اور مجھے پتہ لگا کہ ایک رومی لونڈی ان چیزوں میں مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ میں نے کہا کہ یہ لونڈی لوجہ اللہ آزاد ہے۔ اگر میرے لئے اس بات کی گنجائش ہوتی کہ اللہ کے لئے دی ہوئی چیز کو دوبارہ اپنی ملکیت میں لے آؤں تو میں اس سے نکاح کر لیتا" پھر آپ نے نافع کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا [8]۔ نافع کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ کا لگاؤ بڑھ جاتا تو اسے اللہ کے لئے صدقہ کر دیتے۔ ہم حج پر تھے اور ایک عمدہ اونٹ پر سوار تھے جسے کافی مال دے کر خریدا تھا۔ جب آپ کو اس کی رفتار اور اس کے بیٹھنے کا انداز بہت پسند آیا تو آپ اس سے اتر پڑے اور مجھ سے فرمایا کہ اس کا کجاوہ اور مہار اتار کر اسے جل پہنادوں اور اس کا اشعار کر کے اسے ہدی بنادوں اور قربانی کے جانوروں میں شامل کر دوں [9]۔

آپ نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سواری کی تو وہ آپ کو بہت اچھا لگا آپ نے نافع سے فرمایا کہ اسے صدقات کے اونٹوں میں شامل کر دو [10]۔

بقول نافع حضرت ابن عمرؓ کے بعض غلاموں کو آپ کی اس کیفیت کا پتہ چل گیا۔ پھر ان میں سے کوئی غلام مسجد میں چلا جاتا اور وہیں عبادت میں مصروف رہتا جب آپ اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اسے آزاد کر دیتے۔ آپ کے رفقاء آپ سے کہتے کہ یہ غلام آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ آپ جواب میں فرماتے: "جو شخص ہمیں اللہ کے واسطے سے دھوکا دے گا ہم دھوکا کھا جائیں گے" [11]۔

حضرت ابن عمرؓ اس سلسلے میں اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ سے متاثر تھے' حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کو لکھا کہ وہ ان کے لئے جلولاء کے جنگی قیدیوں میں سے کوئی لونڈی خرید لیں۔ جب لونڈی حضرت عمرؓ کے سامنے آئی تو انہوں نے اسے

بہت پسند کیا اور پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون)"
اور پھر اسے آزاد کر دیا[۱۲]۔

صدید (پیپ)

۱۔ تعریف: صدید اس زرد رنگ کے مواد کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے زخم بگڑ جاتا ہے۔

۲۔ صدید کے احکام: حضرت ابن عمرؓ خون کو نجس اور ناقض وضو قرار دیتے تھے لیکن آپ پیپ کو ایسا نہیں سمجھتے تھے[۱۳]۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے چہرے پر موجود ایک پھنسی کو دبا دیا اور اس سے کچھ مواد خارج ہوا ایک روایت میں ہے کہ اس سے خون کی شکل کا مواد نکلا آپ نے دو انگلیوں سے اسے کھرچ دیا اور وضوء کئے بغیر نماز پڑھ لی[۱۴]۔
(دیکھئے مادہ دم نمبر ۲) راجح بات یہی ہے کہ پھنسی سے خارج ہونے والا مواد پیپ تھا خون نہیں تھا۔

صرف (سونے چاندی کی بیع)

۱۔ تعریف: اثمان (درہم و دینار یعنی سونے چاندی) کی ایک دوسرے کے بدلے بیع کو صرف کہتے ہیں۔

۲۔ بیع صرف کے احکام (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز الف)

صغیر (نابالغ)

۱۔ تعریف: صغیر اس بنی آدم کو کہا جاتا ہے جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

۲۔ صغیر کے احکام: جب نابالغ کو دائیں اور بائیں کی پہچان ہو جائے تو اسے نماز سکھائی جائے (دیکھئے مادہ اب) نیز (مادہ علم نمبر ۲)

نابالغ محصن نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کا جز الف)

نابالغ کا دیا ہوا امان (دیکھئے مادہ امان نمبر ۲)

نابالغ کی تادیب (دیکھئے مادہ تادیب)

نابالغ کا بوسہ لینے پر وضوء کرنا (دیکھئے مادہ تقبیل نمبر ۳ کا جز الف)
نابالغ کو خطرناک حرفتوں کے سیکھنے کا موقع نہیں دینا چاہئے (دیکھئے مادہ حجامتہ نمبر ۲)
نابالغ کی طرف سے رمی جمار (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲ کا جز ھ)
ولی کا نابالغ کو لے کر طواف کرنا اور اس کی طرف سے سنت طواف ادا نہ کرنا
(دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کے جز ح کا جز ۴)
نابالغ کو ریشم پہنانا (دیکھئے مادہ حریر نمبر ۲ کا جز ب)
نابالغ کی رضاعت (دیکھئے مادہ رضاع)
نابالغ کے مال کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز الف)
نابالغ کے مال کو تجارت اور مضاربہ پر لگانا (دیکھئے مادہ شرکتہ نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲)
نابالغ کی نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ۲)

الصفا (کوہ صفا)

صفا اس بلند جگہ کا نام ہے جو کعبہ سے قریب ہے اور حج یا عمرہ کرنے والا جس سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ابتدا کرتا ہے
صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷)
سعی کے اندر عورت صفا پر نہ چڑھے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ج)

صلاۃ (نماز)

درج ذیل نقاط کے تحت نماز سے متعلق حضرت ابن عمرؓ کی آراء کو ہم زیر بحث لائیں گے

(۱) تعریف (۲) نماز اسلام کا رکن ہے (۳) نماز کس پر فرض ہوتی ہے (۴) فرض نمازیں (۵) نماز کی شرطیں (الف) طہارت (ب) ستر پوشی (ج) قبلہ رخ ہونا (د) وقت (ھ) نیت (۶) سترہ قائم کرنا اور سامنے سے گذرنے والے کو ہٹانا (۷) نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات (۸) نماز کو باطل کردینے والی اور باطل نہ کرنے والی باتیں (۹) نماز کے افعال (۱۰) سفر میں

نماز (۱۱) صلوۃ الخوف (۱۲) نماز میں حدث لاحق ہو جانا (۱۳) نماز میں شک اور سہو لاحق ہو جانا (۱۴) نماز میں آیت سجدہ کی قرات (۱۵) نماز کے اندر کسی اور کو کسی بات سے آگاہ کرنا (۱۶) نماز میں تخفیف (۱۷) نماز کا اعادہ (۱۸) نماز سے فراغت (۱۹) نماز کے بعد دعا مانگنا (۲۰) نماز کی قضا (۲۱) باجماعت نماز (۲۲) جمعہ کی نماز (۲۳) عیدین کی نماز (۲۴) نفل نماز (۲۵) فجر کی سنتیں (۲۶) ظہر کی سنتیں (۲۷) جمعہ کی سنتیں (۲۸) مغرب کی سنتیں (۲۹) عشاء کی سنتیں (۳۰) چاشت کی نماز (۳۱) ظہر اور عصر کے درمیان نوافل (۳۲) مغرب اور عشا کے درمیان نوافل (۳۳) نوافل شب (۳۴) تراویح کی نماز (۳۵) سنت طواف (۳۶) نماز استسقاء (۳۷) صلوۃ الکسوف (۳۸) تحیۃ المسجد کی نماز (۳۹) سفر کی سنتیں (۴۰) جنازے کی نماز

۱۔ تعریف: نماز ان مخصوص اقوال وافعال کا نام ہے جن کی ابتداء تکبیر تحریمہ سے ہوتی ہے اور انتہاء سلام پھیرنے کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲۔ نماز رکن اسلام ہے: (مادہ اسلام نمبر ۲) میں گذر چکا ہے کہ نماز ارکان اسلام میں سے ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول بھی گذر چکا ہے کہ "اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ اقامت صلوۃ، زکوۃ کی ادائیگی دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے۔ رمضان کے روزے اور صاحب استطاعت کے لئے بیت اللہ کا حج

۳۔ نماز کن لوگوں پر واجب ہوتی ہے: نماز ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص کسی نماز کے پورے وقت کے دوران بے ہوش رہے اور ہوش میں نہ آئے تو اس پر یہ نماز واجب نہیں ہوگی اور اس پر اس کی قضا بھی نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ اغماء نمبر ۲)

نابالغ کو جب دائیں بائیں کی پہچان ہو جائے تو اسے نماز کی تعلیم شروع کر دی جائے گی (دیکھئے مادہ علم نمبر ۲) نیز (مادہ اب)

میت پر واجب نذر نمازیں اس کے ورثاء پوری کریں گے (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۵)

نماز فرض عین ہے جس پر یہ واجب ہو وہی اس کی ادائیگی کرے گا کوئی اور اس کی

ادائیگی نہیں کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ ہی کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے" [15]۔

۴۔ فرض نمازیں: ایک مسلمان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔

فجر کی نماز: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں سے ایک روایت کے مطابق فجر کی نماز "صلوٰۃ وسطیٰ ہے" آپ نے فرمایا: "صلوٰۃ وسطیٰ" فجر کی نماز ہے۔" [16]۔

ظہر کی نماز: حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق یہ نماز "صلوٰۃ وسطیٰ" ہے۔ سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر ابراہیم بن طلحہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سعید نے کہا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ "ظہر کی نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔ پھر ان کے پاس سے حضرت ابن عمرؓ گذرے۔ عروہ نے کہا کہ کسی کو بھیج کر ابن عمر سے یہ بات معلوم کرو۔ ہم نے ایک غلام کو اس طرف بھیج دیا۔ اور اس نے آکر بتایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے، ہمیں غلام کی بات پر یقین نہیں آیا۔ چنانچہ ہم سب اٹھ کر آپ کے پاس چلے گئے۔ آپ نے فرمایا" صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے" [17]۔

عصر کی نماز: حضرت ابن عمرؓ سے تیسری روایت کے مطابق یہ نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔ آپ نے فرمایا: "صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے" [18]۔

مغرب کی نماز: یہ عشاء اول بھی کہلاتی ہے۔

عشاء کی نماز: حضرت ابن عمرؓ اس نماز کو "عتمہ" کے نام سے پکارنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر آپ کسی کو عشاء کی نماز کے لئے عتمہ کا لفظ کہتے ہوئے سنتے تو چیخ کر اسے غصے سے کہتے کہ: "یہ عشاء کی نماز ہے" [19]۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص عتمہ کی نماز کہے گا وہ گنہگار ہوگا" [20]۔ آپ کو عتمہ کا نام حضور ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ناپسند تھا کہ: "بدوی لوگ کہیں تمہاری نماز عشاء کے نام کے سلسلے میں جسے وہ عتمہ کے نام سے پکارتے ہیں، تم پر غالب نہ آجائیں کیونکہ یہ لوگ تاریکی (عتمہ) میں اونٹنیوں کا دودھ دوہتے ہیں" [21]۔

۵۔ نماز کی شرائط: جب تک درج ذیل شرائط کا تحقق نہیں ہوجائے گا نماز درست نہیں

ہو گی۔

الف۔ طہارت: اس کی دو قسمیں ہیں حدث سے طہارت اور نجاست سے طہارت۔

۱۔ حدث سے طہارت: اگر کوئی شخص بے وضو نماز پڑھے گا تو اس کی نماز درست نہیں ہو گی' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں ہو گی" [۲۲]۔
نیز فرمایا: "کوئی شخص بے وضو سجدہ نہ کرے' بے وضوء قرآن نہ پڑھے اور بے وضو جنازے کی نماز نہ پڑھے" [۲۳]۔
ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ صبح کی یا ایک روایت کے مطابق عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ کو یاد آیا کہ آپ بے وضو تھے تو آپ نے نماز دہرائی' رفقاء نے نہیں دہرائی [۲۴]۔
اگر نماز کے دوران نمازی کو حدث لاحق ہو جائے اور اس میں اس کا تعمد نہ ہو تو وہ نماز سے نکل کر وضوء کرے گا اور نماز کو باطل کر دینے والی کوئی حرکت مثلاً گفتگو یا کشف ستر وغیرہ کئے بغیر واپس آ کر اپنی نماز مکمل کرے گا اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول نص کا آگے ذکر ہو گا۔

۲۔ نجاست سے طہارت: یہ طہارت بدن' کپڑے اور نماز کی جگہ کی طہارت کو شامل ہے۔ ابن افلح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جنابت والے کپڑوں میں نماز پڑھ لی اور پھر حضرت ابن عمرؓ کے کہنے پر اپنی نماز لوٹائی [۲۵]۔
آپ سے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس سے روک دیا اور فرمایا: "بھیڑ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھ لو" [۲۶]۔
یہ ایک ایسی تفریق ہے جس کا مفہوم سرے سے سمجھ میں نہیں آتا لیکن اس کے بارے میں نص بھی وارد ہو چکا ہے امام مسلم نے "صحیح مسلم" کے اندر روایت کی ہے اور راوی حضرت جابر بن سمرہؓ ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آیا ہم بھیڑ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ یعنی باڑوں میں نماز ادا کر لیں آپ ﷺ نے اس کا جواب اثبات میں دیا لیکن جب سائل نے دریافت کیا کہ آیا ہم اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے اس کا جواب نفی میں دیا

اگر نمازی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے اور اسے اس کا علم نہ ہو تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے کہنے لگے "میں اپنے کپڑے میں منی کا نشان دیکھتا ہوں اور میں نے اسی کپڑے میں نماز پڑھی ہے" پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ جگہ کھرچ دی اور نماز کا اعادہ نہیں کیا[۲۷]۔

اگر نمازی کو نماز کے اندر کپڑے کی نجاست کا علم ہو جائے تو اسے اتار دے یا پاک کرلے اور اپنی نماز جاری رکھے اسے نماز کے اعادے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر اپنے کپڑے پر اگر خون دیکھ لیتے اور اسے دور کرسکتے تو دور کردیتے۔ اگر دور نہ کرسکتے تو نماز سے نکل کر اسے دھولیتے اور باقیماندہ نماز ادا کرلیتے[۲۸]۔

ب۔ سترپوشی: مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنے تک ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر میرے پاس صرف ایک کپڑا ہو جسے میں ازار کی طرح باندھ سکوں تو مجھے یہ بات اس امر کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہوگی کہ میں اسے پورے جسم پر لپیٹ لوں جس طرح یہود لپیٹ لیتے ہیں یعنی کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال لیتے ہیں"[۲۹]۔

اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ نماز کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈھانپنا ضروری ہے۔ یہ بات حضور ﷺ سے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے ماخوذ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان دونوں کپڑوں میں وہ نماز پڑھ لے اگر اس کے پاس صرف ایک کپڑا ہو تو اسے ازار کے طور پر باندھ لے اور یہودیوں کی طرح اسے اپنے جسم پر نہ لپیٹے"[۳۰]۔

اگر نمازی کے پاس سترپوشی کے لئے کوئی کپڑا نہ ہو تو برہنہ جسم بیٹھ کی نماز پڑھ لے اور اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان لوگوں کے بارے میں جن کا جہاز ٹوٹ گیا تھا اور وہ سب کے سب برہنہ جسم باہر آئے تھے' فرمایا تھا کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں اور اپنے سر سے رکوع اور سجدے کے لئے اشارہ کریں[۳۱]۔

ج۔ قبلہ رخ ہونا: نماز کی صحت کے لئے قبلہ رخ ہونا شرط ہے۔ اگر کعبہ نظر آرہا ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا شرط ہوگا اور اگر کعبہ اس سے دور ہو تو اس کی جہت کی

طرف رخ کرنا کافی ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے" [۳۲]۔ نیز فرمایا: "جب تم مغرب کو اپنے دائیں ہاتھ رکھو اور مشرق کو بائیں ہاتھ تو قبلہ رخ ہونے کے لئے ان دونوں کے درمیان قبلہ ہوگا" [۳۳]۔

مسافر اگر اپنی سواری پر نفل نماز ادا کرے تو نماز کی صحت کے لئے قبلہ رخ ہونا شرط نہیں ہوگا بلکہ جس طرف سواری کا رخ ہوگا اسی طرف اس کا قبلہ ہوگا۔ اسی طرح یہ شرط اس شخص کی نماز کے لئے بھی نہیں ہے جس سے قبلہ گم ہوگیا ہو اور اسے قبلے کا پتہ نہ چل سکے اور پھر تحری کر کے نماز پڑھ لے اور اس کے بعد معلوم ہو کہ قبلہ غلط ہوگیا ہے کیونکہ ارشاد باری ہے (وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہیں اس لئے تم جس طرف رخ کرو اللہ کی ذات وہاں موجود ہوگی) [۳۴]۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۱۵۔

مسلمان کے لئے جوف کعبہ میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جب کعبہ شریف کے اندر داخل ہوتے تو اپنے چہرے کے رخ چلتے جاتے اور باب کعبہ کو اپنی پشت کے رخ رکھتے حتی کہ جب کعبہ کی سامنے والی دیوار اور آپ کے درمیان تقریباً تین گز کا فاصلہ رہ جاتا تو وہیں کھڑے ہو کر نماز ادا کر لیتے۔ آپ کعبہ کے اندر اس مقام پر پہنچنے کی کوشش کرتے جس کے متعلق حضرت بلالؓ نے آپ کو بتایا تھا کہ یہاں حضور ﷺ نے نماز ادا کی تھی' آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص کعبہ کے اندر اس کے کسی گوشے میں نماز پڑھ لے" [۳۵]۔

حضرت ابن عمرؓ طواف کے بعد کعبہ میں داخل ہوتے اور وہاں طواف کی دو رکعتیں ادا کر لیتے [۳۶]۔

د۔ نماز کا وقت ہونا:

ا۔ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک ہے صحابہ کرامؓ کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ظہر کا وقت نصف النہار کے بعد آسمان کے وسط سے سورج کے ڈھل جانے سے لے کر [۳۷]۔ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک ہے۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت

ابن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی میں نے آپ کی نماز کے وقت کا اندازہ لگانا چاہا اور اپنے سائے کا اندازہ لگایا تو ناپنے پر یہ سایہ تین گز نکلا[۳۸]۔ ابو مجلز کی حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ یہ نماز ظہر کی نماز تھی۔ ابن ابی شیبہ نے اس پر باب قائم کیا ہے۔ جب ابو مجلز نے ظہر کی نماز پڑھی اور ان کا سایہ تین گز تھا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ عصر کی نماز کا وقت صرف اس صورت میں داخل ہوگا جب سایہ اس سے زیادہ ہوجائے اور ہر چیز کا سایہ دو مثل ہوجائے۔

عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے سے لے کر غروب شمس تک ہے ابن جریج نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوجائے تو اس کے اہل و عیال اور اس کا مال گویا تباہ ہوگئے" میں نے عرض کیا "یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں"[۳۹]۔

مغرب کا وقت غروب شمس سے لے کر سرخ شفق کے غروب ہونے تک ہے[۴۰]۔

اور عشاء کا وقت شفق احمر کے غروب ہونے کے ساتھ داخل ہوجاتا ہے۔

وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر فجر کی نماز تک ہے[۴۱]۔

حضرت ابن عمرؓ طواف کر رہے تھے کہ اچانک صبح ہوگئی آپ نے وتر پڑھ لی[۴۲]۔

۲۔ اگر دخول وقت سے پہلے کوئی شخص نماز ادا کرلے تو اس کی یہ نماز درست نہیں ہوگی اور اس پر نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک ہی دن میں تین مرتبہ فجر کی نماز کا اعادہ کیا کیونکہ آپ نے یہ نماز دخول وقت سے پہلے پڑھ لی تھی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز کا تین مرتبہ اعادہ کیا۔ آپ نے یہ نماز پڑھ لی تو پتہ چلا کہ ابھی رات ہے، پھر دوبارہ پڑھی اور پتہ چلا کہ ابھی رات ہے پھر آپ نے تیسری مرتبہ اس کا اعادہ کیا[۴۳]۔

۳۔ فوت شدہ نمازوں کی قضاء: اگر نماز کا وقت نکل جائے اور نماز پڑھی نہ جاسکے تو اس کی قضاء واجب ہوجائے گی۔ وبرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص وتر نہیں پڑھتا حتی کہ سورج طلوع ہوجاتا ہے، کیا وہ وتر پڑھے گا؟ آپ نے جواب دیا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم فجر کی نماز ترک کردو حتی کہ سورج نکل

آئے تو کیا تم یہ نماز پڑھو گے؟" میں نے عرض کیا: "بس رک جایئے" آپ نے فرمایا: "بس میں رک گیا" [۴۴]۔

اگر فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو حضرت ابن عمرؓ ان کی قضا کرتے اس لئے فجر کی فرض نماز رہ جانے پر اس کی قضا اولیٰ ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ اگر امام کو نماز کے اندر پاتے جبکہ ابھی آپ نے فجر کی سنتیں پڑھی نہ ہوتیں تو امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جاتے اور پھر طلوع شمس کے بعد یہ سنتیں پڑھ لیتے [۴۵]۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک شخص کو کوئی کتاب پڑھتے ہوئے پایا تو اس سے فرمایا: "یہ کیسا قاری ہے' جو شخص وقت پر نماز نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں' تم پہلے نماز پڑھ لو اور پھر جو کتاب چاہو پڑھو" [۴۶]۔

آپ کی مراد یہ تھی کہ "وقت پر نماز نہ پڑھنے والے کی کامل نماز نہیں ہوتی" جس طرح حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "مسجد کے پڑوسی کی صرف مسجد کے اندر نماز ہوتی ہے"

فوت شدہ نماز کی قضا ترتیب کے ساتھ واجب ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر نمازی کو نماز کے دوران فوت شدہ نماز یاد آجائے تو وہ اپنی نماز پوری کر کے قضا نماز پڑھے اور پھر اس کے بعد موجودہ نماز دوبارہ پڑھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص کو نمازے کے اندر اپنی فوت شدہ نماز یاد آجائے تو اس کی یہ موجودہ نماز منہدم ہو جائے گی" [۴۷]۔ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص ایک نماز بھول جائے اور پھر امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے اسے یہ نماز یاد آجائے تو وہ امام کے ساتھ اپنی نماز پوری کر لے اور پھر فوت شدہ نماز پڑھے اور اس کے بعد اپنی مذکورہ نماز دوبارہ پڑھے [۴۸]۔

ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے رمضان میں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی پھر گھر آیا اور وہاں آکر سو گیا اور دن بھر اور رات بھر سوتا رہا اور پھر اگلی صبح بیدار ہوا' حضرت ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا: "پھر تم نے کیا کیا؟" اس نے کہا میں ظہر کی نماز پڑھی آپ نے فرمایا: "تم نے ٹھیک کیا" اور پھر پوچھا کہ پھر تم نے کیا کیا؟ اس نے کہ پھر میں نے عصر کی نماز پڑھی' آپ نے فرمایا: "تم نے ٹھیک کیا پھر اسکے

بعد کیا کیا؟" اس نے کہا کہ میں نے پھر مغرب کی نماز پڑھی' آپ نے پھر وہی فقرہ دہرادیا' پھر اس نے کہا کہ میں نے پھر عشاء کی نماز پڑھی' آپ نے پھر وہی فقرہ دہرادیا' اور پوچھا کہ پھر تم نے کیا کیا اس نے کہا کہ میں نے وتر پڑھی آپ نے فرمایا: "تمہارا وتر کے ساتھ کیا کام تھا' پھر تم نے کیا کیا" اس نے کہا کہ پھر میں نے صبح کی نماز پڑھی آپ نے فرمایا: "تم نے ٹھیک کیا" [۴۹]۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک شاذ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے تمہیں یاد آئے کہ تم نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو عصر کی نماز پوری کر لو اور پھر ظہر پڑھ لو اور اگر تمہیں یاد آئے کہ تم نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور پھر پڑھ لو تو تمہارے لئے یہ کافی ہو جائے گا" [۵۰]۔

نوافل اور سنن کی قضا نہیں پڑھی جائے گی صرف وتر اور فجر کی سنتوں کی قضا پڑھی جائے گی۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

۴۔ ایسے اوقات جن میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ طلوع شمس اور غروب شمس ایسے دو اوقات ہیں جن کے اندر فرض اور نفل نمازوں کی ادائیگی حرام ہے خواہ ان نفلوں کے کوئی سبب ہو یا کوئی سبب نہ ہو آپ فرماتے: "میں کسی کو دن اور رات کے دوران کسی بھی گھڑی نماز پڑھنے سے نہیں روکتا البتہ وہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز نہ پڑھے" [۵۱]۔

آپ کی یہ ممانعت اس روایت پر مبنی تھی جسے آپ نے حضور ﷺ سے بیان کی تھی کہ "تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس اور غرب شمس کا وقت تلاش کر کے اس میں نماز نہ پڑھے کیونکہ سورج شیطان کی دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے" [۵۲]۔

بنا بریں ہم حضرت ابن عمرؓ کو دیکھتے ہیں کہ اگر آپ فجر کی سنتیں نہ پڑھ سکتے اور فجر کے فرض کی ادائیگی کے بعد وقت تنگ ہوتا یعنی فجر کی دو سنتیں پڑھنے کی گنجائش نہ ہوتی تو آپ یہ سنتیں موخر کردیتے اور سورج نکلنے کے بعد انہیں پڑھتے۔ آپ ایک دفعہ جب مسجد میں پہنچے تو جماعت شروع ہو چکی تھی' آپ نے ابھی فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں آپ جماعت میں شامل ہو گئے اور پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر

جب سورج کی روشنی پھیل گئی تو اٹھے اور سنتیں پڑھ لیں [۵۳]۔

بنابریں آپ طلوع شمس کے وقت نماز جنازہ پڑھنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے جب تک سورج بلند نہ ہو جاتا اور اسی طرح غروب شمس کے وقت' جب تک سورج غروب نہ ہو جاتا [۵۴]۔

آپ نے ایک جنازے کے متعلقین سے فرمایا: "یا تو تم ابھی جنازہ پڑھ لو یا پھر اس وقت تک رہنے دو جب تک سورج بلند نہ ہو جائے" [۵۵]۔

حضرت رافع بن خدیج ؓ کا جنازہ عصر کے بعد آیا آپ نے جنازہ والوں سے فرمایا: "اگر تم لوگ ابھی جنازہ نہ پڑھو یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگے تو پھر جب تک سورج غروب نہ ہو جائے اس وقت تک نہ پڑھو" [۵۶]۔

صبح کی اذان کے بعد فجر کی نماز کے سوا اور اس نماز کے سوا جس کا کوئی سبب ہو کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ' حضرت ابوبکر ؓ' حضرت عمر ؓ' اور حضرت عثمان ؓ' کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں' صبح کے بعد اس وقت تک کوئی نماز نہیں جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے" [۵۷]۔ نیز فرمایا: "فجر کے بعد فجر کی دو رکعتوں کے سوا کوئی اور نماز نہیں" [۵۸]۔

اور ظاہر یہی ہے کہ عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کا حکم اسی طرح ہے جس طرح فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اوقات ان دو اوقات کے لئے حریم یعنی حصار کا کام دیتے ہیں جن کے اندر نماز پڑھنا حرام ہے یعنی طلوع شمس اور غروب شمس کے اوقات' ہمیں ان حضرات سے اتفاق نہیں ہے جنہوں نے حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی ہے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی مطلقاً اباحت ہے [۵۹]۔ کیونکہ اگر نمازی سے فجر کی سنتیں رہ جائیں تو فرض پڑھنے کے بعد وہ یہ سنتیں پڑھے گا بشرطیکہ وقت کے اندر ان کے لئے گنجائش ہو [۶۰]۔

اگر کوئی شخص فجر یا عصر کی نماز کے بعد طواف کرے تو اس کے لئے طواف کی دو رکعتیں پڑھنا جائز ہو گا [۶۱]۔

اگر ان دو اوقات میں کوئی جنازہ آجائے تو جنازہ پڑھنا جائز ہو گا۔ ایوب کہتے ہیں کہ

میں نے نافع سے پوچھا کہ آیا حضرت ابن عمرؓ فجر اور عصر کی نماز کے بعد جنازہ پڑھ لیتے تھے؟ انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دے کر کہا کہ "اگر اسی وقت کے اندر جنازہ والے جنازہ پڑھ لیتے تو آپ بھی پڑھ لیتے" [۶۲]۔

۵۔ نماز کے افضل اوقات: حضرت ابن عمرؓ فرض نماز کی ادائیگی میں تعجیل اور اسے اول وقت میں ادا کر لینے کو مستحب سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کی روایت کی ہے کہ: "نماز کا اول وقت رضوان الٰہی ہے اور آخر وقت عفو الٰہی ہے" [۶۳]۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ عصر کی نماز اس وقت پڑھ لیتے جب سورج ابھی سفید یعنی چمکدار اور صاف ہوتا کبھی آپ اس کی ادائیگی میں تعجیل کر لیتے اور کبھی تاخیر [۶۴]۔

آپ مغرب کی نماز اول وقت میں پڑھتے اور فرماتے: "جس نماز کے فوت ہو جانے کا مجھے سب سے زیادہ خوف رہتا ہے وہ مغرب کی نماز ہے" [۶۵]۔

آپ عشاء کی نماز کو مقدم کر کے اول وقت میں پڑھ لیتے الا یہ کہ تھکے ہوئے ہوتے تو نماز سے پہلے سو جاتے اور گھر والوں کو حکم دیتے کہ وہ آپ کو جگا دیں۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس کی پرواہ نہ کرتے کہ عشاء کی نماز مقدم کر کے پڑھ لیں یا مؤخر کر کے اگر آپ کو خطرہ نہ ہوتا کہ نیند غالب آ جانے کی وجہ سے نماز رہ جائے گی۔ آپ بہت کم ایسا کرتے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے سے پہلے سو جاتے [۶۶]۔

جہاں تک عشا کی نماز مقدم کر کے پڑھنے کا تعلق ہے تو تقدیم کا معاملہ استحباب اور ندب پر مبنی ہے۔ "مصنف عبدالرزاق" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بعض اوقات عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے سو جاتے اور گھر والوں کو کہہ دیتے کہ وہ آپ کو جگا دیں [۶۷]۔

آپ رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لیتے پھر جب رات کو اٹھ کر تہجد ادا کرتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت بنا دیتے اور پھر جب تک چاہتے تہجد پڑھتے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیتے [۶۸]۔

حجاج بن یوسف گورنر تھا آپ نے نماز موخر کرنے پر اسے ٹوکا تھا' یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حجاج خطبہ دیتا رہا اور نماز میں تاخیر ہوگئی' آپ نے اس سے فرمایا :"سورج تمہارا انتظار نہیں کرے گا" حجاج نے جواب میں کہا کہ "میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارا سر اڑا دوں جس میں تمہاری دونوں آنکھیں ہیں" آپ نے فوراً جواب دیا :"اگر تم ایسا کرنا چاہو تو کرسکتے ہو اس لئے کہ تم بیوقوف ہو اور ہم پر مسلط کردیئے گئے ہو"[۶۹]۔

۶۔ ایک وقت میں دو نمازوں کو یکجا کردینا: ظہر اور عصر کو نیز مغرب اور عشاء کو سفر کے اندر جمع تقدیم یا جمع تاخیر کے طور پر یکجا کردینا جائز ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کا جز ۴)

حج کے اندر عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع تقدیم کے طور پر یکجا کی جائیں گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز واؤ کا جز ۱) نیز مزدلفہ کے اندر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع تاخیر کے طور پر ایک ساتھ پڑھی جائیں گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز الف) امام کے لئے جائز ہے کہ وہ بارش کے موقعہ پر مسجد کے اندر ظہر اور عصر نیز مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھادے' لوگ بھی اس کے ساتھ یہ نمازیں یکجا کرکے پڑھیں گے۔ وقت کے حاکم جب بارش کے موقعہ پر مغرب اور عشاء کی نمازیں یکجا کردیتے تو ان کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ بھی یہ نمازیں اکٹھی پڑھتے [۷۰]۔

اس جمع کی کیفیت یہ ہے کہ پہلی نماز اس کے آخر وقت تک موخر کردی جائے اور دوسری نماز کو مقدم کرکے پہلی نماز کے آخری وقت میں اس کی ادائیگی کرلی جائے۔ نافع کہتے ہیں کہ "ہمارے امراء یعنی حاکمان وقت بارش کی رات میں مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے اور شفق غروب ہونے سے پہلے عشاء کی ادائیگی میں تعجیل کرلیتے' حضرت ابن عمرؓ ان کے ساتھ یہ نمازیں ادا کرتے اور اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے"[۷۱]۔

ھ۔ نیت: نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے :"تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" (بخاری' مسلم)

۶۔ سترہ کھڑا کرنا اور نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو ہٹانا:

الف۔ نمازی کے لئے اپنے آگے سترہ قائم کرنا سنت ہے (دیکھئے مادہ سترۃ)

ب۔ نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ یعنی ناجائز ہے حضرت ابن عمرؓ خواتین کے سامنے سے گذرنے کو مکروہ تصور کرتے اگر وہ نماز میں مصروف ہوتیں۔ آپ کسی کے آگے سے نہیں گذرتے [۷۲]۔ خواہ وہ مرد ہوتا یا عورت' اگر کوئی شخص اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نمازی کے آگے سے گذرنا چاہے تو نمازی کو اسے آگے سے گذرنے سے روکنے کا حق ہوگا خواہ یہ روکنا بذریعہ طاقت کیوں نہ ہو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو گذرنے نہ دو۔ اگر وہ باز نہ آئے اور تمہیں لڑنا پڑ جائے تو لڑ پڑو" [۷۳]۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے' میں آپ کے پہلو سے گذرنے لگا آپ نے سمجھا کہ میں آپ کے سامنے سے گذرنا چاہتا ہوں' آپ جوش میں آگئے جس سے میں خوفزدہ ہوگیا اور پھر آپ نے مجھے پرے دھکیل دیا" [۷۴]۔

ایک روایت کے مطابق عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ آپ اپنے قعدہ سے اونچے ہوئے اور پھر میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے پرے کر دیا [۷۵]۔

ج۔ اگر گذرنے والا سامنے سے گذرنے پر بضد ہو جائے تو اس کے گذر جانے کا نمازی کی نماز پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کوئی چیز نماز کو قطع نہیں کرتی البتہ تم گذرنے والے کو اپنے سے پرے کر دو" [۷۶]۔

د۔ نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات

الف۔ دل کو مشغول کر دینے والا عمل: حضرت ابن عمرؓ نمازی کے لئے ہر اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے جو اس کے دل کو مشغول کر دے اور خضوع و خشوع کے اندر خلل پیدا کر دے' اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا جبکہ نمازی کا دل اس کھانے کی طرف مائل ہو ایسی صورت میں اسے چاہئے کہ اگر نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ نہ ہو تو پہلے کھانا کھا کر اپنی ضرورت پوری کر لے اور پھر نماز پڑھ لے۔ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا اور ادھر جماعت کھڑی ہو جاتی تو آپ کھانے سے فارغ ہو کر مسجد کو جاتے۔

کھانے کے دوران آپ کے کانوں میں امام کی قرات کی آواز آتی رہتی [۷۷]۔

۲۔ نمازی کے آگے کسی ایسی چیز کا ہونا جو اس کے دل کو مشغول کردے مثلاً تلوار، قرآن مجید اور نقش و نگار وغیرہ۔ مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز رہنے نہ دیتے اور اسے وہاں سے ہٹا دیتے نہ تو تلوار رہنے دیتے اور نہ ہی قرآن مجید [۷۸]۔

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی گھر میں داخل ہوتے اور جائے نماز کے قبلہ میں کوئی مصحف یا کوئی اور چیز دیکھ لیتے تو اسے وہاں سے ہٹا دیتے اور اگر دائیں یا بائیں جانب دیکھتے تو اسے وہیں رہنے دیتے [۷۹]۔

ب۔ نماز کے اندر ہر وہ بات مکروہ ہے جس کے اندر کافروں کے ساتھ تشبہ پایا جائے

ا۔ اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ تصور کرتے تھے [۸۰]۔ کیونکہ اس میں بندوں کی پرستش کرنے والوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی تھی تاہم اگر کوئی شخص قبروں کے درمیان نماز پڑھ لے تو کراہت کے ساتھ یہ نماز جائز ہو جائے گی۔ اس بارے میں نماز جنازہ کے اندر جو تسامح حضرت ابن عمرؓ کرتے تھے وہ کسی اور نماز میں نہیں کرتے تھے۔ عبدالرزاق نے نافع سے روایت کی ہے کہ ہم نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا جنازہ جنت البقیع کے وسط میں قبروں کے درمیان پڑھا تھا۔ یہ جنازے حضرت ابو ہریرؓ نے پڑھائے تھے اور حضرت ابن عمرؓ بھی موجود تھے [۸۱]۔

۲۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافروں کے لئے بنے ہوئے سنگہائے میل کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کراہت کی علت آپ نے یہ بیان کی تھی کہ یہ سنگہائے میل اہل جاہلیت کے استھانوں کے مشابہ تھے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان نصب شدہ سنگہائے میل کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ پتھروں کے بنے ہوئے تھے۔ آپ سے کراہت کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ: "میں نے انہیں انصاب یعنی نصب شدہ بتوں کے مشابہ قرار دیا ہے" [۸۲]۔

۳۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کو آپ نے مکروہ قرار دیا ہے [۸۳]۔

۴۔ نماز کے اندر سدل ثوب یعنی کپڑے کو پہن لینے کی بجائے اسے سر اور کندھوں پر ڈال کر جسم سے لٹکا لینے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت میں آپ نے سدل ثوب کو مکروہ قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس میں یہود کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جو سدل ثوب کرتے تھے [۸۴]۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے نماز میں سدل ثوب کیا تھا [۸۵]۔ تاہم آپ کا یہ فعل کراہت کے انتفاء پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ آپ بعض دفعہ ایسے افعال کر لیتے تھے جو فی الحقیقت مکروہ ہوتے مثلاً نماز کے اندر دیوار کا سہارا لینا اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ہم ایسا کرتے ہیں اور ہمارا یہ فعل اجر کو کم کر دیتا ہے" [۸۶]۔

۵۔ نمازی کے لئے اپنے جسم پر اس طرح کپڑا لپیٹ لینا یعنی کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال لینا بھی مکروہ ہے جس طرح یہود لپیٹ لیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اگر میرے پاس صرف ایک کپڑا ہو جسے میں ازار کی طرح باندھ لوں تو میں یہ بات اسے جسم پر یہود کی طرح لپیٹ لینے کی بہ نسبت زیادہ پسند کروں گا" [۸۷]۔

۶۔ نماز کے اندر دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ کا سہارا لینا بھی مکروہ ہے آپ نے ایک شخص کو نماز کے اندر ہاتھوں کے سہارے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "تم نماز کے اندر دونوں ہاتھوں کے سہارے بیٹھتے ہو جس طرح مغضوب علیہم (یہود) بیٹھتے ہیں" ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم ان لوگوں کی طرح بیٹھے ہو جن پر عذاب نازل ہوا تھا" [۸۸]۔

آپ نے ایک شخص کو اپنے بائیں ہاتھ کے سہارے قعدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: "اس طرح نہ بیٹھو' اس طرح تو وہ لوگ بیٹھتے ہیں جنہیں عذاب دیا جاتا ہے" [۸۹]۔

ج۔ ہیئت مسنونہ کی مخالفت: نمازی کے لئے مکروہ ہے کہ وہ ایسی ہیئت اختیار کرے جو نماز کی ہیئت مسنونہ کے خلاف ہو۔ اس کی چند صورتیں یہ ہیں۔

ا۔ انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر پیوست کرنا: اس طرح ہیئت اختیار کرنے والے

نمازی کے بارے میں آپ نے فرمایا: "یہ ان لوگوں کی نماز ہے جو مغضوب علیہم ہیں" [۹۰] یعنی یہود۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے نماز کے اندر اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کی تھیں [۹۱]۔

۲۔ کمر پر ہاتھ رکھنا: زیاد بن صبیح الحنفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی میں نے اپنا ہاتھ اپنی کمر پر رکھ لیا۔ جب نماز ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا: "یہ نماز کے اندر صلیب کا نشان ہے۔ اور حضور ﷺ اس سے منع فرماتے تھے" [۹۲]۔

۳۔ چہرے پر نقاب ڈالنا: حضرت ابن عمرؓ نے مرد کے لئے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ وہ چہرے پر نقاب ڈال کر نماز پڑھے [۹۳]۔

۴۔ قعدہ کے اندر ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں کا سہارا لینا: سنت طریقہ یہ ہے کہ انسان نماز میں قعدہ کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے اگر وہ یہ ہیئت مسنونہ ترک کرکے اپنے ہاتھ اپنے کنارے رکھے تو یہ بات مکروہ ہوگی۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول (مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز ب کے جز ۶) اور (مادہ اقعاء نمبر۲) میں گذر چکا ہے۔

د۔ ایسا عمل جو نمازی کو نمازیوں کی ہیئت سے خارج کردے' یہ عمل نمازی کے لئے مکروہ ہے۔ اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ دیواروں کا سہارا لینا: آپ سے نماز کے اندر دیوار کے سہارا لینے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ہم ایسا کرتے ہیں اور یہ عمل اجر کو کم کردیتا ہے" [۹۴]۔

۲۔ پھونک مارنا: حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر پھونک مارنے کو مکروہ تصور کرتے تھے [۹۵]۔

۳۔ دائیں بائیں دیکھنا: حضرت ابن عمر نماز کے اندر التفات یعنی دائیں بائیں دیکھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے [۹۶]۔

ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابن عمرؓ میرے پیچھے تھے مجھے اس کا احساس نہیں تھا میں نے منہ موڑ کر دائیں بائیں دیکھا تو آپ نے مجھے انگلی ماری [۹۷]۔ آپ نے فرمایا: "قیامت کے دن کچھ لوگ منقوصین کے نام سے بلائے

جائیں گے" رفقاء نے پوچھا کہ یہ منقوصین کون ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "تم میں سے ایک شخص اپنے وضو کے اندر نیز دائیں بائیں التفات کے ذریعے اپنی نماز کو ناقص کر دیتا ہے" [۹۸]۔

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ اگر یہ التفات بلا ضرورت ہو تو مکروہ ہو گا۔ لیکن ضرورت کی بنا پر مکروہ نہیں ہو گا۔ اس مفہوم پر ابن ابی شیبہ کی یہ روایت محمول ہو گی کہ حضرت ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابن الزبیرؓ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو التفات نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ہلتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا "لیکن ہم تو التفات بھی کرتے ہیں اور ہلتے بھی ہیں" [۹۹]۔

یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت ابن الزبیرؓ جب نماز پڑھانے کھڑے ہوتے تو نماز شروع کرنے سے پہلے صفوف درست کرانے کے لئے دائیں بائیں نہ دیکھتے' حضرت ابن عمرؓ نے ان کے اس طرز عمل پر نکتہ چینی کی تھی اور فرمایا تھا کہ "صفوف درست کرانے کے لئے میں تو دائیں بائیں دیکھتا ہوں اور جب صفیں درست ہو جاتی ہیں تو پھر نماز شروع کرتا ہوں"

۴۔ کنکریاں الٹ پلٹ کرنا: اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اندر کنکریوں کے ساتھ شغل جاری رکھا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کنکریاں الٹ پلٹ کرنا شیطانی عمل ہے" [۱۰۰]۔ اس میں وہ صورت داخل نہیں ہے کہ ہاتھ سے کنکریوں کو آہستگی سے برابر کر دیا جائے تاکہ سجدے کے اندر نمازی کی پیشانی ان پر ٹک جائے۔ ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ جب سجدے میں جاتے تو پیشانی رکھنے کی جگہ پر کنکریوں کو آہستہ سے برابر کر دیتے [۱۰۱]۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز پڑھتے تو اپنے قدموں سے کنکریوں کو برابر کر دیتے [۱۰۲]۔ تاکہ ان پر کھڑے ہونے میں آپ کو تکلیف محسوس نہ ہو اور آپ کے خشوع و خضوع میں فرق نہ آئے۔ اسی طرح چہرے پر لگی ہوئی مٹی صاف کرنے کا مسئلہ ہے اگر یہ مٹی نمازی کے دھیان کو نماز کی طرف سے ہٹا دے' حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے [۱۰۳]۔ یہ صورت اس لئے مکروہ نہیں

سمجھی گئی کہ یہ نماز کی اصلاح کے لئے تھی کیونکہ اس کے ذریعے قیام' رکوع' سجود اور خشوع و خضوع میں اہتمام کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔

ھ۔ ترفع اور تکبر کا مظاہرہ: نمازی کے لئے ہر وہ حرکت مکروہ ہے جس میں ترفع اور تکبر کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے اپنے آپ کو بلند رکھنے کی خاطر مقصورہ (مسجد کے اندر محراب کے متصل کوٹھڑی نما مخصوص جگہ) میں نماز پڑھنا۔ حضرت ابن عمرؓ اگر نماز کے وقت مقصورہ میں ہوتے تو وہاں سے نکل کر لوگوں کے ساتھ صف میں شامل ہو جاتے اور نماز ادا کرتے [۱۰۴]۔ البتہ یہ کراہت اس وقت رفع ہو جاتی ہے جب مقصورہ کے اندر نماز کسی مشروع سبب کی بنا پر ادا کی جائے مثلاً نمازی کو کسی ظالم دشمن کا خوف ہو بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے فتنہ کے دنوں یعنی خانہ جنگی کے دوران بعض والیوں کے لئے قتل ہو جانے کے خوف کو مقصورہ میں نماز ادا کرنے کا عذر قرار دیا تھا۔ عامر بن ذویب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مقصورہ کے اندر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ "حاکمان وقت نے یہ طریقہ اس سے اختیار کیا ہے کہ انہیں خطرہ ہے کہ نماز کے اندر لوگ انہیں اپنے نیزوں کا نشانہ نہ بنالیں" [۱۰۵]۔ کھجور کی چھوٹی چٹائی بچھا کر اس پر نماز پڑھنا ترفع میں داخل نہیں ہے (جیسا کہ آج کل لوگ اپنا مصلی بچھا کر اس پر نماز پڑھتے ہیں) حضرت ابن عمرؓ مسجد کے سوا دوسرے مقام پر یہ چھوٹی چٹائی بچھا کر اس پر نماز پڑھتے اس چٹائی کے نیچے گھر کی بڑی چٹائی ہوتی' آپ اس چھوٹی چٹائی پر کھڑے ہو جاتے اور نماز شروع کر دیتے اور سجدہ بھی اسی پر کرتے [۱۰۶]۔

و۔ گھٹیا لباس:

گھٹیا لباس کے اندر نماز مکروہ ہے' اس کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے مثلاً صرف شلوار پہن لے اور قمیص نہ ہو جو ناف سے اوپر والے حصوں کو ڈھانپ دے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں ایک دن مویشیوں کو چارہ کھلانے

میں مصروفیت کی بنا پر جماعت سے نماز پڑھ نہ سکا حضرت ابن عمرؓ میرے پاس آئے اس وقت میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا: "کیا تم دو کپڑے نہیں پہنتے" میں نے عرض کیا: "ہاں' دو کپڑے پہنتا ہوں" یہ سن کر آپ نے فرمایا: اگر میں تمہیں مدینہ کے کسی شخص کے پاس بھیجوں تو کیا تم ایک ہی کپڑا پہن کر جاؤ گے؟ میں نے نفی میں اس کا جواب دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: "تو کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار نہیں ہے کہ اس کے سامنے پورے لباس میں حاضری دی جائے یا لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔" [۱۰۷]

البتہ اگر نمازی کو ایک کپڑے کے سوا کوئی اور کپڑا میسر نہ ہو تو اس صورت میں یہ کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے ازار کے طور پر باندھنے کے لئے صرف ایک کپڑا میسر ہو تو یہود کی طرح اسے جسم پر لپیٹنے (بغل کے نیچے سے نکال کر کندھوں پر ڈالنے) کی بہ نسبت ازار کے طور پر اسے استعمال کرنا مجھے زیادہ پسند ہو گا [۱۰۸]۔

شلوار یا ازار کے بغیر صرف قمیص کے اندر نماز پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تھا کہ اگر صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا پڑ جائے تو پھر کونسا ایک کپڑا آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو گا؟ آپ نے جواب میں قمیص کا نام لیا [۱۰۹]۔ آپ نے خود ایک قمیص کے اندر نماز ادا کی تھی اور اس کے سوا جسم پر کوئی اور کپڑا نہیں تھا [۱۱۰]۔

ایسی صورت کے اندر نمازی کے لئے مستحب ہو گا کہ وہ اپنی کمر کسی رومال یا رسی سے باندھ لے تاکہ گریبان کے شگاف سے شرمگاہ پر اس کی نظر نہ پڑ سکے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "نماز کے اندر اپنی کمریں باندھ لو خواہ رسی سے ہی کیوں نہ باندھو [۱۱۱]"۔

عورت اپنے پورے کپڑں میں نماز پڑھے گی یعنی لمبی قمیص' دوپٹے اور چادر میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر عورت نماز پڑھے تو اسے اپنے پورے کپڑوں یعنی لمبی قمیص' دوپٹے اور چادر میں نماز پڑھنا چاہیے [۱۱۲]"۔

ز۔ گھٹیا جگہ: نمازی کے لئے گھٹیا جگہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مثلاً حمام' راستے اور

اونٹوں کے بیٹھنے کی جگھوں میں۔ [۱۱۳]۔ "مصنف عبدالرزاق" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ راستے پر نماز پڑھنے کو مکروہ تصور کرتے تھے [۱۱۴]۔

راستے پر نماز پڑھنے کی کراہت میں یہ احتمال ہے کہ نماز کی وجہ سے آنے جانے والوں کے لئے تنگی ہو جائے گی۔

ح۔ جس جگہ فرض نماز ادا کی جائے اسی جگہ نفل نماز ادا کرنا: نمازی کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ جس جگہ فرض نماز ادا کرے اسی جگہ نفل پڑھنا شروع کر دے اور وہاں سے نہ ہٹے اور نہ ہی کوئی بات کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اسی مقام پر نفل پڑھنے لگا جہاں اس نے جمعہ کی نماز ادا کی تھی آپ نے اسے ایسا کرنے سے روکدیا اور فرمایا: "میں تمہیں اسی مقام پر نفل پڑھتے ہوئے نہ دیکھوں" ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے دھکا دیا اور پھر فرمایا: "میں نے تمہیں اس لئے دھکا دیا ہے کہ تم یا تو آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ آؤ [۱۱۵]۔

عطاء کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے جس نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ ایک شخص نے فرض نماز پڑھی پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر نفل پڑھنے لگا تو آپ نے اسے دھکا دیا جب اس نے مڑ کر دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا: "تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں دھکا دیا؟" اس نے جواب دیا: "مجھے نہیں معلوم، تاہم اتنی بات مجھے معلوم ہے کہ آپ نے کسی بھلائی کی خاطر مجھے دھکا دیا ہے" آپ نے فرمایا: "ٹھیک کہتے ہو، میں نے اس لئے دھکا دیا کہ تم نے فرض نماز سے فراغت کے بعد کوئی کلام نہیں کیا اور نہ ہی آگے جا کر نماز پڑھی" [۱۱۶]۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے امام کے لئے اسے مکروہ تصور کیا ہے اور دوسروں کو اس کی رخصت دی ہے۔ [۱۱۷]۔ تیسری روایت میں ہے کہ آپ فرض نماز ادا کرنے کی جگہ میں نفل کی ادائیگی کے اندر کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ خود آپ فرض نماز ادا کرنے کی جگہ میں نفل نماز بھی ادا کر لیتے تھے [۱۱۸]۔

ط۔ جماعت کھڑی ہو جانے پر نفل نماز کی ادائیگی:

نمازی کے لئے یہ مکروہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ اس وقت نفل نیت

لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جبکہ موذن فجر کی نماز کے لئے اقامت کہہ رہا تھا۔ آپ نے مذکورہ شخص سے فرمایا: "کیا تم فجر کی نماز چار رکعت پڑھتے ہو" [۱۱۹]۔ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو فرض نماز کے ساتھ ابتدا کرے" [۱۲۰]۔ یعنی وہ سنت قبلیہ نہیں پڑھے گا۔ البتہ اگر وہ جماعت کے مقام سے ہٹ کر کسی اور جگہ سنت قبلیہ پڑھ لے یعنی فرض سے پہلے کی سنت تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں آئے تو دیکھا کہ امام نے نماز شروع کر دی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ حضرت حفصہؓ کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہاں سنت پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ [۱۲۱]

ے

ی۔ سترہ قائم کئے بغیر نمازی کے لئے نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ سترۃ)

نمازی کے لئے اس طرح نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے جس کی وجہ سے کوئی واجب عمل مثلاً خطبہ کی ساعت فوت ہو جائے (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر۴)

نمازی کو سلام کہنا مکروہ نہیں ہے (دیکھئے مادہ سلام نمبر۳ کا جز ج)

نمازی اس سلام کا جواب اشارے سے دے گا کلام کے ذریعے نہیں دے گا (دیکھئے مادہ سلام نمبر۵ کا جز الف)

۸۔ نماز کو باطل کر دینے والے اور باطل نہ کرنے والے امور

درج ذیل امور نماز کو باطل کر دیتے ہیں۔

الف۔ نماز کی کسی شرط کو عمداً ترک کر دینا: مثلاً طہارت' استقبال قبلہ اور ستر پوشی وغیرہ۔ اگر وہ کوئی شرط بھول کر چھوڑ دے اور نماز کے اندر اسے یہ شرط یاد آجائے اور پھر وہ اسے درست کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے کپڑے پر خون کا نشان دیکھا' آپ مڑے اور اشارے سے پانی منگوایا اور خون دھونے کے بعد واپس آکر باقیماندہ نماز پوری کر لی اور نماز کا اعادہ نہیں کیا۔ [۱۲۲]

ے

اگر نماز کے دوران نمازی کی اپنی حرکت کے بغیر کوئی ایسی بات لاحق ہو جائے جو

نماز کی کسی شرط کو باطل کر دے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :"نماز کے اندر جس شخص کی نکسیر پھوٹ جائے تو وہ واپس ہو جائے اور وضو کرے اگر وہ اس دوران کلام نہ کرے تو باقی ماندہ نماز پوری کر لے اور اگر کلام کر لے تو اپنی نماز نئے سرے سے پڑھے" [۱۲۳]۔ آپ نے فرمایا :"اگر نماز کے اندر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے یا قے آ جائے یا اسے مذی نکلنے کا احساس ہو تو وہ واپس ہو جائے اور وضوء کرے اور پھر کلام نہ کرنے کی صورت میں واپس آ کر اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر لے" [۱۲۴]۔ ایک دفعہ نماز کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی نکسیر پھوٹ گئی آپ اپنے مکان میں داخل ہوئے اور اشارے سے وضوء کے لئے پانی منگوایا اور وضوء کیا پھر واپس ہوئے اور باقی ماندہ نماز پوری کر لی۔ آپ نے اس دوران کوئی کلام نہیں کیا [۱۲۵]۔

ب۔ نماز کا کوئی رکن ترک کر دینا مثلاً قرآت فاتحہ [۱۲۶]۔ حضرت ابن عمرؓ فرض نماز کی کسی رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کی قرآت ترک نہیں کرتے تھے [۱۲۷]۔ آپ فرماتے :" مجھے اس عمارت یعنی کعبہ کے رب سے شرم آتی ہے کہ میں کوئی نماز پڑھوں اور اس میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت نہ پڑھوں [۱۲۸]۔

ج۔ کلام الناس کے ساتھ تکلم: پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کو نماز کے اندر حدث لاحق ہو جائے تو کلام کر لینے کی صورت میں وہ اپنی نماز نئے سرے سے پڑھے گا۔ یعنی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر نئے سرے سے نماز کی ادائیگی واجب ہو گی۔ البتہ اگر وہ ذکر الٰہی کے ساتھ کلام کرے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ حضرت ابن عمرؓ کو نماز میں اگر چھینک آ جاتی تو آپ اونچی آواز میں "الحمد للہ" کہتے اور پھر نئے سرے سے نماز شروع نہ کرتے [۱۲۹]۔

د۔ نماز کے اندر فوت شدہ نماز اگر یاد آ جائے یعنی اگر کوئی شخص نماز ادا کرنا بھول جائے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے اور اگلی نماز میں داخل ہو جائے اور پھر اس نماز کے دوران اسے فوت شدہ نماز یاد آ جائے تو مذکورہ نماز کی فرضیت باطل ہو جائے گی اور یہ نماز نفل نماز میں تبدیل ہو جائے گی۔ پھر اس پر لازم ہو گا کہ پہلے فوت شدہ

نماز پڑھے اور اس کے بعد ماز کی ادائیگی کرے جس کے اندر اسے فوت شدہ یاد آئی تھی ' حضرت ابن ۔ فرمایا: " جو شخص اپنی کوئی نماز بھول جائے اور اسے امام کے پیچھے یہ نماز یاد آئے تو امام جب سلام پھیر لے تو وہ اپنی بھولی ہوئی نماز پڑھے اور اس کے بعد اپنی موجودہ نماز ادا کرے "[۱۳۰]۔

ھ۔ کتے اور گدھے کا سامنے سے گزر جانا:[۱۳۱]۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وجہ سے اپنی دو رکعت نماز کا اعادہ کیا تھا کہ آپ کے سامنے سے کتے کا بچہ گزر گیا تھا[۱۳۲]۔ ان کی یہ روایت بھی ہے کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا میرے اور حضرت ابن عمرؓ کے درمیان کتے کا بچہ داخل ہوا اور میرے سامنے سے گزر گیا۔ مجھ سے آپ نے فرمایا کہ تم اپنی نماز دہرالو' میں اپنی نماز نہیں دہراؤں گا اس لئے کہ کتے کا بچہ میرے سامنے سے نہیں گزرا تھا[۱۳۳]۔

نمازی کے آگے سے کسی انسان کا گزر جانا اس کی نماز قطع نہیں کرتا۔ اسی طرح مذکورہ جانوروں کے سوا دیگر جانوروں کا گزرنا بھی نماز قطع نہیں کرتا۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کو محمول کیا جائے گا کہ " کوئی چیز نماز کو قطع نہیں کرتی البتہ تم اپنے سامنے سے گزرنے والے کو اپنے پاس سے ہٹاؤ "[۱۳۴]۔

و۔ ایسی حرکت جو نمازی کو نمازیوں کی ہیئت سے خارج کر دے مثلاً قدموں سے چلنا وغیرہ بشرطیکہ یہ حرکت نماز کی ضرورت کے تحت یا اپنی ذات سے کسی ضرر کو دور کرنے کی خاطر نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک پر پر پڑی آپ نے اسے بچھو سمجھا اور نماز کے اندر ہی اس پر اپنا جوتا دے مارا[۱۳۵]۔

۹۔ نماز کے افعال

الف۔ تکبیر تحریمہ: نماز کی ابتدا ایک تکبیر سے ہو گی جسے تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے یہ تکبیر کہتے وقت نمازی اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے ہاتھ کندھوں تک لے جاتے[۱۳۶]۔ ایک روایت میں ہے کہ کانوں تک لے جاتے[۱۳۷]۔ اگر آپ کسی نمازی کو نماز کے اندر ہاتھ اوپر اٹھاتے نہ دیکھتے تو اسے کنکریاں مارتے اور اسے رفع یدین کا حکم دیتے[۱۳۸]۔

نمازی اپنا سر اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھائے گا۔ ابن جریج نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ تکبیر تحریمہ کہتے وقت اپنا سر اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: "ہاں، تھوڑا سا"

ب۔ قیام

۱۔ فرض نمازوں میں قرآت کے دوران قیام فرض ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر اپنے بیمار رفقاء کو سواریوں سے اتار لیتے تاکہ وہ زمین پر فرض نماز ادا کریں [۱۳۹]۔
(دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کے جز ۵ کا جز د)

۲۔ یہ مسنون ہے کہ قیام کے دوران نمازی اپنے قدموں کے درمیان نہ تو زیادہ فاصلہ رکھے اور نہ ہی انہیں ایک دوسرے کے ساتھ چپکا دے بلکہ انہیں بین بین رکھے حضرت ابن عمرؓ اپنے قدموں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رکھتے اور نہ ہی ایک کے ساتھ دوسرے کو ملاتے بلکہ دونوں باتوں کے درمیان رہتے [۱۴۰]۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے دونوں قدم ملا کر نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: "اگر یہ شخص اپنے ایک ایک قدم پر باری باری کھڑا ہوتا تو وہ صورت اس صورت کی بہ نسبت افضل ہوتی" [۱۴۱]۔ سعد بن ابراہیم نے روایت کہ ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے دونوں قدم ملا کر نماز پڑھتے دیکھا تھا جیسا کہ ہمیں ظاہری طور پر نظر آ رہا تھا [۱۴۲]۔ اس روایت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اس طرح سہوا کیا تھا۔

۳۔ نفل پڑھنے والے کے لئے جائز ہے کہ نمازی بلا عذر بیٹھ کر نفل ادا کرے۔ ایسی صورت میں اسے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے والے کے اجر کا نصف ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "قاعد کی نماز قائم کی نماز کا نصف ہوتی ہے" [۱۴۳]۔ عورت کے لئے چوکڑی مار کر یعنی چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ خواتین کو چوکڑی مار کر نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے [۱۴۴]۔ کیونکہ یہ صورت انکے لئے زیادہ پردہ پوشی کی باعث ہوتی۔ مریض کے لئے اگر قیام کرنے میں مشقت ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ چوکڑی مار کر بیٹھے بشرطیکہ اس طرح بیٹھنے میں اسے تکلیف نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے درد کی تکلیف کی وجہ سے چار

زانو بیٹھ کر نماز پڑھی تھی [۱۴۵]۔

آپ نے ایک شخص کو چار زانو ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ٹوکا۔ اس نے کہا کہ آپ بھی چار زانو ہو کر نماز پڑھتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا :"مجھے بیماری لاحق ہے" [۱۴۶]۔

اگر مریض بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اپنی گدی کے بل لیٹ کر نماز پڑھے گا اور اپنی ٹانگیں قبلے کی طرف پھیلا دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :"مریض اپنی گدی کے بل لیٹ کر نماز پڑھے اور اپنے پاؤں قبلے کی طرف پھیلا دے" [۱۴۷]۔

ج۔ نماز شروع کرنے کی دعا: تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی اپنی نماز کی ابتدا دعائے استفتاح سے کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ تکبیر تحریمہ اور قرآت کے درمیان دعا پڑھتے تھے [۱۴۸]۔

ابوالہیثم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے:" اللہ اکبر کبیرا وسبحان اللہ وبحمدہ بکرۃ واصیلا' اللھم اجعلہ احب شیئی الی واخشی شیئی عندی" [۱۴۹]۔

حضرت ابن عمرؓ نے یہ دعا اس وقت سے پڑھنی شروع کر دی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص آیا جبکہ لوگ نماز میں تھے اور اس نے صف میں پہنچ کر یہ دعا پڑھی اللہ اکبر کبیرا والحمد اللہ کیثرا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا" جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کر لی تو استفسار فرمایا کہ یہ الفاظ کس نے کہے تھے ' مذکورہ شخص نے عرض کیا:" اللہ کے رسول ' میں نے کہے تھے' اور میں نے یہ الفاظ کہہ کر صرف خیر کا ارادہ کیا تھا" یہ سن کر حضور صلی اللہ علہ وسلم نے فرمایا:" میں نے دیکھا کہ ان کلمات کے لئے آسمان کے تمام دروازے کھل گئے تھے"حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ کلمات سن لئے اس وقت سے آج تک کبھی انہیں ترک نہیں کیا" [۱۵۰]۔

حضرت ابن عمرؓ شاید یہ کلمات دعائے استفتاح سے پہلے کہتے تھے اور شاید آپ نماز شروع کرنے کے لئے ان پر اکتفا کر لیتے تھے۔

د۔ قرآت۔

۱۔ نمازی اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنے کے بعد قرآت کی ابتدا کرے گا وہ اعوذ باللہ مخفی آواز میں پڑھے گا خواہ قرآت سری ہو یا جہری (دیکھئے مادہ استعاذہ نمبر۲) البتہ وہ ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑے گا (دیکھئے مادہ بسملہ نمبر۳)

۲۔ پھر سورۃ فاتحہ کی قرآت کرے گا۔ سورۃ فاتحہ کی قرآت فرض ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی [۱۵۱]۔ وہ فرض اور نفل نماز کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ کی قرات ترک نہیں کرے گا' حضرت ابن عمرؓ فرض نماز کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ کی قرات ترک نہیں کرتے تھے [۱۵۲]۔ آپ فرماتے: "مجھے اس عمارت (کعبے) کے رب سے شرم آتی ہے کہ میں کوئی نماز پڑھوں اور اس میں سورہ فاتحہ کی قرات نہ کروں" [۱۵۳]۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرات پر ہم باجماعت نماز کے ذیل میں بحث کریں گے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۱۲ کے جز ج کا جز ۸)

۳۔ سورہ فاتحہ کی قرات سے فارغ ہونے پر نمازی آمین کہے گا۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سورہ فاتحہ ختم کرلیتے تو آمین کہتے آپ آمین کہنا کبھی نہ چھوڑتے اور لوگوں کو آمین کہنے پر ابھارتے۔ نافع کہتے ہیں کہ اس بارے میں میں نے حضرت ابن عمرؓ سے حضور ﷺ کی حدیث سنی تھی [۱۵۴]۔

۴۔ نمازی سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی جو سورت بھی میسر ہو پڑھے گا حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں نماز کے اندر قرات یہ تھی کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور آخری دو رکعتوں میں بھی سورہ فاتحہ اور کسی اور سورت کی قرات کی جائے آپ فرماتے: "مجھے اس گھر (بیت اللہ) کے رب سے شرم آتی ہے کہ میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کی اور جو سورت میسر آئے اس کی قرات نہ کروں" [۱۵۵]۔ آپ جب تنہا نماز پڑھتے تو چار رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قرآن کی کسی ایک سورت کی قرات کرتے [۱۵۶]۔ بعض دفعہ آپ ایک رکعت کے اندر ایک پوری سورت کی قرات کرلیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ایک رکعت میں سورہ بقرہ کی قرات کرتے' آپ کی قرات کی رفتار ست تھی" [۱۵۷]۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ فرض رکعت میں طویل سورت کا کچھ حصہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلے جاتے' تو

انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا [۱۵۸]۔ بعض دفعہ آپ ایک سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر دیتے [۱۵۹]۔ اس روایت اور ماقبل کی روایت کے درمیان تناقض کا پہلو نظر آتا ہے۔ اس تناقض میں تطبیق کی خاطر ہم کہتے ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ پہلی روایت میں سورت سے آیت مراد ہو یا یہ کہ پہلی روایت کو حضرت ابن عمرؓ کے اکثر احوال پر محمول کیا جائے۔

بعض دفعہ آپ ایک رکعت کے اندر ایک سورت سے زائد کی قرات کر لیتے آپ سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ آپ بعض دفعہ فرض نماز کی ایک رکعت میں دو اور تین سورتیں پڑھ لیتے [۱۶۰]۔ بلکہ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ایک رکعت میں دس سورتیں پڑھ لیتے [۱۶۱]۔ ہشیم نے یعلی سے اور انہوں نے ابن نافع بن لبیبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے یا کسی اور نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں ایک رکعت میں مفصل (سورہ ق سے لے کر آخر قرآن تک سورتوں کو مفصل کہا جاتا ہے) سورتوں کی قرات کرتا ہوں یہ سن کر آپ نے فرمایا: "کیا تم نے ایسا کیا ہے' اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو پورا قرآن ایک ہی دفعہ نازل کر دیتا' ہر سورت کو رکوع اور سجود میں سے اس کا حصہ دو" [۱۶۲]۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اسے ایسی حالت پر محمول کیا جائے گا جس کے تحت ایک شخص طویل قرات کرنے کی یا خشوع و خضوع پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا

حضرت ابن عمرؓ فجر کی نماز میں سورہ یوسف اور سورہ کہف کی قرات کرتے [۱۶۳]۔ آپ مقیم ہونے کی صورت میں ایسا کرتے۔ اگر مسافر ہوتے تو فجر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور مفصل کی پہلی دس سورتوں میں سے کسی چھوٹی سورت کی قرات کرتے [۱۶۴]۔ ایک دفعہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ کے ساتھ (اذا الشمس کورت) کی سورت تلاوت کی [۱۶۵]۔ آپ نے ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں سورہ مریم کی قرات کی اور ایک مرتبہ کھیعص کی قرات کی [۱۶۷]۔ ایک مرتبہ سورہ ق اور سورہ (اقتربت الساعہ) کی قرات کی [۱۶۸]۔ ایک مرتبہ (لم یکن الذین کفروا) اور (انا فتحنا لک) کی قرات کی اور ایک مرتبہ (الذریات) کی قرات کی [۱۶۹]۔ عصر کی نماز میں آپ نے ایک مرتبہ (المرسلات)

اور (عم یتساء لون) کی قرات کی [۱۷۰]۔ مغرب کی نماز میں ایک مرتبہ آپ نے سورہ یس کی [۱۷۰-ب]۔ اور (عم یتسالون) کی قرات کی [۱۷۱]۔ ایک مرتبہ سورہ ق کی قرات کی [۱۷۲]۔ اور ایک مرتبہ (انا فتحنا لک) کی قرات کی [۱۷۳]۔ عشاء کی نماز میں ایک مرتبہ آپ نے (لم یکن الذین کفروا) اور سورہ فجر کی قرات کی [۱۷۴]۔ وتر کی نماز میں آپ اپنے آخری حزب (روزانہ کی تلاوت) سے قرات کرتے [۱۷۵]۔

۵۔ نمازی نماز کے اندر جتنی آیتیں تلاوت کرے انہیں شمار کرنا اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ عطاء بن السائب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ آپ نماز کے اندر آیتیں گنتے تھے [۱۷۶]۔

۶۔ دن کی نمازوں میں جہری قرات نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دن کی نمازوں میں جہری قرات کرتے دیکھا آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: "دن کی نماز میں جہری قرات نہیں ہوتی، تم اپنی قرات کو سری رکھو" [۱۷۷]۔

اگر نمازی کی زبان سے قرات کے کچھ کلمات نکل آئیں اور کوئی دوسرا شخص قرات کے دوران انہیں سن لے تو اس سے نمازی کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ دن کے وقت نفل نماز پڑھتے ہوئے اپنی قرات تمہیں سنا دیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا "ہاں' سورت میں سے بعض حصہ اور وہ بھی بہت تھوڑا ہوتا" [۱۷۸]۔: "عبداللہ بن کیسان یعنی ابو عمرالمدنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے دن کے وقت قرات کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور ہمیں اپنی قرات میں سے شاید ایک آیت سنائی [۱۷۹]

ھ۔ رکوع:

۱۔ رکوع نماز کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔ جس شخص کو رکوع مل جائے اسے رکعت مل جائے گی اور جسے رکوع نہ ملے وہ رکعت کا اعادہ کرے گا۔ اس پر باجماعت نماز کے ذیل میں بحث کی جائے گی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کے جزج کے جزے کا جزج)

۲۔ نمازی رکوع کی ابتدا تکبیر کے ساتھ کرے گا اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھائے گا [۱۸۰]۔ تمام تکبیرات انتقال میں رفع یدین کی جائے گی سلام بن

عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ بلند کرتے اور جب رکوع میں جاتے تو رفع یدین کرتے پھر جب رکعت سے اپنا سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ سجدے میں جاتے وقت آپ رفع یدین نہ کرتے [۱۸۱]۔ حضرت ابن عمرؓ سے یہی روایت صحیح ہے۔ مجاہد نے آپ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے دیکھا ہے [۱۸۲]۔ نافع نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ جب پہلے سجدے سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے [۱۸۳]۔

۳۔ مسبوق اگر نمازیوں کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے تو یہ تکبیر اس کے لئے رکوع کی تکبیر کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص رکوع کے اندر نمازیوں کے ساتھ شامل ہو جائے تو ایک تکبیر اس کے لئے کافی ہوگی" [۱۸۴]۔

۴۔ رکوع کے دوران نمازی اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے گا حضرت ابن عمرؓ رکوع کے اندر اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے تھے [۱۸۵]۔

۵۔ رکوع اور سجود کو اس قدر طویل کرنا مستحب ہے جس سے قیام کے ساتھ ایک طرح کی یکسانیت وجود میں آجائے نیز اس لئے بھی کہ رکوع اور سجود کے دوران گناہ جھڑتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس نے بڑی طویل نماز پڑھی' آپ نے پوچھا کہ اس نوجوان کو کوئی پہچانتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں اسے جانتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اگر میں اس سے واقف ہوتا تو اسے طویل رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیتا کیونکہ میں حضور ﷺ سے سنا ہے کہ: "بندہ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ لائے جاتے ہیں اور یہ گناہ اس کے سر اور کندھوں پر رکھ دیئے جاتے ہیں پھر جب رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو اس کے یہ گناہ جھڑ جاتے ہیں" [۱۸۶]۔

۶۔ اگر نمازی کسی بیماری یا کسی اور وجہ سے رکوع کرنے سے عاجز رہے تو اشارے سے رکوع کرے [۱۸۷]۔

ے۔ پھر نمازی "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے رکوع سے اٹھے خواہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا وہ امام ہو [۱۸۸]۔ اگر وہ مقتدی ہو تو امام کے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنے پر "ربنا لک الحمد" کہے اور اس میں کسی اور لفظ کا اضافہ نہ کرے [۱۸۹]۔

و۔ سجدہ: پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے۔ (مادہ سجود نمبر ۲) میں سجدے کی قدرت رکھنے والے اور قدرت نہ رکھنے والے کی کیفیت گذر چکی ہے۔ یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ سجدہ اس قدر طویل کرنا مستحب ہے کہ وہ رکوع اور قیام کے برابر ہو جائے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول پہلے گذر چکا ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جزھ کا جز ۵)

ز۔ دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ: جب نمازی پہلا سجدہ کر چکے تو اپنا دایاں قدم کھڑا رکھ کر اور بایاں قدم بچھا کر اس پر قعدہ کرے۔ حضرت ابن عمرؓ ایسا ہی کرتے تھے۔ عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دوگانہ اور وتر کے پہلے سجدے میں یہ کرتے دیکھا کہ آپ اپنے بائیں قدم کو موڑ کر اسے بچھا دیتے اور اس پر قعدہ کرتے اور دائیں قدم کو کھڑا رکھتے اور اسے کبڑا بنا دیتے [۱۹۰]۔ لیکن جب آپ بوڑھے ہو گئے تو اس طرح قعدہ کرنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا اور پھر اپنی ایڑیوں پر قعدہ کرتے [۱۹۱]۔ اور فرماتے: "میری پیروی نہ کرو میں بوڑھا ہو چکا ہوں" [۱۹۲]۔ اگر نمازی اپنے دونوں قدم کھڑے رکھ کر اپنی انگلیوں کے سروں کے سہارے قعدہ کر لے تو بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے اور فرماتے کہ یہ سنت طریقہ ہے [۱۹۲-ب]۔

ح۔ دوسری رکعت کے لئے قیام: نمازی سجدے سے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور جلسہ استراحت نہ کرے [۱۹۳]۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے کہ آیا نمازی اپنے قدموں کے بل کھڑا ہو جائے اور ہاتھوں کا سہارا نہ لے یا ہاتھوں کے سہارے کھڑے ہو جائے؟ عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے قدموں کے بل کھڑے ہوتے [۱۹۴]۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ہاتھ کے سہارے قیام کی طرف آتے [۱۹۵]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ جوان تھے تو قدموں کے بل قیام کی طرف آتے اور پھر بڑھاپے نیز بیماری

کی صورت میں ہاتھ کا سہارا لیتے۔ الازرق بن قیس نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ جب آپ دو رکعتوں کے بعد قیام کرتے تو اپنے ہاتھ سے زمین کا سہارا لیتے' میں نے آپ کے رفقا اور بیٹے سے کہا کہ شاید بڑھاپے کی وجہ سے آپ اس طرح کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ بڑھاپے کی وجہ سے اس طرح نہیں کرتے بلکہ اسی طرح ہوتا ہے[196]۔ اس روایت میں یہ احتمال ہے کہ یہ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے پہلے معاملہ کو بھول گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے پہلی بات یعنی قدموں کے بل قیام کی طرف آنے کو حضور ﷺ کی پیروی میں ترک کردیا تھا کیونکہ حضور ﷺ پر جب بڑھاپا آگیا تو آپ ﷺ ہاتھ کے سہارے سجدے سے اٹھنے لگے۔

ط۔ تشہد کے لئے قعدہ

ا۔ نماز کے اندر قعدہ اولیٰ کرنا اور اس میں تشہد پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اگر نمازی بھول کر قعدہ اولیٰ نہ کرے تو اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اگر اسے نماز کے اندر یہ یاد آجائے تو قعد اخیرہ میں دو مرتبہ تشہد پڑھے ایک مرتبہ قعد اولیٰ کی بجائے اور دوسری مرتبہ قعد اخیرہ کی بجائے اور پھر سجدہ سہو کرلے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: نماز صرف وہی ہے جس میں قرات' دو رکعتوں کے بعد جلسہ اور تشہد نیز تسلیم (سلام پھیرنا) ہو' اگر تم یہ نہ کرو تو سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرو[197]۔ حضرت ابن عمر نے نماز پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہیں کیا پھر نماز کے آخر میں آپ نے دو مرتبہ تشہد پڑھا[198]۔

قعدہ اخیرہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے[199]۔

۲۔ تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت یہ ہے کہ نمازی اپنی بائیں ٹانگ موڑ لے اور اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھے اور سرین پر بیٹھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھو اور اپنی بائیں ٹانگ موڑ لو"[200]۔ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ قاسم بن محمد نے لوگوں کے تشہد میں بیٹھنا بتایا' انہوں نے اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھی اور اپنی بائیں ٹانگ موڑلی اور بائیں سرین پر بیٹھ گئے اپنے قدم پر

نہیں بیٹھے پھر کہا: "مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ نے اس طرح کر کے دکھایا تھا اور مجھ سے بیان کیا تھا کہ ان کے والد (حضرت ابن عمرؓ) اسی طرح کرتے تھے"[۲۰۱]۔ اگر نمازی پر بڑھاپے یا بیماری یا کسی اور وجہ سے ایسا کرنا دشوار ہو تو اس کے لئے قدموں کے سروں پر بیٹھ جانا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ بیماری کی صورت میں بعض دفعہ اسی طرح کرتے تھے۔ المغیرہ بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ دونوں سجدوں سے واپس ہو کر اپنے قدموں کے اگلے حصوں پر بیٹھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپ سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا: "یہ سنت نہیں ہے میں بیماری کی وجہ سے اس طرح کرتا ہوں"[۲۰۲]۔ اگر نمازی کے لئے ایسا کرنا بھی دشوار ہو تو اس کے لئے چار زانو ہو کر بیٹھنا بھی جائز ہوگا عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے اندر چار زانو ہو کر قعدہ کرتے دیکھا۔ میں نے بھی اسی طرح کیا، اس وقت میری عمر تھوڑی تھی حضرت ابن عمرؓ نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا: "نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھو اور اپنی بائیں ٹانگ موڑ لو" میں نے کہا کہ آپ تو اسی طرح کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: "میری ٹانگیں میرا بوجھ برداشت نہیں کرسکتیں"[۲۰۳]۔ نماز کے اندر بلا عذر اقعاء مکروہ ہے (دیکھئے مادہ اقعاء)

یہ بھی مکروہ ہے کہ نمازی اپنے ہاتھوں کے سہارے قعدہ کرے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ب کا جز ۶) بلکہ اپنے ہاتھ ران پر رکھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے قعدہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے اور دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور اپنی نظر قبلے کی طرف کی اور فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا"[۲۰۴]۔ نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے قبلے کی طرف اشارہ کرے گا۔ یہ بات پہلے بھی گذر چکی ہے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک نمازی کو اس طرح کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا: "اللہ تو ایک ہے اس لئے جب اشارہ کرو تو ایک انگلی سے اشارہ کرو"[۲۰۵]۔

۳۔ نمازی تشہد پڑھے گا۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا فرض ہے اس کے بغیر نماز درست

نہیں ہوتی[۲۰۶]۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "دو رکعتوں کے بعد قعدہ صرف تشہد پڑھنے کے لئے جاری ہوا ہے"[۲۰۷]۔ حضرت ابن عمرؓ بسم اللہ کے ساتھ تشہد پڑھنے کی ابتدا کرتے آپ کہتے: "بسم اللہ' التحیات للہ........."[۲۰۸]۔ آپ تشہد کے الفاظ میں اضافے کے اندر کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔[۲۰۹]۔ کیونکہ تشہد ذکرالٰہی ہے آپ نے اس میں تھوڑا سا اضافہ کردیا تھا۔ آپ کے نزدیک تشہد کے الفاظ یہ تھے "بسم اللہ' التحیات للہ' الصلوات الطیبات" ایک روایت میں ہے کہ "الصلوات للہ' الزاکیات للہ' السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ" آپ نے فرمایا: "میں نے اس میں "وبرکاتہ" کا اضافہ کیا ہے" "السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین' شھدت ان لا الہ الا اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) آپ نے فرمایا: "میں نے اس میں "وحدہ لا شریک لہ" کا اضافہ کیا ہے "شھدت ان محمد رسول اللہ"[۲۱۰]۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)

۴۔ پھر نمازی حضور ﷺ پر درود بھیجے گا[۲۱۱]۔ اور حسب منشا دعائیں کرے گا" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب نمازی تشہد پڑھ لے تو حسب منشا دعائیں کرے"[۲۱۲]۔

۵۔ پھر دائیں طرف ایک سلام پھیرے گا اور اس کے ساتھ اپنی نماز ختم کردے گا[۲۱۳]۔ پھر اگر وہ امام ہو تو اپنے پیچھے مقتدیوں پر سلام کہے گا[۲۱۴]۔ اور اگر مقتدی ہو تو جواب میں امام پر سلام کہے گا اور اگر اس کی بائیں جانب سے کوئی سلام کہے تو وہ اسے سلام کا جواب دے گا[۲۱۵]۔

ی۔ وتر پڑھنے کی کیفیت:

ا۔ وتر کی نماز سنت ہے[۲۱۶]۔ اور اس پر سنن کے تمام احکام منطبق ہوتے ہیں بنابریں مسافر کے لئے اپنے سواری پر اس کی ادائیگی جائز ہے حضرت ابن عمرؓ نے بھی وتر کی نماز اپنی سواری پر پڑھی تھی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جزح کے جز ۵ کا جز ج) تاہم یہ دیگر سنتوں سے زیادہ موکد ہے اس لئے اس کی محافظت لازم ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ایک رات وتر نہ پڑھنے کے بدلے مجھے سرخ اونٹ دے دیئے جائیں تو بھی میں ایک رات وتر ترک نہیں کروں گا"[۲۱۷]۔

۲۔ وتر کی نماز تین رکعت ہے۔ پہلے دو رکعتیں پڑھ کر نمازی سلام پھیر لے گا اور پھر علیحدہ ایک رکعت پڑھے گا۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ سے مروی اس روایت کو محمول کیا جائے گا کہ آپ نے ایک رکعت وتر پڑھی تھی [۲۱۸]۔ المطلب بن عبداللہ نے آپ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتایا کہ وہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیریں اور پھر ایک رکعت پڑھیں' ایک شخص نے آپ کی یہ بات سن کر کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ اس طرح ایک رکعت کہیں بتیراء نہ بن جائے' حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: "تم اللہ کے رسول ﷺ کی سنت چاہتے ہو تو اللہ کے رسول کی یہی سنت ہے" [۲۱۹]۔ (البتیراء تنہا ایک رکعت نماز کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ مترجم)

۳۔ وتر کے اندر نمازی صرف رمضان کے آخری عشرے میں قنوت پڑھے گا۔ سال کے دوران کسی اور دن قنوت نہیں پڑھے گا [۲۲۰]۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صرف رمضان کے نصف آخر کے اندر وتر میں قنوت پڑھتے تھے [۲۲۱]۔ اس روایت کو درج بالا مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔ آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وتر میں قنوت پڑھنا بدعت ہے [۲۲۲]۔ اگر آپ سے اس روایت کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اسے رمضان کے نصف اول میں یا رمضان کے عشرہ اخیرہ کے سوا کسی اور وقت قنوت پڑھنے پر محمول کیا جائے گا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے حضرت ابن عمرؓ کا درج بالا قول فجر کی نماز میں قنوت کے سیاق میں وارد ہوا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کسی بھی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے [۲۲۳]۔ اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ آپ فرض نمازوں میں سے کسی بھی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے "المجموع" کے اندر امام نووی نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ قنوت کا مقام و محل رکوع کے بعد ہے [۲۲۴]۔ بلکہ الحازمی نے "الاعتبار" کے اندر ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے پر تنقید کی تھی [۲۲۵]۔ ان دونوں حضرات نے شاید یہ بات اس روایت سے اخذ کی ہے جس کا ذکر طبری نے "تہذیب الآثار" میں کیا ہے انہوں نے ابوالشعثاء سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے قنوت کے بارے میں

پوچھا تو آپ نے فرمایا: "قنوت کیا چیز ہے؟" میں نے کہا کہ نمازی قرات سے فارغ ہو کر کھڑا رہتا ہے اور دعا مانگتا ہے' یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میں نے محسوس ہی نہیں کیا کہ کوئی ایسا بھی کرتا ہو گا" الطحاوی نے ایک روایت کے مطابق اس میں یہ اضافہ بھی کر دیا ہے کے "عراقیو' میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس طرح کرتے ہو"[۲۲۶]۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول فجر کی نماز کے اندر قنوت سے بالکلیہ انکار ہے کیونکہ سائل نے اسی کے متعلق سوال کیا تھا۔ جب ہم فجر کی نماز میں قنوت کے موضوع کو زیر بحث لائیں گے تو اس بارے میں مروی آثار وہاں بیان ہوں گے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کا جز ک)

۳۔ وتر کا نقض: حضرت ابن عمرؓ رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لینا مستحب سمجھتے تھے پھر جب اس کے بعد رات کو اٹھ کو نفل پڑھنے کا ارادہ کرتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت کر دیتے پھر جب تک چاہتے نفل پڑھتے رہتے۔ جب نفلوں سے فارغ ہوتے تو ایک رکعت وتر پڑھ لیتے۔ پھر جب دوبارہ نفل پڑھنا چاہتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت کر دیتے اور پھر جب تک چاہتے نفل پڑھتے رہتے جب نفلوں سے فارغ ہوتے تو ایک رکعت وتر پڑھ لیتے۔ سالم نے آپ سے روایت کی ہے کہ جب آپ وتر پڑھ لیتے اور پھر نوافل شروع کرتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت کر لیتے اور پھر اپنے نوافل کے آخر پر وتر پڑھتے۔ زہری کہتے ہیں کہ آپ کی یہ بات جب حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہیں یہ بات اچھی نہیں لگی اور انہوں نے فرمایا: "ابن عمرؓ ایک رات میں تین مرتبہ وتر پڑھتے ہیں"[۲۲۷]۔ حضرت ابن عمرؓ خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ آپ کا اپنا اجتہاد ہے نیز یہ کہ آپ کو اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قطعی الدلالۃ نص یاد نہیں ہے۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ اپنے وتر کا نقض کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: "یہ ایک عمل ہے جو میں کرتا رہتا ہوں اور کسی سے اس کی روایت نہیں کرتا"[۲۲۸]۔ آپ نے شاید یہ طریقہ حضرت طلق بن علیؓ کی روایت سے اخذ کیا تھا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "ایک

رات میں دو وتر نہیں ہوتے [٢٢٩]۔ نیز آپ نے یہ طریقہ اس حدیث سے اخذ کیا تھا جس کی روایت خود آپ نے کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم رات کی اپنی آخری نماز کو وتر بناؤ" [٢٣٠]۔

ک۔ وتر کے سوا دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ کسی بھی نماز میں [٢٣١]۔ وتر کی نماز کے سوا [٢٣٢]۔ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنے کو آپ ایک قسم کی بدعت تصور کرتے تھے [٢٣٣]۔ صبح کی نماز کے اندر قنوت پڑھنے کے بارے میں آپ کی تنقید اور انکار کی روایتیں بہت مشہور ہیں۔ آپ خود بھی فجر کی نماز میں کبھی قنوت نہ پڑھتے [٢٣٤]۔ آپ سے جب قنوت کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ یہی فرماتے کہ: "ہم تو طول قیام اور قرآن کی قرآت کو ہی قنوت جانتے ہیں" [٢٣٥]۔ آپ سے ابوالشعثاء جابر بن زید نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "مجھے اس کا احساس نہیں ہوا کہ کوئی شخص ایسا بھی کرتا ہے" [٢٣٦]۔ ایک مرتبہ آپ نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا بارے میں اپنی تنقید اور انکار کا اظہار کرتے ہوئے ابوالشعثاء سے فرمایا: "مجھے خبر ملی ہے کہ عراق کے اندر تمہارا امام فجر کی آخری رکعت میں کھڑا رہتا ہے اور وہ اس حالت میں نہ تو قرآن کی تلاوت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ ہی رکوع میں جانے والا:" [٢٣٧]۔ ابومجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی آپ نے قنوت نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا: "میں نے آپ کو قنوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا" آپ نے جواب دیا: "یہ بات مجھے اپنے اصحاب میں سے کسی سے یاد نہیں ہے" [٢٣٨]۔ بشر بن حرب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "سورت کی قرات سے قاری کی فراغت کے بعد تم نے ان لوگوں کا قیام دیکھا ہے؟ یہ قنوت! یہ بدعت ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ اس طرح قنوت پڑھا تھا اور پھر اسے ترک کر دیا تھا" [٢٣٩]۔

١٠۔ سفر کے اندر نماز کی ادائیگی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ٣ کا جزح)

١١۔ صلوۃ الخوف

الف۔ نماز پر خوف کا اثر: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک خوف کا نماز کی رکعتوں کی تعداد پر

کوئی اثر نہیں ہوتا اگرچہ نماز کی کیفیت کے اندر اس کا اثر ہوتا ہے [۲۴۰]۔

ب۔ صلوۃ الخوف کی کیفیت : صلوۃ الخوف کی کیفیت کا خوف کے درجے کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔

ا۔ اگر خوف صرف احتیاط اور چوکنے رہنے کی حد تک ہو تو اس صورت میں صلوۃ الخوف کی ایک خاص کیفیت ہو گی جس کا ذکر حضرت ابن عمرؓ نے اس کے متعلق سوال کے جواب میں کیا آپ نے فرمایا: "امام اور لوگوں کا ایک گروہ آگے آئے گا اور امام انہیں ایک رکعت پڑھائے گا۔ اس دوران دوسرا گروہ دشمن اور پہلے گروہ کے درمیان رہے گا اور نماز نہیں پڑھے گا۔ پہلا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر پیچھے چلا جائے گا اور دوسرے گروہ کی جگہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے کھڑا ہو جائے گا اور سلام نہیں پھیرے گا اور دوسرا گروہ آگے آکر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے گا امام کی دو رکعتیں ہو جائیں گی اور وہ چلا جائے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد دونوں گروہوں میں سے ہر ایک آگے آکر خود ایک رکعت پڑھے گا اور اس طرح ہر گروہ دو رکعتیں پڑھ لے گا" [۲۴۱]۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کی روایت حضرت ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے [۲۴۲]۔

دوسرا گروہ جس نماز کو خود ادا کرے گا وہ اس کی اول نماز ہو گی اور جو نماز وہ امام کے ساتھ ادا کرے گا وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہو گا۔ [۲۴۳]۔

۲۔ اگر خوف بہت شدید ہو اور مسلمانوں کی اپنے دشمن کے ساتھ جنگ ہو رہی ہو اور ان کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں وہ جس طرح نماز پڑھ پائیں پڑھ لیں گے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: " اگر خوف اس سے بڑھ کر ہو یعنی میدان کارزار گرم ہو تو مجاہدین پیدل اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر یا سوار ہو کر قبلہ رخ ہو کر یا قبلہ رخ نہ ہو کر نماز ادا کریں گے" [۲۴۴]۔

۱۲۔ نماز کے اندر حدث لاحق ہونا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز الف)

۱۳۔ نماز کے اندر شک اور سہو لاحق ہونا (دیکھئے مادہ سجود السہو)

۱۴۔ نماز کے اندر آیت سجدہ کی قرآت (دیکھئے مادہ سجود التلاوۃ نمبر٦ کا جزج)

۱۵۔ نماز کے اندر کسی کو کسی بات کے بارے میں آگاہ کرنا

اگر نماز کے اندر کوئی ایسی بات پیش آ جائے جو نمازی سے اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ دوسرے کو اس سے آگاہ کرے مثلاً امام کا سہو' اپنے سامنے سے گزرنے والے کو ہٹانا وغیرہ تو نمازی اسے مذکورہ بات سے "سبحان اللہ" کہہ کر آگاہ کرے گا۔ یہ صورت اس وقت ہو گی جب نمازی مرد ہو۔ اگر عورت نماز میں ہو تو وہ دوسرے کو تالی بجا کر مذکورہ بات سے آگاہ کرے گی۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس سے گزرا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے ایک تسبیح یعنی سبحان اللہ کہہ کر مجھے خبردار کیا[۲۴۵]۔

۱٦۔ نماز میں تخفیف: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سفر کے اندر نماز میں تخفیف کی جائے (دیکھئے مادہ سفر نمبر۳ کے جزح کا جز ۳)

اسی طرح نماز کے اندر اس وقت تخفیف کر لی جائے جب کوئی شخص اپنی حاجت کے سلسلے میں نمازی کا انتظار کر رہا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی اور شخص اس کے انتظار میں بیٹھا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی نماز جلد ختم کر لے"[۲۴٦]۔

۱۷۔ نماز کا اعادہ: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ اگر ایک شخص کوئی فرض نماز ادا کر لے اور اس بعد اسی نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کر لے خواہ اس نے اپنی یہ نماز اپنے گھر میں پڑھی ہو یا مسجد میں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں اور پھر یہی نماز امام کے ساتھ مل جاتی ہے کیا میں امام کے ساتھ نماز پڑھ لوں" آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا کہ" امام کے ساتھ نماز پڑھ لو" اس نے پھر پوچھا کہ ان دونوں نمازوں میں سے میں کس نماز کو فرض نماز قرار دوں آپ نے جواب دیا: "کیا یہ بات تمہارے ذمہ ہے' یہ تو اللہ کے ذمے ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے تمہاری فرض نماز قرار دیدے"[۲۴٧]۔ آپ سے ایک روایت کی مطابق پہلی نماز فرض نماز ہو گی آپ

نے فرمایا: "اگر ایک شخص کوئی فرض نماز اپنے گھر میں پڑھ لے پھر مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ وہی نماز پڑھ لے تو پہلی نماز اس کی فرض نماز ہوگی اور دوسری نماز نفل ہوگی" [۲۴۸]۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور پھر نماز کا اعادہ کر لیا [۲۴۹]۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا جبکہ آپ گورنر ہاؤس میں تھے وہاں لوگ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے آپ سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے؟ آپ نے جواب دیا کہ: "میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کے اندر ایک فرض نماز دو مرتبہ پڑھنے سے منع فرمایا" [۲۵۰]۔ اگر آپ سے یہ روایت درست ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ دوسری دفعہ نماز نفل ہوگی فرض نہیں ہوگی اور نفل نماز کی ادائیگی لازم نہیں کی جاسکتی

نمازی فجر اور مغرب کی نمازوں کا اعادہ نہیں کرے گا' مغرب کا اعادہ وقت کی تنگی کی بنا پر نہیں کرے گا اور فجر کی نماز کے بعد چونکہ نفل پڑھنا مکروہ ہے اس لئے فجر کی نماز کا اعادہ نہیں کرے گا جیسا کہ (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کے جز ۴) میں گذر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اپنے گھر میں نماز ادا کرلو اور پھر تمہیں یہی نماز مسجد میں امام کے ساتھ مل جائے تو امام کے ساتھ اسے پڑھ لو' سوائے فجر کی نماز کے اور مغرب کی نماز کے جسے عشاء اولیٰ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں نمازیں دو دفعہ نہیں پڑھی جاتیں" [۲۵۱]۔

اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے اور مذکورہ شخص مسجد سے باہر ہو تو اس کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ یہ نماز باجماعت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے مسجد میں داخل نہ ہو مجاہد روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اسید کے گھر سے نکلا جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ لوگ نماز سے فارغ ہوگئے پھر آپ نے فرمایا: "میں نے گھر میں نماز پڑھ لی تھی" [۲۵۲]۔

۱۸۔ نماز سے واپس مڑنا: جب نمازی اپنی نماز ختم کرلے اور واپس جانا چاہے تو اگر چاہے دائیں جانب سے واپس ہو جائے اور اگر چاہے بائیں جانب سے واپس ہو جائے۔

حضرت ابن عمرؓ کبھی اپنی دائیں جانب سے اور کبھی اپنی بائیں جانب سے واپس ہوتے اور دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہ کرتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ اپنی دائیں جانب سے واپس ہوجائیں یا بائیں جانب سے [۲۵۳]۔
واسع بن حبان کہتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی میں نے حضرت ابن عمرؓ کو بیٹھے ہوئے دیکھا میں اپنی بائیں جانب سے واپس ہو کر آپ کے پاس آبیٹھا۔ آپ نے فرمایا: "تم اپنی دائیں جانب سے کیوں نہیں مڑے؟" میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو دیکھ کر اس طرف مڑگیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے ٹھیک کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنی دائیں جانب سے مڑا کرو" [۲۵۴]۔

۱۹۔ نماز کے بعد دعا (دیکھئے مادہ دعاء)

۲۰۔ نماز کی قضا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزد کا جز ۳)

۲۱۔ نماز باجماعت:

الف۔ نماز باجماعت کا حکم:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نماز باجماعت سنت ہے واجب نہیں ہے۔ ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ۱۷) میں دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جماعت ترک کرنے والے پر نکتہ چینی نہیں کرتے تھے بلکہ آپ خود جماعت ترک کردیتے تھے۔

۲۔ اگر چہ باجماعت نماز سنت ہے تاہم اس کی محافظت ہونی چاہئے کیونکہ اس میں فضیلت اور بہت سے فائدے ہیں۔ ایک فائدہ مجاہدہ نفس ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم پکار کے جواب دینے والے ہو تو اللہ کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دو" [۲۵۵]۔ اس مجاہدہ نفس کی سب سے شدید صورت فجر اور عشاء کی جماعتوں میں حاضری ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر ہم کسی شخص کو فجر اور عشاء کی نمازوں میں نہ دیکھتے تو اس کے بارے میں ہمیں بد ظنی پیدا ہوجاتی" [۲۵۶]۔ (یعنی یہ کہ کہیں یہ شخص منافق نہ ہو۔ مترجم)

۳۔ عورتوں کو مسجد میں جاکر باجماعت نماز کی ادائیگی سے روکا نہیں جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے بیٹے سے اس بنا پر شدید ناراض تھے کہ وہ خواتین کو نماز کے لئے جانے

سے روکتے تھے [۲۵۷]۔ تاہم ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس کے تحت مسجد کے اندر اور مسجد میں داخل ہوتے وقت یا مسجد سے نکلتے وقت عورتوں اور مردوں میں اختلاط ہونے نہ پائے۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر ہم مسجد کے اس دروازے کو عورتوں کے لئے مخصوص کردیتے تو بہتر ہوتا" پھر حضرت ابن عمرؓ زندگی بھر مذکورہ دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے [۲۵۸]۔

۴۔ سفر کے اندر جماعت سے نماز ترک کردینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ط)

۵۔ عذر کے حالات مثلاً شدید بارش' شدید آندھی وغیرہ کے اندر ترک جماعت کی رخصت ہے نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر بارش والی یا سخت آندھی والی رات ہوتی تو حضور ﷺ منادی کرنے والے کو حکم دیتے کہ وہ یہ منادی کردے کہ: "لوگو' اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو" [۲۶۹]۔ ایک سفر کے اندر ضجنان کے مقام پر سرد رات میں حضرت ابن عمرؓ نے اذان دی اور پھر اعلان کیا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو [۲۶۰]۔

ب۔ نماز باجماعت کا امام

ا۔ فاسق' بدعتی اور امام المسلمین کے باغی کی امامت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نماز بذاتہ ایک عمدہ عمل ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ جو شخص اسے نماز کی طرف بلائے وہ اس کے بلاوے پر لبیک کہنے سے باز رہے خواہ بلانے والا شخص جو بھی ہو۔ آپ فرمایا کرتے: "نماز ایک عمدہ عمل ہے اس عمدہ عمل میں میرے ساتھ جو بھی شریک ہوجائے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی" [۲۶۱]۔ نیز فرمایا: "جو شخص "حی علی الصلوۃ" کہے میں اس کی اس پکار پر لبیک کہوں گا" [۲۶۲]۔ بنا بریں آپ نے فاسق کی امامت کو جائز قرار دیا تھا۔ آپ خود حجاج بن یوسف الثقفی کے پیچھے نماز پڑھتے رہے حالانکہ وہ فاسق تھا اور بے گناہوں کا خون بہایا کرتا تھا اور لوگوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کردیتا تھا [۲۶۳]۔ ب۔ آپ نے امام المسلمین کے باغی کی امامت کو بھی جائز قرار دیا تھا۔ عمیر بن ہانی کہتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے مجھے ایک خط دے کر حجاج کے پاس بھیجا۔ جب میں اس کے پاس آیا تو اس نے چالیس منجنیق (ایسی مشین جس کے

ذریعے دشمن پر آگ اور پتھر برسائے جاتے) کھڑے کر رکھے تھے میں نے دیکھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابن عمرؓ آتے اور حجاج کے ساتھ نماز پڑھ لیتے اور جب حضرت ابن الزبیرؓ نماز پڑھاتے تو ان کے پیچھے بھی نماز ادا کرلیتے میں نے آپ سے پوچھا: "ابو عبدالرحمان، آپ ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ ان کے کرتوت دیکھ رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اے میرے شامی بھائی، میں نہ تو ان کی تعریف کرتا ہوں اور نہ ہی خالق کی معصیت کے اندر کسی مخلوق کی اطاعت کرتا ہوں" میں نے پوچھا: "آپ اہل شام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "میں ان کی تعریف نہیں کرتا" میں نے پھر پوچھا کہ آپ اہل مکہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ یعنی حضرت ابن الزبیرؓ اور ان کی جماعت کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا: "میں ان کا عذر تسلیم نہیں کرتا، یہ لوگ دنیا کی خاطر لڑ رہے ہیں اور آگ میں اس طرح گر رہے ہیں جس طرح مکھیاں شوربے میں گرتی ہیں" میں نے پوچھا کہ آپ اس بیعت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جسے ہم سے مروان نے لی ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہم جب حضور ﷺ کے دست مبارک پر سمع اور طاعت کے بیعت کرتے تو آپ ﷺ ہمیں تلقین فرماتے "جہاں تک تم سے ہو سکے" [٢٦٣]۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن الزبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھ لیتے حالانکہ وہ آپ کی نظروں میں خلیفہ کی اطاعت سے باغی تھے۔ حتی کہ فتنہ یعنی مسلمانوں کی خانہ جنگی کے ایام میں جو شخص بھی گورنر بن کر آتا۔ آپ اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتے اور اپنے مال کی زکوۃ اس کے حوالے کردیتے [٢٦٤]۔

آپ نے ایسے بدعتی کی امامت کو بھی جائز قرار دیا تھا جس کی بدعت کفر تک پہنچا دینے والی نہ ہوتی۔ بنابریں آپ نے خوارج کی امامت کو بھی جائز قرار دیا تھا آپ نجدہ بن عامر خارجی کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ خوارج کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور فرماتے: "جو شخص "حی علی الصلوۃ" کہے گا میں اسے لبیک کہوں گا اور جو شخص کہے گا "اپنے بھائی کو قتل کرنے اور اس کا مال چھیننے کے لئے آؤ" تو میں اس کی آواز پر لبیک نہیں کہوں گا" [٢٦٥]۔

۲۔ غلام کی امامت: غلام کی امامت جائز ہے بشرطیکہ وہ لوگوں کے اندر سب سے زیادہ علم والا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ اس امر پر اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ جب اولین مہاجرین آئے تو حضور ﷺ کی آمد سے پہلے عقبہ کے مقام پر اترے۔ انکی امامت حضرت ابو حذیفہ کے غلام سالم کرتے تھے۔ سالم ان میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنا جانتے تھے[۲۶۶]۔

۳۔ عورت کی امامت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرے گی تاہم عورتوں کی امامت کرنے سے اس کے لئے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ آپ اپنی ایک لونڈی کو حکم دیتے کہ وہ رمضان کی راتوں میں عورتوں کی امامت کرے[۲۶۷]۔

۴۔ تیمم کرنے والا وضوء کرنے والوں کی امامت نہ کرے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ تیمم کرنے والے کی حالت وضوء کرنے والے سے ادنیٰ ہوتی ہے جبکہ امام کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حالت مقتدی کی حالت سے ادنیٰ نہ ہو۔ بنابریں آپ یہ جائز نہیں سمجھتے تھے کہ تیمم کرنے والا وضوء کرنے والوں کی امامت کرائے۔ نافع کہتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کو جنابت لاحق ہوگئی آپ نے تیمم کیا۔ اور مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا میں نے وضوء کر رکھا تھا[۲۶۸]۔ (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۷)

۵۔ گھر والے کی امامت: گھر کا مالک دوسرے شخص کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہے حضرت ابن عمرؓ مکہ آئے آپ کے مکان پر لوگ آپ سے ملنے آئے اور پھر نماز کا وقت ہوگیا تو آپ نے ان کی امامت کی اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: "تم لوگ اپنی نماز پوری کرلو"[۲۶۹]۔

۶۔ امام راتب کی امامت: راتب امام دوسرے شخص کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہے حضرت ابن عمرؓ کی اراضی سے قریب ایک مسجد تھی وہاں نماز کے لئے اذان ہوئی۔ حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھنے کے لئے وہاں گئے۔ اس مسجد کے سامنے حضرت ابن عمرؓ کے ایک غلام کا مسکن تھا' غلام نے جو مسجد کا رکھوالی تھا آپ سے نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا: "تم اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کا مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہو' چنانچہ

مذکورہ غلام نے نماز پڑھائی"[۲۷۰]۔

۷۔ مسافر کا مقیم لوگوں کی امامت کرنا: اگر مسافر مقیم لوگوں کی امامت کرے تو یہ جائز ہے۔ ایسی صورت میں مسافر اپنی نماز سلام پھیرنے کے ساتھ ختم کرکے مقیم مقتدیوں کو اپنی نماز مکمل کرلینے کے لئے کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت عبداللہ بن صفوانؓ کی عیادت کے لئے مکہ گئے آپ مسافر تھے۔ نماز کا وقت ہوگیا تو آپ نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر ان کی طرف مڑ کر فرمایا: "اپنی نماز مکمل کرلو"[۲۷۱]۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جزح کے جز ۲ کا جز ج)

۸۔ حدث والے شخص کی امامت: اگر کوئی شخص بے وضوء لوگوں کی امامت کرے اور اسے اس کا علم نہ ہو اور پھر نماز ختم کرنے کے بعد اسے اس کا علم ہوجائے تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز درست ہوجائے گی اور امام کی نماز باطل ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ عصر کی نماز پڑھائی اور پھر آپ کو یاد آیا کہ آپ بے وضوء تھے۔ آپ نے نماز دہرائی اور مقتدیوں نے نہیں دہرائی[۲۷۲]۔

۹۔ بارش وغیرہ میں امام کا دو نمازوں کا یکجا کردینا: امام کے لئے جائز ہے کہ بارش اور سخت آندھی کی صورت میں جمع تقدیم کے طور پر مغرب اور عشاء کی نمازیں یکجا پڑھادے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۶)

۱۰۔ صفیں درست کرانا: امام کے لئے ضروری ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے صفیں درست کرانے کا پورا اہتمام کرے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے اور صفوں میں خالی جگہوں کو پر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ خیثمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو اپنی طرف اور صف میں موجود ایک اور شخص کی طرف اشارہ کرتے دیکھا۔ آپ نے صف میں خالی جگہ دیکھ لی تھی اس لئے مجھے اشارے سے آگے آنے کے لئے کہا[۲۷۳]۔

امام پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ صفوں کو سنت کے مطابق صحیح وضع پر رکھے اگر اسے نماز کے اندر اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانا پڑ جائے تو اس سے اس کی نماز کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نافع کہتے ہیں کہ میں نماز کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی بائیں جانب تنہا کھڑ

ہوگیا آپ نے مجھے اپنے دائیں ہاتھ سے کھینچ کر اپنے دائیں جانب کر لیا[٢٧٤]۔ نافع سے یہ بھی روایت ہے کہ میں ایک نماز کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے تنہا کھڑا ہوگیا اس پر آپ اپنا ہاتھ پیچھے لائے اور مجھے کھینچ کر اپنے برابر کرلیا[٢٧٥]۔

١١۔ امام جب سلام پھیرلے تو اس کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ جانا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "امام جب سلام پھیرلیتا تو اپنی جگہ سے اٹھ جاتا[٢٧٦]۔ ابن سیرین نے آپ سے پوچھا کہ امام جب سلام پھیرلے تو کیا میں اپنی جگہ سے اٹھ جاؤں؟ آپ نے جواب دیا: "امام جب سلام پھیرتا تو اپنی جگہ چھوڑ دیتا اور اس کے ساتھ ہم بھی اپنی اپنی جگہ چھوڑ دیتے"[٢٧٧]۔

١٢۔ امام کا اپنی جگہ پر نفل پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق امام کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ جس جگہ فرض پڑھائے اسی جگہ کھڑے ہوکر نفل شروع کردے۔ ایک اور روایت میں اس کے اندر کوئی کراہت نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر٨ کا جزح)

ج۔ مقتدی

١۔ سترہ: مقتدی کو اپنے لئے سترہ قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ امام کا سترہ اس کے لئے بھی سترہ ہوگا۔ (دیکھئے مادہ سترۃ نمبر٢)

٢۔ نماز کے لئے بھاگ کر جانا: نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جب نماز کی طرف آئے تو اس پر سکون اور وقار کی کیفیت ہو۔ البتہ اگر مقتدی کو تکبیر تحریمہ فوت ہوجانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے تیز قدموں سے جماعت کی طرف آنا مشروع ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ جنت البقیع میں تھے کہ آپ نے اقامت کی آواز سنی اور پھر تیز قدموں کے ساتھ مسجد میں آئے[٢٧٨]۔ عاصم بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ بازار کی مسجد کی طرف بھاگے جارہے تھے آپ کے ہاتھ میں آپ کے دونوں جوتے تھے[٢٧٩]۔

٣۔ اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کردے اور اس کا کچھ حصہ ادا ہوجانے کے بعد جماعت کھڑی ہوجائے تو اس کے لئے مستحب یہ ہوگا کہ اپنی نماز قطع کرکے جماعت میں

داخل ہو جائے اور باجماعت نماز ادا کرے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے گھر میں ابھی دو رکعتیں پڑھی تھیں کہ اقامت کی آواز سنی تو نماز قطع کر کے مسجد کو چلے گئے [۲۸۰]۔

۴۔ صف سے پیچھے ہی رکوع کرلینا: اگر نمازی مسجد میں آئے اور لوگوں کو رکوع میں پائے اور اسے رکعت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے جائز ہو گا کہ صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے اور پھر رکوع کی حالت میں چلتا ہوا صف میں داخل ہو جائے [۲۸۱]۔

۵۔ اگر مقتدی اکیلا ہو تو اس پر امام کے برابر اور اس کی دائیں جانب کھڑا ہونا واجب ہو گا اس سے پہلے نافع کا قول گذر چکا ہے کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کی بائیں جانب تنہا کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے نماز کے اندر اپنے دائیں ہاتھ سے انہیں کھینچ کر اپنی دائیں جانب کرلیا [۲۸۲]۔ نافع کا یہ قول بھی اوپر گذر چکا ہے کہ میں ایک نماز میں حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے کھڑا ہو گیا میرے ساتھ کوئی اور نمازی نہیں تھا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنا ہاتھ پیچھے لائے اور دائیں جانب اپنے برابر مجھے کھڑا کرلیا [۲۸۳]۔ اگر مقتدی ایک سے زائد ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے دو افراد کو نماز پڑھائی اور ان دونوں کو اپنے پیچھے کھڑا کرلیا [۲۸۴]۔

۶۔ صفیں سیدھی کرنا اور خلاء کو پر کرنا: مقتدیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی صفیں سیدھی اور درست کریں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "صفیں درست اور سیدھی کرنا نماز کی تکمیل میں سے ہے" [۲۸۵]۔ مقتدیوں پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ صفوں کے اندر موجود خلا کو پر کریں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میرے سامنے کے دونوں دانتوں کا گر جانا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے سامنے کی صف میں کوئی خلا دیکھوں اور پھر اسے پر نہ کروں" [۲۸۶]۔ آپ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب کہ اس کے سامنے والی صف میں خلاء تھا آپ نے اسے اس خلاء کی طرف دھکیل دیا [۲۸۷]۔ خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی آپ نے اگلی صف میں خلا دیکھا اور مجھے آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا۔ جب میں آگے نہیں گیا تو آپ نے خود آگے

بڑھ کر اس خلا کو پر کردیا[۲۸۸]۔

۷۔ مسبوق

الف۔ اگر نمازی جماعت کی نماز میں اس وقت شامل ہو جب نماز کا کچھ حصہ گذر چکا ہو تو اس صورت میں امام جس حالت کے اندر ہو وہ اس کی متابعت کرے گا خواہ یہ قیام کی حالت ہو یا رکوع کی یا سجدے کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم امام کو ایک حال میں پاؤ تو اسی طرح کرو جس طرح وہ کرتا ہے"[۲۸۹]۔ نماز میں داخل ہوجانے کے بعد مقتدی نماز کے افعال میں امام کی متابعت کرے گا یعنی اگر امام قعدہ کرے تو وہ بھی قعدہ کرے گا خواہ مقتدی کا قعدہ ایک رکعت کے بعد ہو یا دو رکعتوں کے بعد یا تین رکعتوں کے بعد۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص کسی امام کی اقتداء کرے اور اس کی دو رکعتیں ہوجائیں اور امام کی تین رکعتیں تو وہ اس کی اقتداء کرے گا اور قعدہ نہیں کرے گا"[۲۹۰]۔

ب۔ اگر مسبوق ایسے وقت میں نماز میں شامل ہو جب امام رکوع میں ہو تو تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع کرلے گا اس کی یہ تکبیر تحریمہ رکوع کی تکبیر کے لئے کافی ہوجائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص لوگوں کو رکوع میں پائے تو اس کے لئے ایک ہی تکبیر کافی ہوگی"[۲۹۱]۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جزھ کا جز۳)

ج۔ درج بالا صورت کے اندر مسبوق کو رکعت مل جائے گی اور وہ اسے نماز میں سے شمار کرے گا لیکن اگر مقتدی کے رکوع میں جانے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھالے تو اس صورت میں اس کی رکعت فوت ہوجائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم امام کو رکوع میں پاؤ اور اس کے سر اٹھانے سے پہلے تم رکوع میں چلے جاؤ تو تمہیں رکعت مل جائے گی لیکن اگر تمہارے رکوع میں جانے سے پہلے امام رکوع سے اپنا سر اٹھالے تو تم سے یہ رکعت فوت ہو جائے گی[۲۹۲]۔ اگر مقتدی امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں جاکر اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دے تو اسے اس رکعت کے اندر امام کا شریک تصور کرلیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تم آؤ جب کہ امام رکوع میں بھی ہو اور پھر اس کے سر اٹھانے سے پہلے تم رکوع میں جاکر اپنے

ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دو تو تم کو رکعت مل جائے گی "[۲۹۳]۔

د۔ جب امام اپنی نماز ختم کرلے تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی رہ جانے والی نماز پوری کرلے گا۔ انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ باجماعت نماز کا کچھ حصہ مجھ سے اگر رہ جائے اور پھر امام سلام پھیر لے تو کیا میں فوراً کھڑا ہو کر مذکورہ حصہ ادا کرلوں یا امام کے ہٹنے تک انتظار کروں؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا؟ "جب امام سلام پھیرلے تو مسبوق کھڑا ہو جائے "[۲۹۴]۔ خود حضرت ابن عمرؓ کا طریقہ کار بھی یہی تھا کہ جب باجماعت نماز کا کچھ حصہ آپ سے رہ جاتا تو امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور رہ جانے والی نماز پڑھ لیتے۔ اگر نماز کا کوئی حصہ آپ سے نہ رہتا تو جب تک امام نماز سے فارغ ہو کر کھڑا نہ ہو جاتا آپ کھڑے نہ ہوتے[۲۹۵]۔

ھ۔ امام کے ساتھ مسبوق نماز کا جو حصہ ادا کرے گا وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہوگا اور بعد میں جو حصہ ادا کرے گا وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تم امام کے ساتھ نماز کا جتنا حصہ پاؤ اسے اپنی نماز کا آخری حصہ قرار دو"[۲۹۶]۔

و۔ اگر مسافر کسی مقیم امام کی اقتداء کرے تو وہ مقیم لوگوں کی نماز پڑھے گا اور جماعت سے اس کی نماز کا جو حصہ رہ جائے گا وہ اس کی ادائیگی کرے گا خواہ یہ حصہ دو رکعتیں ہوں یا دو سے کم۔ اس کا ذکر ہم نے (مادہ سفر نمبر ۳ کے جزح کے جز ۲ کے جزج) میں کر دیا ہے۔

ز۔ مسبوق نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ ادا کرتا ہے وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہوتا ہے اور جو حصہ بعد میں ادا کرتا ہے وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہوتا ہے اس لئے حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسبوق جو حصہ بعد میں ادا کرے اگر وہ حصہ جہری قرآت والا ہو تو مسبوق بھی جہری قرآت کرلے۔ آپ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر امام کے ساتھ جہری قرآت والا حصہ آپ سے رہ جاتا تو پھر کھڑے ہو کر یہ حصہ ادا کرتے تو جہری قرآت کرتے[۲۹۷]۔

مقتدی کی قرآت خلف الامام :امام کے پیچھے مقتدی کی قرآت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق مقتدی امام کے پیچھے قرآت کرے گا خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ بیہقی نے آپ سے ایک روایت کی ہے کہ آپ امام کے پیچھے قرآت کرتے تھے [۲۹۸]۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق سری نماز کے اندر مقتدی امام کے پیچھے قرآت کرے گا اور جہری نماز میں قرآت نہیں کرے گا [۲۹۹]۔ تیسری روایت کے مطابق۔۔۔۔ یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایتوں میں صحیح ترین روایت ہے۔۔۔۔ مقتدی امام کے پیچھے قرات نہیں کرے گا۔ خود آپ امام کے پیچھے قرات نہیں کرتے تھے خواہ نماز سری ہوتی یا جہری [۳۰۰]۔ آپ فرماتے" تم میں سے کوئی شخص جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرآت کافی ہو گی اور جب تنہا نماز پڑھے تو قرآت کرے" [۳۰۱]۔ بلکہ آپ قرآت خلف الامام سے منع کرتے تھے' انس بن سیرین نے آپ سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرآت کروں ؟ آپ نے جواب دیا:" تمہارا پیٹ بڑا ہے امام کی قرآت تمہارے لئے کافی ہو گی" [۳۰۲]۔ حضرت ابن عمرؓ تراویح کی نماز تنہا پڑھنے کو جماعت کے ساتھ پڑھنے پر فضیلت دیتے تھے کیونکہ اس طرح آپ کو قرآن کی قرآت کا موقعہ مل جاتا (دیکھئے مادہ صلوۃ نمبر ۳۴)

۹۔ مقتدی کے لئے جائز نہیں کہ وہ نماز کے کسی فعل کے اندر اپنے امام سے سبقت کرے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:" جس شخص نے امام سے پہلے اپنا سر اٹھالیا اس کی کوئی نماز نہیں" [۳۰۳]۔ یعنی اس کی نماز کامل نہیں ہو گی۔ سلیمان بن کندیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اور امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیا' آپ نے میرا سر پکڑا اور اسے پہلی حالت کی طرف واپس کر دیا [۳۰۴]۔

۱۰۔ اگر امام کو قرآت کے اندر غلطی لگ جائے یا وہ بھول جائے تو مقتدی کے لئے اسے لقمہ دینا جائز ہو گا [۳۰۴ ب]۔ نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے اندر لقمہ دیتا تھا اور آپ مجھے کچھ نہیں کہتے تھے [۳۰۴ ج]۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک دفعہ مغرب کی نماز پڑھائی اور جب سورۃ فاتحہ کی قرآت کر چکے تو

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھی اور اسے کئی دفعہ دہرایا۔ یہ دیکھ کر میں نے لقمہ دیا اذازلزلت الارض" آپ نے یہ سورت پڑھ لی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھ پر نکتہ چینی نہیں کی [۳۰۵]۔

۱۱۔ نماز کی انتہا پر مقتدی کا امام کو جواب کے طور پر سلام کہنا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۵ کا جز ب)

۲۲۔ جمعہ کی نماز

الف۔ جمعہ کی نماز کن لوگوں پر واجب ہے؟

۱۔ جمعہ کی نماز مردوں پر واجب ہے عورتوں پر نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے باہر نکال دیتے تھے اور ان سے فرماتے: "یہ نماز تمہارے لئے نہیں ہے" [۳۰۶]۔

۲۔ جمعہ کی نماز مقیم پر پر فرض ہے مسافر پر نہیں (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ط)

۳۔ ایسے مقیم پر بھی جمعہ کی نماز واجب نہیں جو شہر سے اتنی دور رہتا ہو کہ اگر جمعہ پڑھنے کے لئے شہر جائے تو اگلے دن اپنے گھر اس کی واپسی ہو سکے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ایسے مقام سے جمعہ پڑھنے کے لئے آیا جائے کہ جمعہ پڑھ کر جب نمازی گھر واپس جائے تو رات گھر پر آئے" [۳۰۷]۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جمعہ اس شخص پر ہے جسے شام تک اپنے گھر پہنچ جانے کی گنجائش ہو" [۳۰۸]۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: "ہم دو فرسخ سے جمعہ پڑھنے کے لئے آتے [۳۰۹]۔ آپ طائف سے تین میل کے فاصلے پر ہوتے تو جمعہ پڑھنے کے لئے طائف نہ آتے [۳۱۰]۔

(ایک فرسخ تقریباً آٹھ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ مترجم)

ب۔ جمعہ کی شرائط

۱۔ جمعہ کے لئے شہر شرط نہیں ہے [۳۱۰-ب]۔ اگر دیہاتوں میں رہنے والے جمعہ قائم کریں تو ان کی یہ بات درست ہوگی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان چشموں پر رہنے والے لوگ جمعہ پڑھتے اور حضرت ابن عمرؓ ان پر نکتہ چینی نہ کرتے [۳۱۱]۔

۴۔ جمعہ قائم کرنے کے لئے سلطان کا وجود اس شہر یا قریہ میں شرط ہے جہاں جمعہ کی نماز ادا کی جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "زکوۃ' حدود' فئی (یعنی وہ مال جو اہل حرب سے بلا قتل و قتال حاصل ہو جائے) اور جمعہ سلطان کے حوالے ہے" [۳۱۲]۔ آپ کنوؤں اور چشموں پر رہنے والوں کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیتے تھے اور ہر ایسے قریہ والوں کو جو نقل مکانی نہ کرتے حکم دیتے کہ وہ اپنا ایک امیر مقرر کرلیں جو انہیں جمعہ پڑھایا کرے [۳۱۳]۔ ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ انہوں نے فتنہ یعنی مسلمانوں کی خانہ جنگی کے ایام میں صاحب مقصورہ کو دیکھا کہ نماز کے وقت نکل کر لوگوں کے پیچھے جاکر کہا کہ نماز کون پڑھائے گا حتی کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس سب پہنچ گئے لیکن آپ نے صاحب مقصورہ یعنی حاکم وقت سے کہا کہ آپ خود آگے بڑھ کر نماز پڑھایئے [۳۱۴]۔

مذکورہ سلطان میں عدالت کا پایا جانا شرط نہیں ہے' خواہ وہ ظالم کیوں نہ ہو اس کے لئے جمعہ قائم کرنا جائز ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ حجاج اور اس جیسے دیگر حکام کے پیچھے جمعہ کی نماز ادا کرتے [۳۱۵]۔

۳۔ جمعہ کی نماز صرف اس سب سے بڑی مسجد میں پڑھی جائے گی جہاں امام المسلمین نماز ادا کرتا ہو' البتہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہو جائے تو پھر یہ نماز متعدد مساجد میں ادا کی جاسکتی ہے [۳۱۶]۔

ج۔ کن لوگوں کو جمعہ ترک کرنے کا حق ہے؟

ا۔ مسافر کے لئے ترک جمعہ جائز ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ط)

۲۔ اگر عید اور جمعہ دونوں ایک ہی دن میں آجائیں اور ایک شخص عید پڑھ لے تو اس کے لئے جمعہ نہ پڑھنا جائز ہو گا۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے عہد میں عید اور جمعہ ایک ہی دن میں آگئے۔ انہوں نے سورج بلند ہو جانے کے بعد عید کی نماز پڑھادی اور پھر اپنے گھر چلے گئے اور عصر پڑھ کر ہی گھر سے نکلے' یہ خبر جب حضرت ابن عمرؓ کو ملی تو آپ نے اس پر کوئی تنقید نہیں کی [۳۱۷]۔

۳۔ اگر کسی کو کسی مریض وغیرہ کی مدد کے لئے بلایا جائے تو وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے نافع کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زیدؓ مقام عقیق میں اپنی اراضی میں بیمار پڑے تھے اور

بس قریب المرگ تھے۔ عقیق مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو مدینہ منورہ بھیج کر حضرت ابن عمرؓ سے مدد طلب کی اور آپ سے عقیق آنے کے لئے کہا۔ آپ نے جمعہ ترک کردیا اور ان کے پاس چلے گئے [۳۱۸]۔ (دیکھئے مادہ تمریض نمبر۳)

د۔ جمعہ کے دن کا غسل (دیکھئے مادہ سفر نمبر۳ کا جز ج) نیز (مادہ غسل نمبر۲ کا جز ھ)

ھ۔ نمازی کب نماز جمعہ کے لئے جائے؟: اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ آیت نمبر۹ میں ارشاد فرمایا (یاایھاالذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعہ فاسعوا الی ذکر اللہ وذرواالبیع' ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون اے ایمان والو' جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو' یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں اس کا علم ہو) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب امام نکلے اور موذن اذان دے دے تو گویا نماز کے لئے ندا ہوگئی" [۳۱۹]۔

و۔ امام کے نکلنے سے پہلے نفل پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے جب امام کے نکلنے کا وقت ہوتا تو اس کے نکلنے سے پہلے ہی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے [۳۲۰]۔ طحاوی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نماز جمعہ سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھتے [۳۲۱]۔

ز۔ خطبہ جمعہ اور خاموشی سے اسے سننا (دیکھئے مادہ خطبہ)

ح۔ جمعہ کی نماز کا مسبوق: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ جمعہ کی ایک رکعت پالے تو اسے جمعہ مل جائے گا اور وہ مزید ایک رکعت پڑھ کر جمعہ مکمل کرلے گا۔ لیکن اگر اسے ایک رکعت بھی امام کے ساتھ نہ ملے مثلاً وہ قعدہ اخیرہ میں جماعت کے ساتھ شامل ہو تو اسے جمعہ نہیں ملے گا بلکہ وہ چار رکعتیں پوری کرے گا اور یہ نماز اس کی ظہر کی نماز بن جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص کو جمعہ کی نماز کی ایک رکعت مل جائے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے اور اگر وہ لوگوں کو قعدہ میں پائے تو پھر چار رکعتیں پڑھے" [۳۲۲]۔

ط۔ جمعہ کے بعد مسجد میں نفلوں کی ادائیگی: حضرت ابن عمرؓ امام کے لئے جمعہ کی نماز کے

بعد مسجد میں نفل پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ عمرو بن شعیب نے جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد فوراً مسجد میں نفل کی دو رکعتیں پڑھ لیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے روکا اور فرمایا :"امام تو بالکل نہ پڑھے' جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو گھر واپس چلے جاؤ اور پھر گھر میں جتنی نفلیں چاہو پڑھ لو الا یہ کہ تم جمعہ کی نماز کے بعد طواف کعبہ کرو' جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے تو وہ مسجد میں نفلیں پڑھ سکتے ہیں"[۳۲۳]۔ جمعہ کی نماز کے بعد مقتدیوں کے لئے مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز جمعہ کے بعد نفل کی چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ دو رکعتیں سنت بعدیہ کی ہوتیں اور چار رکعتیں ظہر اور عصر کے درمیان احیاء یعنی نفل پڑھنے کے طور پر ہوتیں۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے جمعہ کی نماز پڑھی پھر ایک طرف ہو کر دو رکعتیں پڑھیں۔ یہ رکعتیں ہلکی تھیں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر چار رکعتیں پڑھیں۔ یہ چار رکعتیں پہلی دو رکعتوں کی نسبت زیادہ طویل تھیں[۳۲۴]۔

۲۳۔ عید کی نماز

ا۔ عید کی نماز کے لئے عورتوں کو جانے دینا: حضور ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ عورتوں کو عید کی نماز کے لئے جانے دیا جائے تاکہ وہ خطبہ سنیں' مسلمانوں کے مجمع کو دیکھیں اور اللہ کی مدد پر ان کا ایمان بڑھ جائے۔ ام عطیہ انصاریہؓ نے روایت کی ہے کہ ہمیں حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم عیدین کی نماز کے لئے عواتق (بوڑھی پردہ نشین خواتین) اور دیگر پردہ نشین خواتین کو عید گاہ میں لے جائیں۔ آپ ﷺ نے حائضہ عورتوں کو مسلمانوں کی نماز گاہ سے الگ رہنے کا حکم دیا[۳۲۵]۔ اپنی خواتین کو عید کی نماز میں شامل ہونے کے لئے عید گاہ میں لے جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ اپنی خواتین میں سے جنہیں عید گاہ لے جاسکتے لے جاتے[۳۲۶]۔ دوسری روایت کے مطابق آپ اپنی خواتین کو عیدین میں عید گاہ نہیں لے جاتے[۳۲۷]۔ ممانعت کی یہ روایت شاید بعض خواتین کے بارے میں ہے۔ آپ انہیں عید کے لئے بیماری یا کسی اور عذر کی بنا پر نہ لے جاتے۔

ب۔ عید کے لئے غسل: نماز عید کے لئے جانے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔ (دیکھئے مادہ اغتسال نمبر ۲ کا جز واؤ)

ج۔ عیدالفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھالینا: بعض صحابہ کرام کا یہ مسلک تھا کہ جو شخص عیدالفطر کی نماز کے لئے جانا چاہے اس کے لئے کچھ کھاپی لینا مسنون ہے تاکہ اس بات اظہار ہو جائے کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ نہیں تھی۔ آپ کے خیال میں یہ بات اباحت پر مبنی تھی یعنی جو شخص چاہے کچھ کھاپی لے اور جو شخص چاہے کچھ نہ کھائے پیئے۔ نافع نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ عیدالفطر کے دن کھاتے پیتے نہیں تھے [۳۲۸]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نافع کو اس بات کی قطعیت حاصل نہیں تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھاتے نہیں تھے کیونکہ آپ بعض دفعہ چند لقمے کھالیتے جسے نافع دیکھ نہ پاتے یہی وجہ ہے کہ ہم دوسری روایت میں نافع کو علم پر مبنی یہ خبر دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ عیدالفطر کے دن عید گاہ کی طرف چلے جاتے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے کچھ کھایا پیا بھی ہے [۳۲۹]۔

د۔ ایک راستے سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جو شخص عید گاہ جانا چاہے اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک راستے سے عید گاہ جائے اور دوسرے راستے سے گھر واپس آئے آپ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے عید کے دن عید گاہ جانے کی خاطر ایک راستہ اختیار کیا اور پھر دوسرے راستے سے واپس ہوئے [۳۳۰]۔

ھ۔ عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے [۳۳۱]۔ لیکن اگر کوئی شخص نفل پڑھ لے تو اس کی یہ نماز انشاء اللہ مقبول ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے آپ فرماتے: "اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کی ہوئی نیکی رد نہیں کرتا" [۳۳۲]۔

و۔ عیدین کے لئے نکلنا: حضرت ابن عمرؓ فجر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے اور پھر اسی

طرح عید گاہ کی طرف عید کی نماز پڑھنے کے لئے چلے جاتے [٣٣٢] - ب۔ جب تک سورج نکل نہ آتا آپ عید گاہ کی طرف نہیں نکلتے [٣٣٣]۔

ز۔ عید کا خطبہ: عید کی نماز کو اس کے خطبے پر مقدم کیا جائے گا۔ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین سے ماثور سنت یہی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھتے" [٣٣٤]۔ (دیکھئے مادہ خطبہ)

ح۔ نماز عید کی کیفیت: اگر نمازی عید کی نماز پڑھنا چاہے تو بالاجماع اذان و اقامت کے بغیر تکبیر تحریمہ کہے گا اور اس کے بعد زائد تکبیریں کہے گا جن کی تعداد سات ہے پھر سورہ فاتحہ اور قرآن کی میسر شدہ سورت کی جہری قرات کرے گا پھر رکوع اور سجدہ کرے گا اور اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے گا اور قیام کے لئے تکبیر کہے گا اور اس کے بعد پانچ تکبیریں کہے گا پھر سورہ فاتحہ اور میسر شدہ کسی اور سورت کی جہری قرات کرے گا پھر رکوع اور سجدہ کرے گا اور اس کے بعد قعدہ اخیرہ کرے گا اور اس میں تشہد اور درود پڑھ کر سلام پھیرلے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عید کی تکبیرات یہ ہیں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں [٣٣٥]۔ یہ تکبیریں، تکبیر تحریمہ اور قیام کی تکبیروں کے علاوہ ہوں گی، نیز وہ زائد تکبیریں قرات سے پہلے کہے گا" [٣٣٦]۔

٢٤۔ نفل نماز

نفل نماز کے ساتھ بعض ایسے احکام مختص ہیں جو فرض نماز کے احکام سے مختلف ہیں حضرت ابن عمرؓ سے مروی نفل نماز کے بعض احکام کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے تو پھر انسان کے لئے نفل نماز میں مشغول ہو جانا مکروہ ہے خواہ اسے فرض کی پہلی رکعت فوت ہو جانے کا خطرہ نہ بھی ہو بلکہ اس پر لازم ہو گا کہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "انسان اگر مسجد میں داخل ہو اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو وہ فرض نماز سے ابتداء کرے" [٣٣٧]۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ فجر کی

جماعت کھڑی ہے آپ نے ابھی فجر کی سنت نہیں پڑھی تھی۔ آپ جماعت میں شامل ہوگئے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر فجر کی سنت پڑھ لی[۳۳۸]۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ط)

ب۔ اگر نمازی مسجد میں آئے اور دیکھے کہ لوگ جماعت سے فارغ ہو چکے ہیں تو وہ فرض نماز پڑھے اور اس سے پہلے کوئی اور نفل نہ پڑھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تم مسجد میں آؤ اور لوگوں کو دیکھو کہ وہ جماعت سے فارغ ہو چکے ہیں تو پھر فرض نماز کے سوا کوئی اور نماز نہ پڑھو"[۳۳۹]۔ خود آپ جب مسجد میں آتے اور دیکھتے کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں تو فرض نماز پڑھتے اور اس سے قبل کوئی اور نماز نہ پڑھتے[۳۴۰]۔

ج۔ جب امام خطبے کے لئے منبر پر بیٹھ جائے تو خطبہ ختم ہونے تک کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر ۴)

د۔ سفر کے اندر فجر کی سنت اور قیام اللیل کے سوا کوئی اور نفل نہیں پڑھے گا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کا جز ۵)

ھ۔ سفر کے اندر سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے۔ سواری کا رخ جس طرف ہوگا نمازی کا قبلہ اسی طرف ہوگا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کے جز ۵ کا جز د) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ج)۔

و۔ نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں نمازی کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے بالمقابل آدھا اجر ملے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ب کا جز ۳)

ز۔ یہ بات مکروہ ہے کہ نمازی جس جگہ فرض نماز ادا کرے اسی جگہ فرض کے بعد نفل نماز شروع کردے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ح)

ح۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ رات کی نفل دو دو رکعت ہے البتہ دن کی نفل کے بارے میں روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے منقول ایک روایت کے مطابق دن کے نوافل بھی رات کے نوافل کی طرح دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے[۳۴۱]۔

ط۔ گھر میں نفل نماز پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: "فرض نماز کے سوا انسان کی افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے" [۳۴۲]۔

۲۵۔ فجر کی سنت

الف۔ فجر کی سنت یعنی فرض سے پہلے دو رکعتیں دیگر سنن رواتب سے زیادہ موکد ہے اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: "فجر کی سنت کی محافظت کرو کیونکہ زمانے کو اس سنت سے رغبت ہے" [۳۴۳]۔ نیز فرمایا: "جو شخص فجر کی سنت پڑھ کر وفات پاجائے اس نے گویا فجر کی نماز پڑھ لی" [۳۴۴]۔ نیز فرمایا: "فجر کی سنت کی دو رکعتیں پڑھ لو خواہ راستے پر کیوں نہ پڑھو" [۳۴۵]۔

ب۔ اگر فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو مسبوق کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ جماعت سے پرے ہو کر فجر کی سنتیں پڑھ لے بشرطیکہ اسے جماعت فوت ہوجانے کا خطرہ نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں ائے اور امام کو نماز پڑھاتے دیکھا۔ پھر آپ حضرت کے حفصہؓ کے مکان میں داخل ہوگئے اور سنت کی دو رکعتیں پڑھ کر جماعت کی نماز میں شامل ہوگئے [۳۴۶]۔ البتہ جماعت کے قریب اس کے لئے سنت کی ادائیگی جائز نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے دیکھا کہ موذن فجر کی نماز کی اقامت کہہ رہا ہے اور دوسری طرف ایک شخص فجر کی سنتوں میں مصروف ہے آپ نے اس سے فرمایا: "کیا تم فجر کی نماز چار رکعتیں پڑھتے ہو" [۳۴۷]۔

ج۔ اگر ایک شخص سے فجر کی سنتیں رہ جائیں تو فرض کی ادائیگی کے بعد وہ یہ سنتیں پڑھ لے گا بشرطیکہ وقت کے اندر ان کے لئے گنجائش ہو۔ اگر گنجائش نہ ہو تو سورج نکل کر بلند ہوجانے کے بعد وہ یہ سنتیں پڑھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳ اور ۴)

د۔ فجر کی سنتوں کے بعد عام گفتگو کرنا: حضرت ابن عمرؓ فجر کی سنت پڑھنے کے بعد بلا ضرورت عام باتیں کرنے کو مکروہ تصور کرتے تھے اور جماعت کھڑی ہونے تک تسبیح و تکبیر نیز ذکرالٰہی کو افضل سمجھتے تھے۔ "سنن بیہقی" میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فجر کی دو

رکعتوں کے بعد کلام کرنا مکروہ سمجھتے تھے اور تسبیح و تکبیر پسند کرتے تھے [۳۴۸]۔ ایک دفعہ آپ نے فجر کی سنتیں پڑھ لیں اور پھر احتباء (دیکھئے مادہ احتباء) کیا اور فرض پڑھنے تک کسی سے گفتگو نہیں کی [۳۴۹]۔ البتہ ضرورت کی بنا پر کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بعض دفعہ فجر کی سنتوں کے بعد گفتگو کر لیتے [۳۵۰]۔

۲۶۔ ظہر کی سنت: حضرت ابن عمرؓ ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں سنت کی پڑھتے اور یہ رکعتیں بہت طویل کرتے اور پھر فرضوں کے بعد چار رکعتیں پڑھتے [۳۵۱]۔

۲۷۔ جمعہ کی سنت: حضرت ابن عمرؓ جمعہ کی نماز سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھتے [۳۵۱-ب]۔ اور جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے [۳۵۲]۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کا جز ط)

۲۸۔ مغرب کی سنت: بعض لوگ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے ان رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے ان سے نہیں روکا [۳۵۳]۔ گویا طاؤس یہ کہہ کر ان لوگوں کی تردید کرنا چاہتے تھے جو ان رکعتوں کے مکروہ ہونے کے قائل تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عمرؓ سے منقول کوئی روایت ہاتھ نہیں آئی۔

۲۹۔ عشاء کی سنت: جب کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھ چکے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ ان کے متعلق حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص عشاء کے فرضوں کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے وہیں چار رکعتیں پڑھ لے تو یہ چار رکعتیں لیلۃ القدر میں پڑھی جانے والی چار رکعتوں کے برابر ہوں گی" [۳۵۴]۔

۳۰۔ چاشت کی نماز: حضرت ابن عمرؓ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اسے بدعت تصور کرتے تھے، الحکم بن الاعرج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے چاشت کی نماز کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا: "یہ بدعت ہے" [۳۵۵]۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھی تھی، مورق العجلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ آپ

نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا حضرت عمرؓ نے یہ نماز پڑھی تھی؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ میں نے پھر پوچھا کیا حضرت ابوبکرؓ نے یہ نماز پڑھی تھی؟ آپ جواب پھر نفی میں تھا' میں نے پھر پوچھا کہ کیا حضور ﷺ نے یہ نماز پڑھی تھی؟ آپ نے جواب دیا: "نہیں' میرا یہی خیال ہے" [۳۵۶]۔ اس کے باوجود حضرت ابن عمرؓ اس نماز کو بدعت حسنہ تصور کرتے تھے آپ سے جب اس نماز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "میں یہ نماز نہ تو پڑھنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے روکتا ہوں' حضرت عثمانؓ تو شہید ہوگئے تھے' مجھے نہیں معلوم کہ کوئی شخص یہ نماز پڑھتا تھا' تاہم لوگوں کی نو ایجاد باتوں میں یہ نماز مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ بات ہے" [۳۵۷]۔ امام بخاری نے نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چاشت کی نماز صرف دو دنوں کے اندر پڑھتے تھے' جب آپ مکہ آتے اس روز یہ نماز پڑھتے کیونکہ آپ مکہ میں چاشت کے وقت آتے اور بیت اللہ کا طوف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھتے' پھر آپ جب مسجد قباء میں جاتے اس دن یہ نماز پڑھتے' آپ ہر ہفتے کے دن مسجد قباء جاتے اور جب اس مسجد میں داخل ہوجاتے تو یہ نماز پڑھے بغیر وہاں سے نکلنا پسند نہ کرتے [۳۵۸]۔ امام بخاری کی یہ روایت چاشت کی متعارف نماز کے بارے میں نہیں ہے' آپ مکہ کی مسجد میں جو دو رکعتیں پڑھتے وہ چاشت کی نماز نہ ہوتی بلکہ طواف کی سنت ہوتی۔ اسی طرح مسجد قباء میں آپ جو نماز پڑھتے وہ چاشت کی نماز نہ ہوتی بلکہ یہ وہ نماز ہوتی جس کا ذکر حضور ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں کیا ہے کہ: "جو شخص اس مسجد یعنی مسجد قباء میں آئے اور اس میں نماز پڑھے تو اس کی یہ نماز ایک عمرے کے برابر ہوگی" [۳۵۹]۔

۳۱۔ ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کا احیاء

حضرت ابن عمرؓ نماز کے ذریعے ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کا احیاء کرتے [۳۵۹ب]۔ (دیکھئے مادہ احیاء نمبر۳) نیز (مادہ صلاۃ نمبر۲۲ کا جز ط)

۳۲۔ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کا احیاء (اوابین)

حضرت ابن عمرؓ بارہ رکعتیں پڑھ کر مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کا احیاء

کرتے تھے (دیکھئے مادہ احیاء نمبر ۴)

۳۳۔ احیاء اللیل اور قیام اللیل: رات کا احیاء یعنی رات کے وقت تہجد کی ادائیگی سنت ہے خاص طور پر فضیلت والی راتوں کا احیاء (دیکھئے مادہ مادہ احیاء نمبرا) حضرت ابن عمرؓ رات کے وقت جب بھی بیدار ہوتے نفلیں پڑھتے ۳۵۹ج۔ اگر چہ آپ کی رائے میں سفر کے اندر نفلیں نہیں ہوتیں لیکن آپ سفر کے اندر قیام اللیل کا پورا اہتمام کرتے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کے جز ۵ کا جز ب)

۳۴۔ تراویح کی نماز: تراویح کی نماز خاص طور پر رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تراویح کی رکعتیں بیس تھیں آپ نے فرمایا: "ابن ابی ملیکہؒ ہمیں رمضان میں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے اور ایک رکعت میں سورہ محمد کی قرات کرتے" ۳۶۰۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے بلکہ اپنے گھر میں رمضان کے مہینے میں تراویح پڑھتے۔ پھر جب لوگ مسجد سے چلے جاتے تو آپ پانی کا لوٹا لیتے اور مسجد نبوی کی طرف چلے جاتے اور پھر وہاں سے فجر کی نماز پڑھ کر نکلتے ۳۶۱۔

لوگوں کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ امام کے پیچھے کھڑے رہیں اور اس طرح رات کا ایک حصہ تلاوت قرآن کے بغیر گذار دیں۔ اس کی بہ نسبت آپ اس بات کو فضیلت دیتے کہ تنہا تراویح پڑھیں اور اس میں قرآن کی قرات کریں۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا رمضان کے اندر میں امام کے پیچھے نماز پڑھوں؟ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تو پھر کیا تم (امام کے پیچھے پڑھنے کی صورت میں) اس طرح خاموش رہوگے کہ گویا تم گدھے ہو' اپنے گھر میں یہ نماز پڑھا کرو" ۳۶۲۔

۳۵۔ طواف' احرام اور میقات سے گذرتے وقت کی سنت نماز: جب کوئی شخص طواف کعبہ کرے تو اس کے لئے یہ مسنون ہے کہ ہر سات چکروں کے بعد طواف کی سنت کی دو رکعتیں پڑھے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ح)

جب کوئی شخص حج یا عمرے کا احرام باندھے تو سنت احرام کی دو رکعتیں پڑھے
(دیکھئے مادہ احرام نمبر۵ کا جز ج)

جب کوئی شخص اپنے حج کی تکمیل کے بعد اپنے گھر روانہ ہو جائے اور میقات سے گذرے تو اس کے لئے مسنون ہے کہ وہیں اتر کر جس قدر رکعتیں میسر ہوں پڑھ لے
(دیکھئے مادہ حج نمبر۳۷)

۳۶۔ نماز استسقاء: اگر اللہ سبحانہ اپنے بندوں سے بارش روک لے تو ایسی صورت میں نماز استسقاء پڑھنا لوگوں کے لئے مسنون ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز استسقاء دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں (والشمس وضحاھا) کی اور دوسری رکعت میں (واللیل اذا یغشی) کی قرات کرتے [۳۶۳]۔

۳۷۔ کسوف: (سورج یا چاند گرہن) کی نماز: جب سورج یا چاند گرہن ہو تو لوگوں کے لئے مسنون ہے کہ نماز میں پناہ حاصل کریں۔ حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں سورج گرہن ہوا عاصم بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر میں نے حضرت ابن عمرؓ کو مسجد کی طرف بھاگے جاتے دیکھا۔ آپ اپنے ہاتھ میں مصلیٰ اٹھائے ہوئے تھے تاکہ مسجد میں پہنچ کر کسوف کی نماز ادا کریں [۳۶۴]۔

۳۸۔ تحیتہ المسجد کی نماز: نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ مسجد میں سے گذرتے اور وہاں نماز نہ پڑھتے [۳۶۵]۔

العلاء بن عبد الرحمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو مسجد میں داخل ہوتے اور وہاں سے نکلتے دیکھا آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی [۳۶۶]۔

۳۹۔ سفر کی سنت کی نماز: اگر کوئی شخص سفر پر جانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ نکلنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے۔ حضرت ابن عمرؓ جب سفر پر نکلتے تو پہلے مسجد میں جاکر نماز پڑھتے [۳۶۷]۔

۴۰۔ نماز جنازہ:

الف۔ میت جس پر نماز جنازہ پڑھی جائے:

۱۔ سقط (ناتمام بچہ جو رحم سے گر جائے)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سقط کا جنازہ نہ پڑھا جائے البتہ اگر وہ زندہ پیدا ہو' اور اس کی زندگی کی علامت اس کی چیخ ہے' تو اس کا جنازہ پڑھا جائے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا سقط کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: "نہیں' جب تک وہ چیخ نہ مارے اگر پیدا ہونے کے بعد وہ چیخ مارے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور وہ وارث بھی قرار پائے گا" [٣٦٨]۔ آپ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنے ایک نواسے کا جنازہ پڑھا تھا جس نے پیدائش کے بعد چیخ نہیں نکالی تھی [٣٦٩]۔ اس کے متعلق آپ نے خود فرمایا تھا کہ: "ہمیں نہیں معلوم کہ یہ زندہ پیدا ہوا ہے یا مردہ" [٣٧٠]۔ آپ نے احتیاطاً اس کا جنازہ پڑھایا تھا۔

٢۔ بچے کا جنازہ پڑھنا: گزشتہ بیان کے مطابق بچہ اگر وفات پاجائے تو اس کا جنازہ پڑھنا واجب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے بچوں کا جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "معصوموں کا جنازہ پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہے" [٣٧١]۔

٣۔ ولد زنا کا جنازہ پڑھنا: میمون بن مہران کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو ولد زنا کا جنازہ پڑھتے دیکھا۔ آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ولد زنا کا جنازہ نہیں پڑھا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ ولد زنا تین افراد (زانی' زانیہ اور ولد زنا) میں سب سے زیادہ برا ہے۔ آپ نے یہ سنکر فرمایا: "وہ تین افراد میں سب سے زیادہ بھلا ہے" [٣٧٢]۔

٤۔ جس میت کا جنازہ پڑھا جاچکا ہو اس کا دوبارہ جنازہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ دوبارہ جنازہ پڑھنے کے جواز کے قائل تھے' آپ نے اپنے بھائی عاصم کا جنازہ دوبارہ اس وقت پڑھا تھا جب نماز جنازہ کے بعد انہیں دفنادیا گیا تھا۔ آپ عاصم کی وفات کے تین دن بعد سفر سے واپس آئے اور ان کی قبر پر جاکر نماز جنازہ پڑھی [٣٧٣]۔

٥۔ ایک سے زائد میتوں کی نماز جنازہ: اگر میتوں میں مرد اور عورتیں شامل ہوں اور امام سب کا جنازہ ایک دفعہ پڑھنا چاہے تو وہ عورتوں کی میتیں قبلے کے ساتھ رکھے گا اور مردوں کی میتیں اپنے سامنے رکھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے زید بن عمر اور ام کلثوم کا جنازہ پڑھا۔ آپ نے زید کی میت کو امام کے سامنے رکھا اور ام کلثوم کی میت کو قبلے

کے ساتھ رکھا [٣٧٤]۔ جب امام جنازہ پڑھائے گا تو تمام میتوں کے سروں کو ایک سیدھ میں رکھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب مردوں اور عورتوں کی میتوں کا جنازہ ایک ساتھ پڑھتے تو ان کے سروں کو ایک سیدھ میں رکھتے [٣٧٥]۔

ب۔ جنازہ پڑھنے کی جگہ: یہ جائز ہے کہ جس جگہ انسان کی وفات ہوئی ہو اسی جگہ اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک وفات شدہ بچے کا جنازہ گھر کے اندر پڑھا تھا پھر اسے وہاں سے اٹھا کر دفنا دیا گیا [٣٧٦]۔ مسجد میں جنازہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس پر کوئی گناہ نہیں [٣٧٧]۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو مسجد میں آپ کا جنازہ پڑھایا گیا [٣٧٨]۔ قبرستان کے اندر نماز جنازہ بھی جائز ہے خواہ دفنانے سے پہلے جنازہ پڑھا جائے۔ نافع کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا جنازہ جنت البقیع کے اندر قبروں کے درمیان پڑھا تھا اور حضرت ابن عمرؓ بھی جنازے میں موجود تھے [٣٧٩]۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ب) یا خواہ دفنانے کے بعد، ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ٤٠ کے جز الف کے جز ٤) میں دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بھائی عاصم کا جنازہ انہیں دفنائے جانے کے بعد پڑھا تھا۔

ج۔ نماز جنازہ کے لئے طہارت کی شرط: نماز جنازہ دیگر نمازوں کی طرح ایک نماز ہے اور اس کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لئے ہیں مثلاً ستر پوشی، قبلہ رخ ہونا اور باوضو ہونا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "کوئی شخص بے وضوء نماز جنازہ نہ پڑھے" [٣٨٠]۔

د۔ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار کون ہے؟: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار امیر یعنی حاکم وقت ہے۔ امام احمد نے اپنی سند کے واسطے سے بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام عمار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ام کلثوم بنت علیؓ اور زید بن عمرؓ کے جنازوں میں موجود تھا۔ ان کا جنازہ حضرت سعیدؓ بن العاص نے پڑھایا وہ امیر مدینہ تھے۔ ان کے پیچھے اسی صحابہ کرام نے یہ نماز پڑھی ان میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت حسنؓ نیز

حضرت حسین ؓ شامل تھے [٣٨١]۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کے سکوت کے اندر یہ احتمال ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت جس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے اس بات کے قائل تھے کہ امیر یعنی حاکم وقت ہی جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہوتا ہے [٣٨٢]۔

ھ ـ نماز جنازہ کی کیفیت: نماز جنازہ کی کیفیت کے بارے میں حضور ﷺ سے بہت سی روایت منقول ہیں ہم نے موسوعہ فقہ عمرؓ" میں (مادہ صلاۃ نمبر ٢٤ کے جز د) کے اندر ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ چاہا تھا کہ ان تمام کیفیت کو یکجا کر کے انہیں ایک متحدہ صورت دے دی جائے کیونکہ حضرت عمرؓ اختلاف کو پسند نہیں کرتے تھے' آپ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے جنازے کی تکبیرات کے بارے میں مشورہ طلب کیا' بعض نے کہا کہ حضور ﷺ نے پانچ تکبیریں کہی تھیں' بعض نے کہا کہ حضور ﷺ نے چھ تکبیریں کہیں تھیں اور بعض نے چار تکبیروں کا ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ نے چار تکبیروں پر لوگوں کو یکجا کر دیا کہ یہ طویل ترین نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں اس لئے کہ طویل ترین نماز کی چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ جب جنازہ پڑھاتے تو چار تکبیریں کہتے۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی تقلید کی۔ ان میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے چنانچہ آپ جنازے پر چار تکبیریں کہتے [٣٨٣]۔ اور فرماتے: "جنازے میں چار تکبیریں اور پانچ تکبیریں بھی تھیں لیکن ہم سب چار تکبیروں پر متفق ہوگئے تھے" [٣٨٤]۔

ان تکبیروں میں سے ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا عمل ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ آپ ان تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے [٣٨٥]۔

نماز جنازہ کے اندر قرآن کی قرات نہیں ہوگی بلکہ استفتاح' حضور ﷺ پر درود اور میت کے لئے دعا پر اقتصار کیا جائے گا [٣٨٦]۔ نافع نے میت کے لئے حضرت ابن عمرؓ کی دعا نقل کی ہے۔ آپ نماز جنازہ میں میت کے لئے یہ دعا کرتے: "اے اللہ اس میت پر برکت نازل کر' اس پر اپنی رحمت نازل فرما' اسے بخش دے اور اسے اپنے رسول ﷺ کے حوض پر لے آ" نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے دیر تک قیام کیا اور

بڑی دعائیں کیں لیکن میں درج بالا الفاظ کے سوا اور کوئی لفظ سمجھ نہ سکا[۳۸۷]۔
پھر نمازی نماز جنازہ کے اختتام پر اپنی دائیں جانب ایک سلام پھیرے گا[۳۸۸]۔ اور اپنی آواز اتنی بلند کرے گا کہ پاس والے اسے سن لیں[۳۸۹]۔

و۔ نماز جنازہ کا مسبوق: اگر مسبوق سے نماز جنازہ کی بعض تکبیریں رہ جائیں تو اس صورت میں وہ اگر چاہے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی لگاتار یہ تکبیریں کہہ لے اور اگر چاہے تو انہیں چھوڑ دے اور امام جس تکبیر کے اندر ہو اس کے ساتھ اس تکبیر میں داخل ہو جائے اور پھر امام کے ساتھ سلام پھیر لے اسے فوت شدہ تکبیریں کہنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ حضرت ابن عمرؓ جنازے کی فوت شدہ تکبیریں نہیں کہتے تھے[۳۹۰]۔

ز۔ جب نماز جنازہ ہو جائے تو نمازی اپنی جگہ کھڑا رہے گا یہاں تک کہ لوگ تابوت اٹھالیں اور چلنے کی اجازت مل جائے۔ حضرت ابن عمرؓ اس طرح کرتے تھے[۳۹۱]۔

صلح (صلح کرنا)

ا۔ تعریف: صلح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعے مخالف فریقوں کے درمیان جھگڑا ختم ہو جائے

۲۔ کافروں کے ساتھ صلح کی شرائط (دیکھئے مادہ ذمہ" نمبر۲)

۳۔ یہ صورت صلح میں داخل نہیں ہے کہ ایک شخص کا کسی پر ایک مدت کے لیے دین ہو اور پھر دائن اپنے دین میں اس شرط کے ساتھ کچھ کمی کر دے کہ مدیون باقیماندہ دین کی فوری ادائیگی کر دے۔ یہ صورت باطل طریقے سے مال کھانے کی صورت ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جزج) نیز (مادہ دین نمبر۵)

صیام (روزہ)

ا۔ تعریف: روزہ یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع سے لیکر غروب شمس تک نیت کے ساتھ کھانے پینے اور ھمبستری سے اپنے آپ کو روک رکھا جائے

۲۔ روزے کا حکم: روزہ فرض بھی ہوتا ہے مثلاً رمضان کا روزہ نیز نذر اور کفارات کا

روزہ۔ روزہ مکروہ بھی ہوتا ہے مثلاً رجب کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۲ کا جز ج) اور حاجی کیلئے عرفہ کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۲ جز ز) نیز (مادہ حج نمبر۱۹ کے جز واؤ کا جز ۳) اور ایام تشریق کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ی) (نیز مادہ ایام التشریق نمبر ۳) روزہ باطل بھی ہوتا ہے مثلاً عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ط)

اور روزہ مستحب بھی ہوتا ہے مثلا درج بالا فقرات میں مذکورہ دنوں کے سوا دیگر ایام کا روزہ

۳۔ رمضان کا روزہ: اللہ تعالی نے سورہ بقرہ آیت نمبر۱۸۵ میں اپنے ارشاد (فمن شهد منكم الشهر فليصمه تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پالے وہ اس میں روزہ رکھے) کے ذریعے رمضان کا روزہ فرض کردیا ہے۔ یہ اسلام کا ایک رکن ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے' اقامت صلوۃ 'زکوۃ کی ادائیگی ان دونوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ رمضان کا روزہ اور استطاعت رکھنے والوں پر بیت اللہ کا حج"[٣٩٢]۔ رمضان کا روزہ فرض عین ہے۔ یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے حضرت ابن عمر نے فرمایا کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ تو روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے"[٣٩٣]۔

۴۔ رمضان کے روزے کا وقت

ا۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جب دن کے وقت چاند دیکھا جائے تو یہ آنے والی رات کا چاند ہوگا گزشتہ رات کا نہیں ہوگا۔ خواہ یہ چاند زوال سے پہلے دیکھا جائے یا زوال کے بعد اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا[٣٩٤]۔ بنا بریں اگر رمضان کی تیس تاریخ کو چاشت کے وقت یا رات کے وقت چاند نظر آجائے تو لوگ اگلے دن روزہ نہیں رکھیں گے اور جس دن چاند نظر آئے اس دن کا روزہ نہیں توڑیں گے۔ آپ نے فرمایا: "کچھ لوگ دن کے وقت چاند دیکھ کر روزہ توڑ دیتے ہیں۔ تمہارے لئے یہ بات درست نہیں کہ تم روزہ توڑ دو یہاں تک کہ تم رات کے وقت چاند اس جگہ دیکھو جہاں اسے دیکھا جاتا ہے"[٣٩٥]۔ کچھ لوگوں نے دن کے وقت شوال کا چاند

دیکھا حضرت ابن عمرؓ نے اپنا روزہ شام تک جاری رکھا اور فرمایا "نہیں، یہاں تک کہ یہ چاند رات کے وقت نظر آئے" [٣٩٦]۔

٢۔ ہلال رمضان ایک شخص کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "لوگ چاند دیکھتے رہے میں نے جاکر حضور ﷺ کو خبر دی کہ میں چاند دیکھ چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کو حکم دیا" [٣٩٧]۔ حضرت ابن عمرؓ نے چاند دیکھنے کے سلسلے میں ایک شخص کی گواہی قبول کرلینے کا حکم دیا تھا [٣٩٨]۔ کیونکہ یہ خبر دینے کی صورت ہے گواہی کی صورت نہیں ہے اور اخبار کے اندر ایک شخص کی دی ہوئی خبر قبول کرلی جاتی ہے۔

٣۔ یوم شک کا روزہ: جب شعبان کی انتیسویں تاریخ ہو جاتی تو حضرت ابن عمرؓ کسی کو چاند دیکھنے کے لئے بھیج دیتے اگر وہ رمضان کا چاند دیکھ لیتا تو آپ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھتے۔ اگر چاند نظر نہ آتا اور آسمان صاف ہوتا اور رویت ہلال میں کوئی چیز حائل نہ ہوتی تو اگلے دن روزہ نہ رکھتے اور اگر آسمان پر بادل ہوتا یا آسمان غبار آلود ہوتا جس سے رویت ہلال میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی تو اگلے دن روزہ رکھ لیتے (دیکھئے مادہ شک نمبر ٢ کا جز الف)

ب۔ دن کے ساتھ روزے کے وقت کی تحدید: فجر ثانی یعنی صبح صادق طلوع ہونے کے ساتھ روزہ شروع ہوتا ہے اور غروب شمس تک رہتا ہے [٣٩٩]۔ روزہ رکھنے والے کے لئے اس وقت تک کھانا پینا جائز ہے جب تک اسے طلوع فجر کا یقین نہ ہو جائے [٤٠٠]۔ اگر اس نے دو افراد کو طلوع فجر دیکھنے کے لئے بھیجا ہو اور ان میں سے ایک کہے کہ صبح صادق طلوع ہو چکی ہے اور دوسرا کہے کہ ابھی طلوع نہیں ہوئی ہے تو وہ کھا پی سکتا ہے حتی کہ اسے طلوع فجر کا یقین ہو جائے کیونکہ یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔

مکحول الازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو زمزم سے ایک ڈول پانی نکالتے دیکھا۔ آپ نے دو شخصوں سے پوچھا کہ فجر طلوع ہوگیا ہے، ایک نے کہا کہ طلوع ہوچکا ہے اور دوسرے نے کہا طلوع نہیں ہوا ہے یہ سن کر آپ نے پانی پی لیا [٤٠١]۔ روزہ رکھنے کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ فجر کے قریب تک

سحری کھانے میں تاخیر کرے [402]۔ روزہ افطار کرنے میں تعجیل مستحب ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں روزہ افطار کے وقت حضرت ابن عمرؓ کے لئے بھرا ہوا پیالہ لے کر آتا اور اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھتا' مجھے حضرت ابن عمرؓ کی افطار کرنے میں سرعت کی بنا پر حیاداری ایسا کرنے پر مجبور کرتی [403]۔

۵۔ روزہ نہ رکھنے کی رخصت کن لوگوں کو حاصل ہے اور کن لوگوں پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔

الف۔ روزہ بالاجماع عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے

ب۔ انتہائی بوڑھا شخص جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اس کے لئے نیز حاملہ اور مرضعہ کے لئے جسے اپنی زندگی یا اپنے بچے کی زندگی کا خطرہ ہو روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور اس کے بعد ان پر اس کی قضاء نہیں ہے بلکہ فدیہ واجب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے یہی روایت صحیح ترین روایت ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق حاملہ اور مرضعہ فدیہ ادا کریں گی اور جب صحتمند ہوجائیں گی تو چھوڑے ہوئے روزے قضا کریں گی (دیکھئے مادہ حمل نمبر ۲ کا جز الف) نیز (مادہ رضاع نمبر ۵ کا جز ب)

فدیہ یہ ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے یا ایک مد (ایک پیمانے کا نام) گندم نکالی جائے [404]۔

ج۔ سفر میں روزہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جس شخص پر رمضان کا مہینہ ایسی حالت میں آجائے کہ وہ اپنے اہل و عیال میں مقیم ہو اور پھر سفر پر روانہ ہوجائے تو اس کے لئے سفر کے اندر روزہ نہ رکھنے کی رخصت نہیں ہوگی۔ البتہ اگر وہ سفر پر چلا جائے اور پھر رمضان کا مہینہ آجائے تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو روزہ چھوڑ دے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر روزہ چھوڑنا واجب ہوگا اگر وہ سفر میں یہ روزہ رکھے گا تو اس کا یہ روزہ نفلی روزہ ہوگا رمضان کا روزہ نہیں ہوگا اور پھر جب وہ مقیم ہوجائے گا تو سفر میں رکھے ہوئے روزوں کی قضا اس پر واجب ہوگی۔ اگر مسافر کو توقع ہو کہ وہ رمضان میں دن کے وقت اپنے گھر پہنچ جائے گا تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھ لینا مستحب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کی اس بارے میں توثیق (مادہ سفر

نمبر ٣ کے جز ز) میں گذر چکی ہے۔ اگر وہ روزے کی حالت میں صبح کرے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے تو اگر چاہے اس دن کا روزہ نہ رکھے [٤٠٥]۔

د۔ حائضہ اور نفاس والی عورت پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔ اگر وہ روزہ رکھ لیں تو ان کو روزہ درست نہیں ہو گا۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ٣ کا جز الف)

٦۔ روزے کی نیت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ فرض روزوں مثلاً رمضان کے روزوں، رمضان کے قضا روزوں اور نذر کے روزوں کے لئے فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے آپ فرماتے: "روزہ وہی رکھے جو فجر سے پہلے روزہ رکھنے کا فیصلہ کرلے" [٤٠٦]۔ آپ نفلی روزوں کے سلسلے میں بھی اپنے آپ کو اسی اصول کو پابند بناتے تھے اگر آپ کے دل میں روزہ رکھنے کا خیال آتا تو روزہ نہ چھوڑتے اور اگر روزہ نہ رکھنے کا خیال ہوتا تو روزہ نہ رکھتے [٤٠٧]۔ حضرت ابن عمرؓ کے اس طرز عمل سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا اور انہوں نے یہ رائے قائم کرلی کہ حضرت ابن عمرؓ رات سے نیت کے بغیر نفلی روزے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے [٤٠٨]۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے کیونکہ خود حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "نفلی روزہ رکھنے والے کو نصف النہار تک اختیار ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کچھ نہ کھائے، اگر کھانا چاہے تو کھالے اور اگر وہ اسے روزہ بنانا چاہے تو یہ اس کا روزہ ہو گا" [٤٠٩]۔

٧۔ روزہ توڑ دینے والے اور توڑ نہ دینے والے امور

الف۔ کھانے پینے اور ہمبستری کرنے سے بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے

ب۔ قے: جہاں تک قے کا تعلق ہے تو حضرت ابن عمرؓ زبردستی قے اور از خود قے آجانے کے درمیان فرق کرتے تھے پہلی صورت میں روزہ ٹوٹ جانے کا حکم عائد کرتے اور دوسری صورت میں روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم لگاتے۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص روزے کی حالت میں زبردستی قے کرے اس پر قضا لازم ہوگی اور جسے از خود قے آجائے اس پر قضا نہیں" [٤١٠]۔ الشیخ القفال نے "حلیتہ العلماء" میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک شخص اگر زبردستی قے کرے تو بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا [٤١١]۔ یہ غلط بیانی ہے۔

ج۔ ہمبستری: ہم نے کہا ہے کہ ہمبستری سے بالاجماع روزہ ٹوٹ جاتا ہے تاہم ایسی حال میں ہمبستری سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا جب کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری میں مصروف ہو اور روزے کا وقت شروع ہو جائے بشرطیکہ وہ فوری طور پر ہمبستری کا عمل منقطع کردے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر فجر کی اذان ہو جائے اور مرد اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو تو یہ بات اسے روزہ رکھنے میں مانع نہیں بنے گی۔ اگر اسے روزے رکھنے کا ارادہ ہو تو فوری طور پر ہمبستری ترک کر کے غسل کرلے اور پھر اپنا روزہ پورا کرلے" [۴۱۲]۔

د۔ بوسہ لینا: اگر روزہ دار اپنی بیوی یا لونڈی کا بوسہ لے لے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر وہ جوان ہو تو اس کے لئے ایسی حرکت مکروہ ہوگی کیونکہ بعض اوقات وہ اگلا قدم اٹھا کر یعنی ہمبستری کر کے اپنا روزہ فاسد کرلے گا۔ بوڑھا شخص جس کے اندر اس جذباتیت کا خطرہ نہیں ہوتا اس کے لئے روزے کی حالت میں زیر بحث عمل مکروہ نہیں ہوگا۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ روزے کی حالت میں میں اپنی بیوی کے مباشرت یعنی ہم آغوشی کرسکتا ہوں۔ آپ نے اسے نفی کا جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی یہی سوال کیا آپ نے اسے اثبات میں جواب دیا۔ رفقا نے متعجب ہو کر آپ سے پوچھا کہ ایک کو تو آپ نے اجازت دے دی اور دوسرے کو روک دیا آپ نے فرمایا: "پہلا سائل جوان تھا اور دوسرا سائل بوڑھا تھا" [۴۱۳]۔ ایک نوجوان نے روزے کی حالت میں بوسہ لینے کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا آپ نے اسے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے نے کہا کہ "آپ لوگوں کو کیوں تنگی اور حرج میں مبتلا کرتے ہیں۔ بوسہ لینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں" یہ سن کر آپ نے بوڑھے سے فرمایا: "تم بے شک بوسہ لے لیا کرو کیونکہ تمہارے سرینوں میں اب جان نہیں ہے" [۴۱۴]۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ سے مروی اس روایت کو محمول کیا جائے گا جس میں روزہ دار کے لئے بوسہ لینے کی مطلق ممانعت مذکور ہے [۴۱۵]۔

ھ۔ جنبی کا روزہ جائز ہے (دیکھئے مادہ جنابہ نمبر۲ کا جز واؤ)

و۔ اگر روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے روزے کی حالت میں پینے کے لئے پانی طلب کیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اللہ نے مجھے پانی پلانا چاہا لیکن تم نے مجھے روک دیا" [۴۱۶]۔

ز۔ سینگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا [۴۱۷]۔ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے روزہ دار کے اندر کمزوری پیدا ہو جاتی ہے' یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر ابتدا میں روزے کی حالت میں سینگی لگوالیا کرتے تھے [۵۱۸]۔ لیکن جلد ہی اس طریقے سے دست بردار ہو گئے اور روزہ افطار کرنے کے بعد سینگی لگواتے [۴۱۹]۔ (دیکھئے مادہ حجامتہ نمبر ۳ کا جز ب)

ح۔ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا [۴۲۰]۔ اور نہ ہی یہ عمل روزہ دار کے لئے مکروہ ہے۔

ط۔ اغماء یعنی بے ہوشی روزے کو فاسد نہیں کرتا حضرت ابن عمرؓ بعض دفعہ نفلی روزے رکھتے اور آپ پر غشی کی کیفیت طاری ہو جاتی لیکن آپ روزہ پورا کر لیتے [۴۲۱]۔

ی۔ پانی کے ذریعے ٹھنڈک حاصل کرنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ عمل مکروہ ہے حضرت ابن عمر پانی سے اپنا کپڑا تر کر لیتے اور پھر اپنے اوپر ڈال لیتے یہ عمل آپ روزے کی حالت میں کرتے [۴۲۲]۔ غسل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس شخص کے روزے کو جائز قرار دیا ہے جس پر فجر اچانک ہو جائے اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری میں مصروف ہو وہ فوراً اٹھ جائے اور غسل کر کے اپنے روزہ مکمل کر لے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ج)

ک۔ مسواک کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ عمل مکروہ ہے خواہ زوال سے پہلے مسواک کا استعمال ہو یا زوال کے بعد حضرت ابن عمرؓ روزے کی حالت میں مسواک کرتے تھے [۴۲۳]۔ (دیکھئے مادہ استیاک نمبر ۴)

۸۔ اعتکاف کے اندر روزہ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۳)

۹۔ نذر کا روزہ (دیکھئے مادہ نذر)

۱۰۔ کفارات کا روزہ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر۳ کا جزد)

۱۱۔ ہدی نہ پانے والے قارن یا متمتع کا روزہ (دیکھئے مادہ حج نمبر۷ ۳ کے جز ب کا جز ۵)
نیز(مادہ حج نمبر۷ ۳ کے جز ج کا جز ۲)

۱۲۔ نفلی روزہ

الف۔ نیت: نفلی روزے کے لئے رات سے نیت کرنا شرط نہیں ہے اگر چہ رات سے نیت کرلینا افضل ہے جیسا کہ (مادہ صیام نمبر۶) میں گذر چکا ہے

ب۔ نفلی روزے کا افساد: اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کرلے تو اسے فاسد کردینا اس کے لئے جائز ہوگا [۴۲۴]۔ حضرت ابن عمرؓ اس شخص کی خاطر اپنا نفلی روزہ توڑ دیتے تھے جو آپ کو ایسا کرنے پر مجبور کردیتا [۴۲۵]۔ اگر روزہ دار اپنا نفلی روزہ فاسد کردے تو کیا اس پر قضا واجب ہوگی؟ امام نووی شافعی نے حضرت ابن عمرؓ سے ایسی روایت کی ہے جو ان کے مسلک کے تائید کرتی ہے کہ فاسدہ شدہ نفلی روزے کی قضا واجب نہیں ہے [۴۲۶]۔ اور جصاص حنفی نے حضرت ابن عمرؓ سے ایسی روایت کی ہے کہ جو ان کے مسلک کی تائید کرتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے انس بن سیرین کو وجوب قضا کا فتوی دیا تھا [۴۲۷]۔ جصاص یہ کہہ کر اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا ذکر طحاوی نے "شرح معانی الآثار" کے اندر کیا ہے کہ انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے یوم عرفہ کا روزہ رکھ لیا روزے نے مجھے نڈھال کردیا چنانچہ میں نے روزہ توڑ دیا اور پھر اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: "کسی اور دن اس کی قضا کرلو" [۴۲۸]۔

ج۔ اشہر حرم کا روزہ: حضرت ابن عمر اشہر حرم میں نفلی روزے رکھا کرتے تھے [۴۲۹]۔ (اشہر حرم چار ہیں رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم، مترجم) اس بارے میں اصل وہ روایت ہے جس کا ذکر ابن ماجہ، ابوداؤد اور امام احمد بن حنبل نے قبیلہ باہلہ کے ایک شخص کے واسطے سے کیا ہے۔ مذکورہ شخص کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "اللہ کے رسول، میں پہلے سال آپ کے پاس آیا ہوں" آپ

ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے جسم کو دبلا پتلا کیوں دیکھ رہاں ہوں؟" میں نے عرض کیا: "اللہ کے رسول میں نے دن کے وقت کبھی کھانا نہیں کھایا صرف رات کو کھاتا ہوں" آپ ﷺ نے پوچھا "تمہیں اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنے کا حکم کس نے دیا ہے؟" میں نے عرض کیا: "اللہ کے رسول' میں تگڑا ہوں" یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: "صبر یعنی رمضان کے مہینے کا روزہ رکھو اور اس کے بعد ایک دن کا" میں نے عرض کیا کہ میں تو بہت قوی اور مضبوط ہوں اس پر آپ نے فرمایا: "رمضان کے مہینے کا روزہ رکھو اور اس کے بعد دو دنوں کا" میں نے عرض کیا کہ میں تگڑا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "صبر یعنی رمضان کا روزہ رکھو اور اس کے بعد تین دنوں کا اور اشہر حرم کا روزہ رکھو"

ے۔ مسلسل روزے رکھنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلسل روزے رکھنے میں کوئی کراہت نہیں اور نہ ہی صوم الدھر (ہمیشہ روزے سے ہونے) میں کوئی کراہت ہے بشرطیکہ اس سے کسی ضرر کے لاحق ہو جانے یا کسی حق کے فوت ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے آخری زمانے میں مسلسل روزے رکھتے [۴۳۰]۔ آپ صرف بیماری کی وجہ سے حالت قیام میں روزہ نہ رکھتے [۴۳۱]۔

ھ۔ عاشوراء کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ رمضان کے روزے کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا لیکن رمضان کے روزے کی فرضیت نے اس روزے کی فرضیت منسوخ کر دی اور پھر یہ روزہ سنت کی صورت میں باقی رہ گیا آپ نے فرمایا: "اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے نیز حضور ﷺ اور مسلمان بھی رمضان کی فرضیت سے پہلے یہ روزہ رکھتے لیکن جب رمضان کا روزہ فرض ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "عاشوراء اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو شخص چاہے اس میں روزہ رکھ لے" [۴۳۲]۔ اس بنا پر حضرت ابن عمرؓ یہ روزہ رکھتے تھے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اگر سفر میں ہوتے تو آپ یہ روزہ نہ رکھتے اور اگر حالت قیام میں ہوتے تو رکھ لیتے [۴۳۳]۔

و۔ رجب کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ لوگ رجب کے

پورے مہینے کا روزہ رکھیں کیونکہ ایسا کرنے سے رمضان کے ساتھ رجب کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے تاہم آپ رجب کے بعض ایام میں روزہ رکھ لینا مکروہ نہیں سمجھتے تھے امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب آپ نے رجب کے روزے کے سلسلے میں لوگوں کا رویہ دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا اور کہا کہ: "اس کے بعض ایام کا روزہ رکھ لو اور بعض کا مت رکھو" [۴۳۴]۔

ز۔ یوم عرفہ کا روزہ: حاجی کے لئے یوم عرفہ کا روزہ مشروع نہیں کیا گیا تاکہ وہ روزہ دار نہ ہونے کی صورت میں وقوف عرفہ اور دعا کے لئے پوری قوت کا مالک ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۹ کے جز واؤ کا جز ۳) غیر حاجی کے لئے یوم عرفہ کا روزہ مسنون ہے۔ جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے یوم جمعہ اور یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: "ہم اور حضور ﷺ یوم عرفہ کے روزے کو ایک سال کے روزوں کے برابر سمجھتے تھے" [۴۳۵]۔

ح۔ جمعہ کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ تنہا جمعہ کے دن کے روزے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے آپ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ سابقہ فقرے میں گذر چکا ہے کیونکہ جمعہ کا دن ایسا دن ہے جس کا دوسرے دنوں کے ساتھ روزہ مشروع ہے اس لئے تنہا اس دن کا روزہ بھی مشروع ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ شاید اس روایت پر عمل کرتے تھے جس کا ذکر امام ترمذی نے حضرت ابن مسعودؓ سے کیا ہے اور اسے ایک حسن حدیث قرار دیا ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن کم ہی روزہ کے بغیر ہوتے تاہم یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے کلام کو نیز حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو جمعہ کے دن کے اس روزے پر محمول کیا جائے جس کے ساتھ جمعرات یا ہفتے کے دن کا روزہ رکھا جاتا تھا۔

ط۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کا روزہ: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی پھر یہ دن عیدالفطر اور یا عیدالاضحیٰ کے دن آگیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے رسول نے اس دن روزہ رکھنے سے منع کردیا ہے" [۴۳۶]۔

ی۔ ایام تشریق کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ ایام تشریق کا روزہ صرف ایسے متمتع یا قارن کے لئے جائز قرار دیتے تھے جسے ہدی میسر نہ ہوا ہو (دیکھئے مادہ ایام التشریق نمبر ۳)

۱۳۔ روزے کی قضا

الف۔ قضا کس پر واجب ہوتی ہے؟: روزے کی قضا اس پر واجب ہوتی ہے جو سفر یا مرض یا کسی اور وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکے۔ حاملہ اوز مرضعہ اگر روزہ نہ رکھیں تو ان پر قضا کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ حمل نمبر ۲ کے جز الف) نیز (مادہ رضاع نمبر ۵ کے جز ب) میں بیان کردی ہے

ب۔ قضا روزہ رکھنے کی کیفیت: اگر کسی نے رمضان کے روزے مسلسل چھوڑے ہوں تو وہ ان کی قضا بھی مسلسل کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص مرض یا سفر کے اندر رمضان کے روزے نہ رکھے وہ ان روزوں کی مسلسل قضا کرے گا" [۴۳۷]۔ اگر اس نے متفرق طور پر روزے چھوڑے ہو توں متفرق طور پر ان کی قضا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے رمضان کے قضا روزے کے متعلق فرمایا: "جس طرح تم نے یہ روزے چھوڑے ہیں اسی طرح ان کی قضا کرو" [۴۳۸]۔

ج۔ قضا کرنے میں تاخیر: اگر سفر یا بیماری یا کسی اور وجہ سے رمضان کے کچھ روزے چھوٹ گئے ہوں اور متعلقہ شخص ان روزوں کی قضا نہ رکھے حتی کہ اگلا رمضان آجائے تو اس پر چھوٹ جانے والے روزوں کا فدیہ لازم ہوگا اور وہ آمدہ رمضان کے روزے رکھے گا اور اس کے بعد مذکورہ روزوں کی قضا نہیں کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص پر اگلا رمضان آجائے اور وہ اس دوران بیمار رہے اور تندرست نہ ہو سکے تو اگلے رمضان کے روزے رکھے گا اور پچھلے رمضان کا فدیہ دے گا یعنی ہر دن کے بدلے ایک مد (ایک پیمانے کا نام) گندم اور ان کی قضا نہیں کرے گا" [۴۳۹]۔ اگر وہ قضا روزے رکھنے سے پہلے وفات پاجائے تو اس کی طرف سے اس کا ولی مذکورہ دنوں میں سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گندم فدیہ کے طور پر دے گا [۴۴۰]۔

روزہ نہ رکھنے والے کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ گندم کی بجائے کوئی اور چیز مثلاً گوشت اور کپڑا وغیرہ فدیے کے طور پر نکال دے۔ ابو زید المدنی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی سے کہا کہ دو رمضان کے روزے میرے ذمہ ہیں میں یہ روزے رکھ نہیں سکا تھا۔ اس کے بھائی نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "قلادہ پڑے ہوئے دو اونٹ دے دو" پھر اس نے حضرت ابن عباسؓ سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: " ابو عبدالرحمان (حضرت ابن عمرؓ) پر اللہ رحم کرے روزے کے ساتھ اونٹ کا کیا تعلق؟' اپنے بھائی کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو" [۴۴۱]۔

۱۴۔ روزہ دار کا کسی کی دعوت قبول کرلینا: روزہ دار کے لئے طعام کی دعوت قبول کرلینا مسنون ہے خواہ وہ دعوت میں جاکر کچھ نہ کھائے (دیکھئے مادہ دعوۃ نمبر ۲ کا جزب)

صید (شکار)

۱۔ تعریف: شکار یہ ہے کہ وحشی یعنی غیرپالتو جانور کو کسی ذریعے سے پکڑ لیا جائے

۲۔ جانور کو تیر اندازی کا ہدف بنانا: جانور اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ نے اس کے اندر تکلیف کا احساس اسی طرح پیدا کر رکھا ہے جس طرح انسان کے اندر پیدا کیا ہے۔ اس لئے کسی مشروع مقصد کے بغیر جانور کو تکلیف پہنچانا حلال نہیں ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے گذر کچھ افراد کے پاس سے ہوا جنہوں نے ایک مرغی کو اپنی تیراندازی کے لئے ہدف بنا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: " اس کام کے کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے' حضور ﷺ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی ذی روح کو ہدف بنائے" [۴۴۲]۔

۳۔ سمندر کا شکار: سمندر سے کیا ہوا شکار کھالینا حلال ہے' قطع نظر اس سے کہ شکاری کون تھا اور اس نے شکار کے لئے کونسا آلہ استعمال کیا تھا۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ بحر نمبر ۴) میں بیان کردی ہے۔

۴۔ خشکی کا شکار

الف۔ حرم کا شکار: شکار یا تو حرم مکہ میں پایا جائے گا یا حرم مکہ سے خارج علاقہ میں پایا جائے گا۔ اگر شکار حرم مکہ اندر پایا جائے تو کسی کے لئے اس سے تعرض کرنا اور اسے شکار کرنا حلال نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ احرام نمبر٦ کے جز ن) میں بیان کردی ہے۔ اگر شکار حدود حرم سے باہر پایا جائے تو اسے شکار کرلینا جائز ہے۔ اس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

ب۔ شکاری: خشکی کا شکار کھالینا جائز ہے بشرطیکہ شکاری کوئی مسلمان یا اہل کتاب ہو۔ ان دونوں کے سوا دیگر ادیان سے تعلق رکھنے والے افراد کا کیا ہو شکار کھانا جائز نہیں ہے اس کی تفصیل ہم نے (مادہ ذبح نمبر٢) کے اندر بیان کردی ہے۔

ج۔ آلہ شکار: آلہ شکار سے ہماری مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے شکار کیا جائے یا وہ چیز ہے جو شکار کر پکڑ رکھے یہاں تک کہ شکاری اسے اپنے قابو میں کرلے شکار یا تو جانور کے ذریعے کیا جائے گا یا جانور کے سوا دیگر آلات کے ذریعے۔

١۔ جانور کے ذریعے شکار:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جانور کے ذریعے اگر شکار کرنا ہو تو صرف اس کتے کے ذریعے کیا جاسکتا ہے جسے شکار کرنے کی تعلیم دی گئی ہو[٤٤٣]۔ کسی اور جانور کے ذریعے شکار نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی اور جانور شکار پکڑلے اور شکار مرجائے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا۔ اگر شکاری اسے زندہ پکڑلے اور پھر اسے ذبح کرلے تو اسے کھالینا حلال ہوگا۔ اگر ذبح نہ کرے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "باز اور دیگر شکاری پرندے جو شکار پکڑلیں اور تم اس شکار کو زندہ حالت میں پاکر اسے ذبح کرلو تو اسے کھاسکتے ہو ورنہ اسے نہ کھاؤ"[٤٤٤]۔

ب۔ کتے کا پکڑا ہوا شکار اسی صورت میں حلال ہوگا جب کتے کو شکار کرنے کی تعلیم مل چکی ہو۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ شکاری جب اسے شکار پر چھوڑے تو وہ اسے پکڑ کر اس کے گوشت کا کوئی حصہ کھائے بغیر اپنے مالک کے پاس لے آئے۔ اگر وہ شکار کا کوئی حصہ کھا جائے تو تعلیم یافتہ نہیں کہلائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کتا اپنے پکڑے ہوئے شکار کا کوئی حصہ کھا جائے تو اس

بنا ہے"[٤٤٥]۔

ج۔ اگر کتا تعلیم یافتہ بن جائے اور شکار پکڑنے لگے اور پھر شکار کا کچھ حصہ کھا جائے تو اس کی تعلیم فاسد نہیں ہوگی بلکہ وہ تعلیم یافتہ ہی رہے گا اور اس کا پکڑا ہوا شکار کھایا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب تم اپنے تعلیم یافتہ کتے کو شکار پر چھوڑو اور اللہ کے نام کا ذکر کرلو تو اس کے بعد وہ جو بھی شکار تمہارے لئے پکڑ لے اسے کھالو۔ خواہ کتا اس میں سے کچھ کھا جائے یا نہ کھائے"[٤٤٦]۔ جمیل بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کتوں کے کئے ہوئے شکار کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ کیا ان کتوں کے گلوں میں پٹے نہیں پڑے ہوتے؟ میں نے عرض کیا: "کیوں نہیں' میں انہیں پٹوں سے پکڑ کر چلتا ہوں" آپ نے پوچھا کہ کیا تم کتوں کو پٹوں سے پکڑ کر چلتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ بعض کو پٹوں سے پکڑ کر لے چلتا ہوں اور بعض میرے پیچھے پیچھے آتے ہیں' یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر تم شکار دیکھ کر اپنے کتے کو پٹہ کھول دو اور اسے شکار پر چھوڑ دو اور اس وقت اللہ کا نام بھی ذکر کردو تو پھر وہ جو بھی شکار تمہارے لئے پکڑ لے اسے کھالو۔ رہ گیا پیچھے پیچھے آنے والا کتا (یعنی غیر تعلیم یافتہ کتا) تو وہ اگر کوئی شکار پکڑلے تو اس صورت میں تم تذبذب میں مبتلا نہ ہو' اگر تم مذکورہ شکار کو زندہ حالت میں پاؤ اور اسے ذبح کرلو تو اس کا گوشت کھالو۔ اور اگر شکار کو کوئی ایسا کتا پھاڑ ڈالے جسے تم نے پٹہ کھول کر اس پر نہیں چھوڑا تھا (یعنی غیر تعلیم یافتہ کتا) تو یہ شکار حرام ہوگا"[٤٤٧]۔

د۔ یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تعلیم یافتہ کتے کا پکڑا ہوا شکار کھانے کے لئے یہ شرط عائد نہیں کرتے کہ مذکورہ کتے کو شکار پر چھوڑا گیا ہو بلکہ کتا اگر از خود چل کر شکار تک پہنچ جائے اور اس کا مالک اسے شکار پر نہ چھوڑے اور پھر جاکر شکار پکڑ لے تو اسے کھالینا جائز ہوگا۔ آپ سے ان کتوں کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنے ٹھکانوں سے از خود نکل کر شکار کو پکڑ لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "اللہ کے نام کا ذکر کرلو اور پھر اسے کھالو"[٤٤٨]۔ پچھلی روایت میں حضرت ابن عمرؓ کو یہ قول کہ "یا شکار کو ایسا کتا پھاڑ ڈالے جسے تم نے چھوڑا نہ ہو تو یہ شکار حرام ہوجائے گا" اس سے آپ کی مراد

غیر تعلیم یافتہ کتا ہے جو تمہارے کتے کے پیچھے چلے اور کوئی شکار پکڑ لے۔

۲۔ جانور کے بغیر شکار:

الف۔ جانور کے بغیر کیا ہوا شکار کھالینا جائز نہیں ہے الا یہ کہ شکار کی موت ایسی چیز کے ذریعے واقع ہوئی ہو جو اس کا خون بہادے۔ اگر شکار کسی چیز سے ٹکرانے کی وجہ سے یا اس کی بوجھ کی وجہ سے مرجائے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے بندقہ (بندوق کی گولی) سے مرجانے والے شکار کے متعلق فرمایا کہ: "یہ موقوذہ (مہلک ضرب سے مرجانے والا) ہے"[۴۴۹]۔ نافع کہتے ہیں کہ میں نے دو پرندوں پر جرف کے مقام میں پتھر مارے اور انہیں پکڑ لیا۔ ایک پرندہ تو مرگیا اسے حضرت ابن عمرؓ نے پھینک دیا اور دوسرے پرندے کو آپ کلہاڑی سے ذبح کرنے لگے تو وہ بھی ذبح ہونے سے پہلے مرگیا۔ آپ نے اسے بھی پھینک دیا[۴۵۰]۔

ب۔ اگر شکار پر تیر چلایا جائے اور پھر شکار شکاری کی نظروں سے غائب ہوجائے اور شکاری اسے دوسرے دن مردہ حالت میں پائے جبکہ اس کا تیر اس کے جسم میں پیوست ہو تو اسے کھالینا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص شکار پر تیر چلائے اور اگلے دن اپنا تیر شکار کے جسم میں پیوست پائے تو وہ اسے کھالے"[۴۵۱]۔ کیونکہ یہ صورت حال اس امر پر دلالت کرے گی کہ شکار کی موت اس کے چلائے ہوئے تیر سے واقع ہوئی ہے۔

ج۔ اگر کوئی شخص کسی آلے کے ذریعے کوئی جانور شکار کرے اور اس کا ایک عضو کاٹ ڈالے اور وہ شکار زندہ رہے تو قطع شدہ عضو کا کھانا اس کے لئے حلال نہیں ہوگا حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص درانتی نصب کردیتا ہے اور اس سے شکار کا ایک عضو کٹ جاتا ہے تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے جواب دیا: "عضو کٹنے کے بعد اگر شکار زندہ رہے تو مقطوع عضو کو پھینک دو اور باقیماندہ شکار کھالو"[۴۵۲]۔

د۔ بسم اللہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ شکار پر بسم اللہ پڑھنے کو شکار حلال ہونے کی شرط قرار دیتے تھے جس طرح ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا شرط ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۵) آپ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ "جب تم اپنے تعلیم یافتہ کتے کو شکار پر چھوڑو اور اللہ کے نام کا

ذکر کرلو تو وہ تمہارے لئے جو شکار پکڑلے اسے کھالو" نیز آپ کا یہ قول بھی گذر چکا ہے کہ "جب تم شکار دیکھو اور اپنے کتے کا پٹہ کھولدو اور اللہ کے نام کا ذکر بھی کرلو تو جو شکار وہ پکڑلے اسے کھالو"

بسم اللہ پڑھنے کا وقت وہ ہے جب شکار پر کتا چھوڑا جائے یا تیر چلایا جائے اگر کسی سبب کی بنا پر یہ وقت فوت ہو جائے مثلاً کتا اپنے ٹھکانے سے اٹھ کر شکار پر جھپٹ پڑے اور مالک کو اس کا علم نہ ہو تو اس کا تدارک کھانے کے وقت کرلیا جائے یعنی اس وقت بسم اللہ پڑھ لیا جائے ۔ جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول گذر چکا ہے کہ آپ سے ان کتوں کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا جو اپنے ٹھکانوں سے نکل جاتے ہیں اور پھر شکار کرلیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "ایسے شکار پر اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اسے کھالو"

حرف الصاد میں مذکورہ حوالہ جات

[۱] ۔ عبدالرزاق ص ۸۷ ج ۱۱' الموطا ص ۳۳۳ ج ۱' شرح الزرقانی علی الموطا ص ۲۶۹ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۴ ج ۱۲' المغنی ص ۷۷ ج ۴' ص ۱۱۹ ج ۵' مشق گیرو یعنی سرخ مٹی کو کہتے ہیں

[۲] ۔ سنن بیہقی ص ۱۸۵ ج ۴' سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۰ ج ۳

[۳] ۔ شرح السنہ ص ۲۱۰ ج ۶

[۴] ۔ سنن بیہقی ص ۱۷۰ ج ۶

[۴ - ب] ۔ تفسیر الماوردی ص ۳۳۳ ج ۱

[۵] ۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۶ ج ۴' البدایہ والنہایہ ص ۴ ج ۹' وفیات الاعیان ص ۳۰ ج ۳

[۶] ۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۸ ج ۴

[۷] ۔ الدر المنثور ص ۵۱ ج ۲

[۸] ۔ الدر المنثور ص ۵۰ ج ۲' تفسیر ابن کثیر ص ۳۸۹ ج ۱' طبقات ابن سعد ص ۱۶۷ ج ۴

[۹] ۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۶ ج ۴

[۱۰] ۔ البدایہ والنہایہ ص ۴ ج ۹

[۱۱] ۔ حوالہ درج بالا' وفیات الاعیان ص ۳۰ ج ۳

[۱۲] ۔ الدرالمنثور ص ۵۰ ج ۲

[۱۳] ۔ المغنی ص ۱۸۶ ج ۱

[۱۴] ۔ سنن بیہقی ص ۱۴۱ ج ۱' معرفتہ السنن والآثار ص ۳۶۶ ج ۱

[۱۵] ۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳' ص ۱۷۳ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب ج ۱' احکام القرآن ص ۱۱۳' ۱۶۶ ج ۱

[۱۶] ۔ سنن بیہقی ص ۴۶۲ ج ۱' طرح التثریب ص ۱۷۳ ج ۲' المحلی ص ۲۵۰ ج ۴' المجموع ص ۶۳ ج ۳

[۱۷] ۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۱' شرح معانی الآثار ص ۹۹ ج ۱' المحلی ص ۲۴۹ ج ۴

[۱۸] ۔ شرح معانی الآثار ص ۱۰۱ ج ۱' طرح التثریب ص ۱۷۳ ج ۱' المحلی ص ۲۵۹ ج ۴

[۱۹] ۔ المغنی ص ۳۸۵ ج ۱

[۲۰] ۔ احکام القرآن لابن عربی ص ۱۳۸۶ ج ۳

[۲۱] ۔ مسلم شریف کتاب المساجد باب وقت العشاء' نسائی شریف فی المواقیت باب کراھیتہ ان یقال للعشاء العتمتہ

[۲۲] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲ ج ۱

[۲۳] ۔ سنن بیہقی ص ۱۹' ۲۳۱ ج ۱

[۲۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۰۰ ج ۲، المغنی ص ۱۰۰ ج ۲، عبدالرزاق ص ۳۴۸ ج ۲

[۲۵] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱

[۲۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۹ ج ۱، المغنی ص ۶۷ ج ۲

[۲۷] ۔ عبدالرزاق ص ۳۵۸ ج ۲، المغنی ص ۶۵ ج ۲

[۲۸] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، شرح السنہ ص ۹۶ ج ۲، سنن بیہقی ص ۴۰۳ ج ۲ المحلی ص ۸۴ ج ۳، کشف الغمہ ص ۸۶ ج ۱

[۲۹] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۸ ب ج ۱، المحلی ص ۷۲ ج ۴

[۳۰] ۔ سنن ابی داؤد فی الصلوۃ باب اذا کان الثوب ضیقا سنن بیہقی ص ۲۳۶ ج ۲

[۳۱] ۔ المغنی ص ۵۹۲ ج ۱، المجموع ص ۱۸۹ ج ۳

[۳۲] ۔ عبدالرزاق ص ۳۴۵ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۵ ج ۲، شرح السنہ ص ۳۲۸ ج ۲، المجموع ص ۲۰۵ ج ۳

[۳۰] ۔ جامع الاصول ص ۲۹۷ ج ۵، کشف الغمہ ص ۸۸ ج ۱

[۳۴] ۔ الدرالمنثور ص ۱۰۹ ج ۱، احکام القرآن ص ۶۲ ج ۱، المغنی ص ۴۳۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۸۸ ج ۱

[۳۵] ۔ جامع الاصول ص ۲۳۱ ج ۳

[۳۶] ۔ عبدالرزاق ص ۸۲ ج ۱

[۳۷] ۔ عبدالرزاق ص ۵۴۳ ج ۱، الموطا ص ۱۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۶۴ ج ۱، احکام القرآن ۲۶۶ ج ۲

[۳۸] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۰ ج ۱

[۳۹] ۔ المحلی ص ۱۸۶ ج ۳

[۴۰] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۷۳ ج ۱، احکام القرآن ص ۲۷۳ ج ۲، شرح السنہ ص ۱۸۶ ج ۲، المغنی ص ۳۸۲ ج ۱، المجموع ص ۴۴ ج ۳

[۴۱] ۔ طرح التثریب ص ۱۹۴ ج ۲، المغنی ص ۱۱۹ ج ۲

[۴۲] ۔ عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ب، ج ۱

[۴۳] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۴ ج ۳، المغنی ص ۳۹۶ ج ۱

[۴۴] ۔ سنن بیہقی ص ۴۸۰ ج ۲

[۴۵] ۔ عبدالرزاق ص ۴۴۴ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ۱

[۴۶] ۔ المحلی ص ۲۳۹ ج ۲

[۴۷] ۔ المحلی ص ۱۸۰ ج ۴

۴۸ - عبدالرزاق ص ۵ ج ۲ ' شرح معانی الآ ثار ص ۲۷۰ ج ا ' سنن بیہقی ص ۲۲۲ ج ۲ ' شرح السنہ ص ۲۲۴ ج ۲ ' احکام القرآن ص ۲۲۱ ج ۳ ' المغنی ص ۶۰۸ ج ا ' کشف الغمہ ص ۴۷ ج ا ' الموطا ص ۱۶۸ ج ا

۴۹ - ابن ابی شیبہ ص ۷۱ ج ا

۵۰ - ابن ابی شیبہ ص ۷۲ ج ا

۵۱ - عبدالرزاق ص ۴۳۰ ج ۲ ' الاستذکار ص ۱۴۶ ج ا ' شرح السنہ ص ۳۲۶ ج ۳ ' کشف الغمہ ص ۱۲۲ ج ا

۵۲ - البخاری فی مواقیت الصلوۃ باب لا یتحری الصلوۃ .... ' مسلم شریف فی صلوۃ المسافرین باب الاوقات التی نھی عن الصلوۃ فیھا

۵۳ - ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ا ' عبدالرزاق ص ۴۴۴ ج ۲

۵۴ - عبدالرزاق ص ۵۲۳ ج ۳ ' ابن ابی شیبہ ص ۱۴۶ ب ج ا ' المغنی ص ۱۱۰ ج ۲

۵۵ - الموطا ص ۲۲۹ ج ا ' سنن بیہقی ص ۳۲ ج ۴

۵۶ - سنن بیہقی ص ۴۵۹ ج ۲

۵۷ - ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ب ' ج ا

۵۸ - ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ج ا ' طرح التثریب ص ۱۸۸ ج ۲ ' المغنی ص ۱۱۶ ج ۲ ' عبدالرزاق ص ۵۳ ج ۳

۵۹ - طرح التثریب ص ۱۸۷ ج ۲

۶۰ - شرح السنہ ص ۳۴۴ ج ۳

۶۱ - الاستذکار ص ۱۵۰ ج ا ' طرح التثریب ص ۱۸۶ '۱۹۴ ج ۲ ' المحلی ص ۲۷۵ ج ۲ ' المغنی ص ۱۰۹ ج ۲

۶۲ - عبدالرزاق ص ۵۲۳ ج ۳ ' الموطا ص ۲۲۹ ج ا ' شرح السنہ ص ۳۲۶ ج ۳ ' المغنی ص ۵۵۵ ج ۲ ' کشف الغمہ ص ۱۷۰ ج ا

۶۳ - ترمذی فی الصلوۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل

۶۴ - ابن ابی شیبہ ص ۵۰ ب ج ا ' عبدالرزاق ص ۵۵۰ ج ا

۶۵ - عبدالرزاق ص ۵۵۴ ج ا

۶۶ - البخاری فی مواقیت الصلوۃ باب النوم قبل العشاء ' عبدالرزاق ص ۵۵۸ ج ا

۶۷ - عبدالرزاق ص ۵۶۴ ج ا ' شرح السنہ ص ۱۹۲ ج ۲

۶۸ - عمدۃ القاری ص ۱۰ ج ۷ ' عبدالرزاق ص ۲۹ ج ۳ ' ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ج ا ' شرح معانی الآ ثار ص ۲۰۱ ج ا ' المغنی ص ۱۶۳ ج ۲ ' المجموع ص ۵۲۱ ج ۳ ' کشف الغمہ ص ۱۱۵ ج ا

[۶۹]۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳

[۷۰]۔ عبدالرزاق ص ۵۵۶ ج ۲، الموطا ص ۱۴۵ ج ۱، المغنی ص ۴۷۲ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۳۹ ج ۱

[۷۱]۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ ج ۱، المغنی ص ۲۷۸ ج ۲

[۷۲]۔ الموطا ص ۱۵۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۹۴ ج ۱

[۷۳]۔ عبدالرزاق ص ۲۰ ج ۲

[۷۴]۔ عبدالرزاق ص ۲۳ ج ۲

[۷۵]۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۴ ج ۱

[۷۶]۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۳۰ ج ۲، شرح معانی الآثار ص ۲۶۸ ج ۱

[۷۷]۔ البخاری فی صلوۃ الجماعہ۔ باب اذا حضر الطعام، مسلم فی المساجد باب کراہیہ الصلوۃ بحضرۃ الطعام، الموطا ص ۱۷۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۱۰ ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۷۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۷۲ ج ۱، المغنی ص ۶۲۹ ج ۱

[۷۸]۔ المغنی ص ۲۴۳ ج ۲

[۷۹]۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱

[۸۰]۔ عبدالرزاق ص ۴۰۵ ج ۱، المغنی ص ۶۷ ج ۲، المجموع ص ۲۲۹ ج ۵، المحلی ص ۱۴۱ ج ۵

[۸۱]۔ عبدالرزاق ص ۵۲۵ ج ۳، المغنی ص ۴۹۴ ج ۲

[۸۲]۔ عبدالرزاق ص ۱۰ ج ۲

[۸۳]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۹ب، ج ۱

[۸۴]۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ب ج ۱، نیل الاوطار ص ۸۱ ج ۲

[۸۵]۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ب ج ۱، المغنی ص ۵۸۵ ج ۱، المجموع ص ۱۸۴ ج ۳

[۸۶]۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷ ج ۲

[۸۷]۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۸ ب ج ۱، شرح السنہ ص ۲۲۳ ج ۲

[۸۸]۔ عبدالرزاق ص ۱۹۲ ج ۲، المحلی ص ۱۹ ج ۴

[۸۹]۔ شرح السنہ ص ۱۷۰ ج ۳

[۹۰]۔ سنن بیہقی ص ۲۸۹ ج ۲، المغنی ص ۸ ج ۲

[۹۱]۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۳ ج ۱

[۹۲]۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱، المحلی ص ۱۹ ج ۴، المغنی ص ۸ ج ۲

[۹۳]۔ عبدالرزاق ص ۲۵۴ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ب ج ۱، الاستذکار ص ۱۵۵ ج ۱، المغنی ص ۵۸۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۹۲ ج ۱

۹۴۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷ ج ۲
۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ ج ۱
۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸ ب ج ۱' الموطا ص ۱۶۴ ج ۱' المحلی ص ۸۷ ج ۱' احکام القران ص ۲۵۳ ج ۳
۹۷۔ الزرقانی علی الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
۹۸۔ عبدالرزاق ص ۳۷۱ ج ۲
۹۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸ ب ج ۱
۱۰۰۔ عبدالرزاق ص ۱۹۵ ج ۲
۱۰۱۔ الموطا ص ۱۵۸ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۲
۱۰۲۔ عبدالرزاق ص ۲۶۴ ج ۲
۱۰۳۔ کشف الغمہ ص ۹۱ ج ۱
۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ب ج ۱' المغنی ص ۳۵۲ ج ۲
۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ب ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۱۵ ج ۲
۱۰۶۔ عبدالرزاق ص ۳۹۴ ج ۱ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱
۱۰۷۔ عبدالرزاق ص ۳۵۸ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۳۶ ج ۲
۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۸ ب ج ۱
۱۰۹۔ سنن بیہقی ص ۲۴۰ ج ۲' المحلی ص ۷۲ ج ۴
۱۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۱ ب ج ۱
۱۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ ج ۱' المغنی ص ۵۸۶ ج ۱
۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۱ ج ۱' المغنی ص ۶۰۳ ج ۱
۱۱۳۔ المغنی ص ۶۷ ج ۲
۱۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۰۳ ج ۱
۱۱۵۔ سنن بیہقی ص ۹۱ ج ۲' ص ۲۴۱ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۸۹ ب ج ۱'عبدالرزاق ص ۴۱۸ ج ۲' ص ۲۵۰ ج ۳
۱۱۶۔ عبدالرزاق ص ۴۱۶ ج ۲
۱۱۷۔ سنن بیہقی ص ۱۹۲ ج ۲' المغنی ص ۵۶۲ ج ۱
۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۹ ب ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۱۸ ج ۲' سنن بیہقی ص ۱۹۱ ج ۲' المحلی ص ۲۶۱ ج ۴
۱۱۹۔ عبدالرزاق ص ۴۴۰ ج ۲' سنن بیہقی ص ۴۸۳ ج ۲' المغنی ص ۳۶۵ ج ۲' المحلی ص ۱۱۰ ج ۳' المجموع ص ۵۵۰ ج ۳' ص ۱۱۰ ج ۴
۱۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۶۲ ج ۳
۱۲۱۔ المحلی ص ۱۰۵ ج ۳
۱۲۲۔ سنن بیہقی ص ۴۰۳ ج ۲' شرح السنہ

ص ۹۶ ج ۲' کشف الغمہ ص ۸۶ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱' المحلی ص ۸۴ ج ۳

[۱۲۳] ۔ الموطا ص ۴۶س ج ۱' نیل الاوطار ص ۲۳۶ ج۱' ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۳۴۰ ج ۲' الام ص ۲۴۷ ج ۷' المحلی ص ۸۴ ج ۳' الجوھر النقی ص ۱۴۱ ج ۱' الاستذکار ص ۲۹۱ ج ۱' المغنی ص ۱۰۳ ج ۲' المجموع ص ۶ ج ۴

[۱۲۴] ۔ عبدالرزاق ص ۳۳۹ ج ۲' الجوھر النقی ص ۱۴۳ ج ۱

[۱۲۵] ۔ عبدالرزاق ص ۳۴۰ ج ۲' الام ص ۲۴۷ ج ۷' الموطا ص ۴۶ ج ۱' نیل الاوطار ص ۲۳۶ ج ۱

[۱۲۶] ۔ المحلی ص ۲۴۶ ج ۳' تفسیر قرطبی ص ۱۲۵ ج ۱' المجموع ص ۲۸۵ ج ۳

[۱۲۷] ۔ المحلی ص ۲۳۷ ج ۳' عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۲

[۱۲۸] ۔ عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲

[۱۲۹] ۔ شرح السنہ ص ۲۴۰ ج ۳

[۱۳۰] ۔ سنن بیہقی ص ۲۲۲ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵ ج ۲' شرح معانی الآثار ص ۲۷۰ ج ۱

[۱۳۱] ۔ الاعتبار ص ۷۷

[۱۳۲] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ ب ج ۱' المحلی ص ۱۱ ج ۴

[۱۳۳] ۔ المحلی ص ۱۱ ج ۴

[۱۳۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ ب ج ۱' عبدالرزاق ص ۳۰ ج ۳' شرح معانی الآثار ۲۶۸ ج ۱

[۱۳۵] ۔ المغنی ص ۲۴۸ ج ۲

[۱۳۶] ۔ بخاری فی صفتہ الصلوۃ باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی ' عبدالرزاق ص ۶۸ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ب ' ۳۷ ج ۱' الموطا ص ۷۷ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۳۶ ج ۲' الام ص ۲۵۰ ج ۷' المحلی ص ۹۰ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۵ ج ۳' المجموع ص ۴۲۶' ۲۶۵ ج ۳

[۱۳۷] ۔ عبدالرزاق ص ۶۸ ج ۲

[۱۳۸] ۔ المحلی ص ۲۳۵ ج ۳

[۱۳۹] ۔ سنن بیہقی ص ۷ ج ۲' المغنی ص ۶۰۰ ج ۱

[۱۴۰] ۔ عبدالرزاق ص ۲۶۴ ج ۲' شرح السنہ ص ۳۳ ج ۳' المغنی ص ۹ ج ۲

[۱۴۱] ۔ المغنی ص ۷ ج ۲

[۱۴۲] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۵۰ ج ۳

[۱۴۳] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۰ ج ۱

[۱۴۴] ۔ المغنی ص ۵۶۲ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص

۴۲ ج ۱

۱۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۱۱۱ ج ۴، المغنی ص ۱۴۲ ج ۲

۱۴۶۔ شرح السنہ ص ۱۷۲ ج ۳

۱۴۷۔ عبدالرزاق ص ۴۷۴ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۰۸ ج ۲

۱۴۸۔ المحلی ص ۹۸ ج ۴

۱۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ب ج ۱

۱۵۰۔ عبدالرزاق ص ۷۶ ج ۲

۱۵۱۔ تفسیر قرطبی ص ۱۲۵ ج ۱، المجموع ص ۲۸۵ ج ۳

۱۵۲۔ الموطا ص ۷۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۴ ج ۲، عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۲، المحلی ص ۲۳۷ ج ۳، شرح السنہ ص ۶۶ ج ۳، المغنی ص ۵۷۶ ج ۱

۱۵۳۔ عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ب ج ۱ سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲

۱۵۴۔ عبدالرزاق ص ۹۷ ج ۲، المغنی ص ۴۸۹ ج ۱

۱۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱، عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۲

۱۵۶۔ الموطا ص ۷۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۴ ج ۲، شرح السنہ ص ۶۶ ج ۳، المغنی ص ۵۷۶ ج ۱

۱۵۷۔ عبدالرزاق ص ۲۶۴ ج ۲

۱۵۸۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۲

۱۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ب ج ۱

۱۶۰۔ الموطا ص ۷۹ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۴۸ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۰ ج ۲، المحلی ص ۱۰۶ ج ۴، شرح السنہ ص ۶۶ ج ۳، المغنی ص ۴۹۴ ج ۱

۱۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۴۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۰ ج ۳

۱۶۲۔ عبدالرزاق ص ۱۵۰ ج ۲

۱۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۴ ب، ج ۱

۱۶۴۔ الموطا ص ۸۲ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۱۶ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۸۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۰۰ ج ۱

۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱

۱۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۴ ب ج ۱

۱۶۷۔ حوالہ درج بالا، المحلی ص ۱۰۴ ج ۴

۱۶۸۔ عبدالرزاق ص ۱۰۵ ج ۲

۱۶۹۔ عبدالرزاق ص ۱۰۶ ج ۲

۱۷۰۔ عبدالرزاق ص ۱۰۷ ج ۲

۱۷۰ - ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱، المحلی ص ۱۰۵ ج ۴

۱۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱

۱۷۲۔ عبدالرزاق ص ۱۰۸ ج ۲، ابن ابی

شیبہ ص ۵۵ ج ۱

۱۷۳۔ عبدالرزاق ص ۱۰۸ ج ۲

۱۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱

۱۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱

۱۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ج ۱

۱۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱

۱۷۸۔ عبدالرزاق ص ۴۹۲ ج ۲

۱۷۹۔ عبدالرزاق ص ۴۹۴ ج ۲

۱۸۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ب ج ۱، شرح السنہ ص ۲۵ ج ۳، المجموع ص ۲۶۵، ۵۶۷ ج ۳، الموطا ص ۷۷ ج ۱، الام ص ۲۵۰ ج ۷

۱۸۱۔ عبدالرزاق ص ۶۸ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۳۷ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۱، ۲۳ ج ۳، الموطا ص ۷۷ ج ۱، الام ص ۲۵۰، ۲۶۰ ج ۷، سنن بیہقی ص ۱۳۶ ج ۲، المحلی ص ۹۰ ج ۴، المغنی ص ۴۹۶، ۴۹۷ ج ۱، المجموع ص ۳۶۷، ۴۲۶ ج ۳، بخاری شریف فی صفتہ الصلوۃ باب رفع الیدین

۱۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۷ ج ۱، شرح معانی الآثار ص ۱۳۳ ج ۱

۱۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۲ ج ۱

۱۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱، الاستذکار ص ۸۳ ج ۱، المغنی ص ۵۰۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۹۱ ج ۲

۱۸۵۔ المغنی ص ۴۹۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱

۱۸۶۔ سنن بیہقی ص ۱۰ ج ۳

۱۸۷۔ المحلی ص ۲۶۸ ج ۳

۱۸۸۔ المحلی ص ۲۶۳ ج ۳، المغنی ص ۵۰۸ ج ۱

۱۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ب، ج ۱، المغنی ص ۵۱۰ ج ۱

۱۹۰۔ عبدالرزاق ص ۱۹۲، ۱۹۳ ج ۲

۱۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۴ ج ۱، عبدالرازق ص ۱۹۱ ج ۲، المغنی ص ۵۲۴ ج ۱

۱۹۲۔ آثار ابی یوسف نمبر ۲۸۶، المغنی ص ۵۱۸ ج ۱، الموطا ص ۸۹ ج ۱

۱۹۲ - ب ۔ سنن بیہقی ص ۱۱۹ ج ۲، عبدالرزاق ص ۱۹۲ ج ۲

۱۹۳۔ المجموع ص ۱۲۰ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۰ ج ۱، المغنی ص ۵۲۴ ج ۱

۱۹۴۔ عبدالرزاق ص ۱۷۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱

۱۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۵ ج ۲، المجموع ص ۴۲۱ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۰۶ ج ۱

۱۹۶۔ سنن بیہقی ص ۱۳۵ ج ۲

[۱۹۷] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۹ ج ۱

[۱۹۸] ۔ حوالہ درج بالا

[۱۹۹] ۔ المغنی ص ۵۴۰ ج ۱

[۲۰۰] ۔ الموطا ص ۸۹ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۳۰ ج ۲' شرح معانی الآثار ص ۱۵۲ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۷۲ ج ۳' المحلی ص ۱۲۷ ج ۴' المجموع ص ۴۲۹ ج ۳' بخاری فی صفتہ الصلوۃ باب سنۃ الجلوس فی التشہد

[۲۰۱] ۔ الموطا ص ۸۹ ج ۱

[۲۰۲] ۔ سنن بیہقی ص ۱۲۴ ج ۲' الموطا ص ۸۹ ج ۱

[۲۰۳] ۔ بخاری فی صفتہ الصلوۃ باب سنۃ الجلوس فی التشہد' نسائی شریف' فی الافتتاح باب کیف الجلوس' الموطا ص ۸۹ ج ۱' شرح معانی الآثار ص ۱۵۲ ج ۱' عبدالرزاق ص ۱۹۳ ج ۲

[۲۰۴] ۔ شرح السنہ ص ۱۷۷ ج ۳

[۲۰۵] ۔ عبدالرزاق ص ۲۴۹ ج ۲' الموطا ص ۲۱۷ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ ج ۱' کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۱

[۲۰۶] ۔ المحلی ص ۲۷۰ ج ۳

[۲۰۷] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۱

[۲۰۸] ۔ شرح السنہ ص ۱۴۸ ج ۳' المغنی ص ۵۳۷ ج ۱' المجموع ص ۴۳۸ ج ۳

[۲۰۹] ۔ المغنی ص ۵۳۷ ج ۱

[۲۱۰] ۔ سنن ابی داؤد فی الصلوۃ باب التشہد' عبدالرزاق ص ۲۰۴ ج ۲' الموطا ص ۹۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۴۲ ج ۲' شرح معانی الآثار ص ۱۵۴ ج ۱' المغنی ص ۵۳۷ ج ۱

[۲۱۱] ۔ المجموع ص ۴۴۹ ج ۳

[۲۱۲] ۔ الموطا ص ۹۱ ج ۱

[۲۱۳] ۔ عبدالرزاق ص ۲۲۲ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۴۶ ب ج ۱' المغنی ص ۵۵۲ ج ۱' المجموع ص ۴۶۳ ج ۳' کشف الغمہ ص ۱۰۹ ج ۱

[۲۱۴] ۔ جامع الاصول ص ۴۱۴ ج ۵' شرح السنہ ص ۳۴۷ ج ۵

[۲۱۵] ۔ الموطا ص ۹۱ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۲۳ ج ۲

[۲۱۶] ۔ المحلی ص ۲۳۰ ج ۲

[۲۱۷] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۶ ج ۳

[۲۱۸] ۔ الام ص ۲۴۸ ج ۷' کشف الغمہ ص ۱۱۴ ج ۱' المحلی ص ۴۸ ج ۳' المغنی ص ۱۵۰ ج ۲

[۲۱۹] ۔ سنن بیہقی ص ۲۶ ج ۳' المحلی ص ۴۷ ج ۳' سنن بیہقی ص ۲۶' ۲۷' ۲۹ ج ۳' الموطا ص ۱۲۵ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۷ ج

۳' الام ص ۲۴۸ ج ۷' شرح السنہ ص ۸۲
' ۹۴ ج ۴' المغنی ص ۱۵۷ ج ۲' المجموع ص
۵۱۹' ۵۲۰ ج ۳

۲۲۰۔ شرح السنہ ص ۱۲۶ ج ۳' المجموع ص
۵۲۰ ج ۳

۲۲۱۔ سنن بیہقی ص ۴۹۸ ج ۲' المغنی ص
۱۵۱ ج ۲' نیل الاوطار ص ۵۳ ج ۳

۲۲۲۔ المجموع ص ۵۲۰ ج ۳' فتح الباری ص
۴۹۰ ج ۲

۲۲۳۔ الموطا ص ۱۵۹ ج ۱' الام ص ۲۴۸ ج
۷' المغنی ص ۱۵۱ ج ۲' شرح السنہ ص ۱۲۳
ج ۳

۲۲۴۔ المجموع ص ۵۲۰ ج ۳

۲۲۵۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار
ص ۹۳

۲۲۶۔ تہذیب الآثار ص ۳۰۷ ج ۲' شرح
معانی الآثار ص ۱۴۴ ج ۱

۲۲۷۔ عبدالرزاق ص ۲۹ ج ۳' ابن ابی
شیبہ ص ۹۷ ج ۱' شرح معانی الآثار ص ۲۰۱
ج ۱' کشف الغمہ ص ۱۱۵ ج ۱' المغنی ص ۱۶۳
ج ۲' المجموع ص ۵۲۱ ج ۳' الموطا ص ۱۲۵
ج ۱

۲۲۸۔ شرح السنہ ص ۹۴ ج ۴

۲۲۹۔ ابو داؤد فی الصلوۃ باب نقض الوتر'
ترمذی فی الصلوۃ باب لا وتران فی لیلۃ'
نسائی فی قیام اللیل باب نھی النبی عن
الوترین فی لیلۃ۔

۲۳۰۔ بخاری فی الوتر باب لیجعل آخر صلوۃ
وترا' مسلم فی صلوۃ المسافرین باب صلوۃ
اللیل مثنیٰ مثنیٰ والوتر رکعۃ من آخر اللیل

۲۳۱۔ الموطا ص ۱۵۹ ج ۱' الام ص ۲۴۸ ج
۷

۲۳۲۔ المغنی ص ۱۵۴ ج ۲

۲۳۳۔ المجموع ص ۵۲۰ ج ۳' فتح الباری
ص ۴۹۰ ج ۲

۲۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸' ۹۹ ج ۱' شرح
السنہ ص ۱۲۲ ج ۳' اختلاف ابی حنیفہ مع
ابن ابی لیلیٰ ص ۱۱۳' المحلی ص ۱۴۲ ج ۴'
المغنی ص ۱۵۴ ج ۲

۲۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱

۲۳۶۔ المحلی ص ۱۴۲ ج ۴

۲۳۷۔ آثار ابی یوسف نمبر ۳۵۵

۲۳۸۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۲

۲۳۹۔ حوالہ درج بالا

۲۴۰۔ المغنی ص ۴۱۵ ج ۲

۲۴۱۔ شرح السنہ ص ۲۷۷ ج ۴' سنن بیہقی
ص ۸ ج ۲' شرح السیر الکبیر ص ۲۲۴ ج ۱

۲۴۲۔ بخاری اور مسلم صلوۃ الخوف

۲۴۳۔ المغنی ص ۴۰۸ ج ۲

۲۴۴۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۲ المغنی ص ۴۳۲ ج ۱' ص ۴۱۷ ج ۲' المجموع ص ۳۱۶ ج ۴

۲۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱

۲۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۰ ج ۱

۲۴۷۔ الموطا ص ۱۳۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۲' المحلی ص ۱۰۵ ج ۳' شرح السنہ ص ۳۴۳ ج ۳

۲۴۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۴۳ ج ۳

۲۴۹۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۱

۲۵۰۔ المحلی ص ۲۳۲ ج ۴

۲۵۱۔ عبدالرزاق ص ۴۲۲ ج ۲' شرح معانی الآثار ص ۲۱۴ ج ۱' الموطا ص ۱۳۳ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۹۶ ب ج ۱' المغنی ص ۱۱۱ ج ۲

۲۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۶ ب ج ۱' المغنی ص ۱۱۳ ج ۲

۲۵۳۔ عبدالرزاق ص ۲۴۱ ج ۲' شرح السنہ ص ۲۱۲ ج ۳

۲۵۴۔ عبدالرزاق ص ۲۴۱ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ج ۱

۲۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ج ۱

۲۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۱ ج ۱' سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۳

۲۵۷۔ المحلی ص ۲۰۲ ج ۴

۲۵۸۔ المحلی ص ۱۱۹ ج ۴' سنن ابو داؤد فی الصلوۃ باب التشدد فی خروج النساء الی المساجد

۲۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ ج ۱

۲۶۰۔ بخاری فی الجماعۃ - باب الرخصۃ فی المطر' مسلم فی صلوۃ المسافرین باب الصلوۃ فی الرحال' ابوداؤد فی الصلوۃ باب التخلف عن الجماعۃ' ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۲

۲۶۱۔ المحلی ص ۲۱۳ ج ۴

۲۶۲۔ المغنی ص ۱۸۶ ج ۲

۲۶۲ - ب ۔ سنن بیہقی ص ۱۲۱ ج ۳' المحلی ص ۲۱۳ ج ۴' المجموع ص ۱۵۲ ج ۴' المغنی ص ۱۸۷ ج ۲

۲۶۳۔ سنن بیہقی ص ۱۲۲ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۱۰۶ ج ۱

۲۶۴۔ البدایہ والنہایہ ص ۵ ج ۹

۲۶۵۔ المحلی ص ۲۱۳ ج ۴' کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۱' المغنی ص ۱۸۶ ج ۲

۲۶۶۔ سنن بیہقی ص ۸۹ ج ۳

۲۶۷۔ المحلی ص ۱۲۸ ج ۳' ص ۲۲۰ ج ۴

۲۶۸۔ سنن بیہقی ص ۲۳۴ ج ۱

۲۶۹۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۲
۲۷۰۔ سنن بیہقی ص ۱۲۶ ج ۳' المغنی ص ۲۰۵ ج ۲' شرح السنہ ص ۴۰۰ ج ۳' المجموع ص ۱۸۲ ج ۴
۲۷۱۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ '۵۴۰ ج ۲' سنن بیہقی ص ۱۵۷ ج ۳
۲۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱' المغنی ص ۹۹ '۱۰۰ ج ۲' عبدالرزاق ص ۳۴۸ ج ۲' المحلی ص ۲۱۶ ج ۴' سنن بیہقی ص ۴۰۰ ج ۲' المجموع ص ۱۵۹ ج ۴
۲۷۳۔ عبدالرزاق ص ۲۶۰ ج ۲
۲۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۰۶ ج ۲
۲۷۵۔ الموطا ص ۱۳۴ ج ۱
۲۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ب ج ۱
۲۷۷۔ عبدالرزاق ص ۲۴۲ ج ۲
۲۷۸۔ عبدالرزاق ص ۲۹۰ ج ۲' شرح السنہ ص ۳۱۹ ج ۲' المجموع ص ۱۰۴' ۴۱۸ ج ۴ 'الام ص ۲۶۰ ج ۷
۲۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ب ج ۱
۲۸۰۔ المحلی ص ۱۹۵ ج ۴
۲۸۱۔ کشف الغمہ ص ۱۳۵ ج ۱
۲۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۰۶ ج ۲
۲۸۳۔ الموطا ص ۱۳۴ ج ۱
۲۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ب ج ۱' الاعتبار ص ۱۰۸
۲۸۵۔ المحلی ص ۵۹ ج ۴
۲۸۶۔ عبدالرزاق ص ۵۷ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ج ۱' المحلی ص ۵۹ ج ۴
۲۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ج ۱
۲۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۶۰ ج ۲
۲۸۹۔ سنن بیہقی ص ۲۹۶ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ب ج ۱
۲۹۰۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۲
۲۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱' الاستذکار ص ۸۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۹۱ ج ۲' المغنی ص ۵۰۴ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۷۸ ج ۲
۲۹۲۔ عبدالرزاق ص ۲۷۸' ۲۷۹' ۲۸۲ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۹۰ ج ۲' شرح السنہ ص ۳۸۲ ج ۳' ص ۲۷۳ ج ۴' الاستذکار ص ۸۱ ج ۱' المحلی ص ۲۴۶ ج ۳' کشف الغمہ ص ۱۳۰ ج ۳
۲۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱' الاستذکار ص ۸۲ ج ۱
۲۹۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ب ج ۱

۲۹۵۔ عبدالرزاق ص ۲۲۵ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۹۶ ج ۲

۲۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ج ۱، المغنی ص ۴۰۸ ج ۲، المجموع ص ۱۱۹ ج ۴

۲۹۷۔ الموطا ص ۸۱ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۲۸ ج ۲، کشف الغمہ ص ۹۸ ج ۱

۲۹۸۔ سنن بیہقی ص ۱۶۹ ج ۲، المغنی ص ۵۶۶ ج ۱، المجموع ص ۳۲۴ ج ۳

۲۹۹۔ شرح السنہ ص ۸۵ ج ۳، عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲

۳۰۰۔ عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲، شرح السنہ ص ۸۵ ج ۳، سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲

۳۰۱۔ الموطا ص ۸۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲، کشف الغمہ ص ۹۷ ج ۱، شرح معانی الآثار ص ۱۲۹ ج ۱

۳۰۲۔ عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲

۳۰۳۔ شرح السنہ ص ۴۱۸ ج ۳، المغنی ص ۵۲۷ ج ۱

۳۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ب، ج ۱

۳۰۴ - ب۔ شرح السنہ ص ۱۵۹ ج ۳، المغنی ص ۵۵ ج ۶، المجموع ص ۱۳۸ ج ۴، کشف الغمہ ص ۹۹ ج ۱

۳۰۴ - ج۔ عبدالرزاق ص ۱۴۳ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ب ج ۱

۳۰۵۔ عبد الرزاق ص ۱۴۳ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۱۲ ج ۳

۳۰۶۔ کشف الغمہ ص ۱۵۰ ج ۱

۳۰۷۔ المحلی ص ۵۵ ج ۵، احکام القرآن ص ۴۴۵ ج ۳، المغنی ۳۶۰ ج ۲، المجموع ص ۳۵۶ ج ۴

۳۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ب ج ۱

۳۰۹۔ حوالہ درج بالا

۳۱۰۔ المحلی ص ۵۶ ج ۵

۳۱۰ - ب۔ المغنی ص ۳۳۱ ج ۲

۳۱۱۔ عبدالرزاق ص ۱۷۰ ج ۳، المحلی ص ۵۲ ج ۵

۳۱۲۔ احکام القرآن ص ۲۸۳ ج ۳

۳۱۳۔ المحلی ص ۵۲ ج ۵

۳۱۴۔ المغنی ص ۳۳۰ ج ۲

۳۱۵۔ المغنی ص ۳۰۲ ج ۲،

۳۱۶۔ المغنی ص ۳۳۴ ج ۲، المجموع ص ۴۵۸ ج ۴

۳۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۷ ج ۱، المغنی ص ۳۵۸ ج ۲

۳۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶، ۸۳ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۴۰ ج ۳، سنن بیہقی ص ۱۸۵ ج ۳، شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۴، المغنی ص ۶۳۲ ج ۱

۳۱۹ـ احکام القرآن ص ۴۴۴ ج ۳

۳۲۰ـ عبدالرزاق ص ۲۱۰ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۸۰ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۹۹ ج ۳

۳۲۱ـ شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱

۳۲۲ـ عبدالرزاق ص ۲۳۴ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۸۰ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۰۴ ج ۳' المحلی ص ۷۵ ج ۵' الاستذکار ص ۷۹ ج ۱' احکام القرآن ص ۴۴۶ ج ۳' المغنی ص ۳۱۲ ج ۲' المجموع ص ۴۳۴ ج ۴

۳۲۳ـ عبدالرزاق ص ۲۴۸ ج ۳

۳۲۴ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۱ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۴۶ ج ۳' المحلی ص ۱۴ ج ۳' شرح السنہ ص ۴۴۹' ۴۵۱ ج ۳' المغنی ص ۳۶۴ ج ۲' شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱

۳۲۵ـ بخاری و مسلم' ترمذی ' ابوداؤد فی صلوۃ العیدین باب خروج النساء.........

۳۲۶ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۶ ب' ج ۱' المغنی ص ۳۷۵ ج ۲

۳۲۷ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۶ ب ج ۱' المحلی ص ۸۸ ج ۵

۳۲۸ـ عبدالرزاق ص ۳۰۸ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ج ۱

۳۲۹ـ المحلی ص ۹۰ ج ۵

۳۳۰ـ ابو داؤد فی الصلوۃ باب الخروج الی العید

۳۳۱ـ عبدالرزاق ص ۲۷۴ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۸۶ ج ۱' الموطا ص ۱۸۱ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۱۶ ج ۴' المجموع ص ۱۶ ج ۵' المغنی ص ۳۸۷ ج ۲

۳۳۲ـ کشف الغمہ ص ۱۵۱' ج ۱

۳۳۲-ب ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۴' ج ۱

۳۳۳ـ المغنی ص ۳۷۳ ج ۲

۳۳۴ـ بخاری' ترمذی' نسائی فی العیدین باب صلوۃ العیدین قبل الخطبۃ' مسلم فی اول العیدین

۳۳۵ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۵ ب ج ۱' المغنی ص ۳۸۰ ج ۲' المجموع ص ۲۳ ج ۵

۳۳۶ـ شرح السنہ ص ۳۰۹ ج ۴

۳۳۷ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۶۲ ج ۳' المغنی ص ۴۵۶ ج ۱

۳۳۸ـ ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ۱

۳۳۹ـ عبدالرزاق ص ۲۹۵ ج ۲

۳۴۰ـ الموطا ص ۱۶۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۹۵ ج ۲

۳۴۱ـ عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۹۶' ۹۸ ج ۱' المغنی ص ۱۲۴ ج ۲' المجموع ص ۵۴۳ ج ۳' الموطا ص ۱۱۹ ج ۱' سنن بیہقی ص ۴۸۷ ج ۲

۳۴۲۔ کشف الغمہ ص ۱۱۶ ج ۱

۳۴۳۔ عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۳، ص ۴۲۶ ج ۱۱

۳۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ج ۱

۳۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ۱

۳۴۶۔ المحلی ص ۱۰۵ ج ۳

۳۴۷۔ عبدالرزاق ص ۴۴۰ ج ۲، سنن بیہقی ص ۴۸۳ ج ۲، المحلی ص ۱۱۰ ج ۳، المغنی ص ۳۶۵ ج ۲، المجموع ص ۵۵۰ ج ۳، ص ۱۱۰ ج ۴

۳۴۸۔ سنن بیہقی ص ۱۸۸ ج ۲

۳۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب ج ۱

۳۵۰۔ حوالہ درج بالا

۳۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ب ج ۱

۳۵۱۔ ب۔ شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱

۳۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۱ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۴۶ ج ۲، المحلی ص ۴۱ ج ۳، شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱، شرح السنہ ص ۴۴۹، ۴۵۱ ج ۳، المغنی ص ۳۶۴ ج ۲

۳۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ب، ج ۱

۳۵۴۔ آثار ابی یوسف نمبر ۴۱۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱

۳۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۹ ج ۱، المجموع ص ۵۳۱ ج ۳، طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج ۴

۳۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۸ ب ج ۱، المحلی ص ۱۹ ج ۷، عبدالرزاق ص ۸۱ ج ۳، بخاری شریف فی الصلوۃ فی صلوۃ الضحی

۳۵۷۔ شرح السنہ ص ۱۳۸ ج ۴، عبدالرزاق ص ۸۷ ج ۳، احکام القرآن ص ۳۸۷ ج ۳، نیل الاوطار ص ۷۵ ج ۳

۳۵۸۔ البخاری فی التطوع باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ و المدینہ

۳۵۹۔ النسائی فی المسجد باب فضل مسجد قباء والصلوۃ فیہ

۳۵۹۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱، سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۵ ج ۳

۳۵۹۔ ج۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۶ ج ۱

۳۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۷ ب ج ۱

۳۶۱۔ سنن بیہقی ص ۴۹۴ ج ۲، عبدالرزاق ص ۲۶۴ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۱۱۶ ج ۱

۳۶۲۔ عبدالرزاق ص ۲۶۴ ج ۴، سنن بیہقی ص ۴۹۴ ج ۲

۳۶۳۔ عبدالرزاق ص ۸۶ ج ۳

۳۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۴ ب ج ۱

۳۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۲ ب ج ۱

۳۶۶۔ عبدالرزاق ص ۴۲۹ ج ۱

۳۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ ب ج ۱

۳۶۸۔ عبدالرزاق ص ۵۳۰ ج ۱، المحلی ص ۱۵۸ ج ۵، ص ۳۰۸ ج ۹

۳۶۹۔ شرح السنہ ص ۳۷۴ ج ۵، المجموع ص ۲۱۵ ج ۵، المغنی ص ۵۱۲ ج ۲

۳۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ ج ۱، المحلی ص ۱۵۸ ج ۵

۳۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ ب ج ۱

۳۷۲۔ عبدالرزاق ص ۵۳۷ ج ۳، المحلی ص ۱۷۱ ج ۵، شرح السنہ ص ۲۵۰ ج ۹

۳۷۳۔ سنن بیہقی ص ۴۹ ج ۴ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۳، ج ۱، المحلی ص ۱۴۰ ج ۵، المغنی ص ۵۱۱ ج ۲، عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۳

۳۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ ج ۱، عبدالرزاق ص ۴۶۳ ج ۳، الموطا ص ۲۳۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۸ ج ۴ آثار ابی یوسف نمبر ۴۱۹، شرح السنہ ص ۳۶۸ ج ۵، کشف الغمہ ص ۱۷۰ ج ۱

۳۷۵۔ عبدالرزاق ص ۴۶۷ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۷۰ ج ۱، المغنی ص ۵۱۸ ج ۲

۳۷۶۔ شرح معانی الآثار ص ۲۹۳ ج ۱

۳۷۷۔ کشف الغمہ ۱۷۱ ج ۱

۳۷۸۔ المحلی ص ۱۶۲ ج ۵

۳۷۹۔ عبدالرزاق ص ۵۲۵ ج ۳، المغنی ص ۴۹۴ ج ۲

۳۸۰۔ الموطا ص ۲۳۰ ج ۱

۳۸۱۔ المغنی ص ۴۸۲ ج ۲

۳۸۲۔ موسوعہ فقہ علی مادہ صلوۃ نمبر ۲۷ جز ۵

۳۸۳۔ عبدالرزاق ص ۴۸۴ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱، الاعتبار ص ۱۷۴، المغنی ص ۵۱۶ ج ۲

۳۸۴۔ المحلی ص ۱۲۵ ج ۵

۳۸۵۔ عبدالرزاق ص ۴۷۰ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ب، ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۴ ج ۴، المحلی ص ۱۷۶ ج ۵، شرح السنہ ص ۳۴۷ ج ۵، المغنی ص ۴۹۰ ج ۲

۳۸۶۔ المحلی ص ۱۳۱ ج ۵، شرح السنہ ص ۳۵۵ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱، الموطا ص ۲۲۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۱۶۹ ج ۱

۳۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱، عبدالرزاق ص ۴۸۸ ج ۳

۳۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ب، ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۳ ج ۴، شرح السنہ ص ۳۴۷ ج ۵، المغنی ص ۴۹۱ ج ۲

۳۸۹۔ الموطا ص ۲۳۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۳ ج ۴، شرح السنہ ص ۳۴۷ ج ۵

۳۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ب، ج ۱، المغنی ص ۴۹۵ ج ۲

۳۹۱۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۳' المغنی ص ۴۹۲ ج ۲

۳۹۲۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳' ص ۱۷۳ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب' ج ۱' احکام القرآن ص ۱۱۳'۱۱۶ ج ۳

۳۹۳۔ الموطا ص ۳۰۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۵۴' ج ۴' المحلی ص ۶۰ ج ۷' کشف الغمہ ص ۲۰۶ ج ۱

۳۹۴۔ احکام القرآن ص ۲۰۶ ج ۱

۳۹۵۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ج ۱' المغنی ص ۱۶۸ ج ۳' کشف الغمہ ص ۱۹۷ ج ۱

۳۹۶۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۴ المجموع ص ۳۰۰ ج ۶

۳۹۷۔ تفسیر قرطبی ص ۲۹۴ ج ۲' شرح السنہ ص ۲۴۴ ج ۶

۳۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ب ج ۱' المغنی ص ۱۵۷ ج ۳

۳۹۹۔ المغنی ص ۸۵ ج ۳

۴۰۰۔ المغنی ص ۱۳۶ ج ۳' المجموع ص ۳۴۳ ج ۶

ی ۴۰۱۔ المحلی ص ۲۳۳ ج ۶' احکام القرآن ص ۲۳۰ ج ۱

۴۰۲۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۲ ج ۱

۴۰۳۔ عبدالرزاق ص ۲۲۶ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱

۴۰۴۔ الموطا ص ۳۰۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۱۷ ج ۴' الام ص ۲۵۱ ج ۷' سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۴' المحلی ص ۲۶۱ ج ۶' شرح السنہ ص ۳۱۶' ۳۱۸ ج ۱' المغنی ص ۱۳۹'۱۴۰ ج ۳' المجموع ص ۲۸۲ ج ۶

۴۰۵۔ تفسیر قرطبی ص ۲۷۹ ج ۲

۴۰۶۔ الموطا ص ۲۸۸ ج ۱' المحلی ص ۱۶۱ ج ۶' شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۶

۴۰۷۔ عبدالرزاق ص ۲۷۵ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۶

۴۰۸۔ المجموع ص ۳۳۹ ج ۶

۴۰۹۔ المحلی ص ۱۷۱ ج ۶' سنن بیہقی ص ۲۷۷ ج ۴

۴۱۰۔ الموطا ص ۳۰۴ ج ۱' المحلی ص ۱۷۶ ج ۶' المجموع ص ۳۶۱ ج ۶' عبدالرزاق ۲۱۶ ج ۴' الام ص ۲۵۲ ج ۷' شرح معانی الآثار ص ۳۴۸ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۱۹ ج ۴ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ب' ج ۱

۴۱۱۔ حلیتہ العلماء ص ۱۶۳ ج ۳

۴۱۲۔ سنن بیہقی ص ۲۱۹ ج ۴' المجموع ص ۳۵۰ ج ۶' کشف الغمہ ص ۲۰۲ ج ۱

۴۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ب ج ۱

۴۱۴۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۴' کشف الغمہ ص ۲۰۰ ج ۱' المحلی ص ۲۱۰' ۲۱۱ ج ۶' شرح معانی الآ ثار ص ۳۴۴ ج ۱

۴۱۵۔ عبدالرزاق ص ۱۸۵'۱۸۹ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ب' ج ۱' المحلی ص ۲۰۹' ۲۱۱ ج ۶' الموطا ص ۲۹۳ ج ۱' شرح السنہ ص ۲۷۷ ج ۶

۴۱۶۔ المحلی ص ۲۲۱ ج ۶ ص ۱۹۷ ج ۷' المغنی ص ۱۱۶ ج ۳

۴۱۷۔ المحلی ص ۲۰۵ ج ۶' المجموع ص ۴۰۲ ج ۶' الاعتبار ص ۱۴۱

۴۱۸۔ الموطا ص ۲۹۸ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۰۱ ج ۶

۴۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۱۱ ج ۴' الموطا ص ۲۹۸ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۶۹ ج ۴' المغنی ص ۱۰۳ ج ۳

۴۲۰۔ المجموع ص ۴۰۰ ج ۶

۴۲۱۔ سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۴

۴۲۲۔ ابن ابی شیبہ ۱۲۴ ب ' ج ۱' شرح السنہ ص ۲۹۶ ج ۶

۴۲۳۔ سنن بیہقی ص ۲۷۳ ج ۴

۴۲۴۔ المغنی ص ۱۵۱ ج ۳

۴۲۵۔ شرح السنہ ص ۳۷۵ ج ۶

۴۲۶۔ المجموع ص ۴۵۵ ج ۶

۴۲۷۔ احکام القرآن ص ۲۳۴ ج ۱

۴۲۸۔ شرح معانی الآ ثار ص ۳۵۶ ج ۱

۴۲۹۔ عبدالرزاق ص ۲۹۳ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵ ج ۱

۴۳۰۔ سنن بیہقی ص ۳۰۱ ج ۴' المجموع ص ۴۵۰ ج ۶

۴۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۱ ج ۱' سیراعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳

۴۳۲۔ بخاری' مسلم' ابوداؤد فی الصوم باب صوم یوم عاشوراء

۴۳۳۔ عبدالرزاق ص ۲۹۰ ج ۴

۴۳۴۔ المغنی ص ۱۶۷ ج ۳

۴۳۵۔ شرح معانی الآ ثار ص ۳۳۵ ج ۱

۴۳۶۔ بخاری فی الصوم باب صوم یوم النحر' مسلم فی الصوم باب النھی عن صوم یوم الفطر والاضحیٰ' المحلی ص ۲۷ ج ۷' شرح السنہ ص ۳۴۹ ج ۶

۴۳۷۔ الموطا ص ۳۰۴ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۶۰ ج ۴' تفسیر قرطبی ص ۲۸۲ ج ۲' المغنی ص ۱۵۱ ج ۳' المجموع ص ۴۵۴ ج ۶

۴۳۸۔ عبدالرزاق ص ۲۴۱ ج ۴' الدرالمنثور ص ۱۹۲ ج ۱' احکام القرآن ص ۲۰۸ ج ۱

۴۳۹۔ عبدالرزاق ص ۲۳۵ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۵۴ ج ۴' المغنی ص ۱۴۵ ج ۳' المجموع ص ۴۲۰' ۴۲۳ ج ۶' المحلی ص ۲۶۱ ج ۶

۴۴۰۔ سنن بیہقی ص ۲۵۴ ج ۴' شرح السنہ ص ۳۱۸ ' ۳۲۷ ج ۶' المجموع ص ۴۳۱ ج ۶' احکام القرآن ص ۲۱۱ ج ۱

۴۴۱۔ المحلی ص ۶ ج ۷' ص ۲۶۱ ج ۶

۴۴۲۔ المحلی ص ۳۷۶ ج ۱۰' عبدالرزاق ص ۴۵۴ ج ۴

۴۴۳۔ حلیتہ العلماء ص ۳۶۹ ج ۳' المغنی ص ۵۴۵ ج ۸

۴۴۴۔ عبدالرزاق ص ۴۷۳ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶ ب ج ۱' المحلی ص ۴۷۱' ۴۷۳ ج ۷' تفسیر طبری ص ۵۸ ج ۶' تفسیر ابن کثیر ص ۱۵ ج ۲' المجموع ص ۹۸' ۹۹ ج ۹' احکام القرآن ص ۳۱۴ ج ۲

۴۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب' ج ۱' تفسیر طبری ص ۵۹ ج ۹' المحلی ص ۴۷۰ ج ۷

۴۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب' ج ۱ عبدالرزاق ص ۴۷۳ ج ۴' الموطا ص ۴۹۳ ج ۲' المحلی ص ۴۷۱ ج ۷' تفسیر طبری ص ۶۱ ج ۶' تفسیر طبری ص ۶۱ ج ۶' تفسیر ابن کثیر ص ۱۰ ج ۲' احکام القرآ ص ۳۱۴ ج ۲' المغنی ص ۵۴۲ ج ۸' المجموع ص ۱۱۰ ج ۹' کشف الغمہ ص ۲۳۷ ج ۱

۴۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۶ ج ۱

۴۴۸۔ المغنی ص ۵۴۲ ج ۸

۴۴۹۔ سنن بیہقی ص ۲۴۹ ج ۹' المحلی ص ۴۶۲ ج ۷' المغنی ص ۵۵۹' ۵۶۹ ج ۸

۴۵۰۔ الموطا ص ۴۹۱ ج ۲' عبدالرزاق ص ۴۷۵ ج ۴' سنن بیہقی ص ۲۴۹ ج ۹' ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶ ج ۱' کشف الغمہ ص ۲۳۷ ج ۱

۴۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱

۴۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱' المحلی ص ۴۵۹ ' ۴۶۲ ج ۷' المغنی ص ۵۵۸ ج ۸

حرف الضاد

ضب (گوہ)

گوہ کھانے کی اباحت (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز د)

ضبع (بجو)

بجو کھانے کا جواز (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۱)

ضجعۃ (کروٹ لیٹ جانا)

۱۔ تعریف: فجر کی سنت پڑھ کر دائیں کروٹ زمین پر لیٹ جانے کو ضجعۃ کہتے ہیں

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ فجر کی سنت پڑھ کر دائیں کروٹ لیٹ جانے کو مباح سمجھتے تھے تاہم آپ اس کے مسنون ہونے کے قائل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فجر کی سنت پڑھ کر درج بالا طریقے سے نہیں لیٹتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں سفر اور حضر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رہا لیکن میں نے آپ کو فجر کی سنت پڑھ کر کبھی لیٹتے نہیں دیکھا[۱]۔ آپ نے فرمایا: "ہم اس طرح نہیں کرتے، تسلیم یعنی فجر کی سنت پڑھ کر سلام پھیرلینا ہی کافی ہے"[۲]۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "شیطان تمہیں کھلونا بناتا ہے" جو لوگ اس عمل کا التزام کرتے ان پر تنقید کرتے ہوئے آپ فرماتے: "فجر کی سنت پڑھ کر گدھے کی طرح لوٹ پوٹ ہونا کس طرح کا فعل ہے"[۳]۔ مروان بن الحکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ کیا کسی کے لئے مسجد چل کر جانا کافی نہیں کہ وہ دائیں کروٹ پر لیٹ جانے کا عمل بھی کرے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: "ابو ہریرہ نے اپنی جان پر بوجھ ڈال دیا ہے" اس موقعہ پر آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ حضرت ابو ہریرہ کی بات کی تردید کرتے ہیں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: "وہ جری ہوگئے اور ہم بزدل بن گئے" یہ بات حضرت ابو ہریرہؓ کو جب پہنچی تو انہوں نے فرمایا: "اس میں میرا کیا قصور کہ میں نے بات یاد رکھی اور یہ لوگ اسے بھول گئے"[۴]۔

فجر کی سنت کے بعد لیٹ جانے کا عمل مباح ہے حضرت ابن عمرؓ اس کی ضرورت محسوس کرنے والے کے لئے اس عمل کے کرلینے میں کوئی رکاوٹ تصور نہیں کرتے تھے۔ آپ نے خود بھی ایسا کیا تھا کہ ایک دفعہ فجر کی سنت پڑھ کر لیٹ گئے تھے [۵]۔

ضحی (چاشت کا وقت)

جب سورج کی روشنی پھیل جائے اور دن پوری طرح نکل آئے تو اس وقت کو ضحی کہا جاتا ہے چاشت کا وقت افق سے ایک میل (تقریباً نصف گھنٹہ) تک سورج کے بلند ہوجانے پر شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر پہنچنے سے ایک میل (تقریباً آدھ گھنٹہ) قبل ختم ہوجاتا ہے۔

چاشت کی نماز کا حکم (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۰)

ضرب (ضرب لگانا)

۱۔ تعریف: ایک چیز کو دوسری چیز پر قوت کے ساتھ مارنے کو ضرب کہتے ہیں۔ اگر یہ چیز کسی انسان پر پڑنے والا کوڑا ہو تو اسے جلد یعنی کوڑے لگنا کہا جائے گا۔

۲۔ کوڑے کے ساتھ ضرب لگانا (دیکھئے مادہ جلد)

تادیب کے طور پر پٹائی کرنا (دیکھئے مادہ تادیب نیز مادہ تعزیر)

اگر آقا اپنے غلام کو ناحق مارپیٹ کرے تو اس کا یہ فعل اس پر اسے آزاد کردینا لازم کردیتا ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جزب کا جزء ۷)

ضمان (تاوان)

۱۔ تعریف: ضمان یہ ہے کہ اگر مثلی چیز تلف ہوجائے تو اس کی مثل واپس کی جائے اور اگر مثل کی واپسی مشکل ہو تو اس کی قیمت واپس کی جائے۔

ضمان کبھی کفالہ کے معنوں میں بھی آتا ہے (دیکھئے مادہ کفالۃ)

۲۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ تاوان اسی صورت میں واجب ہوتا ہے جب تلف شدہ چیز مال ہو۔ بنابریں اگر مسلمان شراب تلف کردے تو اس کا تاوان واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ مسلمانوں کے نزدیک شراب مال نہیں ہے یا تلف شدہ چیز ایسی ہو کہ

مال جس کا بدل بن سکتا ہو مثلاً آدمی کی جان کا اتلاف جو قابل احترام ہے یا اس کے کسی عضو کا اتلاف جان یا جان سے کمتر یعنی اعضاء کے خطاء اتلاف کا تاوان (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جز ب)

اگر مشترک غلام کا ایک شریک اپنا حصہ آزاد کردے تو وہ شریک کے حصے کا تاوان بھردے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر۸ کے جز ب کا جز۱)

اگر مشترک لونڈی کا ایک شریک اس کے ساتھ ھمبستری کرلے تو وہ دوسرے شریک کے حصے کا تاوان بھردے گا (دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز ب)

مرہون کے تلف ہوجانے پر اس کا تاوان (دیکھئے مادہ رھن نمبر۴)

عاریت کے تلف ہوجانے پر اس کا تاوان (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر۲)

امانتوں کا تاوان (دیکھئے مادہ امانۃ نمبر۲) اجارے پر لئے ہوئے عین کا تاوان (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۳)

ضیافۃ (مہمان بننا)

۱۔ تعریف: کسی کا کسی کے پاس آکر ٹھہرنا خواہ اسے اس کی دعوت دی گئی ہو یا دعوت نہ دی گئی ہو' ضیافت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

۲۔ ضیافت کا حکم:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مہمان کو ٹھکانہ دینا اور اس کی خاطر تواضع کرنا بستی والوں پر ایک واجب حق ہے جبکہ شہر والوں کے حق میں یہ اعلیٰ ظرفی کا ایک عمل ہے اس لئے کہ دیہاتوں اور صحراؤں کے اندر اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور شہروں کے اندر زندگی کی سہولتوں کے پیش نظر اس کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے: "ضیافت بادیہ نشینوں یعنی خیموں میں رہنے والوں پر لازم ہے۔ مستقل کچے پکے مکانات میں رہنے والوں یعنی شہری زندگی گذارنے والوں پر لازم نہیں ہے"[۶]۔

ب۔ ضیافت کی مدت تین دن ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے تھی۔ اس مدت کے بعد مہمان کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے مہمان بنے جب

تین دن گذر گئے تو آپ نے فرمایا: "نافع' اب ہم پر ہمارا مال خرچ کرو" [7]۔

حرف الضاد میں مذکورہ حوالہ جات

[1]۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب' ج ۱
[2]۔ عبدالرزاق ص ۴۲ ج ۲
[3]۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب' ج ۱
[4]۔ المحلی ص ۱۹۶ ج ۳
[5]۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳' ج ۱
[6]۔ کشف الغمہ ص ۲۴۶ ج ۱
[7]۔ صفتہ الصفوۃ ص ۵۷۶ ج ۱

حرف الطاء

طب (طبابت) دیکھئے مادہ تداوی

طحال (تلی)

تلی کھانا حلال ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ کا نمبر ۳)

طریق (راستہ)

لوگوں کی آمدورفت کے لئے بنائے گئے شارع عام کو طریق کہتے ہیں۔
راستے پر نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ز)

طعام (کھانا)

۱۔ تعریف: کھانے کا طعام کہتے ہیں
۲۔ حلال اور حرام اشیاء
الف۔ حلال اشیاء: درج ذیل جانوروں کا گوشت ان شرائط کی رعایت کرتے ہوئے کھانا

حلال ہے جو ان جانوروں کے ساتھ خاص ہیں اور جن کا ذکر ہم نے (مادہ ذبح) اور (مادہ صید) کے اندر کردیا ہے۔

۱۔ بجو: حضرت ابن عمرؓ بجو کھانا مباح قرار دیتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو بتایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بجو کھایا کرتے ہیں آپ نے یہ سن کر کسی تنقید کا اظہار نہیں کیا[1]۔ اور قاعدہ ہے کہ جب بیان کی ضرورت ہو اور سکوت اختیار کرلیا جائے تو یہ بھی بیان ہوتا ہے۔

۲۔ ٹڈیاں: ٹڈیاں کھانا مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے[2]۔ اور فرمایا: "میرا دل چاہتا ہے کہ ہمارے پاس ٹڈیوں سے بھری ہوئی زنبیل ہوتی اور ہم یہ ٹڈیاں کھاتے"[3]۔ ٹڈیاں خواہ مردہ ہوں انہیں کھانا جائز ہے اس کا ذکر (مادہ طعام نمبر۲ کے جز واؤ کے جز ۳) میں آئے گا۔

۳۔ آبی جانور: تمام آبی جانور کھانا جائز ہے اس کی تفصیل ہم نے (مادہ بحر نمبر۴) کے اندر کردی ہے۔

۴۔ گوہ: حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے گوہ کھانے کی اباحت کی روایت کی ہے[4]۔

۵۔ پنیر: اگر پنیر ایسے جانور کے انفحہ (بکری کا بچہ جو ابھی صرف دودھ پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک چیز نکال کر کپڑے میں لت کرلیتے ہیں پھر وہ پنیر کی مانند گاڑھا ہوجاتا ہے) سے تیار کیا گیا ہو جسے کسی مسلمان یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہو تو اسے کھانا جائز ہے۔ کسی اور کے ہاتھ کا ذبح شدہ جانور اگر ہو تو اس کے انفحہ سے تیار شدہ پنیر کھانا حلال نہیں ہے۔ اگر ذابح کے بارے میں پتہ نہ ہو تو ایسے جانور سے تیار شدہ پنیر بھی کھالینا حلال ہوگا (دیکھئے مادہ جبن)

ب۔ درج ذیل جانوروں کا گوشت حلال نہیں ہے۔

۱۔ سور اور کتا: سور اور کتے کا گوشت حلال نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں سورہ بقرہ اور سورہ مائدہ میں نص قرآنی موجود ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر۳ میں ارشاد باری ہے (حرمت علیکم والمیتہ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقہ"

والموقوذة والمترديه والنطيحه وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب
تم پر حرام کیا گیا مردار' خون' سور کا گوشت' وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو..... سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پاکر ذبح کرلیا......اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو)

کتا اپنی نجاست کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کے جوٹھے کی نجاست کا حکم اس کے گوشت کی نجاست کی وجہ سے ہے اس لئے کہ لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ جزج)

۲۔ مردار: ہر طرح کا مردار جانور حرام ہے کیونکہ اس بارے میں درج بالا نص قرآنی موجود ہے۔ زندہ جانور کا جو عضو کاٹ کر الگ کردیا جائے وہ بھی مردار شمار ہوگا (دیکھئے مادہ صید نمبر ۴ کے جزج کے جز ۲ کا جزج) مردہ جانور سے نکلنے والا انڈا وغیرہ بھی مردار ہے خواہ انڈے کا چھلکا سخت ہوچکا ہو یا سخت نہ ہوا ہو (دیکھئے مادہ بیض) وہ جنین مردار شمار نہیں ہوگا جس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہو اور وہ اس کے پیٹ سے مردہ برآمد ہوا ہو (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴ کا جز ھ) مردار کے گوشت کی تحریم کے حکم سے آبی جانور مستثنیٰ ہیں جیسا کہ (مادہ بحر نمبر ۴) میں گذر چکا ہے نیز ٹڈیاں بھی مستثنیٰ ہیں۔ مردہ ٹڈیاں کھانا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کردیئے گئے ہیں یعنی ٹڈیاں اور مچھلیاں نیز جگر اور تلی"[۵]۔ نیز فرمایا: "ٹڈیاں تمام کی تمام مذبوحہ ہوتی ہیں"[۶]۔

۳۔ خون: خون پینا حلال نہیں ہے اور نہ ہی منجمد ہوجانے کے بعد اسے کھانا حلال ہے کیونکہ خون نجس ہوتا ہے۔ اس حکم سے جگر اور تلی مستثنیٰ ہیں۔ ان کا قوام اگرچہ خون ہی سے ہے تاہم انہیں کھا لینا جائز ہے۔ اس بارے میں سابقہ فقرے کے اندر حضرت ابن عمرؓ کا قول گذر چکا ہے

۴۔ جن حلال جانوروں کو شرعی طریقے سے ذبح کی شرائط کے تحت ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے (دیکھئے مادہ ذبح)

۵۔ خشکی کے ایسے تمام حلال جانور جو پالتو نہ ہوں بلکہ جنگلی ہوں اور ان کا اس طرح شکار کیا گیا ہو کہ ان کے جسم سے خون نہ نکلا ہو' ان کا گوشت بھی حرام ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایسے جانور موقوذہ (چوٹ کھا کر مرنے والے جانور) ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے بندوق سے ہلاک ہونے والے جانور کو موقوذہ قرار دیا ہے [۷]۔ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۴ کے جز ج کے جز ۲ کا جز الف) نیز وہ شکار بھی حرام ہے جس کے اندر شکار کرنے کی وہ شرائط پوری نہ ہوں جن کا ذکر ہم نے (مادہ صید) کے اندر کیا ہے۔

۶۔ پالتو گدھا: حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقعہ پر پالتوں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا [۸]۔

۷۔ تنفذ (سیہی): نمیلہ الفزازی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ سے سیہی کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ تلاوت کی (قل لا اجد فیما اوحی الی محرما.......... آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی نازل ہوئی ہے اس میں میں کوئی حرام شدہ چیز نہیں پاتا........الخ) حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے کہا کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس سیہی کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ خبائث میں سے ایک خبیثہ ہے" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے کہا: "اگر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو پھر یہ اسی طرح ہے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا" [۹]۔

۸۔ کوا: حضرت ابن عمرؓ سے کوے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "کوا کون کھا سکتا ہے جبکہ اللہ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ بہذا یہ پاکیزہ چیزوں میں سے نہیں ہے" [۱۰]۔

۹۔ وزغ (چھپکلی): حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں چھپکلی نہیں کھائی جائے گی آپ اسے مارڈالنے کا حکم دیتے تھے [۱۱]۔ کیونکہ یہ ہوام یعنی حشرات الارض میں سے ہے۔

۱۰۔ خرگوش: حضرت ابن عمرؓ خرگوش کھانے کو مکروہ یعنی ناجائز سمجھتے تھے [۱۲]۔

۱۱۔ جلالہ (ایسا جانور جو ناپاک اشیاء کھاتا ہو) کھانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک

اسے تین دنوں تک بند نہ رکھا جائے (دیکھئے مادہ جلالہ نمبر ۲ کا جز ب)

۱۲۔ محرم کے لئے حالت احرام میں شکار کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ احرام نمبر۶ کے جز ۳) میں بیان کردی ہے

۱۳۔ جو جانور کسی نے کفارہ یا ہدی کے طور پر نکالا ہو اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۳ کا جز ز)

۳۔ طعام کے آداب

الف۔ حلال خوری کو مد نظر رکھنا: انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے کھانے پینے میں حلال خوری کو مدنظر رکھے۔ وہ حرام کی کمائی نہ کھائے البتہ کسی اور کی حرام کمائی اس کے لئے کھانا جائز ہے اس لئے کہ حرام کا اثر دو افراد تک متعدی نہیں ہوتا۔ نیز سورہ انعام آیت نمبر۱۶۴ میں ارشاد باری ہے (ولا تکسب کل نفس الا علیھا ولا تزر وازرۃ وزر اخری ہر شخص کی کمائی کا بوجھ اس پر ہی پڑے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) بنابریں ایک انسان کے لئے کسی ایسے انسان کے ہاں کھانا جائز ہے جو سودی لین دین کرتا ہو (دیکھئے مادہ ربا نمبر۵)

ب۔ طعام کو نماز پر مقدم کرنا: اگر طعام حاضر ہو اور کھانے والے کا دل بھی اس طرف لگا ہو اور اسی دوران اذان ہوجائے تو ایسی صورت میں کھانا کھانے کو نماز پر مقدم کردینا مستحب ہوگا تاکہ کھانے سے فارغ ہوکر وہ دنیاوی مشاغل سے خالی اور پاک صاف ذہن کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوسکے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز الف کا جز ا)

ج۔ طعام کے اندر فقراء کو شامل کرنا: اگر کھانے کے اندر گنجائش ہو تو یہ بات مستحب ہے کہ اس کھانے کے اندر ایک آدھ فقیر کو بھی شریک کرلیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ اس وقت تک کھانے پر نہ بیٹھتے جب تک ایک آدھ مسکین کو نہ بلایا جاتا جو آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا[۱۳]۔

د۔ باوضو ہوکر کھانا: جو شخص کھانا کھانا چاہے اس کے لئے مستحب ہے کہ باوضو ہوکر کھانے پر بیٹھے (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر۲ کا جز ج) اگر وضوء کرنا اس کے لئے بوجھ ہو تو

اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھولے۔ حضرت ابن عمرؓ پیشاب کرنے کے بعد جب کھانے کا ارادہ کرتے تو وضوء کرلیتے اور پاؤں نہ دھوتے [۱۴]۔

ھ۔ جس دستر خوان پر شراب کا دور چل رہا ہو اس پر نہ کھانا: جس دستر خوان پر شراب کا دور چل رہا ہو اس پر بیٹھنا جائز نہیں ہے خواہ کوئی شخص کھانے کے ارادے سے وہاں بیٹھے یا کسی اور غرض سے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے اس دستر خوان پر بیٹھنے سے منع فرمایا تھا جس پر شراب کا دور چل رہا ہو [۱۵]۔

و۔ پیٹ کے بل لیٹ کر نہ کھانا: پیٹ کے بل لیٹ کر کھانا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص پیٹ کے بل لیٹ کر کوئی چیز کھائے یا پئے [۱۶]۔

ز۔ دائیں ہاتھ سے کھانا: دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص نہ تو اپنے بائیں ہاتھ سے کوئی چیز کھائے اور نہ ہی کوئی چیز پئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے" [۱۷]۔

ح۔ سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھانا: سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔ اسی طرح ایسے برتن میں بھی کھانا حرام ہے جس پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو۔ یا اس میں سونے یا چاندی کا کوئی حلقہ یعنی چھلا لگا ہو (دیکھئے مادہ اناء نمبر ۳)

ط۔ مشترک طعام کے اندر غیر کے حق میں سے نہ کھانا: اگر کوئی شخص دیگر افراد کے ساتھ کھانے پر بیٹھے تو اس کے لئے اس طرح کھانا مکروہ ہوگا جس سے دوسروں کا حق کھانے میں گھٹ جائے۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی شخص ایک ہی لقمے میں دو کھجوریں منہ میں ڈال لے البتہ اگر کھانے کے اندر سب کے لئے کافی گنجائش ہو تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ جبلہ بن سحیم کہتے کہ حضرت ابن الزبیرؓ کی معیت میں ہم پر قحط اور تنگی کا دور آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ جب کھانے کے دوران ہمارے پاس سے گذرتے تو فرماتے: "ایک کھجور کے ساتھ دوسری کھجور ملا کر نہ کھاؤ'

کیونکہ حضور ﷺ نے اس طرح ملانے سے منع فرمایا ہے۔ الا یہ کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے اس کی اجازت حاصل کرلے "[۱۸]۔

ی۔ ضرورت سے زائد کھانا نہ کھانا: انسان کے لئے اپنی ضرورت سے زائد کھانا کھانا مکروہ ہے بلکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اتنا کھانا کھائے جس سے اس کی کمر سیدھی رہ سکے۔ نافع کہتے ہیں کہ عراق سے ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ کو جوارش (چورن یا معجون) تحفے کے طور پر بھیجا۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا مصرف ہے؟ اس نے کہا کہ جب آپ پیٹ بھر کر کھائیں گے تو اس میں سے تھوڑا سے کھالیں' آپ نے جواب دیا: "خدا کی قسم' میں نے فلاں مدت سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ مجھے اس چورن کی کوئی ضرورت نہیں ہے"[۱۹]۔

ک۔ کھانا ہضم کرنے والی چیزیں نہ کھانا: ایسی چیزیں کھانا مکروہ ہے۔ ان کی کراہت کی وجہ ضرورت سے زائد کھانے کی کراہت کی بالتبع ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

ل۔ مریضوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا: حضرت ابن عمرؓ متعدی بیماریوں میں مبتلا مریضوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کوئی کراہت نہیں سمجھتے تھے آپ جذامی اور برص والے شخص کے ساتھ بیٹھ کر کھالیتے[۲۰]۔

جنگ میں حاصل شدہ مال غنیمت میں طعام کو شامل نہ کرنا (دیکھئے مادہ غنیمتہ نمبر ۲ کا جز الف)

عید گاہ میں جانے سے پہلے کچھ کھا پی لینا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۳ کا جز ج)

دل پسند کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز الف کا جز ا)

طلاق (طلاق)

ا۔ تعریف: نکاح کی ملکیت کے ازالے کو طلاق کہتے ہیں

۲۔ بلا سبب طلاق دینے کی کراہت: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں کسی معقول سبب کے بغیر طلاق دینے کا عمل مکروہ تھا۔ سعید بن منصور نے روایت کی

ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی ایک زوجہ کو طلاق دیدی۔ زوجہ نے آپ سے کہا: "کیا آپ نے میری جانب سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی ہے؟" آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر زوجہ نے عرض کیا کہ پھر آپ ایک پاکدامن مسلمان خاتون کو کیوں طلاق دے رہے ہیں؟ یہ سن کر آپ نے ان سے رجعت کر لی[۲۱]۔

۳۔ طلاق دینے والا (مطلق)

الف۔ زوجیت: مطلق کی دی ہوئی طلاق کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مطلقہ کافی الحال شوہر ہو۔ یا آگے چل کر اس کا شوہر بننے والا ہو اگر اس نے طلاق کو اس کے ساتھ نکاح پر معلق کر دیا ہو۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کہے: "اگر میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں تو تمہیں طلاق ہے" اس صورت میں نکاح کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی[۲۲]۔

فاقد العقل شوہر کا ولی طلاق دینے کے معاملہ میں اس کا قائم مقام بن جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک فاقد العقل بیٹے کی بیوی کو اسی طرح طلاق دی تھی[۲۳]۔

شوہر کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ کسی اور کے سپرد کر دے۔ اس کی تفصیل زیر بحث مادے کے نمبر۳ کے جزو اوکے جز ز میں آئے گی

ب۔ اختیار کا وجود: یہ شرط ہے کہ شوہر طلاق دینے کے معاملہ میں اپنا اختیار استعمال کرنے والا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اکراہ کے تحت دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر۳ کا جز ب)

ج۔ مریض کا مرض الموت کے اندر طلاق دینا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مرض الموت میں مبتلا مریض اگر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو یہ طلاقیں واقع نہیں ہوں گی اور شوہر کی وفات کے بعد بیوی اس کی وارث قرار پائے گی[۲۴]۔ کیونکہ وہ یہ قدم اٹھا کر اپنی بیوی کی توریث سے فرار کا قصد کرے گا اس لئے اس کے مقصد کے برعکس معاملہ نمٹایا جائے گا

د۔ غلام کی دی ہوئی طلاق: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح کرلینا زنا تصور ہوتا ہے (دیکھئے مادہ زنا نمبر۲ کا جزد) اور ایسی صورت میں زوجین کے

درمیان علیحدگی واجب ہو جاتی ہے۔ اگر آقا اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دیدے تو ایسی صورت میں طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ میں رہے گا اور اس بارے میں آقا کو کوئی اختیار نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر آقا اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دیدے تو اس کی بیوی کو طلاق دینا اس کے لئے جائز نہیں ہو گا۔ الا یہ کہ غلام خود اسے طلاق دیدے"[۲۵]۔

ہ۔ معتوہ (عقل سے عاری فرد) کی دی ہوئی طلاق: حضرت ابن عمرؓ معتوہ کی دی ہوئی طلاق کے جواز کے قائل تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ المغیرہ بن عبدالرحمٰن نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ یہ معتوہ تھے۔ آپ نے مذکورہ خاتون کو عدت گذارنے کا حکم دیا یعنی طلاق کو جائز قرار دے دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ مغیرہ تو معتوہ یعنی فاتر العقل ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "میں نے اللہ سبحانہ کو نہیں سنا کہ اس نے کسی معتوہ یا غیر معتوہ کے لئے طلاق کا استثناء کیا ہو"[۲۶]۔ ہمیں نہیں معلوم کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے اس رائے کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

اگر معتوہ یا مجنون شخص اپنی بیوی کو تنگ کرے اور اسے طلاق دینے پر رضامند نہ ہو تو اس کے ولی کے لئے اسے طلاق دے دینا جائز ہو گا۔ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک فاتر العقل بیٹے کی بیوی کو طلاق دے دی تھی[۲۷]۔

و۔ بیوی کو طلاق کی تملیک: شوہر کے لئے جائز ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کے اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ تخییر کی صورت اور تملیک کی صورت

ا۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق اور زوجیت کے بندھن میں بقاء کے درمیان اختیار دے دے تو بیوی کو اس وقت تک مذکورہ دونوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لینے کا حق ہو گا جب تک وہ اپنی مجلس میں رہے گی[۲۸]۔ یعنی اس گفتگو کے دوران وہ جس جگہ بیٹھی ہو اسی جگہ بیٹھی رہے۔ لیکن اگر کسی ایک بات کو اختیار کر لینے سے پہلے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو تو اس کے بعد اسے کوئی خیار حاصل نہیں ہو گا۔ اگر وہ زوجیت کے بندھن میں رہنا قبول کر لے تو وہ اپنے شوہر کی زوجیت میں رہ جائے گی اور کوئی

طلاق واقع نہیں ہوگی [۲۹]۔ اگر وہ طلاق اختیار کرلے تو اس کی بنا پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تخییر کا لفظ مطلق صورت کے اندر ایک طلاق رجعی سے زیادہ کا مقتضی نہیں ہوتا [۳۰]۔

۴۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کردے، تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہوگا کیونکہ وہ یہ قدم اٹھا کر طلاق کا وہ حق جسے اللہ نے اسے عطا کیا تھا اور اس کے ذریعہ اسے شرف بخشا تھا' ایسی ذات یعنی عورت کو دینے کا قصد کرے گا جس سے اللہ نے یہ حق سلب کرلیا ہے۔ قتادہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جو شخص اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کردے تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی لیکن وہ خود اللہ کا نافرمان قرار پائے گا" [۳۱]۔ تملیک مجلس کے ساتھ مختص نہیں ہوتی بلکہ مجلس ختم ہوجانے کے بعد بھی مذکورہ عورت اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کردے لیکن بیوی اس تملیک کو قبول نہ کرے بلکہ اسے شوہر کی طرف لوٹا دے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کردیتا ہے لیکن بیوی اسے رد کردیتی ہے اور اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتی؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ بات طلاق نہیں ہے [۳۲]۔ اگر بیوی اس تملیک کو قبول کرلے تو صرف اسے قبول کرلینے کی بنا پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی [۳۳]۔ البتہ اگر اس کے بعد وہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے دے تو ایک طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر دو طلاق دے دے تو دو اور تین طلاق دیدے تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس شوہر کے بارے میں پوچھا گیا جو طلاق کا معاملہ اپنی بیوی کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "فیصلہ وہی ہوگا جو وہ کرے گی" [۳۴]۔ البتہ اگر شوہر کہے کہ اس نے اس تملیک سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا تو اس صورت میں اس سے حلف لیا جائے گا اگر وہ حلف اٹھالے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر حلف نہ اٹھائے تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کردے تو فیصلہ وہی ہوگا جو بیوی کرے گی۔ الا یہ کہ شوہر بیوی کو جھٹلاتے ہوئے کہے کہ میں نے

صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا ایسی صورت میں وہ حلف اٹھائے گا۔ اور جب تک مطلقہ عدت کے اندر ہوگی اس وقت تک وہ سب سے بڑھ کر اس کا مالک ہوگا"[۳۵]۔
یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شوہر نے اپنی بیوی کا معاملہ بیوی کے سپرد کردیا یعنی اسے طلاق کی تملیک کردی۔ اس نے تین طلاقیں دے دیں شوہر نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے جوب دیا: "میرا نام مہر ہے" آپ نے فرمایا: "صرف مہر نہیں بلکہ احمق مہر' اللہ نے جو حق تمہیں دیا تھا وہ تم نے اپنی بیوی کو دیدیا' جاؤ تمہاری بیوی بائن ہوگئی"[۳۶]۔

۴۔ طلاق پانے والی عورت یعنی مطلقہ:

الف۔ ایسی عورت کو طلاق دینا جس کے ساتھ عقد نکاح نہ ہوا ہو: مطلقہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مطلق کی زوجہ ہو۔ جیسا کہ سابقہ فقرے میں گذر چکا ہے۔ اگر وہ عقد نکاح سے پہلے اسے طلاق دیدے اور طلاق کو اس کے ساتھ نکاح پر معلق کردے تو نکاح کرنے کے ساتھ ہی اسے طلاق ہوجائے گی[۳۷]۔ جیسا کہ (مادہ طلاق نمبر ۳ کے جز الف) میں یہ بات گذر چکی ہے۔

ب۔ غیر مدخول بھا کو طلاق دینا: معروف تو یہی ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاق ایک طلاق شمار ہوتی تھی۔ جب حضرت ابن عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ طلاق کے معاملہ کو مذاق بنانے لگے ہیں۔ چنانچہ آپ نے شوہر کی طرف سے دی گئی تین طلاق کو تین طلاق کی صورت میں واقع کرنا شروع کردیا[۳۸]۔ حضرت ابن عمرؓ اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے تھے۔ بنابریں اگر بیوی کے ساتھ شوہر کا دخول نہ ہوا ہو یعنی بیوی غیر مدخول بھا ہو اور شوہر اسے طلاق دیدے تو یہ بائن طلاق ہوگی۔ اگر شوہر اسے ایک طلاق دینے کے بعد دوسری طلاق دیدے تو پہلی طلاق واقع ہوجائے گی اور دوسری طلاق کوئی چیز نہیں ہوگی اگر شوہر اسے ایک لفظ میں دو طلاق دیدے تو دو بائن طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور اگر ایک لفظ میں تین طلاق دیدے تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر شوہر بیوی کے دخول سے پہلے اسے تین طلاق دیدے تو وہ اس کے لئے اس وقت تک

حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرلے"[39]۔ آپ سے ایک روایت ہے کہ اگر شوہر باکرہ یعنی غیرمدخول بھا بیوی کو طلاق دیدے اور تین کا لفظ نہ کہے تو وہ اس وقت اس کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرلے[40]۔ اس روایت کو درج بالا معنوں پر محمول کیا جائے گا غیرمدخول بھا بیوی کو ایک لفظ کے ساتھ تین طلاق دینا بدعت ہے۔ ایسا کرکے وہ مطلق گنہگار قرار پائے گا۔ ابوقلابہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ دخول سے پہلے اسے تین طلاق دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا :"میری رائے میں وہ یہ قدم اٹھا کر گنہگار ہوگا"[41]۔

ج۔ مدخول بھا بیوی کو طلاق دینا: جس بیوی کے ساتھ شوہر کا دخول ہوچکا ہو یعنی تعلق زن و شو قائم ہوچکا ہو اسے کسی عذر کے بغیر طلاق دینا مکروہ ہے۔ یہ بات (مادہ طلاق نمبر ۲) میں گذر چکی ہے۔

اگر شوہر مدخول بھا بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ طہر کی حالت میں اسے ایک طلاق دے جبکہ اس نے اس طہر کے دوران اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو۔ اگر حیض کی حالت میں وہ اسے طلاق دیدے تو اس کا یہ اقدام مکروہ تصور ہوگا۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ سے مروی دو رواتیوں میں سے ارجح رویت کے مطابق عورت اس طلاق کی بنا پر عدت گذارے گی۔ آپ نے اپنی ایک بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ یہ بات سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا:" ابن عمر سے کہو کہ وہ رجوع کرلیں اور بیوی کو اپنے پاس رکھیں حتی کہ وہ حیض سے پاک ہوجائے اور پھر اسے حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہوجائے۔ اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو اس کے ساتھ ہمبستری سے پہلے اسے طلاق دیدیں۔ یہی وہ عدت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے"[42]۔ یونس بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے جب مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا عورت اس طلاق کی بنا پر عدت گذارے گی آپ نے جواب دیا کہ :"ہوں! تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہ بے بس ہوگیا تھا اور اس نے حماقت کی

راہ اختیار کی تھی؟"[۴۳]۔ یعنی حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا بے بسی اور حماقت ہے۔ اس لئے اس کے پاس اس بات کے لئے کوئی عذر نہیں ہو گا کہ اس کی دی ہوئی طلاق کی بنا پر عدت نہ گذاری جائے ۔ آپ سے اگر حیض کے اندر طلاق دینے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے :"اگر تم نے اسے تین طلاق دیدی ہے تو پھر وہ تم پر اس وقت تک حرام رہے گی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے"[۴۴]۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں تین طلاق دے دی ہے" آپ نے جواب دیا :"تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنی بیوی سے جدا ہو گئے"[۴۵]۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شاذ روایت کے مطابق جو شخص حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو اس کا یہ حیض عدت میں شمار نہیں ہو گا[۴۶]۔

۵۔ طلاق کا صیغہ: طلاق یا صریح لفظ کے ساتھ دی جائے گی یا کنایہ کے ساتھ۔

الف۔ صریح لفظ کے ساتھ دی جانے والی طلاق یہ ہے کہ مثلاً شوہر بیوی سے کہے کہ تمہیں طلاق ہے۔ ایسی صورت میں وہ اس فقرے کے ساتھ تعداد کو بھی شامل کرے گا یا شامل نہیں کرے گا۔ تعداد کو شامل نہ کرنے کی صورت میں بالاجماع ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر وہ تعداد کو بھی شامل کرکے کہے :"تمہیں دو طلاق یا تین طلاق ہے" یا تمہیں سو طلاق ہے" تو اس صورت میں طلاق کی ذکر کردہ تعداد واقع ہو جائے گی بشرطیکہ وہ تین سے متجاوز نہ ہو۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ طلاقوں کی تعداد تین ہے۔ اگر تعداد تین سے متجاوز ہو جائے تو تین طلاق ہو جائے گی اور باقی طلاقیں ضائع ہو جائیں گی۔ اور طلاق دینے والا سنت کی خلاف ورزی کرنے کی بنا پر گنہگار قرار پائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے یعنی ایک ہی لفظ میں یا ایک ہی مجلس میں تو وہ اپنے رب کا نافرمان ہو گا اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی"[۴۷]۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی ہے' آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا کہ میرا نام مرہ ہے آپ نے فرمایا :"بلکہ تم احمق مرہ ہو' تم سے تین طلاق لے لی جائے گی اور باقی ماندہ ستانوے طلاقوں کا حساب اللہ تم سے قیامت میں لے گا"[۴۸]۔

ب۔ کنایہ کے ذریعے طلاق: کنایہ کی دو قسمیں ہیں۔ طلاق کا ظاہر کنایہ اور طلاق کا غیر ظاہر کنایہ

طلاق کے ظاہر کنایہ کے ذریعے تین طلاق واقع ہو جائے گی خواہ مرد نے ایک طلاق کی نیت کیوں نہ کی ہو۔ ظاہر کنایات یہ ہیں: "تم خلیہ (فارغ) ہو' تم بری ہو' تم بتہ (منقطع) ہو' تم بائن (جدا) ہو" وغیرہ وغیرہ[۴۹]۔ حضرت ابن عمرؓ "خلیہ" اور بریہ" کے الفاظ کے متعلق فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر لفظ تین طلاق ہے"[۵۰]۔ آپ نے بتہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ تین طلاق ہے[۵۱]۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو "بتہ" کے لفظ کے ساتھ طلاق دی اور اسے باہر نکلنے کے ساتھ معلق کر دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر عورت باہر نکلی تو وہ اپنے شوہر سے منقطع ہو جائے گی اور اگر باہر نہ نکلی تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی"[۵۲]۔ آپ نے "بائن" کے لفظ کے ساتھ دی ہوئی طلاق کے بارے میں فرمایا: "یہ تین طلاق ہے اور مذکورہ عورت مطلق کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے"[۵۳]۔

اگر شوہر بیوی سے کہے کہ "تم مجھ پر حرام ہو" تو اس فقرے کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس فقرے سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ یہ اللہ کے نام پر قسم کھانے کے مترادف ہوگا۔ اگر شوہر اپنی قسم توڑے گا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: "حرام کا لفظ قسم ہے شوہر اس کا کفارہ ادا کرے گا"[۵۴]۔ آپ سے دوسری روایت کے مطابق یہ فقرہ ظاہر کنایات میں شمار ہوتا ہے اور اس کے تحت تین طلاق واقع ہو جائے گی[۵۵]۔ روایتوں کے اندر اس اختلاف کا سبب شاید عرف کا اختلاف ہے۔

اگر ظاہر کنایات کے ذریعے طلاق نہ دی گئی ہو تو ایسی صورت میں معاملہ کا دارومدار شوہر کی نیت پر ہوگا۔ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر ایک سے زائد کی نیت کرے گا تو اس کی نیت کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی۔

ج۔ طلاق کی تعلیق: طلاق کو افعال نیز زمانوں پر معلق کرنا جائز ہے مثلاً شوہر کہے: "اگر تم باہر نکلیں تو تمہیں طلاق ہے" (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز الف) یا "اگر فلاں دن

آئے تو تمہیں طلاق ہے"[۵۶]۔ یا "اگر میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا تو تمہیں طلاق ہے" وغیر ذلک۔ البتہ طلاق کو اللہ کی مشیت پر معلق کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ کی مشیت معلوم نہیں کی جاسکتی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :"ہم یعنی اصحاب رسول ﷺ عتاق اور طلاق کے سوا ہر چیز کے اندر استثناء کو جائز قرار دیتے تھے"[۵۷]۔

۶۔ طلاق کی تعداد:

الف۔ آزاد کی دی ہوئی طلاق: جس طلاق کے بعد آزاد مرد کو اپنی بیوی سے رجوع کر لینے کا حق ہوتا ہے اس کی تعداد دو ہے۔ کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹ میں ارشاد باری ہے (الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو معروف طریقے سے بیوی کو روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ اسے جانے دینا ہے) اگر شوہر اسے تیسری طلاق دیدے تو وہ اس سے بائن ہو جائے گی اور پھر اسے واپس زوجیت میں لانے کا شوہر کو اس وقت تک حق نہیں ہوگا جب تک وہ کسی اور مرد سے درست نکاح نہ کر لے جس میں حلالہ کرنے کی نیت نہ ہو (دیکھئے مادہ تحلیل) اور یہ شوہر اس کے ساتھ ہمبستری نہ کر لے کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں ارشاد باری ہے (فان طلقھا فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ اگر وہ اسے طلاق دے دے تو پھر وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے) یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ غلام کی طلاق: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غلام اپنی بیوی کو خواہ وہ آزاد عورت ہو یا لونڈی، دو طلاق دینے کا مالک ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا :"اگر غلام اپنی بیوی کو دو طلاق دیدے تو یہ بیوی اس پر اس وقت تک کے لئے حرام ہو جائے گی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے خواہ یہ بیوی حرہ ہو یا لونڈی"[۵۸]۔ البتہ اس مسئلے کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے کہ آزاد مرد اپنی لونڈی بیوی کو کتنی طلاقیں دینے کا مالک ہوتا ہے؟۔ ایک روایت کے مطابق طلاق کی تعداد کا اعتبار مردوں کے ساتھ ہوتا ہے اور عورتوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس بارے میں آپ

فرماتے ہیں :" اگر آزاد عورت غلام کی زوجیت میں ہو تو دو طلاق کے ذریعے وہ بائن ہوجائے گی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی اور اگر لونڈی کسی آزاد مرد کی زوجیت میں ہو تو تین طلاق کے ذریعے وہ اس سے بائن ہوگی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی" [۵۹]۔ دوسری روایت کے مطابق 'یہی روایت سب سے صحیح ہے' کہ زوجین میں سے جو بھی غلامی کے اندر ہو تو اس کی غلامی کی وجہ سے طلاق کی تعداد کم ہوجائے گی۔ اگر لونڈی آزاد مرد کے عقد میں ہو اور وہ اسے طلاق دیدے تو لونڈی کی طلاق کی تعداد دو ہوگی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی اور اگر آزاد عورت کسی غلام کی زوجیت میں ہو تو اس عورت کی طلاق دو ہوگی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی [۶۰]۔

ج۔ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کی صورت میں پہلی طلاق کا منہدم ہوجانا: اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور عدت گذر جانے کے بعد عورت اس سے جدا ہوجائے اور پھر اس کا نکاح کسی اور مرد کے ساتھ ہوجائے اور مذکورہ مرد اس کے ساتھ تعلق زن و شوہی قائم کرلے اور اسے طلاق دیدے یا وفات پاجائے اور اس کے بعد مذکورہ عورت اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں آجائے تو اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ باقیماندہ طلاق کے ساتھ پہلے شوہر کی طرف واپس آئے گی۔ آپ نے فرمایا :" جس عورت کو اس کا شوہر ایک یا دو طلاق دیدے اور پھر وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرلے اور یہ مرد وفات پاجائے یا اسے طلاق دیدے اور پھر پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کرلے تو وہ باقیماندہ طلاق کے ساتھ اس کے عقد میں آئے گی" [۶۱]۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق 'یہی روایت زیادہ صحیح ہے' مذکورہ عورت نئی طلاق کے ساتھ اس کے عقد میں واپس آئے گی یعنی اس کا سابقہ شوہر اب اسے تین طلاق دینے کا مالک ہوگا۔ اس طرح یہ ایک نیا نکاح اور ایک نئی طلاق ہوگی۔ آپ نے فرمایا :"جو شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور پھر مطلقہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرلے اور پھر یہ سابقہ شوہر کی زوجیت میں آجائے تو تین طلاق کے ساتھ واپس آئے گی" [۶۲]۔ نیز فرمایا :"اگر عورت کو ایک یا دو طلاق ہوجائے اور اس کی عدت گذر جائے اور اس کے بعد وہ کسی اور

مرد سے نکاح کرلے پھر یہ مرد وفات پاجائے یا اسے طلاق دیدے اور اس کے بعد مذکورہ عورت اپنے پہلے شوہر کی طرف واپس آجائے تو یہ نیا نکاح اور نئی طلاق ہوگی"[۶۳]

۷۔ طلاق کے بعد عورت کی اپنے شوہر کی طرف رجعت (دیکھئے مادہ رجعۃ)

۸۔ اسلام کی بنا پر علیحدگی: اگر اہل کتاب عورت کا شوہر مسلمان ہوجائے تو دونوں بالاجماع اپنے نکاح پر باقی رہیں گے کیونکہ مسلمان کا اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح مباح ہے۔ اگر مشرک عورت کا شوہر مسلمان ہوجائے تو اس کے اسلام کی وجہ سے دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی کیونکہ مسلمان کے لئے مشرک عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۱ میں ارشاد باری ہے (ولا تنکحواالمشرکات حتی یومن اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لے آئیں ان کے ساتھ نکاح نہ کرو) اگر کافر مرد کی بیوی مسلمان ہوجائے خواہ مذکورہ مرد مشرک ہو یا اہل کتاب تو عورت کے اسلام کی وجہ سے دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی۔

جس صورت کے اندر زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے علیحدگی ہوگئی ہو اس میں انتظار کیا جائے گا۔ اگر عدت کی مدت گذر جائے اور کافر فریق اسلام قبول نہ کرے تو عورت کے لئے کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرلینا حلال ہوجائے گا[۶۴]۔ (دیکھئے مادۃ نمبر ۴ کا جز ج)

۹۔ مفقود ہوجانے کی بنا پر علیحدگی (دیکھئے مادہ مفقود)

۱۰۔ ایلاء کے اندر طلاق (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲) نیز (مادہ قذف نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲)

۱۱۔ خلع کے اندر طلاق (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵ کا جز الف)

۱۲۔ لونڈی کی فروخت کی بنا پر اسے طلاق ہوجانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ شادی شدہ لونڈی کی فروخت اس کے لئے طلاق نہیں ہوتی اور اس کے خریدار کے لئے اس کے ساتھ ہمبستری حلال نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے ایک شادی شدہ لونڈی خریدی ہے کیا میں اس کے ساتھ ہمبستری کرسکتا ہوں ؟ آپ

نے جواب میں فرمایا: "کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے زنا کاری حلال کر دوں" [۶۵]

۱۳۔ خیار عتق: اگر غلام کے ساتھ شادی شدہ لونڈی آزاد کر دی جائے تو اسے شوہر سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو جائے گا (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۷)

۱۴۔ طلاق کو پوشیدہ رکھنا: حضرت ابن عمرؓ اس امر کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے یہ معاملہ پوشیدہ رکھے اور اسے اس کی اطلاع نہ دے "مصنف عبدالرزاق" میں مذکور ہے کہ حضرت زبیرؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیٹی کو طلاق دے دی۔ مطلقہ کافی عرصے تک اسی طرح رہی۔ حضرت زبیرؓ سے کہا گیا کہ آپ نے اسے ایسی حالت میں چھوڑ رکھا ہے کہ وہ نہ بے شوہر ہے اور نہ ہی شوہر والی۔ انہوں نے کہا: "افسوس' اس کی عدت گذر گئی" اس بات کا تذکرہ حضرت ابن عمرؓ سے ہوا تو آپ نے فرمایا: "انہوں نے بہت برا کیا" [۶۶]۔ "مصنف ابن ابی شیبہ" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی لیکن ایک سال تک اسے اس کی اطلاع نہیں دی۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "انہوں نے بہت برا کیا" [۶۷]۔

۱۵۔ طلاق کا انکار: اگر عورت دعوئ کرے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے لیکن شوہر اس سے انکاری ہو اور عورت کے پاس کوئی گواہی نہ ہو تو اس صورت میں شوہر کو حلف دیا جائے گا کہ اس نے طلاق نہیں دی ہے اس لئے کہ بینہ یعنی گواہی اور ثبوت پیش کرنا مدعی کے ذمے ہوتا ہے اور انکار کرنے والے کے ذمہ قسم ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک عورت تھی جو جنگ میں قید ہوئی تھی اس کا شوہر چپکے چپکے اسے طلاق دینے کی بات کرتا تھا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میرے شوہر کی طرف سے خفیہ طور پر طلاق کی بات واقع ہو چکی ہے۔ آپ نے شوہر سے اس بارے میں حلف لیا اور پھر اسے چھوڑ دیا [۶۸]۔

۱۶۔ متعہ طلاق

الف۔ تعریف: شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت ہدیہ کے طور پر اسے جو کچھ پیش کرتا ہے وہ متعہ طلاق کہلاتا ہے۔

ب۔ اس کا حکم: اس مطلقہ کو متعہ دینا واجب ہے جسے دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کے لئے کوئی مہر مقرر نہ ہوا ہو۔ کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۶ میں ارشاد باری ہے (لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضہ و متعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی عورتوں کو طلاق دیدو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہئے خوش حال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے یہ حق ہے نیک آدمیوں پر)[۶۹]۔

ج۔ متعہ کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں متعہ کی کم سے کم مقدار تیس درہم تھی۔ نافع نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "متعہ کے اندر کفایت کرنے والی کم سے کم مقدار تیس درہم ہے یا جو اس رقم کے مشابہ ہو"[۷۰]۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے بتائیے کہ میرے لئے متعہ کی کیا مقدار ہونی چاہئے کیونکہ میں خوشحال آدمی ہوں۔ آپ نے جواب دیا: "فلاں کپڑا اور فلاں کپڑا اسے پہناؤ" جب میں نے حساب لگایا تو ان کپڑوں کی قیمت تیس درہم نکلی[۷۱]۔ جب آپ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی تو متعہ کے طور پر اسے لونڈی بھی دی[۷۲]۔

د۔ کس مطلقہ کے لئے متعہ واجب ہے؟ مطلقہ کو یا تو دخول سے پہلے طلاق ملی ہوگی یا دخول کے بعد۔ پہلی صورت میں اس کے لئے یا تو مہر مقرر ہوگا یا مہر مقرر نہیں کیا گیا ہوگا۔ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو مقرر شدہ مہر کا نصف اسے ملے گا اور اس کے لئے متعہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد باری ہے (وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضہ فنصف ما فرضتم اور اگر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے تم طلاق دیدو جبکہ تم نے ان کے لئے مہر مقرر کردیا ہو تو اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف انہیں مل جائے گا) اس مطلقہ کے سوا دیگر تمام مطلقات کے لئے متعہ ہے خواہ انہیں دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو یا دخول کے بعد' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ہر مطلقہ کو متعہ ملے گا سوائے اس مطلقہ کے جس کا مہر مقرر

ہو اور اسے ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔ اس کے لئے مقررہ مہر کا نصف ہی کافی ہو گا" [۷۳]۔

۱۷۔ مطلقہ کے لئے عدت کا نان و نفقہ (دیکھئے مادہ نفقہ)

طھارۃ (طہارت)

نجاست یا حدث کے ازالے کو طہارت کہتے ہیں (دیکھئے مادہ نجاستہ) نیز (مادہ وضوء) اور (مادہ غسل)

نماز کے لئے طہارت کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز الف) نیز قرآن کو ہاتھ لگانے اور اس کی تلاوت کے لئے طہارت کی شرط (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۳) طواف اور سعی کے لئے بھی اس کی شرط (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۸ کا جزھ)

طھر (زمانہ طہر)

طہر اس حالت کو کہتے ہیں جس میں عورت نہ تو حیض والی ہو اور نہ ہی نفاس والی حالت طہر میں عورت کے لئے وہ تمام امور مباح ہو جاتے ہیں جو حیض اور نفاس کے ایام میں اس کے لئے ممنوع ہوتے ہیں یعنی نماز' روزہ' مسجد میں داخلہ' قرآن کی تلاوت' طواف' ہمبستری اور طلاق کی اباحت (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳)

طواف (طواف کرنا)

۱۔ تعریف: نیت کے ساتھ کعبہ کے گرد چکر لگانا طواف کہلاتا ہے۔

۲۔ طواف کی انواع: طواف کی تین قسمیں ہیں۔

الف۔ فرض: یہ عمرے کا طواف اور حج کے اندر طواف افاضہ اور طواف وداع ہے (دیکھئے مادہ عمرۃ نمبر ۶) نیز (مادہ حج نمبر ۲۶ اور نمبر ۳۳ اور نمبر ۳۷ کے جز ج کا جز ا)

ب۔ سنت: یہ حج کے اندر طواف قدوم ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵)

ج۔ مستحب: درج بالا طوافوں کے سوا تمام دیگر طواف مستحب ہیں مثلاً جب بھی مسجد حرام میں داخلہ ہو طواف کر لیا جائے [۷۴]۔

۳۔ طواف کے اندر چکروں کی تعداد: فرض شدہ نیز مسنون طواف کے سات چکر ہوتے ہیں۔ نفلی طواف کے لئے طواف کرنے والا جس قدر چکر چاہے لگائے تاہم طاق چکر

مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ طواف کے اندر طاق چکر لگا کر واپس آنے کو مستحب قرار دیتے تھے۔ آپ فرماتے: "اللہ طاق ہے اور طاق عدد کو پسند کرتا ہے"۔ آپ رات کے وقت سات چکر اور دن کے وقت پانچ چکر کو مستحب سمجھتے تھے[۵۷]۔

۴۔ طواف کے لئے طہارت کی شرط (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۸ کا جز ھ) نیز (مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز ز) نیز (مادہ حیض نمبر ۳ کا جز د) نیز (مادہ استحاضۃ نمبر ۳)

دو رکعتیں پڑھنا طواف کی سنت ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۵)

طیب (خوشبو) دیکھئے مادہ تطیب

حرف الطاء میں مذکورہ حوالہ جات

[1] ۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۴' المحلی ص ۴۰۲ ج ۷' المغنی ص ۶۰۴ ج ۸

[2] ۔ عبدالرزاق ص ۵۳۱ ج ۴' المحلی ص ۴۳۷ ج ۷

[3] ۔ الموطا ص ۹۳۳ ج ۲

[4] ۔ بخاری' مسلم فی الصید باب اباحۃ الضب

[5] ۔ سنن بیہقی ص ۲۵۴ ج ۱

[6] ۔ عبدالرزاق ص ۵۳۱ ج ۴' المحلی ص ۴۳۷ ج ۷

[7] ۔ سنن بیہقی ص ۲۴۹ ج ۹' المحلی ص ۴۶۰ ج ۷' المغنی ص ۵۵۹' ۵۶۹ ج ۸

[8] ۔ بخاری فی الذبائح باب لحوم الحمر الانسیۃ' مسلم فی المساجد باب النھی عن اکل الثوم والبصل

[9] ۔ ابوداؤد فی الاطعمۃ باب اکل حشرات الارض' مسند احمد ص ۳۸۱ ج ۲

[10] ۔ المحلی ص ۴۰۴ ج ۷

[11] ۔ حوالہ درج بالا

[12] ۔ المحلی ص ۴۳۳ ج ۷

[13] ۔ البخاری فی الاطعمۃ باب المومن یاکل فی معی واحد' مسلم فی الاشربۃ باب المومن یاکل فی معی واحد

[14] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۱

[15] ۔ جامع الاصول نمبر ۵۴۵۶

[16] ۔ حوالہ درج بالا

[17] ۔ مسلم فی الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب' ابوداؤد والترمذی فی الاطعمۃ باب الاکل بالیمین' الموطا ص ۹۲۲ ج ۲

[18] ۔ البخاری فی الاطعمۃ' مسلم فی الاشربۃ باب القران بین التمرتین' المحلی ص ۴۲۲ ج ۷

[19] ۔ جامع الاصول نمبر ۵۴۷۹' طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج ۴

[20] ۔ جامع الاصول نمبر ۵۴۸۸

[21] ۔ سنن سعید بن منصور ص ۲/۴ ج ۳

[22] ۔ شرح السنۃ ص ۱۹۹ ج ۹

[23] ۔ المغنی ص ۸۷ ج ۷

[24] ۔ المحلی ص ۲۲۰ ج ۱۰

[25] ۔ کنزالعمال نمبر ۲۷۹۵۶

[26] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ب' ج ۱

[27] ۔ المغنی ص ۸۷ ج ۷

[28] ۔ المغنی ص ۱۴۷ ج ۷

[29] ۔ کشف الغمہ ص ۱۰۱ ج ۲

[30] ۔ المغنی ص ۱۴۹ ج ۷

۳۱۔ المحلی ص ۱۱۹ ج ۱۰' عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶

۳۲۔ الموطا ص ۵۵۵ ج ۲' المغنی ص ۱۴۲ ج ۷' عبدالرزاق ص ۵۱۸ ج ۶

۳۳۔ المغنی ص ۱۴۲ ج ۷

۳۴۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۷۷/۱ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹ ج ۱' المغنی ص ۱۴۴ ج ۷

۳۵۔ سنن بیہقی ص ۱۸۲ ج ۱۰' الام ص ۲۵۴ ج ۷' المحلی ص ۱۱۷ ج ۱۰' شرح السنہ ص ۲۱۸ ج ۹' کشف الغمہ ص ۹۷' ۱۰۱ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶' الموطا ص ۵۵۳ ج ۲

۳۶۔ عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶

۳۷۔ شرح السنہ ص ۱۹۹ ج ۹' کشف الغمہ ص ۱۰۰ ج ۲' الموطا ص ۵۴۸ ج ۲

۳۸۔ موسوعۃ فقہ عمرمادہ طلاق نمبر۹

۳۹۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۷' عبدالرزاق ص ۳۳۳ ج ۶

۴۰۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱ ج ۶' ابن ابی شیبہ ص ۲۳۵ ب' ج ۱

۴۱۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱ ج ۶

۴۲۔ البخاری' مسلم فی الطلاق باب طلاق الحائضہ' آثار ابی یوسف نمبر ۵۸۹ ' احکام القرآن ص ۴۵۲ ج ۳' سنن بیہقی ص ۳۶۷ ج ۷' المحلی ص ۱۶۵ ج ۱۰

۴۳۔ ترمذی فی الطلاق باب طلاق السنہ ' نسائی فی الطلاق باب طلاق الحائض ' المغنی ص ۱۰۰ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱

۴۴۔ شرح السنہ ص ۲۰۴ ج ۹

۴۵۔ سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۷

۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱' المحلی ص ۱۶۵ ج ۱۰

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ب ج ۱' عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۶' المغنی ص ۱۰۲' ۱۰۴ ج ۷

۴۸۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۵۸/۱ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۲۳۵ ج ۱

۴۹۔ کشاف القناع ص ۲۵۱ ج ۵

۵۰۔ الموطا ص ۵۵۲ ج ۲' الام ص ۲۵۶ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ ب ' ج ۱' سنن سعید بن منصور ص ۲۹۱/۱ ج ۳' المحلی ص ۱۹۳' ۱۹۴ ج ۱۰' المغنی ص ۱۲۸ ج ۷' شرح السنہ ص ۲۱۳ ج ۹' عبدالرزاق ص ۳۵۹ ج ۶

۵۱۔ عبدالرزاق ص ۳۵۷ ج ۶ سنن سعید بن منصور ص ۳۹۱/۱ ج ۳' المحلی ص ۱۹۰ ج ۱۰

۵۲۔ شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۹' ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ ج ۱

۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ ب ج ۱

۵۴۔ المحلی ص ۱۲۵ ج ۱۰' احکام القرآن ص ۴۶۵ ج ۳

۵۵۔ المحلی ص ۱۲۴ ج ۱۰' احکام القرآن ص ۴۶۵ ج ۳

۵۶۔ شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۹

۵۷۔ المغنی ص ۲۱۶ ج ۷

۵۸۔ الموطا ص ۵۷۲ ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۶۹ ج ۷' المحلی ص ۲۰۷' ۲۳۳ ج ۱۰' ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ ج ۱

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۲ ج ۱' المحلی ص ۲۳۳ ج ۱۰

۶۰۔ عبدالرزاق ص ۲۳۸ ج ۷' کنزالعمال نمبر ۲۷۹۵۵' احکام القرآن ص ۳۸۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۶۹ ج ۷' المغنی ص ۲۶۲ ج ۷

۶۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۳ ج ۱' المحلی ص ۲۵۰ ج ۱۰

۶۲۔ سعید بن منصور ص ۳۵۸/1 ج ۳' سنن بیہقی ص ۳۶۵ ج ۷' ص ۲۶۲ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۴۳ ج ۱

۶۳۔ عبدالرزاق ص ۳۵۵ ج ۶' المحلی ص ۲۵۰ ج ۱۰

۶۴۔ المغنی ص ۶۱۶ ج ۶

۶۵۔ المحلی ص ۱۳۱ ج ۱۰

۶۶۔ عبدالرزاق ص ۳۲۲ ج ۶

۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ ب' ج ۱

۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱ ب' ج ۱

۶۹۔ تفسیرابن کثیر ص ۲۸۸ ج ۱

۷۰۔ عبدالرزاق ص ۴۷ ج ۷' المحلی ص ۲۴۸ ج ۱۰' سنن بیہقی ص ۲۴۴ ج ۷

۷۱۔ عبدالرزاق ص ۴۷ ج ۷' سنن بیہقی ص ۲۴۴ ج ۷' احکام القرآن ص ۴۳۴ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ ج ۱

۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ ب ج ۱

۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ ب' ج ۱' عبدالرزاق ص ۶۸ ج ۷' سنن سعید بن منصور ص ۳/۲ ج ۳' الام ص ۲۵۵ ج ۷' الموطا ص ۵۷۳ ج ۲' المحلی ص ۲۴۷ ج ۱۰' سنن بیہقی ص ۲۵۷ ج ۷' المغنی ص ۵۱۳' ۵۱۴ ج ۶' احکام القرآن ص ۴۲۸ ج ۱

۷۴۔ المغنی ص ۳۰۷ ج ۳

۷۵۔ عبدالرزاق ص ۴۹۸ ج ۵

حرف الظاء

ظفر (ناخن)

۱۔ جمعہ کے جمعہ ایک مرتبہ ناخن کاٹنا مستحب ہے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جانے سے پہلے جمعہ کے دن ناخن کاٹے جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ ہر جمعہ اپنے ناخن اور مونچھوں کے بال کاٹتے[1]۔

۲۔ ابن آدم کے اجزاء کی تکریم کی خاطر کٹے ہوئے ناخنوں کو دفن کر دینا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے[2]۔ (دیکھئے مادہ آدمی نمبر۲ کا جزب)

۳۔ محرم حالت احرام میں اپنے ناخن کاٹنے سے باز رہے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ۴)

ظہار (ظہار کرنا)

۱۔ تعریف: ظہار یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو یا اس کے کسی عضو کو جس کے ذریعے اس کے سراپا کی تعبیر ہو ایسی خاتون کے یا اس کے کسی عضو کے جس کے ذریعے اس کے سراپا کی تعبیر ہو، مشابہ قرار دے جس کے ساتھ اس کی ہمبستری حرام ہو۔

۲۔ جس عورت کے ساتھ ظہار کیا گیا ہو اس کے لئے زوجہ ہونا شرط ہے اس لئے اپنی لونڈی یا ام ولد کے ساتھ ظہار کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ سورہ مجادلہ آیت نمبر۲ میں ارشاد باری ہے (والذین یظاھرون من نساء ھم وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں)

۳۔ ظہار کے اندر واجب ہونے والے امور: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کرلے اور پھر اس سے ہمبستری کا ارادہ کرے تو ہمبستری سے پہلے کفارہ ادا کرنا ضروری ہوگا ظہار کے کفارے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مجادلہ آیت نمبر۳ اور ۴ میں کیا ہے۔ ارشاد ہے (والذین یظاھرون من نساء ھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا، ذلکم توعظون بہ واللہ بما تعملون خبیر۔ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذلک

لتومنوا باللہ ورسولہ وتلک حدود اللہ وللکافرین عذاب الیم جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں ایک مملوک کو آزاد کرنا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ کو اس کی پوری خبر ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھلانا ہے یہ احکام اس لئے ہیں تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے)

اگر ظہار کرنے والا کفارہ ادا کرنے سے پہلے ظہار کی ہوئی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرلے تو اس پر دو کفارے واجب ہو جائیں گے۔ ایک کفارہ ظہار کا ہوگا اور دوسرا کفارہ اس بنا پر واجب ہوگا کہ اس نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے مذکورہ بیوی کے ساتھ ہمبستری کرلی تھی۔[۳]

حرف الظاء میں مذکورہ حوالہ جات

[۱] شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۱۲

[۲] المغنی ص ۸۸ ج ۱، المجموع ص ۳۴۹ ج ۱

[۳] المحلی ص ۵۵ ج ۱۰

حرف العین

عاریۃ (عاریت) دیکھئے مادہ اعارۃ

عاشوراء (یوم عاشوراء)

محرم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کہتے ہیں

یوم عاشوراء کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ھ)

عاقلہ (باپ کی جہت سے بننے والے رشتہ دار)

۱۔ تعریف: عاقلہ وہ لوگ ہیں جو فوجداری مجرم کے ساتھ دیت کا بوجھ برداشت کرتے ہیں یہ لوگ مجرم کے باپ کی جہت سے بننے والے اس کے رشتہ دار ہیں یعنی ایسے رشتہ دار جن کا نسب مجرم کے باپ کے واسطے سے ہو۔ جس شخص کا نسب اس کی ماں کے واسطے سے ہو مثلاً لعان کرنے والی عورت کا بیٹا نیز ولد زنا تو اس کے عاقلہ اس کی ماں کے عصبہ ہوں گے یعنی اس کی ماں کے وہ رشتہ دار جو اس کی ماں کے باپ کی طرف سے اور اس کے واسطے سے ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "لعان کرنے والی عورت کے ولد کے عصبہ اس کی ماں کے عصبہ ہیں' وہ اس کے وارث ہوں گے اور اس کی طرف سے دیت بھریں گے"[1]۔

۲۔ عاقلہ کی طرف سے غیر عمد جنایت کی دیت برداشت کی جائے گی' ان پر اس دیت کی قسطیں کردی جائیں گی تاکہ وہ تین سالوں کے اندر اس دیت کی ادائیگی کردیں (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲)

عانہ (موئے زیر ناف)

زیر ناف شرمگاہ کے اردگرد اگنے والے سخت بالوں کو عانہ کہا جاتا ہے

موئے زیر ناف کا حلق (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲ کا جز ب)

موئے زیر ناف صاف کرنے کے بعد غسل کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ط)

عتق (غلامی سے آزادی)

غلامی دور ہوجانے کو عتق کہتے ہیں (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸)

غلام اپنے مال میں سے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی کو آزاد نہیں کرسکتا (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز الف)

عتہ (عقل سے عاری ہونا)

۱۔ تعریف: کسی آفت یعنی بیماری کی وجہ سے عقل میں اس طرح خلل پڑ جانے کو عتہ

کہتے ہیں کہ اس میں مبتلا شخص کا کلام بعض دفعہ عقلاء کے کلام کے مشابہ ہو اور بعض دفعہ دیوانوں کے کلام کے مشابہ ہو۔ ایسے شخص کو معتوہ کہتے ہیں۔

۲۔ معتوہ کی دی ہوئی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جزء ھ)

عدۃ (عدت)

ا۔ تعریف: عورت کا اپنے شوہر کی وفات یا اس کی طرف سے دی گئی طلاق کی بنا پر اپنے آپ کو ایک معلوم مدت تک انتظار میں رکھنا عدت کہلاتا ہے۔

۲۔ عدت کب شروع ہوتی ہے؟: عورت عدت کا حساب اپنے شوہر کے یوم وفات سے یا اس کی طرف سے دی گئی طلاق کے دن سے کرے گی۔ خواہ شوہر سامنے موجود ہو یا کسی اور شہر میں ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عورت یوم وفات یا یوم طلاق سے عدت گذارے گی" [۲]۔ نیز فرمایا: "جب گواہ طلاق یا موت کی گواہی دیں تو اسی دن سے عورت کی عدت شروع ہو جائے گی" [۳]۔

۳۔ عدت کی مدت

الف۔ حاملہ کی عدت: حاملہ کی عدت کی مدت اس کے حمل کی مدت ہے، جب وضع حمل ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی خواہ وہ عدت وفات گذار رہی ہو یا عدت طلاق [۴]۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حاملہ کا جب وضع حمل ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی" کیونکہ سورہ طلاق آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن اور حاملہ عورتوں کی مدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے) حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک عدت طلاق اور عدت وفات کی مدت (زیادہ سے زیادہ) ایک سال ہے۔

ب۔ غیر حاملہ عورت کی عدت: غیر حاملہ عورت کی عدت یا تو عدت وفات ہو گی یا عدت طلاق

ا۔ اگر یہ عدت وفات ہو تو اس کی مدت یوم وفات سے چار مہینے دس دن ہو گی کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۴ میں ارشاد باری ہے (والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا

یتربصن بانفسھن اربعہ اشھر وعشرا تم میں سے جو لوگ وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی) خواہ شوہر کی وفات دخول سے پہلے ہوگئی ہو یا دخول کے بعد (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۲ کا جز واؤ)

ابن حزم نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ام ولد کو اس کا آقا اپنے مرض الموت میں آزاد کرکے وفات پاجائے تو وہ تین حیض کی عدت گذارے گی"[۵]۔ اگر آقا اسے آزاد کئے بغیر وفات پاجائے تو وہ اس کی وفات کے بعد ایک حیض کے ساتھ اپنا استبراء رحم کرے گی (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲) نیز (مادہ رق نمبر ۷ کا جز د)

مفقود کی بیوی اپنے شوہر کے گھر میں چار سال تک انتظار کرے گی۔ اگر اس کا شوہر نہ آئے اور اس کی کوئی خبر بھی نہ ملے تو اس کے شوہر کا ولی اسے طلاق دے گا اور پھر وہ چار مہینے دس دن کی عدت وفات گذارے گی۔ جابر بن زید نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کو مفقود کی بیوی کے بارے میں باہم گفتگو کرتے دیکھا تھا۔ دونوں نے یہی فرمایا تھا کہ مذکورہ بیوی چار برسوں تک انتظار کرے گی پھر اس کے شوہر کا ولی اسے طلاق دے گا اور پھر وہ چار مہینے دس دن کی عدت گذارے گی[۶]۔

۲۔ عدت طلاق عورت پر واجب ہوگی اگر طلاق دخول کے یا خلوت صحیحہ کے بعد واقع ہوئی ہو (دیکھئے مادہ خلوۃ نمبر ۳) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک خلع فسخ ہوتا ہے طلاق نہیں ہوتا اور اس میں استبراء واجب ہوتا ہے عدت واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵ کا جز ب)

عدت گذارنے والی عورت کو یا تو حیض آتا ہوگا یا حیض نہیں آتا ہوگا۔

الف۔ اگر اسے حیض آتا ہو تو وہ یا تو آزاد عورت ہوگی یا لونڈی ہوگی۔ اگر آزاد یعنی حرہ ہوگی تو اس کی عدت تین قروء یعنی تین حیض ہوگی۔ اگر وہ لونڈی ہوگی تو اس کی عدت دو حیض ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "حرہ کی عدت تین حیض اور لونڈی کی عدت دو حیض ہے"[۷]۔ سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۲۲۸ میں ارشاد باری ہے (والمطلقات

یتربصن بانفسھن ثلاثہ قروء" اور طلاق یافتہ عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی)

اگر عورت اپنی عدت کے دوران ایک یا دو حیض گذار لے اور پھر حیض آنا بند ہوجائے تو وہ نو ماہ تک انتظار کرے گی یہ حمل کی مدت ہے۔ اگر اس کا حمل ظاہر ہوجائے تو وہ وضع حمل تک انتظار کرے گی اور اگر حمل ظاہر نہ ہو تو وہ اس کے بعد طلاق کی عدت گذارے گی یعنی تین ماہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس عورت کو طلاق ہوجائے اور وہ ایک یا دو حیض گذار لے اور پھر اس کا حیض بند ہوجائے تو وہ نو ماہ تک انتظار کرے گی اگر پھر اس کا حمل ظاہر ہوجائے تو وضع حمل کے ساتھ اس کی عدت ختم ہوجائے گی ورنہ نو ماہ کے بعد تین ماہ کی عدت گذارے گی اور پھر آزاد ہوجائے گی" [۸]۔ (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۳ کا جز الف)

تیسرے حیض کے خون کا پہلا قطرہ نمودار ہونے کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہوجائے گی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور وہ تیسرے حیض میں داخل ہوجائے تو وہ اپنے شوہر سے بری ہوجائے گی اور شوہر اس سے بری ہوجائے گا نہ تو وہ شوہر کی وارث ہوگی اور نہ ہی شوہر اس کا وارث ہوگا اور نہ ہی شوہر اس سے رجعت کرسکے گا" [۹]۔

اگر عدت کہے کہ اس کی عدت ختم ہوچکی ہے تو اس کا قول قبول کرلیا جائے گا کیونکہ اس بات کا تعلق ان امور سے ہے جن کی اطلاع عام طور پر عورت کے سوا کسی اور کو نہیں ہوسکتی ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا "فرج امانت ہے" [۱۰]۔

ب۔ اگر عدت گذارنے والی عورت کو حیض نہ آتا ہو تو حرہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت تین ماہ ہوگی کیونکہ سورہ طلاق آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (واللائی یئسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثہ اشھر اور تمہاری مطلقہ بیویوں میں سے جو حیض آنے سے مایوس ہوچکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے) لونڈی کی عدت حرہ کی عدت کا نصف ہوگی یعنی ڈیڑھ ماہ [۱۱]۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی صحیح روایت کے مطابق خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت طلاق یافتہ

عورت کی عدت کی طرح ہے (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵ کا جز ب)

۴۔ عدت کے آثار و احکام:

الف۔ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گذارنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عدت خواہ طلاق رجعی کی ہو یا طلاق بائن کی مطلقہ اسے اپنے شوہر کے گھر گذارے گی اس طرح بیوہ بھی عدت وفات اپنے مرحوم شوہر کے گھر پر گذارے گی اور عدت ختم ہونے تک مذکورہ عورتیں اپنے شوہروں کے گھروں سے کہیں اور منتقل نہیں ہوں گی۔ آپ نے فرمایا: "مبتوتہ (طلاق بائن پانے والی) اور بیوہ ہوجانے والی اپنے شوہروں کے گھروں سے کہیں اور منتقل نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس کی مدت ختم ہوجائے" [۱۲]۔ نیز فرمایا: "مبتوتہ" اپنے شوہر کے گھر سے منتقل نہیں ہو گی جب تک اس کی مدت ختم نہ ہو جائے" [۱۳]۔

سورہ طلاق آیت نمبر ا میں ارشاد باری ہے یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصواالعد ة واتقواالله ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشہ- مبینہ- اے نبی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کا خیال رکھو اور اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتے رہو انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کے کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں) اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عدت گذر جانے سے پہلے ان کا نکل جانا فاحشہ یعنی کھلی بے حیائی ہے" [۱۴]۔

ب۔ اپنے گھر کے سوا کسی اور مقام پر رات نہ گذارنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عدت طلاق اور عدت وفات گذارنے والی عورت کے لئے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ رات گذارنا جائز نہیں ہے البتہ دن کے وقت اس کے لئے اپنی ضرورت کے تحت یا ان رشتہ داروں کی ملاقات کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے جن سے ملاقات کا اس پر حق ہے۔ آپ نے فرمایا: "مبتوتہ اور بیوہ صرف اپنے گھر پر رات گذارے گی یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے" [۱۵]۔ حضرت ابن عمرؓ بیمار پڑ گئے آپ کی ایک بیوہ بیٹی

جو عدت میں تھی آپ کی عیادت کے لئے آئی جب رات ہونے لگی تو اس نے آپ سے اسی جگہ رات گذارنے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے اسے حکم دیا کہ اپنے مرحوم شوہر کے گھر جاکر رات گذارے [۱۶]۔ ایک روایت میں ہے کہ مذکورہ بیٹی دن کے وقت اپنے آبائی گھر میں آتی اور اہل خاندان سے باتوں میں لگی رہتی جب رات ہوتی تو آپ اسے اپنے گھر واپس جانے کا حکم دیتے [۱۷]۔ آپ کے پاس سائب بن خباب کی بیوی آئی اور اپنے شوہر کی وفات کا ذکر کرکے بتایا کہ قباء کے مقام پر ان کی کوئی زمین ہے اور پھر پوچھا کہ آیا میں اس زمین پر جاکر رات گذار سکتی ہوں؟ اپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کردیا۔ اس پر عمل کرتے ہوئی مذکورہ خاتون صبح ہی صبح مدینہ سے نکل جاتی اور زمین پر پہنچ کر وہاں دن گذارتی اور شام کے وقت مدینہ واپس آکر رات اپنے گھر میں گذارتی [۱۸]۔

رجعی طلاق یافتہ عورت عدت کے دوران دن کے وقت بھی صرف اپنے شوہر کی اجازت سے باہر نکلے گی [۱۹]۔ (دیکھئے مادہ استئذان نمبر۳)

ج۔ مطلقہ عورت کے پاس آنے کے لئے شوہر کا استیذان: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے خواہ یہ رجعی طلاق کیوں نہ ہو تو اس کے لئے اجازت حاصل کئے بغیر اس کے پاس آنا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ استیذان نمبر۲ کا جزھ)

د۔ احداد: عدت وفات گذارنے والی بیوہ پر احداد یعنی ترک زینت لازم ہے وہ سرمہ نہیں لگائے گی' نہ ہی خوشبو لگائے گی اور نہ ہی مہندی۔ وہ رنگین لباس بھی نہیں پہنے گی اور نہ ہی زیور استعمال کرے گی (دیکھئے مادہ حداد نمبر۲)

ھ۔ عدت کے دوران شوہر کے اسلام لے آنے کی بنا پر زوجیت کی طرف واپسی: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ غیر مسلم جوڑے کے درمیان ان میں سے ایک کے مسلمان ہوجانے کی بنا پر وجود میں آنے والی علیحدگی عدت گذرنے پر مبنی ہوگی۔ اگر عدت گذر جانے سے پہلے دوسرا فریق مسلمان ہوجائے تو دونوں کا نکاح باقی رہ جائے گا۔ اگر وہ مسلمان نہ ہو اور عدت گذر جائے تو دونوں کے دین میں اختلاف کی وجہ سے علیحدگی واقع ہوجائے گی اور نئے سرے سے عدت گذارنے کی ضرورت نہیں

ہوگی[۲۰]۔

و۔ نان و نفقہ: عدت گذارنے والے عورت یا تو عدت وفات گزارنے رہی ہوگی یا عدت طلاق۔

ا۔ اگر وہ عدت وفات گذار رہی ہو تو عدت کے دوران اس کا نفقہ یعنی خرچ اس کے مرحوم شوہر کے ذمہ ہوگا اور اس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا خواہ بیوہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ حاملہ کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "عدت وفات گذارنے والی حاملہ عورت کا نفقہ پورے مال یعنی ترکہ سے وصول کیا جائے گا"[۲۱]۔ حاملہ اور غیرحاملہ کے بارے میں آپ نے فرمایا: "عدت وفات گزار والی پر پورے مال یعنی ترکہ سے خرچ کیا جائے گا"[۲۲]۔ ابن جریج نے روایت کی ہے کہ ابن شہاب زہری سے پوچھا گیا کہ عدت وفات گذارنے والی عورت کا نفقہ کس کے ذمہ ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اس کا نفقہ خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اس کے شوہر کے چھوڑے ہوئے پورے مال سے دیا جائے گا۔ لیکن ائمہ نے یہ بات تسلیم نہیں کی اور یہ فیصلہ دیا کہ اسے کوئی نفقہ نہیں ملے گا[۲۳]۔

۲۔ اگر عورت عدت طلاق گذار رہی ہو اور یہ رجعی طلاق ہو تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہوگا اور اگر یہ بائن طلاق ہو تو مطلقہ کو صرف رہائش کی سہولت ملے گی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "مبتوتہ (طلاق بائن پانے والی) کے لئے کوئی نفقہ نہیں"[۲۴]۔

ز۔ طلاق رجعی والی عدت کے اندر قذف یعنی زناکاری کا الزام لعان کا موجب ہوتا ہے اور طلاق بائن کے اندر حد کا (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۲ کا جز الف)

عربون (بیانہ یا بیعانہ)

ا۔ تعریف: عربون اس رقم کو کہتے ہیں جسے مشتری بائع کو یہ کہہ کر اس کے حوالے کردیتا ہے کہ اگر وہ مال خرید لے گا تو ثمن کے اندر اس رقم کا حساب کرلے گا اور اگر

نہیں خریدے گا تو یہ رقم بائع کی ہوجائے گی ۲۵۔

۲۔ عربون کا حکم: حضرت ابن عمرؓ بیع عربون کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۵)

عرفات (میدان عرفات)

۱۔ تعریف: عرفات اس موقف کو کہتے ہیں جہاں حاجی ذی الحجہ کے نویں دن جبل عرفہ پر وقوف کرتے ہیں۔

۲۔ عرفات میں وقوف کے لئے غسل کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کا جز ب) نیز (مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ج)

عرفات میں وقوف (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹)

عرفات میں وقوف کا آخری وقت (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۹)

عرفات میں دعا کی قبولیت (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جز د)

یوم عرفہ کا روزہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز واؤ کا جز ۳)

عرق (پسینہ)

۱۔ تعریف: جلد کے مسام سے نکلنے والے پسینے کو عرق کہتے ہیں۔

۲۔ پسینہ کا پاک ہونا

جنبی کا پسینہ پاک ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز الف)

جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کا پسینہ مکروہ ہے (دیکھئے مادہ جلالتہ نمبر ۲ کا جز الف)

عزل (عزل کرنا)

۱۔ تعریف: عورت کو حاملہ ہونے سے روکنے کے لئے مادہ منویہ کو اس کے رحم تک پہنچنے نہ دینا عزل کہلاتا ہے

۲۔ عزل کا حکم: جہاں تک میرا علم ہے حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اصل کے اعتبار سے عزل مباح ہے۔ اس لئے جو شخص چاہے عزل کرے اور جو نہ چاہے نہ

کرے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ میں ارشاد باری ہے (نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ) اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "جو شخص چاہے عزل کرے اور جو نہ چاہے نہ کرے"[۲۶]۔ تاہم آزاد عورت یعنی حرہ کو بچے پر حق حاصل ہوتا ہے اس لئے شوہر اپنی حرہ بیوی کی اجازت ہی کے تحت اس سے عزل کرسکتا ہے لونڈی سے عزل کرنا جائز ہے خواہ وہ اس کی اجازت دے یا اجازت نہ دے اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "لونڈی سے عزل کیا جائے گا اور حرہ سے اس بارے میں اجازت لی جائے گی"[۲۷]۔ تاہم آپ درج ذیل وجوہ کی بنا پر عزل کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے روکتے تھے خواہ لونڈی سے عزل ہو یا حرہ سے۔ عزل کو ناپسند کرنے کی بنا یہ تھی کہ اسلام کا پرچم دنیا پر سایہ فگن کرنے اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر اپنے دشمنوں پر غلبہ پانے کے لئے مسلمانوں کو اپنی تعداد بڑھانے کی ضرورت تھی اسی طرح اسلام کی طرف سے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کی ترغیب پر لبیک کہنے کی خاطر اور لوگوں کو عملی طور پر اس کی دعوت دینے کی غرض سے عزل سے کنارہ کشی ضروری تھی۔ اس سلسلے میں غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کی ایک عملی صورت یہ تھی کہ آقا اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرتا اور عزل سے پہلو تہی کرنے کی وجہ سے اس کے نطفے سے لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہوجاتا اور اس طرح لونڈی ام ولد بن کی آقا کی وفات کے بعد آزاد ہوجاتی۔ علاوہ ازیں عزل نہ کرنے کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ہر عورت کے اندر فطری طور پر موجود ماں بننے کی خواہش اس سے پوری جاتی۔ ان وجوہات کی بنا پر حضرت ابن عمرؓ عزل نہ کرتے[۲۸]۔ اور فرماتے کہ "اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ میرا کوئی بیٹا عزل کرتا ہے تو میں اس کی بری طرح خبر لوں گا"[۲۹]۔ بلکہ ایسا بھی ہوا کہ آپ نے عزل کرنے پر اپنے ایک بیٹے کی پٹائی بھی کردی تھی۔[۳۰]۔ میمون بن مہران نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک بیٹے کے لئے لونڈی خریدی کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد بیٹے سے پوچھا کہ لونڈی ابھی تک حاملہ نہیں ہوئی ہے شاید تم اس سے عزل کرتے ہو؟ لیکن یاد رکھو اگر مجھے اس بات کا پتہ چل گیا

تو مار مار کر میں تمہاری پشت لال کردوں گا[۳۱]۔ یہ ممانعت اور تادیب کا یہ عمل حضرت ابن عمرؓ کا اپنا اجتہاد تھا' حکم شرع نہیں تھا۔ اس کی وضاحت خود آپ نے کی ہے۔ عیاض کہتے ہیں کہ "خدا کی قسم' میں نماز میں کھڑا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ کو سنا کہ آپ بڑی سختی کے ساتھ عزل سے روک رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر میں آپ کی طرف گیا اور عرض کیا کہ میرے خیال میں آپ یہ بات اپنی طرف سے یعنی اپنے اجتہاد سے کہہ رہے ہیں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا[۳۲]۔

۳۔ عزل کے اثرات: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر آقا اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرتے ہوئے عزل کرلے اور پھر لونڈی کے کوئی بچہ پیدا ہوجائے تو اس بچے کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا[۳۳]۔ الا یہ کہ آقا اس کا دعوی کرے۔ دعوی کرنے کی صورت میں بچے کا نسب اس سے ثابت ہوجائے گا۔

عسل (شہد)

شہد وہ شیریں مادہ ہے جو شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

شہد کے اندر زکوۃ کا عدم وجوب (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۹ کا جز واؤ)

عشاء (عشاء کی نماز)

۱۔ اس کا نام: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص عشاء کو عتمہ کے نام سے پکارے۔ اگر آپ کسی کو عشاء کی بجائے عتمہ کہتے ہوئے سنتے تو چیخ پڑتے اور غصے سے کہتے کہ "یہ تو عشاء ہے"[۳۴]۔ آپ فرماتے: "جو شخص عتمہ کی نماز کہے گا وہ گنہگار ہوگا"[۳۵]۔ آپ شاید یہ کہہ کر امام مسلم کی اس روایت کی طرف اشارہ کرتے جس میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ: "اعراب یعنی بدو لوگ تمہاری نماز کے نام کے سلسلے میں تم پر غالب نہ آجائیں' یہ لوگ اسے عتمہ کے نام سے پکارتے ہیں' آگاہ رہو یہ عشاء کی نماز ہے۔ بدو لوگ اندھیرا چھا جانے پر اونٹنیوں کا دودھ دوہتے ہیں"[۳۶]۔

۲۔ نماز عشاء کی فرضیت: (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴)
عشاء کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۱)
نماز عشاء میں پڑھی جانے والی قرات (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۴)
جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز کی ادائیگی کی محافظت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز الف کا جز ۲)
مغرب اور عشاء کے درمیان وقت کا نماز کے ذریعے احیاء (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۲)
عشاء کی نماز کے بعد بیٹھ کر گپیں لڑانے کی کراہت (دیکھئے مادہ سمر)

عشر (دسواں حصہ)

عشر کے لفظ کا اطلاق کرکے اس سے دو باتیں مراد لی جاتی ہیں۔
اول۔ اسلامی مملکت کے حدود میں داخل ہونے والے تاجروں سے وصول کیا جانے والا سرکاری ٹیکس۔ حضرت ابن عمرؓ وصول شدہ اس ٹیکس کو زکوۃ کی مد میں حساب کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۱ کا جز واؤ)
باغیوں کی طرف سے عشر کی وصولی (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۳ کا جز ب)
دوئم۔ کاشتکار کی طرف سے اپنی فصل اٹھانے کے موقعہ پر اس کے دسویں یا بیسویں حصے کا اخراج۔ یہی فصل کی زکوۃ ہوتی ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۹ کا جز ھ)

عصابتہ (پٹی)

زخمی عضو پر باندھی جانے والی پٹی کو عصابہ کہتے ہیں۔
وضو کے اندر عصابہ پر مسح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ جبیرۃ)

عصبتہ (عصبہ)

۱۔ تعریف: کسی شخص کے عصبہ وہ رشتہ دار ہیں جن کی رشتہ داری اس کے باپ کی جہت سے ہو۔
میراث کے اندر عصبہ وہ ورثاء ہیں جو ذوی الفروض کی طرف سے ترکہ میں اپنے

اپنے حصے وصول کر لینے کے بعد باقیماندہ ترکہ حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۔ ذوی الفروض کے حصوں کی ادائیگی کے بعد ترکہ کے اندر باقیماندہ حصے پر عصبہ کی وراثت کا استحقاق (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف)

عصبہ دیت کا بوجھ برداشت کریں گے۔ (دیکھئے مادہ عاقلہ نمبر ۲)

نکاح کی ولایت پر عصبہ کا استحقاق (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ب کا جز ز)

عصر (عصر کی نماز)

عصر کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۱)

عصر کی نماز کی فرضیت اور اس کا "صلوۃ وسطیٰ" ہونا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴)

عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کا حکم (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۴)

ظہر اور عصر کے درمیان وقت کا نماز کے ذریعے احیاء (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۱)

عطاء (سرکاری وظیفہ)

۱۔ تعریف: امام المسلمین کی طرف سے کسی مسلمان کے لئے فئی یعنی بیت المال سے مقرر کردہ وظیفے کو عطاء کہتے ہیں۔

۲۔ آزاد شدہ غلاموں کا عطاء میں استحقاق: حضرت عمرؓ نے جب قبائل کی مردم شماری کے رجسٹر بنائے اور وظائف مقرر کئے تو آپ نے وظائف کے استحقاق کے اندر کسی عربی اور آزاد شدہ کسی غلام یعنی مولیٰ کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔ اس کی تفصیل ہم نے (موسوعۃ فقہ عمر مادہ فئی نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۳ کے جز ز) میں بیان کردی ہے۔ پھر معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور جب حضرت معاویہؓ کی حکومت آئی تو انہوں نے آزاد شدہ مسلمان موالی کے وظائف بند کردیئے اور وظائف کو عربوں کے ساتھ خاص کردیا حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ موالی یعنی آزاد شدہ مسلمان غلاموں کو بھی یہ وظائف دیئے جائیں۔ آپ نے اس سلسلے میں حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی۔ عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی ملاقات حضرت معاویہؓ سے ہوئی۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ اگر حاجت ہو تو بیان کرو' آپ نے جواب دیا: "میری حاجت یہ ہے کہ تمہارے اردگرد خون نہ بہایا جائے' کیونکہ لوگ اسی طرح کرتے آئے

ہیں..... آپ کا اشارہ حضرت عمرؓ کی مقرر کردہ اس پالیسی کی طرف تھا کہ کوئی شخص پوچھ گچھ کے بغیر قتل نہ کیا جائے [۳۷]۔ اور تمہارے علاوہ کوئی شخص اس منبر پر نہ بیٹھے نیز تم آزاد شدہ غلاموں کے وظائف جاری کردو کیونکہ عمرؓ نے ان کے یہ وظائف جاری کئے تھے" [۳۸]۔

عطاس (چھینک مارنا)

۱۔ انسان جب چھینک مارے تو الحمد للہ کہنا مسنون ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ الحمد للہ کے ساتھ السلام علی رسول اللہ ملا لینا بھی پسند کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کے قریب چھینک ماری اور "الحمد للہ رب العالمین" کہا آپ نے فرمایا: اس شخص نے "والسلام علی رسول اللہ" کہہ کر اس فقرے کا اتمام کیوں نہیں کیا" [۳۹]۔

۲۔ یہ بھی مسنون ہے کہ چھینک مارنے والے کو "یرحمک اللہ" کہا جائے حضرت ابن عمرؓ جب چھینک مارتے اور آپ سے کہا جاتا "یرحمک اللہ" تو آپ فرماتے "یرحمنا اللہ وایاکم ویغفرلنا ولکم" [۴۰]۔ (اللہ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے اور ہمیں اور تمہیں بخش دے) البتہ چھینک مارنے والے کو صرف اس وقت "یرحمک اللہ" کہا جائے جب اس نے چھینک مار کر "الحمد للہ" کہا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں آئے۔ مسجد کے ایک گوشے سے کسی کی چھینک کی آواز آئی آپ نے اس سے فرمایا "اگر تم نے اللہ کی تعریف کی ہے یعنی الحمد للہ کہا ہے تو پھر اللہ تم پر رحم فرمائے" [۴۱]۔ یعنی پھر ہم تمہیں "یرحمک اللہ" کہتے ہیں۔

واجب خطبے مثلاً خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین کے دوران چھینک مارنے والے کو "یرحمک اللہ" کہنا مکروہ ہے [۴۲]۔ اس لئے کہ خطبے کی صورت میں انسان کا فرض ہے کہ وہ خطبہ سننے میں مشغول رہے۔ نیز "یرحمک اللہ" کی بنا پر سامعین کی یکسوئی میں خلل پیدا ہوجائے گا۔ اس کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خطبہ سننا فرض ہے جبکہ چھینک مارنے والے کو "یرحمک اللہ" کہنا سنت ہے اور سنت کی ادائیگی کی خاطر فرض کی ادائیگی میں خلل نہیں پیدا کیا جاسکتا (دیکھئے مادہ تکلم نمبر ۴)

عظم (ہڈی)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جانور کی موت کے ساتھ اس کی ہڈی نجس ہو جاتی ہے اور رطوبت والی چیز میں مردار کی ہڈیوں کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ مذکورہ چیز ان ہڈیوں کی وجہ سے نجس ہو جائے گی۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ ہاتھی کی ہڈیوں سے بنے ہوئے پیالے میں موجود تیل کو استعمال میں لانا مکروہ یعنی ناجائز سمجھتے تھے کیونکہ ہاتھی مردار ہے[۴۳]۔

عقوبتہ (سزا)

۱۔ تعریف: عقوبت ان دنیاوی سزاؤں کو کہتے ہیں جنہیں شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے پر عائد کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ عقوبت کی انواع: عقوبت کی کئی انواع ہیں۔ یعنی حدود (دیکھئے مادہ حد) قصاص (دیکھئے مادہ جنایتہ نمبر۵) تعزیرات (دیکھئے مادہ تعزیر) اور کفارات (دیکھئے مادہ کفارۃ)
جہاں تک دیتوں اور جرمانوں کا تعلق ہے تو وہ عقوبت نہیں ہیں بلکہ وہ ضمان یعنی تاوان کی صورتیں ہیں۔

عقیقۃ (عقیقہ)

۱۔ تعریف: عقیقہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جسے بچے کی پیدائش پر اللہ کا شکر ادا کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کی غرض سے ذبح کیا جاتا ہے۔

۲۔ عقیقہ سنت ہے: حضرت ابن عمرؓ عقیقہ کے سلسلے میں بچے یا بچی کی پیدائش کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے ولد کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کرتے تھے'[۴۴]۔ یعنی بچے یا بچی کی پیدائش پر ایک بکری ذبح کرتے تھے۔ آپ کے خاندان کا کوئی فرد اگر آپ سے عقیقہ طلب کرتا تو اسے دیدیتے۔ آپ فرماتے بچے کے لئے ایک بکری اور بچی کے لئے ایک بکری"[۴۵]۔ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے گا۔ محارب ابن دثار نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "مولود کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈ دیئے جائیں گے اور

عقیقہ کے جانور کا خون اس کے سر پر مل دیا جائے گا اور بالوں کے ہم وزن چاندی کے صدقہ کردیا جائے گا"[۴۶]۔

علاج (علاج کرنا) دیکھئے مادہ تداوی

علم (علم)

۱۔ تعریف: کسی چیز کی حقیقت کے ادراک کو علم کہتے ہیں۔

۲۔ تعلیم کی ابتدا کب کی جائے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ بچے کو علم سکھانا اس وقت شروع کیا جائے جب وہ اس علم کی حقیقت کا ادراک کرنا شروع کردے۔ بنابریں جب بچہ تمیز کے مرحلے میں داخل ہوجائے تو اسے نماز کی تعلیم شروع کردی جائے" آپ نے فرمایا: "جب بچہ اپنے دائیں بائیں میں امتیاز کرنے لگے تو اسے نماز کی تعلیم دی جائے"[۴۷]۔

۳۔ کتابت علم: حضرت ابن عمرؓ طالب علم کے لئے علم کی کتابت کو ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ کتابت یعنی تحریر پر اعتماد طالب علم کی قوت حافظہ کو کمزور کردیتا ہے۔ نیز یہ وجہ بھی تھی کہ تحریر کی بنا پر لوگ علماء کی مجالست سے مستغنی نہ ہوجائیں۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض دفعہ ایک کتاب ایسے شخص کے ہاتھ آجاتی ہے جو اسے پوری طرح سمجھ نہیں سکتا اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ "ہم بہت سی باتیں ایک کتاب میں لکھ لیا کرتے تھے اور پھر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر میں ان باتوں کے بارے میں آپ سے پوچھ لیا کرتا تاہم اپنی تحریر کو آپ سے پوشیدہ رکھتا۔ اگر آپ کو معلوم ہوجاتا کہ میں نے یہ باتیں لکھ لی ہیں تو پھر میرے اور آپ کے درمیان ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہوجاتا"[۴۸]۔

۴۔ یقین کی بنیاد پر جواب دینا: اگر کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور اسے اس کا جواب نہ آتا ہو تو اس پر لازم ہوگا کہ جواب دینے سے گریز کرے اور کہدے کہ "مجھے نہیں معلوم" یہی بات اس کے دین کی سلامتی کے لئے زیادہ مناسب اور اس کی ہیبت کی زیادہ محافظ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے

جواب دیا کہ : "مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے" جب سائل چلا گیا تو آپ نے فرمایا "ابن عمر نے بہت اچھی بات کہی' اس سے ایسا مسئلہ پوچھا گیا جس کا اسے علم نہیں تھا اور اس نے کہدیا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے" [۴۹]۔ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا آپ نے اپنا سر ہلا دیا اور اسے کوئی جواب نہیں دیا لوگوں نے خیال کیا کہ شاید آپ نے اس کا مسئلہ سنا ہی نہیں۔ سائل نے آپ سے کہا : " اللہ آپ پر رحم کرے کیا آپ نے میرا مسئلہ نہیں سنا؟" آپ نے جواب دیا : "میں نے سن لیا' لیکن تم لوگ گویا یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالی ہم سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں کرے گا جو تم ہم سے پوچھتے ہو' اللہ تم پر رحم کرے' ہمیں تم چھوڑ دو تاکہ ہم تمہارے مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں' اگر اس مسئلے کا جواب ہمارے پاس ہوگا تو ہم تمہیں بتادیں گے ورنہ اپنی لاعلمی کا تم سے اظہار کردیں گے" [۵۰]۔

۵۔ حضور ﷺ سے حدیث روایت کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کا طرز عمل:

حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے حدیث کی روایت کرنے سے بچتے تھے اور لغزش کے خوف سے بہت کم روایت کرتے حتی کہ شعبی نے کہا ہے کہ "میں نے ایک سال تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مجالست رکھی لیکن میں نے اس دوران آپ کو حضور ﷺ سے کوئی حدیث بیان کرتے نہیں سنا" [۵۱]۔ اسحق بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا : "میں نے ابن عمرؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو حضور ﷺ سے حدیث بیان کرنے سے بچتے نہیں دیکھا" [۵۲]۔ اگر آپ حضور ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ ﷺ کے ہوبہو الفاظ بیان کرنے کا التزام کرتے اور ان الفاظ میں نہ کوئی کمی کرتے اور نہ ہی اضافہ۔ ابو جعفر الباقر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب حضور ﷺ سے کوئی حدیث سنتے تو اسے بیان کرتے وقت اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرتے [۵۳]۔

عمامتہ (پگڑی)

۱۔ تعریف: سر پر لپیٹے جانے والے کپڑے کو عمامہ کہتے ہیں۔

۲۔ پگڑی باندھنے کی کیفیت: اگر کوئی شخص پگڑی باندھے تو اس کے لئے مسنون ہے کہ اپنی پگڑی کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکادے ۔ حضرت ابن عمرؓ جب سر پر پگڑی باندھتے تو اسے سر کے گرد پھرا کر لپیٹ لیتے اور سر کے پیچھے اسے کھونس لیتے اور پگڑی کا شملہ اپنے کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے [۵۴]۔ میت کی پگڑی اسی طرح باندھی جائے کہ اس کے کنارے کو اس کے چہرے پر ڈال دیا جائے اور پھر ٹھوڑی کے نیچے سے سر پر پگڑی لپیٹی جائے اور اسے سر کی طرف سے جھکا کر اس کا دوسرا کنارہ اس کے چہرے پر ڈال دیا جائے۔ اس کی تفصیل (مادہ موت نمبر ۵ کے جزج) میں آئے گی۔

۳۔ وضو کے اندر پگڑی پر مسح کرنا: حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر پگڑی پر مسح کرنے کو اس صورت میں جائز قرار نہیں دیتے تھے جب وضو کرنے والا اپنے سر پر مسح نہ کرے [۵۵]۔ آپ جب سر کا مسح کرتے تو پگڑی اوپر کر لیتے اور سر کے اگلے حصے پر مسح کرتے [۵۶]۔

عمد (جان بوجھ کر کوئی کام کرنا)

عمداً جنایت (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز الف)

عمریٰ (ہبہ کی ایک قسم)

۱۔ تعریف: زندگی بھر کے لئے کسی کو کوئی چیز ہبہ کر دینا عمریٰ کہلاتا ہے۔

۲۔ عمریٰ کی ملکیت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو ایک چیز عمریٰ کے طور پر ہبہ کردے تو یہ دوسرا شخص مذکورہ چیز پر قبضہ کرتے ہی اس کا مالک بن جاتا ہے اور اس کے بعد اس چیز کی تمام پیداوار مثلاً پیدا ہونے والے بچوں اور پھلوں وغیرہ کا بھی مالک بن جاتا ہے۔ اگر وہ مرجائے تو مذکورہ چیز اس کے ورثاء کو مل جائے گی [۵۷]۔ ایک دیہاتی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنے بیٹے کو اس کی زندگی بھر کے لئے ایک اونٹنی ہبہ کردی تھی اور اب اس اونٹنی سے بہت سے بچے پیدا ہو کر اونٹنیاں اور اونٹ بن گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ اونٹنی اس کی زندگی اور موت میں اسی کی ہے۔ دیہاتی نے کہا: "میں نے یہ اونٹنی اس پر صدقہ کیا

تھا" آپ نے فرمایا: "یہ بات تمہیں مذکورہ اونٹنی سے اور زیادہ دور کردینے والی بات ہے"۔[۵۸]

یہ ضروری ہے کہ ہم عمریٰ اور اعارہ کے درمیان اچھی طرح فرق کرلیں۔ عمریٰ کا وقوع ایک چیز کے عین پر ہوتا ہے جبکہ اعارہ ایک چیز کے منافع (جمع منفعت) پر واقع ہوتا ہے حضرت ابن عمرؓ بھی دونوں کے درمیان واضح طور پر فرق رکھتے تھے۔ آپ کی بہن حضرت حفصہؓ نے اپنا مکان اسماء بن زید بن الخطاب کو اسماء کی زندگی بھر کے لئے عاریت کے طور پر دیدیا۔ پھر حضرت حفصہؓ فوت ہوگئیں اور پھر اسماء فوت ہوئیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسماء کی وفات کے بعد مذکورہ مکان لے لیا اور اسے اپنی ہمشیرہ حضرت حفصہؓ سے وراثت تصور کیا۔ امام مالک نے "الموطا" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت حفصہؓ سے ان کے مکان کے وارث بنے۔ حضرت حفصہؓ نے یہ مکان اسماء بنت زید کو زندگی بھر کے لئے رہائش رکھنے کی خاطر دیا تھا۔ جب اسماء فوت ہوگئیں تو حضرت ابن عمرؓ نے یہ مکان اپنے قبضے میں لے لیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ یہ مکان اب میرا ہے[۵۹]۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اعارہ کے طور پر پیش آیا تھا عمریٰ کے طور پر نہیں۔ زرقانی نے "الموطا" کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے اس مسلک پر دلالت کرتی ہے کہ عمریٰ سکنیٰ (رہائش کے لئے استعمال) سے مختلف ہے[۶۰]۔

عمرۃ (عمرہ)

۱۔ تعریف: احرام باندھ کر کعبہ کے گرد طواف کے ذریعے نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے ذریعے مسجد حرام کو آباد رکھنا عمرہ کہلاتا ہے۔

۲۔ عمرہ کا شمار اللہ کے راستے میں ہوتا ہے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حج اور عمرہ "سبیل اللہ" (اللہ کے راستے) میں شمار ہوتے ہیں۔ بنابریں اگر کوئی شخص اپنا مال اللہ کے راستے میں وقف کردے یا اللہ کے راستے میں کوئی نذر مانے تو اس کے لئے اپنا یہ مال حج اور عمرہ میں خرچ کردینا جائز ہے۔ اسی طرح زکوۃ کا "فی سبیل اللہ" والا حصہ

حج اور عمرہ میں صرف کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر۵)

۳۔ عمرے کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حج کے فریضے کی طرح عمرہ بھی فرض ہے اور جس پر حج فرض ہو جائے اس پر عمرہ فرض ہو جاتا ہے [۶۱]۔ اور اس فرض عمرے کے لئے حج تمتع کا عمرہ کافی ہو جاتا ہے [۶۲]۔ آپ نے فرمایا: "اللہ کی مخلوق یعنی مسلمانوں میں سے ہر صاحب استطاعت پر ایک حج اور ایک عمرہ واجب یعنی فرض ہے اس کے بعد وہ جو بھی زائد حج یا عمرہ کرے گا وہ اس کے لئے نفل اور خیر شمار ہوگا" [۶۳]۔ حج سے احصار کی صورت میں حج کا واجب عمرے میں تبدیل ہو جانا (دیکھئے مادہ احصار نمبر۳ کا جز ب کا جز ا)

۴۔ عمرہ کرنے کا وقت: مشاعر حج کی ادائیگی کے ایام کے سوا تمام ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ ذوالحج کے مہینے کے سوا دیگر مہینوں میں عمرہ کرنا مذکورہ مہینے میں عمرہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ دیگر مہینوں میں عمرہ کرنے کی وجہ سے مسجد حرام مسلسل اور سال بھر آباد رہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ذوالحجہ کے سوا کسی اور مہینے میں عمرہ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے" [۶۴]۔ اگر کوئی شخص ذوالحجہ میں عمرہ کرنا چاہے تو حج سے قبل ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے دوران عمرہ کرنا حج کے بعد عمرہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ذوالحجہ کے اندر حج سے قبل عمرہ کرنا اور ہدی دینا حج کے بعد عمرہ کرنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے" [۶۵]۔ اگر مذکورہ شخص حج کے بعد عمرہ کرلے تو بھی جائز ہوگا۔ بسر بن سعید کہتے ہیں کہ میری ہمشیرہ نے حج ادا کرنے کے بعد ذوالحجہ کے اندر عمرہ کرنے کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ "ہاں، تم عمرہ کرسکتی ہو" [۶۶]۔

۵۔ ایک سال کے دوران کئی مرتبہ عمرہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایک سال کے دوران کئی مرتبہ عمرہ ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں تھی۔ خود آپ ہر سال ایک عمرہ کرتے تھے لیکن بنو امیہ اور حضرت ابن الزبیرؓ کے درمیان جنگ کے سال آپ نے شوال اور رجب کے مہینوں میں عمرہ کیا [۶۷]۔

۶۔ عمرہ ادا کرنے کی کیفیت: جو شخص عمرہ کرنا چاہے وہ میقات سے عمرے کا احرام

باندھے گا (دیکھئے مادہ احرام) پھر تلبیہ کہے گا اور حرم میں داخل ہوتے ہی تلبیہ منقطع کردے گا۔ پھر طواف قدوم کر کے طواف کی دو رکعت پڑھے گا جیسا کہ (مادہ حج نمبر۵) میں گذر چکا ہے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷) اس کے ساتھ اس کا عمرہ ادا ہو جائے گا اور وہ اپنا احرام کھول دے گا۔

عورۃ (ستر)

۱۔ تعریف: عورت انسان کے جسم کا وہ حصہ ہے جسے ڈھانپ کر رکھنا شارع نے فرض کردیا ہے۔ اور اسے برہنہ کرنا حرام قرار دیا ہے۔

۲۔ ستر کے احکام

الف۔ ہم نے (مادہ حجاب نمبر۲) میں عورت کے ستر کے حدود بیان کردیئے ہیں۔ یعنی اپنے جسم کے کس حصے کو وہ کھلا رکھ سکتی ہے اور کن حصوں کو کھلا رکھنا اس پر حرام ہے۔

ب۔ ستر پوشی: نماز کے اندر اور نماز سے باہر ستر پوشی فرض ہے۔ اگر نمازی کو صرف اتنا کپڑا میسر ہو جس کے ذریعے وہ اپنے آدھے جسم کو ڈھانپ سکتا ہو تو وہ اس کپڑے سے اپنے جسم کے زیریں نصف حصے کو یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈھانپ لے گا کیونکہ یہ حصہ ستر ہے۔ اگر اس کے پاس ستر ڈھانپنے کے لئے بھی کپڑا نہ ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کا جز ب) نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ حمام کے اندر نیز پانی میں ازار باندھ کر داخل ہوتے تھے [۶۸]۔

ج۔ ستر پر نظر ڈالنا: جسم کے جس حصے کو غیر سے ڈھانپ کر رکھنا فرض ہے اس پر اس غیر کا نظر ڈالنا اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ ازار پہن کر حمام میں داخل ہوئے اور وہاں کچھ برہنہ لوگوں کو دیکھا۔ آپ نے فوراً اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا اور پھر فرمایا: "نافع! میرے کپڑے لاؤ" نافع کپڑے لے آئے تو آپ نے جسم پر انہیں لپیٹ لیا اور اپنا چہرہ چھپالیا اور نافع سے ہاتھ پکڑنے کے لئے کہا۔ نافع آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو حمام سے باہر لے آئے [۶۹]۔

د۔ ستر کو ہاتھ لگانا: جسم کے جس حصے پر نظر ڈالنا حرام ہے اسے ہاتھ سے چھونا بھی حرام

ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جسم سے بال صاف کرنے کے لئے چونا ملتے تھے۔ آپ کے حکم سے میں آپ کے جسم پر چونے کی مالش کرتا جب مالش کا عمل زیریں حصے یعنی ناف کے نیچے تک پہنچتا تو آگے آپ خود مالش کرتے (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲ کا جز ب)

ھ۔ فروخت کے لئے پیش کی جانے والی لونڈی کا ستر: حضرت ابن عمر کی رائے تھی کہ فروخت کے لئے پیش ہونے والی لونڈی کی کوئی حرمت نہیں ہوتی اور وہ بھی دیگر بکاؤ مال کی طرح ایک مال ہوتی ہے۔ بنا بریں آپ اس پر نظر ڈالنے' اس کے سینے' پیٹ' سرین اور پنڈلی کو ہاتھ لگانے کو جائز قرار دیتے تھے اور فرماتے کہ: "یہ سلعہ (فروخت کا مال) ہے" (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۲)

عیب (عیب)

۱۔ تعریف: اس تغیر کو عیب کہتے ہیں جو ثمن میں کمی کا سبب بن جاتا ہے۔

۲۔ معقود علیہ (مبیع) کے اندر عیب کی بنا پر فسخ عقد کا خیار (دیکھئے خیار نمبر ۴)

اضحیہ یعنی قربانی کے جانور کا گوشت کے اندر اثر انداز ہونے والے عیب سے پاک ہونا (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۴ کا جز ج)

عید (عید)

۱۔ تعریف: شوال کا پہلا دن عید الفطر ہے اور ذوالحجہ کا دسواں دن عید الاضحیٰ ہے۔

۲۔ عیدین کے لئے غسل کرنا اور اپنے آپ کو آراستہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ عید کے لئے غسل کو سنت سمجھتے تھے آپ نماز عید کے لئے جانے سے پہلے عیدین میں غسل کرتے تھے [۷]۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز واؤ) آپ عید کے لئے اپنے آپ کو آراستہ کرنا بھی سنت تصور کرتے تھے چنانچہ عید کے موقعہ پر اپنے بہترین کپڑے زیب تن کرتے [۱۷]۔ اور خوشبو لگاتے [۲۷]۔

۳۔ عید کی تکبیریں: گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی عید کی تکبیریں شروع ہو جائیں گی اور عید گاہ تک جاری رہیں گی۔ عید گاہ پہنچ کر منبر پر امام کے آنے تک یہ تکبیریں جاری رکھی جائیں گی (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۱)

۴۔ عید کی نماز: ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ۲۳) میں عید کی نماز اور اس سے متعلقہ افعال مثلاً ایک راستے سے جانے اور دوسرے راستے سے واپس آنے' نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنے نیز خواتین کو عیدگاہ لے جانے کے متعلق تفصیلات بیان کردی ہیں۔

۵۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دنوں میں روزہ نہ رکھنا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ط)

عیدین کی راتوں میں دعا کی قبولیت (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جز ج)

عین (آنکھ)

غسل اور وضو کے اندر آنکھوں کے اندرونی حصے کو دھونا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز د) نیز (مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف)

عینہ (بیع کی ایک قسم)

بیع عینہ یہ ہے کہ کوئی شخص ایک مال کسی رقم کے بدلے ادھار فروخت کردے اور پھر مذکورہ مال اس سے مقررہ رقم سے کم پر نقد خرید لے یا ایک شخص کوئی مال کسی سے ایک رقم کے بدلے نقد خرید لے اور پھر اس کے ہاتھ مذکورہ مال اس مقررہ رقم سے زائد پر ادھار فروخت کردے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز ج)

حرف العین میں مذکورہ حوالہ جات

[1] ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۲' سنن دارمی ص ۳۶۴ ج ۲

[2] عبدالرزاق ص ۳۲۷ ص ۶' ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ج ۱' سنن سعید بن منصور ص ۲۸۶/۱ ج ۳' سنن بیہقی ص ۴۲۵ ج ۷' المحلی ص ۳۱۱ ج ۱۰' شرح السنہ ص ۳۱۴ ج ۹' احکام القرآن ص ۴۱۶ ج ۱' المغنی ص ۵۳۴ ج ۷

[3] ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ج ۱

[4] عبدالرزاق ص ۲۷۳ ج ۶' سنن سعید بن منصور ص ۳۵۵/۱ ج ۳' الموطاص ۵۸۹ ج ۲ سنن بیہقی ۴۳۰ ج ۷' احکام القرآن ص ۴۵۸ ج ۳' ص ۴۱۵ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۰۵ ج ۹' کشف الغمہ ص ۱۰۷ ج ۲' الدر المنثور ص ۲۳۷ ج ۶

[5] الموطا ص ۵۷۲ ج ۲' عبدالرزاق ص ۲۳۸ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۴۲ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۶۹' ۴۲۶ ج ۷' المحلی ص ۳۰۷' ۲۳۳' ۲۵۸ ج ۱۰' کنز العمال نمبر ۲۷۹۵۵' المغنی ص ۴۵۷ ج ۷

[6] المحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰

[7] ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ ب' ج ۱' سنن بیہقی ص ۴۴۵ ج ۷

[8] عبدالرزاق ص ۳۳۹ ج ۶' کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲

[9] سنن بیہقی ص ۴۱۵ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ ب' ۲۵۳ ب' ج ۱' عبدالرزاق ص ۳۱۹ ج ۶' المحلی ص ۲۵۷ ج ۱۰' شرح السنہ ص ۲۰۶' ۲۰۸ ج ۹' تفسیر قرطبی ص ۱۱۶ ج ۳' المغنی ص ۴۵۷ ج ۷' کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲

[10] ابن ابی شیبہ ص ۲۵۹ ج ۱

[11] احکام القرآن ص ۳۷۱ ج ۱' المغنی ص ۴۵۹ ج ۷

[12] کنزالعمال نمبر ۲۷۹۸۲' کشف الغمہ ص ۱۰۹ ج ۲' الاعتبار ص ۱۸۴

[13] عبدالرزاق ص ۲۶ ج ۷' المحلی ص ۲۸۶ ج ۱۰' الموطا ص ۵۷۹ ج ۲' کشف الغمہ ص ۱۱۳ ج ۲

[14] تفسیر طبری ص ۸۶' ۸۷ ج ۲۸' ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷ ج ۱' عبدالرزاق ص ۳۲۳ ج ۶' سنن بیہقی ص ۴۳۱ ج ۷

[15] عبدالرزاق ص ۳۱ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۵۰' ۲۵۳ ج ۱' الموطا ص ۵۹۲ ج ۲'

سنن بیہقی ص ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۴۰ ج ۷، الدرالمنثور ص ۲۹۰ ج ۱، کنزالعمال نمبر ۲۷۹۸۳، ۲۷۹۸۴، المغنی ص ۵۲۸، ۶۰۶ ج ۷

۱۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۲۴/۱ ج ۳

۱۷۔ عبدالرزاق ص ۳۱ ج ۷، المحلی ص ۲۸۶ ج ۱۰، المغنی ص ۵۲۱ ج ۷

۱۸۔ سنن بیہقی ص ۴۳۷ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ ب، ج ۱

۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ب ج ۱

۲۰۔ المغنی ص ۶۱۶ ج ۶

۲۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۲۵/۱ ج ۳، احکام القرآن ص ۴۶۲ ج ۳، المحلی ص ۲۸۹ ج ۱۰

۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ ج ۱، احکام القرآن ص ۴۲۱ ج ۱

۲۳۔ المحلی ص ۲۸۹ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۳۹ ج ۷

۲۴۔ المحلی ص ۲۸۶ ج ۱۰

۲۵۔ حوالہ مذکور نہیں

۲۶۔ الدرالمنثور ص ۲۶۷ ج ۱، آثار ابی یوسف نمبر ۷۱۱

۲۷۔ سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۷

۲۸۔ الموطا ص ۵۹۵ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۳۱ ج ۷، المغنی ص ۲۳ ج ۷ شرح السنہ ص ۱۰۴ ج ۹، عبدالرزاق ص ۱۴۷ ج ۷

۲۹۔ المحلی ص ۷۱ ج ۱۰

۳۰۔ سنن بیہقی ص ۲۳۱ ج ۷، سنن سعید بن منصور ص ۱۰۵/۲ ج ۳

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۶ ب، ج ۱

۳۲۔ عبدالرزاق ص ۱۴۷ ج ۷

۳۳۔ البخاری فی الفرائض باب الولد للفراش، مسلم فی الرضاع باب الولد للفراش

۳۴۔ المغنی ص ۳۸۵ ج ۱

۳۵۔ احکام القرآن لابن عربی ص ۱۳۸۶ ج ۳

۳۶۔ مسلم فی المساجد باب وقت العشاء النسائی فی المواقیت باب کراھیۃ ان یقال للعشاء العتمۃ

۳۷۔ موسوعۃ فقہ عمر مادہ حد نمبر ۵ نیز مادہ جنایہ نمبر ۵ کے جز الف کا جز ۳

۳۸۔ عبدالرزاق ص ۳۳۷ ج ۱۱

۳۹۔ شرح السنہ ص ۳۰۹ ج ۱۲

۴۰۔ الموطا ص ۹۶۵ ج ۲، شرح السنہ ص ۳۰۹ ج ۱۲

۴۱۔ شرح السنہ ص ۳۱۲ ج ۱۲

۴۲۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲

۴۳۔ سنن بیہقی ص ۲۶ ج ۱، معرفۃ السنن وا

لآ ثار ص ۱۷۹ ج ۱

۴۴۔ عبدالرزاق ص ۳۸۰ ج ۴' شرح السنہ ص ۲۶۴ ج ۱۱' المغنی ص ۶۴۴ ج ۸' کشف الغمہ ص ۲۳۴ ج ۱' المغنی ص ۳۶۳ ج ۸

۴۵۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱ ج ۴' الموطا ص ۵۰۱ ج ۲' سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۹' کشف الغمہ ص ۲۳۴ ج ۱

۴۶۔ المحلی ص ۵۲۵ ج ۷

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ب ج ۱

۴۸۔ جامع بیان العلم ص ۶۶ ج ۱

۴۹۔ سنن دارمی ص ۶۲ ج ۱

۵۰۔ طبقار ابن سعد ص ۱۶۸ ج ۴

۵۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۵ ج ۱

۵۲۔ الاصابتہ فی تمیز الصحابتہ ص ۳۴۹ ج ۲

۵۳۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳

۵۴۔ شرح السنہ ص ۳۸ ج ۱۲' کشف الغمہ ص ۱۵۷ ج ۱' سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۲ ج ۳' طبقات ابن سعد ص ۷۴ ج ۴

۵۵۔ المحلی ص ۶۱ ج ۲' المجموع ص ۳۴۸ ج ۱

۵۶۔ سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۱' معرفتہ السنن وا لآ ثار ص ۲۰۵ ج ۱' مستدرک الحاکم ص ۱۶۹ ج ۱

۵۷۔ شرح السنہ ص ۲۹۳ ج ۸

۵۸۔ سنن بیہقی ص ۱۷۴ ج ۶' عبدالرزاق ص ۱۸۶ ج ۹' المحلی ص ۱۶۵ ج ۹' آثار ابی یوسف نمبر ۷۶۵

۵۹۔ الموطا ص ۷۵۶ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۲۷۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۷۵ ج ۶

۶۰۔ شرح الزرقانی علی الموطا ص ۵۰ ج ۴

۶۱۔ احکام القرآن ص ۲۶۴ ج ۱' شرح السنن ص ۱۵ ج ۷' المغنی ص ۲۲۳ ج ۳' المجموع ص ۸ ج ۷

۶۲۔ المغنی ص ۲۲۵ ج ۳

۶۳۔ سنن بیہقی ص ۳۵۱ ج ۴' ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ج ۱' المحلی ص ۴۱ ج ۷' تفسیر قرطبی ص ۳۶۸ ج ۲

۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ب ج ۱

۶۵۔ الموطا ص ۳۴۴ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۴۵ ج ۴' الام ص ۲۵۳ ج ۷

۶۶۔ المحلی ص ۶۸ ج ۷

۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ب' ۱۶۸ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۴۴ ج ۴' المحلی ص ۶۹ ج ۷' المغنی ص ۲۲۶ ج ۳' المجموع ص ۱۳۶ ج ۷

۶۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۳ ج ۴

۶۹۔ عبدالرزاق ص ۲۹۲ ج ۱
۷۰۔ سنن بیہقی ص ۲۸۱ ج ۳
۷۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۴
۷۲۔ حوالہ درج بالا

حرف الغین

غائب (غیر موجود) دیکھئے مادہ مفقود

غبن (دھوکا دہی)

دھوکا دہی کو غبن کہتے ہیں

بیع کے اندر غبن (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کے جز ۲ کے جز الف کا جز ب)

غراب (کوا)

کوے کے گوشت کی تحریم (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز واؤ کا جز ۸)

غرر (ناواقفیت)

جہالت یعنی ناواقفیت کو غرر کہتے ہیں۔

بیع کے اندر غرر کے دخول سے بیع فاسد ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ھ)

غسل (غسل کرنا)

۱۔ تعریف: جسم کے تمام حصوں پر پانی بہانے کو غسل کہتے ہیں۔

۲۔ غسل کے اسباب: غسل کے کئی اسباب ہیں۔ ذیل میں ہم حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ اسباب کا ذکر کریں گے۔

الف۔ احرام: جو شخص احرام باندھنا چاہے اگر اسے غسل کرلینا میسر ہو تو غسل کرے اگر میسر نہ ہو تو وضو کرلے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز الف)

ب۔ حرم میں داخلہ: حرم مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرلینا مسنون ہے۔ یہ بات (مادہ حرم نمبر ۱ کے جز ب کے جز ۱) میں نیز (مادہ حج نمبر ۱۴) میں گذر چکی ہے۔

ج۔ وقوف عرفہ: حضرت ابن عمرؓ جب حج پر جاتے تو وقوف عرفہ سے پہلے غسل کرلیتے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کا جز ب)

د۔ رمئی جمار: آپ ایام تشریق میں رمی جمار کے لئے غسل کرتے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۰ کا جز الف)

ھ۔ یوم جمعہ:

ا۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن غسل کو واجب سمجھتے تھے [۱]۔ آپ سے جب اس بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ ہمیں حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے [۲]۔ آپ جب قسم کھانے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: "تو پھر میں اس شخص سے بدتر ہوں گا جو جمعہ کے دن غسل نہیں کرتا" [۳]۔ آپ فرماتے: "میں پانچ باتوں میں غسل کرنا پسند کرتا ہوں حمام میں جانے کی وجہ سے، جنابت کی وجہ سے، سینگی لگانے، استرا استعمال کرنے کی بنا پر اور جمعہ کے دن کی وجہ سے" [۴]۔

۲۔ جمعہ کے دن غسل کرنے کا افضل وقت یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جانے سے پہلے غسل کرلیا جائے۔ اور وضو ٹوٹنے سے پہلے نماز جمعہ کے لئے نکل جائے۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کی نماز کے لئے جانے سے پہلے غسل کرتے اور بہترین خوشبو لگاتے [۵]۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد غسل کرلے تو اس کا یہی غسل کافی ہوگا، جمعہ کے لئے اسے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی [۶]۔

۳۔ جمعہ کے دن مسافر کے لئے ترک غسل کی رخصت ہے اس لئے کہ غسل جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس پر جمعہ واجب ہو (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جزج)

و۔ عید کی نماز: حضرت ابن عمرؓ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن غسل کرتے اور عیدگاہ جانے سے پہلے خوشبو لگاتے [۷]۔ (دیکھئے مادہ عید نمبر ۲)

ز۔ موت: جب کسی مسلمان کی وفات ہوجائے تو ہر حالت میں اسے نہلانا واجب ہے خواہ وہ جنبی ہو یا جنبی نہ ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اگر کوئی عورت مردوں کے درمیان وفات پاجائے تو اس کی میت پر پانی کا چھڑکاؤ کردیا جائے گا [۷-ب]۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴)

ح۔ حمام کا پانی: حضرت ابن عمرؓ حمام کے اندر بہنے والا پانی لگ جانے کی بنا پر غسل کرنا واجب سمجھتے تھے، اس لئے کہ حمام کے پانی میں لوگوں کے پیشاب کی وجہ سے نجاست ہوتی ہے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تھا کہ مجھے پانچ باتوں میں غسل کرنا پسند ہے۔ اور ان باتوں میں حمام کا بھی ذکر کیا تھا۔ "مصنف ابن ابی شیبہ" میں

مذکور ہے کہ ابن عمرؓ حمام کا پانی لگنے سے غسل کرلیتے تھے [۸]۔

ط۔ استرے کا استعمال: حضرت ابن عمرؓ موئے زیر ناف یا بغل کے بال استرے وغیرہ سے صاف کرنے کے بعد غسل کرنا مستحب سمجھتے تھے، پہلے گذر چکا ہے کہ آپ نے جن پانچ باتوں کی وجہ سے غسل کرنے کو پسند کیا ہے ان میں استرے کا بھی ذکر ہے "مصنف ابن ابی شیبہ" میں مذکور ہے کہ آپ بغل اکھیڑنے کے بعد غسل کرتے تھے [۹]۔

ی۔ جنابت۔ جنابت کے اسباب درج ذیل ہیں۔

ا۔ ہمبستری کا عمل:۔ ہمبستری کے اندر اگر عضو تناسل کو عورت کے فرج میں داخل کردیا جائے تو ایسی ہمبستری غسل کی موجب بن جائے گی۔ اس کی حد یہ ہے کہ مرد کا عضو تناسل عورت کے فرج سے تجاوز کرجائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب ختان ختان سے تجاوز کرجائے تو غسل واجب ہوجائے گا" [۱۰]۔ ہمبستری یعنی وطی غسل کی موجب ہوتی ہے خواہ انزال ہو جائے یا انزال نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص ہمبستری کرے اور پھر سست پڑجائے یعنی انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہوجائے گا" [۱۱]۔

۲۔ منی کا انزال: خواہ انزال بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کی حالت میں اس سے وجوب غسل کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نیند سے بیدار ہو کر کپڑوں پر تری دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر میں اس طرح دیکھوں تو ضرور غسل کروں" [۱۲]۔

۳۔ حیض: (دیکھئے مادہ حیض)، نفاس (دیکھئے مادہ نفاس) اور استحاضہ (دیکھئے مادہ استحاضہ نمبر ۲)

ک۔ میت کو غسل دینا: میت کو نہلانے والے پر غسل کرنا واجب نہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میت کو نہلانے والا غسل کرے گا" آپ نے پوچھا: "کیا میت مومن ہے:" میں نے کہا: "مجھے امید ہے کہ وہ مومن ہے" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "مومن کو ہاتھ لگاؤ اور اس کی وجہ سے غسل نہ کرو" [۱۳]۔

اگر غسل کے دو یا اس سے زیادہ اسباب یکجا ہوجائیں تو ان تمام اسباب کے لئے ایک

ہی غسل کافی ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ جنابت اور جمعہ کے لئے ایک ہی غسل کرتے تھے [۱۴]۔

۳۔ غسل کرنے کی کیفیت:

الف۔ غسل کے افعال: غسل کرنے والا سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے گا اور پھر اپنی شرمگاہ پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرے گا اور پھر سارے جسم پر پانی بہائے گا نافع نے حضرت ابن عمرؓ کے غسل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ پانی سے دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے چلو بھر کر اپنی شرمگاہ پر ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے شرمگاہ دھولیتے اور اس سے فارغ ہو کر اپنا بایاں ہاتھ دھوتے پھر کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے اور اپنی آنکھوں کے اندرونی حصے تک پانی پہنچاتے پھر چہرہ دھوتے پھر سر دھوتے پھر دایاں ہاتھ دھوتے اور پھر بایاں ہاتھ۔ اور پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر پورے جسم پر بہادیتے اور اس طرح کئی بار بہاتے [۱۵]۔ اگر غسل کی جگہ میں پانی کھڑا ہوجاتا تو وہاں سے ایک طرف ہو کر اپنے پاؤں دھولیتے [۱۶]۔ غسل کے اندر آپ اپنی داڑھی کو اچھی طرح ملنا نہ بھولتے [۱۷]۔ آپ اگر غسل جنابت کرتے تو آنکھوں کے اندر پانی ڈالتے اور ناف کے اندر انگلی داخل کرتے [۱۸]۔ غسل جنابت کے سوا کسی اور غسل میں آپ آنکھوں کے اندر پانی نہ ڈالتے [۱۹]۔

ب۔ عورت کے گندھے ہوئے بال: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عورت غسل کرتے وقت اپنے سر کے بال یعنی چوٹیاں نہیں کھولے گی خواہ وہ غسل حیض کرے یا غسل جنابت بلکہ اپنے سر پر اس طرح پانی ڈال لینا کافی ہوگا کہ پانی بالوں کے جڑوں تک پہنچ جائے آپ فرماتے: "غسل کے اندر عورت اپنے سر کے بال نہیں کھولے گی بلکہ سر پر تین چلو پانی ڈال لے گی" [۲۰]۔

"المغنی"، صحیح مسلم کی شرح نووی اور "کشف الغمہ" وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غسل کے اندر عورت کے سر کے بال کھول دینے کے قائل تھے اور جب یہ خبر حضرت عائشہ کو پہنچی تو انہوں نے اس پر تعجب اور افسوس کا اظہار کیا۔ دراصل اس روایت میں تصحیف ہوئی ہے اور حضرت ابن عمرؓ کے نام کی بجائے " ابن عمرو بن

العاص" کا نام ہے جیسا کہ "صحیح مسلم" میں مذکور ہے

ج۔ غسل کے بعد وضو: غسل سے فراغت کے بعد غسل کرنے والا وضو نہیں کرے گا کیونکہ غسل وضو کو اس بنا پر شامل ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے غسل کے بعد وضو کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "کونسا وضو غسل سے زیادہ وسعت رکھتا ہے؟"[۲۱]۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق آپ غسل کے بعد وضو کرتے تھے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو اس کی وجہ یہ ہوتی کہ وضو توڑ دینے والی کوئی بات آپ کو لاحق ہو جاتی اور آپ وضو کر لیتے۔ آپ کے بیٹے سالم نے روایت کی ہے کہ آپ غسل کرنے کے بعد وضو کرتے، میں پوچھا " ابا جان، کیا آپ کا غسل وضو کے لئے کافی نہیں ہوتا" آپ جواب دیتے: "کیوں نہیں، لیکن بعض دفعہ میرا ہاتھ میری شرم گاہ میں لگ جاتا ہے اور پھر میں وضو کر لیتا ہوں"[۲۲]۔ آپ نے فرمایا: "غسل کر لینے کے بعد اگر تمہارا ہاتھ تمہاری شرمگاہ کو نہ لگے تو پھر کونسا وضو غسل سے زیادہ وسعت رکھے گا"[۲۳]۔

۴۔ پانی کے استعمال میں اسراف نہ کرنا: اگر غسل کرنے والا ضرورت سے زائد پانی استعمال کرے تو اس کے لئے یہ بات مکروہ ہو گی حضرت ابن عمرؓ تقریبا دو صاع (ایک پیمانے کا نام) پانی سے غسل کر لیا کرتے تھے[۲۴]۔

۵۔ پردے میں غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ اپنے گھر میں غسل کرتے اور پردے میں کرتے، اور کسی کو اس بات کی اجازت نہ دیتے کہ غسل کے دوران آپ کی طرف نظر کرے اور فرماتے: "یہ بات دینداری میں داخل ہے"[۲۵]۔

۶۔ غسل کے بعد جسم خشک کرنا: غسل کے بعد کپڑے سے جسم خشک کرنے میں کوئی کراہت نہیں حضرت ابن عمرؓ غسل کرنے کے بعد کسی کپڑے سے اپنا جسم خشک کر لیتے[۲۶]۔

۷۔ محرم کے لیے غسل کرنے کی اباحت (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز واؤ) نیز روزہ دار کے لئے بھی اس کی اباحت ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر۷ کا جز ی)

غسل الیدین (دونوں ہاتھ دھونا)

۱۔ وضو میں دونوں ہاتھ دھونا (دیکھئے مادہ وضو نمبر۳ کا جز ج)

۲۔ نیند سے بیدار ہو کر دونوں ہاتھ دھونا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں نیند سے بیدار ہو کر دونوں ہاتھ دھونا واجب تھا[۲۷]۔ خاص طور پر جبکہ عرب کے لوگ شاذونادر ہی شلواریں پہنتے تھے۔ جب شلوار نہ ہو تو نیند کے اندر جسم کے گندے مقامات تک ہاتھ پہنچ جانا بعید ازامکان نہیں ہوتا۔ دونوں ہاتھ دھونے کا معاملہ صرف نیند سے بیدار ہونے کی صورت تک محدود نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بھی انہیں دھولینا چاہئے اس کے لئے نیند سے بیدار ہونے کی کوئی قید نہیں ہے[۲۸]۔ یہ بات صفائی اور پاکیزگی کے قواعد کے عین مطابق ہے۔

غش (فریب کرنا) دیکھئے مادہ تدلیس اور مادہ تغریر

غصب (غصب کرنا)

کسی متقوم (قیمت کے تحت آنے والے) محترم (قابل حرمت) مال کو بزور لے لینا غصب کہلاتا ہے۔

مغصوبہ مال کے مالک پر اس مال کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۴ کا جز الف)

غناء (گانا)

۱۔ تعریف: موزوں سروں کے تحت کلمات ادا کرنا غناء کہلاتا ہے۔

۲۔ غناء کا حکم: حضرت ابن عمرؓ گانے کی ہر شکل اور اس کی ہر صورت کو حرام قرار دیتے تھے خواہ مرد گانے والا ہو یا عورت گانے والی ہو اور خواہ گانے کا یہ عمل فسق و فجور کے تحت کیا جائے یا کسی اور مقصد کے تحت۔ حضرت ابن عمرؓ کا گذر ایک ننھی سی لونڈی کے پاس سے ہوا جو گا رہی تھی آپ نے فرمایا: "اگر شیطان کسی کو چھوڑتا تو اسے ضرور چھوڑ دیتا"[۲۹]۔ کچھ لوگ احرام کی حالت میں تھے اور ان کے درمیان ایک شخص گا رہا تھا۔ آپ کا گذر ان لوگوں پر ہوا تو فرمایا: "خدا تمہاری کوئی بات نہ سنے!

خدا تمہاری کوئی بات نہ سنے ا[۳۰]۔ میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ آخر محرم شخص کیا گاتا ہوگا' اس میں کوئی شک نہیں کہ اس گانے میں فسق کا عنصر شامل نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ک)

یحییٰ البکاء کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے ہیں آپ کے ساتھ چند افراد اور بھی تھے اتنے میں لمبی داڑھی والا ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ یہ کعبہ کا ایک موذن تھا۔ کہنے لگا: "ابو عبدالرحمان' مجھے آپ سے اللہ کی خاطر محبت ہے" آپ نے فرمایا: "مجھے تم سے اللہ کی خاطر نفرت ہے" یہ سن کر آپ کے رفقاء نے شاید اسے برا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا: "یہ شخص گا گا کر اذان دیتا اور اذان دینے کی اجرت لیتا ہے"

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم دراہم وصول کرنے کے لئے اچھی آواز نکالتے ہو"[۳۱]۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر۷)

غنم (بکریاں)

بکریوں کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۹ کا جز ب)

عمرہ سے احصار کی صورت میں بکریوں کا فدیہ کافی ہوتا ہے۔ حج سے احصار کی صورت میں نہیں اور نہ ہی حج قران اور حج تمتع میں ہدی کے طور پر (دیکھئے مادہ احصار نمبر۳ کا جز ب) نیز (مادہ ہدی نمبر۲ کا جز الف)

غنیمۃ (مال غنیمت)

۱۔ تعریف: جنگ کے دوران برسرپیکار کافروں کا جو مال مسلمان بزور حاصل کرلیں اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔

۲۔ کون سا مال غنیمت قابل تقسیم ہوتا ہے: مسلمان مجاہدین کے ہاتھ آنے والا کافر دشمن کا مال دو طرح کا ہوتا ہے۔

الف۔ خوردنی اشیاء جن کا ذخیرہ نہیں کیا جاسکتا' مجاہدین کے لئے یہ اشیاء کھالینا اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ انہیں مال غنیمت میں شامل نہیں کیا جائے گا حضرت ابن عمرؓ

نے فرمایا: "غزوات کے اندر شہد اور پھل ہمارے ہاتھ لگتے ہم انہیں کھالیتے اور اٹھا نہیں رکھتے" [۳۲]۔

ب۔ خوردنی اشیاء کے ماسوا قابل ذخیرہ اشیاء: ایسی اشیاء مال غنیمت کے طور پر جمع کی جائیں گی اور ان میں تقسیم کا عمل جاری ہوگا۔

۳۔ مال غنیمت کی تقسیم: جب سارا مال غنیمت جمع ہوجائے تو امام المسلمین ان کی پڑتال کرے گا۔ اگر اسے اس کے اندر کوئی ایسا مال نظر آجائے جسے کافروں نے مسلمانوں سے چھینا ہو تو وہ مذکورہ مال اس کے مسلمان مالک کو واپس کردے گا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک غلام بھاگ کھڑا ہوا اور آپ کا ایک گھوڑا بھی ساتھ لے گیا۔ یہ غلام اور گھوڑا دونوں کافروں کے ہتھے چڑھ گئے پھر مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر انہیں حاصل کرلیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ کو یہ دونوں واپس کردیئے گئے۔ یہ بات مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے ہوئی [۳۳]۔ یہ واقعہ جنگ یرموک میں پیش آیا تھا۔

اس کے بعد امام المسلمین جنگ کے اندر جوانمردی دکھانے والوں کو مال غنیمت میں سے جتنا کچھ دینا چاہے گا زائد عطیے کے طور پر دے دے گا، جنگ یمامہ میں حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کا مقابلہ کیا اور اسے قتل کردیا آپ کو اس کا سارا سلب (مقتول دشمن کا سازوسامان) دے دیا گیا [۳۴]۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے عہد میں میں ایک غزوہ شریک ہوا، دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی، میں نے ایک دشمن پر حملہ کرکے اسے نیزہ مارا اور اسے گرا لیا۔ پھر میں نے اس کا سلب لے لیا، حضور ﷺ نے یہ سلب مجھے زائد عطیے کے طور پر دے دیا [۳۵]۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ حضور ﷺ نے ہمیں نجد کی ایک مہم پر بھیجا۔ ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ اونٹ آئے، حضور ﷺ نے ہمیں ایک ایک اونٹ نفل یعنی زائد عطیے کے طور پر مرحمت فرمایا [۳۶]۔ پھر باقیماندہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر بیت المال میں رکھا جائے گا اور اس کی پانچ قسمیں کی جائیں گی جیسا کہ سورہ انفال آیت نمبر ۴۱ میں ارشاد باری ہے (واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے

حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میں نے دیکھا ہے کہ مال غنیمت کے پانچ حصے کر لئے جاتے تھے اور پھر انہیں مجاہدین میں سہم یعنی حصوں کی شکل میں تقسیم کیا جاتا تھا جو حضور ﷺ کی طرف جاتا وہ آپ کا ہو جاتا اور اسے جمع نہیں کیا جاتا"[۳۷]۔

مال غنیمت کے باقیماندہ چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کردیئے جائیں گے ان کا صرف وہی شخص مستحق ہوگا جس نے جنگ میں شرکت کی ہو[۳۸]۔ مذکورہ چار حصے مجاہدین میں اس طرح تقسیم ہوں گے کہ مرد (سوار یا پیادہ) کا ایک سہم (حصہ) ہوگا اور گھوڑے کے دو سہم۔ بنابریں گھوڑ سوار مجاہد کو تین حصے ملیں گے اس کا اپنا ایک حصہ اور اس کے گھوڑے کے دو حصے[۳۹]۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے گھوڑے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ دیا تھا[۴۰]۔

حرف الغین میں مذکورہ حوالہ جات

[1]۔ کشف الغمہ ص ۱۴۲ ج ۱' المحلی ص ۱۰ ج ۲

[2]۔ المحلی ص ۱۰ ج ۲

[3]۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ب' ج ۱

[4]۔ عبدالرزاق ص ۱۸۰'۲۹۷ ج ۱' ص ۱۹۹ ج ۳

[5]۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ب' ج ۱

[6]۔ المحلی ص ۲۰ ج ۲

[7]۔ عبدالرزاق ص ۳۱۰ ج ۳' الموطا ص ۱۶۸ ج ۱' شرح السنہ ص ۱۶۷ ج ۲' ص ۳۰۲ ج ۴' المجموع ص ۸ ج ۵

[7 - ب]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۳ ج ۱

[8]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱

[9]۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ب ج ۱

[10]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۴۷ ج ۱' الموطا ص ۷۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۶۶ ج ۱

[11]۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۰۵/۲' ج ۳' المحلی ص ۴' ج ۲

[12]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ب' ج ۱

[13]۔ عبدالرزاق ص ۳۰۶ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۰۶ ج ۱' المجموع ص ۱۲۰'۱۴۲ ج ۵' المحلی ص ۲۴ ج ۲' شرح السنہ ص ۱۶۹ ج ۲' المغنی ص ۳۱۱ ج ۱

[14]۔ عبدالرزاق ص ۲۰۰ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۹۸ ج ۱' الاستذکار ص ۳۳۴ ج ۱' کشف الغمہ ص ۶۱ ج ۱' المجموع ص ۴۱۰ ج ۴

[15]۔ عبدالرزاق ص ۲۵۹ ج ۱' الموطا ص ۶۹ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۲۳ ب' ج ۱

[16]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۱

[17]۔ عبدالرزاق ص ۲۵۹ ج ۱

[18]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۵۹ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۷۷ ج ۱' الام ص ۲۴۷ ج ۷' معرفتہ السنن والآثار ص ۴۳۵ ج ۱' کشف الغمہ ص ۵۷ ج ۱

[19]۔ عبدالرزاق ص ۲۵۹ ج ۱

[20]۔ مسلم فی الحیض باب نقض ضفائرالمراۃ' شرح مسلم للنووی ص ۱۲ ج ۴' المغنی ص ۲۲۶ ج ۱' کشف الغمہ ص ۵۷ ج ۱' عبدالرزاق ص ۲۷۲ ج ۱

[21]۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۱

[22]۔ شرح السنہ ص ۱۳ ج ۲

۲۳۔ عبدالرزاق ص ۱۷۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۸ ج ۱

۲۴۔ کشف الغمہ ص ۵۸ ج ۱

۲۵۔ کشف الغمہ ص ۵۹ ج ۱

۲۶۔ شرح السنہ ص ۱۵ ج ۲

۲۷۔ المغنی ص ۹۸ ج ۱

۲۸۔ طرح التثریب ص ۴۳ ج ۲

۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۲۳ ج ۱۰

۳۰۔ سنن بیہقی ص ۶۸ ج ۵

۳۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۱ ج ۱، المحلی ص ۱۴۶ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۱

۳۲۔ سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۹، سنن سعید بن منصور ص ۲/ ۲۹۳ ج ۳

۳۳۔ الموطا ص ۴۵۲ ج ۲، عبدالرزاق ص ۱۹۳، ۱۹۴ ج ۵، المحلی ص ۳۰۵ ج ۷

۳۴۔ سنن سعید بن منصور ۲/ ۲۷۶ ج ۳

۳۵۔ کنزالعمال نمبر ۱۱۵۷۶

۳۶۔ کنزالعمال نمبر ۱۱۵۷۸

۳۷۔ الاموال ص ۳۲۵

۳۸۔ المغنی ص ۴۰۴ ج ۸

۳۹۔ شرح السنہ ص ۱۰۲ ج ۱۱، کنزالعمال نمبر ۱۱۷۱۱

۴۰۔ البخاری فی الجہاد باب سہم الفرس، مسلم فی الجہاد باب کیفیتہ قسمتہ الغنیمتہ

حرف الفاء

فائتہ (فوت شدہ فرض)

۱۔ تعریف:فائتہ اس فرض کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی ایک معین وقت کے اندر واجب ہو اور اس کی ادائیگی کے بغیر وقت گزر جائے۔

۲۔ فوت شدہ نمازوں کی قضا اسی ترتیب سے ہوگی جس ترتیب سے ان کا وجوب ہوا تھا(دیکھئے مادہ صلاہ نمبر۵ کے جز د کا جز ۳)

نماز کے اندر فوت شدہ نماز یاد آ جانے پر مذکورہ نماز کا فاسد ہو جانا (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر۸ کا جز د)

فاتحہ (سورہ فاتحہ)

۱۔ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت سورہ فاتحہ کہلاتی ہے

۲۔ نماز میں سورہ فاتحہ کی قرات:

نماز میں سورہ فاتحہ کی قرات کی فرضیت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز د کا جز ۲)

اور اس کی قرات نہ کرنے والے نمازی کی نماز کا باطل ہو جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ب)

الفتح علی الامام (امام کو لقمہ دینا)

۱۔ تعریف: نماز کے اندر ضرورت پڑنے پر امام کو تلقین کرنا یعنی اسے لقمہ دینا

۲۔ نماز کے اندر امام کو لقمہ دینے کا جواز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کے جز ج کا جز ۱۰)

فجر (صبح کا وقت)

فجر کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کے جز د کا جز ۱)

اذان فجر کے بعد فجر کی دو سنت اور دو فرض کے سوا کسی اور نماز کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کے جز د کا جز ۴)

نمازی فجر کی نماز میں کونسی سورتیں پڑھے گا؟ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز د کا جز

۴) فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا بدعت ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ک)
فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کی محافظت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز الف کا جز ۲)

فدیۃ (فدیہ)

۱۔ تعریف: فدیہ اس بدل کو کہتے ہیں جو کسی واجب تصرف کا اس وقت قائم مقام بن جاتا ہے جب مذکورہ تصرف کو روبہ عمل لانا متعذر ہو جائے۔

۲۔ روزے کا فدیہ:

الف۔ روزے کے فدیے کی مقدار ایک مسکین کو کھانا کھلانا یا ایک مد (ایک پیمانے کا نام) گندم نکالنا ہے۔ یہ ایک روزے کا فدیہ ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳ کا جز ج)

ب۔ یہ فدیہ درج ذیل افراد نکالیں گے۔ (۱) انتہائی بوڑھا شخص جسے روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۵ کا جز ب) (۲) حاملہ نیز دودھ پلانے والی اگر یہ دونوں اپنی جان یا اپنے بچوں کی جان، کے خطرے کے پیش نظر روزہ نہ رکھیں (دیکھئے مادہ حمل نمبر ۲ کا جز الف) نیز (مادہ رضاع نمبر ۵ کا جز ب) (۳) ایسا شخص جس کے تمام روزے قضا ہو گئے ہوں اور وہ ان کی قضا میں اتنی تاخیر کر دے کہ اگلا رمضان آ جائے جب کہ اسے روزہ قضا رکھنے کی قدرت ہو۔ وہ موجودہ رمضان کے روزے رکھے گا اور قضا شدہ رمضان کے روزوں کا فدیہ دے گا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳ کا جز ج)

۳۔ احصار کے اندر فدیہ: احصار کا فدیہ ایک بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ہے ان کے سوا کوئی اور جانور کافی نہیں ہو گا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱)
عمرہ سے احصار کا فدیہ ایک بکری ہے (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۲)

۴۔ حج میں فدیہ:
حج میں قارن کا فدیہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ ۲ کے جز ب کا جز ۵)
حج میں متمتع کا فدیہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ ۲ کے جز ج کا جز ۲)

فرائض (فریضہ کی جمع، مقررہ حصے)

ہر وارث کے مقررہ حصوں کو فرائض کہتے ہیں (دیکھئے مادہ ارث)

فرج (شرمگاہ)

۱۔ تعریف: مرد یا عورت کی اگلی شرمگاہ کو فرج کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے احکام

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز واؤ)

فرج کے اندر حرام وطی کی بنا پر حد زنا کا وجوب (دیکھئے مادہ زنا)

عقد نکاح کے ساتھ فرج میں وطی کی حلت (دیکھئے مادہ نکاح) نیز ملکیت کی بنا پر اس کی حلت (دیکھئے مادہ تسری)

موئے زیر ناف صاف کرنا (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲ کا جز ب)

فسق (فسق)

۱۔ تعریف: کبائر کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار کو فسق کہتے ہیں۔

۲۔ فسق کے آثار و احکام

فاسق کو سلام نہ کہنا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز ب)

فاسق کی گواہی کا رد ہو جانا (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۵ کا جز ب)

نماز کے اندر فاسق کی امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ب کا جز ۱)

فاسق کے جھنڈے تلے جہاد کرنا (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۶)

فضتہ (چاندی)

مردوں اور عورتوں کے لئے چاندی کے زیورات کا جواز (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۲)

چاندی کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کا جز الف)

چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ح)

فطر (روزہ چھوڑ دینا)

رمضان کے روزے چھوڑ دینے کی کن لوگوں کو اجازت ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۵)

روزہ توڑ دینے والی اور توڑ نہ دینے والی باتیں (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷)

غروب شمس کے ساتھ ہی روزہ کھولنے میں تعجیل مستحب ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کا جز ب)

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا درست نہیں (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۲)

فقد (گم کرنا) دیکھئے مادہ مفقود

فقر (فقیر ہونا)

۱۔ تعریف: فقیر وہ شخص ہے جو اپنی ضرورت سے زائد کسی ایسے نصاب کا مالک نہ ہو جس کے اندر نمو کی صفت پائی جاتی ہو۔

۲۔ فقر کی بنا پر زکوۃ لینے کا استحقاق (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۱ کا جز ب)

فقراء کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنا مستحب ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ج)

فئی (فئی)

۱۔ تعریف: جنگ باز کافروں سے لڑے بھڑے بغیر کسی حق کے تحت لیا ہوا مال فئی کہلاتا ہے۔

۲۔ آزاد شدہ مسلمان غلاموں (موالی) کا فئی کے اندر حق (دیکھئے مادہ عطاء نمبر ۲)

حرف القاف

قاضی (قاضی)

قاضی وہ شخص ہے جسے سلطان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے (دیکھئے مادہ قضاء)

قبالہ (کفالہ)

۱۔ تعریف: قبالہ کے دو معنی ہیں۔

اول۔ بمعنی کفالہ۔ اس پر ہم (مادہ کفالۃ) میں بحث کریں گے

دوم۔ بالمقطع یعنی یکمشت معین رقم کے بدلے کسی معین کام کی اس کے تمام تقاضاؤں مثلاً دیکھ بھال' اجرتوں اور دیگر اخراجات کے ساتھ ذمہ داری اٹھانا

۲۔ قبالہ کا حکم: حضرت ابن عمرؓ سے اراضی کے قبالہ کا عدم جواز مروی ہے۔ عبدالرحمان بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ "ہم قبالہ کے تحت اراضی حاصل کرتے ہیں اور اس میں پیدا ہونے والے پھل (یعنی زائد چیز) اپنے استعمال میں لے آتے ہیں" آپ نے جواب دیا کہ: "یہ معجل ربوا ہے" نیز فرمایا: "قبالہ کی تمام صورتیں ربوا ہیں"[1]۔ یہاں تقبل یعنی قبالہ سے مراد یا تو یہ ہے کہ ایک معین رقم کے بدلے اراضی کرائے پر حاصل کی جائے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کا جز الف) یا یہ ہے کہ اراضی کی پیداوار کے ایک معین حصے کے بدلے یہ اراضی کرائے پر لی جائے (دیکھئے حوالہ درج بالا)

قبر (قبر)

۱۔ تعریف: قبر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان کو دفنایا جاتا ہے

۲۔ اس کے احکام

الف۔ قبر کو درست حالت میں رکھنے کی خاطر اس پر جانا: انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ قبر کو درست حالت میں رکھنے کی خاطر وقتاً فوقتاً اس پر آیا کرے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ عاصم بن عمرؓ کی قبر پر آمد و رفت رکھتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ آپ کا ایک بیٹا آپ کی غیر حاضری میں وفات پا گیا۔ جب آپ واپس آئے تو ہم سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ ہم نے آپ کو اس کی قبر کا پتہ بتادیا چنانچہ آپ اس قبر پر جاتے آتے رہے اور اسے درست حالت میں رکھنے کا حکم دیتے[2]۔

ب۔ میت کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ۴)

ج۔ قبر پر جانا اور وہاں کھڑے ہو کر میت کے لئے دعا کرنا: حضرت ابن عمرؓ کثرت سے قبروں پر جاتے آپ کثرت سے عاصم بن عمرؓ کی قبر پر جاتے اور ان کے لئے وہاں دعا

کرتے [3]۔ آپ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد نبوی میں دو رکعتیں پڑھتے پھر حضور ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر کہتے: "السلام علیک یارسول اللہ" اور وہیں یہ بھی کہتے: "السلام علیک یا ابابکر' السلام علیک یا ابتاہ' اے میرے اباجان' السلام علیک" پھر سفر پر چلے جاتے' آپ جب سفر سے واپس آتے تو گھر جانے سے پہلے اسی طرح کرتے [4]۔ (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز واؤ)

د۔ قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے لئے قرآن کی تلاوت: حضرت ابن عمرؓ قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کے جواز کے قائل تھے۔ محدثین کے ایک گروہ نے روایت کی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ایک نابینا کو قبر کے پاس قرآن کی تلاوت سے روکا اور کہا کہ قبر کے پاس قرآن کی تلاوت بدعت ہے۔ محمد بن قدامہ الجوہری نے امام مذکور سے کہا: "ابو عبداللہ' آپ مبشر الحلبی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں" انہوں نے جواب دیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ یہ سن کر محمد بن قدامہ نے کہا کہ مجھے مبشر نے اپنے والد کے بارے میں بتایا ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور آخری آیت تلاوت کی جائے اور ساتھ ہی کہا کہ "میں نے سنا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے بھی اسی بات کی وصیت فرمائی تھی" [5]۔

ھ۔ قبر سے برکت حاصل کرنا مطلقاً" حلال نہیں ہے۔ نہ تو حضور ﷺ کی قبر سے اور نہ ہی کسی اور قبر سے۔ الاثرم کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ کے اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے بلکہ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام پڑھتے تھے' ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے [6]۔ (دیکھئے مادہ اثر نمبر ۲)

و۔ قبر پر بیٹھنا: حضرت ابن عمرؓ قبر پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قبر کے ساتھ ٹیک لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ آپ قبر کے ساتھ ٹیک لگاتے اور اس پر بیٹھتے بھی تھے [7]۔ البتہ آپ قبر پر ہمبستری کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ اس سے میت کی تذلیل ہوتی ہے۔ آپ فرماتے: "گرم ریت پر ہمبستری کر لینا قبر پر ہمبستری کرنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے" [8]۔ اسی طرح آپ مذکورہ بالا سبب کی بنا پر قبر پر پیشاب پاخانہ کو

بھی مکروہ تصور کرتے تھے۔

ز۔ قبرستان میں نیز قبر کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ب کا جز ۱)

ح۔ میت کو قبر میں پاؤں کی طرف سے داخل کرنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۱۶ کا جز ب)

قبض (قبضے میں لینا)

۱۔ تعریف: نقل اور تحویل کے ساتھ ہاتھ رکھنے کو قبض کہتے ہیں۔

۲۔ مبیع کو قبضے میں لینے سے پہلے اسے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ب)

۳۔ صدقہ کے سوا دیگر عقود تبرع کے لزوم کے لئے قبضے کی شرط (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴)
فقیر صدقہ اپنے قبضے میں لے کر اس کا مالک بنتا ہے (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴) نیز (مادہ صدقہ نمبر ۵)

قبلۃ (قبلہ)

۱۔ کعبہ شریف کی جہت کو قبلہ کہتے ہیں۔

۲۔ قبلہ کے احکام:

قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف رخ نہ کرنا (دیکھئے مادہ تخلی نمبر ۳)

نماز کی صحت کے لئے استقبال قبلہ کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ج)

بیٹھ کی نماز پڑھنے کی صورت میں مریض اپنی ٹانگیں قبلے کی طرف پھیلا دے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ب کا جز ۳)

ہدی کو قلادہ پہناتے وقت اور اس کا اشعار کرتے وقت اسے قبلہ رخ رکھنا (دیکھئے مادہ ہدی نمبر ۵) نیز (مادہ اشعار نمبر ۲)

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹانا (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴ کا جز واؤ)

قبلہ - (بوسہ) دیکھئے مادہ تقبیل

قتل (قتل کرنا) دیکھئے مادہ جنایۃ

قدر (تقدیر)

۱۔ تعریف: ازل کے اندر اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق تمام مخلوقات کے لئے اس تحدید کو قدر کہتے ہیں کہ ان کے وجود کے زمانے میں دنیا کے اندر ان پر کیا کچھ گذرے گا۔

۲۔ تقدیر کے بارے میں بحث و جدال: تقدیر کا مسئلہ بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ اس کے بارے میں سوچ بچار کے اندر لغزشیں ہوتی ہیں اور عقول ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ بچالے۔ بنابریں تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: "ہم ایک مرتبہ تقدیر کے مسئلے میں جھگڑ رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ گھر سے نکل کر ہمارے پاس آئے۔ آپ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہوگیا اور یوں معلوم ہوا کہ گویا آپ کے رخساروں پر انار دانے پھوٹ پڑے ہیں اور فرمایا: "کیا تمہیں اسی کام کا حکم دیا گیا ہے! کیا میں یہی کچھ دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں! تم سے پہلی قومیں بھی اسی معاملہ میں جھگڑنے کی بنا پر ہلاک ہوئیں، میں تم پر یہ لازم کرتا ہوں کہ تم اس بارے میں نہ جھگڑو" [۱۰]۔ حضرت ابن عمرؓ جس شخص کو تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے یا تقدیر کا انکار کرتے ہوئے سنتے اس پر سخت تنقید کرتے۔ یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ ہمارے پاس رہنے والے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خیرو شر سب تقدیر سے ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خیرو شر تقدیر سے نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تم ان لوگوں کے پاس واپس جاؤ تو ان سے کہو کہ ابن عمرؓ تم سے کہتے ہیں کہ "میں تم سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو" [۱۱]۔ شام کے اندر حضرت ابن عمرؓ کا ایک دوست تھا جو آپ سے خط و کتابت کرتا رہتا۔ آپ نے اسے لکھا کہ "مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں لب کشائی کرتے ہو۔ اس لئے آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھنا۔" میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ "میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ بھی پیدا ہوں گے" [۱۲]۔

قذف (زنا کی تہمت لگانا)

۱۔ تعریف: صراحتہ یا ضمناً" زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں۔

۲۔ وہ شخص جس پر یہ تہمت لگائی جائے یعنی مقذوف

الف۔ مقذوف یا تو مرد ہوگا یا عورت۔ اگر عورت ہو تو وہ یا تو تہمت لگانے والے یعنی قاذف کی بیوی ہوگی یا کوئی اجنبی عورت۔

اگر بیوی ہو تو قاذف یا تو اس کے ساتھ دخول سے پہلے اس پر یہ تہمت لگائے گا یا دخول کے بعد۔ اگر دخول سے پہلے تہمت عائد کرے گا تو قاذف پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ اس پر لعان واجب ہوگا۔ اگر وہ مذکورہ زوجہ کے ساتھ لعان کرے گا تو اس زوجہ کو نصف مہر مل جائے گا[۱۳]۔

اگر دخول کے بعد قاذف اپنی بیوی کو قذف کرے گا تو اس کا یہ قذف اسے طلاق دینے سے پہلے ہوا ہوگا یا طلاق دینے کہ بعد۔ اگر طلاق دینے کے بعد قذف ہوا ہوگا تو وہ اسے یا تو رجعی طلاق کی عدت کے اندر قذف کرے گا یا طلاق بائن کی عدت کے اندر اگر وہ اسے طلاق دینے سے قبل یا رجعی طلاق کی عدت کے اندر قذف کرے تو اس قذف سے قاذف پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ لعان واجب ہوگا۔ البتہ اگر طلاق بائن دینے کے بعد اسے قذف کرے تو قاذف پر حد واجب ہوجائے گی کیونکہ ایسی صورت میں وہ ایک اجنبی عورت کو قذف کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر اسے قذف کیا' آپ نے فرمایا :"اگر اس نے تین طلاق دے کر قذف کیا ہے تو اسے کوڑے لگیں گے اور پیدا ہونے والا بچہ اس کے ساتھ ملحق کردیا جائے گا وہ لعان نہیں کرے گا"[۱۴]۔ نیز فرمایا :"اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دے اور پھر اسے قذف کرے تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا بشرطیکہ وہ رجعت کا مالک ہو"[۱۵]۔ یعنی مذکورہ طلاق رجعی طلاق ہو۔

ام ولد کو قذف کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر۷ کا جز ھ)

ب۔ قاذف پر حد جاری ہونے کی یہ شرط ہے کہ مقذوف محصن ہو۔ پانچ صفات کے اجتماع کو احصان کہتے ہیں یعنی اسلام' عقل' بلوغ' حریت اور زنا سے پاکدامنی (دیکھئے مادہ

احصان)

۳۔ قذف کے الفاظ: قاذف اس وقت تک حد قذف کا سزاوار نہیں ہوگا جب تک اس نے صراحۃ زنا کی تہمت نہ لگائی ہو مثلاً وہ یہ کہے: "تم نے زنا کیا ہے" یا اسی قسم کا کوئی اور فقرہ۔ اگر ایک عورت کا نکاح پہلے نہ ہوا ہو اور پھر اس کا شوہر اس سے کہے کہ: "میں نے تمہیں دوشیزہ نہیں پایا" تو اس کا یہ قول حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس قول کے مترادف ہوگا کہ: "تم زناکار ہو" اور پھر وہ حد قذف کا مستحق ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: "اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تمہیں دوشیزہ نہیں پایا تو ایسی صورت میں اگر وہ اپنی اس قول سے برات کا اظہار کردے گا تو اسے کوڑے لگیں گے اور مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی اور اگر برات کا اظہار نہیں کرے گا تو بیوی کے ساتھ لعان کرے گا"[۱۶]۔

اگر باپ سے ولد کے نسب کی نفی کردی جائے تو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ بات اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کے مترادف ہوگی۔ اگر نسب کی یہ نفی ولد کے باپ کی طرف سے کی گئی ہو تو باپ پر لعان درج بالا تفصیل کے تحت واجب ہو جائے گا اور اگر یہ نفی کسی اجنبی کی طرف سے کی گئی ہو اور وہ دلیل کے ذریعے زنا کی یہ تہمت ثابت نہ کرسکے تو اس پر حد قذف جاری ہو جائے گی۔

۴۔ قذف کے اثرات: اگر کوئی شخص کسی عورت کو قذف کرے تو اس پر درج ذیل نتائج و اثرات مرتب ہوں گے۔

الف۔ لعان: اگر قاذف مقذوفہ کا شوہر ہو تو اس صورت میں درج ذیل نتائج مرتب ہوں گے۔

۱۔ نسب کی نفی: اگر شوہر نے بیوی کو قذف کرتے ہوئے اس کے بطن سے پیدا ہونے والے اپنے بچے کے نسب کی نفی کردی ہو تو بچے کا نسب اپنے باپ سے منقطع ہو جائے گا اور شوہر کی طرف سے لعان ہو چکنے کے بعد بچے کو ماں کے ساتھ ملحق کردیا جائے گا۔

۲۔ زوجین کے درمیان علیحدگی: یہ علیحدگی ابدی علیحدگی ہوگی یعنی اس کے بعد دونوں کبھی بھی مل نہیں سکیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب زوجین ایک دوسرے

کے ساتھ لعان کرلیں تو ان کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی اور وہ پھر کبھی یکجا نہیں ہوسکیں گے اور بچے کو ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا یعنی کہا جائے گا کہ یہ فلاں عورت کا بیٹا ہے"[۱۷]۔

ب۔ حد جاری ہونا: سورہ نور آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حد بیان کی ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعہ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوالھم شھادۃ ابدا اولئک ھم الفاسقون اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں) حضرت ابن عمرؓ اس رائے کے قائل نظر آتے ہیں کہ جس شخص پر حد قذف جاری ہوجائے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ اس کی حالت درست کیوں نہ ہوجائے۔ الا یہ کہ وہ مقذف پر لگائی ہوئی زنا کی اپنی تہمت کے سلسلے میں اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد باری (الاالذین تابوا من بعد ذلک واصلحو.......... مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں) کی تفسیر میں فرمایا: "ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیں، اگر وہ ایسا کرلیں تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی"[۱۸]۔

ج۔ گناہ: اس لئے کہ قذف کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے (دیکھئے مادہ کبیرۃ نمبر ۲)

قرآن (قرآن مجید)

ا۔ تعریف: قرآن اللہ کا وہ کلام ہے جو وحی کے ذریعے اپنے معانی اور حروف کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کی طرف بھیجا گیا، جو مصاحف میں مدون اور سینوں میں محفوظ ہے اور جو نقل متواتر کے ذریعے ہم تک منقول ہے۔

۲۔ تلاوت قرآن کی فضیلت: جہاد فرض کفایہ ہونے کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ اس جہاد کے لئے انفاق پر قرآن کی تلاوت کو فضیلت دیتے تھے اس لئے کہ تلاوت کی صورت میں اللہ کے ساتھ براہ راست اتصال ہوجاتا ہے اور اللہ کے لیے خود سپردگی

عمل میں آجاتی ہے جبکہ جہاد کے لئے انفاق کے اندر جان کے لئے خریداری عمل میں آتی ہے۔ آپ فرماتے :"اگر ایک شخص رات بھر جہاد فی سبیل اللہ کے اندر مجاہدین کے لئے سواریاں مہیا کرنے کی خاطر ایک ایک دینار اور ایک ایک درہم کرکے خرچ کرتا رہے اور دوسرا شخص رات بھر اللہ کی کتاب کی تلاوت جاری رکھے حتی کہ صبح کے وقت اس کی یہ ساری تلاوت اللہ کے ہاں قبول ہوجائے اور میں رات بھر اللہ کی کتاب کی تلاوت جاری رکھوں حتی کہ صبح کے وقت میری تلاوت بارگاہ الٰہی میں قبول ہوجائے تو میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرا عمل لے کر اس کے بدلے میں مذکورہ شخص کا عمل مجھے دے دیا جائے" [۱۹]۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۴ کا جز الف) حضرت ابن عمرؓ نفل نماز مثلاً تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے کی بہ نسبت تنہا پڑھنے کو فضیلت دیتے تھے اس لئے کہ تنہا پڑھنے کی صورت میں قرآن کی تلاوت کا موقعہ ملتا ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۴)

۳۔ قرآن کی تلاوت نیز اسے چھونے کے لیے طہارت کا ہونا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ کامل طہارت کے بغیر کسی انسان کے لئے قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے آپ بے وضو کبھی بھی قرآن کو نہ چھوتے [۲۰]۔ باوضو قرآن کی تلاوت کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ بیت الخلاء سے نکل کر وضو کرنے سے پہلے قرآن کے ایک جز کی تلاوت کرلیتے [۲۰-ب]۔ اور فرماتے :"حدث کے بعد ہم قرآن کا ایک جز تلاوت کرلیتے ہیں" [۲۱]۔ آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ باوضو ہوکر تلاوت کرتے [۲۲]۔ اس دوسری روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت ابن عمرؓ قرآن کی قرات کے لئے وضو کو مستحب سمجھتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ سلام کا جواب دینے کے لئے بھی وضو کرلیتے حالانکہ سلام کا جواب دینے کے لئے بالاجماع وضو واجب نہیں ہے۔ نیز آپ کے غلام نافع کا قول بھی اس کی دلیل ہے۔ یاد رہے کہ نافع حضرت ابن عمرؓ کے احوال سے سب سے بڑھ کر واقف تھے اور آپ کے راوی بھی تھے' ان کا قول ہے کہ :"حضرت ابن عمرؓ کا ہر عمل کہاں قابل اتباع ہے۔ آپ اگر کسی بچے کا منہ چوم لیتے تو

وضو کرتے اور جب قرآن کی تلاوت کرنا چاہتے تو وضو کرتے"[۲۳]۔ نافع سے ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ بے وضو نہ تو قرآن پڑھتے' نہ سلام کا جواب دیتے اور نہ ہی ذکر الٰہی کرتے[۲۴]۔

۴۔ بستر پر قرآن مجید رکھ دینا اور اسے لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونا: انسان جس بستر پر سوتا ہو اس پر قرآن مجید رکھنے کو حضرت ابن عمرؓ جائز قرار دیتے تھے کیونکہ بستر کوئی گندی جگہ نہیں ہوتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جس بستر پر ایک شخص نے بیوی کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا اسے احتلام ہوگیا ہو یا اس پر اس کا پسینہ لگا ہو' اس پر قرآن مجید رکھا جاسکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا[۲۵]۔ البتہ قرآن مجید لے کر بیت الخلاء میں جانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ گندی اور بے کار جگہ ہے (دیکھئے مادہ تخلی نمبر۴)

۵۔ قرآن کی تلاوت:

الف۔ اعراب قرآن: حضرت ابن عمرؓ قرآن کی تلاوت کے وقت اعراب قرآن واجب کرتے تھے یعنی اس کے حروف کی زبان کے قواعد کے مطابق فصیح اور واضح ادائیگی۔ آپ فرماتے: "قرآن کے الفاظ واضح طور پر ادا کرو"[۲۶]۔

ب۔ تلحین نہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ قرآن کی قرات میں تلحین (لے اور خوش آوازی سے پڑھنے) کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ قرآن بنفسہٖ زینت ہے اسے آواز کے ساتھ مزین کرنے کی ضرورت نہیں ہے نیز تلحین کی وجہ سے بعض دفعہ حروف اور کلمات واضح طور سے ادا نہیں ہوتے اور ان کے اندر اعرابی غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ قرآن کے اندر تلحین کرنے پر آپ اپنے بچوں کی پٹائی کردیتے تھے۔[۲۷]

۶۔ قرآن کی تفسیر اور اس کی آیات پر غور و فکر: قرآن معانی کا خشک نہ ہونے والا چشمہ ہے۔ اس کی ہر دفعہ قرات میں پڑھنے والے کے سامنے نئے نئے معانی آشکار ہوتے ہیں جن کا کوئی تصور سابقہ تلاوتوں سے اس کے ذہن میں نہیں ابھرا تھا۔ اس طرح مرور ایام کی بنا پر قرآن مجید کی جدت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بنابریں اگر ایک شخص ساری زندگی قرآن کی ایک سورت کے مطالعہ میں گذار دے تو وہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اب اس سورت کے متعلق کسی اور کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ امام

مالک نے روایت کی ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ سیکھنے میں آٹھ برس لگادیئے[۲۸]۔ آپ فرماتے ہیں: "ہم نے ایک زمانہ وہ بھی گذارا ہے جب کہ ہم میں سے کوئی شخص قرآن کی راہ سے ایمان میں داخل ہوتا۔ حضور ﷺ پر سورت نازل ہوتی اور ہم اس سورت میں مذکورہ حلال و حرام نیز امرونہی کی تعلیم حاصل کرتے اور یہ بھی سیکھتے کہ اس سورت میں ہمیں کن مقامات پر فکرو تدبر کے لئے وقوف کرنا چاہئے"[۲۹]۔

۷۔ قبر کے پاس نیز طواف کے دوران قرآن کی تلاوت: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ میت کی تدفین کے بعد اس کی قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے۔ العلاج بن اللجلاج سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ جب تم مجھے قبر میں اتارو اور لحد میں رکھو تو اس وقت "بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ" پڑھنا' نیز میری قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا نیز میرے سر کی طرف کھڑے ہو کر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور آخری آیت تلاوت کرنا کیونکہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ آپ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے[۳۰]۔ بلکہ روایتوں میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ تدفین کے بعد آپ کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کی درج بالا آیتیں پڑھی جائیں' راویوں کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ایک نابینا کو قبر کے پاس قرآن پڑھنے سے منع کیا اور اس سے فرمایا کہ قبر کے نزدیک قرات قرآن بدعت ہے۔ محمد بن قدامہ الجوھری کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ آپ مبشر الحلبی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ مبشر نے اپنے والد کے بارے میں مجھے بتایا کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور آخری آیت پڑھی جائے اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اس بات کے متعلق وصیت کرتے سنا تھا[۳۱]۔ (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز د)

طواف کعبہ کے دوران قرآن کی کوئی تلاوت نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ طواف نمبر ۱۵ کا جز ھ)

۸۔ مصحف کی خرید و فروخت: حضرت ابن عمرؓ مصحف کی خریداری کے جواز کے قائل تھے لیکن اس کی فروخت کے عدم جواز کی رائے رکھتے تھے۔ اس بارے میں (مادہ بیع نمبر ۳ جز ج) کے اندر گفتگو ہو چکی ہے۔

۹۔ سجدے کی آیتیں: ہم نے (مادہ سجود التلاوۃ نمبر ۲) کے اندر جن آیات سجدہ کا ذکر کیا ہے حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں یہی آیات سجدہ ہیں۔

قرابتہ (قرابت داری)

۱۔ تعریف: حقیقی یا حکمی نسب کے اندر قرب کو قرابت داری کہتے ہیں۔

۲۔ قرابتداری کی قسمیں:

الف۔ حقیقی نسب کی بنا پر قرابتداری۔ اس کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایسے قرابتدار مرد اور عورتیں جن کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ یعنی محرم رشتہ دار یہ انسان کے اصول یعنی اوپر کے رشتہ دار ہیں خواہ اوپر دور تک کیوں نہ گئے ہوں مثلاً باپ' دادے' نانے' مائیں اور دادیاں نانیاں نیز انسان کے فروع یعنی نیچے کے رشتہ دار خواہ نیچے دور تک کیوں نہ گئے ہوں مثلاً اولاد' اولاد کی اولاد (مذکر اور مونث دونوں) انسان کے باپ کی فرع خواہ نیچے تک ہو مثلاً بھائی بہن اور ان کی اولاد (مذکر اور مونث دونوں) نیز اس کے دادا نانا کی فرع کا صرف پہلا طبقہ کوئی اور طبقہ نہیں۔ یعنی چچے' پھوپھیاں' ماموں اور خالائیں

۲۔ ایسی قرابتدار خواتین جن کے ساتھ نکاح حرام نہیں۔ وہ مذکورہ بالا رشتہ داروں کے سوا دیگر تمام رشتہ دار ہیں مثلاً چچازاد اور پھوپھی زاد بہنیں نیز ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں۔

ب۔ حکمی نسب کی بنا پر قرابت داری۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ نکاح کی بنا پر قرابتداری: اس کے تحت آنے والے رشتہ دار یہ ہیں' بیوی اور اس کے اصول یعنی باپ' دادے' نانے' مائیں' اور دادیاں نانیاں نیز اس کے فروع خواہ نیچے تک کیوں نہ گئے ہوں یعنی بیٹے' بٹیاں اور ان کی اولاد (مذکراور مونث دونوں)

زوجہ کے اصول اور فروع کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں۔

باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) اور بیٹے کی بیوی یعنی بہو کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

۲۔ رضاعت کی بنا پر قرابتداری: اس کے ذیل میں یہ افراد آتے ہیں (۱) ہر وہ فرد جو دودھ پینے یعنی رضاعت کے اندر کسی کے ساتھ شریک ہوا ہو (۲) وہ تمام افراد جو مذکورہ شریک پر حرام ہیں۔ اس تحریم کے لئے رضاعت کی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ رضاعت کی بنا پر وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ نکاح حرام ہوتا ہے۔

۳۔ قرابت داری کے اثرات:

الف۔ صلہ رحمی: قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی واجب ہے اور محرم قرابتداروں کے ساتھ یہ اور زیادہ واجب ہے

ب۔ نفقہ: یہ محرم قرابتداروں پر اپنے قرابتداروں کے لئے واجب ہے (دیکھئے مادہ نفقہ)

ج۔ وراثت: وراثت حقیقی نسب والوں کے ساتھ خاص ہے۔ زوجین کے سوا حکمی نسب کے رشتہ دار وراثت میں شامل نہیں ہوتے۔ زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں (دیکھئے مادہ ارث)

د۔ عتق۔ اگر کوئی شخص کسی محرم قرابتدار کا مالک بن جائے تو مالک بنتے ہی وہ اس پر آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر۸ کے جز ب کا جز۲)

ھ۔ بیع اور تقسیم کے اندر محرم غلاموں اور لونڈیوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جز ط)

و۔ نکاح کی تحریم: ان خواتین کا ذکر پہلے گذر چکا ہے جن کے ساتھ محرم قرابتداری کی بنا پر نکاح حرام ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳)

قراض (شراکت مضاربہ) دیکھئے مادہ شرکہ نمبر۲ کا جز ج

قران (حج قران) ایک احرام کے ساتھ حج اور عمرے کو یکجا کر دینا قران کہلاتا ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر۷ کا جز ج)

قرض (قرض)

قرض یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی مثلی چیز دیدے تاکہ مستقبل میں وہ اس کی مثل اسے واپس کردے (دیکھئے مادہ دین)

قرعۃ (قرعہ اندازی)

۱۔ تعریف: کسی معاملہ کے سلسلے میں قرعہ اندازی کرنا تاکہ مذکورہ معاملہ کے حقدار کا تعین ہو جائے۔

۲۔ قرعہ اندازی کی مشروعیت: جب کسی چیز کے استحقاق کے سلسلے میں طرفین کے دلائل یکساں ہوں اور ایک دلیل کو دوسری دلیل پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قرعہ اندازی مشروع ہوگی مثلاً دو افراد کسی تیسرے فرد کے ہاتھ میں موجود کسی چیز کے دعویدار ہوں اور قابض شخص کہے کہ مذکورہ چیز تم میں سے کسی ایک کی ہے لیکن میں اسے نہیں جانتا اور دوسری طرف مذکورہ دونوں افراد میں سے کسی کے پاس کوئی ثبوت موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں قسم اٹھانے کے لئے دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔ اور جس کے نام کا قرعہ نکلے گا قسم کی ابتداء اس سے کی جائے گی یا صورت یہ ہو کہ طرفین میں سے ہر ایک یہ بینہ یعنی گواہی اور ثبوت پیش کردے کہ مذکورہ چیز اس کی ہے تو اس کے نتیجے میں پیش کردہ بینات یعنی گواہیاں بے اثر ہو جائیں گی اور دونوں کے درمیان قسم اٹھانے کے لئے قرعہ اندازی کی جائے گی جس کے نام قرعہ نکل آئے گا اسے قسم اٹھانے کا مکلف بنایا جائے گا[۳۲]۔

اگر قرعہ اندازی درج بالا جیسی صورت کے اندر مشروع ہے تو دلوں کو خوش رکھنے کے لئے یہ بطریق اولیٰ مشروع ہوگی مثلاً ایک شخص کی اگر چند بیویاں ہوں تو سفر میں ساتھ جانے والی بیوی کے تعین کے لئے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی تاکہ تمام بیویوں کے دل خوش رہیں۔

قصاص (قصاص)

قصاص یہ کہ مجرم کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو اس نے جرم کی زد میں آنے

والے شخص کے ساتھ کیا تھا (دیکھئے مادہ جنایتہ نمبر ۵ کا جز الف)

قضاء (فیصلے کرنا)

۱۔ تعریف: جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کو قضاء کہتے ہیں۔

۲۔ قضاء سے بچنا: قضاء کا عمل بڑا نازک اور پر خطر عمل ہے کیونکہ اس میں غلطی ہو جاتی ہے یعنی حقدار سے حق لے کر حق نہ رکھنے والے کے حوالے کردیا جاتا ہے۔ یہ ظلم کی ایک صورت ہے انسان معصوم نہیں ہوتا اور اس سے ایسی غلطی سرزد ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے بشرط گنجائش اسے قضاء کے کام سے دور ہی رہنا چاہیئے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان ؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو قاضی مقرر کرنا چاہا لیکن حضرت ابن عمرؓ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کردیا [۳۳]۔ حضرت عثمانؓ نے آپ سے کہا: "لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے کیجئے" آپ نے جواب دیا: "میں دو افراد کے درمیان فیصلہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی دو افراد کی امامت کرسکتا ہوں" حضرت عثمانؓ نے کہا: "تو گویا آپ میرا حکم نہیں مانتے!" آپ نے جواب دیا: "ایسی بات نہیں، لیکن مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ قاضی جو جاہل ہوتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ دوسرا وہ قاضی جسے اس کی خواہش نفس اسے کسی طرف مائل کردے اور وہ راہ حق سے ہٹ جائے۔ یہ بھی جہنم میں جائے گا۔ تیسرا وہ قاضی جو اجتہاد سے کام لے کر درست فیصلے کرے۔ اس کا معاملہ برابر ہوتا ہے یعنی نہ اسے کوئی اجر ملتا ہے اور نہ اس پر کوئی بوجھ ہوتا ہے" یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "آپ کے والد محترم فیصلے کیا کرتے تھے" آپ نے جواب دیا: "میرے والد فیصلے کرتے تھے اگر کسی معاملہ میں انہیں اشکال پیدا ہوجاتا تو حضور ﷺ سے پوچھ لیتے اور اگر حضور ﷺ کے لئے بھی یہ معاملہ باعث اشکال ہوتا تو آپ ﷺ حضرت جبریلؑ سے پوچھ لیتے، لیکن اب میں کس سے پوچھوں؟ کیا آپ نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ "اگر کوئی شخص اللہ کی پناہ حاصل کرلے تو وہ پناہ دینے والی ذات کی پناہ میں آجاتا ہے" حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "ہاں میں نے سنا ہے" آپ نے فرمایا: "میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ

آپ مجھے قاضی مقرر کریں" یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے آپ کو جانے دیا اور فرمایا :"اس بات کی خبر کسی کو نہ دینا" [۳۴]۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ عہدہ شاید اس لئے ٹھکرا دیا تھا کہ آپ کی نظر میں صحابہ کرامؓ کے اندر اس عہدے کے مستحق افراد کی کمی نہیں تھی اور صرف آپ ہی اس عہدے کے لئے نہیں رہ گئے تھے۔

۳۔ فیصلے کے مصادر: قرآن اور سنت ایسے دو اولین مصادر ہیں جن سے فیصلہ معلوم کرنا ہر قاضی پر واجب ہے۔ اور کسی قاضی یا مفتی کے لئے ان مصادر سے ہٹ کر کوئی فیصلہ دینا یا فتوی صادر کرنا سرے سے جائز ہی نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے طواف کے دوران جابر بن زید سے فرمایا :"ابوالشعثاء تم بصرہ کے فقہاء میں سے ہو، تم ناطق قرآن یا سنت ماضیہ سے ہٹ کر کوئی فتوی نہ دینا، اگر تم ایسا کرو گے تو خود بھی ہلاک ہو گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے" [۳۵]۔

۴۔ قاضی اپنے فیصلے کے اندر جن دلائل کا سہارا لے گا وہ درج ذیل ہیں:
قاضی کے لئے کسی مثبت دلیل کا سہارا لئے بغیر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ان دلائل کے سلسلے میں ہمیں حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ جو مواد ہاتھ آیا ہے اس کا ہم ذیل میں ذکر کریں گے۔

الف۔ اقرار: اگر مدعی اور مدعاعلیہ میں سے کوئی فریق حق کا اقرار کرلے تو قاضی پر اس اقرار کے بموجب فیصلہ صادر کرنا واجب ہوگا۔ اس بارے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ اقرار)

ب۔ گواہی: گواہی صرف اس وقت طلب کی جائے گی جب حق کے اقرار سے باز رہا جائے ۔ اگر درست گواہی پیش کردی جائے تو اس کے بموجب فیصلہ سنانا واجب ہوگا (دیکھئے مادہ شھادۃ) اگر دو شخص ایک متعین چیز پر دعوی کردیں اور ہر فریق یہ گواہی پیش کرے کہ مذکورہ چیز اس کی ہے تو دونوں گواہیاں بے اثر ہوجائیں گی اور قسم اٹھانے کے سلسلے میں دونوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوگی اور پھر جس کے نام قرعہ نکل آئے گا اس سے حلف لینے کی ابتدا کی جائے گی [۳۶]۔ جیسا کہ (مادہ قرعۃ نمبر۲)میں بیان ہوچکا ہے۔

ج۔ قسم

ا۔ اگر مدعی گواہی پیش کرنے سے عاجز رہے تو مدعا علیہ کو قسم اٹھانے کا مکلف بنایا جائے گا حضرت ابن عمرؓ کے پاس جنگ کے اندر قید ہو کر آنے والی ایک لونڈی تھی' اس کا شوہر اس سے طلاق کی چپکے چپکے باتیں کرتا تھا۔ لونڈی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میرا شوہر خفیہ طور پر کچھ نہ کچھ کر بیٹھے گا' لیکن شوہر نے اس الزام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ لونڈی کے پاس اپنی بات کے حق میں کوئی ثبوت نہیں تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے شوہر سے حلف لیا اور جب اس نے حلف اٹھالیا تو اسے جانے دیا[۳۷]۔

۲۔ اگر قاضی حلف اٹھانے والے کے اندر کسی قسم کی لاپرواہی اور بے فکری محسوس کرے تو قسم کے معاملہ میں تغلیظ سے بھی کام لے سکتا ہے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے وصی تھے آپ کے پاس ایک شخص ایک دستاویز یا پرونوٹ لے کر آیا جس میں گواہوں کے نام مٹے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: "نافع' اس شخص کو منبر رسول ﷺ کے پاس لے جاؤ اور وہاں اس سے حلف لو" یہ سن کر اس شخص نے کہا: "ابن عمرؓ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میرے بارے میں آپ اس ذات یعنی اللہ تعالیٰ کو بات سنائیں جو میری بات سن رہی ہے اور پھر وہی ذات میری بات قیامت میں بھی مجھے سنائے گی" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اس شخص نے سچ کہا" اور پھر اس سے خود ہی حلف اٹھوایا اور مذکورہ چیز اسے دے دی"[۳۸]۔

یہاں حضرت ابن عمرؓ نے منبر رسول ﷺ کے پاس جا کر اس شخص سے حلف اٹھوا کر قسم کی تغلیظ کا ارادہ کیا لیکن جب آپ نے محسوس کیا کہ اس شخص کے اندر تقویٰ ہے تو آپ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

د۔ مدعی کا قول: قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسے معاملات کے اندر مدعی کے قول کی بنا پر فیصلہ صادر کر دے جن کا علم صرف مدعی کے ذریعے ہی ہو سکتا ہو کیونکہ ان معاملات کے اندر مدعی امین تصور ہوتا ہے مثلاً کوئی عورت کہے کہ اسے حیض آ گیا ہے یا وہ حیض سے پاک ہو گئی ہے یا اسی قسم کی کوئی بات۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ عدت طلاق کے اختتام پذیر ہو جانے کے سلسلے میں عورت کا قول قبول کر لیتے تھے آپ فرماتے

:"فرج امانت ہے"[۳۹]۔ آپ سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے اس معاملہ میں متعلقہ عورت سے اپنے قول کی قسم اٹھوائی ہو (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

ہ۔ قرعہ اندازی: ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قرعہ اندازی کے ذریعے قاضی کے فیصلے کو جائز قرار دیتے تھے۔ گذشتہ سطور میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ آپ نے قسم اٹھانے کی ابتداء کے سلسلے میں قرعہ اندازی کی تھی۔

قضاء الفوائت (فوت شدہ فرض کی قضا)

۱۔ تعریف: قضا یہ ہے کہ واجب یعنی فرض کی مثل اس کے غیر وقت میں تلافی مافات کے طور پر ادا کی جائے۔

۲۔ فوت شدہ نمازوں کی قضا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳)
فاسد کی ہوئی نفل کی قضاء (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز واؤ کا جز ۳)
روزوں کی قضا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳)
دین کی قضاء یعنی ادائیگی (دیکھئے مادہ دین)

قطع الطریق (رہزنی)

۱۔ تعریف: رہزنی یہ ہے کہ جنگل اور صحرا میں لوگوں پر حملہ کردیا جائے اور کسی دشمنی یا انتقام یا غیظ دلانے والی بات کے بغیر ان کی جان اور ان کے مال کو نقصان پہنچایا جائے۔ عزت و آبرو پر حملہ کرنا بھی رہزنی میں شامل ہے خواہ کسی انتقام یا کسی اور سبب کی بنا پر ایسا کیوں نہ کیا گیا ہو۔

۲۔ رہزنی کی سزا: اللہ تعالی نے سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳ میں رہزنی کی سزا بیان کردی ہے - ارشاد ہے (انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا اویصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض) ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں قتل کردیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا ان کے ہاتھ

پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں علاقہ بدر کردیا جائے) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "یہ آیت عرنیین کے بارے میں نازل ہوئی"[۴۰]۔ یہ لوگ قبیلہ عکل اور قبیلہ عرینہ کے افراد تھے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور پھر کہا کہ: "اللہ کے رسول، ہم لوگ اہل ضرع (دودھ دینے والے مویشیوں والے) ہیں اہل ریف (کھیتی باڑی کرنے والے) نہیں ہیں، ہمیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہیں آرہی ہے" حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ انہیں چرواہے کے ساتھ کچھ اونٹ دے دیئے جائیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان اونٹوں کے ساتھ جاکر رہیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں انہیں یہ صورت راس آگئی لیکن انہوں نے چرواہے پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا اور اونٹ اپنے قبضے میں کرلئے اور مرتد ہوگئے۔ جب یہ لوگ گرفتار ہوکر حضور ﷺ کے سامنے حاضر کئے گئے تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالنے اور انکی آنکھوں میں سلائیاں پھیردینے کا حکم دیا۔ انہیں اسی حالت میں مدینہ کی سنگلاخ زمین پر چھوڑ دیا گیا اور وہیں یہ سب مرگئے[۴۱]۔

قفاز (دستانہ)

کپڑے یا چمڑے وغیرہ کے بنے ہوئے دستانے کو قفاز کہا جاتا ہے۔

حج یا عمرہ کرنے والی عورت کے لئے دستانے پہننا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ب کا جز ۳)

قلنسوۃ (ٹوپی)

۱۔ تعریف: سر کے لباس کو قلنسوہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ اگر وضو میں سر کا مسح نہ ہو تو صرف ٹوپی پر مسح کرلینا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ عمامتہ نمبر۳)

قن (مملوک)

جس مملوک کی غلامی کامل ہو اور وہ مکاتب یا مدبر یا ام ولد نہ ہو اسے قن کہا جاتا ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر۴)

قنطار (ایک وزن کا نام)

قنطار قدیم اوزان میں سے ایک وزن کا نام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس کی مقدار بارہ سو اوقیہ تھی[۴۲]۔ (ایک اوقیہ نصف رطل کا چھٹا حصہ ہوتا ہے)

قنفذ (سیہی)

قنفذ کھانے کا حکم (دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ کے جز واؤ کا جز ۷)

قنوت (دعائے قنوت)

۱۔ تعریف: نماز کے اندر قیام کی حالت میں مانگی جانے والی دعا کو قنوت کہتے ہیں۔

۲۔ قنوت کی مشروعیت

وتر کے سوا دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کا جز ک)

وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز ی کا جز ۳)

قود (قصاص) دیکھئے مادہ قصاص

قئی (قے کرنا)

۱۔ تعریف: معدے کے مواد کو منہ کے راستے خارج کرنے کو قے کرنا کہتے ہیں۔

۲۔ قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۸ کا جز ج)

قے کی وجہ سے روزہ دار کا روزہ نہیں چھوٹتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر۷ کا جز ب)

قیح (پیپ) دیکھئے مادہ صدید

حرف القاف میں مذکورہ حوالہ جات

[۱] ۔ الاموال ص ۷۰
[۲] ۔ المغنی ص ۵۰۷ ج ۲
[۳] ۔ عبدالرزاق ص ۵۱۹‘ ۵۷۰ ج ۳‘ المحلی ۱۴۰‘ ۱۶۱ ج ۵‘ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ ب ج ۱‘ نیز دیگر کتابیں
[۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ ب ج ۱‘ عبدالرزاق ص ۵۷۶ ج ۳‘ الاستذکار ص ۲۳۲ ج ۱‘ نیز دیگر کتب
[۵] ۔ المغنی ص ۵۶۷ ج ۳
[۶] ۔ المغنی ص ۵۵۹ ج ۳
[۷] ۔ شرح السنہ ص ۴۱۰ ج ۵‘ کشف الغمہ ص ۱۷۱ ج ۱
[۸] ۔ المحلی ص ۱۳۵ ج ۵
[۹] ۔ کشف الغمہ ص ۱۷۱ ج ۱
[۱۰] ۔ ترمذی فی القدر باب ماجاء فی التشدید فی الخوض فی القدر۔ ابن ماجہ کے اندر اس حدیث کے شواہد کی موجودگی کی بنا پر یہ حدیث حسن ہے
[۱۱] ۔ عبدالرزاق ص ۱۱۴ ج ۱۱
[۱۲] ۔ ابوداؤد فی السنہ باب لزوم السنہ۔ ‘ ترمذی فی القدر‘ مسند احمد نمبر ۵۶۳۹
[۱۳] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ب ج ۱
[۱۴] ۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۶۶/۱ ج ۳
[۱۵] ۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۷‘ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۴ ب ج ۲
[۱۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ب ج ۲
[۱۷] ۔ سنن داری ص ۳۶۳ ج ۲
[۱۸] ۔ الدرالمنثور ص ۲۰ ج ۵
[۱۹] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱ ج ۱
[۲۰] ۔ ابن ابی شیبہ ۱۰۴ ج ۱‘ الدرالمنثور ص ۱۶۲ ج ۶‘ احکام القرآن ص ۴۱۶ ج ۳‘ المغنی ص ۱۴۷ ج ۱۱ المجموع ص ۸۰ ج ۲
[۲۰ ۔ ب] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ب ج ۱
[۲۱] ۔ سنن بیہقی ص ۹۰ ج ۱‘ عبدالرزاق ص ۳۳۸ ج ۱
[۲۲] ۔ عبدالرزاق ص ۳۳۸ ج ۱‘ المحلی ص ۸۸ ج ۱‘ سنن بیہقی ص ۸۱ ج ۱‘ کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۱
[۲۳] ۔ اخبار القضاۃ لوکیع ص ۳۲۱ ج ۱
[۲۴] ۔ المحلی ص ۸۸ ج ۱
[۲۵] ۔ کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۱
[۲۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۲
[۲۷] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ب ج ۲‘ سنن بیہقی ص ۱۸ ج ۲

[۲۸]۔ الموطا ص ۲۰۵ ج ۱
[۲۹]۔ النشر فی القراءات العشر لابن الجزری ص ۳۱۶
[۳۰]۔ سنن بیہقی ص ۵۶ ج ۴، المغنی ص ۷۴ ج ۲
[۳۱]۔ المغنی ص ۵۶۷ ج ۲، التاج والاکلیل حاشیہ مواہب الجلیل ص ۲۳۸ ج ۲
[۳۲]۔ المغنی ص ۲۸۷ ج ۹
[۳۳]۔ المغنی ص ۳۶ ج ۹، البدایۃ والنھایۃ ص ۴ ج ۹
[۳۴]۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۴ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۳ ج ۳، ترمذی نمبر ۱۳۲۲، اول کتاب الاحکام
[۳۵]۔ سنن دارمی ص ۵۹، ج ۱
[۳۶]۔ المغنی ص ۲۸۷ ج ۹
[۳۷]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱ ب ج ۱
[۳۸]۔ المحلی ص ۳۸۵ ج ۹
[۳۹]۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۹ ج ۱
[۴۰]۔ الدر المنثور ص ۲۷۷ ج ۲، المغنی ص ۲۸۷ ج ۸
[۴۱]۔ تفسیر طبری ص ۱۳۳ ج ۶
[۴۲]۔ تفسیر الماوردی، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴ کی تفسیر تفسیر قرطبی ص ۳۰ ج ۴

حرف الکاف

کافر (کافر) دیکھئے مادہ کفر

کبیرۃ (گناہ کبیرہ)

۱۔ تعریف: کبیرہ ہراس گناہ کو کہتے ہیں جس کے ارتکاب پر اللہ کی وعید آئی ہے یا سزا کے طور پر حد مقرر ہوئی ہے۔

۲۔ بعض کبائر کا ذکر: ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ "میں نجدات (خوارج کے ایک فرقے کا نام) کے ساتھ رہا ہوں اور کئی گناہ کئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے تمام کبیرہ گناہ بتادیئے جائیں" حضرت ابن عمرؓ نے ساتھ یا آٹھ گناہ گنوادیئے وہ یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' کسی کی جان لینا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا' جھوٹی قسم کھانا' پھر آپ نے اس سے پوچھا: "تمہاری والدہ زندہ ہے؟" اس نے ہاں کہا آپ نے فرمایا: "اسے کھانا کھلاؤ اور اس کے ساتھ نرم لہجے میں بات کرو"۔[1]

لشکر اسلام کو چھوڑ کر بھاگ جانا بھی گناہ کبیرہ ہے (دیکھئے مادہ جھاد نمبر ۸)

کتابی (اہل کتاب)

۱۔ تعریف: کتابی وہ غیر مسلم ہے جو کسی آسمانی کتاب کو ماننے والا ہو' اہل کتاب صرف یہود و نصاری ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور اہل کتاب نہیں ہے۔

۲۔ کتابی کے احکام

کتابی کا ذبیحہ حلال ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ب) خشکی کا کیا ہوا اس کا شکار بھی حلال ہے (دیکھئے مادہ صید نمبر ۴ کا جز ب) نیز (مادہ بحر) اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۵)

کحل (سرمہ) دیکھئے مادہ اکتحال

کسب (کمائی)

۱۔ تعریف: کسب اس تصرف کو کہتے ہیں جس سے مال حاصل ہو۔

۲۔ اس کی انواع۔ کسب کی تین انواع ہیں۔

الف۔ کسب حرام: اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو ایسے ذریعے سے حاصل کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے مثلاً سود (دیکھئے مادہ ربا)' سرقہ (دیکھئے مادہ سرقۃ) زنا کاری (دیکھئے مادہ زنا) اور جوا وغیرہ

ب۔ مکرو کسب: حضرت ابن عمرؓ اسے کسب خبیث کا نام دیتے ہیں۔ یعنی ایسی کمائی جو گھٹیا حرفتوں میں سے کسی حرفت کے ذریعے حاصل کی جائے (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۳ کا جز الف) مثلاً سینگی لگانے وغیرہ کے ذریعے کسب

ج۔ کسب حلال: مذکورہ بالا صورتوں کے ماسوا کسب مثلاً تجارت یا زراعت یا صنعت یا جہاد سے حاصل ہونے والا کسب۔ حج کے اندر کمائی کرنا بھی کسب حلال میں داخل ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۰)

۳۔ کسب حلال کی فضیلت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کسب حلال جہاد فی سبیل اللہ کے ہم پلہ ہے۔ آپ نے تحریر کیا: "تم پر تین سفر لازم کی گئے ہیں' حج' عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ' انسان ان مذکورہ ذرائع میں سے کسی ذریعے کے تحت کوشش کرتا ہے (یعنی رزق حلال کے لئے کوئی ذریعہ تلاش کرتا ہے) مجھے بستر پر پڑے پڑے مرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے مال کے ذریعے اللہ کا فضل تلاش کروں' اگر میں کہوں کہ یہ شہادت ہے تو میں اسے شہادت ہی سمجھوں گا" [۲]۔ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت ابن عمرؓ سے اسی مفہوم کی طرف سبقت لے گئے تھے' حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: "اللہ کے فضل کی تلاش میں زمین پر سفر کرتے ہوئے اپنے کجاوے کے درمیان مرجانا اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جانے کی بہ نسبت مجھے زیاد پسند ہے" [۳]۔

کسوف (سورج گرہن)

کسوف کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳ ۷)

کعبۃ (کعبہ)

۱۔ تعریف: کعبہ شریف بیت اللہ کو کہتے ہیں جس کی مکہ مکرمہ میں تعمیر کا حکم اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا۔

۲۔ کعبہ کی عمارت کی تزئین و آرائش: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں کعبہ کی عمارت کی تزئین و آرائش بدعت ہے۔ نیز یہ کہ اس کی عمارت کو اسی سادہ شکل میں رہنے دینا واجب ہے جس سادہ شکل میں اسے بنایا گیا تھا۔ آپ فرماتے: "اگر تم قریش کو دیکھو کہ انہوں نے بیت اللہ کو گرا کر اسے نئے سرے سے بنایا اور اس کی تزئین و آرائش کی ہے تو اگر مر سکو تو مر جاؤ" [۴]۔

۳۔ کعبہ پر غلاف چڑھانا: کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ہدی پر قباطی' انماط (کپڑوں کی مختلف اقسام کے نام) اور حلے (عمدہ کپڑے) وغیرہ ڈالدیتے اور پھر ہدی کو لے کر کعبہ جاتے اور ان کا غلاف بنا کر کعبہ شریف پر چڑھا دیتے [۵]۔

۴۔ نماز میں استقبال کعبہ کا وجوب (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کا جزج)

سفر کے اندر نفل نمازوں میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کی شرط نہیں (دیکھئے مادہ سفر نمبر۳ کے جزج کے جز ۵ کا جزھ)

عرفات میں دعا کرنے کے وقت کعبہ کی طرف رخ کرنے کا استحباب (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۹ کے جز واؤ کا جز ا) نیز صفا و مروہ پر وقوف کے وقت اس کا استحباب (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جزج)

سجدے کے اندر انگلیوں کا رخ کعبے کی طرف کرنا (دیکھئے مادہ سجود نمبر۲ کا جزد)

کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنا (دیکھئے مادہ دعاء نمبر۶)

ہدی کو قلادہ پہناتے وقت اور اس کا اشعار کرتے وقت اسے کعبہ کے رخ کھڑا کرنا (دیکھئے مادہ اشعار نمبر۲)

کعبہ کے دروازے اور رکن کے درمیان التزام کا عمل (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۶)

قضائے حاجت کے وقت کعبہ کی طرف رخ کرنے کی کراہت (دیکھئے مادہ تخلی نمبر۳)

کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کا جزج)

حرم کے اندر کعبہ کے جوار میں اقامت گزینی (دیکھئے مادہ جوار)

کفارۃ (کفارہ)

۱۔ تعریف: کفارہ اس تصرف کو کہتے ہیں جسے گناہ مٹانے کے لئے شرع نے واجب کر دیا ہے

۲۔ ان گناہوں کا ذکر جن کے اندر متعین کفارات کا وجوب ہو جاتا ہے۔

الف۔ حدود' جو شخص اللہ کے حدود میں سے کسی حد والے گناہ کا ارتکاب کرے مثلاً زنا' ارتداد' رہزنی' چوری' قذف اور شراب نوشی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس پر متعلقہ حد جاری کر دی جائے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ :"جو شخص حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے اور دنیا میں اسے سزا دے دی جائے تو اللہ کی ذات اس سے بڑھ کر عادل ہے کہ آخرت میں اسے دوبارہ سزا دے"[٦]۔

ب۔ قتل خطا اور قتل شبہ عمد: اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے' جسے یہ میسر نہ ہو وہ دو ماہ مسلسل روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء آیت نمبر۹۲ میں ارشاد فرمایا ہے (وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطاء ومن قتل مومنا فتحریر رقبہ" مومنہ" و دیہ" مسلمہ" الی اھلہ الا ان یصد قوا۔ فان کان من قوم عد ولکم وھو مومن فتحریر رقبہ" مومنہ" وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیہ" مسلمہ" الی اھلہ و تحریر رقبہ" مومنہ" ' فمن لم یجد فصیام شھرین متتا بعین توبہ" من اللہ۔ وکان اللہ علیما حکیما کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا دے الا یہ کو وہ خوں بہا معاف کر دیں لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہو گا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو

مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے)

ج۔ ظہار۔ اس کا کفارہ ایک مملوک آزاد کرنا ہے' جسے یہ میسر نہ ہو وہ پے در پے دو ماہ روزے رکھے' اگر اسے اسکی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ سورہ مجادلہ آیت نمبر۳ اور ۴ میں ارشاد باری ہے (والذین یظاھرون من نساء ھم ثم یعودون لما قبل فتحریر رقبہ من قالوا ان یتما سا ذلکم توعظون بہ واللہ بما تعملون خبیرo فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذلک لتومنوا باللہ و رسولہ و تلک حدود اللہ و للکافرین عذاب الیم اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں ایک مملوک آزاد کرنا ہے۔ اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔ اور اللہ کو اس کی پوری خبر ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں پھر جس سے یہ بھی نہ ہوسکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھلانا ہے۔ یہ احکام اس لئے ہیں تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے) نیز (دیکھئے مادہ ظہار نمبر۳)

د۔ قسم توڑنے کا کفارہ: اگر قسم کھانے والے نے قسم کو موکد کیا ہو تو اسے توڑنے کا کفارہ ایک مملوک آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا ہے اور اگر قسم کو موکد نہ کیا ہو تو اسے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو تین دن روزے رکھے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر۸۹ میں ارشاد باری ہے (لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بماعقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ماتطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبہ فمن لم یجد فصیام ثلاثہ ایام ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم تم لوگ جو مہمل قسمیں کھالیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط

درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کو کفارہ ہے جبکہ تم قسم کھا کر توڑ دو) نیز دیکھئے (مادہ یمین نمبر ۴ کا جز ج)

ھ۔ ایسی نذر پوری نہ کرنا جسے کسی شخص نے قسم کی صورت میں مانی ہو۔ اس کا کفارہ موکدہ قسم کے کفارے کی طرح ہے اگر یہ میسر نہ ہو تو وہ غیر موکد قسم کا کفارہ ادا کرے۔ حضرت ابن عمرؓ سے نذر کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا: "یہ قسموں کی افضل صورت ہے اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو پھر وہ کفارہ ہے جو اس کے بعد ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر وہ کفارہ ہے جو اس کے بعد ہے "یعنی غلام آزاد کرنا' کپڑے پہنانا اور کھانا کھلانا "[۷]۔

و۔ حج اور عمرہ کے اندر احرام کی خلاف ورزیاں (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ن کا جز ۶)

ز۔ جن گناہوں کے کفاروں کا ذکر نہیں ہوا ان کا کفارہ توبہ و استغفار ہے

۳۔ کفارہ میں واجب ہونے والی چیزیں: درج بالا بحث سے ہمارے سامنے یہ واضح ہو گیا ہے کہ کفارہ کے اندر درج ذیل تین چیزوں میں سے ایک چیز واجب ہوتی ہے۔

الف۔ غلام آزاد کرنا: قتل' ظہار' قسم اور نذر کے کفاروں میں غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے ولدزنا اور زانیہ کو کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک کفارے کے اندر ولد زنا اور اس کی ماں کو آزاد کردیا تھا[۸]۔ قتل کے کفارے میں آزاد کئے جانے والے غلام کا مومن ہونا شرط ہے۔ یہ بات گذشتہ سطور میں مذکورہ آیت میں بیان ہو چکی ہے۔

ب۔ کپڑے پہنانا: کپڑے پہنانے کے اندر ہر فقیر کو اتنا کپڑا دے دینا کافی ہے جس کے ساتھ نماز درست ہو جائے[۹]۔

ج۔ کھانا کھلانا: یہ عمل اس وقت پورا ہوگا جب کھانا پکا کر فقیروں کو پیش کیا جائے ایسی صورت میں اس پر وہ اوسط درجے کا کھانا واجب ہوگا جو وہ اپنے بال بچوں کو کھلاتا ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۸۹ میں ارشاد باری ہے (فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین

من اوسط ما تطعمون اهلیکم اس کا کفارہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو) حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں اوسط درجے کا کھانا آپ کی رائے میں روٹی اور کھجور، روٹی اور پنیر، روٹی اور سرکہ، روٹی اور زیتون کا تیل، روٹی اور دودھ، روٹی اور گھی تھا اور بہترین کھانا روٹی اور گوشت تھا [۱۰]۔ اسی طرح کھانا کھلانے کا عمل اس صورت میں بھی پورا ہو جائے گا جب وہ فقیر کو ایسی خوراک پیش کرے جسے اس کے شہر والے عام طور پر خوراک کے لئے استعمال کرتے ہوں مثلاً گندم، جو وغیرہ اگر وہ فقیر کو گندم پیش کرے تو اس صورت میں ہر فقیر کو اس کی دی ہوئی گندم ایک مد (ایک پیمانے کا نام) سے کم نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ہر مسکین کے لئے ایک مد گندم" [۱۱]۔ آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قسم توڑنے والا ہر مسکین کو دو مد گندم دے [۱۲]۔ البتہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

د۔ روزہ: قتل، ظہار اور قسم توڑنے کے کفاروں میں روزہ واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح محرم اگر حالت احرام میں ہمبستری کر لے یا ہمبستری کے دواعی کا ارتکاب کرے یا شکار پکڑے تو اس پر کفارہ کے طور پر روزہ واجب ہو گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز م نیز نمبر ۶ کے جز ن کا جز ۴) جن کفاروں کو ہم نے ذکر کیا ہے ان کے اندر اگر دیگر صورتوں مثلاً عتق اور اطعام سے عاجز ہو تو ان کے بدل کے طور پر روزہ رکھے گا۔

ھ۔ کفارہ میں واجب ہونے والی چیز کی شرط یہ ہے کہ جس پر کفارہ واجب ہوا ہے مذکورہ چیز پر اس کی پوری اور درست ملکیت ہو۔ بصورت دیگر کفارہ میں اس چیز کا اخراج جائز نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک غلام آزادی دینے کی شرط کے ساتھ خریدا جائے تو کیا اسے کفارہ میں آزاد کرنا درست ہو گا؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا [۱۳]۔ کیونکہ مذکورہ شرط کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی اور فاسد بیع کے اندر مملوک کو آزاد کرنا جائز نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا واجب تھا، میں نے ایک شخص سے غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا پھر مجھے اطلاع ملی کہ غلام کے مالک نے اسے کہیں سے اٹھایا تھا" آپ نے فرمایا: "اللہ نے تم سے تمہارا غلام قبول نہیں کیا، جاؤ جا کر اپنی دی ہوئی رقم واپس لے

لو" اس نے کہا کہ میں نے اسے آزاد کردیا ہے' آپ نے فرمایا: "میں نے تم سے جو کہ دیا وہی کرو' یہ غلام تمہارے کفارے کے لئے کافی نہیں ہوگا"[۱۴]۔ کافی نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ کفارہ دینے والے نے ایسا غلام خریدا تھا جس کا بائع مالک نہیں تھا اور اس قسم کی خریداری باطل ہوتی ہے اس لئے گویا اس نے ایسا غلام آزاد کیا جس کا وہ مالک نہیں بنا تھا۔

د۔ متماثل کفارات میں واجب کا اندماج: اگر کوئی شخص کفارہ واجب کردینے والا کوئی فعل کرے اور اس کا کفارہ ادا کرنے سے پہلے یہی فعل دوبارہ کرلے تو دونوں فعلوں کا ایک کفارہ کافی ہوجائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: "اگر تم کئی مرتبہ قسم کھاؤ تو ایک کفارہ ہوگا"[۱۵]۔ آپ نے اپنے غلام سے کہا: "تم اپنی بیوی کے پاس ہی پڑے رہتے ہو' اسے طلاق دے دو" (اس کی بیوی آپ کی لونڈی تھی) غلام نے طلاق دینے سے انکار کردیا آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم تم اسے ضرور طلاق دے دو" غلام نے جواب دیا: "میں ایسا نہیں کروں گا" اس پر آپ نے تین مرتبہ قسم کھاکر اسے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ غلام نے بھی قسم کھاکر کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "غلام مجھ پر غالب آگیا" مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ اب آپ کتنے کفارے ادا کریں گے۔ آپ نے جواب دیا: "ایک کفارہ"[۱۶]۔ اگر قسم کو موکد بنانے کے لئے کوئی شخص اسی قسم کی بار بار تکرار کرے تو اس کے لئے ایک کفارہ بطریق اولی کافی ہوجائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب ایک ہی مجلس میں بار بار تکرار کے ذریعے اپنی قسم کو موکد کردیتے تو قسم توڑنے پر ایک ہی غلام آزاد کرتے[۱۷]۔

ز۔ کفارہ نکالنے والا اس میں سے کچھ نہ کھائے: جو شخص طعام یا ہدی کفارہ میں نکالے تو اس کے لئے اس میں سے کچھ کھالینا جائز نہیں ہوگا[۱۸]۔

۴۔ کفارہ کے موجب پر کفارہ کو مقدم کردینا: حضرت ابن عمرؓ قسم کھانے والے کے لئے اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ وہ قسم توڑنے سے پہلے اس کا کفارہ ادا کردے' اس کے لئے قسم توڑ دینے کے بعد کفارہ ادا کرنا بھی جائز ہے۔ آپ بعض دفعہ قسم توڑنے سے پہلے ہی قسم کا کفارہ ادا کردیتے اور بعض دفعہ قسم توڑنے کے بعد اس کا

کفارہ ادا کرتے[19]۔

کفالتہ (کفالہ)

۱۔ تعریف: مطالبہ کے اندر ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ ضم کردینا کفالہ کہلاتا ہے۔

۲۔ بیع سلم کے اندر کفالہ: بیع سلم کے مشتری کے لئے جائز ہے کہ وہ بائع سے مسلم فیہ (مبیع) کے سلسلے میں کفیل طلب کرے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۶ کے جز ب کا جز ا)

۳۔ کفالہ پر اجرت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کفالہ ان تصرفات میں سے ایک ہے جن کے اندر لوگ ایک دوسرے کو ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے کسی کے لئے کفالہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میرے پاس ایک دہقان آیا جس کے ذمہ خراج کی بڑی رقم تھی۔ میں اس کا کفیل بن گیا اور اس کی طرف سے خراج کی رقم ادا کردی پھر وہ دوسری بار میرے پاس آیا اور کفالہ کی دستاویز پھاڑ کر اپنے ذمہ واجب الادا رقم کی ادائیگی کردی۔ پھر اس نے مجھے ایک ٹٹو اور کپڑوں کا ایک جوڑا دیا' یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم اس کے کفیل نہ بنتے تو کیا وہ یہ چیزیں تمہیں دیتا؟" میں نے نفی میں جواب دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: "تو پھر یہ چیزیں نہ لو"[20]۔

کفر (کفر)

۱۔ تعریف: مسلمانوں کے عقیدے کے سوا کوئی اور عقیدہ رکھنا کفر کہلاتا ہے

۲۔ وہ بات جس کی وجہ سے ایک شخص ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہوجاتا ہے (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر۳)

۳۔ کفر کے اثرات

کفر کی وجہ سے میراث سے محرومی (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴ کے جز د کا جز ا)

کفر کے سبب زوجین میں علیحدگی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۸)

کفر احصان کی صفت میں خلل پیدا کردیتا ہے (دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کا جز ج)

اگر کافر اہل کتاب میں سے ہو تو اس کا ذبیحہ کھالینا حلال ہے اور غیر اہل کتاب ہونے کی صورت میں اس کا ذبیحہ حرام ہوگا (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ب اور نمبر ۲ کا جز ج)

کافر کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۵ کا جز ب)

کافر کو سلام نہ کہنا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز الف)

کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۳ کا جز ب)

کافر کارکن کو زکوۃ کا مال نہ دینا (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۰ کا جز ب)

کافر غلام کو آزاد نہ کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جز د کا جز ۲)

کافر کے جنازے کے پیچھے چلنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۹)

کافر کے حق میں بددعا کرنا (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۸)

کف (ہتھیلی)

احرام کے اندر عورت اپنی ہتھیلیاں کھلی رکھے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۳)

کفن (کفن) دیکھئے مادہ موت نمبر ۵

کلام (کلام کرنا) دیکھئے مادہ تکلم

کلب (کتا)

۱۔ کتے کا نجس ہونا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کتا نجس ہے اور اس کا جوٹھا پانی بھی نجس ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ج)

۲۔ کتے کی فروخت اور اس کے ثمن کا استعمال: جب کتا نجس ہے تو پھر اس کی فروخت جائز نہیں ہوگی اور فروخت سے حاصل شدہ ثمن حرام ہوگا اور اسے استعمال میں لانا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج) نیز (مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ کا جز ۱)

۳۔ نمازی کے سامنے سے اگر کتا گذرے تو اس کا اس طرح گذرنا اس کی نماز کو قطع کردے گا۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے تھی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ھ)

کنایۃ (کنایہ)

طلاق کنایہ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ب)

کنز (خزانہ) دیکھئے مادہ اکتناز نیز مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب

کی (داغنا)

جسم کے مخصوص مقامات میں جلد کو آگ کے ذریعے جلا کر علاج کرنے کا نام کی ہے

داغنے کے ذریعہ علاج (دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۳ کا جز ب)

حرف الکاف میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ص ۴۲۰ ج ۱۰

۲۔ کنزالعمال نمبر ۹۸۵۳

۳۔ المبسوط للسرخسی ص ۲۴۵ ج ۳۰' تنبیہ الغافلین للسمرقندی ص ۱۶۳

۴۔ کنزالعمال نمبر ۳۱۴۱۷

۵۔ الموطا ص ۹۷۹ ج ۱' شرح السنہ ص ۱۸۸ ج ۷

۶۔ ترمذی کتاب الایمان باب لا یزنی الزانی وھو مومن

۷۔ عبدالرزاق ص ۲۴۲ ج ۸' کنزالعمال ۴۶۵۷۵

۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ ب ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۵۶ ج ۷' سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۱۰' المحلی ص ۷۲ ج ۸

۹۔ المغنی ص ۲۴۷ ج ۸

۱۰۔ تفسیر طبری ص ۱۲ ج ۷' المحلی ص ۷۴ ج ۸' احکام القرآن ص ۴۵۸ ج ۲

۱۱۔ تفسیر طبری ص ۱۴ ج ۷' عبدالرزاق ص ۵۱۰ ج ۸' ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱' احکام القرآن ص ۴۵۷ ج ۲' المحلی ص ۷۳ ج ۸' سنن بیہقی ص ۵۵ ج ۱۰' شرح السنہ ص ۱۸ ج ۱۰' المغنی ص ۱۳۰ ج ۳' ص ۳۶۹ ج ۷

۱۲۔ عبدالرزاق ص ۵۰۶ ج ۸' کنزالعمال نمبر ۴۶۵۵۵

۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۸۹ ج ۷' کشف الغمہ ص ۱۹۵ ج ۲

۱۴۔ عبدالرزاق ص ۱۷۸ ج ۹

۱۵۔ عبدالرزاق ص ۵۰۳ ج ۸' المغنی ص ۲۰۵ ج ۸' کشف الغمہ ص ۱۹۲ ج ۲' کنزالعمال نمبر ۴۶۵۵۴

۱۶۔ عبدالرزاق ص ۵۰۴ ج ۸' سنن بیہقی ص ۵۶ ج ۱۰' المحلی ص ۳۴' ۵۳ ج ۸

۱۷۔ عبدالرزاق ص ۵۰۳ ج ۸

۱۸۔ المغنی ص ۵۴۲ ج ۳

۱۹۔ سنن بیہقی ص ۵۴ ج ۱۰' عبدالرزاق ص ۵۱۵ ج ۸' ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۱' شرح السنہ ص ۱۷ ج ۱۰

۲۰۔ عبدالرزاق ص ۱۴۸ ج ۸

حرف اللام

لباس (لباس)

۱۔ تعریف: جسم کے ساتر کو لباس کہتے ہیں۔

۲۔ لباس میں نہ تو فضول خرچی کرنا اور نہ ہی کنجوسی: حضرت ابن عمرؓ لباس کے اندر اعتدال کی رعایت کو پسند کرتے تھے یعنی فضول خرچی اور کنجوسی کے بغیر۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں کونسا لباس پہنوں؟ آپ نے جواب دیا: "ایسا لباس پہنو جسے دیکھ کر بے وقوف لوگ تم پر حقارت کی نگاہ نہ ڈالیں اور عقلمند لوگ تم پر انگشت نمائی نہ کریں" اس نے پوچھا کہ یہ لباس کتنے کا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "پانچ سے لے کر بیس درہم کا"[1]۔ (دیکھئے مادہ اسراف نمبر ۲)

۳۔ لباس کو طویل نہ بنانا: حضرت ابن عمرؓ طویل لباس کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس میں ایک تو اسراف ہوتا ہے اور دوسری طرف دکھلاوا اور فخر۔ آپ اپنا لباس طویل نہ رکھتے تھے۔ زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کا ازار آپ کی پنڈلیوں کے نصف حصے تک پہنچا ہوا دیکھا' آپ کی قمیص ازار سے اوپر تھی اور چادر قمیص کے اوپر تھی[2]۔ حضرت ابن عمرؓ کا لباس اس طرح کیوں نہ ہوگا جب کہ آپ نے خود حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص پر اپنی نظر رحمت نہیں ڈالے گا جو فخر اور تکبر کے تحت اپنا لباس زمین پر کھینچتے ہوئے چلتا ہو"[3]۔

۴۔ فخر اور غرور کے لباس سے پرہیز: حضرت ابن عمرؓ ہر ایسے لباس سے پرہیز کرتے تھے جس کے متعلق آپ کو یہ خیال ہوتا کہ اسے پہن کر کچھ نہ کچھ فخر اور تکبر پیدا ہوجائے گا۔ شارع نے لباس کو ٹخنوں کے نیچے تک لے جانے کو فخر اور تکبر قرار دیا ہے۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا لباس آپ کی پنڈلیوں کے نصف تک آتا تھا (دیکھئے مادہ لباس نمبر ۲) حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ملائم کپڑا پہننے سے دل میں فخر اور تکبر پیدا ہوسکتا ہے اس لئے آپ ایسے لباس سے پرہیز کرتے تھے۔ قزعہ کہتے

ہیں کہ میں نے جب حضرت ابن عمرؓ کو موٹے کپڑے پہنے دیکھا تو عرض کیا: "میں خراسان کا بنا ہوا ملائم کپڑا آپ کے لئے لایا ہوں۔ اگر آپ اسے زیب تن کرلیں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی" آپ نے فرمایا: "مجھے یہ کپڑا دکھاؤ" پھر ہاتھ سے ٹٹول کر فرمایا: "کیا یہ ریشمی کپڑا ہے؟" میں نے کہا: "نہیں یہ سوتی کپڑا ہے" فرمایا: "مجھے ڈر ہے کہ اسے پہن کر میرے اندر کہیں فخر اور غرور کا مادہ پیدا نہ ہوجائے جبکہ اللہ تعالیٰ کو فخر اور غرور کرنے والا کوئی بھی شخص پسند نہیں ہے"[4]۔

مردوں اور عورتوں کے لئے ریشم پہننے کا حکم نیز نابالغ کو ریشم پہنانے کا حکم (دیکھئے مادہ حریر)

عورت کا لباس (دیکھئے مادہ حجاب)

نماز کے لئے لباس (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کا جز ب نیز نمبر۷ کا جز واؤ) نماز میں سدل ثوب کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر۷ کے جز ب کا جز ۴))

حالت احرام میں مرد اور عورت کا لباس (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز الف)

عدت گذارنے والی عورت کا لباس (دیکھئے مادہ حداد نمبر۲)

رنگین کپڑے پہننا (دیکھئے مادہ صبغ نمبر۲)

پگڑی باندھنا (دیکھئے مادہ عمامتہ)

جوتے پہننا اور ایک جوتا پہن کر چلنا (دیکھئے مادہ نعل)

زیورات پہننا (دیکھئے مادہ حلی)

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تختم نمبر۲ کا جز ب)

فروخت کے لئے پیش کی جانے والی لونڈی کا لباس (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جز ح)

عید کے موقعہ پر بہترین لباس پہننا (دیکھئے مادہ عید نمبر۲)

لحیتہ (داڑھی)

۱۔ تعریف: دونوں جبڑوں اور ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کو لحیہ کہتے ہیں۔

لحی یعنی جبڑا اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت جمے ہوتے ہیں۔ ذقن یعنی ٹھوڑی

مذکورہ دونوں ہڈیوں کے ملنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۲۔ داڑھی کو بنا سنوار کر رکھنا یعنی تحسین لحیہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ داڑھی ایک قبضے سے بڑھنی نہیں چاہئے جس طرح حضور ﷺ کی داڑھی مبارک تھی اس لئے آپ اپنی داڑھی مٹھی سے پکڑ کر بڑھے ہوئے بال کتر دیتے تھے[5]۔

اسی طرح داڑھی کے گرد پھیلے ہوئے بالوں کو بھی کتر ڈالنا مستحب سمجھتے تھے اور خود ایسا ہی کرتے تھے[6]۔ آپ حلق سے نیچے کے بال مونڈ دینا پسند کرتے تھے[7]۔

۳۔ وضوء کے اندر داڑھی کا خلال: آپ کی رائے تھی کہ وضوء کے اندر داڑھی کا خلال واجب ہے۔ آپ جب وضو کرتے تو اپنی داڑھی کے بالوں کے جڑوں کو پانی سے تر کر دیتے تھے اور پھر اپنی انگلیاں ان جڑوں میں داخل کر دیتے حتی کہ پانی کے قطرے ان جڑوں سے کثرت سے ٹپکتے[8]۔

غسل کے اندر داڑھی کو ملنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف)

داڑھی کو خضاب لگانا (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۱)

لعان (لعان کرنا)

۱۔ تعریف: زوجین میں سے ہر ایک کی قسموں کے ساتھ موکد گواہیوں کو لعان کہتے ہیں جس میں آخری گواہی لعنت یا غضب کے لفظ کے ساتھ مقرون ہو۔ یہ گواہیاں شوہر کے حق میں حد قذف کی قائم مقام اور بیوی کے حق میں حد زنا کی قائم مقام ہوتی ہیں۔

۲۔ لعان کب واجب ہوتا ہے؟۔ لعان اس وقت واجب ہوتا ہے جب شوہر اپنی پاکدامن بیوی پر زناکاری کی تہمت لگائے خواہ دونوں کا کوئی بچہ ہو جس کے نسب کی نفی کا شوہر نے ارادہ کیا ہو یا کوئی بچہ نہ ہو اور شوہر اس زناکاری پر گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو۔ اس کی تفصیل (مادہ قذف نمبر ۲) میں گذر چکی ہے لعان کرنے کی بہ نسبت پردہ پوشی افضل ہے اور جب شوہر لعان کرے تو یہ جائز نہیں کہ اس کا مقصد بیوی کو بدنام کرنا یا اسے رسوا کرنا ہو نہ ہی اس کا مقصد اس بچے کو رسوا کرنا ہو جس کی بنا پر لعان کا عمل وجود میں آیا ہو۔ کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بدترین گناہ ہے۔ بلکہ شوہر پر لازم

ہے کہ لعان سے اس کا مقصد یہ ہو کہ حق صرف حقدار کو ملے یعنی وراثت' نفقہ اور دیکھ بھال۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص کسی بچے سے دنیا میں اسے رسوا کرنے کے لئے برات کا اظہار کرے اللہ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کردے گا"[۹]۔

۳۔ لعان کرنے کا طریقہ: اللہ تعالی نے سورہ نور آیات ٦ تا ۹ کے اندر لعان کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ (والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الاانفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات با اللہ انہ لمن الصادقین والخامسہ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین ویدرا عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات باللہ انہ لمن الکاذبین والخامسہ ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا کوئی گواہ نہیں ہوتے تو مرد کی گواہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی قسم کھاکر چار مرتبہ گواہی دے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار وہ یہ گواہی دے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ عورت سے سزا کو یہ بات ٹال دے گی کہ وہ اللہ کی قسم کھاکر چار مرتبہ گواہی دے کہ مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ گواہی دے کہ اگر وہ سچوں میں سے ہوا تو مجھ پر خدا کا غضب ہو)

۴۔ لعان کے نتائج واثرات

ا۔ حد کا سقوط: زوجین میں سے کوئی اگر لعان کرنے سے باز رہے تو اس پر حد واجب ہوجائے گی اگر شوہر باز رہے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور اگر عورت باز رہے تو حد زنا میں اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ مرد کا حلف اور لعان مرد سے حد کو ساقط کردیں گے۔

ب۔ لعان کے عمل سے فارغ ہوتے ہی لعان کرنے والے جوڑے کے درمیان علیحدگی ہوجائے گی یہ علیحدگی ابدی ہوگی۔ لعان کے بعد اگر دونوں پھر یکجا ہونا چاہیں تو ان کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ تو اس علیحدگی کو اور پختہ کرنے کے لئے فرماتے تھے کہ دونوں ایک شہر میں بھی نہ رہیں۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی

ہے کہ: "لعان کرنے والا جوڑا ایک شہر میں بھی نہ رہے"[۱۰]۔

ج۔ نسب کی نفی: اگر لعان بچے کے نسب کی نفی کی بنیاد پر ہوا ہو تو باپ سے اس کا نسب منقطع ہو جائے گا[۱۱]۔ اور پھر اس کی ماں اس کے باپ کی جگہ سنبھال لے گی اور ماں کے عصبہ وراثت اور دیت کے اندر باپ کے عصبہ کے قائم مقام ہو جائیں گے[۱۲]۔

(دیکھئے مادہ ارث نمبر ٦) نیز (مادہ عاقلۃ نمبر ۱)

لعن (لعنت کرنا)

۱۔ تعریف: "اللہ کی تم پر یا فلاں پر لعنت ہو" کے الفاظ کے ذریعے گالی دینا لعن کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کی مکروہیت: حضرت ابن عمرؓ لعنت کرنے کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنے خادم کو لعنت کرنے کا ارادہ کیا اور کہا: "اے اللہ ' لعنت........." لیکن فقرہ مکمل نہیں کیا اور فرمایا: "یہ کلمہ میں اپنی زبان سے نکالنا پسند نہیں کرتا"[۱۳]۔ آپ کے بیٹے سالم نے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے کسی خادم کو کبھی لعنت نہیں کی۔ سوائے ایک خادم کے اور اسے بعد میں آزاد کر دیا"[۱۴]۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جزب کا جز ۷)

لغو (فضول کلام)

لغو اس کلام کو کہتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ لغو قسم اس قسم کو کہتے ہیں جس پر قسم کے نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ (دیکھئے مادہ یمین)

لقاط (جمع کرنا)

۱۔ تعریف: فصل کی کٹائی کے بعد کھیت میں پڑی رہ جانے والی بالیاں جمع کرنا لقاط کہلاتا ہے۔

۲۔ لقاط کا حکم: حضرت ابن عمرؓ لقاط کو مکروہ قرار دیتے تھے لیکن اس میں حد سرقہ واجب نہیں کرتے تھے[۱۵]۔ اس لئے کہ اسے محفوظ مقام سے نہیں اٹھایا جاتا۔ نیز فصل کا مالک ان بالیوں اور خوشوں کو اپنے لئے غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ جاتا ہے اس لئے یہ

صورت اس صورت سے مشابہ ہے جب کوئی شخص ایک چیز کو اپنے لئے بے کار سمجھ کر اسے سڑک پر پھینکدے اور کوئی اور شخص اسے اٹھا کر لے جائے اور اس سے فائدہ حاصل کرلے۔ کسی اور کا اسے لے لینا بے مالک مال کو اٹھالینے کے مترادف ہوگا۔

لقاط کو اٹھانا اس لئے مکروہ ہے کہ اس فعل سے اٹھانے والے کی کمینگی اور گھٹیاپن کا اظہار ہوگا اگر وہ یہ فعل بلا ضرورت کرے۔ البتہ مجبور اور ضرورت مند انسان کے لئے یہ فعل مکروہ نہیں ہوگا اس لئے کہ ضرورت کے تحت ممنوعہ اشیاء کی اباحت ہوجاتی ہے۔

لقطتہ (لقطہ)

۱۔ تعریف: لقطہ اس مال کو کہتے ہیں جسے آپ محفوظ کرلیں اور آپ کو اس کے مالک کا پتہ نہ ہو۔

۲۔ حرم کا لقطہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حل اور حرم کے لقطہ کے درمیان احکام کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے [۱۶]۔ (دیکھئے مادہ حرم نمبر۱ کے جزب کا جز ۱۲)

۳۔ ضائع مال کی انواع: ضائع ہوجانے کے خطرے سے دوچار ہوجانے والا مال یا تو معمولی نوعیت کا مال ہوگا جس کے اندر متوسط طبقے کے لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہوگی یا محترم مال ہوگا یعنی اس نوعیت کا مال جس کے اندر متوسط طبقے کے افراد کو دلچسپی ہوگی پھر یہ مال یا تو اپنی حفاظت خود کرسکتا ہوگا یا خود نہیں کرسکتا ہوگا۔ دوسری صورت میں وہ یا تو ضائع ہوجانے کے مقام پر ہوگا یا محفوظ مقام میں ہوگا۔ ان تمام صورتوں کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ احکام پر ذیل میں ہم بحث کریں گے۔

الف۔ اگر لقطہ معمولی مال ہو جسے متوسط طبقہ کے لوگ بھی خوشی سے دیدیتے ہوں مثلاً کھجور کوڑا وغیرہ۔ تو اسے اٹھانے والے کے لئے اس کی تشہیر کے بغیر فائدہ اٹھالینا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ راستے سے گذر رہے تھے کہ آپ کو ایک پڑی ہوئی کھجور نظر آئی آپ نے اسے اٹھا کر کھالیا [۱۷]۔ آپ نے گلی میں پڑی ہوئی ایک کھجور دیکھی' اٹھا کر اس کا آدھا حصہ کھالیا اور پھر ایک فقیر نظر آگیا تو باقیماندہ آدھا حصہ اسے دے دیا [۱۸]۔

ب۔ اگر لقطہ اپنی حفاظت خود کرسکتا ہو مثلاً بڑے بڑے دیگ یا ایسے جانور جو اپنا دفاع آپ کرسکتے ہوں مثلاً گمشدہ اونٹ، گھوڑے اور گائیں وغیرہ تو حضرت ابن عمرؓ ان کے متعلق سخت رائے رکھتے اور فرماتے: "جس شخص نے کوئی گمشدہ جانور پکڑ لیا وہ خود گمراہ ہوگیا" [19]۔

ج۔ اگر لقطہ خود اپنی حفاظت نہ کرسکتا ہو اور وہ ضائع ہوجانے کی جگہ پڑا ہو تو اس کے پاس سے گذرنے والے شخص کے لئے اسے اٹھالینا لازم ہوگا اس کے بعد اس کی تشہیر کی جائے گی اور مالک آجانے پر اسے اس کے حوالے کردیا جائے گا اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ اگر مذکورہ لقطہ محفوظ مقام میں پڑا ہو تو اسے اسی طرح پڑے رہنے دینا افضل ہوگا حتی کہ اس کا مالک اس کی تلاش میں مذکورہ مقام پر جب آئے تو وہ اسے مل جائے [20]۔ الولید بن سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ مجھے ایک دینار پڑا ہوا نظر آیا۔ جب میں اسے اٹھانے کے لئے بڑھا تو حضرت ابن عمرؓ نے میرا ہاتھ پکڑلیا اور فرمایا: "اس دینار سے تمہارا کیا تعلق، اسے یہیں پڑا رہنے دو" [21]۔ تاہم اگر گذرنے والا ایسے لقطہ کو اٹھالے تو اس کے لئے یہ فعل جائز ہوگا اور اس پر اس کی حفاظت اور اتنی مدت تک تشہیر لازم ہوگی جس کے بعد اسے یقین ہوجائے کہ اگر کسی خبر پہنچانے والے نے مالک تک اس کی خبر پہنچادی ہوتی تو وہ اسے لینے کے لئے آجاتا۔ اگر اس کا مالک آجائے تو مذکورہ شخص اسے یہ لقطہ حوالے کردے گا۔ اگر مذکورہ مدت گذرجانے کے بعد بھی مالک نہ آئے تو اٹھانے والا اگر چاہے تو اسے بادشاہ کے حوالے کردے بشرطیکہ بادشاہ مسلمانوں کا مال اڑانے والا نہ ہو۔ اگر اڑانے والا ہو تو مذکورہ شخص اس کا صدقہ کردے۔ اس سے خود فائدہ اٹھانا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ اگر اس کے بعد مالک آجائے تو مذکورہ شخص مالک کو اختیار دے گا کہ اگر وہ چاہے تو اس کی قیمت وصول کرلے اور اگر چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھتے ہوئے ثواب کمالے۔ اگر وہ قیمت وصول کرنے پر آجائے تو مذکورہ شخص یعنی لقطہ اٹھانے والا اسے اس کی قیمت ادا کرے گا۔ ایک شخص کو چاندی کا سکہ ملا اور وہ اسے لے کر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا آپ نے فرمایا: "اس کی تشہیر کرو" اس نے کہا کہ میں نے اس کی تشہیر کی ہے لیکن

اسے لینے والا کوئی نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا: "مزید تشہیر کرو" اس نے کہا کہ میں نے یہ بھی کیا ہے، کیا میں اسے امیر یعنی حاکم وقت کے حوالے نہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: "وہ تو فوراً اسے لے لے گا" وہ کہنے لگا: "پھر میں اسے صدقہ کردوں؟" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر اس کا مالک آگیا تو تمہیں یہ بھرنا پڑ جائے گا" وہ کہنے لگا کہ پھر میں کیا کروں" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اسے اپنے استعمال میں لانے کا حکم نہیں دے سکتا؟ اگر تم چاہتے تو اسے نہ ہی اٹھاتے" [۲۲]۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اسے حاکم کے حوالے کردو" [۲۳]۔ اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا مذکورہ حاکم مسلمانوں کا مال اڑانے والا نہیں تھا یا اس مفہوم پر کہ مذکورہ شخص اگر اس سے فائدہ اٹھالیتا اور پھر لقطہ کا مالک آجاتا اور قیمت لینا چاہتا تو اس قیمت کی ادائیگی اس شخص کے بس سے باہر ہوتی۔

۴۔ لقطہ سے فائدہ اٹھانا: اگر لقطہ جانور کی شکل میں ہو تو اسے اٹھانے والے کے لئے اس پر سواری کرنا اور اس کا دودھ پینا جائز ہوگا وہ اس کی چونکہ دیکھ بھال کرے گا اور چارہ وغیرہ کھلائے گا اس لئے کہ مذکورہ انتفاع کو اس کے بالمقابل تصور کیا جائے گا۔ زید بن جبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص سے جسے گمشدہ جانور ملا تھا یہ کہتے سنا تھا کہ اس کی دیکھ بھال کرتے رہو اور اس کے مالک کی تلاش میں رہو، اس شخص نے پوچھا کہ اگر میں اس کا دودھ استعمال کرلوں تو کیا مجھ پر کوئی جرمانہ عائد ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "میری رائے میں کوئی جرمانہ نہیں ہوگا۔" [۲۴]

لمس (لمس کرنا) دیکھئے مادہ مباشرۃ

لہو (بے فائدہ کام۔ لہو ولعب)

۱۔ تعریف: بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع کرنے کو لہو کہتے ہیں۔

۲۔ لہو کا حکم: اگر لہو منفعت سے خالی ہو تو وہ حرام ہے۔ اگر اس میں منفعت ہو تو حلال ہے مثلاً گھوڑے کو سدھانا، بیوی کے ساتھ پیار کی باتیں اور ہنسی مذاق کرنا اور ایسے کھیلوں میں حصہ لینا جس کے نتیجے میں جسمانی قوت میں اضافہ ہو اور ذہن میں بالیدگی

پیدا ہو۔

۳۔ بعض حرام کھیلوں کا ذکر

الف۔ نردبازی

ا۔ نرد ایک کھلونا ہے جو پتھر کے چند ٹکڑوں' دو تاشوں اور ایک صندوق پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں دونوں تاش ڈال دیئے جاتے ہیں اور ان کے حساب سے صندوق میں پتھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل یہ لعبۃ الطاولۃ (تھیلی کے کھلونے) کے نام سے معروف ہے (مصباح اللغات عربی۔ اردو میں نرد کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ یہ ایک کھیل ہے جسے اردشیر بابک شہنشاہ ایران نے ایجاد کیا تھا۔ فیروز اللغات اردو میں اسے چوسر کی گوٹ' شطرنج کا مہرہ کہا گیا ہے۔ مترجم)

۲۔ نرد کا کھیل حرام کھیلوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ اس کی بنیاد قسمت پر ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں غوروفکر سے کام نہیں لیا جاتا۔ اور ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس کھیل میں ایک طرف اعصاب بے حد تھک جاتے ہیں اور دوسری طرف نااتفاقی کی بنیاد پڑجاتی ہے۔ اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "نرد جوا ہے" [۲۵]۔ آپ اگر اپنے خاندان کے کسی فرد کو نرد کھیلتے ہوتے دیکھ لیتے تو اس کی پٹائی کرتے اور کھلونا توڑ دیتے اور اسے آگ میں جلا ڈالنے کا حکم دیتے [۲۶]۔

ب۔ شطرنج: اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ فرماتے کہ یہ نرد سے بھی زیادہ برا کھیل ہے (دیکھئے مادہ شطرنج) حضرت ابن عمرؓ شاید شطرنج کی اندر اس فکری تھکاوٹ کو نہیں دیکھا تھا جو شطرنج باز کی طرف سے ضائع کئے جانے والے وقت کے متناسب ہوتی ہے۔

ج۔ چہار دہ: آج کل یہ کھیل "ادریس" کے نام سے معروف ہے' اسے "قرق" بھی کہتے ہیں ۔ قدیم سے اسے "چودہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے کیونکہ اس میں چودہ لکیریں ہوتی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس کھیل میں مشغول دیکھنا پسند نہ کرتے [۲۷]۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے خاندان کے بعض افراد کو اس میں مشغول دیکھا تو کھیل کا سامان اٹھاکر ان پر دے مارا اور سارا سامان ٹوٹ پھوٹ گیا [۲۸]۔

د۔ کجہ: اس کھیل کے لئے زمین پر گڑھا کھود کر گڑھے پر لکڑی رکھ دیتے ہیں اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کو لپیٹ کر اسے گیند کی شکل دے دیتے ہیں اور پھر اس لکڑی کو اس گیند سے مارتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اس کھیل کو اس لئے ناجائز قرار دیتے تھے کہ بہت سے بچے اس کے ذریعے جوا کھیلتے' آپ کا گذر کجہ کھیلنے والے لڑکوں کے پاس سے ہوا۔ یہ لڑکے گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں رکھ کر یہ کھیل کھیل رہے تھے۔ آپ نے یہ گڑھے بند کردیئے اور لڑکوں کو اس کھیل سے روک دیا۔ پھر یہ گڑھے دوبارہ نہیں کھولے گئے[۲۹]۔

ھ۔ موسیقی سننا: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک موسیقی سننا بھی حرام لہو ولعب میں داخل تھا (دیکھئے مادہ سماع نمبر۲ کا جز ب)

لواطتہ (ہم جنسیت) دیکھئے مادہ وطوء نمبر۲ کا جز الف)

لیلتہ القدر (شب قدر)

ا۔ تعریف: یہ وہ رات جس میں مخلوقات کی مقادیر(پیش آنے والی باتیں) آسمان دنیا میں اتار دی جاتی ہیں۔ راہ خدا کے سالک کو اس رات کے اندر ایک خاص سرور حاصل ہوتا ہے اور یقین و ایمان کی ٹھنڈک اسے محسوس ہوتی ہے۔

۲۔ شب قدر کا وقت: شب قدر پورے سال کے اندر ایک رات ہوتی ہے اور اس کے وقت میں تغیر نہیں ہوتا۔ یہ رات رمضان میں آتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے شب قدر کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا یہ رمضان میں آتی ہے' آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا کہ :"کیا تم نے ارشاد باری نہیں سنا (انا انزلنه فی لیله-القدر ہم نے یہ قرآن شب قدر میں نازل کیا) نیز سورہ بقرہ آیت نمبر۱۸۵ میں یہ قول باری نہیں سنا (شهر رمضان الذی انزل فیه القران رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا)"[۳۰]۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ شب قدر ہر رمضان میں آتی ہے اور حضور ﷺ سے مروی ہے کہ یہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی کوئی رات ہے یہ بھی مروی ہے کہ یہ رمضان کی آخری سات راتوں میں سے ایک رات ہے یہ

بھی روایت ہے کہ یہ رمضان کی پچیسویں' ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں سے کوئی رات ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے [۳۱]۔

شب قدر عشاء کے وقت کے دخول سے شروع ہو کر طلوع فجر تک رہتی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے عشاء کی نماز پڑھی اسے شب قدر مل گئی [۳۲]۔

شب قدر میں دعا کی قبولیت (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جز د)

حرف اللام میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ کشف الغمہ ص ۱۱۴ ج ۲
۲۔ عبدالرزاق ص ۸۴ ج ۱۱' طبقات ابن سعد ص ۴۷۴ ج ۴' سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۲ ج ۳
۳۔ البخاری فی اللباس' مسلم فی اللباس باب تحریم جر الثوب خیلاء
۴۔ حلیتہ الاولیاء ص ۳۰۲ ج ۱' سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
۵۔ المجموع ص ۳۴۹ ج ۱' شرح السنہ ص ۱۰۸ ج ۱۲' آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۴۰' سیر اعلام النبلا ص ۲۲۱ ج ۳
۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۳۹
۷۔ المجموع ص ۳۵۰ ج ۱
۸۔ احکام القرآن ص ۳۳۹ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۳ ب' ج ۱' المحلی ص ۳۴ ج ۲' نیل الاوطار ص ۱۶۶ ج ۱' المغنی ص ۱۰۵ ج ۱
۹۔ عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱
۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۷ ب ج ۱
۱۱۔ احکام القرآن ص ۳۰۴ ج ۳' سنن دارمی ص ۳۶۳ ج ۲
۱۲۔ المغنی ص ۲۶۰ ج ۶' ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۲
۱۳۔ عبدالرزاق ص ۴۱۳ ج ۱۰
۱۴۔ حوالہ درج بالا
۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۶ ج ۱
۱۶۔ المغنی ص ۶۴۲ ج ۵
۱۷۔ سنن بیہقی ص ۱۹۵ ج ۶' المحلی ص ۲۶۶ ج ۸' المغنی ص ۶۳۴ ج ۵
۱۸۔ عبدالرزاق ص ۱۴۳ ج ۱۰
۱۹۔ الاشراف لابن المنذر ص ۷۹ ج ۲
۲۰۔ المغنی ص ۶۳۱ ج ۵' شرح منتھی الارادات ص ۴۷۴ ج ۲
۲۱۔ المحلی ص ۲۶۰ ج ۸
۲۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۱۰' سنن بیہقی ص ۱۸۸ ج ۶' الموطا ص ۷۵۸ ج ۲' المحلی ص ۲۶۶ ج ۸
۲۳۔ سنن بیہقی ص ۱۸۹ ج ۶
۲۴۔ المحلی ص ۲۷۲' ۲۷۳ ج ۸
۲۵۔ سنن بیہقی ص ۲۱۵ ج ۱۰
۲۶۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱' الموطا ص ۹۵۸ ج ۲' سنن بیہقی ص ۲۱۶ ج ۱۰' المحلی ص ۲۴۰ ج ۹
۲۷۔ عبدالرزاق ص ۴۶۶ ج ۱۰
۲۸۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱' سنن بیہقی

ص ۲۱۷ ج ۱۰، طبقات ابن سعد ص ۱۶۴ ج ۴

۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ ج ۱۰

۳۰۔ الدر المنثور ص ۲۷۳ ج ۶

۳۱۔ الدر المنثور ص ۲۷۳، ۲۷۷ ج ۶

۳۲۔ الدر المنثور ص ۲۷۷ ج ۶

حرف المیم

ماء (پانی)

۱۔ تعریف: پانی اس سیال مادے کا نام ہے جس کا نہ کوئی مزہ ہے نہ رنگ اور نہ ہی بو۔ اس کی ترکیب کا کلیہ H_2O ہے۔

۲۔ پاک ہونے کے اعتبار سے پانی کی انواع: اس اعتبار سے پانی کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ پاک پانی

۱۔ پاک پانی وہ ہے جس میں کوئی نجاست حل نہ ہوئی ہو۔

۲۔ کثیر پانی: اگر کثیر پانی میں نجاست حل ہوگئی ہو تو جب تک اس نجاست کا اثر مذکورہ پانی میں ظاہر نہ ہوگیا ہو اس وقت تک یہ پانی پاک ہوگا۔ البتہ اثر ظاہر ہوجانے پر یہ پانی ناپاک ہوجائے گا پانی کی مقدار اگر دو قلہ کو پہنچ جائے تو اسے کثیر پانی تصور کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب پانی دو قلہ کو پہنچ جائے تو وہ کسی نجاست کا حامل نہیں ہوگا"[1]۔ نیز فرمایا: "اگر پانی دو قلہ ہو تو وہ نجس نہیں ہوگا"[2]۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: "جب پانی دو قلہ ہوجائے تو وہ کسی نجاست کا حامل نہیں ہوگا"[3]۔ (قلہ مٹکے کو کہتے ہیں)

۳۔ جاری پانی کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا ہمارے علم کے مطابق کوئی قول منقول نہیں ہے تاہم اسے کثیر پانی کے ساتھ ملحق کردینے پر سب کا اتفاق ہے۔

ب۔ ناپاک پانی:

۱۔ یہ وہ پانی ہے جو قلیل مقدار میں ہو اور اس میں نجاست حل ہوچکی ہے مثلاً حماموں کے اندر بہایا جانے والا پانی کیونکہ اس پانی میں لوگوں کا پیشاب مل جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ ناپاک ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حمام کا پانی لگنے سے غسل کرلیا کرتے تھے[4]۔

۲۔ ایسا پانی جس کا کچھ حصہ حرام جانور مثلاً کتے یا گدھے وغیرہ نے پی لیا ہو، جس پانی کا کچھ حصہ بلی نے پی لیا ہو اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں

اختلاف ہے ایک روایت کے مطابق یہ پاک ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲)

۳۔ پاک کرنے کے اعتبار سے پانی کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ ایسا پانی جو چیز کو پاک کردے پاک کرنے کا یہ عمل یا تو نجاست حقیقی سے پاک کرنا ہوگا یا نجاست حکمی سے

۱۔ نجاست حقیقی کو پاک کرنے والا پانی: نجاست حقیقی مثلاً پیشاب' خون اور پاخانہ وغیرہ کو پاک کرنے والے پانی میں یہ شرط ہے کہ وہ خود پاک ہو' اس کے سوا کوئی اور شرط نہیں ہے۔

۲۔ نجاست حکمی کو پاک کرنے والا پانی: نجاست حکمی مثلاً حدث اصغر اور حدث اکبر کو پاک کرنے والے پانی کے لئے درج ذیل شرائط ہیں۔

الف۔ وہ اسی طرح فی نفسہ پاک ہو جس کا ذکر (مادہ ماء نمبر ۲) میں ہو چکا ہے۔

ب۔ وہ ایسا پانی نہ ہو جسے کسی حیض یا نفاس والی عورت نے ہاتھ لگایا ہو اور نہ ہی اس سے پیا ہو (جیسا کہ مادہ جنابۃ نمبر ۲ کے جز ب) میں مذکور ہے۔

ج۔ سمندر کا پانی نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سمندر کا پانی پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے[5]۔

آپ فرماتے:" سمندر کے پانی سے وضوء کرنے کی بہ نسبت تیمم کرلینا مجھے زیادہ پسند ہے"[6]۔ (دیکھئے مادہ بحر نمبر ۳)

د۔ عورت کے استعمال شدہ پانی کے بچے ہوئے حصے سے وضو جائز ہے[6-ب]۔ آپ سے جب عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا :"یہ عورتیں انگلیوں کے پوروں کے اعتبار سے زیادہ لطیف اور خوشبو کے اعتبار سے زیادہ طیب ہوتی ہیں"[7]۔ آپ فرماتے:"ہم مرد اور عورتیں ایک ساتھ وضو کیا کرتے تھے"[8]۔

ھ۔ رفع حدث کے لئے استعمال شدہ پانی سے وضوء جائز ہے مثلاً وضو یا غسل کا جمع شدہ پانی کیونکہ استعمال شدہ پانی حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک طاہر اور مطہر ہوتا تھا' آپ فرماتے :"جو شخص سر کا مسح بھول جائے اور اپنی داڑھی میں پانی کی تری پائے تو اس

تری سے سر کا مسح کرلینا اس کے لیے کافی ہو گا"[۹]۔

و۔ ابالے ہوئے پانی سے وضوء کرلینا بلا کراہت جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ گرم پانی سے وضو کرلیا کرتے تھے[۱۰]۔

ب۔ ایسا پانی جو دوسری چیز کو پاک نہ کرے: یہ وہ پانی ہے جس کا ذکر ہم نے (مادہ ماء نمبر ۳ کے جز الف) میں یعنی سابقہ فقرے میں کردیا ہے۔

۴۔ غسل وغیرہ میں پانی کا اسراف نہ کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴)

ماموم (مقتدی)

ماموم وہ شخص ہے جو کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھے۔ ماموم کے احکام (مادہ صلاۃ نمبر ۱۲ کے جزج) میں گذر چکے ہیں۔

مباشرۃ (مباشرت)

۱۔ تعریف: کسی واسطے کے بغیر دوسری چیز کے ساتھ اتصال مباشرت ہے۔ عورت اور مرد کی مباشرت یہ ہے کہ مرد کی جلد عورت کی جلد کے ساتھ متصل ہو جائے

۲۔ مباشرت کی قسمیں: مباشرت کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ مرد کی اپنے عضو کے ساتھ مباشرت: اس میں بالا جماع کوئی گناہ نہیں ہے تاہم اگر مرد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ سے چھوئے اور وہ باوضو ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز واؤ)

ب۔ غیر کے ساتھ مرد کی مباشرت: یہ غیر یا تو اس کی بیوی ہوگی یا کوئی اور ہوگی

۱۔ اگر بیوی ہو تو مباشرت خواہ جس طرح کی ہو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اس حکم سے صرف دبر میں وطی مستثنیٰ ہے۔ دبر میں وطی حلال نہیں ہے (دیکھئے مادہ وطوء نمبر ۲ کا جز واؤ) تاہم بیوی کے کسی عضو کے ساتھ مباشرت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ز)

۲۔ اگر بیوی نہ ہو تو اس صورت میں یا تو وہ مباشرت کرنے والے کی کوئی محرم عورت ہوگی یا غیر محرم عورت۔ دونوں صورتوں میں مباشرت یا تو شہوت کے تحت ہوگی یا

شہوت کے بغیر اگر شہوت کے تحت مباشرت ہوگی تو محرم عورت کے ساتھ اس مباشرت سے گناہ لازم ائے گا اور اگر غیر محرم عورت ہوگی تو گناہ کے ساتھ حرمت مصاہرت بھی ثابت ہوجائے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ز) نیز (مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۳)

محرم کے لئے حالت احرام میں شہوت کے تحت عورت کے ساتھ مباشرت ممنوع ہے خواہ یہ عورت اس کی بیوی یا لونڈی کیوں نہ ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز م)

بوڑھے روزہ دار کے لئے اپنی بیوی یا لونڈی کے ساتھ شہوت کے تحت مباشرت مباح ہے لیکن جوان روزہ دار کے لئے اس کی اباحت نہیں ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز واؤ)

حائضہ عورت کے جسم کے اس حصے کے ساتھ جو اس کے ازار کے تحت ہے شہوت کے ساتھ مباشرت ممنوع ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز واؤ)

اگر مباشرت شہوت کے بغیر ہو اور اجنبی یعنی غیر محرم عورت کے ساتھ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ز) اور اس صورت میں گناہ بھی لازم آئے گا جب یہ مباشرت اس عضو کے ساتھ ہو جس پر نظر ڈالنا حلال نہیں ہے خواہ یہ مرد کا عضو ہو یا عورت کا اور خواہ عورت محرم ہو یا اجنبیہ (دیکھئے مادہ عورۃ نمبر ۲ کا جز د)

متعتہ (متعہ)

۱۔ متعہ نکاح

الف۔ تعریف: متعہ نکاح یہ ہے کہ مرد کسی عورت کے ساتھ استمتاع (لطف اندوز ہونے) کے لفظ کے ساتھ ایک معین مدت کے لئے نکاح کرلے اور مدت ختم ہوجانے پر نکاح بھی ختم ہوجائے۔

ب۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ اس قسم کے نکاح کی تحریم کے قائل تھے"۔ آپ سے کہا گا کہ ابن عباسؓ نکاح متعہ کی رخصت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں نہیں سمجھتا

کہ ابن عباس ایسا کہتے ہوں گے" لوگوں نے کہا کہ بخدا وہ اسی طرح کہتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم، ابن عباسؓ حضرت عمرؓ کے عہد میں اس طرح کی بات نہیں کہتے تھے"[۱۲]۔ حضرت ابن عمرؓ نکاح متعہ کو شہوت رانی کی ایک قسم قرار دیتے تھے، آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ہم تو اسے شہوت رانی ہی سمجھتے ہیں"[۱۳]۔ ایک شخص نے آپ سے نکاح متعہ کے بارے میں پوچھا تو آپ غضبناک ہوگئے اور فرمایا: "حضور ﷺ کے زمانے میں ہم لوگ زناکار اور شہوت رانی کرنے والے نہیں تھے"[۱۴]۔

۲۔ متعہ طلاق: مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت اسے تحفے کے طور پر جو کچھ دیتا ہے اسے متعہ طلاق کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل (مادہ طلاق نمبر۱۶) میں گذر چکی ہے۔

محلل (حلالہ کرنے والا) دیکھئے مادہ تحلیل

مدارارۃ (نرمی برتنا)

کسی آنے والے شر کو دفع کرنے کے لئے نرم رویہ اختیار کرنا مدارات کے نام سے موسوم ہے گھریلو معاملات میں بیویوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا (دیکھئے مادہ زینہ" نمبر۲ کے جزب کا جز ۴)

مدبر (مدبر غلام)

مدبر اس مملوک کو کہتے ہیں جس کی آزادی کو آقا کی موت کے ساتھ معلق کر دیا گیا ہو (دیکھئے مادہ رق نمبر۶)

مدح (مدح سرائی)

۱۔ تعریف: اچھے اوصاف کے ساتھ کسی کو موصوف کرنا مدح ہے

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ انسان کے منہ پر اس کی مدح سرائی کو مکروہ قرار دیتے تھے، اگر مدح میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جائے تو اس کی کراہت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ ایسی صورت میں جھوٹ کا عنصر بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے نیز کمزور طبیعت والے شخص کو اس سے نقصان ہوتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اس کے اندر غرور کا

مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا: "اے بہترین انسان اور بہترین انسان کے بیٹے!" آپ نے جواب میں فرمایا: "میں بہترین انسان نہیں ہوں۔ میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں' اللہ سے ڈرتا بھی ہوں اور اس کی ذات سے امید بھی رکھتا ہوں' خدا کی قسم' تم لوگ ایک شخص کی اسی طرح چاپلوسی کرتے رہو گے حتی کہ اسے ہلاکت کے گھاٹ اتار دو گے"[۱۵]۔

المدینہ" المنورۃ (مدینہ منورہ)

مدینہ منورہ وہ مبارک شہر ہے جس کے اندر حضور ﷺ کی مسجد یعنی مسجد نبوی واقع ہے۔

مدینہ منورہ کے حدود اور اس کے حرم کے احکام (دیکھئے مادہ حرم نمبر۲)

مذی (مذی)

۱۔ تعریف: جنسی جوش کے وقت سامنے کی شرمگاہ سے خارج ہونے والے سیال اور لیس دار مادے کو مذی کہتے ہیں۔

۲۔ مذی کے خروج پر مرتب ہونے والے احکام

الف۔ اس مقام کو دھو ڈالنا: مذی نجس ہے اور بدن کے جس حصے یا کپڑے کو لگ جائے اسے دھونا واجب ہے۔ اس بارے میں نص کا ذکر آگے آئے گا۔

ب۔ وضو کا ٹوٹ جانا: مذی کے خروج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی کہتے ہیں کہ میں نے مذی کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا: "جب تم مذی دیکھو تو اپنا عضو تناسل دھو ڈالو اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر لو"[۱۶]۔ اگر کوئی شخص نماز کے اندر مذی دیکھ لے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے اور پھر واپس آکر اپنی باقیماندہ نماز پوری کر لے[۱۷]۔

مرابحہ (نفع کمانا)

بیع مرابحہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جزب)

مراۃ (عورت)

احرام کے اندر عورت کا لباس (دیکھئے مادہ احرام نمبر ٦ کا جز الف)

احرام والی عورت کے لئے سلے ہوئے کپڑے اور موزے پہننے کی اباحت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ٦ کے جز الف کا جز ١ اور ٢)

احرام کے اندر عورت کا سر ڈھانپنا چہرہ نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ٦ کے جز ب کا جز ١)

نصف شب کے بعد عورت کا مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہونا (دیکھئے مادہ حج)

احرام والی عورت کے لئے دستانے پہننے کی کراہت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ٦ کے جز ب کا جز ٣)

عورت بلند آواز سے تلبیہ نہیں کہے گی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ٥ کا جز د)

عورت کی اذان (دیکھئے مادہ اذان نمبر ٣ کا جز ب)

عورت کا استحاضہ (دیکھئے مادہ استحاضہ)

نماز کے لئے عورت کا اقامت کہنا (دیکھئے مادہ اقامتہ نمبر ٢)

عورت کا دیا ہوا امان (دیکھئے مادہ امان نمبر ٢)

عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ٢ کا جز ب) (نیز مادہ ماء نمبر ٣ کے جز الف کا جز ٢)

عورت کے خلاف کیا گیا فوجداری جرم (جنایت)۔ دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ٤ کا جز ب

محرم مرد یا محفوظ رفقاء کے ساتھ عورت کا سفر حج (دیکھئے مادہ حج نمبر ٩ کا جز ج)

حالت احرام میں بال چھوٹے کرانے تک عورت بالوں میں کنگھی نہ کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر ٢٥ کا جز الف)

طواف اور سعی کے اندر عورت رمل نہیں کرے گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ١٥ کا جز ز نیز نمبر ١٨ کا جز د)

حائضہ عورت طواف اور سعی سے باز رہے گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ١٧ کا جز د)

عورت صفا اور مروہ پر نہیں چڑھے گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ج)
نصف شب کے بعد عورت کی مزدلفہ سے منیٰ روانگی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۱ کے جز د کا جز ۲)
بال چھوٹے کرانے کے ذریعہ عورت کا احرام کھلتا ہے سرمنڈانے کے ذریعے نہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۵ کا جز د)
حیض کی وجہ سے عورت طواف وداع ترک کردے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۳)
عورت کے لئے ریشم نہ پہننا مستحب ہے (دیکھئے مادہ حریر نمبر ۲ کا جز ھ)
جس عورت کا شوہر گھر میں موجود نہ ہو اس کے پاس اندر نہ جانا (دیکھئے مادہ خلوۃ نمبر ۳)
عورت کا سفر (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز الف)
عورت کی گواہی (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴)
عورت کا چار زانو بیٹھ کی نفل پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ب کا جز ۳)
عورت کا جماعت کی نماز میں شامل ہونا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز الف کا جز ۳)
نماز میں عورت کی امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ب کا جز ۳)
عورت پر جمعہ واجب نہیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کے جز الف کا جز ۱)
عید کی نماز کے لئے عورت کا نکلنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۳ کا جز الف) عورت کو طلاق دینا (دیکھئے مادہ طلاق)
عورت کو طلاق کی تملیک (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز واؤ)
عورت کی عدت (دیکھئے مادہ عدۃ)
غسل کے اندر عورت اپنی گوندھے ہوئے بال نہ کھولے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز ب)
اگر عورت کی وفات مردوں کے درمیان ہوجائے تو اسے غسل دینے کا طریقہ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز) نیز (مادہ موت نمبر ۴)
عوت کے ساتھ مباشرت (دیکھئے مادہ مباشرۃ)

عورت کے ساتھ نکاح متعہ کرنا (دیکھئے مادہ متعہ نمبر۱)
طلاق کے وقت عورت کو متعہ دینا (دیکھئے مادہ متعہ نمبر۲)
بیویوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا (دیکھئے مادہ مداراۃ)
جنازے کے ساتھ عورت کا نہ جانا (دیکھئے مادہ موت نمبر۸)
عورت کے ساتھ نکاح کرنا (دیکھئے مادہ نکاح)
عورت کا خود عقد نکاح نہ کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴ کا جز ز)
وضوء کے اندر دوپٹے پر مسح کا عدم جواز (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۴ کے جز ھ کا جز ۴)
عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۸ کا جز ز)

مرض (بیماری)

۱۔ تعریف: مرض اس بیماری کو کہتے ہیں جو انسان کو صحت کی حد اعتدال سے خارج کردے۔

۲۔ مریض کی خدمت اور اس کی دیکھ بھال: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مریض کی خدمت اگر ایک انسان پر متعین ہوجائے تو اس پر یہ خدمت واجب ہوجاتی ہے نیز یہ کہ جس نماز کا بدل موجود ہو اسے مریض کی خدمت کی خاطر ترک کیا جاسکتا ہے آپ نے ایک ضرورت مند مریض کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے جمعہ کی نماز ترک کردی تھی (دیکھئے مادہ تمریض)

۳۔ مریض کو علیحدہ رکھنا: حضرت ابن عمرؓ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ بیماری اور شفا سب من جانب اللہ ہے نیز یہ کہ مریض سے مرض کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا مستحسن ہے۔ آپ حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس ٹھہرتے آپ کے ساتھ جذامی لوگ کھاتے پیتے تھے۔ حضرت خالدؓ یا ان کے خاندان کے بعض افراد آپ کے ساتھ نہ کھاتے آپ نے فرمایا: "خالد' کیا تم ان لوگوں سے گھن کرتے ہو؟" ان میں سے بعض لوگ تو شاید قیامت کے دن فرشتے ہوں گے"[۱۸]۔

۴۔ مریض کی نماز: مریض مسافر سواری پر فرض نماز ادا نہیں کرے گا بلکہ زمین پر اتر

کر فرض نماز پڑھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز ب کا جز ۱) اگر اس کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوگی تو وہ قیام کے ساتھ فرض نماز ادا کرے گا اگر طاقت نہیں ہوگی تو بیٹھ کر جس طرح قدرت رکھے نماز پڑھے گا (دیکھئے مادہ نمبر۹ کے جز ب جز ۳) وہ اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے گا اس کے چہرے کے سامنے سجدہ کرنے کے لئے کوئی چیز بلند نہیں کی جائے گی (دیکھئے مادہ سجود نمبر۲ کا جز ھ) جب وہ قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ کرے گا تو چار زانو ہو کر بیٹھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز ط کا جز ۲)

۵۔ بیماری کی بنا پر حج سے احصار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ احصار کا تحقق صرف بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے (دیکھئے مادہ احصار نمبر۳ کا جز ب)

۶۔ مرض الموت میں غلام آزاد کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر۸ کا جز ج)
مریض کا اقرار (دیکھئے مادہ اقرار نمبر۳)
مرض الموت میں مریض کی دی ہوئی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۳ کا جز ج)

مروۃ (کوہ مروہ)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷)

عورت مروہ پر نہیں چڑھے گی (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جز ج)

مروہ پر دعا مانگنا (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جز ج)

مزابنۃ (بیع مزابنہ)

اس کی تعریف اور اس کا حکم (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جز ھ)

مزارعۃ (مزارعت)

۱۔ تعریف: مزارعت یہ ہے کہ زمین کا مالک کسی کو اپنی زمین کاشت کے لئے دیدے اور کاشتکار اپنے بیجوں کے ذریعے کاشتکاری کرے اور جو پیداوار ہو وہ دونوں کے درمیان طے شدہ نسبت سے تقسیم ہو جائے

۲۔ مزارعت کی مشروعیت: درست بات تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مزارعت کی

اباحت کے قائل تھے۔ آپ سے مزارعت کی جو ممانعت منقول ہے اس کا تعلق فاسد مزارعت سے ہے البتہ آپ خود مزارعت کے عقدے سے اس بنا پر پہلو بچاتے تھے کہ شاید حضور ﷺ نے آخر پر اس کی ممانعت کردی ہے جس طرح حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت میں یہ بات موجود ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۱)

۳۔ مزارعت کی شرائط: مزارعت درست ہونے کی درج ذیل شرطیں ہیں۔

الف۔ زمین کا مالک اپنے لئے زمین کی کل پیداوار میں سے ایک نسبت کے تحت حصے کی شرط مقرر کرے۔ اگر وہ چند متعین کیل (ایک پیمانے کا نام) کی یا زمین کے ایک مخصوص قطعے کی پیداوار کی یا متعین درخت کے پھلوں کی شرط لگائے گا تو یہ مزارعت فاسد ہوجائے گی کیونکہ اس میں غرر یعنی نقصان اور فریب کا پہلو ہوگا[۱۹]۔

ب۔ بیج ایک فریق دے اور زمین دوسرا فریق دے[۲۰]۔ (مادہ اجارہ نمبر ۲ کے جز الف کے جز ۱) میں اس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے۔

مزدلفہ (مزدلفہ)

۱۔ تعریف: عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک مقام کو مزدلفہ کہتے ہیں جہاں عرفات سے نکلنے کے بعد حاجی رات گزارتے ہیں۔

۲۔ مزدلفہ کے احکام: مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں یکجا ادا کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز الف)

مزدلفہ میں حاجیوں کا رات کے وقت قیام (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز ب)

جمرات کی رمی کے لئے کنکریاں مزدلفہ سے لے جانا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کا جز ج)

مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے کا وقت (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کے جز د کا جز ھ)

مس (ہاتھ سے چھونا) دیکھئے مادہ مباشرۃ

مسبوق (مسبوق)

۱۔ تعریف: مسبوق وہ نمازی ہے جس کی نماز کا کچھ حصہ امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ گیا ہو۔

۲۔ مسبوق کے احکام: اگر مسبوق امام کو رکوع میں پالے تو اسے وہ رکعت مل جائے گی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۹ کے جز ھ کا جز ۳)

رکعت فوت ہوجانے کے خوف کے پیش نظر مسبوق صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کرسکتا ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کے جز ج کا جز ۴)

مسبوق کا احکام (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کے جز ج کا جز ۷)

نماز جنازہ کا مسبوق (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴۰ کا جز واؤ)

نماز جمعہ کا مسبوق (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۲ کا جز ح)

مسجد (مسجد)

۱۔ تعریف: مسجد وہ گھر یا جگہ ہے جسے نماز کے لئے مخصوص کردیا گیا ہو۔

۲۔ گھر کے اندر نماز کے لئے کوئی جگہ مخصوص کردینا: شاید حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ مسجد صرف وہ عام مساجد ہیں جنہیں نماز پڑھنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ اپنے گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مسجد کے طور پر مخصوص کردینے کی بات حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے اپنے گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مخصوص نہیں کی تھی بلکہ گھر کے اندر جس جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا آپ وہاں نماز پڑھ لیتے[۲۱]۔

۳۔ تعمیر مسجد: حضرت ابن عمرؓ مسجد کی تعمیر میں سادگی کو فضیلت دیتے تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مسجد کے قبلہ میں ایسے نقش و نگار بنائے جائیں اور ایسے کلمات تحریر کئے جائیں جو نمازی کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر کے اس کے خشوع و خضوع میں خلل پیدا کردیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز الف کے جز ۲)

۴۔ مسجد کے اندر نماز کی ادائیگی: اصول تو یہ ہے کہ اگر کوئی مشروع عذر نہ ہو تو تمام فرض نمازیں مسجد میں ادا کی جائیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۲۱ کا جز الف)

مسجد کے اندر نماز جنازہ کی ادائیگی جائز ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴۰ کا جز ب)

۵۔ مردوں کے لئے اعتکاف صرف باجماعت نمازوں والی مسجد میں درست ہوتا ہے

(دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۲ کا جز الف)

۶۔ مسجد کی زیارت کے لئے سفر (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز واؤ)

۷۔ جمعہ کی نماز میں اگر مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو جائے تو عورتوں کو وہاں سے نکال دیا جائے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کا جز الف)

۸۔ مسجد کو صاف ستھرا رکھنا: مسجد عبادت کی جگہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اجلال و احترام ہو۔ مسجد کی جلالت کو برقرار رکھنے کی ایک صورت یہ ہے اسے صاف ستھرا رکھا جائے۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: "جو شخص مسجد میں کھنکار کر اپنے بلغم ڈالے گا قیامت کے دن اسے اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرے پر یہ بلغم موجود ہوگا" [۲۲]۔ اگر مسجد کا فرش پانی کو اپنے اندر چوس لینے کے قابل ہو مثلاً ریت وغیرہ کا فرش ہو تو اس صورت میں مسجد کے اندر وضو کرنا اس کی صفائی کے منافی نہیں ہوگا بشرطیکہ اس عمل سے مسجد میں آنے والے کسی شخص کو کوئی تکلیف نہ پہنچے بنابریں حضرت ابن عمرؓ مسجد میں وضو کر لیتے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے [۲۳]۔ آپ سے منقول ہے کہ آپ مسجد سے باہر پیشاب سے فارغ ہو کر مسجد میں آئے اور وہیں وضو کر لیا [۲۴]۔

۹۔ مسجد میں سونا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ انسان کے لئے مسجد میں سو جانا مباح ہے۔ آپ جب کنوارے تھے تو اکثر مسجد نبوی میں سو جایا کرتے تھے [۲۵]۔

۱۰۔ مسجد سے گذرنا: حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص مسجد سے گذر کر جہاں جانا چاہتا ہے چلا جائے [۲۶]۔

۱۱۔ حائضہ اور جنبی مسجد کے اندر ٹھہر نہیں سکتے البتہ مسجد سے گذرنے کی انہیں رخصت ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز ب)

تحیۃ المسجد کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۸)

مسح (مسح کرنا)

۱۔ تعریف: پانی سے تر ہاتھ کو عضو پر پھیرنا مسح کہلاتا ہے۔ مسح کے اندر پانی بہانے کا

عمل نہیں ہوتا۔

۲۔ اعضائے وضو میں سے کس عضو کا مسح ہوتا ہے؟ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کے جزھ کا جز واؤ)

وضوء کے اندر موزوں پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ خف)

وضو کے اندر جرابوں پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ جورب)

وضو کے اندر پگڑی پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ عمامتہ) وضو کے اندر جبیرہ (ٹوٹی ہوئی ہڈی پر لگے ہوئے پلستر یا بندھی ہوئی لکڑی) پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ جبیرہ)

وضو کے اندر دوپٹے پر مسح کرنا: (دیکھئے مادہ خمار)

مسح کرنے یعنی پونچھ لینے کی بنا پر کون سی نجاست پاک ہوجاتی ہے؟ (دیکھئے مادہ نجاستہ نمبر ۴ کے جزج کا جز ۱)

مسکر (نشہ آور)

ہر وہ چیز جو عقل کو ختم کردے اور تمیز کو دور کردے اسے مسکر کہتے ہیں (دیکھئے مادہ اشربتہ)

مصافحتہ (مصافحہ کرنا)

مصافحہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے کف دست کا زیریں حصہ دوسرے شخص کے کف دست کے زیریں حصے پر رکھ کر انگلیوں سے دبائے

عورت کا مصافحہ (دیکھئے مادہ مباشرۃ)

مصانعتہ (نرمی کرنا۔ رشوت دینا)

۱۔ تعریف: ظالم سے اپنا حق حاصل کرنے یا اس کا ضرر دور کرنے کی خاطر اسے مال دے دینا مصانعہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مصانعہ جائز تھا۔ آپ کے پاس ایک شاعر آیا آپؓ نے اسے دو درہم دیئے' لوگوں نے جب اس پر نکتہ چینی کی تو آپ نے فرمایا: "میں نے یہ دو درہم اپنی عزت و آبرو کے فدیے کے طور پر دیئے ہیں"[۲۷]۔

مصاھرۃ (سسرالی رشتہ داری)

شادی بیاہ کی بنا پر قائم ہونے والی قرابت داری کو مصاہرت کہتے ہیں۔

مصاہرت کی بنا پر جن خواتین سے نکاح حرام ہوجاتا ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۳، نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۷)

مصحف (قرآن مجید)

مصحف وہ کتاب ہے جو حضورﷺ پر نازل شدہ اللہ کے کلام کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہو۔ اللہ کا یہ کلام ہم تک تواتر کے ساتھ منقول ہوکر پہنچا ہے (دیکھئے مادہ قرآن)

مضاربۃ (مضاربہ)

مضاربہ اس شراکت کو کہتے ہیں جس میں سرمایہ ایک فریق کا ہوتا ہے اور کام دوسرے فریق کا (دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۲ کا جز ج)

معصیۃ (معصیت) دیکھئے مادہ ذنب

مفقود (مفقود)

۱۔ تعریف: مفقود وہ شخص ہے جو اس طرح کہیں چلا جائے کہ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو کہ آیا زندہ ہے یا مرچکا ہے۔

۲۔ گمشدگی کے حالات: گمشدگی یا تو ایسی حالت کے تحت ہوئی ہوگی جس میں غالب گمان ہلاکت کا ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص جنگ میں حصہ لینے کے لئے چلا جائے اور پھر واپس نہ آئے یا ایسی حالت کے تحت جس میں غالب گمان سلامتی کا ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی پرامن علاقے یا ملک میں تجارت وغیرہ کی غرض سے سفر پر نکل پڑے۔ اگرچہ بعض فقہاء نے ان دونوں حالتوں کے اندر فرق کیا ہے اور پہلی حالت کے تحت غائب ہوجانے والے کو مفقود قرار دیا ہے جبکہ دوسری حالت کے تحت غائب ہوجانے والے کو مفقود قرار نہیں دیا۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ نے گمشدگی کے حالات کے درمیان کوئی

فرق نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہر اس شخص کو مفقود قرار دیا ہے جو کہیں جا چکا ہو اور اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو[۲۸]۔

۳۔ گمشدگی پر مرتب ہونے والے اثرات و نتائج

الف۔ اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کی بیوی چار برسوں تک انتظار کرے گی اگر وہ اس دوران آگیا تو دونوں شاد کام ہو جائیں گے۔ اور اگر نہ آیا اور چار برس گذر گئے تو اس کی وفات کا حکم عائد کردیا جائے گا اور اس کی بیوی چار مہینے دس دن کی عدت وفات گذارے گی۔ اور اس کے بعد کسی اور کے ساتھ اس کا نکاح حلال ہو جائے گا اور مفقود کے ولی کو اسے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوگی[۲۹]۔ انتظار اور عدت کی مدتوں کے دوران مذکورہ عورت پر اس کے شوہر کے مال سے خرچ کیا جائے گا جابر بن زید نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مفقود کی بیوی چار برسوں تک انتظار کرے گی اور اس پر اس کے شوہر کا مال خرچ کیا جائے گا کیونکہ اس نے شوہر کے لئے اپنے آپ کو محبوس اور پابند کر رکھا ہے۔ چار سال کے بعد چار ماہ دس دنوں کے دوران شوہر کے پورے مال سے اس پر خرچ کیا جائے گا[۳۰]۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱) چار سال گذر جانے کے بعد مفقود کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔

ب۔ اگر مفقود غیر شادی شدہ ہو تو گمشدگی پر چار سال گذر جانے کے بعد اس کی موت کا حکم عائد کردیا جائے گا اور اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔

مقبرۃ (مقبرہ) دیکھئے مادہ قبر

مکاتب (مکاتب غلام)

مکاتب وہ مملوک ہے جس کا اپنے آقا کے ساتھ یہ طے پایا ہو کہ وہ آقا کو ایک متعین رقم دے گا اور آقا اسے آزاد کردے گا۔ مکاتب کے احکام (مادہ رق نمبر ۵) میں گذر چکے ہیں۔

مکۃ (مکہ مکرمہ)

مکہ اس شہر کو کہتے ہیں جس میں کعبہ شریف واقع ہے اور یہ سارا حرم ہے۔
حرم مکی کے احکام (دیکھئے مادہ حرم نمبر۱)
مکی شخص حج کے اندر کب صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا؟ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷کا جز ب)

ملاھی (لہو ولعب کی چیزیں) دیکھئے مادہ لہو

ملتزم (ملتزم)

۱۔ تعریف: ملتزم کعبہ کے اس مقام کو کہتے ہیں جو حجر اسود والے رکن اور باب کعبہ کے درمیان واقع ہے۔

۲۔ ملتزم کا حکم: حضرت ابن عمرؓ طواف کے بعد بیت اللہ کے کسی حصے سے نہیں چمٹتے تھے بلکہ رکن اسود اور دروازہ کے درمیان کھڑے ہو کر دعائیں کرتے [۳۱]۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۶)

منیٰ (منیٰ)

منیٰ مکہ سے قریب حرم کے حدود میں وہ جگہ ہے جہاں حاجی ایام تشریق میں ٹھہرتے ہیں۔
حج کے اندر وہ افعال جو منیٰ میں سرانجام دیئے جاتے ہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۸' ۲۰ کا جز د' نمبر۲۲ تا ۲۵ اور نمبر۲۸ تا ۳۱)

منی (مادہ تولید)

۱۔ تعریف: منی وہ گاڑھا پانی ہے جو سامنے کی شرمگاہ سے کود کر نکلتا ہے' اس سے حمل ٹھہرتا اور اس کے خارج ہوتے ہی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس کی نجاست: منی کی نجاست کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ پاک ہے [۳۲]۔ اگر یہ پاک ہے تو جہاں یہ لگ جائے اس جگہ کو دھویا نہیں جائے گا اور اگر نماز کے دوران کپڑے پر یہ نظر آجائے تو نماز کا اعادہ نہیں ہوگا۔ مجاہد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ

ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کہا کہ مجھے اپنے کپڑے میں منی کا وجود محسوس ہو رہا ہے اور میں نے اسی کپڑے میں نماز پڑھ لی ہے۔ پھر آپ نے ہاتھ سے اسے کھرچ دیا اور نماز نہیں لوٹائی [۳۳]۔ لیکن یہی روایت ایک اور شکل میں ابن ابی شیبہ کے نزدیک وارد ہوئی ہے۔ ان کی روایت کے مطابق مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نماز کے بعد حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھ گئے آپ بھی نماز سے فارغ ہو گئے تھے آپ نے اپنے آپ کو مسلنا شروع کر دیا اور فرمایا: "میں نے گزشتہ رات اسے تلاش کیا تھا لیکن میں اسے پا نہیں سکا" مجاہد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت ابن عمرؓ منی کے متعلق کہہ رہے تھے [۳۴]۔ دوسری روایت کے مطابق یہ نجس ہے۔ جب یہ نجس ہے تو جہاں یہ لگ جائے اس جگہ کو دھونا واجب ہو گا اگر لگنے کی جگہ معلوم ہو جائے تو اس کو دھوڈالنا واجب ہو گا لیکن اگر لگنے کا یقین ہوا اور جگہ نہ ملے پھر سارا کپڑا دھونا ضروری ہو گا جبکہ یہ کپڑے میں موجود ہو۔ اگر اس کے لگنے کا شک ہو تو کپڑے پر پانی چھڑک دینا کافی ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر تمہیں علم ہو کہ کپڑے کے اندر تمہیں احتلام ہو گیا ہے اور تمہیں جگہ کا پتہ نہ ہو تو سارا کپڑا دھوڈالو اور اگر تمہیں اس کے لگ جانے یا نہ لگنے کا علم نہ ہو تو کپڑے پر پانی چھڑک دو" [۳۵]۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے میں منی کا وجود دیکھ لیا اور پھر اسے دھوڈالا [۳۶]۔

جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ کپڑے میں منی لگ جانے کے بارے میں میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "اسے دھو ڈالو" [۳۷]۔ اگر منی ناپاک ہے تو کوئی شخص اگر نماز پڑھ لے اور اس کپڑے میں یہ نجاست لگی ہو تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہو گا۔ ابن افلح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی جبکہ ان کے کپڑے میں جنابت تھی، حضرت ابن عمرؓ نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم دیا اور انہوں نے نماز لوٹائی [۳۸]۔

۳۔ شہوت کے ساتھ منی کے نزول کی بنا پر غسل (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کے جز ی کا جز ۲)

مھر (مہر)

۱۔ تعریف: عقد نکاح کے اندر شوہر بیوی کو جو رقم وغیرہ دیتا ہے اس مہر کہتے ہیں۔

۲۔ مہر کے احکام

الف۔ مہر کا وجوب: حضرت ابن عمرؓ عقد نکاح میں مہر کے وجوب کے قائل تھے۔ یہ جائز ہے کہ مہر کی تعیین کا معاملہ شوہر کے سپرد کردیا جائے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی

ب۔ کون سی چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے؟ نکاح میں مہر کے طور پر ہر وہ چیز درست ہے جس کا بیع کے اندر ثمن بنا درست ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ ایک شخص اپنی لونڈی کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے بلکہ وہ اس کے لئے کوئی اور مہر مقرر کرے [۳۹]۔ آپ اس شخص کے بارے میں جو اپنی لونڈی آزاد کر کے پھر اس کے ساتھ نکاح کرلے، فرمایا کرتے کہ: "یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قربانی کے جانور پر سواری کرے" [۴۰]۔ جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرلے اس کے متعلق آپ فرماتے کہ وہ آزادی دینے کے سوا کسی اور چیز کو مہر کے طور پر مقرر کرے گا [۴۱]۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کا جز ز)

ج۔ مہر ادا کرنے کا مکلف کون ہے؟: شوہر مہر حوالہ کرنے کا مکلف ہوگا نہ کہ اس کا ولی بنابریں اگر باپ اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کردے تو مہر اس نابالغ پر لازم ہوگا نہ کہ باپ پر۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کرادے تو مہر بیٹے پر لازم ہوگا" [۴۲]۔

د۔ دخول سے پہلے مہر کا کچھ حصہ ادا کردینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحسن قرار دیتے تھے کہ شوہر بیوی کے مقررہ مہر کا کچھ حصہ خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت اسے پہلے دے دے بشرطیکہ بیوی اس پر رضامند ہو۔ آپ نے فرمایا: "مرد کے لئے یہ بات اچھی نہیں کہ اپنے مال میں سے کچھ بیوی کو پیش کئے بغیر اس کے ساتھ ہمبستری کرلے، یعنی کپڑے اور عطیے کی شکل میں جس پر بیوی رضامند ہو" [۴۳]۔

ھ۔ مہر کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ سے مہر کی کوئی تحدید منقول نہیں ہے آپ اپنی بیٹیوں

کا نکاح ہزار دینار کے مہر پر کرتے تھے اور چار سو دینار کے زیورات بنا کر بیٹی کو پہناتے ہے[۴۴]

و۔ مہر کے احوال: اگر مرد کسی عورت سے نکاح کرے تو وہ اس کے لئے یا تو مہر کا تعین کرے گا یا تعین نہیں کرے گا۔

اگر وہ بیوی کے ساتھ صحیح طور پر دخول کرلے گا یا اس کے ساتھ خلوت صحیحہ اسے حاصل ہوجائے گی تو مہر متعین ہونے کی صورت میں بیوی پورے مہر کی مستحق ہوجائے گی (دیکھئے مادہ خلوۃ نمبر۳) اگر مہر متعین نہ ہو تو مذکورہ بالا صورت میں وہ مہر مثل کی مستحق ہوجائے گی۔

اگر شوہر نے بیوی کے لئے مہر کا تعین کردیا ہو اور پھر شوہر دخول سے پہلے وفات پاجائے یا لعان کی وجہ سے دونوں کے درمیان علیحدگی ہوجائے تو وہ پوری مہر کی مستحق قرار پائے گی اور اس پر عدت واجب ہوگی (دیکھئے مادہ قذف نمبر۲ کا جز الف) اگر شوہر دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے اسے طلاق دیدے تو بیوی مقررہ مہر کے نصف کی مستحق ہوجائے گی کیونکہ اللہ جل شانہ نے سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد فرمایا ہے کہ وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقدفرضتم لھن فریضہ فنصف مافرضتم اگر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو جبکہ تم نے ان کے لئے کوئی مہر مقرر کردیا ہو تو مقررہ مہر کا نصف انہیں دو)

اگر شوہر نے بیوی کے لئے مہر مقرر نہ کیا ہو اور پھر اس نے اس کے ساتھ دخول یا خلوت صحیحہ کرلیا ہو تو اس کی وجہ سے مہر مثل واجب ہو جائے گا جیسا کہ اوپر گزرا ہے اگر شوہر دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے ہی وفات پاجائے تو بیوی میراث کی حقدار ہوگی اور اس کوئی مہر نہیں ملے گا۔ کیونکہ میرے خیال میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مہر بیوی سے جنسی لذت اندوزی کے بالمقابل ہوتا ہے اور مذکورہ بالا صورت میں یہ انتفاع وجود میں نہیں آیا اور نہ ہی وہ بات وجود میں آئی جو انتفاع کے حکم میں ہے اس لئے بیوی کسی مہر کی مستحق نہیں ہوگی۔ نافع نے روایت کی ہے کہ عبید اللہ بن عمرؓ کی ایک بیٹی جس کی ماں کا نام اسماء بن زید بن الخطاب تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک بیٹے

واقد کی زوجیت میں تھی لیکن دخول سے پہلے ہی واقد وفات پاگئے اور انہوں نے کوئی مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ بیوہ کی ماں نے اپنی بیٹی کے مہر کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اس کے لئے کوئی مہر نہیں' اگر اس کے لئے کوئی مہر ہوتا تو ہم اس مہر کو نہ تو روکتے اور نہ ہی تمہاری بیٹی کا حق مارتے" لیکن بیوہ کی ماں نے آپ کی یہ بات قبول کرنے سے انکار کردیا۔ لوگوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو ثالث مقرر کیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ بیوہ کو کوئی مہر نہیں ملے گا البتہ وہ مرحوم شوہر کی میراث کی حقدار ہوگی [۴۵] ۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ب)

ز۔ یہ بات جائز نہیں کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی شخص کے ساتھ اس شرط کے ساتھ کردے کہ یہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن اس کے نکاح میں دے دے گا اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ھ کے جز ۲ کا جز ج)

مواقیت (میقات کی جمع)

مواقیت وہ مقامات ہیں جن سے حج یا عمرہ کرنے والے کے لئے احرام باندھے بغیر آگے جانا جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳)

موت (موت)

۱۔ تعریف: جسم سے روح کے اس بنا پر نکل جانے کو موت کہتے ہیں کہ جسم کے اندر روح کو اپنے اندر رکھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ موت کی نشانی یہ ہے دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور اس کا عمل رک جاتا ہے۔

۲۔ مرنے والے کی موت کا اعلان: حضرت ابن عمرؓ ایک انسان کی موت کے اعلان کو پسند کرتے تھے خاص طور پر جبکہ مرنے والا شخص اہل علم و فضل ہو۔ حضرت رافع بن خدیج: "کی وفات عصر کے بعد ہوئی۔ حضرت ابن عمرؓ کو یہ خبر دی گئی اور آپ سے پوچھا گیا کہ جنازہ ابھی اٹھالیا جائے؟ آپ نے جواب دیا: "رافع جیسی شخصیت کا جنازہ اس وقت تک نہ اٹھایا جائے جب تک اردگرد کے دیہاتوں میں انکی وفات کی خبر نہ پہنچادی جائے۔ چنانچہ اگلے دن ان کا جنازہ اٹھایا گیا [۴۶] ۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ اس

بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اہل جاہلیت کی طرح مختلف مجالس میں گھوم پھر کر موت کی خبر ان الفاظ میں دی جائے: "میں آپ لوگوں کو فلاں ابن فلاں کی خبر موت سناتا ہوں"[47]

۳۔ میت پر آنسو بہانا: موت زندگی کی ایک سنت ہے اور ہر ذی روح کو موت کے گھاٹ اترنا ہے۔ بقاء صرف اللہ ذوالجلال والاکرام کی ذات کو حاصل ہے۔ انسان جب درج بالا حقیقت کا ادراک کرلے تو اس پر موت کی مصیبت اور اس کا غم ہلکا ہوجاتا ہے۔ البتہ انسان اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور اس معاملہ میں اسے مجبور سمجھنا چاہئے اس لئے کہ اللہ سبحانہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتا۔ جہاں تک بہ تکلف رونے پیٹنے اور ماتم کرنے کا سوال ہے نیز بہ تکلف غم واندوہ کے اظہار اور اس میں مبالغہ آرائی کا تعلق ہے تو یہ قابل قبول بات نہیں ہے۔ میت پر آنسو بہانے سے حضرت ابن عمرؓ کی ممانعت میں یہی مفہوم مراد ہے امام مالک نے "الموطا" میں روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے جب حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کا تذکرہ ہوا کہ: "زندوں کی طرف سے آنسو بہانے پر میت کو عذاب ہوتا ہے" تو حضرت عائشہ نے فرمایا: "اللہ ابوعبدالرحمٰن کو معاف فرمائے' انہوں نے غلط بات نہیں کہی البتہ بھول گئے یا اصل بات سمجھنے میں ان سے خطا ہوگئی' واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ایک یہودی عورت کے گھر کے پاس گذرے جس کے اہل خاندان اس پر آنسو بہا رہے تھے' آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: "تم لوگ رو رہے ہو اور اسے قبر کے اندر عذاب دیا جارہا ہے"[48]۔

آنسو بہانے اور ماتم کرنے کے درمیان ایک فرق ہے آنسو انسانی جذبات کے ردعمل کے طور پر کسی تکلف کے بغیر سیلاب کی طرح امڈ آتے ہیں اور انسان انہیں روکنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ جبکہ ماتم رونے کی ایک وہ صورت ہے جو مبالغہ آمیز تکلف پر مبنی ہوتی ہے اور اس کے تحت مرنے والے کی خوبیاں گنوائی جاتی ہیں یہ صورت قطعی طور پر حرام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے حرام قرار دیتے اور سختی کے ساتھ اس سے روکتے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی معیت میں ایک جنازے

کے ساتھ چل پڑا۔ جب قبرستان پہنچے تو حضرت ابن عمرؓ نوحہ کرنے والی یا بین کرنے والے کسی عورت کی آواز سنی تو آپ اس کے سامنے گئے اور اسے بہت برا بھلا کہا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: "تم اجر حاصل کرنے کی غرض سے جنازے کے ساتھ نکلے ہو اور یہ عورت تمہیں گنہگار کرنا چاہتی ہے۔ ہمیں ایسے جنازے کے ساتھ جانے سے روکا گیا ہے جس میں ماتم کرنے والی کوئی عورت بھی شامل ہو" یہ کہہ کر آپ واپس آگئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آگیا[۴۹]۔ (دیکھئے مادہ بکاء)

۴۔ میت کو غسل دینا: جب کوئی مسلمان وفات پاجائے تو اسے غسل دینا واجب ہوتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اس کے جسم سے کپڑے اتار لیے جائیں اور شرمگاہ پر کوئی کپڑا ڈال دیا جائے اور پھر اسے غسل دیا جائے۔

اس حکم سے صرف وہ عورت مستثنٰی ہے جس کی وفات مردوں کے درمیان ہوئی ہو اور ان کے ساتھ کوئی اور عورت نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کے کپڑوں کے اوپر سے پانی بہایا جائے گا ایسی زنانہ میت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا جائے گا"[۵۰]۔ ایک روایت میں ہے کہ "اس کے کپڑوں میں اسے دفنایا جائے گا"[۵۱]۔ میت کو غسل دلانے والے پر نہلانے کا یہ عمل وضو واجب نہیں کرتا (دیکھئے (مادہ وضوء نمبر۸ کا جز ی) نیز (مادہ غسل نمبر۲ کا جز ک)

۵۔ میت کی تکفین۔

الف۔ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک معین کفن میں کفنائے جانے کی وصیت کرجائے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن عمرؓ نیز دیگر صحابہ کرام کو یہ وصیت کی تھی کہ: "میرا جنازہ قیصرانی چھوردار چادر میں لپیٹ کر اٹھانا مجھے ایک اوقیہ (ایک وزن کا نام) عود اور لوبان کی دھونی دینا اور مجھے ان کپڑوں کا کفن پہنانا جنہیں میں پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا اور ان کے ساتھ میرے گھر میں رکھی ہوئی ایک چھوردار چادر بھی کفن کے طور پر مجھے پہنادینا"[۵۲]۔

ب۔ حضرت ابن عمرؓ پانچ کپڑوں کے کفن کو مستحب سمجھتے تھے۔ آپ اپنے خاندان والوں کو بھی پانچ کپڑوں کا کفن پہناتے تھے یعنی ایک پگڑی، ایک قمیص اور تین لفافے[۵۳]۔

آپ کا ایک بیٹا وفات پا گیا آپ نے ان ہی پانچ کپڑوں میں اس کی تکفین کی [۵۴]۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ پگڑی کے کنارے کو میت کے چہرے پر ڈال دیتے تھے اور پھر اسے ٹھوڑی کے نیچے سے لا کر میت کے سر پر لپیٹ دیتے اور پھر پگڑی کو اس کے سر پر جھکا دیتے اور اس کا دوسرا کنارہ بھی اس کے چہرے پر ڈال دیتے [۵۵]۔

د۔ محرم کا احرام اس کی موت کے ساتھ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ اس کی تکفین اسی طرح ہوگی جس طرح احرام کے بغیر مرنے والے کی۔ اس کا چہرہ اور سر ڈھانپ دیا جائے گا اور اسے خوشبو لگائی جائے گی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۷ کا جز ب)

۶۔ میت اور اس کے کفن کو خوشبو لگانا:

الف۔ میت کے جسد کو خوشبو لگانا: حضرت ابن عمرؓ میت کے جسد کو خوشبو لگانا مستحسن قرار دیتے تھے۔ آپ میت کے بغلوں اور گھٹنوں میں مشک لگاتے [۵۶]۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے میت کے تالو میں مشک لگایا تھا [۵۷]۔

ب۔ میت کے کفن کو خوشبو لگانا: آپ میت کے کفن کو تین بار دھونی دینا مستحب سمجھتے تھے [۵۸]۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے کفن کو عود کی دھونی دی جائے [۵۹]۔

ج۔ میت کے تابوت کو خوشبو لگانا: حضرت ابن عمرؓ اسے مکروہ قرار دیتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے تابوت کو حنوط لگانا مکروہ قرار دیا تھا [۶۰]۔ اس لئے کہ اس میں اسراف کا پہلو ہے اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ میت کے جسد اور اس کے کفن کو خوشبو لگانا اس لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والا ہوتا ہے اور ملائکہ سے اس کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ اس خوشبو کے ساتھ اپنے رب کے سامنے پیش ہو اور اسی خوشبو کے ساتھ ملائکہ کا سامنا کرے۔

۷۔ جنازہ کے پیچھے آگ لے کر چلنا: سلف صالحین اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ جنازے کے پیچھے آگ لے کر چلا جائے خواہ اس آگ میں بخور یعنی خوشبودار مواد وغیرہ کیوں نہ ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے جنازے کے پیچھے آگ لے کر نہ چلا جائے [۶۱]۔

۸۔ جنازے کے پیچھے عورتوں کا چلنا: حضرت ابن عمرؓ اور سلف صالحین جنازے کے پیچھے

عورتوں کے چلنے کو مکروہ قرار دیتے تھے [۶۲]۔

۹۔ کافر کے جنازے میں شامل ہونا: موت کی ایک اپنی ہیبت ہے اور دلوں پر اس کا ایک اپنا اثر ہے خواہ میت مسلمان ہو یا کافر۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کافر کے جنازے میں شمولیت سے نہیں روکتے تھے۔ کیونکہ اس کے اندر بھی زندوں کے لئے منفعت و موعظت کا پہلو ہوتا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "میری ماں مرگئی ہے وہ نصرانی ہے کیا میں اس کی تدفین میں شریک ہو جاؤں؟" حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: "اس کے جنازے کے آگے آگے چلو' تم اس کے ساتھ شمار نہیں ہو گے" [۶۳]۔

۱۰۔ جنازے کے ساتھ چلنے کے دوران آواز بلند کرنا: جو شخص جنازے کے ساتھ جائے وہ پورے وقار اور سکون کے ساتھ چلے۔ جنازے کے ساتھ چلنے کے دوران آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ جو رواج ہے کہ حاضرین میں سے ایک شخص بلند آواز سے کہتا ہے کہ: "فلاں کے لئے استغفار کرو" تو یہ بدعت ہے۔ فضیل بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے آپ نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ: "میت کے لئے استغفار کرو' اللہ آپ سب کی مغفرت کرے!" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہ کرے!" [۶۴]۔

۱۱۔ جنازہ اٹھانا: جنازہ دو بانسوں یا لکڑیوں پر اٹھایا جائے گا [۶۵]۔ جو شخص جنازے کو کندھا دینا چاہے وہ دائیں جانب سے ابتداء کرے اور اگلے سرے کو کندھا دے۔ پھر دائیں جانب پچھلے سرے کی طرف منتقل ہو جائے اور اسے کندھا دے۔ پھر بائیں جانب پچھلے سرے کو کندھا دے اور پھر بائیں جانب اگلے سرے کو کندھا دے۔ علی الازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک جنازے میں دیکھا آپ نے تابوت کے چاروں سروں کو کندھا دیا [۶۶]۔ آپ نے فرمایا: "دائیں جانب سے ابتدا کرو" خود آپ میت کے دو ہاتھوں سے ابتدا کرتے اور پھر دونوں پاؤں سے [۶۷]۔ یہ بھی جائز ہے کہ تابوت کے اگلے حصے کے وسط میں یا پچھلے حصے کے وسط میں یا تابوت کے دو کناروں کے وسط میں جنازے کو کندھا دے۔ یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رافع بن خدیجؓ کے جنازے میں حضرت ابن عمرؓ کو تابوت کے دونوں پایوں کے درمیان

کھڑا دیکھا تھا' ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تابوت کے اگلے حصے کو اس کے دونوں پایوں کے درمیان سے اٹھایا اور اپنے کندھے پر اسے رکھ کر چل پڑے[۶۸]۔

۱۲۔ جنازے کا آگے چلنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جنازے کے آگے چلنا اس کے پیچھے چلنے سے افضل ہے[۶۹]۔ آپ جنازے کا آگے آگے چلتے[۷۰]۔

جب جنازہ قبرستان پہنچ جائے تو جب تک اسے لوگوں کے کندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھیں اس وقت تک کوئی نہ بیٹھے۔ عبدالرزاق اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک جنازہ کندھوں سے اتار کر رکھ نہ دیا جاتا جب جنازہ زمین پر رکھ دیا جاتا تو آپ بیٹھ جاتے[۷۱]۔

۱۴۔ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوجانا: حضرت ابن عمرؓ جنازے کے لئے کھڑے ہوجانے کو مستحب قرار دیتے تھے خواہ یہ کسی مسلمان کا جنازہ ہوتا یا کسی غیر مسلم کا[۷۲]۔ آپ جب جنازے سے پہلے قبرستان پہنچ جاتے تو وہاں جاکر بیٹھ جاتے اور پھر جب جنازہ آتا ہوا دیکھ لیتے تو کھڑے ہوجاتے۔ نافع کہتے ہیں کہ :"میں پردہ کردیتا تاکہ آپ جنازہ آتے ہوئے نہ دیکھ سکیں"[۷۳]۔

۱۵۔ نماز جنازہ: (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰) :جب نماز ختم ہوجائے تو شریک شخص اپنی جگہ کھڑا رہے اور وہاں سے نہ ہلے حتی کہ جنازہ اٹھالیا جائے اور اس کے ساتھ چلنے کو کہا جائے[۷۴]۔

۱۶۔ میت کو تدفین:

الف۔ یہ جائز ہے کہ میت کسی متعین مقام پر اپنی تدفین کی وصیت کر جائے۔ اگر کسی اور مقام پر اس کی وفات ہوجائے تو مذکورہ متعین مقام پر اس کی میت منتقل کردینی جائز ہوگی ابن عینیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی وفات اس مقام پر ہوئی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کو یہاں دفن نہ کیا جائے بلکہ مقام سرف میں لے جاکر دفن کیا جائے[۷۵]۔ (دیکھئے مادہ وصیتہ نمبر ۲) لیکن آپ کو سرف منتقل کرنا مشکل ہوگیا اس لئے مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے قبرستان میں ذی طوی کی جانب آپ کو دفنایا گیا

ب۔ میت کی اس کی قبر میں پیچھے کی جانب سے یعنی قبر کے پاؤں کی جانب سے اتارا

جائے گا۔ میت کا سر قبر کے پاؤں کے پاس رکھا جائے گا تو پھر اسے تابوت سے سیدھے نکال کر قبر میں اتار دیا جائے گا[76]۔ حضرت ابن عمرؓ کے جسد خاکی کو بھی اسی طرح قبر میں اتارا گیا تھا[77]۔

ج۔ جب میت کو لحد میں لٹادیا جائے گا تو دعا مانگی جائے گی اور جب لحد کو کچی اینٹوں سے بند کردیا جائے گا تو دعا مانگی جائے گی اور جب قبر کو مٹی سے پر کردیا جائے گا اور قبر درست کردی جائے گی تو دعا مانگی جائے گی۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ ایک جنازے میں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ گیا۔ آپ نے جب میت لحد میں اتاری تو یہ دعا پڑھی: "بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پھر جب کچی اینٹوں سے لحد بند کرنے لگے تو یہ دعا مانگی "اللھم اجرھا من الشیطان و من عذاب القبر و من عذاب النار" (اے اللہ' اسے شیطان سے' عذاب قبر سے اور آگ کے عذاب سے پناہ دے) پھر جب قبر کو مٹی سے پر کرکے اسے برابر کردیا گیا تو آپ قبر کی ایک جانب کھڑے ہوگئے اور دعا مانگی "اللھم جاف عن جنبیھا و صعد بروحھا و لقھا منک رضوانا" (اے اللہ' اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان جگہ کشادہ کردے' اس کی روح کو اوپر لے جا اور اسے اپنی رضامندی عطا کر)[78]۔

۱۷۔ تدفین کے بعد میت کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا (دیکھئے مادہ قرآن نمبر۶)

۱۸۔ میت کی زیارت کرنا اور اسے سلام کہنا (دیکھئے مادہ سلام نمبر۳ کا جز واؤ)

۱۹۔ موت پر مرتب ہونے والے اثرات

الف۔ مرنے والے کی زوجہ پر عدت کا ایجاب (دیکھئے مادہ عدۃ)

ب۔ متوفی کی تمام مملوکہ اشیاء کا اس کے شرعی ورثاء کی طرف منتقل ہو جانا (دیکھئے مادہ ارث) نیز اس شخص کی طرف جسے مال دینے کی وصیت کر گیا ہو (دیکھئے مادہ وصیۃ)

ج۔ حتمی عقود پر موت اثر انداز نہیں ہوتی۔ اگر ایک شخص اجارے پر کسی کو کوئی چیز دے کر وفات پا جائے تو اس کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوگا۔[79]

د۔ آقا کی وفات کے بعد اس کا مدبر غلام اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر۶) آقا کی وفات کے بعد اس کی ام ولد لونڈی اس کے پورے مال سے آزاد

ہو جائے گی (دیکھئے مادہ رق نمبر۷)

ھ۔ جانوروں کے گوشت اور ان کی کھالوں پر موت کا اثر: موت جانوروں کے گوشت' ان کی کھالوں' ان کی ہڈیوں اور ان کے انڈوں کو ناپاک کر دیتی ہے۔ اس لئے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز کھانا حلال نہیں ہو گا(دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ کے جز واؤ کا جز نمبر۲) نیز (مادہ عظم) نیز (مادہ نجاسۃ نمبر۳ کا جزد) مردار کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی خواہ یہ جانور حلال ہو یا حرام (دیکھئے مادہ جلد) اس حکم سے ٹڈیاں مستثنیٰ ہیں(دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۲) اور سمندر میں مرجانے والے جانور (دیکھئے مادہ بحر نمبر۴)

و۔ میت کی مانی ہوئی نذر اس کی طرف سے پوری کرنا (دیکھئے مادہ نذر نمبر۵)

موسیقی (موسیقی)

۱۔ تعریف: موسیقی ان باوزن اور تالیف شدہ آوازوں کو کہتے ہیں جو گانے بجانے کے آلات سے اس وقت خارج ہوتی ہیں جب ان آلات کو منھ لگا کر پھونکا جائے یا ان کی تاروں کو حرکت دی جائے یا مضراب سے ان پر ضرب لگائی جائے۔

۲۔ موسیقی کا حکم: حضرت ابن عمرؓ نہ تو موسیقی کو جائز قرار دیتے تھے اور نہ ہی آلات موسیقی بجانے کو (دیکھئے مادہ سماع نمبر۲ کا جز ب)

میقات (میقات) دیکھئے مادہ احرام نمبر۳

میقات پر ہدی کے گلے میں جوتے ڈالنا اور اس کا اشعار کرنا (دیکھئے مادہ تقلید نمبر۳)

حج سے واپسی پر میقات میں اترنا اور وہاں نماز پڑھنا (دیکھئے مادہ حج نمبر۳۶)

حرف المیم میں مذکورہ حوالہ جات

[۱] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴، ۲۵ ج ۱، المغنی ص ۲۴ ج ۱، المجموع ص ۱۶۲ ج ۱

[۲] ۔ تہذیب الآثار للطبری ص ۲۲۳ ج ۲

[۳] ۔ مسند احمد نمبر ۸۶۷، ابوداؤد، نسائی فی الطھارۃ باب بئر بضاعہ، ترمذی فی الطھارۃ باب الماء لا ینجسہ شئی

[۴] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۸۰، ۲۹۷ ج ۱، ص ۱۹۹ ج ۳

[۵] ۔ المحلی ص ۲۲۱ ج ۱، ص ۱۲۳ ج ۲، شرح السنہ ص ۵۶ ج ۲

[۶] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ب ج ۱، المغنی ص ۸ ج ۱

[۶ - ب] ۔ سنن دارمی ص ۲۴۵ ج ۱

[۷] ۔ الاستذکار ص ۲۱۵ ج ۱

[۸] ۔ عبدالرزاق ص ۷۵ ج ۱

[۹] ۔ الاستذکار ص ۲۵۳ ج ۱، المحلی ص ۱۹ ج ۱، المجموع ص ۲۰۷ ج ۱

[۱۰] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۵ ب ج ۱، المغنی ص ۱۶ ج ۱

[۱۱] ۔ المحلی ص ۵۲۰ ج ۹، المغنی ص ۶۴۴ ج ۶

[۱۲] ۔ عبدالرزاق ص ۵۰۲ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ب ج ۱، درست بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے نکاح متعہ کے جواز کے قول سے رجوع کرلیا تھا۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عباس مادہ متعہ نمبر ۲ کا جز ب)

[۱۳] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۰۲ ج ۷

[۱۴] ۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۱۰/۱ ج ۳

[۱۵] ۔ عبدالرزاق ص ۲۷۲ ج ۱۱

[۱۶] ۔ سنن بیہقی ص ۳۵۶ ج ۱، الام ص ۲۴۷ ج ۷، الموطا ص ۵۵ ج ۱، سنن ابن ابی شیبہ ص ۱۵ب ج ۱

[۱۷] ۔ الام ص ۲۴۷ ج ۷

[۱۸] ۔ تہذیب الآثار ص ۲۶ ج ۱

[۱۹] ۔ شرح الزرقانی علی الموطا ص ۳۷۵ ج ۳، المغنی ص ۳۹۴ ج ۵، عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۸

[۲۰] ۔ المحلی ص ۲۱۵ ج ۸

[۲۱] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۵ ج ۱

[۲۲] ۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ لابن شبۃ ص ۲۷ ج ۱، مجمع الزوائد ص ۱۹ ج ۲

[۲۳] ۔ عبدالرزاق ص ۴۱۸ ج ۱، المغنی ص ۱۴۳ ج ۱، المجموع ص ۱۸۹ ج ۲

۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ج ۱

۲۵۔ بخاری فی المساجد باب نوم الرجال فی المسجد، مسلم فی فضائل ابن عمرؓ ترمذی اور نسائی فی المساجد باب النوم فی المسجد، عبدالرزاق ص ۴۲۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۴۵ ج ۲، المحلی ص ۲۴۱ ج ۴ المجموع ص ۱۸۹ ج ۲

۲۶۔ المحلی ص ۲۴۳ ج ۴

۲۷۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۴

۲۸۔ المحلی ص ۱۴۰ ج ۱۰

۲۹۔ المغنی ص ۴۹۱ ج ۷

۳۰۔ المحلی ص ۱۳۴ ج ۱۰، سنن سعید بن منصور ص ۴۰۹/۱ ج ۷، المغنی ص ۴۹۵ ج ۷

۳۱۔ عبدالرزاق ص ۷۶ ج ۵

۳۲۔ الاستذکار ص ۳۵۹ ج ۱، المغنی ص ۹۲ ج ۲، المجموع ص ۵۶۱ ج ۲

۳۳۔ عبدالرزاق ص ۳۵۸ ج ۲

۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ب ج ۱

۳۵۔ عبدالرزاق ص ۳۶۹ ج ۱، الاستذکار ص ۳۵۹، ۳۶۱ ج ۱، المغنی ص ۹۲ ج ۲

۳۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۱

۳۷۔ شرح معانی الآثار ص ۳۲ ج ۱

۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱

۳۹۔ سنن بیہقی ص ۱۲۸ ج ۷

۴۰۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۲۲/۱ ج ۳، المحلی ص ۵۰۳ ج ۹

۴۱۔ عبدالرزاق ص ۲۷۲ ج ۷

۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۹ ج ۱

۴۳۔ سنن بیہقی ص ۲۵۳ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۴ ب ج ۱، المحلی ص ۴۸۸ ج ۹، شرح السنہ ص ۱۲۷ ج ۹، المغنی ص ۲۰ ۷ ج ۶

۴۴۔ سنن بیہقی ص ۲۳۳ ج ۷، عبدالرزاق ص ۱۸۰ ج ۶، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۴ ج ۱

۴۵۔ الموطا ص ۵۲۷ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۳ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۹۲، ۴۷۸ ج ۶، سنن سعید بن منصور ص ۲۲۴ ج ۳، شرح السنہ ص ۱۲۵ ج ۹، المغنی ص ۷۲۱ ج ۶، کشف الغمہ ص ۷۱ ج ۲

۴۶۔ سنن بیہقی ص ۷۴ ج ۴، المغنی ص ۵۷۱ ج ۲

۴۷۔ المغنی ص ۵۷۱ ج ۲، المجموع ص ۱۷۱ ج ۵

۴۸۔ الموطا ص ۲۳۴ ج ۱

۴۹۔ عبدالرزاق ص ۴۵۷ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۴۶ ج ۱

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۳ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۹۹ ج ۳

۵۱۔ المحلی ص ۱۱۳ ج ۵

۵۲۔ حوالہ درج بالا

۵۳۔ عبدالرزاق ص ۴۲۴ ج ۳' المجموع ص ۱۶۴ ج ۵

۵۴۔ المجموع ص ۱۴۹ ج ۵

۵۵۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۳'

۵۶۔ عبدالرزاق ص ۴۱۴ ج ۳' المغنی ص ۴۶۸ ج ۲

۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۱

۵۸۔ طرح التثریب ص ۵۶ ج ۲

۵۹۔ المغنی ص ۴۶۴ ج ۲' سنن بیہقی ص ۴۰۶ ج ۳

۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۵ ج ۱

۶۱۔ المغنی ص ۴۷۷ ج ۲

۶۲۔ المغنی ص ۴۷۷ ج ۲ المجموع ص ۲۳۶ ج ۵

۶۳۔ عبدالرزاق ص ۳۷ ج ۶

۶۴۔ المغنی ص ۴۷۶ ج ۲

۶۵۔ المغنی ص ۴۷۹ ج ۲

۶۶۔ المحلی ص ۱۶۷ ج ۵' ابن ابی شیبہ ص ۱۴۶ ج ۱' عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۳

۶۷۔ عبدالرزاق ص ۵۱۲ ج ۳

۶۸۔ سنن بیہقی ص ۲۰ ج ۴' المحلی ص ۱۶۷ ج ۵

۶۹۔ المغنی ص ۴۷۴ ج ۴' المجموع ص ۲۳۸ ج ۵

۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۵ ب ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۴۵ ج ۳' الموطا ص ۲۲۵ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۴' شرح معانی الآثار ص ۲۷۹ ج ۱' شرح السنہ ص ۳۳۳ ج ۵

۷۱۔ عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ب ج ۱' المغنی ص ۴۸۰ ج ۲' الاعتبار ص ۱۳۰' سنن بیہقی ص ۲۷ ج ۴

۷۲۔ المحلی ص ۱۵۳ ج ۵

۷۳۔ عبدالرزاق ص ۴۶۱ ج ۳

۷۴۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۳' المغنی ص ۴۹۲ ج ۲

۷۵۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۲

۷۶۔ المجموع ص ۲۵۸ ج ۵' المغنی ص ۴۹۶ ج ۲

۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ ج ۱

۷۸۔ شرح السنہ ص ۳۹۹ ج ۵' المغنی ص ۵۰۰ ج ۲' سنن بیہقی ص ۹ ج ۴

۷۹۔ شرح السنہ ص ۲۶۵ ج ۸

حرف النون

نافلۃ (زائد) (دیکھئے مادہ نفل

نبات (پودا)

حرم مکہ کو کوئی پودا کاٹا نہیں جائے گا (دیکھئے مادہ حرم نمبر ا کے جز ب کا جز ۱۰) اور حرم مدینہ کا بھی (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲ کا جز ب)

کن کن پودوں میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور اس وجوب کے لئے ان کی کیا مقدار ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۹ کا جز ھ)

نبیذ (نبیذ)

نبیذ اس پانی یا مشروب کو کہتے ہیں جس کے اندر خرما اور خشک انگور یعنی کشمش وغیرہ ڈال دیا جائے اور اس میں جوش اور ابال آنے نیز نشہ آور بننے سے پہلے اسے استعمال کرلیا جائے

نبیذ کے احکام اور اسے پینے کی حلت کی شرطیں(دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۲)

نجاسۃ (نجاست)

۱۔ **تعریف:** نجاست اس اعتباری گندگی کو کہتے ہیں جسے شارع حکیم نے نماز کے لئے مانع قرار دیا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ نجاست معنویہ' نجاست مادیہ

۲۔ **معنوی نجاست:** یہ نجاست صرف انسان کو لاحق ہوتی ہے کسی اور جاندار کو نہیں۔ یہ وضو کو توڑنے والی چیز یا غسل کو واجب کردینے والی بات کی صورت میں وجود میں آتی ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸) نیز (مادہ غسل نمبر ۲) نیز حضرت ابن عمرؓ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق یہ نجاست پانی کو بھی لاحق ہوجاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر جنبی شخص یا حائضہ عورت اپنا ہاتھ پانی میں ڈبودے تو یہ پانی غسل یا وضو کے قابل نہیں رہتا اگرچہ اسے پیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعے مادی نجاست زائل کی جاسکتی ہے (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز ب)

۳۔ مادی یعنی حسی نجاست: شارع حکیم نے بہت سی اشیاء کو نجس العین قرار دیا ہے۔ یہ اشیاء کبھی پاک نہیں ہو سکتیں' حضرت ابن عمرؓ کے اقوال کی روشنی میں ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا۔

الف۔ پیشاب' پاخانہ اور مذی: خواہ انسان کا ہو یا جانور کا پھر جانور خواہ حلال ہو یا حرام اس سے مذکورہ حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ انسان کے پیشاب پاخانہ نیز حرام جانوروں کے پیشاب کی نجاست پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ البتہ حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست پر فقہاء کے اندر اختلاف رائے ہے حضرت ابن عمرؓ اس کی نجاست کے قائل تھے۔ ابو مجلز نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کو اٹھاتا ہے اور اس کے پیشاب کی چھینٹیں اسے پڑ جاتی ہے آپ نے جواب دیا: "جس جگہ چھینٹیں پڑ جائیں اسے دھوڈالو"[1]۔ (دیکھئے مادہ بول) مذی کی نجاست کے بارے میں (مادہ مذی نمبر۲) کے اندر گفتگو ہو چکی ہے۔

ب۔ منی: منی کی نجاست کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کے مسلک کی تفصیل گذر چکی ہے اور یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ اس کے متعلق آپ سے دو روایتیں مروی ہیں (دیکھئے مادہ منی نمبر۲)

ج۔ خون: خون کی نجاست کے بارے میں (مادہ دم) کے اندر تفصیل گذر چکی ہے۔

د۔ مردہ جانور: موت کی وجہ سے جانور کا گوشت' اس کی کھال اور اس کے پیٹ میں موجود انڈے اور اس کی ہڈیاں سب ناپاک ہو جاتی ہیں۔ اس حکم سے صرف ہڈیاں اور آبی جانور مستثنیٰ ہیں (دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ کے جز واؤ کا جز ۲) نیز (مادہ بیض) نیز (مادہ عظم) حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر چوہا گھی میں گر کر مر جائے تو اس کا کیا حکم ہو گا آپ نے جواب دیا کہ اگر گھی مائع حالت میں ہو تو سارا گھی پھینک دو اور اور جما ہوا ہو تو مردہ چوہے اور اس کے اردگرد کے گھی کو پھینک کر باقیماندہ گھی کھالو"[2]۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بیس رطل گھی میں چوہا گر کر مر گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ زیتون کے تیل کے بیس فرق (ناپنے کے ایک پیمانے کا نام) میں چوہا گر کر مر گیا۔ آپ نے فرمایا: "اس سے چراغ جلاؤ اور اسے چمڑے پر لگاؤ"[3]۔

ھ۔ کتا اور سور: کتے کی نجاست کی وجہ یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے پاک کرنے کے بارے میں نص وارد ہوا ہے۔(دیکھئے مادہ سور نمبر۲ کا جز ج) نیز اس کے اندر بعض خوبیاں ہونے کی باوجود اس کی بیع کی تحریم ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج) اس کی بیع صرف اس کی نجاست کی وجہ سے حرام ہوئی ہے۔ رہ گیا سور تو اس کی تحریم کے سلسلے میں نص صریح موجود ہے ۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۲ کے ابتدائی الفاظ میں ارشاد باری ہے (حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير........ تم پر مردار' خون اور سور حرام کردیئے گئے ہیں)

و۔ نجس نہ ہونے کے ضمن میں آنے والے درج ذیل ہیں

۱۔ حائضہ عورت اور جنبی شخص کا جسد حسی طور پر پاک ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز الف) بنابریں جنبی کا پسینہ پاک ہے اور جس کپڑے میں اس کا پسینہ لگا ہوا اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جنابت کی حالت میں پسینہ آنے پر جو لباس پہنے ہوتے اسی لباس میں نماز پڑھ لیتے [۴]۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر۲)

۲۔ جس کپڑے میں ہمبستری کی ہو: ایک شخص جو کپڑا پہن کر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرے اس کا وہ کپڑا پاک تصور ہوگا بشرطیکہ اس میں نجاست نہ لگی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "میرے جسم پر جو کپڑا ہے اسی میں میں نے گذشتہ رات ہمبستری کی تھی اور اسی میں نماز بھی پڑھتا ہوں" [۵]۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق بلی کا جوٹھا پاک ہے اس لئے کہ بلی بھی گھر کا چکر لگانے والوں میں شامل ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر۲ کا جز ج)

۴۔ سمندر کا پانی: حضرت ابن عمرؓ سمندر کے پانی کو طاہر لیکن غیر مطہر قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ بحر نمبر۳)

۴۔ ناپاک اشیاء کو پاک کرنے والے ذرائع:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جو اشیاء اپنے عین کے اعتبار سے ناپاک ہیں اگر وہ نجاست کے مادے سے کسی اور مادے میں تبدیل ہوجائیں تو وہ پاک ہوجاتی ہیں مثلاً ہرن کا خون مشک کی شکل میں' شراب سرکے کی شکل میں اور گندگی کھاد کی شکل میں

تبدیل ہو جائے (دیکھئے مادہ استحالتہ)

ب۔ حرام جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اگر مذکورہ جانور کو ذبح کیا گیا ہو۔ لیکن اگر وہ طبعی موت مرا ہو تو پھر اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوگی خواہ وہ حلال جانور کیوں نہ ہو۔ یہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی اس پر (مادہ جلد) کے ضمن میں گفتگو گذر چکی ہے۔

ج۔ ایسی اشیاء جو اصل کے اعتبار سے پاک ہوں لیکن نجاست لگنے کی وجہ سے ناپاک ہوگئی ہوں انہیں درج ذیل طریقوں سے پاک کیا جائے گا۔

ا۔ جس جگہ نجاست لگی ہو اگر وہ اس نجاست کا مخرج (نکلنے کی جگہ) ہو تو پانی کے ساتھ اسے دھو دینے سے وہ پاک ہو جائے گی اسی طرح اگر کنکروں وغیرہ سے اسے پونچھ کر نجاست زائل کردی جائے تو بھی وہ جگہ پاک ہو جائے گی (دیکھئے مادہ استنجاء) ابن حزم نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سینگی لگنے کے مقامات کو کنکروں کے ذریعے خون سے صاف کرلیتے اور انہیں پانی سے نہیں دھوتے [۶]۔

۲۔ نجاست کے نشان کو پانی یا کسی اور مزیل (نجاست زائل کردینے والی چیز) کے ذریعے زائل کرنا: حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے پر خون لگا ہوا دیکھا' آپ نے اسے دھوڈالا' لیکن اس کا سیاہ نشان باقی رہ گیا آپ نے پانی منگوایا اور اسے کھرچنے لگ گئے [۷]۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ ایک چیز اس وقت تک پاک نہیں ہوتی جب تک اس سے نجاست کا نشان نہ مٹ جائے کیونکہ یہ بات بعض دفعہ محال ہوتی ہے۔ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے نجاست لگی ہوئی چیز کو پاک کرنے میں مبالغہ سے کام لیا تھا۔ اس پر آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ: "ہمیں ناپاک چیزوں کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا گیا" [۸]۔

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کہ حضرت ابن عمرؓ نجاست سے تطہیر کے لئے ہر ایسی چیز کے جواز کے قائل تھے جو نجاست کو جڑ سے اکھاڑ کر اسے دور کردے ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے کپڑے پر خون لگا ہوا دیکھا تو اس پر تھوک کر اسے تھوک کے ذریعے رگڑ دیا [۹]۔

د۔ اگر کپڑے وغیرہ میں نجاست کی جگہ مخفی ہو تو سارا کپڑا دھونا واجب ہوگا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جائے لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو کہ کہاں لگا ہے تو وہ سارا کپڑا دھو ڈالے"[١٠]۔

ھ۔ اگر اسے نجاست لگ جانے کے بارے میں شک ہو تو صرف پانی چھڑکنے پر اکتفا کرلے گا اور اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ وسوسۃ)

۵۔ ناپاک ہوجانے والی اشیاء سے فائدہ اٹھانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ناپاک ہوجانے والی اشیاء سے فائدہ اٹھالینا جائز ہے۔ ایسے شخص کے ہاتھ ان کی فروخت بھی جائز ہے جو انہیں ایسی چیزوں میں استعمال کرے جن میں طہارت شرط نہیں ہے[١١]۔ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ بیس رطل گھی میں یا ایک روایت کے مطابق بیس فرق زیتوں کے تیل میں چوہا گر کر مرگیا ہے آپ نے فرمایا: "اسے چراغ جلانے میں استعمال کرلو اسے چمڑے پر لگالو"[١٢]۔

ناپاک اشیاء سے ظروف سازی کی کراہت (دیکھئے مادہ اناء نمبر۲)

۶۔ انسان کے جسم سے خارج ہونے والی ہر ناپاک چیز سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۸)

نماز کی صحت کے لئے حدث اور نجاست سے پاک ہونے کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۵ کا جز الف)

حسی نجاست کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۸ کا جز ک)

قبر پر نجاست رکھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ قبر نمبر۲ کا جز واؤ)

ایسی حرفت اختیار کرنے کی کراہت جس میں نجاستوں کے ساتھ مخالطت ہو (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز الف)

نجش (بیع کی ایک قسم)

بیع نجش (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کے جز ب کے جز ۲ کا جز الف)

نذر (نذر ماننا)

۱۔ تعریف: اللہ کے حق کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اپنے اوپر کسی مباح فعل کو لازم کرلینا نذر کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

۲۔ نذر کے صیغے۔ ان کی دو قسمیں ہیں

الف۔ نذر محض: یہ وہ صیغہ یا لفظ ہے جو عبادت اور اللہ کی شکر گزاری کے معنوں کو حامل ہو مثلاً کوئی کہے: "اگر اللہ میرے مریض کو شفا دیدے یا اگر میرے والد آج آجائیں تو مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا یا فلاں چیز صدقہ کردینا لازم ہوگا" نذر کی اس صورت پر نذر کے احکام منطبق ہوتے ہیں۔ ان احکام کا ذکر آگے آئے گا۔

ب۔ ایسی نذر جو اللہ کے نام کی قسم کی صورت میں مانی گئی ہو۔ اس نذر سے کسی کام کے کرنے یا کسی کام سے روکنے پر ابھارنا مقصود ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے: "اگر میں فلاں کے ساتھ کلام کرلوں تو مجھ پر اللہ کے لئے ایک غلام آزاد کرنا یا فلاں چیز کا صدقہ کردینا لازم ہوگا"۔ اس صورت پر قسم کے احکام منطبق ہوتے ہیں اور اس کے فاعل کو اختیار ہوتا ہے کہ یا تو وہ نذر پوری کردے یا موکد قسم کا کفارہ ادا کردے [۱۳]۔ موکد قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو دس فقراء کو کپڑے پہنانا ہے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو انہیں کھانا کھلانا ہے (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۲ کا جزو) حضرت ابن عمرؓ سے نذر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ قسموں کی افضل ترین صورت ہے، اگر اسے پہلی چیز (غلام آزاد کرنا) میسر نہ ہو تو اگلی چیز (کپڑے پہنانا) اختیار کرلے اور یہ بھی میسر نہ ہو تو اگلی چیز (کھانا کھلانا) اختیار کرلے" آپ کا اشارہ غلام آزاد کرنے، کپڑے پہنانے اور کھانا کھلانے کی طرف تھا [۱۴]۔ بنابریں حضرت ابن عمرؓ نے لیلیٰ بنت العجماء کے اس قول پر ایک قسم کا کفارہ ادا کرنے کا فتویٰ دیا تھا کہ: "میرا ہر مملوک آزاد ہے میرا ہر مال ہدی ہے، اگر تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دو تو میں یہودن یا نصرانیہ بن جاؤں" [۱۵]۔

آپ سے ایک روایت کے مطابق مذکورہ بالا صورت میں غلام آزاد ہوجائے گا اور اپنے مال کی زکوۃ صدقہ میں دے دینا کافی ہوگا۔ اسماعیل بن امیہ نے عثمان بن ابی حاضرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "ایک عورت نے حلف اٹھا کر کہا کہ: "اگر

میں فلاں کام نہ کروں تو میرا مال اللہ کی راہ میں لگ جائے اور میری لونڈی آزاد ہو جائے" حضرت ابن عباس ؓ اور حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا کہ لونڈی تو آزاد ہو جائے گی اور پہلی بات کے لئے مذکورہ عورت اپنے مال کی زکوۃ صدقہ میں دے دے گی"[16]۔ ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ کلام نہیں کرے گا اگر کلام کرلیا تو ایام تشریق میں مقام ابراہیم اور رکن کے درمیان اپنے آپ کو نحر یعنی ذبح کرلے گا' حضرت ابن عمر ؓ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "بھتیجے' لوگوں کو واپس جاکر بتلادو کہ اللہ کی معصیت کی کوئی نذر نہیں ہوتی' اگر کوئی شخص نذر مانے کہ وہ رمضان کے روزے نہیں رکھے گا اور پھر وہ روزہ رکھ لے تو یہ بات اس کے لئے بہتر ہوگی۔ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھنے کی نذر مانے اور پھر نماز پڑھ لے تو یہ بات اس کے لئے بہتر ہوگی' اپنے رفیق سے جاکر کہو کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور اپنے بھائی سے کلام کرے"[17]۔ آپ نے اسے کفارہ دینے کا اس لئے حکم دیا تھا کہ اس نے اپنی نذر کو قسم کی شکل دیدی تھی نہ کہ یہ معصیت کی نذر تھی' اس لئے کہ معصیت کی نذر کا انعقاد ہی نہیں ہوتا اور اس میں کوئی چیز عائد نہیں ہوتی جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

۳۔ وہ چیز جس کی نذر مانی جائے یعنی منذور بہ۔

منذور بہ یا تو معین ہوگا یا غیر معین یعنی مطلق۔ اگر معین ہوگا تو وہ یا تو طاعت کی شکل میں ہوگا یا معصیت کی صورت میں۔ اگر طاعت کی شکل میں ہو تو وہ یا تو دسترس میں ہوگا یا دسترس میں نہیں ہوگا۔

ان تمام صورتوں کے بارے میں حضرت ابن عمر ؓ کے نقطہ نظر کی روشنی میں بحث کریں گے

الف۔ نذر مطلق: اگر کوئی شخص نذر مطلق مانے یعنی اس کا تعین نہ کرے تو اس پر موکد قسم کا کفارہ لازم ہوگا یعنی ایک غلام آزاد کرنا۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو دس مسکینوں کو کپڑے دینا اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص کہے کہ "مجھ پر نذر ہے" اور وہ اس کا تعین نہ کرے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا"[18]۔ نذر کے بارے میں حضرت ابن عمر ؓ کا

یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ نذر افضل ترین قسم ہے (دیکھئے مادہ نذر نمبر۲ کا جز ب)

ب۔ نذر معصیت:

۱۔ منذور بہ پورا کرنے کے وجوب کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ معصیت نہ ہو خواہ اس کی جنس کا کوئی فرض یا سنت ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ "مجھ پر کعبہ پیدل جانا ہے" آپ نے فرمایا: "یہ نذر ہے وہ پیدل جائے" [۱۹]

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ ابراہیم بن ابی بکر یا کسی اور نے انہیں بتایا کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس جا بیٹھا۔ میں نے سلام کیا۔ میں آپ سے بیت اللہ کو ہدیہ بھیجنے کے بارے میں مسئلہ پوچھنا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آپ سے کہا کہ میں نے بیت اللہ کو ہدیہ بھیجنے کی اپنے اوپر نذر مانی ہے' اتنے میں ایک اور شخص نے یہی بات حضرت ابن عمرؓ سے پوچھی' آپ نے فرمایا: "بیت اللہ یہ ہدیہ لے کر کیا کرے گا!" اس شخص نے کہا کہ میں نے تو بہر حال یہ نذر مانی ہے' یہ سن کر آپ نے فرمایا: "پھر اپنی نذر پوری کرو" میں نے کہا: "ابو عبدالرحمان' تو میں کیا کروں؟" آپ نے فرمایا: "تم بھی ہو؟" میں نے عرض کیا: "جی ہاں!" آپ نے فرمایا: "تم بھی اپنی نذر پوری کرو" [۲۰]۔ ہم نے یہاں دیکھ لیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے دونوں کی باتوں کو ناپسند کرنے کے باوجود انہیں اپنی نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: "نذر کے لئے اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ اسے پورا کیا جائے" [۲۱]۔

۲۔ اگر منذور بہ اللہ کی معصیت ہو مثلاً شراب پینے کی نذر یا اسی طرح کی کسی اور معصیت کی نذر تو حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسی نذر کا انعقاد ہی نہیں ہوتا جب انعقاد ہی نہیں ہوتا تو پھر اس کی خلاف ورزی کی بنا پر متعلقہ شخص پر اس کا کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا [۲۲]۔ آپ نے فرمایا: "اللہ کی معصیت میں کوئی نذر نہیں ہے" [۲۳]۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں اپنی قربانی دے دوں گا' آپ نے فرمایا: "پھر اپنی نذر پوری کرو" اس شخص نے کہا: "کیا پھر میں اپنے آپ کو قتل کر دوں؟" آپ نے فرمایا: "ایسی صورت میں تم جہنم میں

چلے جاؤ گے" اس نے کہا: "آپ نے اس معاملہ میں میرے لئے التباس پیدا کر دیا ہے" آپ نے جواب دیا: "تم نے خود اپنے لئے التباس پیدا کیا ہے" [۲۴]۔ ایک شخص نے آکر آپ سے کہا کہ میں نے یوم النحر میں روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے آپ نے فرمایا: "اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے" [۲۵]۔ حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ ایسا شخص یوم النحر کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لے۔ اس طرح آپ نے اس نذر کو درست قرار دیا جس میں کوئی معصیت نہیں تھی اور معصیت والی نذر کو باطل قرار دیا۔ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ میں نے کھلے سر چلنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو اور سر پر دوپٹہ لو" [۲۶]۔ آپ نے اس عورت سے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے اس لئے کہا کہ اس نے چلنے کی نذر مانی تھی۔ یہ ایک مباح امر تھا اور اس میں قابل اعتراض کوئی بات نہیں تھی اس لئے اس کی نذر درست ہو گئی اور آپ نے مذکورہ عورت پر یہ نذر پوری کرنا لازم کر دیا لیکن عورت نے چلنے کی نذر کو ایک معصیت کے ساتھ مقرون کر دیا تھا یعنی سر برہنہ چلنا' حضرت ابن عمرؓ نے سر کھلا رکھنے کی بات کو باطل قرار دیتے ہوئے عورت کو اپنی نذر کی مباح بات پوری کرنے کا حکم دیا' ممنوع بات پوری کرنے کا حکم نہیں دیا۔

ج۔ ایسی چیز کی نذر جو طاقت سے باہر ہو: حضرت ابن عمرؓ نذر کے اندر طاقت رکھنے کی شرط نہیں لگاتے تھے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص اپنی طاقت سے بڑھ کر کسی چیز کی نذر مانے اس پر اسے پورا کرنا واجب ہو گا خواہ وہ طاقت رکھنے کی جو بھی صورت اختیار کرے اگر وہ پوری نذر کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جتنے حصے کی طاقت اسے حاصل ہو اتنا حصہ وہ پورا کر لے اور جس حصے کی اسے طاقت نہ ہو اس کا کفارہ ادا کرے۔ سالم نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ میں نے اپنا مال فی سبیل اللہ کر دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: "یہ فی سبیل اللہ ہے" [۲۷]۔ ایک عورت نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی' پھر وہ پیدل چل پڑی لیکن مقام سقیا تک پہنچ کر آگے پیدل چلنے سے عاجز ہو گئی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اس سے کہو کہ اگلے سال واپس آئے اور

جس مقام پر پیدل چلنے سے عاجز ہوگئی تھی اس مقام سے پھر پیدل چلے"[۲۸]۔ ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ:" وہ ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) قربانی کرے"[۲۹]۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں چل کر مکہ جاؤں گا لیکن مجھے ایسا کرنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا:"جہاں تک ممکن ہو پیدل چلو اور پھر سوار ہو جاؤ۔ پھر جب حرم میں داخل ہونے لگو تو پیدل چل کر داخل ہو اور پھر جانور ذبح کرو یا صدقہ دو"[۳۰]۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ بیہقی کے اس اضافے والے راوی کو وہم ہوگیا تھا اور اس نے دونوں واقعات کو گڈ مڈ کردیا تھا اس لئے کہ اگر مذکورہ شخص اگلے سال واپس آئے اور پہلے سال جتنا فاصلہ اس نے پیدل طے کیا تھا اسے سوار ہو کر طے کرے اور جتنا فاصلہ سوار ہو کر طے کیا تھا اسے پیدل طے کرے تو اس صورت میں اس پر کوئی قربانی واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ اس نے اپنی نذر پوری کردی۔ البتہ اگر وہ اگلے سال واپس نہ آئے تو اس پر ذبح واجب ہوجائے گی جس طرح دوسرے واقعہ کی صورت ہے۔

د۔ منذوربہ کے اندر کسی عذر کی وجہ سے نذر کا پورا ہونا اگر متعذر ہو جائے تو متعلقہ شخص پر اس کا بدل واجب ہو جائے گا بشرطیکہ اس کا بدل موجود ہو۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے کہ:"جو شخص اگر کوئی ہدیہ بھیجے اور یہ ہدیہ گم ہوجائے یا مرجائے تو اگر یہ نذر ہو تو اس کا بدل دے گا اور اگر نفلی ہو تو اس صورت میں اگر چاہے اس کا بدل دیدے اور اگر چاہے تو اسے ترک کردے"[۳۱]۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں نے ایک خاص دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی اور مذکورہ دن عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن میں آگیا۔ آپ نے جواب دیا کہ:"اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے رسول نے مذکورہ دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے"[۳۲]۔ حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ وہ مذکورہ دنوں کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھے۔ اس طرح حضرت ابن عمرؓ نے نذر کی اس صورت کو درست قرار دے دیا۔ جس میں معصیت نہیں تھی یعنی کسی اور دن روزہ رکھ لینا اور اس صورت کو باطل قرار دے دیا جس کے

اندر معصیت تھی یعنی یوم النحر کا روزہ۔

ھ۔ نذر پوری کرنے کی جگہ: اگر کوئی نذر مانے اور معین جگہ اسے پوری کرنے کی شرط لگادے تو اس پر یہ نذر مذکورہ معین جگہ پر پوری کرنا واجب ہوگا۔ اگر معین جگہ کی شرط نہ لگائی ہو تو اس صورت میں جس جگہ چاہے وہ اپنی نذر پوری کرسکتا ہے بنابریں اگر کوئی شخص اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لے تو وہ جس جگہ چاہے یہ اونٹ ذبح کرسکتا ہے۔ حرم میں اسے ذبح کرنے کی شرط نہیں ہوگی [۳۳]۔

و۔ منذور بہ سے ناذر کا فائدہ اٹھانا: "حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نذر ماننے والے کے لئے نذر والی چیز سے کچھ کھانا حلال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر بدنہ (قربانی کا اونٹ یا گائے) ہلاکت کے قریب پہنچنے پر یا ٹانگ ٹوٹ جانے کی وجہ سے ذبح کردیا جائے تو اس کا مالک اس میں سے خود کھالے اور دوسروں کو کھلادے اور اس کا بدل نہ دے الا یہ کہ وہ نذر کا جانور ہو یا محرم کے شکار کے جرمانے کا جانور ہو" [۳۴]۔ (ایسی صورت میں وہ اس کا گوشت نہیں کھائے گا)

۴۔ نذر اور فریضہ کا اجتماع: اگر ایک شخص پر فرض حج اور نذر کے حج کا یا فرض نماز اور نذر کی نماز کا اجتماع ہوجائے تو وہ پہلے فرض حج یا فرض نماز ادا کرے اور پھر نذر پوری کرے۔ اس کے سوا کوئی اور صورت اس کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر وہ نذر کے حج کی نیت کرلے تو بھی اس کا یہ حج فرض حج کے طور پر واقع ہوجائے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳)

۵۔ میت کی طرف سے نذر پوری کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ میت کے ذمہ جو نذر ہو اسے پورا کرنا ورثاء پر لازم ہوگا خواہ یہ مالی نذر ہو مثلاً عطیہ وغیرہ یا بدنی نذر ہو مثلاً روزہ نماز وغیرہ۔ الشعرانی نے "کشف الغمہ" میں نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میری ماں وفات پاگئی ہے اور اس نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: "تم اس کی طرف سے نماز ادا کرو" [۳۵]۔

نرد (نرد کا کھیل)

نرد ایک کھیل ہے جو کچھ پتھروں اور تاش کے دو پتوں نیز ایک صندوق پر مشتمل ہوتا ہے۔ صندوق میں پتے ڈال دیئے جاتے ہیں اور یہ پتے جو کچھ ظاہر کریں اس کے مطابق پتھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل یہ کھیل "الطاولتہ" کے نام سے مشہور ہے

نرد کے ساتھ کھیلنے کی تحریم (دیکھئے مادہ لھو نمبر ۳ کا جز الف)

نسب (نسب)

۱۔ تعریف: ولادت کے سبب وجود میں آنے والے رابطے کو نسب کہتے ہیں یعنی یہ فروع کو اصول کے ساتھ مربوط کردیتا ہے۔

۲۔ نسب کس کا ہوتا ہے؟: اہل جاہلیت اس بات کو درست قرار دیتے تھے کہ ایک شخص متبنی بن کر اپنا انتساب اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف کردے لیکن قران کریم نے متبنی بننے کے اس طریقے کو باطل قرار دے دیا اور یہ لازم کردیا کہ ہر انسان اپنا انتساب اپنے باپ کی طرف کرے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کو ہم لوگ "زید بن محمد" کے نام سے پکارتے تھے حتیٰ کہ قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی (ادعوھم لابائھم ھو اقسط عند اللہ تم انہیں ان کے آبا کی نسبت سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک زیادہ مبنی بر انصاف ہے)[۳۶] سورہ احزاب آیت نمبر ۵۔

اگر ایک شخص کا باپ مجہول ہو مثلاً ولد زنا یا باپ نے اپنے بیٹے کے نسب کی مشروع طریقے سے اپنی ذات سے نفی کردی ہو تو ان صورتوں میں اس کا نسب اس کی ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۴ کا جز ج)

۳۔ نسب کن باتوں کے ذریعے ثابت ہوتا ہے؟ باپ سے نسب چند امور کے ذریعے ثابت ہوجاتا ہے۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ سے فراش کے سبب نسب کا ثبوت منقول ہے۔ فراش سے ہماری مراد مرد اور عورت کے درمیان وہ شرعی یعنی جائز تعلق ہے جس کے بموجب مرد کو مذکورہ عورت کے ساتھ ہمبستری کرنے کا حق حاصل ہوجاتا

ہے۔ خواہ یہ تعلق عقد نکاح کی بنا پر وجود میں آیا ہو مثلاً زوجہ یا ملک یمین کا بنا پر مثلاً مملوکہ لونڈی۔

قوت کے اعتبار سے فراش کے تین مراتب ہیں:۔

قوی فراش: یعنی زوجیت کا فراش۔ اس کے ذریعے دعوے کے بغیر نسب ثابت ہوجاتا ہے اور صرف لعان کے ذریعے اس کا انتفاء ہوتا ہے (دیکھئے مادہ لعان)

متوسط فراش یعنی ام ولد کا فراش۔ اس کے ذریعے بھی دعوے کے بغیر نسب ثابت ہوجاتا ہے لیکن نفی کردینے سے یہ منتفی ہوجاتا ہے اس کے انتفاء کے لئے لعان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی نیز عزل کی موجودگی میں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا [۳۷]۔

ضعیف فراش: یعنی ایسی لونڈی کا فراش جس کے لئے امومت ثابت نہ ہو اس سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب صرف اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب باپ اس کے نسب کا دعوی کرے۔

۴۔ نسب کی نفی کرنا

الف۔ اس کا گناہ: اگر ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ کسی بچے کا نسب اس سے ہی ہے تو اس کے لئے مذکورہ بچے کے نسب کی نفی جائز نہیں ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں مذکورہ بچہ ضائع ہوجائے گا اور تربیت نیز انفاق اور میراث کے سلسلے میں اس کے حقوق بھی ضائع ہوجائیں گے۔ بچے کے نسب سے انکاری ہونے کا سبب بعض دفعہ تو کچھ سماجی اور معاشرتی تقاضے ہوتے ہیں اور بعض دفعہ میاں بیوی کے درمیان رونما ہونے والے جھگڑوں کی وجہ سے بیوی سے شوہر کی نفرت اور اس کے خلاف کینہ اس کا سبب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے :"جو شخص کسی بچے کو دنیا میں رسوا کرنے کے لئے اس سے برات یعنی نسب کی نفی کا اظہار کرے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کردے گا" [۳۸]۔

ب۔ نسب کی نفی کے ذرائع: فراش زوجیت کی بنا پر بچے کا ثابت ہونے والا نسب صرف لعان کے ذریعے منتفی ہوتا ہے (دیکھئے مادہ لعان) ام ولد کے بچے کا نسب صرف آقا کی طرف سے نسب کی نفی کے ذریعے منتفی ہوجاتا ہے اور اس کے لئے لعان کرنے کی

ضرورت نہیں ہوتی اور ایسی لونڈی کے بچے کا نسب جس کے لئے اس سے پہلے امومت ثابت نہ ہو اس وقت منتفی ہوتا ہے جب آقا اس کے نسب کا دعوی نہ کرے۔

نسیئۃ (ادھار' تاخیر)

نسیہ تاخیر کو کہتے ہیں اور نسیہ کا ربوا یعنی سود اس زیادت کو کہتے ہیں جس کی اجل کے بالمقابل شرط عائد کی گئی ہو (دیکھئے مادہ ربا نمبر ۳)

نسیان (بھول)

اگر روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز واؤ)

نصاریٰ (عیسائی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو کار جو آپ کے دین پر ہونے کا دعوی کریں نصاری کہلاتے ہیں۔ نصاریٰ اہل کتاب میں سے ہیں (دیکھئے مادہ کتابی)

نظر (نظر ڈالنا)

ستر پر نظر ڈالنے کی تحریم (دیکھئے مادہ عورۃ نمبر ۲ کا جز ج)

ہمبستری کے دوران بیوی کی شرمگاہ پر شوہر کا نظر ڈالنا مستحب ہے (دیکھئے مادہ وطوء نمبر ۴ کا جز ب)

نعل (جوتا)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنا مثلہ نہیں' نہ ہی اس سے انسان کی شرافت و مروت میں کوئی کمی آتی ہے۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے اس کی گواہی رد ہوتی ہے۔ آپ خود ایک پاؤں میں جوتا ڈال کر چلتے تھے۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک جوتا پہن کر کئی گز چلتے دیکھا تھا[۳۹]۔

جوتوں پر مسح کا جواز (دیکھئے مادہ خف نمبر ۳)

جوتے پہن کر طواف کرنا درست ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب)

نعی (خبر موت دینا)

میت کی خبر موت دینا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ موت نمبر۲)

نفقتہ (خرچہ)

۱۔ تعریف: کسی پر اس طرح خرچ کرنے کو نفقہ کہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی زندگی باقی رہے یہ خوراک' لباس اور رہائش سب کو شامل ہے۔

۲۔ احتباس (روک رکھنے) کا نفقہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نفقہ کا استحقاق احتباس کی بنا پر وجود میں آتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی انسان یا جانور کو روک رکھے تو اس پر اس کا نفقہ واجب ہو جائے گا۔ بنابریں

الف۔ حضرت ابن عمرؓ نے شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب قرار دیا اس لئے کہ بیوی شوہر کی خاطر اپنے آپ کو روکے رکھتی ہے اور پابند کرلیتی ہے اور اس کی اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلتی۔ اسی طرح آپ نے مفقود کی بیوی کا نفقہ انتظار کی پوری مدت میں مفقود کے مال میں سے واجب کردیا یعنی چار سال تک (دیکھئے مادہ مفقود نمبر۳ کا جز الف) نیز عدت کے دوران بیوہ کا نفقہ اس کے مرحوم شوہر کے مال سے لازم کردیا خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ نیز عدت طلاق گذارنے والی عورت کا نفقہ حاملہ ہونے کی صورت میں اس کے شوہر پر واجب کردیا اور اگر حاملہ نہ ہو لیکن اسے طلاق رجعی ملی ہو تو بھی اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہو گا البتہ اگر بائن طلاق ملی ہو تو عدت کے دوران اس کے شوہر کو اس کا خرچہ دینے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا اس لئے کہ طلاق بائن کی وجہ سے بیوی پر واقع شدہ احتباس ختم ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۴ کا جز واؤ)

ب۔ آپ نے آقا پر اس کے غلام کا نفقہ واجب قرار دیا اس لئے کہ آقا اسے اپنے لئے روکے رکھتا ۔ اس بارے میں نص کا آگے ذکر ہو گا۔

رضاعت کا نفقہ (دیکھئے مادہ رضاع نمبر۵ کا جز ج)

۳۔ نفقہ کے طور پر واجب ہونے والی صورت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جہاں نفقہ واجب ہو اس میں متوسط صورت واجب ہوگی۔ آپ نے سورہ مائدہ آیت نمبر۸۹

میں ارشاد باری (من اوسط ماتطعمون اھلیکم وہ اوسط درجے کا کھانا جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو) کی تفسیر میں فرمایا: "ہم اپنے بال بچوں کو اوسط درجے کا جو کھانا کھلاتے ہیں وہ یہ ہے: روٹی اور کھجور' روٹی اور زیتون کا تیل' روٹی اور گھی اور اعلیٰ درجے کا کھانا جو ہم انہیں کھلاتے ہیں وہ گوشت اور روٹی ہے"[۴۰]۔

۴۔ واجب نفقہ لینے کے لئے اجازت حاصل کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کسی کے مال میں کسی کا حق ثابت ہوجائے تو اس کے لئے مالک کی اجازت کے بغیر اپنا حق وصول کرنا جائز ہوگا۔ بنابریں آپ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ غلام اپنے آقا کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر حسب ضرورت خوراک اور لباس حاصل کرلے آپ فرماتے: "مملوک کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ آقا کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے کسی کو کچھ دیدے اور نہ ہی کسی کو آزاد کرے اور نہ ہی کوئی صدقہ کرے البتہ' وہ اس کی اولاد اور اس کی بیوی معروف طریقے سے خوراک اور لباس لے سکتے ہیں"[۴۱]۔

نفل (نفل)

۱۔ تعریف: فرض سے زائد ہر تصرف کو نفل کہتے ہیں

۲۔ نفلی نمازیں:

نفلی نمازوں کے عمومی احکام (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۲۴)

نفلی نمازیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۳ اور نمبر ۲۵ تا نمبر ۳۹)

جمعہ کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کا جز ط)

عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۲۳ کا جز ھ)

۳۔ نفلی روزے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲)

۴۔ سفر میں نوافل کی ادائیگی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کا جز ۵)

۶۔ فاسد شدہ نوافل کی قضاء: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نفل پڑھنے والا اپنی ذات کا خود حاکم ہوتا ہے۔ اگر وہ نفلی روزہ یا نماز کی نیت کرے اور پھر اس کے دل

میں اسے فاسد کردینے کا خیال آجائے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہوگی۔ اگر وہ اس کی قضاء کرلے تو یہ زیادہ بہتر بات ہوگی (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۲ کا جز ب) نیز (مادہ نذر نمبر۳ کا جز د) نیز (مادہ حج نمبر۱۹ کے جز واؤ کا جز ۳)

نفی (جلاوطن کرنا)

کسی کو سزا کے طور پر اس کے وطن سے دور کردینا نفی ہے

غیر محصن زانی کو سو کوڑے لگانے کے بعد اسے جلاوطن کردینا (دیکھئے مادہ زنا نمبر۳ کے جز الف کا جز ۴)

نقاب (نقاب)

احرام کے اندر عورت کے لئے نقاب اوڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کے جز ب کا جز ۳)

نکاح (نکاح کرنا)

۱۔ تعریف: نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں زوجین میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے سے جنسی لذت اندوزی حلال ہوجاتی ہے۔

۲۔ عورت کو پیغام نکاح بھیجنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کسی خاتون کو پیغام نکاح بھیج چکا ہو تو جب تک وہ اس سے دست بردار نہ ہوجائے اس وقت تک کسی اور کے لئے مذکورہ خاتون سے سلسلہ جنبانی جائز نہیں ہوگی۔ آپ احرام والے شخص کے لئے یہ بات جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ وہ کسی عورت کو اپنے لئے یا کسی اور کے لئے نکاح کا پیغام بھیجے اسی طرح عدت گذارنے والی عورت کو بھی پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ بھی تھی کہ اگر ہم کفو کی طرف سے عورت کے ولی کو رشتے کا پیغام ملے تو اس پر اس پیغام کے ساتھ موافقت لازم ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس سلسلے میں منقولہ روایات کی تفصیل (مادہ خطبۃ میں گذر چکی ہے)

۳۔ جن خواتین کے ساتھ نکاح حرام ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ایسی خواتین کی دو قسمیں ہے۔ ایسی خواتین جن کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور ایسی خواتین جن کے ساتھ وقتی طور پر نکاح حرام ہوتا ہے۔

الف۔ ابدی طور پر محرمات کی تین اصناف ہیں:

۱۔ نسبی محرمات: یعنی انسان کی اصل خواہ اوپر تک چلی جائے مثلاً ماں اور دادی نانی اور انسان کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے مثلاً بیٹی اور نواسی۔ باپ کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے مثلاً بہن اور بہن کی بیٹی نیز دادا نانا کی فرع کا پہلا طبقہ مثلاً پھوپھی اور خالہ نہ کہ انکی اولاد۔ درج بالا تحریم اجماعی ہے اور اس کے متعلق کسی صحابی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ رضاعت کی بنا پر محرمات: اس بارے میں (مادہ رضاع نمبر۵ کے جز الف) میں تفصیل گذر چکی ہے۔

۳۔ مصاہرت کی بنا پر محرمات: حضرت ابن عمرؓ شہوت کے ساتھ مباشرت یعنی ہاتھ لگانے اور ہم آغوش ہونے پر حرمت مصاہرت کا اثبات کردیتے تھے خواہ اس کے ساتھ ہمبستری عمل میں نہ بھی آئے [۴۴]۔ آپ نکاح کی بنا پر حرمت مصاہرت کے اثبات کے قائل تھے' تسری کی بنا پر نہیں (دیکھئے مادہ تسری) بنا بریں اگر کوئی شخص لونڈی کے ساتھ تسری کرے اور لونڈی کی کوئی بیٹی ہو تو وہ اس کی ماں کو بیع یا ہبہ وغیرہ کے ذریعے اپنی ملکیت سے خارج کرکے اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے (دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز ج)

لڑکی کے ساتھ عقد نکاح ہوتے ہی زوجہ کی اصل خواہ اوپر تک چلی جائے حرام ہوجاتی ہے اور اصل کا زوج بھی حرام ہو جاتا ہے مثلاً زوجہ کی ماں اور زوجہ کے باپ کی زوجہ۔ مسلم بن عویمر الاجدع نے بکر بن کنانہ سے روایت کی ہے کہ اسے بکر نے بتایا کہ میرے باپ نے طائف میں ایک عورت کے ساتھ میرا نکاح کردیا۔ ابھی میں نے اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کی تھی کہ میرے چچا میری بیوی کی ماں کو بیوہ چھوڑ کر وفات پاگئے۔ یہ بیوہ بڑی مالدار تھی۔ میرے والد نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں اس بیوہ کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی ہے؟ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا۔

انہوں نے نکاح کرلینے کے لئے کہا۔ پھر میں حضرت ابن عمرؓ سے یہی مسئلہ پوچھا آپ نے نکاح نہ کرنے کا فتوی دیا۔ میں نے اپنے والد کو دونوں حضرات کی رائے بتادی انہوں نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھ کر دونوں حضرات کی رائے سے آگاہ کیا۔ حضرت معاویہ نے جواب لکھا کہ "میں اللہ کی حرام کی ہوئی بات کو حلال اور حلال کی ہوئی بات کو حرام نہیں کر سکتا، تم جانو اور تمہارا کام، عورتیں بہت ہیں" اس طرح انہوں نے نہ تو مجھے روکا اور نہ ہی اس کی اجازت دی، جس کے نتیجے میں میرے والد نے مذکورہ بیوہ کے ساتھ میرے نکاح سے صرف نظر کرلیا [۴۳]۔

اسی طرح زوجہ یا زوج کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے حرام ہو جاتی ہے، فرع کا زوج حرام نہیں ہوتا۔ ان تمام رشتوں کی تحریم کی جامع سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۳ ہے ارشاد باری ہے (وامھات نساء کم و ربائبکم اللاتی فی حجورکم من نساء کم اللاتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم و حلائل ابناکم الذین من اصلابکم اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے......ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہو چکا ہو ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو اور) تعلق زن و شو نہ ہوا ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرلینے میں) تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے......اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں) نیز سورہ نسا کی آیت نمبر ۲۲ جس میں ارشاد باری ہے (ولا تنکحوا ما نکح ابانکم من النساء الا ما قد سلف انه کان فاحشة و مقتا وساء سبیلا اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کرچکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ ہے اور برا چلن ہے)

ب۔ وقتی محرمات: یہ وہ خواتین ہیں جن کے ساتھ نکاح کسی عارضی سبب کی بنا پر حرام ہوتا ہے۔ جب یہ سبب زائل ہو جائے تو ان کے ساتھ حلال ہو جاتا ہے۔ ان کی درج ذیل اصناف ہیں۔

ا۔ شوہر والی عورت: کیونکہ سورہ نساء آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد باری ہے

(والمحصنات من النساء الا ماملکت ایمانکم اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں البتہ ایسی عورتیں مستثنیٰ ہیں جو جنگ میں تمہارے ہاتھ آئیں) یعنی شادی شدہ عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح کرنا حلال نہیں سوائے ان عورتوں کے جو جنگی قیدی بن کر آئی ہوں اس لئے کہ جنگ کے اندر قید ہوجانا گرفتار شدہ عورت اور اس کے شوہر کے درمیان علیحدگی پیدا کردیتا ہے (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا جزب)

۲۔ چار سے زائد عورتیں کیونکہ سورہ نساء آیت نمبر ۳ میں ارشاد باری ہے (فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دودو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو)

۳۔ تین طلاقیں پانے والی جب تک وہ کسی اور مرد سے حلالہ کی نیت کے بغیر نکاح نہ کرلے سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں ارشاد باری ہے (فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ پھر اگر (دوبار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے)۔ دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۲ نیز مادہ زنا نمبر ۲ کا جزھ

۴۔ عدت گذارنے والی عورت: عدت خواہ عدت وفات ہو یا عدت طلاق اور طلاق خواہ رجعی ہو یا بائن تمام صورتوں میں عدت کے دوران مذکورہ عورت سے نکاح حلال نہیں ہوگا۔ رجعی طلاق کی بنا پر عدت گذارنے والی مطلقہ سے نکاح کی تحریم کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ عدت میں ہے اس کا شوہر اس سے رجعت کر سکتا ہے۔ عدت وفات یا عدت طلاق گزارنے والی عورت سے نکاح کی تحریم کی عام وجہ یہ ہے کہ اسے ابھی حمل سے اپنا رحم خالی ہونے کی بات یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتی ۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدت وفات گزارنے والی بیوہ کو صریح الفاظ میں پیغام نکاح دینے کی تحریم کردی ہے تو اسکے ساتھ نکاح کی بطریق اولیٰ تحریم ہوگی (دیکھئے مادہ عدہ نمبر ۲ کا جز ج)۔

۵۔ مشرکہ اور کتابیہ (یہودیہ یا نصرانیہ) نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سے یہودیہ اور نصرانیہ سے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے جواب دیا: "اللہ تعالی نے مشرک عورتوں کو مسلمانوں پر حرام کر دیا ہے اور میرے علم میں شرک کی اس سے بڑھ کر کوئی صورت نہیں ہے کہ ایک عورت یہ کہے کہ: "عیسیٰ میرے رب ہیں" حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے" [۴۴]۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اہل کتاب کی عورتوں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے مجھے یہ آیت پڑھ کر سنائی (والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کر گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی) اس کے بعد آپ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ تلاوت کی (ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن اور مشرک عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں) [۴۵]۔

یہاں سے ہمارے سامنے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بقول قرطبی حضرت ابن عمرؓ نے جب یہ دو آیتیں سنیں ایک میں تحلیل تھی اور دوسری میں تحریم جبکہ آپ کو نسخ کی بات بھی نہیں پہنچی تھی تو آپ نے توقف اختیار کر لیا [۴۶]۔ آپ بہت زیادہ توقف کرنے والے شخص تھے۔ جن حضرات نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نے سورہ مائدہ کی آیت کو منسوخ کر دیا ہے انہوں نے یہ بات آپ کے کلام سے اخذ نہیں کی بلکہ آپ کی طرف نسبت کر کے بات بنانے کی کوشش کی ہے اور تاویل سے کام لیا ہے حالانکہ تاویل کی بنیاد پر نسخ اخذ نہیں ہوتا۔

تاہم اس کے باوجود آپ فی الجملہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی ناپسندیدگی کا میلان رکھتے تھے اور اس بارے میں اپنے والد محترم حضرت عمرؓ کے مسلک سے متاثر تھے۔ اس کی وضاحت ہم نے (موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ب کے جز ا) میں کر دی ہے۔ تاہم دونوں کے درمیان اس اعتبار سے فرق ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ بات اس لئے ناپسند تھی کہ مسلمانوں کے اندر کتابی عورتوں کی خبیث عادات واطوار

سرایت کر جانے کا خطرہ تھا اور حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات اس لئے ناپسند تھی کہ اہل کتاب کی عورتوں کے عقائد میں بہت سی شرکیہ باتیں بھی شامل ہو گئی تھیں مشرکہ عورتوں سے نکاح بالاتفاق حرام ہے۔

۶۔ محرم: محرم کے لئے حالت احرام میں خود نکاح کرنا یا کسی کا نکاح کرانا درست نہیں ہے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس کا یہ نکاح فاسد ہو گا خواہ یہ محرم شوہر ہو یا بیوی (دیکھئے مادہ احرام نمبر۶ کا جز ل)

۷۔ محارم کو یکجا کر دینا: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے عقد میں بیک وقت ایسی دو بیویاں رکھے جن میں سے ایک دوسری کی محرم ہو مثلاً دو بہنیں، ماں اور اسکی بیٹی، پھوپھی اور اسکی بھتیجی وغیرہ خواہ یہ اجتماع نکاح کی بنا پر ہو یا تسری کی بنا پر (دیکھئے مادہ تسری) یا ایک نکاح کی بنا پر زوجیت میں آئی ہو اور دوسری تسری کی بنا پر ملکیت میں آئی ہو کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر۲۳ میں ارشاد باری ہے (وان تجمعوا بین الاختین الا ماسلف اور تم پر یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو زوجیت میں یکجا کر دو، البتہ پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا) دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز واؤ۔

۸۔ زانیہ: حضرت ابن عمرؓ زانیہ کے ساتھ نکاح کو مباح قرار دیتے تھے خواہ اس کے ہونے والے شوہر نے اس کے ساتھ بدکاری کی ہو یا کسی اور نے۔ اگر کسی اور نے اس کے ساتھ بدکاری کی ہو تو ہونے والے شوہر کے ساتھ اس کے نکاح کی صحت کی دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ یعنی زانیہ زنا سے توبہ کر لے دوم یہ کہ وہ اپنا استبراء رحم مکمل کر لے (دیکھئے مادہ زنا نمبر۳ کے جز ب کا جز ۱ اور ۲)

۹۔ عقد زوجیت میں حرہ (آزاد عورت) کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا: حضرت ابن عمرؓ حرہ کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے عقد میں حرہ ہے اور اب وہ ایک لونڈی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے دونوں کو زوجیت میں یکجا کر دینے کی صورت میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا[۷۴]۔

۴۔ عقد نکاح

الف۔ زوجہ کی رضامندی: حضرت ابن عمرؓ عقد نکاح کی صحت کے لئے عورت یعنی ہونے والی بیوی کی رضامندی کو شرط قرار دیتے تھے۔ اس رضامندی پر اس کی طرف سے ملنے والی اجازت کو دلیل قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ نکاح کی اجازت دیدے تو نکاح درست ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں سے ان کے نکاح کے سلسلے میں اجازت حاصل کیا کرتے تھے[۴۸]۔

ب۔ زوجہ کے ولی کی رضامندی: آپ زوجہ کے ولی کی رضامندی کی بھی شرط عائد کرتے اور فرماتے: "عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے"[۴۹]۔ عورت کا قریب ترین عصبہ اس کا ولی ہوتا ہے۔ عورتیں نکاح کے اندر اولیاء نہیں بن سکتیں صرف مملوک کے نکاح میں وہ ولی بن سکتی ہیں اس کا ذکر اگلے پیرے میں آئے گا۔ بنابریں بیٹی کی نکاح میں اس کی ماں سے اجازت حاصل کرنے کی شرط نہیں ہے۔ البتہ اس سے مشورہ کرلینا مستحسن ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: "عورتوں سے ان کی بیٹیوں کے نکاح کے بارے میں مشورہ کرو"[۵۰]۔

ج۔ غلام اور لونڈی کے آقا کی رضامندی: حضرت ابن عمرؓ غلام کے نکاح کی صحت کے لئے اس کے آقا کی رضامندی کو شرط قرار دیتے تھے۔ اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو اس کا یہ نکاح باطل ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "اگر غلام اپنے موالی (آقاؤں) کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہوگا"[۵۱]۔ مذکورہ بالا نکاح باطل ہونے کی بنا پر حضرت ابن عمرؓ اس نکاح پر درج ذیل نتائج مرتب کرتے تھے۔

۱۔ بیوی کے ساتھ اس کی ہمبستری زناکاری ہوگی جس کے نتیجے میں اس پر حد واجب ہوجائے گی آپ دونوں پر حد زنا جاری کردیتے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۲۔ مہر کا سقوط: جب حد واجب ہوجائے گی تو مہر ساقط ہوجائے گا کیونکہ مہر اور حد کا بیک وقت ایک ہی محل میں اجتماع نہیں ہوگا۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

۳۔ نکاح کے ولی اور گواہوں کی تعزیر: کیونکہ انہوں نے ایک حرام فعل میں مدد دینے کا اقدام کیا تھا۔ یہ تمام باتیں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہیں۔ نافع نے آپ سے روایت

کی ہے کہ اگر آپ کا کوئی غلام آپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیتا تو آپ اسے کوڑے لگاتے اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرادیتے اور بیوی سے کہتے: "تم نے اپنی شرمگاہ اس کے لئے مباح کردی حالانکہ اس نے تمہارے لئے کوئی مہر مقرر نہیں کیا"۔ آپ فرماتے: "اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو اسے حد میں کوڑے لگائے جائیں گے اور دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی، مہر واپس کردیا جائے گا اور نکاح کرانے والے گواہوں کی تعزیر کی جائے گی" [۵۲]۔ آپ کے ایک غلام نے آپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا آپ نے دونوں کو کوڑے لگائے اور غلام نے اپنی بیوی کو جو کچھ دیا تھا وہ آپ نے لے لیا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی" [۵۳]۔

اگر آقا اپنے غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دیدے تو اس کا یہ نکاح درست ہوجائے گا اور طلاق دینے کا اختیار غلام کو حاصل ہوگا۔ آقا کو اس بارے میں کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو آقا اپنے غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دیدے تو طلاق کا اختیار غلام کو حاصل ہوگا یہ اختیار کسی اور کے ہاتھ میں نہیں ہوگا" [۵۴]۔

د۔ مہر: مہر کے احکام کی تفصیل (مادہ مہر) نیز (مادہ رق نمبر ۸ کے جز ز) میں گذر چکی ہے۔

ھ۔ عقد نکاح میں شرطیں لگانا: عقد نکاح میں لگائی گئی شرطوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایسی شرطیں جس کا عقد نکاح مقتضی ہو اور یہ عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں۔ ایسی شرطیں جائز ہیں مثلاً مہر کو مؤجل رکھنے کی شرط یا معروف طریقے سے بیوی کو زوجیت میں رکھنے یا اسے چھوڑ دینے کی شرط نیز اسی قسم کی دیگر شرائط۔ حضرت ابن عمرؓ جب نکاح کراتے تو فرماتے: "میں نے تمہارا نکاح ان شرطوں پر کرایا جن کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی معروف طریقے سے بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھنا یا احسان کے ساتھ اسے چھوڑ دینا" [۵۵]۔

۲۔ ایسی شرطیں جن کا عقد نکاح مقتضی نہ ہو اور نہ یہ عقد نکاح کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں۔ اگر عقد نکاح میں اس قسم کی شرطیں عائد کردی جائیں تو اس سے نکاح فاسد ہوجائے گا۔

الف۔ مثلاً عقد نکاح میں توقیت کی شرط: یعنی کوئی شخص کسی عورت سے اتنے مہر پر ایک ماہ کی مدت کے لئے نکاح کرلے۔ اسے نکاح متعہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ متعہ)

ب۔ طلاق مغلظہ پانے والی عورت کے ساتھ پہلے شوہر کے لئے حلالہ کرانے کی شرط کے ساتھ نکاح (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر۲) نیز (مادہ زنا نمبر۲ کا جزھ)

ج۔ یہ شرط کہ عورت کے لئے کوئی مہر نہیں ہوگا۔ اسے نکاح شغار کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔ نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی کے ساتھ اس شرط پر کردے کہ یہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس کے ساتھ کردے گا اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہیں ہوگا[56]۔

د۔ گواہ: حضرت ابن عمرؓ نکاح کی صحت کے لئے گواہوں کی شرط نہیں لگاتے تھے بلکہ گواہوں کے بغیر بھی نکاح کو جائز قرار دیتے تھے[57]۔ (دیکھئے مادہ اشہاد نمبر۲)

ز۔ عورت کا عقد نکاح سرانجام دینا: حضرت ابن عمرؓ عورت کے لئے عقد نکاح سرانجام دینے کو مباح قرار نہیں دیتے تھے خواہ وہ یہ عقد نکاح اپنے لئے سرانجام دے یا کسی اور کے لئے اس لئے کہ عورت مردوں کی مجلسوں سے منزہ ہوتی ہے نیز یہ بھی لازم ہے کہ اس پر حیا داری کی چھاپ ہو جبکہ عقد نکاح ان باتوں کے منافی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت کی لونڈی ہے کیا وہ اپنی لونڈی کا نکاح کرا سکتی ہے آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور فرمایا: "وہ اپنے ولی کو اس کا حکم دے اور ولی اس کا نکاح کرائے[58]۔

ح۔ عقد نکاح کے وقت خطبہ (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر۳)

نکاح کا ولیمہ (دیکھئے مادہ دعوۃ نمبر۲ کا جزب)

احصان کی صفت وجود میں آنے کے لئے درست نکاح کے تحت دخول کی شرط (دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کا جزد)

نکاح کے بندھن کا کھل جانا (دیکھئے مادہ طلاق)

نواح (ماتم کرنا)

میت پر ماتم کرنے کی تحریم (دیکھئے مادہ موت نمبر ۳)

نوم (نیند)

۱۔ تعریف: نوم اس طبعی کیفیت کو کہتے ہیں جو انسان کو وقتاً فوقتاً لاحق ہوتی ہے اور اس کے تحت قوت عاقلہ کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور قوت عاقلہ کے تمام آثار و نشانات معطل ہو جاتے ہیں۔

۲۔ عشاء کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد سونا: حضرت ابن عمرؓ انسان کے لئے عشاء سے پہلے سو جانے کو مباح قرار دیتے تھے بشرطیکہ عشاء کی نماز کے لئے اسے بیدار کرنے کی کسی نے ذمہ داری اٹھائی ہو۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ عشاء سے پہلے سو جاتے تھے؟ نافع نے جواب دیا کہ آپ سو جاتے اور کسی کو اس کام کے لئے مقرر کر دیتے کہ وہ آپ کو بیدار کر دے [۵۹]۔ اگر کوئی شخص عشاء کے لئے سونے والے کو بیدار کرنے کی ذمہ داری نہ لے تو ایسی صورت میں عشاء سے پہلے اس کا سو جانا مکروہ ہو گا۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کو محمول کیا جائے گا: "عشاء پڑھو اور پھر سو جاؤ" [۶۰]۔ اسی بنا پر آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ عشاء سے پہلے سو جانے والے کو گالیاں دینے پر اتر آتے [۶۱]۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۵)

جب ایک شخص عشاء پڑھ لے تو اس کے بعد سو جانا اور گپیں نہ ہانکنا مسنون ہو گا (دیکھئے مادہ سمر نمبر ۲)

۳۔ نیند کی وجہ سے کب وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ھ)

جنبی جب سونے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے وضوء کرنا مستحب ہو گا (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز ج)

مسجد میں سونے کی اباحت (دیکھئے مادہ مسجد نمبر ۹)

نیابتہ (نیابت) دیکھئے مادہ وکالتہ

نیہ ؐ (نیت)

۱۔ تعریف: کسی فعل کو سرانجام دینے کے لئے جزم کے ساتھ عقد قلب کو نیت کہتے ہیں۔

۲۔ عبادات کی صحت کے لئے نیت کی شرط (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۱)
حج کے اندر نیت (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۱)
نفلی روزوں کے سوا عمل پر نیت کا مقدم ہونا (دیکھئے مادہ صیام نمبر۶)
بلند آواز سے نیت نہ کرنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۴)
کنایا کے تحت دی گئی طلاق میں معاملے کا نیت کی طرف راجع ہونا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۵ کا جز ب)

حرف النون میں مذکورہ حوالہ جات

[۱] ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ج ۱' سنن بیہقی ص ۴۱۳ ج ۲' المحلی ص ۱۸۰ ج ۱
[۲] المحلی ص ۱۶۰ ج ۱
[۳] حوالہ درج بالا نیز عبدالرزاق ص ۸۶ ج ۱
[۴] عبدالرزاق ص ۲۶۶ ج ۱
[۵] حوالہ درج بالا
[۶] المحلی ص ۱۰۷ ج ۱
[۷] ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ج ۱
[۸] المغنی ص ۵۴ ج ۱
[۹] ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ب ج ۱
[۱۰] ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ب ج ۱
[۱۱] المحلی ص ۱۳۸ ج ۱
[۱۲] المحلی ۱۶۰ ج ۱' المغنی ص ۶۰۹ ج ۸' عبدالرزاق ص ۸۶ ج ۱
[۱۳] المغنی ص ۶۹۶ ج ۸' المحلی ص ۸' ۱۰ ج ۸
[۱۴] عبدالرزاق ص ۴۴۲ ج ۸' کنزالعمال نمبر ۴۶۵۷۵
[۱۵] المحلی ص ۸ ج ۸
[۱۶] المحلی ص ۹' ۱۰ ج ۸
[۱۷] سنن بیہقی ص ۷۴ ج ۱۰
[۱۸] ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱
[۱۹] ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۱' سنن بیہقی ص ۸۷ ج ۱۰' المغنی ص ۳۳ ج ۹
[۲۰] عبدالرزاق ص ۲۴ ج ۵
[۲۱] عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۸' کنزالعمال نمبر ۴۶۵۷۴
[۲۲] شرح السنہ ص ۳۳ ج ۱۰
[۲۳] ابن ابی شیبہ ص ۱۵۶ ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۷۴ ج ۱۰
[۲۴] عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۸' المحلی ص ۱۸ ج ۸' المغنی ص ۷۱۰ ج ۸
[۲۵] المحلی ص ۱۸ ج ۸' ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱
[۲۶] المحلی ص ۱۸ ج ۸
[۲۷] عبدالرزاق ص ۴۸۴ ج ۸' المحلی ص ۱۰ ج ۸
[۲۸] ابن ابی شیبہ ص ۱۵۹ ج ۱' الموطا ص ۴۷۳ ج ۲' المحلی ص ۴۶۶ ج ۷' المغنی ص ۱۲ ج ۹
[۲۹] سنن بیہقی ص ۸۱ ج ۱۰
[۳۰] عبدالرزاق ص ۴۴۸ ج ۸
[۳۱] سنن بیہقی ص ۲۴۳ ج ۵' ص ۲۸۹ ج

۹' شرح السنہ ص ۱۹۴ ج ۷

۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱' المحلی ص ۱۸ ج ۸

۳۳۔ احکام القرآن ص ۲۴۳ ج ۳' سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵

۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ج ۱' المغنی ص ۵۴۲ ج ۳

۳۵۔ کشف الغمہ ص ۲۰۶ ج ۱' ص ۱۹۴' ج ۲

۳۶۔ بخاری اور ترمذی سورہ احزاب کی تفسیریں مسلم فی فضائل زید بن حارثہ' الدرالمنثور ص ۱۸۱ ج ۵' سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۷

۳۷۔ المغنی ص ۵۲۹ ج ۹

۳۸۔ عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱

۳۹۔ عبدالرزاق ص ۱۶۷ ج ۱۱' شرح السنہ ص ۸۷ ج ۱۲

۴۰۔ الدرالمنثور ص ۳۱۳ ج ۲' المغنی ص ۵۶۵ ج ۷

۴۱۔ عبدالرزاق ص ۴۷ ج ۴' سنن بیہقی ص ۱۹۵ ج ۴' ص ۳۲۷ ج ۵' الاموال ص ۴۵۷

۴۲۔ المغنی ص ۵۸۰ ج ۶

۴۳۔ عبدالرزاق ص ۲۷۵ ج ۶' ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲ ج ۱' تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۰ ج ۱' المغنی ص ۵۶۹ ج ۶

۴۴۔ بخاری فی الطلاق باب "ولا تنکحوا المشرکات' تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۸ ج ۱' المحلی ص ۴۴۵ ج ۹

۴۵۔ الدرالمنثور ص ۲۶۱ ج ۲' احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱' تفسیر قرطبی ص ۶۸ ج ۳

۴۶۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱' تفسیر قرطبی ص ۶۸ ج ۳

۴۷۔ الموطا ص ۵۳۶ ج ۲' المحلی ص ۴۴۱ ج ۹' الام ص ۲۵۵ ج ۷' سنن بیہقی ص ۱۷۵ ج ۷ کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۲

۴۸۔ عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۶' المحلی ص ۴۶۲ ج ۹

۴۹۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۹' کشف الغمہ ص ۶۱ ج ۲

۵۰۔ ابوداؤد فی النکاح باب فی الاستئمار

۵۱۔ ابوداؤد فی النکاح باب نکاح العبد بغیر اذن سیدہ' المغنی ص ۵۱۵ ج ۶

۵۲۔ عبدالرزاق ص ۲۴۴ ج ۷' ابن ابی شیبہ ص ۲۲۰ ج ۶' المحلی ص ۴۶۳ ج ۹' تفسیر قرطبی ص ۱۴۱ ج ۵' المغنی ص ۵۱۶ ج ۶' سنن بیہقی ص ۱۰۰ ج ۷' کشف الغمہ ص ۵۹

ج ۲

۵۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۱/ ۱۹۷ ج ۳

۵۴۔ سنن بیہقی ص ۳۶۰ ج ۷' الموطا ص ۵۷۵ ج ۲' سنن سعید بن منصور ص ۱/ ۱۹۵ ج ۳' المحلی ص ۲۳۱ ج ۱۰

۵۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۱/ ۱۷۴ ج ۳' سنن بیہقی ص ۱۴۷ ج ۷

۵۶۔ بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی نسائی کتاب النکاح باب نکاح الشغار

۵۷۔ نیل الاوطار ص ۲۶۰ ج ٦' المغنی ص ۴۵۱ ج ٦

۵۸۔ عبدالرزاق ص ۲۱۰ ج ٦' ص ۲۷۳ ج ۷' کنزالعمال نمبر ۴۵۷۶۷

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱

۶۰۔ حوالہ درج بالا

۶۱۔ حوالہ درج بالا

حرف الھاء

ھبتہ (ہبہ)

۱۔ تعریف: زندگی کے اندر اپنی کوئی چیز بلا عوض کسی کو تملیک کردینا ہبہ کہلاتا ہے۔

۲۔ کس چیز کا ہبہ درست ہوتا ہے؟: اعیان میں سے ہر اس عین کا ہبہ درست ہوتا ہے جس کا حصول درست ہو، اس کی حوالگی ممکن ہو اور وہ معلوم و متعین ہو اس لئے کہ عقد کے ذریعے ہی ہبہ کا لزوم ہوتا ہے۔ ثابت فی الذمہ حقوق یعنی غیر اعیانی حقوق کا ہبہ بھی درست ہے۔ البتہ اعیانی حقوق کا ہبہ جائز نہیں ہے۔ بنا بریں نہ تو نسب کا ہبہ جائز ہے اور نہ ہی ولاء کا ہبہ[1]۔ نہ ہی آقا کی طرف سے اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کے حق کا ہبہ۔ وغیرذلک۔

۳۔ ہبہ کے سلسلے میں اولاد کے درمیان مساوات برتنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ہدایا کے اندر اولاد کے درمیان مساوات قائم کرنا واجب نہیں ہے نیز یہ کہ باپ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو مساوات قائم رکھے اور چاہے تو قائم نہ رکھے۔ حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت ثابت ہے کہ آپ نے تین یا چار غلام اپنے ایک بیٹے کو دے دیئے اور دوسرے بیٹوں کو نہیں دیئے[2]۔

۴۔ ہبہ کا سوال کرنا حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مومن کے لئے ہبہ طلب کرنے کے فعل سے اپنے آپ کو منزہ رکھنا واجب ہے اور اس کی طلب ناجائز ہے۔ خود آپ بھی کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرتے[3]۔ آپ فرماتے: "میں کسی سے کچھ نہیں مانگتا اور مجھے جو کچھ دے دے اسے میں رد نہیں کرتا"[4]۔ عبدالعزیز بن مروان نے آپ کو لکھا کہ اپنی ضروریات بیان کیجئے آپ نے جواب میں انہیں لکھا کہ: "حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے" میرے خیال میں اوپر کا ہاتھ دینے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے کا ہاتھ لینے والے کا ہاتھ ہے، میں تم سے کچھ مانگوں گا نہیں لیکن تم نے جو کچھ دیا ہے اسے رد بھی نہیں کروں گا، والسلام"[5]۔

حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ حضرت عمر کو

عطیے دیا کرتے تھے' حضرت عمرؓ آپ سے عرض کرتے: "اللہ کے رسول' یہ عطیے ان لوگوں کو دے دیجئے جو مجھ سے بڑھ کر ضرورت مند ہیں" یہ سن کر حضور ﷺ فرماتے: "اسے لے لو' پھر یا تو اسے اپنا مال بنالو یا اس کا صدقہ کردو' تمہارے پاس اس مال میں سے جو آئے جبکہ تمہارے اندر اس کے لئے اشراف نفس نہ ہو اور نہ ہی تم اس کے سائل بنو تو اسے لے لو اور جو اس طرح نہ ہو اس کے پیچھے اپنے دل کو نہ لگادو" سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نہ تو کسی سے کچھ مانگتے تھے اور نہ ہی آئی ہوئی چیز کو واپس کرتے"[۶]۔

۵۔ ہبہ قبول کرنا

الف۔ ہبہ قبول کرنے کے عمل کس طرح تکمیل پذیر ہوتا ہے؟ الفاظ کے ذریعے قبول ہبہ کا عمل بالاتفاق جائز ہے مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ "میں نے یہ قلم تمہیں ہبہ کردیا" اور وہ جواب میں کہے کہ "میں نے ہبہ قبول کرلیا" اور پھر وہ مذکورہ قلم اپنے قبضے میں لے لے۔ تاہم فقرہ "میں نے قبول کرلیا" قبول ہبہ کے لئے شرط نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ صرف ہبہ اپنے قبضے میں لینے پر اقتصار کرلے تو یہ بات جائز ہوگی اور اسے قبول سمجھ لیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ کے ایک اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے' حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ سے فرمایا: "مجھے یہ اونٹ فروخت کردو" حضرت عمرؓ نے جواب میں عرض کیا: "اللہ کے رسول' یہ اونٹ آپ کا ہوگیا" آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "عبداللہ بن عمر' یہ اونٹ تمہارا ہوگیا' اس کے سلسلے میں تمہاری جو مرضی ہو وہ کرو" اس واقعہ میں یہ منقول نہیں کہ حضور ﷺ نے الفاظ کے ذریعہ حضرت عمرؓ کا ہبہ قول کیا یا حضرت ابن عمرؓ نے الفاظ کے ذریعے حضور ﷺ سے ہبہ قبول کیا"[۷]۔

ب۔ سلطان کا دیا ہوا ہبہ قبول کرلینا: سلطان کے دیئے ہوئے ہبہ کی دو میں سے ایک کیفیت ہوتی ہے۔

ا۔ سلطان اپنی رعیت میں سے کسی فرد کو اپنے ساتھ ملانے اور اسے اپنے ہاتھ میں لینے کی غرض سے اسے کوئی چیز ہبہ کردے تاکہ مذکورہ شخص ایک باطل چیز دیکھ کر اس پر

تنقید نہ کرے بلکہ خاموش رہے یا وہ کسی حق بات کا انکار کر جائے۔ اس قسم کا ہبہ قبول کرنا جائز نہیں ہے خواہ یہ ہبہ سلطان کی طرف سے آیا ہو یا غیر سلطان کی طرف سے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیرؓ کے ساتھ خانہ جنگی کے دوران حضرت ابن عمرؓ کو مال کا ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب خانہ جنگی ختم ہو گئی اور پھر عبدالملک نے آپ کو مال کا ہدیہ بھیجا تو آپ نے اسے قبول کر لیا[۸]۔

۲۔ سلطان درج بالا مقاصد کے سوا کسی اور مقصد کے تحت ہبہ کرے، ایسا ہبہ قبول کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہی حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی۔ مختار ثقفی آپ کو مال بھیجا کرتا آپ اسے قبول کر لیتے اور فرماتے: "میں کسی سے سوال نہیں کرتا اور اللہ میرے لئے جو کچھ بھیج دے اسے میں رد بھی نہیں کرتا"[۹]۔

ج۔ ایسا ہبہ جس میں ربوا کا شبہ ہو: قرض دینے والے کے لئے قرض لینے والے سے کوئی ہبہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں ربوا کا شبہ ہوتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: "میں نے ایک شخص کو قرض دیا اس نے مجھے ہدیہ بھیج دیا" حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: "اسے اس ہدیہ کا بدلہ دو یا اسے اپنے قرض کی رقم میں شمار کر لو یا پھر اسے واپس کر دو"[۱۰]۔ کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک دہقان آیا جس کے ذمہ خراج کی بڑی رقم تھی، میں نے اس کا کفیل بننا قبول کر لیا اور تحریر لکھ دی اور اس کی طرف سے رقم بھی ادا کر دی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور مذکورہ تحریر پھاڑ دی اور اپنے ذمہ واجب الادا رقم ادا کر دی پھر اس نے مجھے ایک ٹٹو اور کپڑے کا ایک جوڑا دیا، یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم اس کے کفیل بن کر رقم ادا نہ کرتے تو کیا وہ تمہیں یہ چیزیں دیتا؟" میں نے اس کا جواب نفی میں دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: "تو پھر تم یہ چیزیں نہ لو"[۱۱]۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۴ کا جز ج)

د۔ محرم کو شکار کا ہدیہ بھیجنا حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ محرم کے لئے ہدیہ کے طور پر کسی کا بھیجا ہوا شکار قبول کرنا حلال نہیں ہے۔ آپ ہدیے قبول کر لیتے لیکن

حالت احرام میں اگر آپ کو شکار کا ہدیہ بھیجا جاتا تو اسے واپس کردیتے [۱۲]۔ آپ کو زندہ ہرنیاں ہدیہ کے طور پر بھیجی گئیں آپ نے انہیں یہ کہہ کر واپس کردیا کہ: "ہدیہ بھیجنے والے نے حرم میں داخل ہونے سے پہلے انہیں ذبح کیوں نہیں کیا' جب یہ ہرنیاں اپنے مامن یعنی حرم میں داخل ہوگئیں تو انہیں ہدیہ کے طور پر بھیج دیا!! مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے" [۱۳]۔

۶۔ ہبہ واپس کرلینا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اس صورت میں موہوب لہ سے ہبہ واپس لے لینا جائز ہے جب تک ہبہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہو اور موہوب لہ کی ملکیت سے خارج نہ ہوا ہو نیز موہوب لہ نے اس کے بدل کے وطو پر کوئی چیز واہب کو نہ دی ہو۔ اگر وہ واہب کو اس کا کوئی بدلہ یعنی عوض دے دے تو پھر واہب کے استرداد کا حق ساقط ہوجائے گا [۱۴]۔

۷۔ "العمریٰ" کے ساتھ ہبہ (دیکھئے مادہ عمریٰ)

ھدی (ہدی)

۱۔ تعریف ہدی وہ چوپایہ ہے جسے حج یا عمرہ میں قربانی کے طور پر یا کفارہ کے طور پر حرم کے اندر ذبح کیا جائے۔

۲۔ ہدی کے طور پر کون سے چوپائے ذبح کئے جاسکتے ہیں۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ واجب ہدی کے اندر صرف اونٹ یا گائے ذبح کی جاسکتی ہے واجب ہدی سے ہماری مراد وہ دم یعنی جانور ہے جو احصار کے اندر واجب ہوتا ہے (دیکھئے مادہ احصار نمبر۳ کے جز ب کا جز ا) اس طرح وہ دم ہے جو حج تمتع یا حج قرآن میں واجب ہوتا ہے۔ آپ فرماتے:" جب کوئی شخص حج اور عمرے کا قرآن کرلے تو اس پر بدنہ واجب ہوجائے گا۔ آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ بکری واجب ہوگی" یہ سنکر آپ نے فرمایا:"روزہ رکھ لینا بکری قربانی کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے" [۱۵]۔ آپ فرماتے: "ہدی اونٹ یا گائے کا ہوتا ہے" [۱۶]۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۷ ۳)

ب- واجب ہدی کے اندر اس کا ثنی ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم عمر کا جانور کافی نہیں ہو گا[۱۷]۔ (پانچ سالہ اونٹ اور دو سالہ گائے کو ثنی کہتے ہیں۔ مترجم)

ج- ہدی کا مادہ ہونا مستحب ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: "آپ کا کیا خیال ہے کہ میں اونٹنی کی بجائے اونٹ ذبح کردوں؟" آپ نے جواب دیا: "میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ مادہ جانور ذبح کرنا مجھے زیادہ پسند ہے"[۱۸]۔

د- ہدی میں اشتراک: حضرت ابن عمرؓ کا پہلا قول یہ تھا کہ ہدی کے اندر ایک سے زائد افراد کا اشتراک درست نہیں ہے اور گائے صرف ایک آدمی کی طرف سے درست ہوتی ہے نیز بکری اور بدنہ (اونٹ یا گائے) صرف ایک آدمی کی طرف سے ذبح ہوسکتے ہیں[۱۹]۔ لیکن بقول ابن حزم آپ نے جلد ہی اپنے اس قول سے رجوع کرلیا اور اونٹنی یا گائے میں ایک سے زائد افراد کے اشتراک کے جواز کے قائل ہوگئے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ کیا گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے دی جاسکتی ہے؟ آپ نے پوچھا: "یہ کیسے ہوسکتا ہے کیا گائے یا اونٹ کی سات جانیں ہوتی ہیں؟" میں نے عرض کیا: "کوفہ میں اصحاب رسول ﷺ نے مجھے یہی فتویٰ دیا ہے" لوگوں نے بھی میری بات کی تصدیق کی اور کہا کہ یہی بات حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی فرمائی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "یہ بات مجھے معلوم نہ ہوسکی"[۲۰]۔

ھ- ہدی کے بچے کو اس کے ساتھ ذبح کرنا: اگر کوئی شخص اونٹنی یا گائے اپنے ہدی کے لئے خرید لے اور یہ اونٹنی یا گائے حاملہ ہو یا مذکورہ شخص کے پاس آکر حاملہ ہوگئی ہو اور پھر بچہ جن دے تو اس پر ماں کے ساتھ اسے بھی ذبح کرنا واجب ہوگا۔ حضرت ابن عمرنے فرمایا" اگر بدنہ بچہ دیدے تو ہدی لیجانے والا اس بچے کو بھی اٹھا لے گا اور ماں کے ساتھ اس بھی ذبح کردے گا۔ اگر اسے مذکورہ بچہ اٹھا کر لے جانے کا کوئی ذریعہ میسر نہ ہو تو اسے اس کی ماں پر لاد دے گا اور ماں کے ساتھ اسے بھی ذبح کردے گا"[۲۱]

۔

و- ہدی کا مرجانا یا گم ہوجانا: اگر کوئی شخص ہدی خرید کر اپنے ساتھ لے چلے اور پھر یہ

ہدی راستے میں مرجائے تو اس صورت میں یا تو یہ نفلی ہدی ہوگا یا واجب ہدی

ا۔ اگر نفلی ہدی ہو تو جس جگہ یہ مرنے لگا ہو اسی جگہ اسے ذبح کردے گا اور اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز ہوگا۔ اسے اس کی جگہ کوئی اور ہدی خریدنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے میرے ساتھ ایک اونٹنی نفلی ہدی کے طور پر بھیج دی۔ یہ اونٹنی راستے میں مرنے کے قریب ہوگئی میں نے اسے ذبح کردیا اور اس کا ایک حصہ صدقہ کردیا اور ایک حصہ لے کر واپس آگیا حضرت ابن عمرؓ نے یہ گوشت تناول فرمایا اور اس ہدی کا بدل نہیں دیا [۲۲]۔ یعنی اس کا بدل نکالنا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ اگر واجب ہدی ہو مثلاً نذر کا ہدی یا شکار کے جرمانے کا ہدی یا اسی طرح کا کوئی اور ہدی ہو اگر وہ مرنے لگے تو اسے ذبح کردیا جائے۔ ہدی لے جانے والا اس کا گوشت کھائے اور پھر اس کی جگہ دوسرا ہدی لے جائے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر بدنہ مرنے لگے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے (جس کے نتیجے میں وہ چلنے سے معذور ہوجائے) تو اسے ذبح کردیا جائے اور اس کا مالک اس کا گوشت خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے اور اس کا بدل نہ دے۔ الا یہ کہ وہ نذر کا ہدی ہو یا شکار کے جرمانے کا ہدی" [۲۳]۔ (ایسی صورت میں وہ اس کا بدل دے گا اور اس کا گوشت بھی نہیں کھائے گا) ہدی گم ہوجانے کا حکم اس کے ہلاک ہوجانے کے حکم کی طرح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص اونٹنی ہدی کے طور پر لے چلے اور وہ گم ہوجائے یا مرجائے تو اگر یہ اونٹنی نذر کی ہو تو اس کا بدل دینا ہوگا اور اگر نفلی ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس کا بدل دے دے اور چاہے تو اسے ترک کردے" [۲۴]۔ اگر ایک شخص کا ہدی گم ہوجائے اور نہ مل سکے اور پھر مالک اس کی جگہ دوسرا ہدی خرید لے اور اس کے بعد پہلا ہدی بھی مل جائے تو اس پر دونوں ہدی ذبح کرنا واجب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص ہدی ہانک کر لے چلے اور پھر اسے گم کردے اور اس کی جگہ دوسرا ہدی خریدلے اور پھر اسے پہلا ہدی بھی مل جائے تو وہ دونوں ہدی ذبح کرے گا" [۲۵]۔

ز۔ ہدی کا اشعار شرط ہے ((دیکھئے مادہ اشعار) نیز گلے میں جوتے وغیرہ کا ہار ڈالنا بھی

(دیکھئے مادہ تقلید) اسے عرفات میں لے جا کر کھڑا کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: "ہدی وہی ہے جس کا اشعار کیا جائے اور اسے قلادہ ڈالا جائے اور عرفات میں کھڑا کیا جائے" [۲۶]۔ اگر ہدی کا اشعار نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کے گلے میں قلادہ ڈالا جائے اور پھر اسے عرفات سے لے کر جایا جائے تو ہدی نہیں ہو گا بلکہ اضحیہ ہو گا [۲۷]۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۴)

۲۔ ہدی بھیجنے والے کا امساک: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص کعبہ کو ہدی بھیج دے تو وہ صرف بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے کے سوا ان تمام دیگر کاموں سے اپنے آپ کو روک رکھے گا جن سے احرام والا اپنے آپ کو روک رکھتا ہے۔ یعنی وہ اپنے ناخن نہیں کاٹے گا' بال نہیں مونڈے گا اور خوشبو نہیں لگائے گا یہاں تک کہ اس کا مرسلہ ہدی حرم میں ذبح ہو جائے۔ البتہ وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کر سکے گا اور اسے شہوت کے تحت ہاتھ لگا سکے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ اگر کوئی ہدی بھیج دیتے تو ان باتوں سے رک جاتے جن سے احرام والا رک جاتا ہے البتہ تلبیہ نہ کہتے [۲۸]۔

۴۔ ہدی نحر یعنی ذبح کرنے کا وقت: جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد نفلی ہدی اور حج تمتع نیز حج قران کا ہدی اور جزا یعنی جرمانے کا ہدی ذبح یا نحر کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۴) نذر اور احصار کے ہدی کو ذبح کرنے کا کوئی معین وقت نہیں ہے الا یہ کہ نذر ماننے والا اپنی ذات پر ایک خاص وقت میں ہدی ذبح کرنا لازم کر دے۔

۵۔ ہدی ذبح کرنے کی جگہ: نفلی ہدی نیز تمتع اور قران کا ہدی نیز جزاء یعنی جرمانے کا ہدی اور احصار کا ہدی صرف حرم کے اندر ذبح ہونا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنا ہدی منیٰ کے اندر عقبہ کے پیچھے منحر میں نحر کرتے یا مکہ میں مروہ کے مقام پر نحر کرتے [۲۹]۔ نذر کے ہدی کو ناذر جس جگہ ذبح کرنا چاہے کر سکتا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جو شخص اونٹ یا گائے ذبح کرنے کی نذر مانے وہ اسے جس جگہ چاہے ذبح یا نحر کر سکتا ہے" [۳۰]۔ البتہ اگر وہ اسے حرم میں ذبح کرنا اپنے اوپر لازم کر لے تو پھر حرم کے سوا کسی اور جگہ اسے ذبح کرنا درست نہیں ہو گا۔

۶۔ ہدی کا گوشت کھانا: ہدی لے جانے والے کے لئے اپنے ہدی کے گوشت کھالینا جائز ہے البتہ اگر نذر یا جرمانے کا ہدی ہو تو پھر اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرنے فرمایا "اگر بدنہ مرنے کے قریب ہو جائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے اور پھر اسے ذبح کردیا جائے تو اس کا مالک اس کا گوشت خود کھاسکتا ہے اور دوسروں کو کھلاسکتا ہے۔ وہ اس کا بدل نہیں دے گا الا یہ کہ وہ نذر یا شکار کے جرمانے کا بدنہ یعنی ہدی ہو"[۳۱]۔ (ایسی صورت میں وہ اس کا گوشت نہیں کھائے گا اور بدل بھی دے گا) ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ منیٰ سے چل پڑے اور اپنی قربانی یعنی ہدی کا گوشت نہیں کھایا[۳۲]۔ یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہدی کا گوشت کھانا واجب اور ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسا کرنا واجب ہوتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے کبھی ترک نہ کرتے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کے نزدیک ہدی کا گوشت کھانا سنت یا مباح تھا۔

ہدی کا گوشت ذخیرہ کرلینا (دیکھئے مادہ ادخار)

۷۔ ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالنے کے ذریعے احرام (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۴)

هر (بلا)

بلا وہ نر جانور ہے جس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ البتہ اس کے جوٹھے کی نجاست قابل معافی ہے کیونکہ وہ گھر کا چکر لگانے والوں اور لگانے والیوں میں شمار ہوتا ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جزج)

هرولة (تیز قدموں سے چلنا)

ہرولہ تیز قدموں سے چلنے کو کہتے ہیں یعنی عام رفتار سے چلنے اور دوڑنے کے درمیان ہوتا ہے ہرولہ کب مسنون ہے؟ (دیکھئے مادہ رمل نمبر ۲)

حرف الهاء میں مذکورہ حوالہ جات

[۱] ۔ المغنی ص ۳۵۲ ج ۶
[۲] ۔ سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۶
[۳] ۔ کشف الغمہ ص ۱۹۱ ج ۱
[۴] ۔ فتح الباری ص ۱۳۵ ج ۱۳' شرح السنہ ص ۱۲۹ ج ۶
[۵] ۔ احکام القرآن ص ۷۱ ج ۱
[۶] ۔ المحلی ص ۱۵۲ ج ۹
[۷] ۔ المغنی ص ۵۹۵ ج ۵
[۸] ۔ شرح السنہ ص ۱۵ ج ۸
[۹] ۔ فتح الباری ص ۱۳۵ ج ۱۳' شرح السنہ ص ۱۲۹ ج ۶' ص ۱۵ ج ۸' احکام القرآن ص ۷۱ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۲۷۶ ج ۲' شرح السیر الکبیر ص ۹۹ ج ۱' المحلی ص ۱۵۳ ج ۹' المغنی ص ۲۶۹ ج ۴' ص ۴۴۴ ج ۶' سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۰ ج ۳' طبقات ابن سعد ص ۱۵۰ ج ۴
[۱۰] ۔ عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۸' المحلی ص ۸۶ ج ۸' کنزالعمال نمبر ۱۰۱۴۳' کشف الغمہ ص ۱۴ ج ۲
[۱۱] ۔ عبدالرزاق ص ۱۴۸ ج ۸
[۱۲] ۔ المحلی ص ۱۵۳ ج ۹
[۱۳] ۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵' آثار ابی یوسف
[۱۴] ۔ عبدالرزاق نمبر ۴۶۲۱۳' المحلی ص ۱۲۹ ج ۹
[۱۵] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱
[۱۶] ۔ حوالہ درج بالا
[۱۷] ۔ المغنی ص ۵۵۳ ج ۳
[۱۸] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ب ج ۱' المحلی ص ۱۵۱ ج ۷
[۱۹] ۔ جامع الاصول نمبر ۱۶۳۴' المحلی ص ۱۵۱ ج ۷
[۲۰] ۔ حاشیہ المحلی ص ۱۵۱ ج ۷
[۲۱] ۔ الموطا ص ۳۷۸ ج ۱' ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ ج ۱' سنن بیہقی ص ۲۳۷ ج ۵' شرح السنہ ص ۱۹۷ ج ۷
[۲۲] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ ج ۱' المحلی ص ۲۶۷ ج ۷' المغنی ص ۵۳۷ ج ۳
[۲۳] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ب ج ۱
[۲۴] ۔ سنن بیہقی ص ۲۴۳ ج ۵' ص ۲۸۹ ج ۹' الموطا ص ۳۸۱ ج ۱' شرح السنہ ص ۱۹۴ ج ۷
[۲۵] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ب ' ج ۱' المغنی ص ۵۳۵ ج ۳
[۲۶] ۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵' المغنی ص

۴۳۴ ج ۳' المجموع ص ۲۶۹ ج ۸' المحلی ص ۱۶۶ ج ۸

[۲۷] ۔ المحلی ص ۱۶۶' ۲۷۲ ج ۷

[۲۸] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ب ج ۱' تفسیر قرطبی ص ۴۱ ج ۶

[۲۹] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۱ ب ج ۱' سنن بیہقی ص ۱۰۲' ۲۳۲' ۲۴۰ ج ۵

[۳۰] ۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵

[۳۱] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ب ج ۱' المحلی ص ۲۷۱ ج ۷' شرح السنہ ص ۱۹۱ ج ۷' المغنی ص ۵۴۲ ج ۳

[۳۲] ۔ سنن بیہقی ص ۲۴۱ ج ۵

حرف الواؤ

وتر (طاق)

وتر جفت کی ضد ہے اور وتر کی نماز وہ نماز ہے جو عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح کی نماز تک ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزد کا جز ا)

وتر کی نماز پڑھنے کا طریقہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ی)

سفر کی اندر سواری پر وتر کی نماز (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ح کے جز ۵ کا جز ج)

وجہ (چہرہ)

۱۔ تعریف وجہ سر کا وہ حصہ ہے جس کی ذریعہ عادۃ مواجہت ہوتی ہے یعنی ایک انسان دوسرے کے سامنے ہوتا ہے۔ اس میں دونوں آنکھیں' منھ اور ناک واقع ہیں۔ طول میں اس کی حد پیشانی کی سطح کی ابتداء سے ٹھوڑی کے نیچے تک ہے اور عرض میں اس کی حد دونوں کانوں کی لو کے درمیان ہے۔

۲۔ چہرے کو بگاڑ دینا: حضرت ابن عمرؓ چہرے کی صورت بگاڑنے کو مکروہ سمجھتے تھے خواہ یہ بگاڑ ضرب کی وجہ سے پیدا ہو یا وشم یعنی گودنے کی وجہ سے۔ سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چہرے پر نشان بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ نے چہرے پر ضرب لگانے سے منع فرمایا ہے"[1]۔ (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ تعزیر نمبر ۳)

۳۔ وضو میں چہرہ دھونا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴)

احرام کی حالت میں چہرہ نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ب کا نمبر ۲)

چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کا جز الف)

ودیعہ (ودیعت)

ودیعت اس مال کو کہتے ہیں جسے قصدا کسی کے پاس بلامعاوضہ حفاظت کی خاطر رکھا

جائے۔

ودیعت کے احکام (دیکھئے مادہ امانة)

وزغ (چھپکلی)

چھپکلی کھانا حرام ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ کا جز ۹)

وسق (وسق ایک پیمانے کا نام)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے" [۲]۔

وسم (نشان بنانا)

وسم گرم لوہے کے ذریعے داغ کر جلد پر نشان بنانے کو کہتے ہیں۔

جانوروں کو وسم جائز ہے تاکہ وہ دوسرے جانوروں کے ساتھ مل نہ جائیں۔ تاہم جلد کو اس قدر گہرا داغنا مکروہ ہے کہ اس کا اثر گوشت تک پہنچ جائے۔ اس لئے کہ یہ بلا ضرورت تعذیب کی صورت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اپنی بکریوں کو داغ رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا: "گوشت تک نہ پہنچاؤ، گوشت تک نہ پہنچاؤ" [۳]۔

وسوسة (وسوسہ)

۱۔ تعریف: بے موقعہ و محل شک کا بار بار لوٹ کر آنا وسوسہ کہلاتا ہے۔

۲۔ وسوسہ قطع کرنا: حضرت ابن عمرؓ وسوسے کو شیطان کا عمل قرار دیتے تھے شیطان انسان کو وسوسہ لاحق کردیتا ہے تاکہ اسے اللہ کی اطاعت سے ہٹادے بنا بریں انسان پر لازم ہے کہ وہ وسوسہ ختم کرنے کے لئے قدم اٹھائے۔ اس لئے جو شخص اس وسوسے میں مبتلا ہو کہ اسے پیشاب لگ گیا ہے اس پر اس وسوسے کو اپنے کپڑے پر پانی چھڑک کر دور کرنا لازم ہے تاکہ اگر اسے وسوسہ پیدا ہوجائے تو وہ یہ سوچے کہ یہ پانی ہے پیشاب نہیں ہے۔ ابن ابی ذیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پیشاب لگ جانے کے وسوسے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: "جب تم وضو کرچکو تو پانی چھڑک لو کیونکہ وسوسہ شیطان کی طرف سے پیدا کیا جاتا ہے" [۴]۔ آپ خود بھی اسی طرح کرتے

تھے۔ آپ کو جب تک نجاست لگنے کا یقین نہ ہو جاتا نجاست کی جگہ نہ دھوتے بلکہ اس پر پانی چھڑک دیتے۔ اس لئے کہ وسواس یا شک تطہیر واجب نہیں کرتا۔ مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو اس جگہ کو نہ دھوتے جہاں پیشاب کے اثر کا شک ہوتا البتہ اس پر پانی چھڑک دیتے [۵]۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ جب وضو کرتے تو شرمگاہ پر پانی چھڑک لیتے [۶]۔

وشم (گودنا)

۱۔ تعریف: وشم اس نشان کو کہتے ہیں جو جلد میں سوئی چبھو کر اس مقام میں رنگین مادہ چھڑک دینے کا نتیجے میں باقی رہ جاتا ہے۔

۲۔ وشم کا حکم: چہرے پر وشم کاری مکروہ ہے۔ سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چہرے پر نشان بنانے کو مکروہ قرار دیتے تھے [۷]۔ (دیکھئے مادہ وجہ نمبر ۲)

وصیتہ (وصیت)

۱۔ تعریف وصیت اس بلا عوض تملیک کو کہتے ہیں جس کی اضافت مابعدالموت کی طرف کی گئی ہو۔

۲۔ وصیت کا حکم: ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ سے وصیت کے وجوب کی روایت کی ہے۔ انہوں نے یہ بات شاید اس حدیث سے اخذ کی ہے جس کی روایت حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان شخص کی کوئی چیز اگر قابل وصیت ہو تو اس کا حق صرف یہی ہے کہ اس پر دو راتیں نہ گذریں مگر اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جب سے میں نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے اس وقت سے مجھ پر ایک رات بھی نہیں گذری مگر میری وصیت میرے پاس موجود ہے" [۸]۔ آپ وصیت میں تاخیر سے ڈراتے ہوئے فرماتے: "قریب ہے کہ موت وصیت سے سبقت کر جائے" [۹]۔

تاہم میں ابن حزم کی درج بالا رائے سے متفق نہیں ہوں۔ بلکہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وصیت کو سنت سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ آپ کی وفات ہو گئی اور آپ

نے وصیت نہیں کی۔ جب آپ کی طبیعت بگڑنے لگی تو آپ سے وصیت کرنے کے لئے کہا گیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: "میں کس چیز کی وصیت کروں؟ میں زندگی میں جو کچھ کرتا تھا اللہ کو اس کا بہتر علم ہے۔ اور اب میں ان لوگوں (ورثاء) سے بڑھ کر کسی کو اس کا حق دار نہیں سمجھتا۔ میں ان کے حصوں میں کسی کو داخل نہیں کروں گا" [۱۰]۔ سالم نے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے فرمایا: "میرے بیٹے' اگر میں مرجاؤں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا۔ کیونکہ حرم سے مہاجر بن کر نکل جانے کے بعد اب میں وہاں دفن ہونا پسند نہیں کرتا" سالم نے کہا: "ابا جان' اگر ہمیں اس کی قدرت ہوگی تو ہم ایسا ہی کریں گے" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تم میری بات سن رہے ہو اور پھر کہتے ہو کہ "اگر ہمیں قدرت ہوئی" سالم نے کہا: "میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حجاج ہم پر غالب آجائے گا اور وہ آپ کا جنازہ پڑھادے گا" یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے [۱۱]۔ اس طرح یہ وصیت واجب نہیں تھی۔

۳۔ وصیت کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ بہترین وصیت متوسط وصیت ہے اور آپ کی رائے میں تہائی حصہ متوسط تھا۔ آپ فرمایا کرتے: "تہائی متوسط ہے اس میں نہ تو کمی کی جائے اور نہ ہی اس پر اضافہ [۱۲]۔ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مال کے تہائی حصے سے زائد کی وصیت کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کی وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ اگر وہ معین چیزوں کی وصیت کرجائے اور یہ معین چیزیں تہائی مال سے زائد ہوں اور ان میں غلام آزاد کرنا بھی شامل ہو تو ایسی صورت میں عتق کو دیگر چیزوں کی وصیت پر مقدم رکھا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر عتق اور وصیت یکجا ہوجائیں تو عتق سے ابتداء کی جائے گی" [۱۳]۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر۶) نیز (مادہ ترکتہ نمبر۲ کا جزج)

۴۔ موصی الیہ (وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی جائے) حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ وصیت ہر ایسے شخص کے حق میں جائز ہوتی ہے جس کا مالک ہونا جائز ہو بشرطیکہ وہ وارث نہ ہو۔ اگر وارث ہوگا تو اس کا حق میں وصیت درست نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں" [۱۴]۔ ایک شخص نے آپ

سے پوچھا کہ آپ وارث کے حق میں وصیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں آپ نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا: "تم حروریہ (خوارج کا ایک فرقہ) سے قریب ہوتے جا رہے ہو' کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں" [۱۵]۔

سورہ بقرہ آیت نمبر۱۸۰ میں ارشاد باری ہے (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیه للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اگر وہ کوئی مال چھوڑ کر جا رہا ہو تو تم پر والدین اور اقرباء کے لئے معروف طریقے سے وصیت لکھ دی گئی) حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں والدین کے حق میں وصیت آیت میراث کے نزول سے پہلے مشروع تھی۔ آیت مواریث کے نزول کے بعد نیز ہر حقدار کو اس کا حق دے دینے کے بعد کسی وارث کا وصیت کے سلسلے میں کوئی حق باقی نہیں رہا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ارشاد باری (ان ترک خیرا الوصیه- للوالدین والاقربین) کو آیت مواریث نے منسوخ کر دیا ہے اور وارث نہ ہونے والے اقرباء باقی رکھے گئے ہیں" [۱۶]۔

۵۔ موصی بہ (وہ چیز جس کی وصیت کی جائے) انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر ایسی بات کی وصیت کرے جس میں معصیت کا پہلو نہ ہو بشرطیکہ مذکورہ بات کا تعلق واجبات عینیہ (فرض عین) سے نہ ہو کیونکہ ان کے اندر نیابت درست نہیں ہوتی جائز وصیتوں میں یہ وصیت داخل ہے کہ اس کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور آخری آیت تلاوت کی جائے (دیکھئے مادہ قبر نمبر۲ کا جز د) یا یہ وصیت کہ اسے فلاں متعین کفن میں کفنایا جائے (دیکھئے مادہ موت نمبر۵ کا جز الف) یا یہ وصیت کہ اسے فلاں مقام پر دفنایا جائے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی وفات اس جگہ (مکہ) میں ہوئی آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کو یہاں نہ دفنایا جائے بلکہ مقام سرف میں دفنایا جائے [۱۷]۔ یعنی حرم میں نہ دفنایا جائے۔ تہائی مال یا اس سے کم کو صدقہ کر دینے کی وصیت بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے تیس درہم فی سبیل اللہ دینے کی وصیت کی ہے کہ کیا یہ رقم حج میں لگائی جا سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: "حج بھی فی سبیل اللہ میں شمار ہوتا ہے" [۱۸]۔

اگر وصیت کا تعلق ایسی چیز سے ہو جو فرض عین میں شمار ہوتی ہو اور جس میں نیابت داخل نہ ہو مثلاً بلا عذر فرض حج ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والے کی طرف سے حج کی ادائیگی یا نماز وغیرہ کی ادائیگی تو اس کی وصیت جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴)

۶۔ وصی: وصیت کرنے والا اپنی وصیت کی تنفیذ کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کرے گا جس کے اندر اسے سچائی اور دیانت داری کے اوصاف نظر آئیں گے۔ وہ یہ معاملہ اس کے سپرد کردے گا۔ یہ شخص وصی کہلائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے وصی تھے [۱۹]۔ آپ نے اپنی وصیتوں کی تنفیذ کا معاملہ ابن عون کے سپرد کردیا تھا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ "حضرت ابن عمرؓ نے جب یہ معاملہ میرے سپرد کیا تو مجھے یہ بات پسند نہ آئی میں نے اس کے متعلق حضرت عمرؓ سے استفسار کیا۔ جس کے جواب میں انہوں نے مجھے اسے قبول کرلینے کا حکم دیا" [۲۰]۔

وضوء (وضو کرنا)

۱۔ تعریف جسم کے چند مخصوص اعضاء کو اس طرح دھونا اور مسح کرنا وضوء کہلاتا ہے جس کے نتیجے میں نماز کی اباحت کا دروازہ کھل جائے۔

۲۔ وضو کا حکم بعض صورتوں میں وضو واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں مستحب۔

الف۔ وضو کی قدرت رکھنے پر وضو اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز یا نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت۔ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ: "کوئی نماز طہارت یعنی وضو کے بغیر قبول نہیں ہوتی" اسی طرح یہ قول کہ: "کوئی شخص صرف اسی حالت میں سجدہ کرے جب وہ باوضو ہو اور صرف اسی حالت میں جنازہ پڑھے جب وہ باوضو ہو" (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز الف کا جز ۱) اسی طرح وضوء اس وقت واجب ہوجاتا ہے جب کوئی شخص مناسک حج میں سے کوئی منسک ادا کرنے کا ارادہ کرے مثلاً طواف کعبہ کرنے کا یا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا۔ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول بھی گذر چکا ہے کہ حاجی وضو کے بغیر کوئی بھی منسک ادا نہ کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب) نیز (مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ھ) نیز احرام باندھنے

کے وقت جسے غسل میسر نہ ہو وہ وضو کرے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز الف) اور قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کے ارادہ کرنے پر وضو کرے گا البتہ ہاتھ لگائے بغیر قرآن کی تلاوت بے وضو بھی جائز ہے (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۳)

ب (۱)بے وضو شخص کے لئے کھانا کھانے' سونے اور دوبارہ ہمبستری کے ارادے کے وقت وضو کرلینا مستحب ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز ج) حضرت ابن عمرؓ جب پیشاب سے فارغ ہوتے اور کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو وضو کرلیتے البتہ دونوں پاؤں نہیں دھوتے [۲۱]۔ پھر اگر نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو دونوں پاؤں دھولیتے اس لئے کہ آپ کی رائے میں وضوء کے افعال کے اندر تتابع (پے درپے سرانجام دینا) واجب نہیں تھا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

(۲) باوضو شخص کے لئے ہر نماز کے وقت تجدید وضو مستحب ہے۔ ابو غطیف الہذلی نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ جب عصر کی اذان ہوئی تو آپ نے وضو کا پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز کے لئے نکل گئے میں بھی ساتھ ہی نکل آیا۔ نماز پڑھنے کے بعد آپ واپس گھر گئے اور اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ گئے میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا پھر جب مغرب کی اذان ہونے لگی تو آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: "ابو عبدالرحمان یہ کیا بات ہے' ہر نماز کے لئے وضو!" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اچھا تم نے میری یہ حرکت محسوس کرلی! یہ سنت نہیں ہے۔ میرا صبح کی نماز کے لئے کیا ہوا وضوء میری تمام نمازوں کے لئے کافی ہے بشرطیکہ مجھے حدث لاحق نہ ہوجائے۔ لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "جو شخص باوضو ہونے کے باوجود وضوء کرلے اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا" بھتیجے' اسی حدیث کی بنا پر مجھے ہر نماز کے لئے وضو کرنے کی رغبت پیدا ہوگئی" [۲۲]۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وقت تک ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا طریقہ نہیں چھوڑا جب تک آپ اپنے اندر اس کی قوت پاتے رہے [۲۳]۔ جب اس قوت کا فقدان ہوگیا تو حدث لاحق نہ ہونے کی صورت میں آپ پرانے وضو پر اکتفا کرلیتے یہ روایت موجود ہے کہ آپ بیٹھ جاتے اور ظہر' عصر اور مغرب کی نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھ

لیتے[۲۴]۔

۳۔ مجلس کے اندر اگر حدث یعنی پیٹ سے خارج ہونے والی ہوا کی بدبو پاکر تمام لوگ وضو کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تاکہ حدث والے پر پردہ پڑا رہے تو ایسی صورت میں مجلس میں موجود باوضو شخص کو بھی ان کے ساتھ مل کر وضو کرلینا مستحب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "ہم اگر گروہ کی شکل میں ہوتے اور ہمیں حدث کی بدبو آتی تو حدث والے پر پردہ ڈالنے کے لئے ہم سب اٹھ کر وضو کرلیتے"[۲۵]۔

غسل کرنے سے پہلے وضو کرلینا مسنون ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف)

غسل کرنے کے بعد وضو کرنا مستحب نہیں ہے اس لئے کہ غسل وضو کی ضرورت پوری کردیتا ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز ج)

یاد الٰہی اور سلام کا جواب دینے کے لئے وضو کرلینا مستحب ہے (دیکھئے مادہ ذکر اللہ نمبر ۲)

۴۔ مکروہات وضو

الف۔ پانی کے استعمال میں اسراف: حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر پانی کے اسراف کو ناپسند کرتے تھے اور اسے مکروہ قرار دیتے تھے۔ عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک کوزہ پانی یا اس سے زائد کے ساتھ وضو کرتے دیکھا' میں نے عرض کیا "یہ ایک مد (ایک پیمانے کا نام) ہوگا" آپ نے فرمایا: "ایک مد یا اس سے کچھ زائد"[۲۶]۔

ب۔ ناقص وضوء: اگر وضوء میں دھلنے والے اعضاء اچھی طرح دھوئے نہ جائیں یا جن اعضاء کو دھونا فرض ہے انہیں تین تین بار دھویا نہ جائے تو ایسا وضو ناقص ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "قیامت کے دن کچھ لوگوں کو منقوصین کے نام سے بلایا جائے گا" آپ سے پوچھا گیا منقوصین کون سے لوگ ہیں! آپ نے جواب دیا: "تم میں جو لوگ اپنی نماز اور اپنے وضو کو ناقص طور پر بے التفاتی سے سرانجام دیتے ہیں"[۲۷]۔

ج۔ اگر ہاتھ پاک ہو تو اسے دھونے سے پہلے برتن میں ڈالنا: حضرت ابن عمرؓ وضو کرنے والے کے لئے اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ وہ اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے اسے پانی کے برتن میں ڈبودے (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر ۲) بلکہ آپ اس معاملہ میں

حوض کو بھی برتن تصور کرتے تھے اور ہاتھ دھونے سے پہلے حوض میں اسے ڈبونا مکروہ تصور کرتے تھے خواہ حوض بڑا کیوں نہ ہوتا۔ آپ فرماتے: "حوض برتن ہے"[۲۸]۔

د۔ چہرے پر پانی مارنا: خالد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو وضو کرتے دیکھا تھا آپ اپنے چہرے پر پانی ڈالتے تھے"[۲۹]۔ یعنی چہرے پر پانی مارتے نہیں تھے۔

۴۔ وضو کے افعال: وضوء کے فرائض کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ آیت نمبر۶ میں کیا ہے (یایھاالذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحو ابرئووسکم وارجلکم الی الکعبین اے ایمان لانے والو' جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو' اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں دھوؤ) اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول اقوال کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ تین تین بار دھونا: حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر دھلنے والے اعضاء میں دھونے کے اعادے کو سنت تصور کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں وضو میں حضرت ابن عمرؓ کے اعضائے وضو کو کئی مرتبہ دو دفعہ دھلواتا اور کئی دفعہ تین مرتبہ"[۳۰]۔ مسلم بن صبیح کہتے ہیں کہ "میں نے حضرت ابن عمرؓ کو وضو کے اندر تین تین مرتبہ اعضائے وضو دھوتے ہوئے دیکھا پھر آپ نے اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا"[۳۱]۔

ب۔ جس عضو کا دھونا وضو میں واجب ہے اس کے ہر حصے تک پانی پہنچانا: ہم نے حضرت ابن عمرؓ کو اس بارے میں پورا اہتمام کرتے پایا ہے۔ آپ جب ہاتھ دھوتے تو انگلی میں موجود انگوٹھی کو حرکت دیتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کرتے وقت اپنی انگوٹھی کو ہلاتے تھے[۳۲]۔

ج۔ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا: حضرت ابن عمرؓ کہنیوں کو دھونے میں داخل کرنا اسباغ وضو (پورے طور پر اعضائے وضو کو دھونا) تصور کرتے تھے۔ آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ موسم گرما میں وضو کو اپنے بغلوں تک پہنچا دیتے تھے[۳۳]۔ اگر وضو کرنے والے کی انگلی میں انگوٹھی ہو تو اس کے لئے اسے ہلا دینا مستحب ہوگا تاکہ اس بات کا یقین ہوجائے کہ پانی انگوٹھی کے نیچے تک پہنچ گیا ہے۔ گذشتہ پیرے میں بیان

ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کرتے وقت اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے۔

د۔ چہرہ دھونا: چہرہ دھونا وضو کے فرائض میں سے ایک فرض ہے جیسا کہ درج بالا آیت میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

۱۔ حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو پانی اپنی آنکھوں کے اندر تک پہنچا دیتے [۳۴]۔ آپ اس عمل کو واجب تصور کرتے تھے [۳۵]۔ تاہم آپ آنکھوں کے داخلی حصے کو دھونا صرف اس وضو میں واجب سمجھتے تھے جو غسل جنابت سے پہلے کیا جائے۔ وضو کی دیگر صورتوں میں اسے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ نافع نے اس بات کی خبر دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی آنکھوں کے اندر صرف غسل جنابت میں پانی ڈالتے تھے۔ نماز کے لئے وضوء میں ایسا نہیں کرتے تھے [۳۶]۔ یہاں ہمارے لئے ضروری ہے کہ علامہ شوکانی کے اس قول پر تھوڑا سا وقوف کریں کہ "حضرت ابن عمرؓ مذکورہ فعل کو واجب تصور کرتے تھے"

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ غسل اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک غسل کرنے والا اپنی آنکھوں کے اندر پانی نہ ڈالے۔ اگر اس کا غسل درست نہیں ہوگا تو اس کی نماز بھی درست نہیں ہوگی اور اگر اس کی نماز درست نہیں ہوگی تو نماز میں اس کی اقتداء بھی درست نہیں ہوگی۔ جبکہ حضرت ابن عمرؓ ان صحابہ کرام کی اقتدا میں نماز ادا کرلیتے تھے جن کے متعلق آپ کو علم تھا کہ یہ غسل جنابت کے اندر آنکھوں کے اندر تک پانی نہیں پہنچاتے۔ بنا بریں میری رائے یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غسل جنابت کے اندر اپنی ذات کے اعتبار سے آنکھوں میں پانی ڈالنے کا التزام کرتے اور دوسروں پر اس کا ایجاب نہیں کرتے۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر داڑھی کے خلال کو بھی واجب تصور کرتے تھے (دیکھئے مادہ لحیتہ نمبر ۳)

۳۔ حضرت ابن عمرؓ جب داڑھی کے خلال اور آنکھوں کے اندر پانی پہنچانے کو واجب تصور کرتے تھے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ایجاب آپ کے نزدیک بطریق اولیٰ ہوگا کیونکہ منہ اور ناک چہرے کے اجواف یعنی کھوکھلے حصے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر چہرے کے تمام اجواف کو چہرے کے توابع کی حیثیت سے دھونا واجب قرار دیتے تھے یا اس حیثیت سے ان کا دھونا واجب تھا کہ یہ چہرے کا اجزاء ہیں۔

۴۔ وضوء کرنے والے کے لئے اپنے چہرے پر پانی مارنا مکروہ ہے حضرت ابن عمرؓ اس سے اجتناب کرتے تھے۔ خالد بن زید نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو وضو کرتے دیکھا تھا آپ چہرے پر پانی ڈالتے تھے [۳۷]۔

ھ۔ سر کا مسح

ا۔ حضرت ابن عمرؓ سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا واجب تصور کرتے تھے آپ خود بھی سر کے مسح کے لئے نیا پانی لیتے [۳۸]۔

۲۔ سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا واجب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ سر کا مسح کرتے [۳۹]۔

۳۔ نووی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ سر کے مسح میں واجب مقدار اس کم سے کم حصے کا مسح ہے جس پر سر کے اسم کا اطلاق ہوتا ہو خواہ یہ حصہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو' انہوں نے اپنے مسلک کی تائید میں یہ روایت نقل کی ہے [۴۰]۔ جصاص رازی نے آپ سے سر کے بعض حصے کا مسح نقل کیا ہے [۴۱]۔ سر کے مسح کے سلسلے میں آپ سے جو بات منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ دونوں ہتھیلیوں کو پانی میں ڈبو دیتے اور پھر سر کا مسح کرنے کے لئے انہیں سر کے وسط میں رکھتے اور پھر سر کے اگلے حصے تک انہیں پھیلا دیتے [۴۲]۔

۴۔ اگر وضو کرنے والے کے سر پر ٹوپی یا پگڑی ہو تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہوگا یعنی سر پر مسح کرنے کی نیابت کے طور پر۔ بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ ٹوپی یا پگڑی کو ہٹالے اور پھر اپنے سر کا مسح کرے (دیکھئے مادہ عمامتہ نمبر۳) اسی طرح سر پر مسح کی نیابت کے طور پر عورت کے لئے دوپٹے پر مسح کرلینا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ خمار نمبر۲)

و۔ کانوں کا مسح

ا۔ حضرت ابن عمرؓ کانوں کو سر کا حصہ سمجھتے تھے اس لئے ان کا مسح واجب قرار دیتے

اور فرماتے: "دونوں کان سر میں سے ہیں ان کا مسح کرو" [۴۳]۔

۲۔ اگر وضو کرنے والا اپنے کانوں کا مسح کرنا چاہے تو اپنی دو انگلیاں نئے سرے سے پانی میں ڈبوئے اور ان کے ساتھ کانوں کا مسح کرے [۴۴]۔ اس مسح کی کیفیت ہم سے نافع نے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو انگوٹھوں سے متصل اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کان میں داخل کردیتے اور کانوں کے اندرونی حصوں کا مسح کرتے اور انگوٹھوں سے کان کے بیرونی حصے کا مسح کرتے [۴۵]۔

اگر وضو کرنے والا چہرے کے ساتھ اپنے کان کا بیرونی حصہ دھولے تو سر کے مسح کے بعد اس کے لئے اندرونی حصے یعنی صماخ (کان کے سوراخ) کے مسح پر اکتفا کرلینا جائز ہوگا۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صماخ کے سوا اپنے کانوں کے بیرونی اور اندرونی حصوں کو چہرے کے ساتھ ایک یا دو مرتبہ دھولیتے اور پانی کے ساتھ سر کا مسح کرنے کے بعد اپنی دو انگلیاں دونوں صماخ میں ایک ایک مرتبہ داخل کرتے [۴۶]۔

ز۔ پاؤں دھونا: وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے اس کے لئے ان پر مسح کرلینا کافی نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ دونوں پاؤں دھویا کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ دونوں پاؤں دھوتے اور میں پاؤں پر پانی بہاتا [۴۷]۔ آپ سے پاؤں پر مسح کی کفایت بھی مروی ہے [۴۸]۔

۲۔ آپ جب پاؤں دھوتے تو انگلیوں کا خلال بھی کرتے۔ آپ پاؤں پر دوسرے اعضاء کی بہ نسبت زیادہ پانی صرف کرتے کیونکہ دیگر اعضائے وضو کی بہ نسبت پیروں کو میل کچیل زیادہ لگ جاتا ہے۔ شیبہ ابن نصاح کہتے ہیں کہ میں نے القاسم بن محمد کے ساتھ مکہ مکرمہ تک سفر کیا میں نے دیکھا کہ وہ نماز کے لئے وضو کرتے وقت اپنے ہاتھ کی انگلیاں پیروں کی انگلیوں میں داخل کردیتے اور پھر پیروں پر پانی بہانا شروع کردیتے میں نے کہا: "ابو محمد' آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے [۴۹]۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کے پانی کا زیادہ حصہ اپنے پیر دھونے میں صرف کرتے تھے [۵۰]۔

۴۔ اگر وضوء کرنے والے نے پیروں میں موزے یا جوتے یا جرابیں پہن رکھی ہوں تو ان پر مسح کرنا اس کے لئے جائز ہوگا (دیکھئے مادہ خف) نیز (مادہ جورب)

۵۔ جبیرہ پر مسح کرنا: اگر وضو کا کوئی عضو زخمی ہو اور اس پر پٹی یا لکڑی وغیرہ بندھی ہو اور اسے وضو کے لئے اتارنا تکلیف دہ ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہوگا (دیکھئے مادہ جبیرۃ)

۶۔ وضو میں متابعت: حضرت ابن عمرؓ وضو کے افعال میں تتابع یعنی پے درپے کرنے کے وجوب کے قائل نہیں تھے۔ آپ اس کا التزام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے بازار میں پیشاب کیا اور پھر آپ نے وضو کیا۔ وضو میں اپنا چہرہ' دونوں بازو تین تین دفعہ دھوکر سر کا مسح کرلیا پھر جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو آپ کو جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا' آپ نے موزوں پر مسح کیا اس وقت تک آپ کا وضو خشک ہوچکا تھا پھر آپ نے جنازہ پڑھایا [۵۱]۔

۷۔ اعضائے وضو کو خشک کرنا: حضرت ابن عمرؓ اعضائے وضو کو خشک کرلینا مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔ یہ مروی ہے کہ آپ نے وضو کرنے کے بعد کپڑے سے اپنا چہرہ خشک کرلیا [۵۲]

۸۔ نواقض وضو

الف۔ حضرت ابن عمرؓ سبیلین (قبل اور دبر) سے نکلنے والی ہر چیز یعنی پیشاب یا پاخانے یا مذی یا ریح یا کیڑے کے خروج کو وضو توڑ دینے والی بات شمار کرتے تھے۔ جس شخص کے دبر سے کوئی کیڑا نکلتا یا عضو تناسل سے کوئی پسو وغیرہ خارج ہوتا اس کے متعلق آپ فرماتے: "اس پر وضو لازم ہے" [۵۳]۔ آپ فرماتے: "اگر تم مذی دیکھو تو شرمگاہ دھو ڈالو اور نماز والا وضو کرلو" [۵۴]۔ (دیکھئے مادہ مذی نمبر۲ کا جزب)

ب۔ خون نکلنا: ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جسم کے کسی حصے سے از خود نکلنے والا خون وضو توڑ دیتا ہے اگر جسم سے خون نکالا جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ دم نمبر۳)

ج۔ قے ہوجانا: ابن عبدالبر نے "الاستذکار" کے اندر اور ابن حزم نے "المحلی" کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کی رائے تھی کہ قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے [۵۵]۔ نووی نے آپ سے وضوء نہ ٹوٹنے کی روایت نقل کی ہے [۵۶]۔ اور اس کے

ذریعے اپنا مسلک ثابت کیا ہے۔

د۔ پیپ اور زرد مادہ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ پیپ' اور زرد لیس دار مادے کو خون نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی اس کے خروج سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ قیح)

ھ۔ نیند حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ بیٹھے بیٹھے سوجانے والے کا وضوء نہیں ٹوٹتا البتہ لیٹ کر سوجانے والے کی نیند خواہ مختصر کیوں نہ ہو وضوء توڑ دیتی ہے۔ آپ فرماتے: "جو شخص لیٹ کر سوگیا اس پر وضو واجب ہوگیا اور جو بیٹھے بیٹھے سوجائے اس پر وضو لازم نہیں ہوتا" [۵۷]۔ آپ خود بیٹھے بیٹھے سوجاتے اور وضو نہ کرتے لیکن جب لیٹ کر سوجاتے تو وضو کا اعادہ کرتے [۵۸]۔ نافع نے روایت کی ہے کہ آپ مسجد حرام میں تھوڑی دیر کے لئے سوجاتے اور پھر اٹھنے کے بعد وضو کرتے۔ قیام اللیل کے دوران جب آپ پر نیند کا غلبہ ہوجاتا تو بستر پر آکر لیٹ جاتے اور بس اتنی دیر سوتے جتنی دیر پرندہ سوتا ہے اور پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور وضو کرنے کے بعد دوبارہ نفلیں شروع کردیتے [۵۹]۔

و۔ مس ذکر: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اپنے یا کسی اور کے عضو تناسل کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے [۶۰]۔ آپ فرماتے: "جس نے اپنے عضو مخصوص کو ہاتھ لگایا اس پر وضو واجب ہوگیا" [۶۱]۔ آپ اگر اپنے عضو مخصوص کو ہاتھ لگاتے تو وضو کرتے [۶۲]۔ سالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو غسل کرنے کے بعد وضو کرتے دیکھا' میں نے عرض کیا کہ: "ابا جان! کیا آپ کا غسل آپکے وضو کے لئے کافی نہیں ہو جاتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیوں نہیں' لیکن بعض دفعہ عضو تناسل کو میرا ہاتھ لگ جاتا ہے اس لئے میں وضو کرلیتا ہوں" [۶۳]۔ آپ فرماتے: "اگر غسل کے بعد تمہارا ہاتھ عضو مخصوص کو نہ لگے تو کونسا وضو غسل سے بڑھ کر وسیع ہوگا" [۶۴]۔

ز۔ آپ کی رائے تھی کہ عورت کو ہاتھ لگانا یا اس کا بوسہ لینا وضو توڑ دیتا ہے آپ نے فرمایا: "مرد کا اپنی بیوی کو چوم لینا اور ہاتھوں سے اس کے جسم کو ٹٹولنا ملامسہ ہے (جس کا ذکر قرآن میں وضو کے سلسلے میں آیا ہے) اس لئے جو شخص اپنی بیوی کا بوسہ لے یا ہاتھ سے اس کے جسم کو ٹٹولے اس پر وضو لازم ہوگا [۶۵]۔ محمد بن الحسن نے کتاب "ا

لآ ثار" میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس روایت کے ذریعے انہوں نے اپنے مسلک یعنی حنفی مسلک کی تائید کی ہے [۶۶]۔ تاہم یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے محفوظ نہیں ہے۔ محفوظ پہلی روایت ہے۔ کسی مذکر کو ہاتھ لگانے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابن عمرؓ اگر کسی بچے کا منہ چوم لیتے تو صرف کلی کرتے اور وضو نہ کرتے [۶۷]۔

ح۔ بغلوں کو ہاتھ لگانا بغلوں کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا:" اگر کوئی شخص وضو کرنے کے بعد اپنے بغل کو ہاتھ لگائے تو وہ وضو کا اعادہ کرے گا" [۶۸]۔ تاہم درست بات یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خود حضرت ابن عمرؓ بغلوں کو ہاتھ لگانے کی بنا پر وضو نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ موسم گرما میں وضو کرنے کے بعد اپنے ہاتھ بغلوں تک پھیر لیتے اور اس سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا [۶۹]۔

ط۔ آپ پر پکی ہوئی چیز کھانا: آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے سے وضو ٹوٹ جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ایسی صورت میں وضو واجب کر دیتے تھے [۷۰]۔ آپ خود بھی آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرتے [۷۱]۔ دوسری روایت کے مطابق مذکورہ صورت کے اندر آپ وضو واجب نہیں کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جس چیز کو آگ پکا دے اسے کھانے پر وضو لازم ہو گا یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا:" وضو تو جسم سے خارج ہونے والی چیز کی بنا پر لازم ہوتا ہے۔ کیونکہ جسم میں تو صرف پاک چیز داخل ہوتی ہے اور جسم سے صرف خبیث اور ناپاک چیز خارج ہوتی ہے" [۷۲]۔ آپ نے فرمایا:" میں گوشت کھاتا اور دودھ پیتا ہوں اور نماز پڑھ لیتا ہوں اور وضو نہیں کرتا" [۷۳]۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے اونٹ کا گوشت کھایا اور اونٹنی کا دودھ پیا اور پھر نماز پڑھ لی اور وضو نہیں کیا [۷۴]۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ستو پینے کے بعد وضو کیا [۷۵]۔ اس وضو سے نماز والا وضو مراد نہیں ہے بلکہ اس سے منہ دھونا مراد ہے۔ کیونکہ غسل یعنی دھونے کے عمل پر اکثر وضو کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے

ی۔ مردہ نہلانا: ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مردہ نہلانے والے کے لیے وضو

کو مستحب قرار دیتے تھے۔ اسی استحباب پر وہ روایت محمول ہو گی جس میں آپ نے مردہ نہلانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا تھا[۷۶]۔ اس کی دلیل آپ سے عبداللہ بن احمد کی وہ روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ہم مردے کو غسل دیتے اور پھر ہم سے بعض غسل کر لیتے اور بعض غسل نہ کرتے[۷۷]۔ اگر مردے کو حنوط یعنی خوشبو وغیرہ لگائی جائے تو متعلقہ شخص پر غسل واجب نہیں ہو گا۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اتفاق ہے۔ آپ سے یہ روایت ثابت ہے کہ آپ نے حضرت سعید بن زید کے ایک بیٹے کی میت کو حنوط لگایا' ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت سعید بن زید کی میت کو حنوط لگایا اور اسے اٹھایا پھر مسجد میں گئے اور وضو نہیں کیا اور نماز پڑھ لی[۷۸]۔

ک۔ نجاست کو ہاتھ لگانا: حضرت ابن عمرؓ سے روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نجاست کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو منیٰ میں وضو کرتے دیکھا اس کے بعد آپ ننگے پاؤں باہر نکل جاتے اور آپ کے پیروں کے نیچے ہر چیز آتی پھر آپ مسجد میں داخل ہوتے اور دوبارہ وضو کئے بغیر نماز پڑھ لیتے[۷۹]۔

ل۔ نابالغ بچے کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ تقبیل نمبر ۳ کا جز الف)

وضیعتہ (مبیع کے ثمن میں کمی کرانا) دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے ب جز کا نمبر ۴

وطء (ہمبستری)

۱۔ تعریف وطی سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ مرد اپنا عضو تناسل کسی عورت کے فرج یا دبر میں یا کسی مذکر کے دبر میں داخل کر دے

۲۔ وطئی حرام: حرام وطی کی تفصیل درج ذیل ہے

الف۔ لواطت: یعنی کوئی مذکر کسی اور مذکر کے دبر میں اپنا عضو تناسل داخل کر دے۔ اسکی تحریم بالاجماع ثابت ہے[۸۰]۔

ب۔ جانور کے ساتھ وطئی: یہ بھی بالاجماع حرام ہے (دیکھئے مادہ حیوان نمبر ۷) اس فعل پر تعزیر واجب ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۲)

ج۔ اجنبی عورت کے ساتھ ہمبستری: اجنبی عورت سے وہ عورت مراد ہے جس پر

ہمبستری کرنے والے کی کوئی ملکیت نہ ہو اور نہ ہی انکے درمیان عقد نکاح موجود ہو۔
اس وطئی میں حد زنا واجب ہوتی ہے (دیکھئے مادہ زنا)

د۔ اپنی شادی شدہ لونڈی سے ہمبستری کرنا (دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جزھ) یا مشترکہ لونڈی سے ہمبستری کرنا(دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز ب) یا تسری کے طور پر حاصل شدہ لونڈی کو اپنی ملکیت سے خارج کرنے سے پہلے اس کی کسی محرم عورت سے جو لونڈی ہو تسری کرنا (دیکھئے مادہ تسری نمبر۳ کا جز واوٗ)

ھ۔ حیض یا نفاس والی عورت سے ہمبستری کرنا(دیکھئے مادہ حیض نمبر۳ کا جز واوٗ)

و۔ بیوی کے دبر میں جنسی عمل کرنا اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر۲۲۳ میں ارشاد باری ہے (نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جس طرف سے چاہو آو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "چاہے تو سامنے کی طرف سے آئے اور چاہے تو پیچھے کی طرف سے آئے"[81]۔ نافع کہتے ہیں کہ جب قرآن کی تلاوت ہوتی تو حضرت ابن عمرؓ چپ چاپ تلاوت سنتے اور زبان سے کچھ نہ کہتے۔ ایک دن میں نے یہ آیت (درج بالا آیت) تلاوت کی' آپ نے فرمایا: "تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی میں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کرنے کے بارے میں نازل ہوئی"[82]۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کے دبر میں جنسی عمل کر لیا پھر اس کے دل میں اپنے اس فعل کے متعلق تشویش پیدا ہوگئی اس پر اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت نازل فرمائی[83]۔

حضرت ابن عباس اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ حضرت ابن عمرؓ مذکورہ بالا آیت سے استنباط کرتے ہوئے بیویوں کے دبر میں عمل جنسی کے جواز کے قائل تھے لیکن ساتھ ہی وہ حضرت ابن عمرؓ پر یہ تنقید بھی کرتے کہ ان سے آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہے اور کہتے : "اللہ ابن عمر کو معاف کرے' انہیں وہم ہوگیا"[84]۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے بیٹے سالم نے نافع کے اس قول کی تکذیب کردی تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کے جواز کے قائل تھے۔ سالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم بیویوں کے ساتھ تحمیض

کرلیں؟ آپ نے فرمایا کہ تحمیض کیا ہے ؟ میں نے بتایا کہ دبر میں جنسی عمل کرنا' یہ سن کر آپ نے فرمایا :"کیا کوئی مسلمان ایسا کرسکتا ہے؟" بلکہ یہ روایت بھی ہے کہ خود نافع نے اس شخص پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا جس نے نافع سے روایت کی تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کے دبر میں عمل جنسی کے جواز کے قائل تھے۔ ابوالنضر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع سے پوچھا کہ لوگ تمہارے بارے میں یہ بات کثرت سے بیان کر رہے ہیں کہ تم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ عورتوں کے دبر میں عمل جنسی کے قائل تھے؟ نافع نے یہ سن کر کہا کہ " ان لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ کا نام لے کر ایک جھوٹ بات کی ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک روز قرآن کی تلاوت ہوئی جب یہ آیت (مذکورہ بالا آیت) آئی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :"نافع' تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟" میں نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا :"ہم قریش کے لوگ بیویوں کو الٹا لٹا کر انکے فرج میں جنسی عمل کرتے اور انصار کی خواتین نے یہود سے یہ اخذ کیا تھا کہ پہلو کے بل لٹا کر ان سے ہمبستری کی جائے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی" [۸۶]۔ یعنی درج بالا آیت تاہم امام مالک نے اس روایت کی تردید کر دی ہے جس میں ذکر ہے کہ سالم نے نافع کی روایت کی تکذیب کردی تھی۔ وہ اس طرح کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ لوگ سالم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ غلام یعنی نافع نے میرے والد کے نام سے جھوٹ کہا ہے' امام مالک نے جواب میں فرمایا :"میں یزید بن رومان پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے مجھے سالم بن عبداللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے نافع کی کہی ہوئی بات جیسی بات کی خبر دی ہے"۔

امام مالک ان لوگوں کی روایت کی بھی تردید کرتے ہیں جنہوں نے سعید بن یسار سے روایت کی تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کی تردید کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ امام مالک سے جب یہ پوچھا گیا کہ حارث بن یعقوب ابوالحباب سعید بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ لونڈیاں خرید کر ان کے ساتھ تحمیض کرتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ تحمیض کیا ہے؟ سعید نے بتایا کہ دبر میں عمل جنسی کو تحمیض کہتے ہیں جسے سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:"

بھلا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے" یہ سن کر امام مالک نے کہا: "میں ربیعہ پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے مجھے ابوالحباب سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے نافع کی کہی ہوئی بات جیسی بات کی خبر دی ہے" [۸۷]۔

روایتوں میں درج بالا تضادات کی وجہ سے ہمارے پاس ابوالنضر کی روایت باقی رہ جاتی ہے جس میں منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کو حرام قرار دیا تھا۔ یہ ایک صحیح روایت ہے۔

اس طرح عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کی ممانعت کی روایت اور جنسی عمل کی اباحت کی روایت یکجا ہو گئی ہیں۔ اور اصول یہ ہے کہ جب اباحت اور ممانعت کا اجتماع ہو جائے تو ممانعت کو اباحت پر مقدم کر دیا جائے گا۔

۳۔ حلال وطی: وطی یعنی ہمبستری دو اسباب کی بنا پر حلال ہوتی ہے

الف۔ ملکیت کی بنا پر (مادہ تسری) میں ہم نے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔

ب۔ عقد نکاح کی بنا پر (مادہ نکاح) میں ہم نے اس کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔

۴۔ ہمبستری کے احکام

الف۔ مونث کے ساتھ ہمبستری دو باتوں میں سے ایک بات پر منتج ہوگی اول یا تو مہر لازم ہو جائے گا (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۲ کا جز واؤ) بشرطیکہ نکاح درست طریقے سے ہوا ہو یا شبہ کے ساتھ ہوا ہو یا شبہ کی بنا پر حد ساقط ہوگئی ہو یا پھر حد لازم ہو جائے گی۔ یہ اس صورت میں ہوگی جب کہ اجنبی عورت کے ساتھ خالصتا" حرام ہمبستری ہوئی ہو (دیکھئے مادہ زنا)

ب۔ الزیلعی نے "تبیین الحقائق" میں حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ مرد کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ ہمبستری کے دوران اپنی بیوی کی شرمگاہ کو بھی دیکھے تاکہ یہ بات لذت جماع کے حصول میں زیادہ موثر بن جائے۔ [۸۸]

ج۔ جنبی شخص اگر ہمبستری کا ارادہ کرے تو اس کے لئے وضو کر لینا مستحب ہو گا (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز ج)

د۔ جس شخص کے پانی نہ ہو اس کے لئے ہمبستری مکروہ نہیں بلکہ وہ ہمبستری کے بعد حدث دور کرنے کے لئے تیمم کر لے (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۲)

ھ۔ ہمبستری کے اندر عزل اصل کے اعتبار سے مباح ہے تاہم حرہ سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے (دیکھئے مادہ عزل)

و۔ ہمبستری حج کو فاسد کردیتی ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۸) اور روزے کو بھی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز الف) نیز اعتکاف کو بھی۔ احرام والے پر اس سے باز رہنا واجب ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز م)

ز۔ مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہمبستری (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶)

ح۔ ہمبستری کے نتیجے میں غسل کا وجوب (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کے جز ی کا جز ۱)

۵۔ بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں ہمبستری نہ کی گئی ہو (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز ج)

وقف (وقف کرنا)

۱۔ تعریف وقف کرنا یہ ہے کہ اصل مال کو محبوس رکھا جائے اور اس کے ثمرات تبرع کے طور پر دے دیئے جائیں۔

۲۔ اس کی مشروعیت: حضرت ابن عمرؓ وقف کو مشروع سمجھتے تھے خواہ یہ غیر منقولہ مال ہو یا جانور۔ آپ نے اپنا مکان وقف کردیا تھا[۸۹]۔ اور حضرت عمرؓ کے مکان میں اپنا حصہ اپنی آل کے ضرورتمند افراد کے لئے وقف کردیا تھا[۹۰]۔

جانور کو وقف کرنے کا جواز حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ اس حدیث کی بنا پر ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ کی راہ میں سواری کرنے کے لئے آپ کو ایک گھوڑا دے دیا گیا تھا[۹۱]۔

۳۔ وقف سے واقف کا فائدہ اٹھانا: واقف کے لئے اپنی زندگی میں وقف شدہ مال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا مکان وقف کردیا تھا اور اس کے ایک حصے میں اپنی رہائش رکھی تھی[۹۲]۔

۴۔ وقف کی تولیت: واقف کے لئے وقف کی تولیت جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی زندگی میں یا اپنی موت کے بعد تولیت کا معاملہ اپنے خاندان کے کسی فرد کے سپرد کردے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی زندگی بھر اپنے وقف کی تولیت کی۔ پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیٹی حضرت حفصہؓ اس وقف کی متولیہ بنیں اور ان کے بعد حضرت ابن

عمرؓ متولی بنے [۹۳]۔

وکالۃ (کارندگی)

۱۔ تعریف کسی کو اپنا کوئی معاملہ سپرد کردینا اور تصرف کے لئے اسے اپنا قائم مقام بنادینا وکالہ کہلاتا ہے۔

۲۔ کن امور میں وکالہ جائز ہوتا ہے؟ وکالہ بہت سے امور میں جائز ہوتا ہے۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ سے منقول امور کا ذکر درج ذیل ہے۔

الف۔ ہر مالی حق یا ایسے عقد کے اندر جس پر مالی التزام مترتب ہوتا ہے مثلاً خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کے اندر کارندہ یعنی وکیل مقرر کیا تھا [۹۴]۔ نیز خریداری کے سلسلے میں بھی وکیل بنایا تھا۔ جابر نے ایک شخص سے جس کا نام انہوں نے ذکر کیا روایت کی ہے کہ مذکورہ شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے لئے بصرہ سے ایک لونڈی خریدی۔ جب لونڈی آپ کے سامنے پیش ہوئی تو رونے لگی۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ لونڈی نے کہا کہ مجھے اپنا باپ یاد آگیا۔ یہ سن کر آپ نے اسے آزاد کردیا [۹۵]۔ آپ نے نکاح کے سلسلے میں بھی وکیل بنایا تھا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جزب)

ب۔ ایسے کام سرانجام دینے کے لئے بھی وکالہ درست ہوتا ہے جن کے اندر کسی معین کاری گر کی شرط نہیں ہوتی مثلاً ایک مال قبضے میں لینے کے لئے کسی کو وکیل مقرر کرنا اور صدقات جمع کرنے کے لئے توکیل کیونکہ اس میں صدقات جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ مدنظر نہیں رکھا جاتا کہ جمع کرنے والا زید ہے یا عمرو۔ نافع نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو صدقات جمع کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے میرے بارے میں اس سے بات کی وہ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلے۔ چنانچہ اس نے مجھے شامل کرلیا لیکن اپنے ساتھ لے چلنے سے مجھے رخصت دے دی اور پھر میں اپنی جگہ مقیم رہا اور میرا حصہ اس نے مجھے دے دیا [۹۶]۔

ج۔ بدنی عبادات مثلاً روزہ نماز وغیرہ میں وکالہ درست نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۳)

د۔ بدنی اور مالی دونوں سے مرکب عبادت مثلاً حج اور عمرہ کے اندر عجز کی حالت

کے سوا وکالہ درست نہیں ہوتا۔

اگر عجز کی کیفیت موجود نہ ہو تو کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ تو حج کرسکتا ہے اور نہ ہی عمرہ (دیکھئے مادہ حج نمبر۴ نیز نمبر۸ کا جز ب)

حج میں رمی جمار کے اندر نیابت (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۲ کا جز واؤ)

ولاء (ولاء)

۱۔ تعریف: ولاء وہ حکمی قرابت داری ہے جس کا سبب عتق یا عقد ہوتا ہے۔

۲۔ ولاء ساقط کردینا اور اسے منتقل کردینا

الف۔ ولاء کا اسقاط: حضرت ابن عمرؓ ولاء کے اسقاط کے جواز کے قائل تھے اس لئے کہ ولاء ایک حق ہے اور شخصی حقوق کا اسقاط جائز ہوتا ہے۔ بنابریں اگر کوئی شخص اپنا غلام سائبہ کے طور پر یعنی اس سے ولاء ساقط کر کے آزاد کردے تو اس سے ولاء کا سقوط ہوجائے گا (دیکھئے مادہ ارث نمبر۳ کا جز ج)

ب۔ ولاء کو منتقل کرنا: حضرت ابن عمرؓ اس کے جواز کے قائل نہیں تھے۔ "مصنف عبدالرزاق" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ولاء کی بیع کو انتہائی طور پر ناپسند کرتے تھے۔ آپ اس بات کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ ایک شخص اپنے موالی کو چھوڑ کر کسی اور سے ولاء کا رشتہ جوڑ لے یا ولاء کا ہبہ کردیا جائے [۹۷]۔

ج۔ انتقال ولاء: آزاد کرنے والے کے لئے آزاد کردہ غلام پر ولاء کا ثبوت ہوتا ہے۔ جب آزاد کرنے والا مرجائے تو اس کے قریب ترین عصبہ کی طرف اس کا انتقال ہوجاتا ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ولاء مذکورہ عصبہ کے لئے ہے [۹۸]۔

۳۔ ولاء پر مرتب ہونے والے اثرات: اس پر دو اثرات مرتب ہوتے ہیں ایک اثر تو معنوی ہوتا ہے اور دوسرا مادی

الف۔ معنوی اثر یہ ہے کہ ولاء والے اور جس پر ولاء ہے کے درمیان مواصلت اور رابطہ ہوجاتا ہے۔

ب۔ مادی اثر یہ ہے کہ جس پر ولاء ثابت ہوجائے اس کی وفات پر ورثاء کی عدم موجودگی میں ولاء والا اس کا وارث بن جاتا ہے۔ اس موضوع پر ہماری تفصیلی گفتگو (مادہ ارث نمبر۳ کے جز ج) نیز (مادہ ترکتہ نمبر۲ کے جز د) میں گذر چکی ہے۔

ولایۃ (سرپرستی)

۱۔ تعریف: تصرفات پر لگی ہوئی پابندی والے یعنی مجور شخص کے اموال کی حفاظت اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کے لئے کسی بالغ اور عقلمند شخص کا قیام ولایت کہلاتا ہے۔

۲۔ ولی کے تصرفات

۱۔ ولی کے لئے جائز نہیں کہ وہ مجور شخص کے اموال میں ایسے تصرفات کرے جو اس کے لئے خالص نقصان کے باعث ہوں مثلاً اس کا مال ہبہ یا صدقہ کردینا (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز ب) اس میں مجور پر واجب شدہ حقوق کی ادائیگی شامل نہیں ہے خواہ یہ حقوق اللہ ہوں مثلاً زکوۃ وغیرہ یا یہ حقوق العباد ہوں مثلاً دین اور نفقہ کی ادائیگی۔ حضرت ابن عمرؓ چند یتیموں کے ولی یعنی سرپرست بنے تھے آپ ان کے مال کی زکوۃ ادا کرتے تھے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز الف)

۲۔ ایسے تصرفات جن کے اندر نفع اور نقصان کے دونوں پہلو موجود ہوں' ولی کے لئے مجور کے مال میں یہ تصرفات جائز ہیں مثلاً خرید و فروخت وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ چند یتیموں کے ولی بنے تھے ان کے لئے آپ نے ایک مکان خریدا تھا اور مکان کی قیمت ان کے مال سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا ادا کی تھی [99]۔ اسی طرح مجور کے مال کو تجارت میں لگادینا ولی کے لئے جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ ولی مجور کے مال سے خود مضاربہ کرے یا منافع کے اندر ایک معین حصے کے بدلے مذکورہ مال کسی کو مضاربہ پر دے دے [100]۔

۳۔ مجور کے مال کو فائدہ دینے والے تصرفات کا جہاں تک تعلق ہے تو ولی ان تصرفات کا خاص اہتمام کرے کیونکہ ان کے ذریعے ایک طرف تو مجور کا مال محفوظ ہوجائے گا اور دوسری طرف اس کا مال بڑھ بھی جائے گا مثلاً مجور کے لئے ہبہ قبول کرنا یا اگر مذکورہ مال تلف ہونے کا خطرہ ہو تو اسے قرض کے طور پر لے لینا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی سرپرستی میں موجود یتیموں کا مال قرض کے طور پر لے لیتے تاکہ اسے تلف ہونے سے محفوظ کردیں [101]۔ ابن سعد نے "الطبقات" کے اندر روایت کی ہے کہ جب

حضرت زید جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے ان کا مال ان کی اولاد کے حوالے کردیا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اس مال سے قرض دیتے اور اپنے لئے قرض لیتے اور پھر جنگ کے اندر اس مال سے مذکورہ اولاد کے لئے تجارت کرتے [۱۰۲]۔

اگر ولی مجور کا مال اس نیت سے قرض لے کہ اس کے ذریعے اپنا مال بڑھائے تو حضرت ابن عمرؓ اس صورت کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کی اس تفسیر کو محمول کیا جائے گا جو آپ نے سورہ انعام آیت نمبر۱۵۲ کے سلسلے میں بیان کی تھی۔ ارشاد باری ہے (ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر صرف ایسے طریقے سے جو سب سے بہتر ہو یہاں تک کہ یتیم اپنے سن رشد کو پہنچ جائے) آپ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: "اس کے مال سے کسی کو قرض نہ دو" [۱۰۳]۔

ب۔ ولی کے غیرمالی تصرفات

۱۔ ولی اگر باپ ہو تو اس کے لئے اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرادینا جائز ہوگا اس کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح اپنی بھتیجی سے کرادیا تھا [۱۰۴]۔ البتہ باپ کے سوا کسی اور ولی کے لئے اجازت کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت قدامہ بن مظعونؓ نے اپنی بھتیجی کا نکاح حضرت ابن عمرؓ سے کرادیا۔ یہ معاملہ جب حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ یتیم لڑکی ہے اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا" [۱۰۵]۔

۲۔ عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور ولی ہی اس کی طرف سے عقد نکاح کا کام سرانجام دے گا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴ کے جز ب کا جز ج)

ولد (بیٹا، بیٹی)

باپ پر اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت واجب ہے (دیکھئے مادہ اب)

نسب کے اندر ولد اپنے باپ کا تابع ہوتا ہے (دیکھئے مادہ نسب نمبر۹) اور غلامی کے اندر اپنی ماں کا (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴ کے جز د کا جز ۲)

عطیات کے اندر اولاد کے درمیان مساوات قائم کرنا (دیکھئے مادہ ہبتہ نمبر۳)

لعان کرنے والی عورت کے بچے کی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶)

اگر باپ کی ملکیت میں اس کا ولد آجائے تو وہ اس پر آزاد ہوجائے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کا جز ج)

کفارات وغیرہ میں ولدالزنا کو آزاد کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کا جز د) نیز (مادہ کفارۃ نمبر ۳ کا جز الف)

مدبرہ لونڈی کی اولاد اپنی ماں جیسی حیثیت والی ہوتی ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶ کا جز ھ) نیز (مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج)

ولد زنا کے جنازے کی نماز کی مشروعیت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ۳)

اگر جانور کو ہدی کے طور پر متعین کردیا جائے اور پھر اس کا بچہ پیدا ہوجائے تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ ھدی نمبر ۲ کا جز ھ) نیز (مادہ اضحیۃ نمبر ۹)

ولیمۃ (ولیمہ)

شادی کے موقعہ پر تیار کئے جانے والے کھانے کو ولیمہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ دعوۃ)

حرف الواؤ میں مذکورہ

حوالہ جات

[1] ۔ بخاری شریف فی الذبائح باب الوسم والعلم فی الصورۃ

[2] ۔ سنن بیہقی ص ۱۲۱ ج ۴

[3] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۰ ج ۱

[4] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷ ب' ج ۱

[5] ۔ عبدالرزاق ص ۱۵۲ ج ۱

[6] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷ ب ج ۱

[7] ۔ بخاری فی الذبائح باب الوسم والعلم فی الصورۃ

[8] ۔ بخاری اور مسلم کتاب الوصایا' ابو داؤد فی الوصایا باب مایومربہ من الوصیتہ' نسائی فی الوصایا باب کراھیتہ التاخیر فی الوصیتہ' ترمذی فی الجنائز باب الحث علی الوصیتہ' الموطا ص ۷۶۱ ج ۲' عبدالرزاق ص ۵۶ ج ۹' المحلی ص ۳۱۲ ج ۹' طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج ۴

[9] ۔ کنزالعمال نمبر ۴۶۱۱۰

[10] ۔ طبقات ابن سعد ص ۱۸۴ ج ۴

[11] ۔ طبقات ابن سعد ص ۱۸۷ ج ۴

[12] ۔ عبدالرزاق ص ۶۷ ج ۹' کنزالعمال نمبر ۴۶۱۱۲

[13] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲' عبدالرزاق ص ۱۵۸ ج ۹' سنن سعید بن منصور ص ۱۰۱/۱ ج ۳' المحلی ص ۳۳۳ ج ۹' کنزالعمال نمبر ۴۶۱۱۱ ' سنن دارمی ص ۴۲۲ ج ۲' المغنی ص ۳۸۷ ج ۹

[14] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ج ۲

[15] ۔ حوالہ درج بالا

[16] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ ج ۲' تفسیر طبری ص ۷۰ ج ۲' سنن بیہقی ص ۲۶۵ ج ۶' المغنی ص ۲ ج ۶

[17] ۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۲

[18] ۔ الاموال ص ۶۰۹

[19] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲' المغنی ص ۱۴۴ ج ۶

[20] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ب ج ۲

[21] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۱

[22] ۔ شرح معانی الآثار ص ۲۵ ج ۱' المغنی ص ۱۴۳ ج ۱' کشف الغمہ ص ۸۵ ج ۱

[23] ۔ سنن دارمی ص ۱۶۹ ج ۱' عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۱' تفسیر ابن کثیر ص ۲۲ ج ۲

[24] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ ج ۱

[25] ۔ کشف الغمہ ص ۵۰ ج ۱

[26] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱

۲۷۔ عبدالرزاق ص ۳۷۱ ج ۲

۲۸۔ کشف الغمہ ص ۴۷ ج ۱

۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱

۳۰۔ عبدالرزاق ص ۴۳ ج ۱

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳ ج ۱

۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ب، ج ۱، المجموع ص ۴۳۶ ج ۱

۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ب ج ۱

۳۴۔ تفسیر قرطبی ص ۸۴ ج ۶، المجموع ص ۴۱۳ ج ۱، المغنی ص ۱۰۷ ج ۱

۳۵۔ نیل الاوطار ص ۱۷۴ ج ۱

۳۶۔ عبدالرزاق ص ۲۵۹ ج ۱

۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱

۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۵ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۰ ج ۱

۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۴ ج ۱، عبدالرزاق ص ۷ ج ۱، المجموع ص ۴۷۳ ج ۱، المغنی ص ۱۲۷ ج ۱

۴۰۔ المجموع ص ۴۴۰ ج ۱

۴۱۔ احکام القرآن ص ۳۴۲ ج ۲

۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۸ ب ج ۱، ص ۴، ج ۱، عبدالرزاق ص ۶،۷ ج ۱۱ المحلی ص ۵۳ ج ۲، الاستذکار ص ۱۶۶ ج ۱، المغنی ص ۱۲۵ ج ۱

۴۳۔ شرح معانی الآثار ص ۲۰ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۱ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۴ ب ج ۱، المجموع ص ۴۵۳ ج ۱

۴۴۔ الموطا ص ۳۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۵ ج ۱، معرفۃ السنن والآثار ص ۲۳۶ ج ۱، تفسیر قرطبی ص ۹۱ ج ۶، شرح السنہ ص ۴۴۱ ج ۱، الاستذکار ص ۲۵۰ ج ۱، المغنی ص ۱۰۶ ج ۱

۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۴ ب ج ۱

۴۶۔ عبدالرزاق ص ۱۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۴۸ ج ۱

۴۷۔ شرح معانی الآثار ص ۴ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۴ ب ج ۱

۴۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۵ ج ۲

۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۴ ج ۱

۵۰۔ عبدالرزاق ص ۲۴ ج ۱

۵۱۔ سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۱، الموطا ص ۴۳ ج ۱، الام ص ۲۵۰ ج ۷، الاستذکار ص ۲۷۷ ج ۱، المحلی ص ۶۹ ج ۲، معرفۃ السنن والآثار ص ۲۴۵ ج ۱، شرح السنہ ص ۴۴۶ ج ۱، المجموع ص ۴۹۲ ج ۱

۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ ج ۱

۵۳۔ کشف الغمہ ص ۵۰ ج ۱

۵۴۔ الموطا ص ۵۵ ج ۱، الام ص ۷ ۲۴ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۱۵ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۵۶ ج ۱

۵۵۔ المحلی ص ۲۵۹ ج ۱، الاستذکار ص ۲۸۸ ج ۱، المغنی ص ۱۸۴ ج ۱

۵۶۔ المجموع ص ۵۸ ج ۲

۵۷۔ الام ص ۲۵۰ ج ۷، معرفتہ السنن والآثار ص ۲۹۹ ج ۱

۵۸۔ عبدالرزاق ص ۱۱۳۰، ابن ابی شیبہ ص ۲۲ب ج ۱، الموطا ص ۱۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۲۰ ج ۱، معرفتہ السنن والآثار ص ۱۹۷ ج ۱، الام ص ۲۴۹ ج ۷، احکام القرآن ص ۳۳۱ ج ۲، المحلی ص ۲۲۴ ج ۱ الام شرح السنہ ص ۳۳۸ ج ۱، المجموع ص ۲۰ ج ۲، طرح التثریب ص ۴۹ ج ۲

۵۹۔ سنن بیہقی ص ۱۱۹ ج ۱

۶۰۔ عبدالرزاق ص ۱۱۵ ج ۱، المحلی ص ۲۳۷ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۴۲ ج ۱، الاستذکار ص ۳۱۲ ج ۱، المغنی ص ۱۷۸ ج ۱، الاعتبار ص ۴۲، المجموع ص ۴۳ ج ۲

۶۱۔ الموطا صا ۶۰ ج ۱، معرفتہ السنن والآثار ص ۳۳۹ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۱ ج ۱

۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷ ج ۱

۶۳۔ سنن بیہقی ص ۱۳۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۱۳ ج ۲

۶۴۔ عبدالرزاق ص ۱۷۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۸ ج ۱

۶۵۔ الموطا صا ۶۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۲۴ ج ۱، معرفتہ السنن والآثار ص ۳۱۰ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۳۲، ج ۱ ابن ابی شیبہ ص ۸، ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۵۰۳ ج ۱، الاستذکار ص ۳۱۹ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۴۵ ج ۱، المغنی ص ۱۹۲ ج ۱، المجموع ص ۳۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۶ ج ۱

۶۶۔ آثار محمد بن الحسن نمبر ۱۷

۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۸ ب ج ۱

۶۸۔ سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۱

۶۹۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۹، ۲۵۵ ج ۱

۷۰۔ المحلی ص ۲۴۳ ج ۱، المغنی ص ۱۹۱ ج ۱، الاعتبار ص ۴۹ ج، المجموع ص ۶۱ ج ۲

۷۱۔ عبدالرزاق ص ۱۷۴ ج ۱

۷۲۔ شرح السنہ ص ۳۴۸ ج ۱

۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۹، ۱۰ ج ۱

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸ ب ج ۱

۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ج ۱

۷۶۔ المغنی ص ۱۹۲ ج ۱

۷۷۔ سبل السلام ص ۶۹ ج ۱
۷۸۔ الموطا ص ۱۸ ج ۱' سنن بیہقی ص ۳۰۷ ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۰۸ ج ۳
۷۹۔ عبدالرزاق ص ۳۱ ج ۱
۸۰۔ مراتب الاجماع لابن حزم ص ۱۳۱
۸۱۔ الدرالمنثور ص ۲۶۵ ج ۱' تفسیر طبری ص ۲۳۴ ج ۲' المغنی ص ۲۲ ج ۷' صحیح البخاری فی تفسیر "نساء کم حرث لکم"
۸۲۔ تفسیر طبری ص ۲۳۳ ج ۲
۸۳۔ تفسیر طبری ص ۲۳۴ ج ۲
۸۴۔ ابوداؤد فی النکاح' الحاکم ص ۱۹۵ ج ۲' الدرالمنثور ص ۲۶۳ ج ۱' تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۱ ج ۱
۸۵۔ احکام القرآن ص ۳۵۲ ج ۱' المحلی ص ۹۶ ج ۱۰
۸۶۔ احکام القرآن ص ۳۵۲ ج ۱' تفسیر قرطبی ص ۹۲ ج ۳' تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۳ ج ۱' سنن نسائی
۸۷۔ تفسیر طبری ص ۲۳۳ ج ۲' الدرالمنثور ص ۲۶۶ ج ۱' المحلی ص ۹۶' ج ۱۰
۸۸۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۸ ج ۶
۸۹۔ سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۶
۹۰۔ شرح السنہ ص ۲۸۵ ج ۸' المحلی ص ۱۸۰ ج ۹
۹۱۔ تفسیر قرطبی ص ۳۸ ج ۸
۹۲۔ سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۶
۹۳۔ المغنی ص ۵۵۲ ج ۵
۹۴۔ شرح السنہ ص ۲۱۹ ج ۸' طبقات ابن سعد ص ۱۶۴ ج ۴
۹۵۔ عبدالرزاق ص ۳۰۹ ج ۸
۹۶۔ سنن بیہقی ص ۱۶ ج ۷
۹۷۔ عبدالرزاق ص ۵'۶ ج ۹' المغنی ص ۳۵۲ ج ۶
۹۸۔ المغنی ص ۳۵۲'۳۷۶' ج ۶
۹۹۔ سنن بیہقی ص ۳ ج ۶
۱۰۰۔ المغنی ص ۲۳۹ ج ۴
۱۰۱۔ المحلی ص ۳۲۴ ج ۸' ص ۱۰۰ ج ۶' عبدالرزاق ص ۹۸'۷۰ ج ۴' سنن بیہقی ص ۳ ج ۶' ص ۱۴۹ ج ۴' الاموال ص ۴۵۱
۱۰۲۔ ابن سعد ص ۱۷۳ ج ۳' ص ۲۹۲ ج ۱
۱۰۳۔ عبدالرزاق ص ۹۴ ج ۹
۱۰۴۔ کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۲' المغنی ص ۴۹۹ ج ۶
۱۰۵۔ المغنی ص ۴۹۰ ج ۶

حرف الیاء

یتیم (یتیم)

۱۔ تعریف: یتیم اس بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے۔

۲۔ یتیم کی ولایت یعنی سرپرستی (دیکھئے مادہ ولایۃ)
یتیم کا ولی یتیم کے مال سے اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۳ کا جز الف)

ید (ہاتھ)

۱۔ تعریف: ید کا اطلاق بعض دفعہ تو پہنچے سے لے کر انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے اور بعض دفعہ کہنی سے لے کر انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے۔

۲۔ ہاتھ کے احکام: ہاتھوں کو پانی کے برتن میں داخل کرنے سے پہلے انہیں پہنچوں تک دھولینا (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر۲) نیز (مادہ وضوء نمبر۳ کا جز ج
وضوء کے اندر دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا (دیکھئے مادہ وضو نمبر۴ کا جز ج)
چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر۲)
اذان کے اندر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھنا (دیکھئے مادہ اذان نمبر۹)

یمین (قسم)

۱۔ تعریف: یمین حلف کو کہتے ہیں اس کے ذریعے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر ابھارا جاتا ہے یا کسی کام کے اثبات یا اس کی نفی کی تاکید کی جاتی ہے

۲۱۔ یمین کا صیغہ

الف۔ کس نام سے حلف اٹھانا جائز یا ناجائز ہوتا ہے؟۔ لفظ اللہ کے ذریعے یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم کے ذریعے یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کے ذریعے حلف اٹھانا جائز ہے حضرت ابن عمرؓ قائل کے قول " وایم اللہ " کو یمین تصور کرتے تھے[1]۔
اسی طرح قائل کے قول "اقسم" (میں قسم کھاتا ہوں) کو یمین شمار کرتے اور فرماتے "قسم یمین ہے"[2]۔

اللہ کے نام کی قسم کے ساتھ کسی ایسے لفظ کو ملا دینا جائز نہیں جو مخلوقات کے ساتھ مشابہت سے اس کی ذات کو پاک نہ رکھنے کا احساس پیدا کرتا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص ان الفاظ کے ذریعے قسم کھائے کہ "خدا کی قسم جہاں بھی خدا ہو"[۳]۔ کیونکہ اس لفظ سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ کو مکان و مکانیت کی حاجت ہے یا اللہ کسی مکان میں موجود ہے۔ یہ چیز مخلوقات کی صفات سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کے نام کے ذریعے قسم کھانا جائز نہیں ہے مثلاً آباؤ اجداد کے ناموں کی نیز کعبہ وغیرہ کی قسم کھانا۔ کیونکہ اس میں مخلوق کے مقام کو خالق کے مقام تک بلند کرنے کا پہلو ہے۔ اور یہ بات اس لئے جائز نہیں کہ اس میں اللہ سبحانہ کے ساتھ شرک کا شبہ موجود ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: "اللہ کے نام سے جھوٹی قسم کھانا غیراللہ کے نام سے سچی قسم کھانے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے"[۴]۔ آپ نے ایک شخص کو "لا وا لکعبۃ" (نہیں' کعبہ کی قسم نہیں) کہتے ہوئے سنا تو فرمایا: "غیراللہ کے نام کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: "جو شخص غیراللہ کی قسم اٹھائے اس نے کفر کیا یا شرک"[۵]۔

ب۔ اللہ کے نام کی قسم کا حکم حاصل کرلینے والی صورت؟ جس صورت پر قسم کا حکم عائد ہوتا ہے اور اسے توڑ دینے پر کفارہ لازم ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی ذات پر کوئی ایسی بات واجب کردے جو اسے ناپسند ہو تاکہ اس کے ذریعے کسی فعل سے روک دے یا کسی فعل پر ابھارے۔ ابو رافع نے بیان کیا ہے کہ میری ایک آزاد کردہ لونڈی لیلیٰ بنت العجماء نے مجھ سے کہا: "اگر تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دو تو میرا ہر مملوک آزاد اور میرا ہر مال ہدی ہے اور میں یہودیہ یا نصرانیہ ہوجاؤں" ابو رافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی زینب کے پاس گیا زینب کی حیثیت یہ تھی کہ فقہ کی بصیرت رکھنے والی خواتین میں ان کا ہی ذکر ہوتا۔ لیلیٰ بھی میرے ساتھ ان کے پاس گئی۔ زینب نے پوچھا کہ آیا مکان میں ہاروت ماروت ہیں؟۔ لیلیٰ نے کہا: "زینب' اللہ مجھے تم پر قربان کردے! اصل بات یہ ہے کہ میں نے ابو رافع سے کہا کہ: "اگر تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دو تو میرا ہر مملوک آزاد ہے اور میں یہودیہ اور نصرانیہ بن جاؤں" یہ سن کر زینب نے کہا: "یہودیہ اور نصرانیہ؟؟ تم اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان سے ہٹ جاؤ" ابو رافع کہتے ہیں کہ لیلیٰ نے گویا زینب کی بات قبول نہیں کی۔ میں ام

المومنین حضرت حفصہ ؓ کے پاس گیا۔ میرے ہاتھ لیلیٰ نے ام المومنین کو پیغام بھیجا کہ اس نے اس طرح قسم کھائی ہے۔ حضرت حفصہ نے قسم کی تفصیل سن کر فرمایا: "یہودیہ اور نصرانیہ؟!!" اور پھر لیلیٰ کو میری بیوی اور میرے درمیان سے ہٹ جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن لیلیٰ نے ان کی بھی یہ بات قبول کرنے سے گویا انکار کردیا پھر میں حضرت ابن عمر ؓ کے پاس گیا۔ آپ میرے ساتھ لیلیٰ کے پاس گئے۔ جب آپ نے سلام کہا تو لیلیٰ آپ کی آواز پہچان گئی اور کہنے لگی: " میرے باپ آپ پر اور میرے آباء آپ کے والد پر قربان ہوں!" حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: "تم پتھر یا لوہے کی بنی ہوئی ہو یا کسی اور چیز کی؟ تمہیں زینب نے فتوی دیا، تمہیں ام المومنین نے فتوی دیا لیکن تم نے دونوں کی بات نہیں مانی" یہ سنکر لیلیٰ نے کہا: "ابو عبدالرحمن! اللہ مجھے آپ پر قربان کردے! میں نے کہا ہے کہ میرا ہر مملوک آزاد اور ہر مال ہدی ہے اور میں یہودیہ یا نصرانیہ بن جاؤں! یہ سن کر حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: "یہودیہ یا نصرانیہ؟!" اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان سے ہٹ جاؤ"[۶]۔ یعنی ان کے پیچھا چھوڑ دو، یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ؓ نے لیلیٰ کی طرف سے اپنی ذات پر مذکورہ باتوں کے ایجاب کو اللہ کے نام پر قسم اٹھانے کے قائم مقام قرار دیا اسی صورت کو نذر بصورت قسم کا نام دیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ نے اسے توڑ دینے کی صورت میں کفارہ واجب کردیا۔

حضرت ابن عمر ؓ سے ایک اور روایت کے مطابق آپ نے رائے دی تھی کہ جہاں تک مملوک آزاد کرنے کا معاملہ ہے تو یہ واجب ہوجاتا ہے۔ جہاں تک مال کا تعلق ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ مذکورہ مال میں سے زکوۃ کی مقدار ادا کردینا اس کا کفارہ ہے۔

آل ذی اصبح کی ایک خاتون نے کہا تھا کہ: "اگر میرا شوہر فلاں کام نہ کرے تو میرا مال فی سبیل اللہ ہے اور میری لونڈی آزاد ہے" بیوی نے یہ بات کسی ایسے کام کے سلسلے میں کہی تھی جسے اس کا شوہر ناپسند کرتا تھا۔ ادھر شوہر نے قسم اٹھالی کہ وہ مذکورہ کام نہیں کرے گا۔ پھر یہ مسئلہ حضرت ابن عمر ؓ اور حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا گیا دونوں حضرات نے فرمایا کہ جہاں تک لونڈی کا تعلق ہے تو وہ آزاد ہوجائے گی اور جہاں تک مال کا تعلق ہے تو وہ اپنے مال کی زکوۃ کا صدقہ کرے گی[۷]۔

ح۔ قسم کی تعلیق یعنی استثناء: اگر کوئی شخص قسم کا حلف اٹھائے اور ساتھ ہی استثناء

کردے مثلاً کہے :"میں یہ کام ضرور کروں گا اگر اللہ چاہے" تو اگر وہ استثناء یعنی "اگر اللہ چاہے" کا ذکر قسم کے ساتھ ہی کرے اور پھر قسم توڑ دے تو اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہو گا۔ لیکن اگر وہ استثناء کا ذکر قسم کھانے کے بعد وقفے سے کرے اور پھر اپنی قسم توڑ دے تو اس پر کفارہ لازم ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :"ہر موصول استثناء کے اندر قسم توڑ دینے پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا اور اگر استثناء غیر موصول ہو تو قسم کھانے والا قسم توڑنے پر حانث قرار پائے گا"[۸]۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۲ کا جز الف) نیز فرمایا :"اگر کوئی شخص کہے "واللہ" (خدا کی قسم) اور پھر انشاء اللہ کہے" اور جس کام کے کرنے کا حلف اٹھایا ہو اسے نہ کرے تو وہ حانث نہیں ہو گا[۹]۔ یعنی اس پر کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ آپ خود قسم کھاتے ہوئے کہتے :" خدا کی قسم' میں فلاں کام نہیں کروں گا' اگر اللہ چاہے" پھر آپ وہ کام کرلیتے اور کفارہ ادا نہ کرتے[۱۰]

د۔ قسم کی تغلیظ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کے جزج کا جز ۲)

۳۔ قسم کی انواع قسم کی تین قسمیں ہیں۔

الف۔ یمین لغو' یہ وہ قسم ہے جو بلا قصد زبان سے ادا ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :"لغو کی صورت یہ ہے (لا' واللہ' بلی واللہ)"[۱۱]۔ ایسی قسم پر کفارہ لازم نہیں ہوتا کیونکہ سورہ مائدہ آیت نمبر۸۹ میں ارشاد باری ہے (لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرتا) سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بعض دفعہ اپنے کسی بیٹے سے فرماتے :"میں نے اس مجلس میں تمہاری گیارہ قسمیں گنی ہیں" لیکن آپ اس بیٹے کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیتے[۱۲]۔ کیونکہ یہ تمام قسمیں یمین لغو کی صورتیں ہوتیں

ب۔ یمین منعقدہ

۱۔ یہ وہ موکد قسم ہے جسے کوئی شخص مستقبل کی کسی بات کے بارے میں اٹھائے مثلاً یہ کہے :"خدا کی قسم میں یہ کام کروں گا یا خدا کی قسم' میں یہ بات نہیں کروں گا"

۲۔ اس یمین کی دو انواع ہیں

یمین موکدہ: نذر بصورت قسم کا شمار بھی یمین موکدہ میں ہوتا ہے (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ب) نیز وہ قسم جسے حالف بار بار دہرائے۔

یمین غیر موکدہ یعنی ایسی قسم جسے حالف بار بار نہ دہرائے

۳۔ جو شخص یمین منعقدہ کی صورت میں قسم اٹھائے اسے چاہئے کہ وہ اپنی یہ قسم پوری کرے۔ اگر اس نے یہ قسم کسی غیر پر اٹھائی ہو تو اس غیر کو بھی یہ قسم پوری کرنا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہوسکے وہ یہ قسم نہ توڑے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ: "میں نے تم پر اللہ کی قسم کھائی" تو مناسب یہی ہے کہ دوسرا شخص یہ قسم نہ توڑے' اگر توڑ دے تو اس کفارہ ادا کرے" [13]۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص سے کسی کپڑے کا مول تول کیا' اس شخص نے قسم اٹھالی کہ وہ یہ کپڑا فروخت نہیں کرے گا پھر اس کے دل میں مذکورہ کپڑا فروخت کردینے کا خیال آگیا۔ لیکن حضرت ابن عمرؓ نے اس کی قسم کی وجہ سے مذکورہ کپڑا خریدنا پسند نہیں کیا [14]۔

ج۔ یمین غموس: یہ قسم کسی گذری ہوئی بات پر کھائی جاتی ہے اور قسم کھانے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے۔ اس قسم کے متعلق ہمیں حضرت ابن عمرؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ تاہم ایسی قسم کبائر میں شمار ہوتی ہے (دیکھئے مادہ کبیرۃ نمبر ۲)

۴۔ قسم کا کفارہ

الف۔ کفارہ کو حنث پر مقدم کرنا: حضرت ابن عمرؓ قسم توڑنے پر کفارہ قسم کو مقدم کردینا جائز سمجھتے تھے۔ اور اسے موخر کردینے کو بھی جائز قرار دیتے تھے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قسم کھالیتے اور پھر جس کام کے نہ کرنے کی آپ نے قسم کھائی ہوتی اسے کرلینے کا ارادہ کرتے تو بعض دفعہ مذکورہ کام کرلینے سے پہلے کفارہ ادا کردیتے اور پھر وہ کام کرلیتے اور بعض دفعہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے وہ کام کرلیتے اور کام کرلینے کے بعد کفارہ ادا کرتے [15]۔

ب۔ کفارات کا تداخل: حضرت ابن عمرؓ کفارہ یمین کے تداخل کے قائل تھے' یعنی اگر ایک شخص متعدد قسمیں کھالے یا اپنی قسم کئی مرتبہ دہرائے تو ان صورتوں میں اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہوگا۔ مجاہد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کا نکاح کسی لونڈی سے کرادیا۔ غلام نے سفر پر جانے کا ارادہ کیا' آپ نے اس سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو' غلام نے جواب میں کہا کہ: "خدا کی قسم' میں اسے طلاق نہیں دوں گا" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم' تم اسے ضرور طلاق دے دو" اور اپنی یہ بات تین دفعہ دہرائی' مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے آپ

سے پوچھا کہ اب آپ اپنی قسم کا کیا کریں گے! آپ نے جواب دیا: "میں اپنے قسم کا کفارہ دوں گا" میں نے عرض کیا کہ آپ نے تو یہ قسم کئی بار کھائی ہے" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "بس ایک کفارہ دوں گا" [16]

ج۔ قسم کا کفارہ کیا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے موکد قسم کے کفارہ اور غیر موکد قسم کے کفارہ کے درمیان فرق رکھا ہے۔ موکد قسم کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

موکد قسم کا کفارہ ایک مملوک آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا ہے۔

غیر موکد قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ہر مسکین کو اتنا کھانا دیا جائے جو ایک مد (ایک پیمانے کا نام) سے کم نہ ہو۔ اگر کسی کو یہ میسر نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "جس شخص نے قسم اٹھائی اور اسے موکد کردیا اور پھر اپنی قسم توڑ دی تو اس پر ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا لازم ہوگا' اور اگر کوئی شخص قسم کھائے اور اپنی قسم کو موکد نہ کرے اور پھر قسم توڑ دے تو اس پر دس مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہوگا۔ وہ ہر مسکین کو ایک مد گندم دے گا۔ اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو تین دن روزے رکھے گا" [17] (دیکھئے مادہ کفارۃ)

۵۔ نذر بصورت قسم (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۲ کا جزب)

قسم کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کا جزج)

ہمبستری ترک کردینے کی قسم کھانا (دیکھئے مادہ ایلاء)

یھودی (یہودی) دیکھئے مادہ کتابی

یوم (دن)

حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یوم کی ابتداء صبح صادق کے طلوع سے لے کر سورج مکمل طور پر غروب ہوجانے تک ہے [18]

یوم عرفہ

ذی الحجہ کے نویں دن کو یوم عرفہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹)

یوم الشک

یہ شعبان کا تیسواں دن ہے اگر ہلال رمضان نظر نہ آئے اور آسمان میں بادل یا گرد و غبار وغیرہ ہو (دیکھئے مادہ شک نمبر ۲ کا جز الف)

حرف الیاء میں مذکورہ حوالہ جات

[1] ۔ عبدالرزاق ص ۴۷۱ ج ۸
[2] ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۱' عبدالرزاق ص ۴۸۱ ج ۸
[3] ۔ عبدالرزاق ص ۴۷۱ ج ۸
[4] ۔ عبدالرزاق ص ۴۶۹ ج ۸' المحلی ص ۳۳ ج ۸
[5] ۔ سنن ترمذی فی النذور باب کراھیتہ الحلف بغیر اللہ' ابوداؤد فی الایمان باب کراھیتہ الحلف بالآباء' الحاکم فی المستدرک ص ۱۸ ج ۱' ص ۲۹۷ ج ۴' شرح السنہ ص ۷ ج ۱۰
[6] ۔ عبدالرزاق ص ۴۸۷' ۴۹۰ ج ۸' سنن بیہقی ص ۶۶ ج ۱۰' تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۴ ج ۱' المغنی ص ۷۱۱ ج ۸
[7] ۔ عبدالرزاق ص ۴۸۵ ج ۸' سنن بیہقی ص ۶۸ ج ۱۰
[8] ۔ سنن بیہقی ص ۴۷ ج ۱۰' المحلی ص ۴۶ ج ۸
[9] ۔ الموطا ص ۴۷۷ ج ۲' کشف الغمہ ص ۱۸۹ ج ۲
[10] ۔ عبدالرزاق ص ۵۱۶ ج ۸
[11] ۔ الدر المنثور ص ۲۶۸ ج ۱' تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۸ ج ۱
[12] ۔ المحلی ص ۳۴ ج ۸
[13] ۔ عبدالرزاق ص ۴۷۸ ج ۸' المغنی ص ۷۳۱ ج ۸' کنز العمال نمبر ۴۶۵۱۸
[14] ۔ عبدالرزاق ص ۴۹۴ ج ۸
[15] ۔ عبدالرزق ص ۵۱۵ ج ۸' المغنی ص ۷۱۳ ج ۸
[16] ۔ المحلی ص ۵۳ ج ۸' عبدالرزاق ص ۵۰۴ ج ۸' سنن بیہقی ص ۵۶ ج ۱۰' الدر المنثور ص ۳۱۲ ج ۲
[17] ۔ الموطا ص ۴۷۹ ج ۲' سنن بیہقی ص ۵۶ ج ۱۰ ' الام ص ۲۵۷ ج ۷' المحلی ص ۵۳ ج ۸' کشف الغمہ ص ۱۹۲ ج ۲

بحمد اللہ' اختتام
ترجمہ موسوعۃ فقہ ابن عمرؓ
مترجم' محمد عبدالقیوم عفی عنہ